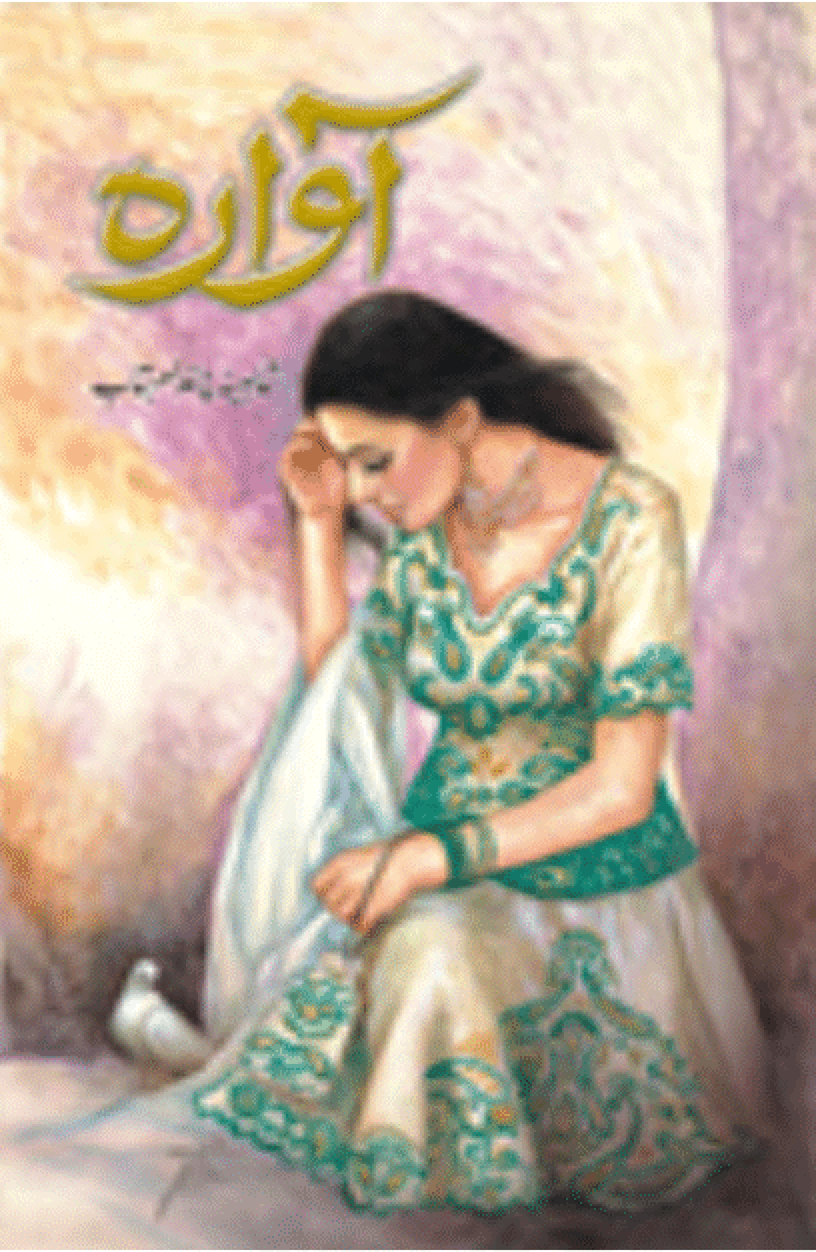

آوارہ

آوارہ۔۔۔۔۔۔شاہینہ چندا مہتاب

کھڑکی کے دونوں پٹ کھولے کھڑی وہ اپنے آپ سے بھی بے خبر یوں باہر دیکھے جا رہی تھی جیسے موسم بہت ہی دلکش اور بے حد سہانا ہو۔ جبکہ باہر طوفان باد و باراں اپنی پوری شدتوں پر تھا۔ اگرچہ موسم صبح ہی سے ابر آلود تھا مگر شام ہوتے ہوتے وہ طوفان کی شکل میں ڈھل چکا تھا۔ بارش شروع ہوئی تو پھر رکنے کا نام ہی نہ لیا۔ اندھیرا گہرا ہونے کے ساتھ ساتھ طوفانی بارش شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ رہ رہ کر بجلی کے کوندے لحظہ بھر کے لیے دھرتی کو روشن کرتے پھر پہلے سے زیادہ تاریکی چھا جاتی اور اس گہری تاریکی میں بادلوں کی گھن گرج اور بھی بھیانک لگ رہی تھی۔ اس پر منہ زور ہوا کی تیزی کو دیکھتے ہوئے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے ہر چیز آج اڑا کر لے جائے گی۔ فضا میں عجیب سا خوفناک شور تھا۔

رات تو یوں بھی ایک سکوت پرور، اداس اور ڈراؤنی چیز کا نام ہے۔ خاص کر تنہا انسان کے لیے۔ اور انسان بھی وہ جو اپنے روم میں ہی نہیں پورے گھر میں تنہا ہو۔ اس پر یہ خوفناک طوفان، بپھرے ہوئے بادلوں کی بھیانک آوازیں اور زوروں سے برستی شدید بارش۔ لگتا تھا صبح ہوتے ہوتے سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ ایسے خوفناک موسم میں انسان تو انسان چرند پرند بھی گھونسلوں میں دبکے بیٹھے تھے۔ مگر اس کو تو جیسے کسی بات کا احساس ہی نہیں تھا۔ وہ ہر خوف ہر طوفان اور ہر چیز سے بے نیاز آنکھیں پھاڑے نجانے تاریکی میں کیا دیکھنے، کیا محسوس کرنے یا سننے کی کوشش کر رہی تھی۔ دفعتاً ہوا کی شائیں شائیں کسی کی سرگوشیوں میں تبدیل ہونے لگیں۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ تم واقعی آوارہ ہو۔ سنا تم نے ذلیل لڑکی! تم آوارہ ہو۔ لوگ تمہارے بارے میں جو بھی کہتے ہیں ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ اتنی سی عمر میں تم کتنے پراگندہ ذہن کی لڑکی ہو۔ کتنے دن سے میں تمہاری حرکتوں کو دیکھ رہا تھا۔ بلال آخر آج اس موسم کا سہارا لے کر تم مجھے گمراہ کرنے بھی آ گئیں۔" وہ رکا، ایک نفرت بھری نگاہ سامنے کھڑی روبی پر ڈالی، پھر زہر خند سے بولا۔

"میں مرد ہو کر تمہارے پاس نہیں آیا، ورنہ اس موسم کے تقاضے میں بھی سمجھتا تھا۔ یہ بھیگا موسم مجھ پر بھی اثر انداز ہو سکتا تھا۔" اس آواز میں زہر بھرا ہوا تھا۔ "مگر تم، تم عورت ہو کر مجھ سے رفاقت کی بھیک مانگ رہی ہو۔ مگر افسوس تم اپنی خواہش پوری کرنے بہت غلط جگہ آئی ہو، کیونکہ میں ایسا مرد نہیں ہوں کہ تم جیسی عورت کی حوصلہ افزائی کروں۔ تمہیں یہاں کچھ نہ ملے گا۔ جاؤ اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔" حقارت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے بلال نے بڑی بے رحمی سے خود سے لپٹی روبی کو نوچنے والے انداز میں الگ کرتے ہوئے پوری قوت سے دروازے کی جانب دھکیل دیا۔

وہ دروازے کی بجائے پورے زور سے سیدھی دیوار سے جا ٹکرائی۔ سر میں شدید درد کا احساس ہوا۔ مگر بادل اور بجلی کی کڑکتی آوازوں کا خوف ہر شے پر حاوی تھا۔ وہ چوٹ بھول کر پھر بلال کی سمت ہی آئی تھی، کہ اس وقت بلال کے علاوہ کوئی ذی روح گھر میں موجود نہیں تھا۔ کڑکتی بجلی سے ڈر کر بلال سے لپٹنا ایک غیر ارادی فعل تھا۔ اور وہ کیا سمجھا تھا اور کیا کچھ نہ کہہ ڈالا تھا۔ تم عورت ہو کر مجھ سے رفاقت کی بھیک مانگ رہی ہو۔ کیا وہ عورت تھی، وہ تو 17 برس کی ایک بہت پیاری اور بے حد خوبصورت لڑکی تھی۔ بلکہ وہ تو ابھی پورے سترہ برس کی بھی نہیں تھی۔ اس نے ماتھے پر بل ڈالے سامنے کھڑے بلال کو دیکھا۔ پھر اس کے سامنے آتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"باہر طوفان ہے، بادل ہے، بجلی ہے۔ مجھے ان سے بے حد ڈر لگتا ہے۔ بہت ڈر لگتا ہے۔" مگر اس سنگ دل پر کچھ اثر نہ ہوا۔

"بکواس بند کرو اور فوراً یہاں سے چلی جاؤ۔ میں کہتا ہوں دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" وہ پوری قوت سے دھاڑا۔

روبی مارے خوف کے ایک بار پھر دیوار سے جا لگی۔ مگر کمرے سے باہر نہیں گئی کہ اندر وحشت کا دیوتا بن کر کھڑا تھا تو باہر طوفان باد و باراں عروج پر تھا۔ مگر وہ اس کی مجبوری نہیں سمجھ رہا تھا۔ گو کہ روبی کو اب بلال سے بھی خوف آنے لگا تھا۔ مگر باہر والے طوفان سے زیادہ نہیں۔ وہ اس کی پناہ چاہتی تھی۔ اس لیے سب کچھ سن کر بھی وہیں کھڑی تھی۔ حالانکہ اس کی باتوں کے جواب میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کر کے خود ہی کمرے سے نکل جاتی۔ مگر بات پھر وہی خوف کی تھی۔

"بی بی جی!......بی بی جی!" اچانک وہ اپنی بوڑھی ملازمہ کی آواز سن کر چونک پڑی۔ یکدم پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"کیا بات ہے اماں؟" روبی نے وہیں کھڑے کھڑے سخت لہجے میں پوچھا۔ جیسے اس کا اس وقت مخل ہونا ناگوار گزرا ہو۔

"بی بی جی! باہر بہت زور کا طوفان ہے، کھڑکی بند کر کے اپنے بستر پر آ جائیں۔" ملازمہ نے وہی ایک گھسا پٹا جملہ کہا، جو وہ کئی سالوں سے کہہ رہی تھی۔ مگر وہ اب بوڑھی ملازمہ کی آواز کب سن رہی تھی۔ اس کا ذہن، دل و دماغ، اس کی سماعتیں، پھر وہی بازگشت سن رہے تھے۔

"تم جیسی خوبصورت عورتیں رات کا حسن تو ہو سکتی ہیں، رات کی دلکشی میں اپنی خوبصورت اداؤں سے اضافہ تو کر سکتی ہیں......

مرد کے جسم وجان کو آسودہ تو کر سکتی ہیں مگر......

دن کے اجالے میں کوئی شریف آدمی تمہیں اپنی شناخت نہیں بنا سکتا۔ تمہارے وجود کو اپنا نام نہیں دے سکتا۔ حتیٰ کہ دوسروں کے سامنے تم سے بات کرنی گوارہ نہیں کر سکتا۔ تم جو سوچ کر آئی ہو تم جو چاہتی ہو، اگر میں یہ سب کر ڈالوں تو تمہارے پاس سوائے ذلت کے کیا رہ جائے گا۔ پلیز جاؤ یہاں سے، چلی جاؤ، کیوں اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی تباہ اور رسوا کرنے پر تل گئی ہو۔ میں کہتا ہوں جاؤ۔" وہ ایک بار پھر پوری شدت سے دھاڑا۔

"بی بی جی!" بوڑھی ملازمہ بھی اس دم پورے زور سے چیخی تو روبی چونک پڑی۔ آنکھیں پھاڑ کر ملازمہ کو دیکھتے ہوئے روبی بولی تو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی آواز بہت دور سے آرہی ہو، بہت ہی دور سے۔

"کیا بات ہے اماں! کیوں پریشان ہوتی ہو۔"

"بی بی جی! باہر بہت زوروں کا طوفان ہے اور آپ......" اماں کی آواز نامکمل رہی۔

"آندھی نہیں ہوں، دکھائی دے رہا ہے مجھے بھی۔" روبی نے تیز لہجے میں اماں کو گھورتے ہوئے کہا۔

"آپ سمجھتی کیوں نہیں بی بی جی! موسم بہت خراب ہے۔" بوڑھی ملازمہ نے ہمدردی سے روبی کے احساسات سے عاری سپاٹ چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے پھر دہائی دی۔

روبی نے ایک لمحے کے لیے سر جھٹک کر آنکھیں پھاڑ کر اپنی بوڑھی ملازمہ کو دیکھا۔ جو بے حد پریشانی اور ہمدردی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اماں یہی موسم تو میرے اندر ٹھہر چکا ہے۔ میں تو کئی برس سے دن رات اس موسم کی زد میں رہتی ہوں تو مجھے اس موسم سے کیا ڈرائے گی۔ روبی نے صرف دل میں سوچا۔

بوڑھی ملازمہ کو اس کی خاموشی اور نرم رویے سے تھوڑا حوصلہ ہوا تو ہمت کر کے بولی۔

"بی بی جی! آپ کو ڈر کیوں نہیں آتا اس موسم سے۔ دیکھئے تو گوڑے بادل کتنے زور سے کڑکتے ہوئے ایک دوسرے کے پیچھے لپک رہے ہیں۔ اور اس پر یہ بجلی جب کڑکتی، چمکتی ہے تو یوں لگتا ہے ابھی سروں پر آگرے گی۔ مجھے بوڑھی عورت ہونے کے باوجود ڈر لگ رہا ہے۔ آپ تو پھر جوان ہو اور جوان جہان لڑکیاں تو ایسے موسم میں ماں کی گود میں منہ چھپا کر اپنے بستر پر دبکی رہتی ہیں اور ایک آپ ہیں۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ کر روبی کو دیکھا جو سپاٹ چہرہ لیے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اماں کے خاموش ہوتے ہی پھٹ پڑی۔

"ڈر؟ خوف؟ یہ کس کو کہتے ہیں؟ بھیانک موسم کس کو کہتے ہیں؟" ہونہہ وہ وحشت بھری ہنسی کے ساتھ بولی۔

"یہ الفاظ بہت چھوٹی عمر میں میری زندگی کی کتاب سے مٹ چکے ہیں۔" ملازمہ نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے روبی کو دیکھا۔ تبھی بھیانک آواز کے ساتھ بجلی نہ صرف کڑکی تھی بلکہ چمکی بھی یوں تھی جیسے قریب ہی کہیں گری ہو۔ سارے خوف کے کانپتے ہوئے اماں نے روبی کے غصے کی پروا کیے بغیر آگے بڑھ کر خود ہی کھڑکی کے دروازے بند کر دیئے، پھر سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"بی بی جی! سیانے لوگ کہتے ہیں جب آندھی اور طوفان آتے ہیں تو ان میں بہت سارے جن، بھوت اور دوسری بہت ساری چھوٹی بڑی بلائیں شامل ہوتی ہیں۔ اس موسم سے ڈرنا چاہیے، بچنا چاہیے، دروازے بند کر کے خاص کر کنواری لڑکیوں کو اپنے کمرے میں رہنا چاہیے ورنہ کچھ نہ کچھ غلط ہو جاتا ہے۔"

اماں کی بات ادھوری رہی کیونکہ اب وحشت اس کی آنکھوں ہی میں نہیں پورے جسم میں سرایت کر چکی تھی۔ اماں نے محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر اس کو بستر کے قریب لانا چاہا۔ مگر اب روبی پر دیوانگی طاری ہو رہی تھی۔ اماں کا ہاتھ جھٹک کر وہ پھر کھڑکی کے قریب آئی اور اس کو پوری کی پوری کھولتے ہوئے جنونی انداز میں چلائی تھی۔

"اماں تم کتنی بے ضرر چیزوں کو خوفناک کہہ رہی ہو۔ بھلا انسان سے بڑھ کر بھی کوئی چیز بھیانک یا خوفناک ہو سکتی ہے۔ انسان کو آج تک جتنا دکھ، جتنی تکلیفیں، خود انسان نے پہنچائی ہیں، شاید ہی کسی دوسری چیز نے پہنچائی ہوں۔ ہاں کبھی میں بھی اس موسم سے خوف کھاتی تھی۔ بہت ڈرتی تھی، کبھی میں بھی اس موسم سے۔ اس چمکتی بجلی، کڑکتی بجلی اور گرجتے بادلوں سے خوفزدہ ہو کر خود کو بچی سمجھ کر ڈر جاتی تھی۔ ہاں 17 برس کی لڑکی بچی ہی تو ہوتی ہے۔ مگر وہ بچہ نہیں تھا۔ اور نہ ہی لڑکا تھا۔ وہ 26 برس کا ایک سمجھدار نوجوان تھا، محرم تھا اور میرا جرم یہ تھا کہ میں اس سنگدل سے محبت کرتی تھی اور ویسے بھی اس وقت گھر میں اس کے سوا کوئی تھا بھی تو نہیں۔ اس لیے میں اس کے پاس چلی گئی، پناہ کے لیے، اپنے خوف سے نجات حاصل

کرنے کیلئے۔ کیونکہ یہ موسم مجھے ڈراد یتا تھا۔ میں بچپن سے ہی اس موسم سے ضرورت سے زیادہ خوف کھاتی تھی۔ میں تو اس کو اپنا سمجھ کر اس کے پاس اپنے خوف سے نجات حاصل کرنے کو گئی تھی کہ وہ میری محبت تھا، میرا محبوب تھا۔ یوں بھی اس وقت میں انسان کو انسان کا بہت بڑا ہمدرد اور سہارا سمجھتی تھی۔ مگر اس نے اس وقت جو میرے ساتھ رویہ اختیار کیا، جو کہا، کیا وہ اسے کہنا چاہیے تھا، کرنا چاہیے تھا۔"

بات کرتے کرتے وہ رکی اور اذیت سے آنکھیں بند کرلیں۔ اس کی ساعتوں میں پھر وہی بازگشت تھی۔ کیا خوب صلہ دیا تھا بلال نے اس کی معصوم محبت کا، چاہت کا، اس کے اعتبار کا۔

"تم آوارہ ہو، سنا تم نے۔ ذلیل لڑکی! تم آوارہ ہو۔"

"ہاں ہاں میں آوارہ ہوں۔" روبی نے زور سے چیختے، چلاتے ہوئے کھڑکی کے دونوں پٹ پوری قوت سے ایک دوسرے پر دے مارے۔ شیشہ ٹوٹ کر کرچیوں کی صورت میں ہر طرف بکھر گیا۔ مگر اب اسے کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ وہ ہر احساس سے عاری ہو چکی تھی۔ اس نے اپنے بیڈروم میں موجود ہر چیز اٹھا اٹھا کر پھینکنی شروع کر دی تھی۔ باہر والا طوفان اب گویا کمرے کے اندر بھی آگیا تھا۔ اس نے چیختے، چلاتے، دیوانگی کے عالم میں سب کچھ ہی توڑ ڈالا تھا۔ وہ چیختے، چلاتے ایک ہی جملہ کہا کرتی تھی۔

"مجھے تم سے نفرت ہے بلال! مجھے تم سے نفرت ہے بلال! شدید نفرت۔" کہ اس کے آج کے اس مقام کا ذمہ دار جہاں وہ تھی بلال ہی تو تھا۔ مگر آج وہ بلال کا نام لینے کی بجائے صرف یہ کہہ رہی تھی۔

"مجھے سب سے نفرت ہے۔ مجھے سب سے نفرت ہے۔"

اور یہ سب کون تھے۔ اماں سمجھ نہ سکی۔ وہ چیخنے چلانے کے ساتھ ساتھ اب ہاتھ پاؤں بھی چلا رہی تھی۔ اماں اس کو سنبھالتے سنبھالتے نڈھال ہو رہی تھی اور روبی جب تھک کر چور چور ہو گئی تو نیم بے ہوشی کے عالم میں اپنے بیڈ پر گر کر وہ اپنے ماحول تو کیا خود اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہو چکی تھی۔

بوڑھی ملازمہ کتنی دیر گم صم سی کھڑی بے سدھ پڑی روبی کو دیکھتی رہی۔ پھر دروازہ بند کر کے خود اپنے کمرے میں چلی آئی کہ اس کو اچھی طرح معلوم تھا اب صبح تک روبی یونہی بے سدھ پڑی رہے گی۔ اب فکر کی کوئی بات نہیں کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا۔ یوں بھی روبی کو سنبھالتے سنبھالتے وہ خود بھی تھک کر نڈھال ہو چکی تھی۔ اس لیے مزید وہاں کھڑی رہنے کی بجائے وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔

دوسرے دن کی صبح نکھری نکھری روز سے کچھ زیادہ ہی خوشگوار تھی۔ گزری رات طوفان کو بھی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ نیلگوں آسمان ہمیشہ سے کچھ زیادہ ہی اجلا اجلا لگ رہا تھا۔ جبکہ روبی ابھی تک آڑی ترچھی بیڈ پر پڑی سو رہی تھی۔ اماں دبے پاؤں روبی کے کمرے میں آئی اور بغور روبی کو دیکھنے لگی۔ چونکہ روتے روتے سوئی تھی اس لیے آنسوؤں کے نشان ابھی بھی چہرے پر موجود تھے۔ اس کے خوبصورت سیاہ شولڈر کٹ بال تکیے پر ادھر ادھر بے ترتیب بکھرے پڑے تھے۔ اور اس کا خوبصورت، بے داغ، شفاف چہرہ کسی دیوی کی طرح مقدس لگ رہا تھا۔ اماں کا جی چاہا آگے بڑھ کر محبت سے اس کے معصوم چہرے پر ہاتھ پھیرے یا پھر محبت اور شفقت سے اس کی پیشانی چوم لے۔ مگر چاہنے کے باوجود وہ ایسا نہ کر سکی کہ ایسا کرنے سے نہ صرف وہ اٹھ سکتی تھی بلکہ خفا بھی ہو سکتی تھی۔ اس لیے اماں بیڈ سے ذرا پرے کھڑی محبت سے اس کو دیکھنے لگی۔ کتنی خوبصورت ہے، جوان بھی، دولت مند بھی اور ایک معروف مشہور ہستی بھی، بہت پیاری مگر بالکل تنہا۔ نجانے کیا غم یا دکھ اپنے اندر چھپائے جی رہی ہے کہ جب بھی طوفانی موسم ہوتا ہے یہ اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتی ہے۔ خدا جانے وہ کونسی یاد یا بات ہے جو اس طوفانی موسم سے وابستہ ہے۔ جو اچھی بھلی لڑکی ایسے موسم میں مارے وحشت کے پاگل ہو جاتی ہے اور یہ بلال کون ہے؟ جس کا نام لے کر وہ اپنی نفرت کا اظہار کرتی تھی۔ مگر حیرت ہے آج روبی نے بلال کا نام نہیں لیا تھا۔ یہ بلال کون تھا؟ محبوب تھا یا کچھ اور۔ اماں ابھی نہ سمجھ سکی کہ اس ایک جملے کے علاوہ وہ بھی کچھ اور نہ کہتی تھی۔

"بلال مجھے تم سے نفرت ہے، شدید نفرت۔"

اماں کو تقریباً دس برس ہو چکے تھے اس کے ساتھ رہتے ہوئے۔ مگر اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اس کے بارے میں کچھ جان نہ سکی تھی۔ پل میں تولہ، پل میں ماشہ وہ اس کے بارے میں جانتی بھی تو کیسے، اس کا کوئی بھی ملنے والا کبھی اس گھر میں نہیں آیا تھا۔ اس بے حد خوبصورت اور بڑے گھر میں وہ اماں کے ساتھ بالکل تنہا رہتی تھی۔ اماں اکثر سوچتی یہ بے چاری شاید اس بھری دنیا میں بالکل تنہا ہے، مگر نہیں۔ کوئی نہ کوئی تو ہوگا اس کا اپنا بھی۔ نجانے وہ کیا حالات ہوں گے جو اس نے سب کو چھوڑ کر یہ تنہائی کی زندگی اختیار کی تھی۔ وہ اس

ملک کی ایک مشہور و معروف اداکارہ تھی، جس کی ہر فلم باکس آفس پر کامیابی سے ہمکنار ہوتی تھی۔ وہ جس کی ایک جھلک دیکھنے کو دنیا ترستی تھی۔ بات سننے کو تڑپتی تھی۔ مگر وہ اپنی ذات میں کتنی دکھی اور تنہا تھی۔ یہ صرف اماں جانتی تھی اور اس بات کا اماں کو پورا یقین تھا کہ اس کا تعلق بازار گناہ یعنی ہیرامنڈی سے ہرگز نہیں تھا۔ جیسا کہ اکثر اداکاراؤں کا تھا۔

وہ یقیناً کسی معزز اور شریف خاندان سے تعلق رکھتی تھی کہ اس کا اٹھنا بیٹھنا اداکاراؤں جیسا نہیں تھا۔ وہ گھر کے باہر اداکارہ تھی تو گھر کے اندر ایک بے حد سادہ لڑکی، بے حد کم گو اور گم صم سی، جو باتیں کم کرتی تھی اور سوچتی زیادہ تھی۔ اماں کے مزید کچھ سوچنے سے پہلے ہی معاروبی نے کروٹ بدلی اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ روبی نے سامنے کھڑی اماں کو حیرت سے دیکھا، پھر خلاف امید نرم لہجے میں پوچھا۔

”کیا بات ہے اماں! آپ صبح صبح میرے روم میں، کوئی کام ہے کیا۔“

”نہیں بی بی جی! کام کیا، میں تو یونہی آپ کو دیکھنے آئی تھی۔“ اماں نے جلدی سے وضاحت کی۔

”مجھے کیوں بھلا، مجھے کیا ہوا؟“ روبی نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ چونک پڑی۔ پہلے حیران ہو کر خود کو دیکھا، پھر سارے روم پر اک نگاہ ڈالی، سب کچھ ہی ٹوٹ چکا تھا۔ دریچے کا شیشہ، ڈریسنگ ٹیبل کا شیشہ، پرفیوم کی شیشیاں، قیمتی میک اپ کا سامان، سب کچھ ہی تو ٹوٹ چکا تھا اور اب سارے روم میں بکھرا پڑا تھا۔ روبی کچھ دیر کھوئی کھوئی سی نگاہوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے یہ سب دیکھتی رہی۔ اچانک سامنے دیوار پر لگے وال کلاک پر نگاہ پڑی تو ٹائم دیکھ کر چونک پڑی، پھر اچھل کر بیڈ سے نیچے اتری تو اماں یکدم چیخی۔

”بی بی جی! دھیان سے کہیں پاؤں میں کانچ نہ لگ جائے۔ رکیں میں آپ کو چپل پکڑاتی ہوئی۔“

رات کی کوئی چیز بھی تو اپنے ٹھکانے پر نہیں رہی تھی۔ مگر روبی اماں کی وارننگ کی پروا کیے بغیر بیڈ سے اتر چکی تھی اور فرش پر بکھری کرچیاں بھی اپنا کام دکھا چکی تھیں۔ اماں کی مزید سرزنش سے بچنے کے لیے وہ سیدھی واش روم میں گھس گئی اور پاؤں سے بہنے والے خون نے بیڈ اور واش روم کے درمیان خون کی ایک لائن بنا دی تھی۔ اس نے لباس اتارے بغیر ہی شاور کے نیچے کھڑے ہو کر شاور کھول دیا اور نیم گرم پانی اسے ہلکا ہلکا سکون دینے لگا۔ کتنی ہی دیر وہ اس حلیے میں شاور کے نیچے کھڑی رہی۔ جبکہ اماں روبی کے واش روم میں گھستے ہی جلدی جلدی روم کی صفائی کرنے لگی۔ جب تک روبی واش روم سے فارغ ہو کر باہر آئی، اماں کافی حد تک روم کی صفائی کر چکی تھی۔ روبی روم میں ٹہلتے ہوئے بالوں میں برش کرنے لگی تو اماں نے باہر جا کر کھانا میز پر چن دیا۔ روبی بالوں میں برش کرنے کے بعد بیگ کندھے پر ڈالے فل تیاری کے ساتھ باہر آئی۔ برائے نام کھانا کھایا اور پھر بغیر بات کیے گھر سے باہر نکل گئی کہ آج کل بلال کی وجہ سے اس کو بھوک کم ہی لگتی تھی۔

روبی کے میز سے اٹھتے ہی اماں برتن سمیٹنے لگی۔ اچھی طرح جانتی تھی اب رات سے پہلے روبی کی واپسی نہیں ہوگی کہ آج ٹی وی کے لیے اس کی آخری ریکارڈنگ تھی۔ اور روبی نے اماں کو بتایا تھا۔ بے شک رات کا ایک بج جائے وہ آج اپنا کام مکمل کروانے کے بعد ہی آئے گی۔ حالانکہ رات نو بجے کے بعد اس نے کبھی شوٹنگ نہیں کی تھی۔

گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ٹی وی ریکارڈنگ کی بجائے صرف اور صرف اپنے اس سفر کے بارے میں سوچ رہی تھی جو اس کی زندگی کا اہم سفر تھا اور شاید آخری بھی۔ مگر سچی بات تو یہ تھی کہ ابھی خود روبی کو بھی اچھی طرح معلوم نہیں تھا کہ یہ سفر کب شروع ہوگا۔ تاہم یہ طے تھا کہ وہ سفر اسی ہفتے کے اندر اندر شروع ہوگا کہ ابھی ٹکٹ او کے نہیں ہوئی تھی۔ بس روبی کا ایک فون سیکرٹری کو کرنے کی دیر تھی۔ یہ کام بھی ہو جاتا اور اس کے بعد کیا ہوگا، روبی ہونٹ دبا کر سوچنے لگی۔

شاید میں بھی سب کچھ بھول جاؤں گی۔ یہ ملک، یہاں بسنے والے لوگ، اپنے گھر والوں کو تو وہ بہت پہلے کا ہی بھول چکی تھی۔ کیا بلال کو بھی بھول جاؤ گی یا بھول سکو گی؟ دل نے سرگوشی کی تو روبی نے مارے کرب کے آنکھیں بند کر لیں۔

کیا جرم تھا اس کا؟ یہی نا کہ وہ بلال سے محبت کر بیٹھی تھی۔ اور بلال اس قدر بے رحم اور سنگدل ہوگا یہ وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی۔ یہ بے رخی ہی تو تھی جو روبی کو اس مقام پر لے آئی تھی۔ وہ جو ایک شریف اور معزز خاندان کی بیٹی تھی، بہت نیک اور شریف ماں باپ کی اولاد، اور وہ خود بھی تو ایک سیدھی سادھی معصوم لڑکی تھی۔ مگر اب وہ کیا تھی۔ بظاہر ایک مشہور و معروف اداکارہ اور اندر سے کیا تھی، غلاظت کا ڈھیر۔ مزید کچھ سوچنے سے پہلے ہی وہ ٹی وی سٹیشن پہنچ گئی۔

ٹی وی کے لیے یہ روبی کی آخری ریکارڈنگ تھی اور وہ بے حد لیٹ ہو چکی تھی۔ یہی وجہ ہے گاڑی روکتے ہی وہ سیدھی سٹوڈیو چلی آئی۔ جہاں ڈرامے کا پروڈیوسر اپنے سٹاف کے

ساتھ بے چینی سے روبی کا منتظر تھا۔روبی کو دیکھتے ہی لیٹ ہونے کا شکوہ کیے بغیر مسکرا کر بولا۔
"آیئے آیئے میں آپ ہی کا ویٹ کر رہا تھا۔" بہت مشکل سے اس نے روبی کو اپنے ڈرامے میں کام کرنے کو ایگری کیا تھا کہ روبی کی فلمی مصروفیت بہت زیادہ تھی۔ڈرامے میں روبی کا رول کافی پاور فل تھا۔اس لیے اپنا کردار سننے کے بعد وہ مان گئی تھی۔
"آئی ایم سوری میں تھوڑی لیٹ ہو گئی۔" روبی نے رسمی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔حالانکہ بلال کی وجہ سے آج کل اس کا رسمی طور پر بھی مسکرانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔کبھی وہ اس کی محبت میں پاگل ہوئی تھی۔شاید اس لیے آج اس مقام پر تھی۔ہاں یہ بلال کی محبت ہی تو تھی جو جب نفرت میں بدلی تھی تو روبی رسوائی کے اس مقام پر لے آئی تھی۔اور بلال جس نے روبی سے کھل کر اپنی نفرت کا اظہار کیا تھا۔اب روبی کی محبت میں پاگل ہو رہا تھا۔عجب اتفاق تھا۔روبی کی محبت نفرت میں بدل گئی تھی،تو بلال کی نفرت شدید ترین محبت میں بدل گئی تھی۔اتنی شدید محبت کہ اس کو نہ اپنے خاندان کی عزت کا خیال رہا تھا نہ اپنی عزت کا۔روبی کو حاصل کرنے کیلئے وہ سب کچھ کرنے،چھوڑنے کو تیار تھا۔روبی کے انکار کے باوجود وہ روبی کا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا،بلکہ وہ سارا وقت روبی کے تعاقب میں رہتا تھا۔روبی جہاں بھی جاتی وہ بھی وہاں پہنچ جاتا۔
اور روبی؟ وہ خوب اچھی طرح جانتی اور سمجھتی تھی کہ وہ اب بلال اور اس کے خاندان کے لائق نہیں رہی۔یہ عزت،یہ دولت اور شہرت یونہی ہاتھ نہیں آئی تھی۔شوبز بظاہر روشنیوں کی دنیا ہے مگر اندر سے گندگی کا ڈھیر۔اگر روبی پہلے یہ جانتی تو کبھی گھر سے بھاگنے کی غلطی نہ کرتی۔مگر اب تو ایک دلدل تھی،جس میں وہ پھنس چکی تھی۔بلال اس کو اس دلدل سے نکالنے کے لیے سب کچھ چھوڑ چکا تھا۔مگر اب وہ سب ناممکن تھا،جو بلال چاہتا تھا۔
روبی نے سر جھٹک کر ان سوچوں سے پیچھا چھڑایا اور پروڈیوسر سے مزید چند باتیں کرنے کے بعد میک اپ روم کی جانب چلی آئی۔روبی کو معلوم تھا اگر وہ مزید کچھ دیر یہاں رکی تو دوسرے لوگ بھی آ جائیں گے اور آدھا دن باتوں میں ہی ضائع ہو جائے گا۔جبکہ اس کے پاس ضائع کرنے کو ایک لمحہ بھی نہیں تھا۔بہت کم ٹائم تھا اس کے پاس۔جبکہ کرنے کو کام زیادہ تھے اور وہ جلد از جلد ہر کام مکمل کروانا چاہتی تھی۔
میک اپ سے فارغ ہو کر وہ سٹوڈیو میں آئی تو پروگرام کے مطابق ریکارڈنگ شروع ہو گئی۔اور پھر باقی کا سارا دن تو کیا آدھی رات بھی ریکارڈنگ کی نظر ہو گئی۔پروڈیوسر نے اگرچہ کہا بھی تھا کہ باقی کا کام کل مکمل کر لیں گے کیونکہ اس کو بھی معلوم تھا کہ روبی رات 8 بجے کے بعد شوٹنگ میں حصہ نہیں لیتی۔مگر آج تو روبی خود ہی کہہ رہی تھی کہ بے شک آدھی رات بھی لگ جائے وہ آج اپنا سارا کام مکمل کروانے کے بعد ہی جائے گی۔یوں کام جاری رہا اور جب ریکارڈنگ مکمل ہوئی تو روبی تھکن سے چور تھی۔تاہم خوش تھی کہ یہ آخری کام بھی مکمل ہو گیا ہے۔
وہ تھکے تھکے بوجھل قدموں سے چلتے ہوئے سٹوڈیو سے باہر آئی تو چائے تیار تھی۔اگرچہ ڈرامے کے پروڈیوسر نے کھانے کی آفر کی تھی مگر روبی نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا تھا۔مگر چائے کی طلب شدید تھی اور سچی بات تو یہ تھی کہ گرما گرم چائے کے دو مگ پی کر اس کے دل و دماغ کو گہرا سکون ملا تھا۔
چائے سے فارغ ہوتے ہی بیگ کندھے پر ڈال کر اٹھ کھڑی ہوئی۔پروڈیوسر سے الوداعی کلمات کہے اور پھر اپنی گاڑی کی جانب چلی آئی۔گاڑی کا دروازہ کھول کر ابھی وہ سیٹ پر بیٹھ ہی رہی تھی کہ نظر سامنے سے آتے ہوئے ذیشان پر پڑی۔وہ قریبا بھاگنے والے انداز میں لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے سیدھا روبی کی جانب آ رہا تھا۔روبی گاڑی سٹارٹ کرنے کی بجائے گود میں دونوں ہاتھ رکھے چپ چاپ اس کو دیکھنے لگی۔پھر جیسے ہی ذیشان قریب آیا۔اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی روبی نے پوچھا۔
"خیریت؟ تم اور اس وقت یہاں؟ کیا پھر کسی ٹی وی ڈرامے میں کام کر رہے ہو۔" ذیشان نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔
"ڈیئر! کیا یہ سچ ہے کہ تم مستقل سکونت کے لیے بہت جلد امریکہ جا رہی ہو۔پلیز جلدی بتاؤ۔"
"تمہاری بات کرتے ہوئے ہر بار میرا نام کیوں بھول جاتے ہو۔" روبی نے اس کو گھورتے ہوئے تلخی بھرے لہجے میں کہا۔
"فضول باتیں مت کرو۔روبی ڈیئر! میں جو پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔پلیز!" ذیشان نے بے تابی سے پوچھا۔
روبی نے ایک نگاہ اس کو دیکھا۔جانتی تھی وہ جب اس کے جانے کا سنے گا تو پریشان ہو گا کہ اس سے محبت کا دعویٰ کرنے والوں میں وہ بھی شامل تھا۔یہ الگ بات ہے کہ روبی کا اعتبار محبت تو کیا ہر چیز سے اٹھ گیا تھا۔

"ہاں میں جارہی ہوں۔" روبی نے آہستگی سے اقرار کیا۔

"مگر کیوں۔" ذیشان نے بے چینی سے پوچھا۔

روبی کا جی چاہا کہہ دے کہ وضاحت کرنا ضروری نہیں سمجھتی۔ مگر اس کی محبت کا خیال کر کے چپ رہی اور ذیشان نے کہا۔

"یہ تمہیں اچانک بیٹھے بیٹھائے ملک چھوڑنے کی کیا سوجھی۔ یہاں تمہیں کسی چیز کی کمی ہے جو باہر جارہی ہو۔ عزت، دولت، شہرت ہر چیز تو ہے تمہارے پاس۔ پھر تم کیوں جارہی ہو مگر......"

"سنو ذیشان! یہ عزت احترام والے الفاظ کتنی بار تمہیں منع کیا کم از کم میرے لیے استعمال نہ کیا کرو۔ تم اچھی طرح جانتے ہو ایک اداکارہ کتنی عزت دار ہوتی ہے۔" اس نے ذیشان کی بات کاٹ کر نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"پلیز روبی ڈیئر! تم آخر میری بات اور میرے جذبات کو سمجھتی کیوں نہیں ہو۔ جب تم نے نئی فلمیں سائن کرنی چھوڑ دیں اور باقی فلموں کا کام جلد از جلد مکمل کروانے لگی تو میں سمجھا شاید اب تم شادی کے لیے رضامند ہو چکی ہو مگر اب جب کسی اور کے منہ سے تمہارے جانے کا سنا ہے تو بہت دکھ ہوا ہے۔ یقین نہیں آتا کہ میں جو تمہارا سب سے بہترین دوست ہوں تم نے مجھ سے یہ بات چھپائی۔ کتنے افسوس کی بات ہے بلکہ صدمے کی۔"

روبی اس کی بات سن کر پھر چپ رہی کہ جانتی تھی وہ سچ کہہ رہا ہے۔

روبی کو خاموش دیکھ کر ذیشان نے پھر کہا۔ "بہر حال چاہے کچھ بھی ہو، میں تمہیں امریکہ ہرگز نہیں جانے دوں گا۔ تم جانتی ہو نہ میں تم سے کتنی شدید محبت کرتا ہوں۔ تمہارے بغیر خود کو ادھورا محسوس کرتا ہوں نہیں ڈیئر! تم مجھے تنہا چھوڑ کر امریکہ نہیں جاسکتیں۔ کیونکہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور تمہیں مجھ سے لازمی شادی کرنا ہو گی۔" اس کو واقعی روبی سے سچی محبت تھی۔

"شادی اور وہ بھی ایک بدنام اداکارہ کے ساتھ۔" روبی نے کہا اور آنکھیں بھیگ گئیں۔ حالانکہ اب اس کو رونے سے شدید نفرت تھی کہ ایک عمر روتے ہوئے ہی گزری تھی۔

"تم خود کو کچھ بھی کہو میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔" ذیشان نے محبت سے اس کا خوبصورت مخروطی انگلیوں والا ہاتھ تھام لیا۔ چند لمحے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ پھر جذبات سے بوجھل لہجے میں بولا۔

"چلو یار! کسی ہوٹل میں چل کر بیٹھتے ہیں تاکہ آرام سے باتیں کرسکیں۔ مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" اور چاہنے کے باوجود روبی انکار نہ کرسکی۔ خاموشی سے فرسٹ ڈور اوپن کر دیا اور ذیشان جلدی سے اس کے قریب فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ حالانکہ وہ اپنی گاڑی میں آیا تھا مگر اس کو روبی کے سوا کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ وہ بہر حال روبی کو روکنا چاہتا تھا۔

"کیا بات ہے آج تمہارے باڈی گارڈ دکھائی نہیں دے رہے؟" ذیشان نے سیٹ سے ٹیک لگا کر تھوڑا سا ترچھا ہو کر محبت سے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے سب کی چھٹی کر دی۔ اب جب سب ختم ہو رہا ہے تو ان کی ضرورت بھی ختم ہو گئی تھی۔" روبی نے ونڈ اسکرین کے باہر دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں بتایا۔ "گویا بہت جلد جانے کا پروگرام ہے۔" ذیشان نے عجیب سی حیرت زدہ نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ خبر نہیں۔" وہ لاپروائی سے شانے اچکا کر بولی اور گاڑی ایک اچھے مگر نئے بننے والے ہوٹل کے باہر روک دی۔ پھر گاڑی بند کر کے وہ دونوں خاموشی سے اندر چلے آئے اور اپنے لیے ایک الگ سے کونے کی میز کا انتخاب کر کے وہ دونوں بیٹھ گئے۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر ذیشان نے پوچھا۔

"چائے پیو گی یا کافی؟ ویسے کھانے کا ٹائم ہے، کہو تو کھانا منگوا دوں۔"

"کھانا نہیں صرف کافی چائے پی کر آئی ہوں۔" روبی نے کہا پھر آس پاس کا جائزہ لینے لگی۔

"سگریٹ۔" ذیشان نے سگریٹ کیس کھول کر اس کے سامنے کیا تو روبی چونک کر سگریٹ دیکھنے لگی۔

"کیا سگریٹ بھی چھوڑ دیے۔" ذیشان نے اس کو ہچکچاتے دیکھ کر پوچھا تو نہ چاہتے ہوئے بھی لہجے میں ہلکا سا طنز شامل ہو گیا۔

"نہیں، خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔" روبی نے ایک سگریٹ پکڑ کر ہونٹوں میں دبائی تو ذیشان نے جلدی سے ایک سگریٹ اپنے ہونٹوں میں دبائی۔ پھر اپنے لائٹر سے روبی کی

سگریٹ سلگانے کے بعد اپنی سلگاتے ہوئے بولا۔
"کل کی طوفانی بارش کے بعد موسم کافی خوبصورت ہوگیا ہے۔ مگر بے حد سرد بھی۔ اگر تمہارے جانے کی خبر نہ ملتی تو میں اس وقت بستر سے نکلنے والا نہیں تھا۔ آج میری کوئی شوٹنگ بھی نہیں تھی۔ مگر تمہارے جانے کی خبر نے مجھے بستر چھوڑنے پر مجبور کردیا۔"
"کیا ضرورت تھی اس وقت بستر چھوڑنے کی؟ صبح ہونے کا انتظار کرسکتے تھے۔" روبی نے ایک لمبا کش لے کر دھواں فضا میں چھوڑتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تو ذیشان نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔
"تمہارے جانے کی خبر سن کر میں بستر میں رہ سکتا تھا؟" اتنے میں ویٹر کافی لے کر آگیا۔ روبی نے جلدی جلدی دو تین کش اور لیے اور سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دی۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ بھاپ اڑتی گرما گرم کافی کے کسیلے گھونٹ حلق سے نیچے اتار رہی تھی جبکہ ذیشان اپنا مگ سامنے رکھے ایک بار پھر اس کو سمجھانے میں مصروف تھا۔
"دیکھو ڈیئر! جہاں تک میں سمجھتا ہوں تمہارا ملک چھوڑ کر امریکہ جانا محض حماقت ہوگی۔ تمہارے ساتھ اگر کوئی مسئلہ ہے تو مجھ سے کہو میں ہر طرح سے تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں اور اگر تم بدلتے ہوئے فلمی ماحول سے خوفزدہ ہو تو مجھ سے شادی کرلو۔ اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ فلمی شادیاں کامیاب نہیں ہوتیں تو تمہارے یقین اور اس سکون کے لیے میں وہ سب کرنے کو تیار ہوں جو تم چاہتی ہو تمہاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔ مہر تم جتنا چاہو میں لکھ کر دینے کو تیار ہوں اور کیا چاہیے تمہیں۔ تم آخر کھل کر کچھ کیوں نہیں کہتی ہو۔ پلیز! میری محبت اور میرے جذبات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر تمہارے ساتھ کسی اور نے غلط کیا ہے تو اس کا بدلہ مجھ سے کیوں لیتی ہو۔ یا میری محبت پر یقین نہیں۔"
"محبت پتا نہیں کس کو کہتے ہیں یا کیا ہوتی ہے؟" روبی نے دکھ سے کہا۔
"میں بتا سکتا ہوں۔ دکھا سکتا ہوں۔ تم یقین کرکے تو دیکھو۔ ایک موقع مجھے دے کر تو دیکھو۔" ذیشان نے جذباتی لہجے میں کہا۔
"سنو ذیشان! تم خواہ مخواہ جذباتی ہو رہے ہو۔ تمہارے کہنے سے میں رک نہیں سکتی۔ اپنی ضروریات بندہ خود ہی بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔ کوئی دوسرا نہیں۔ یہ تو صرف میں ہی جانتی ہوں کہ میرا ملک چھوڑ کر جانا کتنا ضروری ہے۔ اس لیے میں جا رہی ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے سامنے کسی قسم کی وضاحت نہیں کرسکتی۔ یوں بھی یہ سفر میری زندگی کا آخری سفر ہے اور میں اس سفر کو تمہارے کہنے سے ملتوی نہیں کرسکتی۔" روبی نے پہلی بار ذرا خشک لہجہ اختیار کیا۔
"آخری سفر؟ کیا مطلب؟" ذیشان نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں آخری سفر کیونکہ اس کے بعد میں کبھی لوٹ کر واپس یہاں نہیں آؤں گی۔ نہ زندہ، نہ ہی مردہ۔ وہیں دفن ہونے کا ارادہ ہے جہاں جا رہی ہوں۔ تمہارا خلوص، تمہاری محبت اپنی جگہ مگر میں نے کہا نہ میں رک نہیں سکتی......"
اور دل میں سوچا 'میں تو اس کے لیے بھی نہیں رک سکتی جس کی محبت پر اب شک کی گنجائش ہی نہیں اور جس کو پانا بھی میری زندگی کی اولین خواہش تھی۔ تمہاری محبت پر تو یقین ہی نہیں مجھے۔'
"تمہاری ان باتوں کے باوجود آخری بار تمہیں سمجھانا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اچھا نہیں روکتا میں تمہیں امریکہ جانے سے۔ صرف ایک بار کھل کر یہ بتا دو تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ وہ کیا حالات ہیں جن کی وجہ سے تم نے اچانک ملک چھوڑنے کا ہی فیصلہ کرلیا۔ میری محبت پر یقین نہیں، نہ سہی۔ دوستی پر تو شک کی گنجائش نہیں۔ پلیز! بتاؤ نا اصل بات کیا ہے؟"
ذیشان میز پر کہنیاں ٹکائے آگے کو جھک آیا اور روبی کچھ دیر اپنے سامنے جھکے ذیشان کے چہرے کو دیکھتی رہی۔ پھر طویل سانس لے کر بولی۔

"وہ میں ہی جانتا ہوں جو مجھ پر گزر گئی
دنیا تو لطف لے گی میرے واقعات میں"

پھر وہ رکی نہیں۔ کرسی دھکیل کر اٹھی اور ذیشان کی سمت دیکھے بغیر صدر دروازے کی جانب بڑھتی ہی چلی گئی اور ذیشان انگلیوں میں سگریٹ دبائے اس کے اس رویے پر غور ہی کرتا رہ گیا۔
اس میں شک نہیں کہ ذیشان روبی سے محبت کرتا تھا۔ مگر اندر کی بات یہ بھی تھی، روبی سے زیادہ محبت اس کو روبی کی شہرت، دولت اور جائیداد سے تھی۔ اس کو معلوم تھا۔ روبی کے پاس

بہت بینک بیلنس ہے۔ تین کروڑ کی تو صرف یہ کوٹھی ہی تھی، جس میں وہ رہتی تھی۔ یہ بات بھی وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ روبی کا تعلق بازارِ گناہ سے نہیں تھا۔ یوں بھی وہ بالکل تنہا تھی۔ روبی سے شادی کی صورت میں یہ سب ذیشان کا ہو سکتا تھا۔ اس لیے اس نے ہر قیمت پر روبی کو اپنی کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر افسوس بات بن نہ سکی تھی۔

ویسے تو ذیشان خود بھی شوبز کا ایک معروف نام تھا۔ مگر پچھلے تین، چار برس سے ہو یہ رہا تھا کہ اس کی صرف وہی فلمیں باکس آفس پر کامیابی حاصل کرتی تھیں جن میں اس کی ہیروئن روبی ہوتی تھی۔ نجانے کیا بات تھی۔ باقی کی سب فلمیں بری طرح ناکامی سے دوچار ہو رہی تھیں۔

ذیشان نے سوچا تھا شادی کے بعد اس کا پوری طرح روبی پر قبضہ ہو جائے گا کہ عورت تو عورت ہی ہوتی ہے۔ مرد شادی کے بعد اپنی ہر بات منوانے کی طاقت رکھتا ہے۔ وہ بھی شادی کے بعد روبی کو دوسرے ہیرو کے ساتھ کام کرنے سے منع کر دے گا۔ صرف اپنے ساتھ کام کرنے کی اجازت دے گا۔ یوں اس کی گرتی ہوئی ساکھ کو سہارا مل جائے گا۔ مگر افسوس اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ روبی کو قائل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ یوں اس کا سارا پلان فلاپ ہو گیا تھا۔ اور اب جس طرح روبی اس کو خدا حافظ کہے بغیر گئی تھی اس کا خون کھول کر رہ گیا تھا۔ اس نے زیر لب ایک گندی سی گالی روبی کو دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ تو سوچ سے کھا کر چلی ہے بلی حج کرنے۔ ذلیل عورت پتا نہیں خود کو سمجھتی کیا ہے؟ جہنم میں جاؤ۔" اور خود بھی مارے غصے کے کرسی کو ٹھوکر مار کر کھڑا ہو گیا۔

روبی ہوٹل سے نکل کر پارکنگ ایریا میں آئی۔ اپنی کار نکالی اور سیدھی گھر چلی آئی۔ اس کو دیکھتے ہی اماں نے کھانا میز پر چن دیا۔ جانتی تھی بے شک آدھی رات ہو جائے کھانا اس نے گھر سے باہر کبھی نہیں کھایا تھا۔ اور روبی بھی چینج کر کے کھانے والی ٹیبل پر آ بیٹھی تھی۔

"بی بی جی! آج آپ نے کسی مستری کو نہیں بھیجا کام کرنے کیلئے۔" اماں نے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے کہا۔

"کھانا کھاتے ہوئے روبی نے اماں کو دیکھا مگر جواب دینے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔" اور اماں سمجھ گئی، ابھی اس کا بولنے کا موڈ نہیں۔ وہ کھاتی رہی اور اماں پاس کھڑی دیکھتی رہی۔

جب روبی کھانے سے فارغ ہو گئی تو اماں نے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔ "بی بی جی! میں نے آپ سے کچھ پوچھا تھا؟"

"کیا پوچھا تھا؟" روبی نے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے اماں کو دیکھا تو اماں نے کہا۔

"رات آپ نے سب کچھ ہی توڑ ڈالا تھا۔ مگر آج کام کرنے کو مستری نہیں بھیجا۔ روم کی حالت کباڑ خانے جیسی ہو رہی ہے۔ آپ کیسے رہیں گی اس کباڑ خانے میں۔"

"کباڑ خانے جیسی ہو رہی ہے تو ہوتی رہے، تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ باقی رہی میری اس کباڑ خانے میں رہنے کی بات تو تم دس برس سے میرے قریب رہ کر مجھے نہیں سمجھ سکی ہو۔ یہ شہرت، یہ دولت، یہ اسٹیٹس اور اعلیٰ معیارِ زندگی...... میں ان کی تمنائی تو کبھی بھی نہ تھی۔ جو چیز جس ٹائم بھی مل جائے میں اسی کے ساتھ ایڈجسٹ ہو جاتی۔ مگر......" وہ نجانے کیا کہتے کہتے چپ ہو گئی۔ کافی دیر سوچ میں گم رہی پھر گہری سانس لے کر بولی۔

"اماں تم میری فکر مت کرو۔ اس ٹوٹے پھوٹے روم میں تو کیا میں کسی ویران کھنڈر میں بھی بڑے آرام اور سکون کے ساتھ رہ سکتی ہوں۔"

اماں نے حیران ہو کر روبی کو دیکھا پھر کہا۔

"آپ کی بات ٹھیک ہے، بی بی جی! مگر پھر بھی برا لگتا ہے۔ آخر پہلے بھی تو مستری آ کر سب بنا دیتا تھا۔ کل یاد سے مستری بھیجئے گا۔"

روبی اماں کو اپنی روانگی کا بتانا نہیں چاہتی تھی۔ مگر اب مجبوری ہو گئی تھی۔ اس لیے روبی کو بتانا پڑا۔

"اماں! آج میں نے مستری اس لیے نہیں بھیجا کہ میں یہ گھر، یہ شہر چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے اس ملک سے جا رہی ہوں۔ یہ گھر اب سدا یونہی رہے گا۔ اب آپ اس گھر کی فکر کرنی چھوڑ دیں۔" کہہ کر وہ اٹھی اور سیدھی اپنے روم میں آئی۔ چند پل روم کے وسط میں کھڑی روم کی حالت دیکھتی رہی، پھر بستر پر چلی آئی۔ سارا دن بزی گزرا تھا۔ اب شدید تھکن ہو رہی تھی۔ وہ جلد از جلد سونا چاہتی تھی۔ مگر آنکھیں بند کرنے کے باوجود نیند آنکھوں سے بہت دور تھی۔

روبی کے اپنے روم میں جاتے ہی اماں نے برتن سمیٹ کر رکھے، پھر روبی کے بارے میں سوچنے لگی۔ کافی دنوں سے وہ روبی کے رویے میں تبدیلی فیل کر رہی تھی۔ مگر اماں کو معلوم نہ تھا کہ یہ تبدیلی اتنی بڑی ہو گی۔ وہ اس ملک کے ساتھ ساتھ اس کو بھی اکیلی چھوڑ جائے گی۔ دس برس اس کے ساتھ رہنے سے اماں اب اس کی عادی ہو چکی تھی۔ اب اس کے بغیر رہنے

کا سوچ کر اماں اداس ہونے لگی تھی۔ اگرچہ اماں نے اس کو جنم نہیں دیا تھا۔ لیکن اگر اماں کی اپنی کوئی اولاد ہوتی تو وہ بالکل اسی طرح اس کا خیال رکھتی جس طرح روبی کا رکھ رہی تھی۔
اماں ایک بے اولاد عورت تھی۔ شادی کے 20 سال بعد شوہر فوت ہو گیا تھا۔ وہ زندہ ہی تھا جب سے اماں لوگوں کے گھروں میں کام کر کے اس کا اور اپنا خرچہ اٹھاتی تھی کہ شوہر ایک بے کماؤ شخص تھا۔ یونہی لوگوں کے گھروں میں کام کرتے اس کو ایک نئی اداکارہ کے گھر کام کرنے کا موقع ملا۔ پیسے بھی زیادہ ملے اور رہائش بھی مل گئی تھی۔ مگر چند ماہ بعد ہی اس کی کوئی چیز گم گئی۔ اماں سے پوچھا۔ اماں نے اٹھائی ہی نہ تھی اقرار کیسے کرتی۔ چیز قیمتی تھی۔ اداکارہ غصے سے پاگل ہو رہی تھی۔ اسی پاگل پن میں اماں کے منہ پر تھپڑ مار کر بولی۔
”مائی دفع ہو جاؤ میرے گھر سے۔“ یوں اماں نے اس کا گھر چھوڑ کر ایک گلوکارہ کے ہاں ملازمت کر لی۔ یونہی خوار ہوتے ہوتے وہ بالآخر روبی کے گھر پہنچ گئی تھی اور دس برس سے روبی کے ساتھ تھی۔ روبی اماں پر اعتبار کرتی تھی۔ مگر ضرورت سے زیادہ بات کرنا پسند نہیں کرتی تھی۔ تاہم وہ بزرگ سمجھ کر اماں کی بے حد عزت کرتی تھی۔ اس لیے اماں بھی اس کو بے حد عزیز رکھتی تھی۔ اور اب وہ اماں کو چھوڑ کر جا رہی تھی۔
اماں کافی دیر سوچتی رہی۔ پھر برتن دھونے کے بعد ہاتھ پونچھتے ہوئے روبی کے روم میں چلی آئی۔ روبی آنکھوں پر بازو رکھے بیڈ پر چت لیٹی تھی۔ اماں سوچ میں پڑ گئی۔ مخاطب کرے یا نہ کرے کہیں آنکھ نہ لگ گئی ہو اور نیند خراب ہونے پر خفا نہ ہو جائے۔
اماں ابھی اسی سوچ میں تھی کہ روبی نے خود ہی اماں کی مشکل آسان کر دی۔
”کیا بات ہے اماں؟ کیوں آئی ہو اس وقت میرے روم میں؟“ اس نے قدموں کی آہٹ فیل کرتے ہی آنکھوں سے بازو ہٹائے بغیر کچھ ناگواری سے پوچھا۔
تو اماں نے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔
”بی بی! میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کیا آپ سچ مچ جا رہی ہیں؟“
”مجھے تم سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟“ اب کے روبی نے آنکھوں سے بازو اٹھا کر اماں کو گھورتے ہوئے تلخی بھرے لہجے میں کہا۔
”وہ جی میرا مطلب ہے کیا واقعی آپ جا رہی ہیں۔“ سب کچھ سننے کے باوجود اماں نے ایک بار پھر حماقت بھرے لہجے میں پوچھا۔
روبی کو غصہ تو بے حد آیا مگر ضبط کرتے ہوئے نرمی سے بولی۔
”ہاں اماں! میں مستقل یہ ملک چھوڑ کر اسی ہفتے امریکہ جا رہی ہوں۔ تم کیوں بار بار پوچھ رہی ہو۔ میرے جانے یا نہ جانے سے تمہیں کیا فرق پڑے گا۔“
”بی بی جی!“ اماں نے بمشکل آنسو ضبط کرتے ہوئے بھرائی آواز میں کہا۔
”اماں میرے ساتھ یہ ڈرامہ مت کرو کیا فرق پڑے گا تمہیں۔“ روبی کے لہجے میں تلخی گھل گئی۔ ”کسی کے آنے سے، کسی کے جانے، کسی کے زندہ رہنے یا مر جانے سے۔ میرا مطلب ہے یہاں کچھ بھی ہو جائے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ ہر بندہ اپنی ذات اور مفاد کا غلام ہے۔ سب اپنے حال اور کھال میں مست رہتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کیا میں یہاں یوں تنہا زندگی بسر کر رہی ہوتی۔“ وہ چند لمحے رکی گویا آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی ہو پھر بولی۔
”یقین کرو تمہیں بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہاں البتہ دس برس کا ساتھ ہے اس لیے تم چند روز اداسی ضرور فیل کرو گی اور پھر سب بھول جاؤ گی۔ اور فرض کرو اگر فرق پڑتا بھی ہے تو مجھے کیا پروا۔ مجھے تو ہر حال میں اس شہر اور ملک کو چھوڑ کر جانا ہے۔“ روبی کا لہجہ خشک ہو گیا۔ اماں بیشک دس برس سے اس کے ساتھ تھی مگر اس کا اماں کے ساتھ صرف اتنا ہی تعلق تھا کہ وہ گھر کی صفائی ستھرائی کر کے کھانا وغیرہ بنائے۔ بغیر ضرورت کے روبی نے کبھی اماں سے بات بھی نہ کی تھی۔
وہ چونک پڑی اماں کہہ رہی تھی۔
”یہ تو اپنی اپنی سوچ ہے بی بی جی! جو جیسا چاہے فیل کرے۔ آپ کے لیے میری جدائی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ مگر مجھے تو آپ کے جانے سے بہت فرق پڑے گا۔ آپ چلی گئیں تو میں کیا کروں گی۔ کہاں پر رہوں گی؟“ اماں دل کی بات زبان پر لے آئی۔
”اوہ تو اصل بات یہ ہے۔ اس میں پریشانی کیسی اماں؟“ روبی بالآخر اٹھ بیٹھی۔ تم جس طرح میرے یہاں کام کرتی ہو یونہی کسی دوسرے گھر میں شروع کر دینا۔ بلکہ اگر تم کہو تو میں تمہارے لیے کسی گھر کا بندوبست کرتی جاؤں گی۔

اماں اس کی باتیں سن کر کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر ٹھوس لہجے میں کہا۔
"کام تو میں خود بھی بہت سارے گھروں میں تلاش کر سکتی ہوں مگر۔" اماں سانس لینے کو رکی تو روبی نے تیز لہجے میں کہا۔
"اگر یہی بات ہے تو پھر کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ کیوں مجھے ڈسٹرب کر رہی ہو۔ معلوم نہیں میں سارے دن کی تھکی ہوئی آئی ہوں اور اب سونا چاہتی ہوں۔"
"مسئلہ تو کوئی نہیں حقیقت ہے۔ اور یہ حقیقت یہ ہے بیٹی کہ میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتی بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ میں اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔"
اماں نے دس برس میں پہلی بار اس کو بیٹی کہا تھا۔ ورنہ وہ ہمیشہ بی بی جی ہی کہتی تھی کیونکہ اس کی مالکن خود کو بیٹی کہلانا پسند نہیں کرتی تھی۔ اس کو لفظ بیٹی سے شدید نفرت تھی۔ انوکھی لڑکی تھی وہ۔ اس کو محبت سے نفرت تھی۔ اپنائیت سے نفرت تھی۔
"تم نے مجھے بیٹی کہا؟" روبی نے خود کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں میں نے تمہیں بیٹی کہا ہے۔ بیٹی میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتی کیونکہ تم اکیلی ہو۔" اماں نے محبت سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"مجھے بیٹی مت کہو اور میرے اکیلے ہونے کی فکر مت کرو۔" روبی اماں کی بات کاٹ کر نفرت آمیز لہجے میں بولی۔
"میں اکیلی پوری دنیا سے نپٹ سکتی ہوں۔ میں خود اکیلی رہنا چاہتی ہوں، کیونکہ میں کسی سہارے کسی دوست، کسی رشتے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ میں یہ سب گوارا کر ہی نہیں سکتی۔ میں اکیلی رہنے کی عادی ہوں۔ میں تو پیدا ہی اکیلی رہنے کے لیے ہوئی تھیں۔ میں تو...... میں تو۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر چپ ہو گئی کہ آواز بھر گئی تھی۔
اماں نے ہمدردی سے روبی کو دیکھا، پھر آہستگی سے بولی۔
"تم کچھ بھی کہو اصل بات تو یہ ہے کہ میں خود تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ مجھے لگتا ہے جیسے تو میری ہی بیٹی ہے اور ایک ماں جوان بیٹی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔ میں بھی اپنی بیٹی کو تنہا نہیں جانے دوں گی۔ تمہیں ہر حال میں مجھے ساتھ لے کر جانا ہوگا۔"
"پلیز اماں! خاموش ہو جاؤ۔" روبی مارے کرب کے چیخ پڑی۔ "مت کہو مجھے بیٹی! ایسی باتیں مت کرو، مت کرو ایسی باتیں۔ اتنا پیار، اتنی محبت تو میرے سگوں نے بھی مجھ سے نہیں کی تھی۔ وہ جن کا میں خون تھی۔ جن کے وجود کا میں حصہ تھی۔ اتنا پیار تو انہوں نے بھی مجھ سے نہ کیا بلکہ اتنا سا بھی نہ کیا کہ میں بھی ان کو یاد ہی کر لیتی۔" وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر سسک پڑی۔
"میں نہیں جانتی انہوں نے ایسا کیوں کیا مگر میں تو اپنی بیٹی سے بے حد پیار کرتی ہوں۔ اب تم کچھ بھی کہو مگر میرا فیصلہ یہی ہے۔ اگر تم ملک چھوڑ کر جاؤ گی تو میں بھی تمہارے ساتھ ہی جاؤں گی۔" اماں نے گویا یکطرفہ فیصلہ سنا دیا۔ تو روبی پھر آنکھوں پر بازو رکھ کر لیٹ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اماں کو کیسے سمجھائے۔ اماں جو چاہتی تھی وہ ناممکن تھا۔ بہت سارا ٹائم یونہی گزر گیا۔ اماں اس کے جواب کی منتظر وہیں کھڑی اس کو دیکھتی رہی اور سوچتی رہی۔ آخر میں اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔
"مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ بیٹی! ایک اکیلے سے دو بھلے ہوتے ہیں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کا اپنا دکھ سکھ کہہ سن لیا کریں گے۔ تو میری بات سمجھ رہی ہے نا۔"
اماں کی بات سن کر روبی کچھ دیر سوچتی رہی، پھر اٹھتے ہوئے بولی۔
"میں تو تمہاری بات سمجھ رہی ہوں مگر افسوس تم میری بات نہیں سمجھ رہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ مجھے اپنا دکھ سکھ کسی سے کہنے کی عادت نہیں۔ تم دس برس سے میرے ساتھ ہو تمہیں میری اس عادت کا اچھی طرح اندازہ ہو چکا ہوگا۔ دوسرا اماں تم اگر سمجھتی ہو میں جہاں بھی رہوں گی وہاں ایسی ہی عیش و عشرت کی زندگی ہو گی تو یہ تمہاری بھول ہے۔ ہو سکتا ہے اپنے وطن سے دور مجھے بھوکا پیاسا رہنا پڑے۔ نرم و گرم کے بیڈ کی بجائے فٹ پاتھوں پر سونا پڑے۔ تم کہاں میرے ساتھ خوار ہوتی رہو گی۔ یہاں کسی گھر میں ملازمت کر لو اور اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن امن و سکون سے بسر کرو۔"
"بیٹی! روزی دینے والی تو خود خدا کی ذات ہے۔ تم میری فکر مت کرو۔ وہ مجھے تمہارے ساتھ جس حال میں بھی رکھے گا میں خوشی خوشی رہ لوں گی۔ کوئی شکوہ نہ کروں گی۔ بس تم مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ۔" اماں نے امید بھری نگاہوں سے روبی کو دیکھا۔
روبی چند لمحے اماں کو دیکھتی رہی پھر نرمی سے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"اماں یہ بات اتنی آسان نہیں۔ایک ہفتہ کے اندر اب کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔آئی ایم سوری۔تاہم میں آپ کے لیے کسی گھر کا بندوبست لازمی کرتی جاؤں گی۔"

"بات گھر کی نہیں، محبت کی ہے۔تمہاری ہے۔میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔"اماں رونے لگی مگر روبی پر کچھ اثر نہ ہوا۔اس نے اماں کو گھورتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"اماں!فضول باتیں کرکے میرا دماغ خراب مت کرو۔مجھ سے پہلے بھی تو تم رہتی آئی ہو۔پھر اب کیا تکلیف ہے تمہیں۔میرے بعد بھی تم اسی طرح زندہ رہوگی۔جاؤ میرے روم سے۔"اور اماں روتے روتے ہی باہر چلی گئی تھی۔اماں کے باہر جاتے ہی روبی نے اسی ٹائم اپنے سیکرٹری کو فون کرکے اپنی روانگی کا پوچھا تو پتا چلا کہ ٹکٹ او کے ہوگیا ہے اور پرسوں صبح کی فلائٹ سے اس کو اپنے سفر پر روانہ ہونا تھا۔

یہ سب سن کر روبی نے اطمینان کی گہری سانس لیتے ہوئے فون بند کردیا اور آکر بستر پر لیٹ گئی۔مگر نیند آنکھوں سے اب بھی بہت دور تھی۔حالانکہ سارا دن کام کرنے کی وجہ سے وہ بے حد تھکی ہوئی تھی۔

چند ماہ پہلے تک شوبز اور ملک چھوڑنے کے بارے میں روبی نے سوچا تک نہیں تھا۔وہ بڑے سکون سے اپنی زندگی جی رہی تھی۔مگر ایسے میں بلال نے ایک بار پھر اس کے سامنے آکر اس کو ڈسٹرب کردیا تھا۔

روبی نے بچنے کی بہت کوشش کی تھی۔مگر بلال اپنے پہلے رویے کا کفارہ ادا کرنا چاہتا تھا اور یہ کفارہ ادا کرنے کے لیے وہ اپنی خاندانی حیثیت،عزت اور وقار بھول گیا تھا۔

روبی کو حاصل کرنے کے جنون میں وہ اپنی سطح اور مقام سے بہت نیچے آگیا تھا۔وہ ہر بات سے لاپرواہ سارا ٹائم اس کی تلاش میں لاہور کے ہر سٹوڈیو کی خاک چھان رہا تھا۔اس کو دیکھنے اور حاصل کرنے کے لیے خوار ہورہا تھا۔حالانکہ روبی نے صاف صاف انکار کرتے ہوئے کھل کر بلال کو بتایا تھا۔

"ذلت اور رسوائی کے جس مقام پر میں ہوں اس پر تمہیں اب اپنے ساتھ کھڑا نہیں کرنا چاہتی کیونکہ اب میں تمہارے اور تمہارے بے حد معزز خاندان کے لائق نہیں رہی۔"مگر وہ اس کی بات مان نہیں رہا تھا۔گو کہ گھر چھوڑنے اور شہرت حاصل کرنے کے بعد وہ ہر لحہ اس انتظار میں رہی تھی کہ اس کی کاش زندگی میں ایک بار بلال سے ملاقات ہوجائے اور یہ ملاقات تو ہوگئی تھی۔مگر ختم ہونے میں نہیں آرہی تھی اور اب روبی سوچ چکی تھی۔

"اے کاش!اس نے بلال سے ملنے کی دعائیں نہ مانگی ہوتیں کہ وہ بلال جو روبی سے شدید نفرت کرتا تھا۔اب وہ اس کی محبت میں مارے دیوانگی کے سب کچھ فراموش کرچکا تھا۔"

روبی کو اب اس پر ترس آنے لگا تھا۔کبھی اس نے لڑکی ہونے کے باوجود اس کو حاصل کرنے کے لیے ساری شرم و حیا کے باوجود خود کہا تھا۔

"بلال!مجھے آپ سے محبت ہے۔بے حد شدید قسم کی۔میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔پلیز!مجھے غلط نہ سمجھیں۔"روبی کی بات سن کر وہ ہنسا تھا۔پھر روبی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بڑے کاٹ دار اور توہین آمیز لہجے میں پوچھا تھا۔

"مجھ سے پہلے کتنوں کو اپنی اس شدید محبت سے نواز چکی ہو،بتانا پسند کروگی۔"

روبی نے اس وقت بھی بلال کو سمجھانے کی بہت کوشش کی تھی کہ وہ اس کی پہلی اور شاید آخری محبت بھی ہے۔"آپ کو میرے بارے میں غلط فہمی ہوگئی ہے۔"مگر وہ مزید کچھ سننے کی بجائے بڑی بے رحمی سے اس کو ٹھکرا کر ایبٹ آباد واپس چلا گیا تھا اور اب جب بہت سالوں بعد ہونے والی اس ملاقات میں بلال نے اس کو بتایا تھا۔وہ اب اس سے نفرت نہیں محبت کرتا ہے۔اس کی غلط فہمی دور ہوچکی ہے۔

تو روبی نے ایک بار پھر اس کو سمجھانے اور بتانے کی کوشش کی تھی کہ اس کی محبت اپنی جگہ مگر۔"میں اب تمہارے لائق نہیں رہی۔"

مگر وہ ایک بار پھر اس کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔وہ پہلے کی طرح ایک بار پھر اپنی ضد پر قائم تھا۔اس کو پانے کی ضد پر۔وہ کسی طور بھی روبی کا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا اور اب ایک بار پھر روبی کو ہی فیصلہ کرنا تھا۔اور اس نے پوری ایمانداری سے فیصلہ کیا تھا۔

بلال کو خود سے بچانے کیلئے اور خود بلال سے بچنے کیلئے روبی کے پاس بس یہی ایک راستہ بچا تھا کہ وہ شوبز تو کیا اس ملک کو بھی ہمیشہ کیلئے چھوڑ دے کہ اس کے بغیر بلال اس کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔اور یہ فیصلہ کرتے ہی روبی نے چپکے چپکے ملک چھوڑنے کی تیاریاں شروع کردیں تھیں۔

اس نے نئی فلمیں سائن کرنی چھوڑ دی تھیں اور زیر تکمیل فلموں کا بچا کھچا کام تیزی سے مکمل کروانے لگی۔تاہم بتایا ابھی کسی کو بھی نہیں تھا کہ وہ یہ ملک ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جارہی

ہے۔اس خوف سے کہ میڈیا والوں کے ہاتھ میں یہ خبر لگی تو بلال کو بھی پتا لگ جائے گا اور اس کو روکنے کیلئے وہ نجانے کیا کچھ کر گزرے۔

وہ بلال جو کبھی اس کا محبوب تھا۔محبت تھا۔پھر جب یہ محبت نفرت میں بدلی تو بلال کی اس نفرت میں روبی نے اپنا گھر اور سارا خاندان ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا تھا اور اب وہ بلال کی محبت میں یہ ملک اور اس ملک میں بسنے والے اپنے لاکھوں چاہنے والے پرستاروں کو چھوڑ کر جا رہی تھی۔پہلے اگر گھر چھوڑنا اس کی مجبوری بن گیا تھا تو اب ملک چھوڑنا مجبوری تھی۔

وہ سترہ برس کی ایک بے حد خوبصورت دوشیزہ تھی۔جب وہ پہلی بار اس کی زندگی میں آیا اور بلال کو دیکھتے ہی روبی سو جان سے اس پر فدا ہو گئی تھی بلکہ مر مٹی تھی۔پہلی بار وہ کسی کی محبت میں گرفتار ہوئی تھی اور بلال کے غلط رویے کی وجہ سے پھر یہ محبت نفرت میں بدل گئی اور محبت و نفرت کے اس کھیل میں بلال کا اپنی زندگی میں پہلی بار آنے کی قیمت روبی کو ہمیشہ کیلئے اپنا گھر اور پورا خاندان چھوڑ کر ادا کرنی پڑی تھی اور تب بھی یہی بات یہی ہے کہ اس کے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔اور اب بارہ برس بعد وہ پھر اس کی زندگی میں آیا تھا اور بلال کے اس دوبارہ آنے اور ملنے کی قیمت اب اس کو یہ ادا کرنی پڑی کہ پہلی بار اگر اپنا گھر اور خاندان چھوڑا تھا تو اب ہمیشہ کے لیے اپنا ملک چھوڑ کر جا رہی تھی۔روبی نے سوچا۔

"کاش! بلال تم میری زندگی میں کبھی نہ آتے۔تمہارے آنے کی قیمت ہر بار مجھے ہی ادا کرنی پڑتی ہے۔خدا نہ کرے کہ تم تیسری بار میری زندگی میں آؤ......اور تمہارے اس تیسری بار آنے کی قیمت مجھے اپنی جان اور یہ دنیا چھوڑ کر دینی پڑے" پھر اس نے دکھ سے سوچا۔

"پرسوں جب میں یہ ملک ہمیشہ کے لیے چھوڑ دوں گی تو میرا کوئی بھی اپنا مجھے الوداع کہنے کے لیے ایئر پورٹ پر موجود نہیں ہوگا۔وہ منظر وہ لمحہ کتنا اذیت ناک ہوگا۔

مائی فٹ۔جب خود ہی سب کو چھوڑ دیا تو پھر یہ سوچنا اور یاد کرنا کیسا۔اس نے نفرت سے سر جھٹک کر ان سوچوں اور یادوں سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی مگر یہ کیا آج تو بلال کے ساتھ ساتھ سب گھر والے بھی یاد آنے لگے تھے۔حالانکہ کتنے ہی برس بیت گئے تھے گھر اور گھر والوں کو چھوڑے ہوئے۔روبی نے کبھی ان کو یاد کرنے کی زحمت نہ کی تھی کہ وہ ان میں سے کسی کو بات کرنے کے قابل سمجھتی ہی نہ تھی۔مگر آج ان یادوں سے بچنے کی ہر کوشش ناکامی سے دوچار ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔اس نے کروٹ بدل کر سونے کی کوشش شروع کر دی اور جب ناکام رہی تو اٹھ کر روم میں ٹہلنے لگی۔وہ نہیں جانتی تھی جب بلال دوبارہ ملے گا تو روبی کے دل میں موجود اس کی نفرت محبت میں بدل جائے گی۔ٹہلتے ٹہلتے روبی نے ریڈیو آن کیا اور خود ٹوٹی ہوئی کھلی کھڑکی کے قریب آ کھڑی ہوئی اور چہرہ اٹھا کر اوپر آسمان کو دیکھنے لگی۔کل طوفانی رات تھی تو آج بہت دلکش خوبصورت چمکتے تاروں بھری رات تھی۔بلکہ ساتھ چودھویں کا چاند بھی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔

روبی نے تھکی تھکی سانس لے کر سوچا۔یہ چاندنی راتیں تو میرا مقدر کبھی نہ بن سکتی تھیں۔اس کی ہر رات طوفانی رات تھی۔اچانک وہ چونک کر ریڈیو کی سمت متوجہ ہو گئی۔پتا نہیں کونسا چینل تھا۔اس نے تو اپنی سوچوں سے پیچھا چھوڑنے کے لیے ریڈیو آن کیا تھا اور اب شوکت علی کی آواز سن کر چونک پڑی تھی۔وہ ایوب رومانی کا خوبصورت کلام گا رہا تھا۔

روبی کو شوکت علی کی آواز سخت ناپسند تھی۔کرخت اور بے حد خشک خشک سی مگر اس غزل کو وہ بڑی محنت سے گا رہا تھا۔آواز میں نرمی اور ملائمت تھی۔شاعری بھی اچھی تھی اور سب سے اچھی کمپوزیشن تھی۔جس نے ایوب رومانی کی شاعری کو چار چاند لگا دیئے تھے۔وہ پوری توجہ سے سننے لگی

صحن گل چھوڑ چلا دل میرا پاگل نکلا
جب بہار آئی تو صحرا کی طرف چل نکلا

وہ جن یادوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے اٹھی تھی۔شوکت علی اس کو پھر اسی ماحول میں لے جا رہا تھا۔اس نے جلدی ریڈیو بند کیا اور پھر بستر پر آ لیٹی اور فوراً آنکھیں بند کر لیں۔مگر یہ سب بیکار ثابت ہوا تو روبی نے بے بسی سے سوچا۔

"اب جب پرسوں یہ شہر اور ملک ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا رہی ہوں تو پھر آخری بار ان سب کو یاد کرنے میں کوئی حرج نہیں۔پھر اچانک اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔"ماں!" اور آنسو ٹپ ٹپ آنکھوں سے گرنے لگے۔کیا وہ سب زندہ ہوں گے۔ماں، باپ، بھائی، آپا.....اور.....اور سب سے چھوٹی پیاری سی منی سی زوبی۔خدا کرے وہ سب زندہ ہی ہوں۔اپنے آپ دل سے یہ دعا نکلی تھی۔"

☆☆☆

وہ کل چار بہن بھائی تھے۔ ایک بھائی اور تین بہنیں اور ان کا تعلق متوسط طبقے سے تھا۔ باپ نصیر ملک کا اپنا ذاتی بزنس تھا اور بڑی اچھی گزر بسر ہو رہی تھی۔ نصیر ملک کی شادی ان کی سگی خالہ زاد شمشاد سے ہوئی تھی۔ دونوں نے شادی سے پہلے نہ صرف ایک دوسرے کو دیکھا ہوا تھا بلکہ ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھتے بھی تھے۔ یہی وجہ ہے۔ شادی کے بعد زندگی بے حد خوشگوار رہی۔ خاندان بھر میں ان کی جوڑی اور محبت کی مثال دی جاتی تھی۔ دونوں میاں بیوی تھے بھی بے حد خوبصورت۔ نصیر ملک کم گو تھے جبکہ شمشاد بیگم باتیں کرنے کی بے حد شوقین اور خاندان بھر میں اپنے بچوں اور خود کو نمایاں رکھنے کا شوق جنون کی حد تک بڑھا ہوا۔ اپنے بچوں اور خاص کر اپنے لباس کا بہت زیادہ خیال رکھنے والی اور کافی حد تک فضول خرچ تھی۔

نصیر ملک کو پہلی اولاد خدا نے بیٹی کی صورت میں دی تھی۔ اور وہ بیٹی پا کر از حد خوش تھے کہ بیٹی خدا کی رحمت ہوتی ہے۔ بہت محبت سے انہوں نے بیٹی کا نام روجی رکھا اور روجی پہلی اولاد ہونے کے ناطے ماں باپ کو کچھ زیادہ ہی عزیز تھی۔ دوسری اولاد سلمان تھا۔ تیسری روبی اور آخری اولاد چھوٹی زوبی تھی۔ اس کے بعد مزید کوئی بچہ نہ ہوا۔

اب روجی اگر پہلی اولاد ہونے کے ناطے ماں باپ کو بے حد عزیز تھی۔ تو سلمان اکلوتا بیٹا ہونے کی حیثیت سے بہت لاڈلا تھا۔ اور زوبی سب سے چھوٹی ہونے کی وجہ سے بھی کو پیاری تھی۔ باقی رہی روبی تو تیسرے نمبر پر ہونے کی وجہ سے اس کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی۔ سوائے باپ کے روبی کسی کو عزیز نہ تھی۔ باپ کو وہ سب سے زیادہ پیاری تھی۔ بقول ان کے روبی بھائی کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ اس لیے یہ خاص کر بھائی کی بہن ہے۔ کیونکہ اس کو بھائی اپنے ساتھ لایا تھا۔ روبی یہ سن کر بہت خوش خوش پھرتی تھی۔ تاہم یہ اور بات تھی کہ گھر میں اس کی پرواکوئی نہیں کرتا تھا۔ مگر روبی نے بھی اس بات کو فیل کیا ہی نہ تھا۔ نصیر ملک پرانے مزنگ میں موجود اپنے چھوٹے سے آبائی گھر میں رہتے تھے۔ بلکہ ان کا سارا خاندان شروع ہی سے مزنگ میں رہ رہا تھا۔ تائے، چاچے، پھوپھو اور بھی بہن بھائی، کہ ان سب بہن بھائیوں کی شادیاں خاندان کے اندر ہی طے ہوئی تھیں۔ شروع میں تو ان کو گھر چھوٹا ہونے کا احساس نہ ہوا لیکن اب بچے بڑے ہو رہے تھے اور نصیر ملک محسوس کرنے لگے تھے کہ گھر چھوٹا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ انہوں نے وقت ضائع کیے بغیر ایک نئی بننے والی سکیم میں دس مرلے کا ایک پلاٹ لیا۔ اور جلد ہی تین بیڈ رومز اور ایک ڈرائنگ روم کا گھر بنا کر اس میں شفٹ ہو گئے۔ اپنے نئے گھر میں شفٹ ہونے پر وہ سب بہت خوش تھے۔ خاص کر بچے کھلے گھر میں آ کر زیادہ خوش تھے۔

وہ کل چار بہن، بھائی تھے۔ مگر گھر، خاندان اور محلے میں جو عزت، وقار اور مقام روجی کو ملا وہ کسی اور کا مقدر نہ بن سکا۔ وہ تھی بھی بہت نیک، صاف ستھری، سگھڑ اور محنتی۔ چھوٹی سی عمر میں اس نے سارے گھر کا کام سنبھال لیا تھا۔ وہ ہر دم گھر کو شیشے کی مانند چمکا کر رکھتی تھی۔ مجال ہے جو گھر میں کوئی چیز بے ترتیب نظر آئے۔ اور کھانا ایسے مزے کا بناتی کہ لوگ انگلیاں چاٹتے رہ جاتے۔ سلائی کڑھائی ایسی کرتی 'کیا ٹیلر ماسٹر کرتا ہوگا۔ گھر میں ہر آنے والا دل کھول کر روجی کی تعریف کرتا۔ کتنی نیک اور سگھڑ بچی ہے۔ شمشاد بیگم یہ سب سن کر بہت خوش ہوتی۔ ان کو گھومنے پھرنے کا بہت شوق تھا۔ اور روجی نے سارا گھر سنبھال کر ان کو گھر کی فکر سے آزاد کر دیا تھا۔ وہ روجی پر اندھا اعتبار کرتی تھیں۔

یہ تو تھیں روجی کے بظاہر سگھڑپن کی باتیں۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ وہ اکیلی ہرگز سارا گھر نہیں سنبھالتی تھی۔ روبی چھوٹی ہونے کے باوجود ہر کام میں اس کا ہاتھ بٹاتی تھی یا بٹانے پر مجبور تھی کہ روجی بہت سخت مزاج تھی۔ بچوں سے انکار سننا اس کی عادت نہیں تھی۔ انکار کی صورت میں وہ مار مار کر چھوٹی سی روبی کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیتی تھی۔ اور پھر گھر میں کسی کو بتانے یا شکایت کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ گو کہ گھر کا سارا کام بظاہر روجی کرتی تھی۔ مگر کچھ اس طرح کہ فرش دھو روجی رہی ہے تو خشک روبی کر رہی ہے، برتن بھی اس طرح دونوں مل کر صاف کرتی تھیں۔ کپڑے دھلائی کے بعد چھت پر ڈالنے کا کام روجی کا تھا۔ اور خشک ہونے پر اتارنے کا کام روبی کا تھا۔ سارے گھر کی ڈسٹنگ چھٹی والے دن روبی کی ذمہ داری تھی۔

غرض سارا دن روبی اپنے چھوٹے، چھوٹے ہاتھوں سے روجی کے ساتھ مل کر بڑے بڑے کام کرتی تھی۔ اور سکول کی ذمہ داری اس کے علاوہ تھی۔

تاہم یہ الگ بات تھی کہ چھوٹی ہونے کی وجہ سے روبی کسی کو کم ہی دکھائی دیتی تھی۔ یا پھر یہ روجی کی چالاکی تھی کہ کسی آئے گئے کے سامنے وہ روبی سے کم ہی کام لیتی تھی۔ تا کہ پتا چلے کہ سارے گھر کا کام وہ اکیلی ہی کرتی ہے۔ یہ تو تھیں روجی کے سگھڑپن کی باتیں۔ اب آتے ہیں اس کے کردار اور مزاج کی جانب تو اندر کی بات یہ تھی۔

روجی اندر سے ایک از حد رومینٹک لڑکی تھی۔ رسالے، ناولز پڑھنا، ڈرامے اور ہر نئی آنے والی فلم دیکھنا اور میوزک سننا اس کی ہابی تھی۔ سارا گھر سنبھالنے کے باوجود، گھر کا کام کرنے کے باوجود تھکن کا احساس اسے چھو تا بھی نہیں تھا۔ وہ بہت فریش موڈ کے ساتھ ہر وقت گڑیا کی طرح سجی، بنی، مسکراتی، گنگناتی رہتی۔ روجی نے 13 برس کی عمر میں ایک لڑکے سے محبت کی تھی۔ تب وہ آٹھویں میں پڑھتی تھی۔ اور مزنگ میں رہتی تھی۔ تین برس تک یہ محبت چلتی رہی۔ وہ اکثر سکول سے چھٹی کر کے بیگ ساتھ لیے اس لڑکے کے ساتھ گھومنے چلی جاتی

تھی۔ پھر اچانک وہ لڑکا کچھ بتائے بغیر روحی کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اور اس کے بعد روحی نے محبت کرنے والی غلطی دوبارہ نہیں کی تھی۔ لیکن جب مزنگ چھوڑ کر وہ لوگ اس نئے گھر میں شفٹ ہوئے۔ نئے گھر میں شفٹ ہونے کے دوسرے ہی دن روحی کی ملاقات غزالہ سے ہوئی۔ جس نے فوری طور پر روحی کی زندگی پر بے حد گہرا اثر ڈالا تھا۔ سیانے ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ یہی معاملہ روحی اور غزالہ کا ہو گیا تھا۔

غزالہ بہت بے باک اور کافی حد تک آزاد خیال لڑکی تھی اور بے باک قسم کی ہی وہ باتیں کرتی تھی۔ ذرا سی بھی شرم و حیا غزالہ میں نہیں تھی۔ پہلی ہی ملاقات میں سامنے والی شخصیت کو اپنے زیر اثر کر لینا، یا اپنے رنگ میں رنگ لینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اور روحی تو خود بھی اندر سے از حد رومینٹک لڑکی تھی۔ اس لیے روحی کو اپنے رنگ میں رنگنا غزالہ کے لیے زیادہ مشکل بات نہ تھی۔

روحی کو غزالہ کی لچر قسم کی گفتگو از حد پسند تھی۔ وہ دونوں رومانی قسم کے ناول پڑھ کر ان پر خوب دل کھول کر ڈسکس کیا کرتی تھیں۔ اور کبھی کبھی خود بھی ان کرداروں میں ڈھل جانے کی خواہش کیا کرتی تھیں۔ کچھ ان کتابوں کا اثر تھا۔ کچھ تنہائی کا کہ ماں گھر میں ذرا کم ہی ہوتی تھی۔ باقی غزالہ کی صحبت کا، جس نے روحی کو بھی آزاد خیال بنا دیا تھا۔ اور وہ محبت جیسی غلطی دوبارہ سے کرنے کا سوچنے لگی تھی۔

غزالہ سے روحی کی پہلی ملاقات نئے گھر میں شفٹ ہونے کے دوسرے ہی دن یوں ہوئی کہ غزالہ کا گھر ان کے گھر سے دو چار پلاٹ ہٹ کر تھا۔ چونکہ یہ ایک نئی رہائشی اسکیم تھی۔ اس لیے ابھی اکا دکا گھر ہی بنے تھے۔ بہت سارے پلاٹ ان کے گھر کے ارد گرد خالی پڑے تھے۔ اور کچھ پر دور نزدیک گھر بن بھی رہے تھے۔

روحی کو اپنے نئے گھر میں شفٹ ہوئے ابھی دوسرا دن تھا۔ جب غزالہ اور اس کی چالاک والدہ ان سب سے ملنے خود ان کے گھر آئیں۔ شمشاد بیگم تو پہلے ہی باتیں کرنے کی بے حد شوقین تھیں۔ ان کی آمد پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا۔ اور چائے پر حسب عادت نمایاں ہونے کے چکر میں بہت سارے لوازمات کا اہتمام کیا تھا۔ اور چائے سے فارغ ہونے کے بعد شمشاد بیگم تو غزالہ کی والدہ خالدہ سے باتوں میں محو ہو گئیں۔ اور غزالہ کو روحی اپنے ساتھ اپنے روم میں لے گئی۔ اب شمشاد بیگم باہر برآمدے میں بیٹھی خالدہ سے باتوں میں مصروف تھیں۔ اندر روم میں غزالہ اور روحی، جبکہ روبی اور رزوبی لان میں کھیل کود میں مصروف تھیں۔

"آپ کا نام کیا ہے؟ اور آپ کیا کرتی ہیں؟" روحی نے غزالہ کے ساتھ اپنے صوفہ کم بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بڑے ادب آداب سے بات شروع کی۔

"نام غزالہ، میٹرک میں تین بار فیل ہونے کے بعد سکول چھوڑ چکی ہوں۔"

"آپ کا نام تو سن لیا تھا۔ روحی کہہ کر آپ کی امی نے آپ کو بلایا تھا۔ کرتی کیا ہیں یہ بتائیں۔" غزالہ نے بھی کچھ ادب سے جواب دینے کے بعد پوچھا؟

"میں نے اسی سال میٹرک پاس کیا ہے۔" روحی نے ایک بار پھر ادب سے بتایا۔

"آگے پڑھنے کا ارادہ ہے۔" غزالہ نے پوچھا۔

"نہ تو ہمارے خاندان میں لڑکیوں کو زیادہ پڑھانے کا رواج ہے اور نہ ہی میرا اپنا دل آگے پڑھنے کو چاہتا ہے۔ مجھے گھر کا کام کرنا، سلائی کڑھائی کرنا اچھا لگتا ہے۔" روحی نے پوری وضاحت سے بتایا۔

"اس کے علاوہ کیا مشاغل ہیں آپ کے؟" غزالہ نے بڑی بے تکلفی سے پوچھا۔

"خواتین کے رسالے پڑھتی ہوں اور رضیہ بٹ، سلمیٰ کنول، بشریٰ رحمان کے رومانی ناولز پڑھتی ہوں اور میوزک بہت شوق سے سنتی ہوں اور یہ کیا آپ مجھ سے ہی پوچھتی جا رہی ہیں۔ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" روحی نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے پوچھا۔

"بتایا تو ہے تین بار فیل ہونے کے بعد سکول چھوڑ چکی ہوں اور اب سارا وقت گھر پر ہی ہوتی ہوں۔ مگر گھر کے کام کاج کرنے کی بجائے لائف انجوائے کرتی ہوں۔" وہ بڑے لوفرانہ انداز میں روحی کو آنکھ مار کر ہنسی۔ پھر کہا۔ "کیونکہ گھر کے کام کاج کرنے کو گھر میں ایک عدد بھابی موجود ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ تمہاری منگنی ہو چکی؟"

"نہیں۔" روحی جواب دیتے ہوئے کچھ شرمائی اور غزالہ نے پھر پوچھا۔

"اچھا یہ بتاؤ کوئی عشق وغیرہ کیا ہے ابھی تک یا نہیں۔"

"آپ یہ کیوں پوچھ رہی ہیں۔" روحی نے کچھ حیرانی سے غزالہ کو دیکھا۔

"ارے لعنت بھیجو اس آپ جناب پر جو مزہ تو اور تم میں ہے وہ آپ جناب میں کہاں۔ تم مجھے تم کہہ کر مخاطب کر سکتی ہو۔" غزالہ جو ادب گفتگو کرتے ہوئے اکتا گئی تھی، تنگ کر بولی۔ پھر غور سے روحی کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"یار کتنی خشک لڑکی ہو تم۔ نہ تمہاری منگنی ہوئی ہے۔ نہ ہی تم نے کوئی عشق کیا ہے۔ کتنی بور لائف ہے تمہاری۔"

"آپ کی منگنی مطلب تمہاری منگنی ہو چکی۔" روحی نے جواب دینے کی بجائے سوال کیا۔

"یار اپنی ایسی قسمت کہاں۔ مجھ سے بڑی تین بہنیں تھیں۔ ابھی ایک ماہ پہلے تیسری بہن کی شادی ہوئی ہے۔ میری شادی پتا نہیں کب ہوگی۔ پہلے تو ابو جی کماتے تھے۔ اب وہ زیادہ بیمار رہتے ہیں۔ بڑے بھائی کی شادی ہو چکی ہے۔ گو کہ وہ ہمارے ساتھ ہی ہوتے ہیں۔ مگر اب ان کی بیوی اور چھوٹا سا ایک بچہ بھی ہے۔ مطلب ان کا اپنا خرچا بھی ہے۔ دوسرا بھائی جاب کرتا ہے۔ تیسرا ابھی بی کام کر رہا ہے۔ اور چوتھا مجھ سے چھوٹا ہے۔ ابھی سکول میں پڑھتا ہے۔ ہم کل آٹھ بہن بھائی ہیں۔ بڑے سے چھوٹے بھائی کی منگنی خالہ کی بیٹی سے ہو چکی ہے۔ ابھی ایک، دو برس تک ان کی شادی کا پروگرام ہے۔ ان کے بعد میری باری آئے گی۔ اس لیے میری ابھی منگنی نہیں ہوئی۔ مگر میری زندگی تمہاری طرح خشک اور بور نہیں۔ بوریت سے مجھے ویسے ہی شدید نفرت ہے۔ اب تک تین، چار عشق کر چکی ہوں۔" بات کرتے کرتے غزالہ نے آواز دھیمی کر لی۔

"تین، چار عشق۔ کیا عشق بھی تین چار ہوتے ہیں!" روحی نے حیرانی سے غزالہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پانچ، سات بھی ہو سکتے ہیں۔ بس بندے میں ہمت ہونی چاہیے۔" غزالہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"غزالہ میں سیریس ہوں۔ کیا واقعی تم نے تین، چار عشق کیے ہیں۔" روحی نے ایک بار پھر حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں یار سچی بات ہے آج کل چوتھا کر رہی ہوں۔" غزالہ نے اب کے سنجیدگی سے کہا تو روحی بولی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ محبت تو ایک ہی بار ہوتی ہے۔"

"ہاں محبت ایک بار ہوتی ہے مگر..... مگر بی بی یہاں محبت کرتا کون ہے اور کر بھی لو تو نبھاتا کون ہے۔ لڑکے لائف انجوائے کرتے ہیں۔ محبت کا لارا لگا کر لڑکیوں سے اپنا دل بہلاتے ہیں اور جب دل بھر جائے تو بغیر بتائے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ ہاں تو پھر لڑکیوں کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ بھی لائف انجوائے کریں۔ اب تم سے کیا چھپانا۔ جب پہلی بار ایاز نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ تو میں نے حدیث سمجھ کر اس کی بات پر یقین کر لیا۔ وہ کہتا تھا میں اس دنیا کی خوبصورت ترین لڑکی ہوں۔ اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں خوبصورت نہیں۔ نجانے کیوں میں اس کی بات پر یقین کرتی گئی۔ ایک برس میری اور اس کی محبت قائم ہوئی، پھر وہ سعودیہ چلا گیا۔

سعودیہ جانے سے ایک ہفتہ پہلے ایاز کا نکاح اس کی چچا زاد سے ہو گیا۔ میں بہت روئی، تڑپی۔ جب کہ ایاز نے بتایا کہ وہ مجبور تھا اور یہ کہ اب تم بھی اپنے گھر والوں کی پسند پر شادی کر لینا۔ پھر وہ کبھی نہ لوٹ کر آنے کے لیے مجھ سے جدا ہو گیا۔ کچھ عرصہ لگا مجھے خود کو سنبھالتے ہوئے پھر ایک اور لڑکا میری زندگی میں چلا آیا۔ وہ بھی مجھ سے وہی کچھ کہتا رہا جو کچھ ایاز کہتا تھا۔ اس کے نزدیک بھی میں دنیا کی سب سے خوبصورت لڑکی تھی۔ اور میں ایک بار پھر سب کچھ بھول کر اس کی باتوں پر یقین کرتی رہی۔ مگر کچھ عرصہ بعد وہ بھی مجھے چھوڑ کر چلا گیا اور جاتے ہوئے اس نے مجھے بتانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

ایاز نے میرا دل رکھنے کو ہی سہی کم از کم یہ تو کہا تھا نہ کہ وہ مجبور تھا۔ مگر یہ دوسرا کمینہ! سچی بات تو یہ ہے بی بی مردوں کی دنیا میں محبت وفا نہیں۔ صرف بھوک ہوتی ہے۔ خوبصورتی کی لڑکوں کے نزدیک اہمیت ہی نہیں بس صرف لڑکی ہونا شرط ہے تا کہ وہ اپنی بھوک مٹا سکیں، ہوس پوری کر سکیں۔ پھر کیوں یہ بیوقوف لڑکیاں اپنی زندگی تباہ کرتی ہیں، انتظار کرتی ہیں ان کا جو کبھی نہ لوٹ کر آنے کے لیے چھوڑ جاتے ہیں۔" وہ خاموش ہو کر کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر ہنس کر کہا۔

"میرا خیال ہے اب یہ بتانا ضروری نہیں کہ تیسرا عشق کس سے کیا۔ صرف یہ بتاؤں گی۔ تیسرے نے مجھے نہیں میں نے از خود اس کو چھوڑا تھا۔ کیونکہ تب ہم لوگ لوہاری میں رہتے تھے۔ چھ ماہ پہلے ہم لوگ ادھر اس نئے گھر میں شفٹ ہو گئے۔ تو وہ لڑکا وہیں رہ گیا۔ اور بات ختم ہو گئی۔ یہاں شفٹ ہونے کے تین ماہ بعد کی بات ہے۔ ایک دن میں اوپر چھت پر کھڑی یونہی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ ہمارے گھر کی پچھلی جانب کچھ دور ایک لڑکا اپنے زیر تکمیل گھر کی چھت پر کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا۔ مجھے وہ لڑکا اچھا لگا۔

چند روز دیکھنے کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر ایک دن اس نے مجھے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سلام دے مارا۔ اور میں نے جوابی سلام کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ بس پھر کیا تھا۔ پھر رقعہ بازی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو ابھی تک جاری ہے۔ ان کا گھر ابھی بن رہا ہے۔ اس کے گھر والے کویت میں رہتے ہیں۔ پہلے وہ بھی وہیں تھا۔ پھر پاکستان چلا آیا۔ جب گھر مکمل ہو جائے گا تو اس کے گھر والے بھی یہاں شفٹ ہو جائیں گے لڑکے کا نام پرویز ہے۔ اور وہ بہت اچھا اور سنجیدہ لڑکا ہے۔ کہتا تھا بلکہ کہتا ہے مجھ سے سچی محبت کرتا ہے اور اگر میں اس کو نہ ملی تو وہ مر جائے گا۔

حالانکہ یہ ایک کھلی بکواس ہے۔ یہاں کوئی کسی کے بغیر نہیں مرتا۔ تاہم اس نے قسم کھا کر وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھ سے ہی شادی کرے گا۔ اگر شادی کر لے تو بھی ٹھیک ہے۔ نہ کرے تو بھی پروا نہیں کہ میری شادی میری ماں کی ذمہ داری ہے کہ وہ رشتہ تلاش کر کے میرا بیاہ کرے۔ بہر حال آج کل وہی لڑکا میری ذات کا محور بنا ہوا ہے۔ ویسے میرا خیال بھی بہت رکھتا ہے۔ وہ مسکا کر چپ ہو گئی۔ گویا اس کی کہانی ختم ہو گئی تھی۔

اور روحی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ غزالہ کی باتیں اس کے لیے بالکل نئی باتیں تھی۔ وہ 13، 14 برس کی تھی۔ اور آٹھویں میں پڑھتی تھیں۔ جب طارق نامی لڑکا اس کی زندگی میں آیا۔ میٹرک تک یہ محبت قائم رہی۔ اس لڑکے کا گھر ان کے گھر سے تین، چار گلیاں چھوڑ کر اس کے سکول کے راستے میں تھا۔ وہ چھوٹی ہونے کے باوجود سکول سے چھٹی مار کر اس لڑکے سے ملتی رہی۔ تین برس یہ تعلق قائم رہا۔ مگر گھر میں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی۔ پھر وہ بغیر کچھ بتائے اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ بہت انتظار کرنے کے بعد ان کے گھر گئی تو معلوم ہوا وہ لوگ کرائے دار تھے اور دو ماہ پہلے یہ گھر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

یہ سب سن کر روحی کے دل پر گویا ایک قیامت سی گزر گئی۔ کتنے دن چپکے چپکے روتی رہی۔ بمشکل میٹرک کا امتحان دے سکی۔ اور پھر آہستہ آہستہ سب بھول گئی۔ آئندہ محبت کرنے سے بھی توبہ کر لی کہ اس نے تو محبت ہی کی تھی۔ اور اب غزالہ کہہ رہی تھی۔ محبت ایک کھلی بکواس ہے۔ یہاں کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا۔ لڑکے انجوائے کرتے ہیں تو لڑکیوں کو بھی لائف انجوائے کرنی چاہیے۔ مگر وہ تو طارق کے بعد لائف انجوائے نہ کر سکی تھی۔ آج طارق کا سوچ کر پھر اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی کہ اس کی یاد آج بھی دل کے کسی حصے میں موجود تھی۔

غزالہ جو بغور اس کو سوچ میں گم اور دیکھ رہی تھی۔ بہت تیز لڑکی تھی فوراً سمجھ گئی کوئی بات ہے ضرور جو روحی اس سے چھپا رہی ہے۔ ہاتھ بڑھا کر روحی کا چہرہ اوپر کرتے ہوئے روحی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"چھپاؤ نہیں مجھ سے۔ سچ سچ بتاؤ کسی سے محبت کرتی ہو نہ۔" اور اب چھپانا بیکار تھا۔ روحی نے چند لمحے سوچا۔ پھر غزالہ پر اعتبار کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بھرائی ہوئی دردناک آواز میں یہ شعر پڑھا۔

وہ تو کہیں ہے اور مگر دل کے آس پاس
پھرتی ہے کوئی شے نگاہ یار کی طرح

اور ضبط کے باوجود دو آنسو آنکھوں سے نکل کر گر پڑے۔ یہ دیکھ کر غزالہ نے کہا۔

"چلو شاباش، اب پوری سٹوری بھی سنا دو۔" اور روحی نے جلدی جلدی ساری سٹوری سنا دی۔ اور ساری سٹوری سننے کے بعد غزالہ نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"ارے یہ ذلیل لڑکے سمجھتے ہیں لڑکیاں ان کے بغیر رہ نہیں سکتیں۔ وہ ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں گے تو ہم مر جائیں گی نہیں ہمیں مرنا نہیں زندہ رہنا ہے۔ بھول جاؤ اس کمینے طارق کو۔ اک ذرا نگاہ اٹھا کر تو دیکھو تمہیں کئی طارق آس پاس تڑپتے ہوئے نظر آئیں گے۔ لاؤ ہاتھ، مجھ سے دوستی کر لو۔ زندہ رہنے اور لائف انجوائے کرنے کے طریقے سکھا دوں گی۔" اور روحی نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ یوں دونوں میں پکی دوستی کا آغاز ہو گیا۔ ادھر اندر روم میں دو لڑکیاں اپنی باتوں میں مصروف تھیں تو باہر شمشاد بیگم غزالہ کی والدہ خالدہ سے کہہ رہی تھی۔

"میرا ایک بیٹا اور تین بیٹیاں ہیں۔" "چھوٹی دونوں بچیاں تو ابھی سکول میں پڑھتی ہیں اور اتنی ذہین ہیں کہ ہر جماعت میں فرسٹ آتی ہیں۔ بڑی اتنی سگھڑ ہے کہ میں کہیں بھی چلی جاؤں مجھے گھر کی فکر نہیں ہوتی۔ اتنے اچھے طریقے سے وہ سارے گھر کو سنبھالتی ہے۔ بیٹا میرا ابھی کالج میں پڑھتا ہے۔ وہ میری بیٹیوں سے بھی زیادہ شریف ہے۔ پڑھائی میں بھی

بہت تیز ہے۔ میرے شوہر نا صرف بہت خوبصورت ہیں بلکہ محنتی بھی ہیں۔ ہماری محبت کی شادی تھی۔ میری بڑی خالہ کا بیٹا ہے۔" شمشاد بیگم جب شروع ہوتی تھیں تو باتیں کرنے کے شوق میں اس کو پتا ہی نہیں چلتا تھا وہ کیا کیا کہہ جاتی ہیں۔ وہ خاموش ہوئیں تو اب باری خالدہ بیگم کی تھی۔ اور وہ کہنے لگی۔

"بہن میرے چار بیٹے اور چار ہی بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹے اور تین بیٹیوں کی شادی کر چکی ہوں۔ تیسری کی تو ابھی ایک ماہ پہلے کی ہے۔ میری چاروں بیٹیاں بہت نیک، پاک، معصوم اور بے حد سیدھی سادی ہیں۔ مجال ہے جو شادی سے پہلے کبھی نگاہ اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا ہو۔ پانچ وقت کی نمازی ہیں اور میں نے تو کبھی تہجد بھی قضا نہیں کی۔" حالانکہ کبھی فجر کی نماز پڑھنی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ "اور بہن بیٹے میرے، میری بیٹیوں سے بھی زیادہ شریف ہیں۔ بڑے کی اگرچہ شادی کر چکی ہوں۔ پر مجال ہے جو میرے پاؤں دبائے بغیر اپنے کمرے میں جائے۔" جبکہ اندر کی حالت یہ تھی جیسی بیٹیاں تھیں۔ ویسے ہی بیٹے تھے۔ "اور میری بہو بہت اچھی ہے۔ میں خود ہی اپنی بیٹی کے ساتھ مل کر سارے گھر کا کام کرتی ہوں۔ بہو کو پریشان نہیں کرتی۔ شوہر نے ساری زندگی جو کمایا میرے ہاتھ پر لا کر رکھا۔ پر اب ذرا بیمار رہتا ہے۔"

قصہ مختصر ان کو باتیں کرتے شام ہو گئی۔ سلیمان گھر آیا تو وہ اجازت لے کر اپنے گھر گئیں۔ اندر روحی، غزالہ سے دوستی پکی کر چکی تھی۔ تو باہر خالدہ شمشاد سے دوپٹہ بدل کر دونوں بہنیں بن گئی تھیں اور جاتے ہوئے خالدہ شمشاد کو اپنے گھر آنے کی دعوت دے کر گئی تھیں۔

------☆☆☆------

خالدہ کا کوئی بھائی نہیں تھا۔ وہ صرف تین بہنیں ہی تھیں۔ باپ بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ ماں نے محنت کر کے مشین چلا چلا کر ان کو پالا تھا۔ سر پر باپ تھا نہ کوئی بھائی۔ اس لیے تینوں بہنوں نے اپنی اپنی زندگی اپنی اپنی مرضی اور آزادی سے بسر کی تھی۔ بڑی بہن اختر ابھی 14 برس کی تھی۔ جب گھر سے بھاگ کر اپنی مرضی سے شادی کر لی تھی۔ پھر کچھ عرصہ بعد شوہر کے ہاتھوں قتل ہو گئی۔ کیونکہ شوہر کی موجودگی میں کسی اور شخص سے اس کا تعلق ہو گیا تھا۔ دوسری خالدہ تھی۔ اپنی جوانی میں شادی سے پہلے خالدہ نے خوب تارے توڑے تھے۔ بہت سارے لڑکوں سے دوستیاں کی تھیں۔ صرف کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کو۔ جس سے شادی کی تھی۔ اس کو بھی پہلے اپنی محبت کے جال میں پھنسا تھا۔

تیسری بہن کوثر تھی۔ وہ ان دونوں کا سرا تھی۔ بہت زیادہ چالاک اور بد کردار۔ خالدہ سے بھی زیادہ لڑکوں سے اس نے دوستی کی تھی۔ اور اہم بات یہ تھی کہ شادی کے بعد بھی کوثر نے اپنی یہ عادت ترک نہیں کی تھی۔ خالدہ جانتی تھی جوانی نام ہی عشق کرنے کا ہے۔ چار دن ہی کو یہ کمبخت جوانی ہوتی ہے۔ شادی کے بعد دو چار بچے ہو جائیں تو لوگ سب بھول جاتے ہیں کس نے اپنی جوانی میں کیا کیا تھا۔ اس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

کئی کئی معاشقے چلانے والی خاندان اور محلے کی لڑکیاں شادی کے بعد دو، چار بچے پیدا کر کے معتبر ماں کا روپ دھار چکی تھیں۔ ان کی ماں کو پتا تھا وہ تینوں بہنیں کیا کیا تارے توڑتی ہیں۔ مگر انہوں نے سب کچھ جاننے کے باوجود ان پر کوئی روک ٹوک نہ لگائی تھی۔ اور اب یہی عادت خالدہ کی تھی۔ اس کی تینوں بڑی بیٹیاں گو کہ برقع پہنتی تھیں۔ مگر اپنے دور میں تینوں نے محلے کے لڑکوں کو اپنی انگلیوں پر خوب نچایا تھا۔ اور اب غزالہ تھی۔ خالدہ اچھی طرح جانتی تھی۔ وہ کس وقت کیا کرتی ہے۔ مگر اپنی ماں کی طرح اس نے بھی غزالہ کو کبھی روکا ٹوکا نہیں تھا۔ ایک بار جب وہ لوہاری میں رہتے تھے تو خالدہ کی بہو نے غزالہ کو محلے کے ایک لڑکے کو پوپی کے ساتھ آنکھ لڑاتے دیکھ لیا اور خاندان کی عزت کا خیال کر کے جب بڑی رازداری سے ساس کو یہ بات بتائی تو مارے غصے کے وہ بہو پر برس پڑی۔

"ارے بہو اگر الگ ہونا چاہتی ہو تو بے شک ہو جاؤ مگر میری معصوم سیدھی سادی بیٹی پر یہ گند الزام نہ رکھو۔" ساس کی بات سن کر بہو بیچاری نے ہونٹ سی لیے۔ پھر بعد میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود بھی کسی سے کچھ نہ کہا کہ شوہر، ساس سے بھی زیادہ سخت مزاج تھا۔ اب ادھر غزالہ تو روحی کو ایک نئی راہ دکھا کر چلی گئی۔

غزالہ کے جانے کے بعد روحی نے بہت دن سوچنے کے بعد اپنے آس پاس کا جائزہ لینا شروع کیا۔ مگر فوری طور پر دور نزدیک کوئی لڑکا دکھائی نہ دیا۔ جس سے وہ محبت کرنے کی غلطی دوبارہ کرتی۔ مگر روحی نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ اس نے محبت کرنے کے لیے لڑکے کی تلاش جاری رکھی ...... کہ محبت کرنے کے لیے لڑکے کا ہونا پہلی شرط ہے۔

اور ہوا یہ کہ چند ہفتے بعد ہی چچا کا بڑا بیٹا عظیم آ گیا۔ وہ اپنے کسی کام سے ادھر آئے تھے۔ جاتے جاتے گھر دیکھنے چلے آئے کہ وہ اس محفل میلاد میں بھی نہ شامل ہو سکے تھے۔ جو نئے گھر میں شفٹ ہونے کے ایک ہفتہ بعد گھر کی خیر و برکت کے لیے بطور شکرانہ منعقد کی گئی تھی۔ عظیم بھائی نے ڈاکٹری پڑھی تھی۔ اور آج کل وہ امریکہ جانے کی تیاری میں تھے۔ سلام دعا کے بعد ہاتھ میں پکڑی بک ٹیبل پر رکھ کر وہ تائی اماں سے باتوں میں مصروف ہو گئے اور روحی ان کے لیے چائے بنانے لگی۔ جبکہ ابو کام پر، سلمان کالج اور روبی، زوبی سکول

گئی ہوئی تھیں۔چائے بنا کر جب روحی نے کیک کے ساتھ چائے عظیم بھائی کو پیش کی تو پھر خود بھی ان کے پاس بیٹھ کر ان کی باتیں سننے لگی اور باتیں سنتے سنتے اچانک ایک خیال اس کے ذہن میں آیا۔اور روحی نے اچانک عظیم بھائی کو دیکھتے ہوئے سوچا۔

محبت کرنے کے لیے عظیم بھائی بھی کچھ برے تو نہیں۔یوں بھی سگے چچا کے بیٹے ہیں۔محبت ہونے کے بعد شادی بھی ہو سکتی ہے۔مگر عظیم بھائی مجھ سے دس برس بڑے ہیں۔اونہہ تو پھر کیا ہوا۔کتنے خوبصورت ہیں اور پھر امریکہ جا رہے ہیں۔اگر میری شادی ان سے ہو جائے تو کتنی اچھی بات ہوگی۔روحی ایک اچھی لڑکی تھی۔مگر بری محبت اپنا اثر لازمی دکھاتی ہے۔غزالہ نے اس اچھی لڑکی کو بہکا دیا تھا اور اس نے غزالہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ایسے ہی وقت کے لیے ماؤں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ بچوں کے بدلتے مشاغل پر، دوستی پر نگاہ رکھیں۔مگر شمشاد کو گھومنے پھرنے سے ہی فرصت نہ تھی۔

عظیم بھائی چائے سے فارغ ہوئے تو وہ خالی برتن اٹھا کر کچن میں چلی آئی۔وہ ابھی کچن میں برتن دھو رہی تھی۔جب عظیم بھائی چلے بھی گئے۔حالانکہ تائی اماں نے ان کو کھانے پر روکنے کی پوری کوشش کی تھی۔عظیم بھائی تو چلے گئے مگر روحی مسلسل انہی کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ ان سے تو بات کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔اظہار محبت کیسے کروں گی......کیونکہ عظیم بھائی کی عادت تھی۔وہ چھوٹوں سے زیادہ فری نہ ہوتے تھے۔اب کیا کروں؟ روحی پریشانی سے سوچنے لگی۔یوں بھی وہ کونسا روز روز آئیں گے۔وہ اپنے روم میں سنجیدگی سے عظیم بھائی سے محبت کرنے کا سوچ رہی تھی کہ ماں نے آواز دی۔وہ فوراً باہر آئی۔

"روحی! دیکھو تو عظیم جلدی میں اپنی بک یہاں بھول گیا ہے۔اٹھا کر اپنے روم میں رکھ دو۔ادھر مزنگ سے کوئی آیا تو یاد سے دے دینا۔" شمشاد نے روحی کو دیکھتے ہی کہا۔روحی نے خاموشی سے جھک کر ٹیبل سے بک اٹھائی اور اپنے روم میں لے آئی۔

وہ رات روحی کی صرف یہی سوچتے ہوئے گزری تھی کہ عظیم بھائی سے اظہار محبت کے لیے کونسا طریقہ اختیار کیا جائے۔ارے دفعتاً اس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی تیزی سے لپکا۔کیوں نہ خط لکھ کر عظیم بھائی کی بک میں رکھ دیا جائے۔اونہہ بھائی نہیں صرف عظیم۔ان کی بک ان کے بغیر کوئی نہیں کھول سکتا۔ہاں یہی درست ہوگا۔روحی نے سوچا اور مطمئن ہو گئی۔ایک بوجھ تھا جو دماغ سے اتر گیا تھا۔مگر اب ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا تھا کہ لیٹر لکھا کیسے جائے؟ اظہار محبت کن الفاظ میں کیا جائے؟ طارق اس کے برابر کا تھا جبکہ عظیم بھائی دس برس بڑے تھے۔مگر اب جب محبت کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تو پھر لیٹر کا مضمون تو لازمی سوچنا تھا۔سو بہت سوچنے کے بعد روحی نے لکھا۔

"بہت اچھے عظیم!

بہت ڈرتے ڈرتے سلام محبت اور دعائیں۔

ہو سکتا ہے آپ میرا یہ لیٹر پڑھ کر بہت خفا ہوں مگر میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر لکھ رہی ہوں۔جب میں وہاں مزنگ میں آپ کے قریب رہتی تھی تو کبھی احساس تک نہ ہوا۔مگر یہاں نئے گھر میں آپ سے دور ہونے پر محسوس ہوا کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔اب مزید ضبط کی تاب نہیں۔اس لیے دل کا حال لکھ کر آپ کی بک میں رکھ رہی ہوں۔یقین کیجئے گا مجھے آپ سے بہت شدید محبت ہے۔اگر آپ مجھے نہ ملے تو میں زندہ نہیں رہ پاؤں گی۔آپ کے دل میں میرے لیے کیا جذبات ہیں ضرور لکھئے گا۔نیچے اس نے ایک فلمی گیت کے بول لکھے۔

ہم تمہیں چاہتے ہیں ایسے
مرنے والا کوئی زندگی چاہتا ہو جیسے

آپ کے جواب کی منتظر......
آپ کی اپنی روحی"

خط لکھ کر روحی ہلکی پھلکی ہو گئی اور لیٹر تہہ کر کے فوراً بک کے اندر رکھ دیا اور لگی ویٹ کرنے کہ کب کوئی مزنگ سے آئے اور وہ یہ بک اس کے ہاتھ عظیم بھائی کو بھجوائے۔اس کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ایک ہفتہ بعد چچی شام کے ٹائم چچا کے ساتھ ان کو ملنے آ گئی۔رات گئے تک وہ لوگ بیٹھے رہے۔خوب باتیں ہوتی رہیں۔رات کا کھانا کھا کر جب وہ لوگ جانے لگے تو روحی بھاگی بھاگی اپنے روم میں گئی اور بک لا کر چچی کے سپرد کرتے ہوئے کہا۔

"عظیم بھائی بھول گئے تھے،ان کو دیجئے گا۔" اور وہ لوگ بک لے کر چلے گئے۔ اب دھڑکتے دل کے ساتھ روحی جواب کی منتظر تھی۔ مگر اس کو یہ بھی معلوم تھا عظیم بھائی بغیر کسی کام کے فضول میں ادھر ادھر آنا جانا پسند نہیں کرتے۔ مگر ہوا یہ کہ......

اگلے ہی روز جب دوپہر کے بعد امی زوبی کو ساتھ لے کر بڑی خالہ کے گھر گئی ہوئی تھیں۔ گھر میں اس وقت وہ اور روبی اکیلی تھیں۔ روبی اوپر چھت پر تھی جبکہ وہ خود برآمدے میں صوفے پر بیٹی رضیہ بٹ کا ناول پڑھ رہی تھی۔ اچانک باہر کا دروازہ کھلا، وہ سمجھی سلمان ہے۔ اس لیے آرام سے بیٹھی پڑھتی رہی۔ چونکی تو اس وقت بلکہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ جب عظیم بھائی نے اس کے سر پر پہنچ کر اس کو اپنی رعب دار آواز میں پکارا۔ روحی کو ان کے اتنی جلدی آنے کی امید ہرگز نہ تھی۔ یہی وجہ تھی ان کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر وہ ڈر گئی۔

"آپ اور اس وقت۔" اس کے منہ سے صرف یہی نکلا۔

"کیوں آنے کے لیے ٹائم فکس کرنا ضروری ہے۔" انہوں نے ناگواری سے کہا۔

پھر روحی کے ہاتھ میں پکڑی بک دیکھ کر پوچھا۔

"کیا پڑھ رہی ہو؟"

"رضیہ بٹ کی "کاملہ"......" روحی نے بک ان کے سامنے کی۔ انہوں نے پکڑ کر چند سطریں پڑھیں پھر بک واپس کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا یہی خرافات پڑھنے کا اثر ہے جو تم نے اتنی بڑی حرکت کی۔"

"کونسی حرکت......؟" روحی نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی معصوم بن کر پوچھا؟

"لیٹر کیوں لکھا تھا؟" انہوں نے وہیں کھڑے سخت ناگواری سے پوچھا۔

"اگر آپ نے لیٹر پڑھ لیا ہے تو پتا چل گیا ہوگا کیوں لکھا ہے۔" اب کے روحی نے خود کو سنبھال کر جواب دیا۔

"بک میری بجائے کوئی اور کھول لیتا تو۔" انہوں نے روحی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کی اجازت کے بغیر کوئی آپ کی چیز چھونے کی جرأت کر سکتا ہے؟" روحی نے مسکرا کر کہا۔

"تم نے اگر لو لیٹر لکھنے کی جرأت کر لی ہے تو باقی چھونے کی جرأت تو کر ہی سکتے ہیں۔" انہوں نے ذرا کرخت لہجے میں کہا۔ اب کے روحی خاموش رہی اور عظیم بھائی نے پاکٹ سے روحی کا لو لیٹر نکال کر اس کے سامنے پرزے پرزے کر کے اس کے حوالے کرتے ہوئے سخت غصے سے روحی کو تنبیہ کی۔

"دوبارہ یہ غلطی کبھی نہ کرنا ورنہ بہت بری طرح پیش آؤں گا۔ نفرت ہے مجھے ان چھچھوری حرکتوں سے۔ حد ہوتی ہے بے شرمی کی۔" بات ختم کر کے وہ جانے کو مڑے۔

"آپ میری بات تو سنیں۔" روحی نے روہانسی ہو کر کہا۔

"بکواس بند کرو۔" انہوں نے کہا اور فوراً ہی چلے گئے اور روحی پرزے پرزے لو لیٹر ہاتھ میں لیے گم سم سی کھڑی رہ گئی۔ محبت کرنے کی پہلی کوشش توہین آمیز انداز میں ناکامی سے دوچار ہوئی تھی۔

ادھر روبی جو سیڑھی میں بیٹھی اپنی ڈول سے کھیل رہی تھی۔ اس نے عظیم بھائی کی ساری باتیں سن لی تھیں۔ ان کے جانے کے بعد اٹھ کر روحی کے پاس آئی اور پوچھا۔

"بھائی جان چلے گئے۔" روحی چونکی پھر تلخی سے کہا۔

"ہاں دفع ہو گئے ہیں۔" اور اپنے پہلے لو لیٹر کے پرزے جلانے کچن میں چلی گئی تھی۔ لیکن اس کا موڈ بے حد خراب تھا۔ اور وہ غصے سے کھولتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ کیا تکلیف ہوتی عظیم بھائی کو اگر میری محبت کا جواب محبت سے دے دیتے۔ اونہہ بڈھا ہٹلر کا ہوتا تو پتا چلتا محبت کس کو کہتے ہیں۔ اس نے روبی سے کہہ دیا تھا گھر میں کسی کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ عظیم بھائی آئے تھے اور روبی نے ان کی بات سن کر جی اچھا کہتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ اور روحی غصے میں بھری اپنے روم میں چلی گئی تھی۔ جبکہ روبی ایک بار پھر اپنی ڈول سے کھیلنے لگی تھی۔

سارا دن روحی کا موڈ آف رہا۔ اسی آف موڈ کے ساتھ وہ رات کا کھانا بنا رہی تھی۔ جب امی کی واپسی ہوئی اور ان کے ساتھ روحی کی خالہ کی بیٹی نرگس بھی تھی۔ نرگس کو دیکھ کر روحی کی

دن بھر کی کوفت جاتی رہی کہ وہ دونوں کزن ہونے کے علاوہ فرینڈز بھی تھیں۔ نرگس سیدھی روحی کے پاس کچن میں آئی اور گلے ملنے کے بعد ایک بوتل روحی کے حوالے کرتی ہوئی بولی۔

"سبزیوں کا اچار ڈالا تھا تمہارے لیے بھی لے کر آئی ہوں۔" اور روحی خوش ہوگئی۔ پھر ان دونوں نے مل کر ہی کچن کا کام ختم کیا۔ اور رات کا کھانا کھلانے اور کھانے کے بعد روحی اس کو اپنے روم میں لے گئی۔ روبی سے روحی نے کہہ دیا تھا کہ آج وہ بھی امی اور زوبی کے ساتھ ان کے روم میں سو جائے۔ کیونکہ ان دونوں فرینڈز نے رات گئے تک گپ شپ کرنی تھی۔ وہ دونوں جب بھی اکٹھی ہوتی تھیں تو خوب باتیں کرتی تھیں۔

پورا ایک ہفتہ نرگس ان کے یہاں رہی اور گھر میں خوب رونق رہی۔ اچھے اچھے پکوان پکتے رہے۔

سلمان بھائی بھی گھر جلدی آجاتے تھے۔ ایک دو بار غزالہ بھی نرگس سے ملنے آئی تھی۔ تینوں الگ بیٹھیں پتا نہیں کیا کیا باتیں کرتی تھیں۔ اور روحی نے بڑی رازداری سے غزالہ کو بتایا تھا کہ اس کے پہلے لو لیٹر کا عظیم نے کیا حشر کیا تھا۔ وہ تو شکر ہے ان کی کسی سے فضول بات کرنے کی عادت نہیں تھی۔ ورنہ وہ اگر اپنی امی کو بتا دیتے تو کتنی رسوائی ہوتی۔ "پورے خاندان میں میری خاک عزت رہ جاتی۔ تم نے میری بے عزتی کروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔" وہ بسوری۔

"ارے تمہارے عظیم بھائی پہلے ہی کسی کو چاہتے ہوں گے۔ ورنہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ لڑکی کسی لڑکے کو لو لیٹر لکھے اور وہ جواب نہ دے۔" "خیر فکر نہ کرو اپنی تلاش جاری رکھو کوئی نہ کوئی بیوقوف...... سوری مطلب لڑکا مل ہی جائے گا۔" جواباً روحی کچھ نہ بولی تھی اور غزالہ نرگس سے ملنے اور کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد اپنے گھر چلی گئی تھی۔

جس دن نرگس نے اپنے گھر جانا تھا۔ اس کی امی صبح ہی صبح اس کو لینے چلی آئی تھیں۔ وہ تو شمشاد نے مارے محبت کے بہن کو دوپہر کے کھانے تک روک لیا۔ سردی کے چھوٹے چھوٹے دن تھے۔ خالہ اور امی نے مل کر پالک بنائی، پھر نرگس اور روحی نے روز کی طرح مل کر کھانا بنایا۔ پالک گوشت روحی نے اور پلاؤ نرگس نے، سلاد بھی نرگس نے بنائی تھی بلکہ بنائی کم کھائی زیادہ تھی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد شمشاد بہن کو لے کر اپنی نئی پہیلی خالدہ کے گھر چلی گئی۔ تو روحی نرگس کو لے کر اوپر چھت پر آگئی جہاں روبی اور زوبی اپنے سکول کا ہوم ورک کر رہی تھیں۔ وہ دونوں منڈیر کے ساتھ کھڑی ہو کر باتیں کرنے لگیں۔ باتیں کرتے کرتے نرگس نے چونکتے ہوئے کہا۔

"روحی ذرا سامنے تو دیکھو وہ لڑکا تمہیں مسلسل دیکھ رہا ہے۔"

"کون......؟" کہتے ہوئے روحی نے سامنے دیکھا۔ چھ سات گھر چھوڑ کر ایک چھت پر دو لڑکے کھڑے ان کی جانب دیکھ رہے تھے۔ روحی کے دیکھنے پر ایک مسکرایا تھا۔ یہ دیکھ کر نرگس نے پوچھا۔

"یہ کیا چکر ہے بھئی؟"

"مجھے کیا پتہ، میں تو آج پہلی بار ان دونوں کو دیکھ رہی ہوں۔" روحی نے جواباً کہا۔ نرگس بولی۔

"اگر یہ بات ہے تو وہ تمہیں دیکھ کر مسکرایا کیوں ہے۔"

"جا کر اسی سے پوچھ لو۔ اگر میری بات پر یقین نہیں۔" روحی نے جل کر کہا۔ تبھی نیچے سے نرگس کی امی نے آواز دی تو وہ دونوں جلدی سے نیچے آئیں اور فوراً ہی خالہ نرگس کو لے کر چلی گئیں۔ روحی دوپہر کے گندے برتن دھونے کچن میں آگئی اور امی اوپر چھت پر زوبی اور روبی کے پاس دھوپ تاپنے چلی گئی تھیں۔ روحی برتن صاف کر رہی تھی مگر دھیان سارے کا سارا اس لڑکے میں تھا جس نے مسکرا کر روحی کو دیکھا تھا۔

روحی نے سوچا۔ اچھا خاصا خوبصورت لڑکا تھا اور شکل سے ہی بہت زیادہ پڑھا لکھا لگتا تھا۔ مگر وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا کیوں تھا؟ کپڑے ڈالنے کے علاوہ تو میں کبھی چھت پر نہیں گئی کہ مجھے دھوپ میں بیٹھنا پسند نہیں جبکہ وہ لڑکا یوں مسکرایا تھا جیسے پہلے سے ہی مجھے جانتا ہو۔ شاید میں اس کو اچھی لگی ہوں۔ شاید یہی بات ہے۔ کل پھر چھت پر جا کر دیکھ لوں گی۔ اگر میرا اندازہ درست ہے۔ یعنی میں اسے اچھی لگی ہوں تو لڑکا بھی برا نہیں۔ وہ برتن صاف کر کے اپنے روم میں آگئی۔ اب اس کو بے چینی سے کل کا انتظار تھا۔

اگلی صبح جب ابو، سلمان، زوبی، روبی ناشتے سے فارغ ہو کر گھر سے چلے گئے تو روحی نے امی کا ناشتہ بنایا اور ناشتے سے فارغ ہوتے ہی وہ جلدی جلدی سارے گھر کا کام نپٹانے لگی۔ جبکہ شمشاد بیگم سبزی لینے چلی گئی تھی۔ وہ سبزی لے کر آئیں تو روحی نے کہا۔

"امی سبزی اوپر چھت پر لے جائیں میں بھی وہیں آتی ہوں۔"
روحی کی بات سن کر شمشاد نے حیران ہو کر اس کو دیکھا۔جانتی تھی محض اپنی رنگت میلی ہونے سے بچانے کے لیے وہ کبھی دھوپ میں نہیں بیٹھی کہ کہیں میرا گورا رنگ کالا نہ ہو جائے۔
مگر آج وہ خود ہی کہہ رہی تھی کہ سبزی اوپر لے جائیں۔وہ کچھ بولے بغیر یونہی سبزی والا شاپر اٹھائے چھت پر آ گئیں۔چند منٹ بعد ہی روحی چھری اور برتن لے کر چھت پر آ گئی۔
شمشاد بیگم آج پکانے کو آلو میتھی لائی تھیں۔نرگس کی وجہ سے روزانہ گوشت پکتا تھا۔شمشاد نہیں چاہتی تھی کہ نرگس گھر جا کر کہے خالہ کے یہاں خالی سبزی پکتی ہے۔وہ اس قسم کی چھوٹی چھوٹی غیر اہم باتوں کو بہت زیادہ اہمیت دیتی تھیں۔محض شو مارنے کے چکر میں کہ خاندان کو پتہ چلے ہم بہت امیر ہیں۔
آج انہوں نے پہلے تو روحی سے پوچھا تھا کیا پکایا جائے۔اور جب روحی نے کہا اپنی مرضی سے کچھ بھی لے آئیں تو وہ بہت سوچنے کے بعد آلو میتھی لے آئیں۔آلو میتھی سبھی بچے شوق سے کھاتے تھے۔اب روحی اوپر آئی۔ماں کے قریب بیٹھ گئی۔بیٹھنے سے پہلے اس نے سامنے دیکھا مگر اس وقت چھت خالی تھی۔وہ چھری اور باسکٹ لے کر ماں کے قریب بیٹھ گئی۔شمشاد میتھی بنا بنا کر اس کو پکڑاتی گئی اور روحی کاٹتی رہی۔مگر دھیان سارے کا سارا سامنے والی چھت کی جانب تھا۔یہی وجہ تھی وہ ماں کی باتیں بھی دھیان سے نہیں سن رہی تھی۔
وہ پوچھ رہی تھی نرگس کو اپنا سوٹ پسند آیا تھا۔اس نے صرف سوٹ ہی سنا تھا۔چونک کر پوچھا۔
"کونسا سوٹ؟"
"جو نرگس کو دینے کے لیے بازار سے لائی تھی۔" تمہارا دھیان کہاں پر ہے۔
"اچھا وہ سوٹ۔ہاں نرگس نے بہت پسند کیا تھا اور کہا تھا میں بے شک ایک دن بھی رہ کر جانے لگوں خالہ سوٹ دینا نہیں بھولتیں۔" روحی نے سنبھال کر جواب دیا۔اور شمشاد دل میں یہ سوچ کر بہت خوش ہوئیں۔کہ اگر نرگس نے روحی کو یہ بات کہی ہے تو باقی سارے خاندان میں بھی تو......ادھر روحی نے میتھی کاٹنے کے بعد آلو بھی چھیل لیے حتیٰ کہ ادرک پیاز بھی کاٹ لی مگر سامنے والی چھت خالی ہی رہی۔سبزی بنانے کے بعد بھی وہ کتنی دیر ماں سے باتیں کرتی رہی اور شاید مزید کرتی رہتی وہ تو شمشاد نے کہا۔
"بچے آنے والے ہیں، جاؤ اب کھانا تیار کرو۔" اور روحی سامنے والی چھت کو دیکھتے ہوئے مایوسی سے نیچے آ گئی۔پھر کھانا بناتے ہوئے روحی نے سوچا۔
'بے وقوفی کی بھی حد ہوتی ہے۔وہ اگر پڑھتا ہے تو اس وقت کسی درسگاہ میں ہو گا اور اگر جاب کرتا ہے تو آفس میں بزی ہو گا۔پھر وہ اپنی بے تابی اور بے وقوفی پر ہنستے ہوئے کھانا بنانے لگی۔آلو میتھی پکتے دیر ہی کتنی لگتی ہے۔سالن جلدی تیار ہو گیا۔سالن پکنے کے ساتھ ساتھ اس نے آٹا بھی گوندھ کر رکھ دیا تھا۔روٹیاں اس لیے نہیں بنائی تھیں کہ ابو کو نکال کر آلو میتھی کے ساتھ سبھی گھر والے پراٹھے کھاتے تھے اور پراٹھا گرم گرم ہی اچھا لگتا ہے۔
وہ چولہا ہلکا کر کے ابھی کچن سے باہر نکلی ہی تھی کہ روبی، زوبی سکول سے آ گئیں۔روحی کو سلام کرنے کے بعد وہ دونوں یونیفارم بدلنے اندر چلی گئیں۔روحی نے واپس کچن میں آ کر توا چولہے پر رکھ کر آنچ تیز کی اور پیڑا بنانے لگی۔جب تک وہ یونیفارم بدل کر باہر آئیں ان کے پراٹھے بنا چکی تھی۔ان دونوں کو سالن ڈال کر دیا تو سلمان بھی کالج سے آ گیا اور امی بھی کھانے کے لیے چھت سے نیچے آ گئیں۔بہر حال جب سب کھانے سے فارغ ہو گئے تو روحی نے سکون کی سانس لی اور ہاتھ دھو کر کچن سے باہر آئی اور چھت پر جانے کا سوچنے لگی۔
امی کھانا کھانے کے بعد چھت پر جانے کی بجائے محلے کا ایک چکر لگانے چلی گئی تھیں کیونکہ اس کے بغیر ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا تھا۔یوں بھی ان کو گھومنے پھرنے کا شوق تھا۔ان کے جانے کے بعد سلمان بھی اپنے روم میں چلا گیا۔
کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اس کو اکیڈمی جانا تھا۔جبکہ روبی، زوبی اپنی ڈول سے کھیلنے لگیں۔کھیلنے کے بعد ان کو بھی روحی سے نا صرف پڑھنا تھا بلکہ سکول سے ملا ہوا ہوم ورک بھی مکمل کرنا تھا۔روحی لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی بے چینی سے سلمان کے اکیڈمی جانے کی منتظر تھی اور جیسے ہی سلمان اکیڈمی گیا روحی نے روبی زوبی سے حکمانہ انداز میں کہا چلو اب تم دونوں بھی اپنا ہوم ورک مکمل کرو اور پھر پڑھنا بھی ہے۔روبی زوبی خاموشی سے اٹھیں اور اپنے بستے لے کر اوپر چلی گئیں تو تھوڑی دیر بعد روحی بھی ان کے پیچھے چلی آئی۔
مگر افسوس! سامنے والی چھت ابھی تک خالی تھی۔وہ یونہی بے زاری سے چھت پر ٹہلنے لگی اور جب کافی دیر بعد تھک کر نیچے آنے لگی تھی وہ نظر آ گیا۔روحی سب کچھ بھول کر وہیں سیڑھی پر رک کر اس کو دیکھنے لگی۔وہ بھی گویا اسی کے لیے چھت پر آیا تھا۔ہونٹوں پر مسکراہٹ اور نگاہیں روحی پر جمی تھیں۔روحی نے بھی غزالہ کی باتوں کی روشنی میں کہ پرویز نے سلام کیا تو میں نے بھی جوابی سلام کرنے میں دیر نہیں لگائی۔اس کی مسکراہٹ کے جواب میں مسکرانے میں دیر نہیں لگائی۔پھر لڑکا تو کھڑا اس کو دیکھتا رہا جبکہ روحی نے جلدی سے کاپی قلم

لے کر وہیں منڈیر پر کاپی رکھ کر ایک مختصر سا لو لیٹر لکھا اور مکمل کرنے کے بعد تہہ کر کے وہیں کھڑے لڑکے کو دکھایا۔ پھر جھک کر روبی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولی۔

"روبی! ذرا ادھر آؤ۔"

"آپی مجھے پڑھنے دیں۔ کل میرا ٹیسٹ ہے۔" روبی نے یہ کہتے ہوئے روحی سے اپنا ہاتھ چھڑایا تو روحی نے سخت لہجے میں کہا۔

"فوراً اٹھو نہیں تو ابھی مار مار کر حلیہ بگاڑ دوں گی۔" روبی مارے خوف کے جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی کہ آپی کا فی ہاتھ چھٹ تھی۔ روحی سامنے چھت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آہستگی سے بولی۔ اس ڈر سے کہ کہیں روبی نہ سن لے اور امی کو نہ بتا دے کہ وہ ابھی زیادہ چھوٹی تھی۔ اگر روحی بھی اس کو مارتی تھی تو وہ فوراً امی سے شکایت کر دیتی تھی اور روحی کو امی سے خوب ڈانٹ پڑتی تھی کہ اتنی چھوٹی بہن کو مارتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی جبکہ روبی اس کے ساتھ اس کے روم میں سوتی تھی۔ شروع ہی سے جب وہ طارق کو ملتی تھی تو روبی اس کے ساتھ ہوتی تھی کہ وہ دونوں ایک ہی سکول میں پڑھتی تھیں۔

"دیکھو روحی وہ سامنے کی چھت پر جو لڑکا کھڑا ہے، بھاگ کر جاؤ اور یہ خط اس کو دے آؤ۔ مگر یاد رکھنا کسی کو بتانا نہیں۔"

"مگر آپی!" روبی نے پھر کہنا چاہا۔

"اگر مگر کچھ نہیں۔" روحی اس کی بات کاٹ کر آنکھیں نکالتی ہوئی بولی۔ "جیسا کہہ رہی ہوں ویسا ہی کرو۔" روبی خط لے کر نیچے چلی گئی۔ لڑکا دور کھڑا یہ ساری کارروائی دیکھ رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔ پھر روبی کے آنے سے پہلے ہی وہ اپنے گھر کے دروازے کے باہر آن کھڑا ہوا تھا۔ روبی اس کو رقعہ دے کر مڑی تو اس نے نرمی سے کہا۔

"بیا شام کو اس خط کا جواب لے جانا۔" روبی کوئی جواب دینے کی بجائے گھر واپس بھاگ آئی تھی۔ روحی اس کی منتظر تھی۔ دیکھتے ہی پوچھا۔

"خط لیتے ہوئے انہوں نے کچھ کہا بھی تھا؟"

"جی آپی! انہوں نے کہا تھا کہ شام کو آ کر اس خط کا جواب لے جانا۔" روحی یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور اگلی شام کا انتظار کرنے۔ ایک نئی لگن غزالہ نے اس کے اندر پیدا کی تھی۔ ورنہ وہ تو طارق کے جانے کے بعد ان باتوں سے توبہ کر چکی تھی۔ مگر اب غزالہ سے ملنے کے بعد اور اس کی بے باک باتیں سننے کے بعد وہ بے چین ان لمحوں کی منتظر تھی۔ جب پھر کوئی طارق اس کے ساتھ پیار بھری باتیں کرے اور کہے وہ بہت خوبصورت ہے۔ وہ تھی بھی خوبصورت۔ مگر غزالہ تو کہہ رہی تھی لڑکوں کے نزدیک خوبصورتی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ صرف لڑکی ہونا شرط ہے۔ ہونٹ کالے ہوں یا گلابی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اچانک امی گھر میں داخل ہوئی تو روحی جلدی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

------☆☆☆------

شاکر خان لیٹر کھول کر ابھی پڑھنے ہی لگا تھا کہ نوید روم میں داخل ہوا اور شاکر خاں کے ہاتھ میں لیٹر دیکھ کر پوچھا۔

"کیا پڑھ رہے ہو؟"

"لو لیٹر۔" شاکر خان نے خط پڑھتے پڑھتے جواب دیا۔

"کس نے بھیجا ہے یہ لو لیٹر؟" نوید نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے پوچھا۔

"اس لڑکی نے جو کل آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی، آج آفس سے آتے ہی میں اس کو چیک کرنے اوپر گیا وہ گویا پہلے ہی سے میرے انتظار میں ٹہل رہی تھی۔ اس کو دیکھ کر میں مسکرایا۔ جواباً وہ بھی مسکرائی۔ پھر وہیں دیوار پر کاپی رکھ کر اس نے جلدی جلدی خط لکھا اور نا صرف لکھا بلکہ فوراً ہی اپنی چھوٹی بہن کے ہاتھ بھیج بھی دیا۔ ابھی ابھی دے کر گئی ہے اس کی بہن۔" شاکر خان نے بتایا۔

"واہ! کیا پھرتیاں ہیں۔" نوید نے ہنس کر کہا۔ پھر کوٹ اتارتے ہوئے پوچھا۔ "بائی دی وے لکھا کیا ہے اس پیاری لڑکی نے۔"

"کچھ زیادہ نہیں، صرف یہ پوچھا ہے کل آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے کیوں تھے جبکہ اس سے پہلے میں نے آپ کو دیکھا تک نہیں، کیا میں آپ کو اچھی لگی ہوں؟ اگر یہی بات ہے تو جواب ضرور دیجئے گا۔" شاکر خان خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد نوید سے پوچھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ابھی غلط فہمی دور کرنے کی۔" نوید نے تیزی سے کہا تو شاکر خاں سوچتے ہوئے بولا۔
"یار میرے لیے یہ بڑی حیرت کی بات ہے۔ بڑے شہروں میں لڑکیاں خود لڑکوں کو لفٹ کراتی ہیں۔" یہ سن کر نوید نے ہنس کر کہا۔
"شاکر خاں تم لفٹ کی بات کرتے ہوئے، بڑے شہروں کی لڑکیاں لڑکوں کو بڑے عشق کرواتی ہیں۔ میرا ایک دوست تھا عمران اس کی ایک لڑکی فرخ سے دوستی ہوگئی تھی۔ وہ بتاتا تھا میں جب بھی فرخ سے ملتا ہوں مجھ سے زیادہ وہ بے تاب ہوتی ہے۔ اس کا انداز ہمیشہ خود سپردگی لئے ہوتا ہے۔ یعنی تم کچھ بھی کرلو وہ تو میں ہی شریف بندہ ہوں۔ آخری حد تک نہیں جاتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے آنے کا وعدہ کیا اور وہ نہ آسکی اور میں خفا ہوگیا۔ اگلی بار وہ آئی تو آتے ہی میرے سینے سے لگ گئی۔ میں خفگی کی وجہ سے ذرا اکڑا میں بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ فرخ نے یہ دیکھا تو ایک ہاتھ میرے سر کے پیچھے رکھ کر میرا چہرہ خود اپنے چہرے پر جھکا لیا اور ایک طویل بوسے کی رشوت دے کر مجھے منا لیا۔ ہاں تو بھائی شاکر خاں! لڑکیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو لڑکوں سے زیادہ لڑکوں کی قربت کے لیے بے قرار ہوتی ہیں۔ لکھو اس خط کا جواب اور بلاؤ اس لڑکی کو یہاں، دونوں مل کر عیش کریں گے۔ آخر تو تمہیں پشاور اور مجھے اسلام آباد واپس جانا ہے اور جانے سے پہلے اس کی غلط فہمی بھی دور کرتے جائیں گے لیکن یہ جو چھ ماہ ادھر رہنا ہے ذرا مزے کرتے ہوئے گزاریں۔ کیا خیال ہے؟" نوید نے بات ختم کر کے شاکر خان کی رائے جاننے کے لیے اس کی جانب دیکھا، جو ابھی تک خط ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔
"میں یہ دھوکا نہیں کرسکتا۔ یوں بھی یہ گناہ ہے۔" شاکر خان نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا۔
"اٹس او کے! نہ بلاؤ۔ مگر لیٹر کا جواب تو لکھو گے نا۔" نوید نے پوچھا۔
"ہاں اتنا سا انجوائے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"
شاکر خان نے جواب دیا تو نوید نے پوچھا۔
"اچھا چھوڑو یہ بتاؤ پکایا کیا ہے، بھوک لگ رہی ہے۔ آج میں لیٹ آیا ہوں آفس سے۔ آتے ہوئے قیمہ مٹر لایا ہوں مگر پکا نہیں سکا کہ آتے ہی اوپر چلا گیا اور دس منٹ ہی ہوئے ہیں مجھے آئے ہوئے۔ اب تم چینج کرکے مٹر چھیل دو، میں تب تک قیمہ بھون لیتا ہوں۔" شاکر خاں نے لیٹر رکھتے ہوئے قیمے والا شاپر اٹھایا۔
"یار بس جلدی سے قیمہ ہی بھون لو، بہت بھوک لگی ہے۔" نوید نے کہا تو شاکر خاں بولا۔
"نوید میں قیمہ مٹر بہت زبردست بناتا ہوں۔ تم مٹر چھیلو میں قیمہ بھون لیتا ہوں۔" پھر وہ باہر چلا گیا۔ وہ دونوں بہت گہرے دوست تھے۔
شاکر خان کا تعلق پشاور سے تھا اور نوید اسلام آباد کا رہنے والا تھا۔ دونوں دوست ابھی تک غیر شادی شدہ تھے۔ تاہم شاکر خاں کی منگنی ہوچکی تھی اور نوید کے گھر والے بھی اس کے لیے لڑکی کی تلاش کر رہے تھے کہ اچانک دونوں کا ٹرانسفر لاہور ہوگیا۔ لاہور ہی میں رہنے والے شاکر خان کے ایک دوست وقار نے ان کے لیے اس گھر کا بندوبست کیا تھا جو ابھی پوری طرح مکمل نہیں ہوا تھا اور وقار نے کہا تھا۔
"تم چار چھ ماہ شوق سے اس گھر میں رہو، فی الحال سرمائے کی کمی کے باعث اس گھر کی تعمیر رکی ہوئی ہے۔ یہ گھر میرے ایک بے حد عزیز دوست کا ہے، جو اپنی فیملی کے ساتھ لندن میں رہتا ہے۔ اور اس کی دیکھ بھال اس نے مجھے سونپ رکھی ہے۔" یہ سن کر شاکر خان فوراً رضامند ہوگیا کہ کرائے کی بچت ہو رہی تھی۔ ان دونوں کو اس گھر میں آئے ہوئے ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا تھا کہ وہ دوست جس کی وجہ سے اس گھر میں قیام کرنے میں کامیاب ہوئے تھے پاکستان آگیا۔ اس کا پتا گھر روجی کے گھر کی پچھلی لائن میں تھا۔ پرسوں جب روجی یہ سمجھی کہ وہ اس کو دیکھ کر مسکرایا ہے۔ وہ روجی کے پیچھے اپنے گھر کی چھت پر کھڑے اپنے دوست وقار کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔ جو دور ہونے کی وجہ سے ان کا حال احوال پوچھ رہا تھا اور روجی غلط فہمی کا شکار ہوگئی تھی۔
شاکر خاں سے زیادہ اس بات کو نوید نے محسوس کیا اور کہا۔
"یار شاکر! دونوں لڑکیاں شاید یہ سمجھی ہیں کہ تم ان کو دیکھ کر مسکرا رہے ہو۔ ذرا ادھر دیکھو ان میں سے ایک لڑکی مسلسل تمہیں دیکھتی جا رہی ہے۔"
یہ سن کر شاکر خاں نے بغور روجی کو دیکھا پھر کہا۔
"اگر یہ بات ہے تو کل پھر چیک کرلیں گے۔" اور آج آتے ہی لباس بدل کر اوپر چھت پر چیک کرنے گیا تو نوید کی بات سچ نکلی تھی۔ بلکہ وہیں اس کے سامنے کھڑے کھڑے

اس نے لیٹر لکھ کر اس کو فوراً بھیج بھی دیا تھا۔روحی کے لیٹر کا جواب سوچتے ہوئے اس نے قیمہ مٹر پکایا تو وہ بجائے زبردست بننے کے بہت خراب بن گیا تھا۔نوید ہمیشہ شاکر خاں کے بعد آفس سے آتا تھا اور آتے ہوئے روٹیاں لانا اس کی ذمہ داری تھی۔

نوید کے آنے تک شاکر خاں سالن تیار کر چکا ہوتا تھا۔جبکہ صبح کا ناشتہ نوید بنا لیتا تھا۔یعنی دونوں دوست مل جل کر گھر کا کام کر لیتے تھے۔ہاں تو اب جب قیمہ مٹر پکنے کے بعد دونوں دوست کھانے کیلئے بیٹھے تو پہلا نوالہ منہ میں رکھتے ہی نوید چلایا بلکہ غرایا۔

"ایسا ہی قیمہ مٹر زبردست ہمیشہ پکاتے ہو، کمینے! کتنی تیز مرچ ہے اور نمک شاید ڈالا ہی نہیں۔" شاکر خان جو پانی کا جگ اور گلاس رکھ رہا تھا جلدی سے ایک نوالہ لیا پھر کچھ کہے بغیر کچن میں گیا اور نمک دانی اٹھا لایا۔نمک ڈالنا وہ واقعی بھول گیا تھا۔بہر حال اب نمک ڈالنے کے باوجود سالن میں وہ ذائقہ پیدا نہیں ہو سکا تھا جو پکتے ہوئے سالن میں نمک ڈالنے پر ہوتا ہے۔نوید نے سی سی کرتے اور بڑبڑاتے ہوئے جیسے تیسے کھانا ختم کیا اور پھر کتاب کھول کر اپنے بستر میں لیٹ گیا۔شاکر خاں کفارے کے طور پر اس کے لیے اچھی سی چائے بنا کر لے آیا۔حالانکہ کھانے کے بعد چائے بنانا نوید کی ذمہ داری تھی۔اب چائے پی کر نوید کا موڈ پورا تو نہیں مگر کافی حد تک بہتر ہو گیا تھا۔جبکہ شاکر خاں چائے پینے کے بعد روحی کے لیٹر کا جواب لکھنے بیٹھ گیا تھا۔

غروب آفتاب سے چند منٹ پہلے روحی نے روبی کو اپنے لیٹر کا جواب لینے بھیجا تھا اور روبی کا جانا بے کار نہیں گیا تھا۔شاکر خاں اس کی آمد سے پہلے ہی گھر کے دروازے پر اس کا منتظر تھا۔روبی نے لیٹر لیا اور فوراً گھر بھاگ آئی۔آپی کچن میں روٹیاں بنا رہی تھی۔امی زوبی اندر اپنے بستر میں تھیں۔روبی نے کچن میں داخل ہوتے ہی ہانپتے ہوئے کہا۔

"یہ لیں آپی! وہ میرے انتظار میں پہلے ہی گھر کے دروازے پر کھڑے تھے۔مجھے خط دے کر اندر چلے گئے۔"

"اچھا۔" روحی مسکرائی اور لیٹر پکڑ کر چھپا کر رکھ لیا۔" پھر روبی کو پیار کرتے ہوئے کہا اب تم اپنے ٹیسٹ کی اندر جا کر تیاری کرو۔اور روبی سر ہلاتے ہوئے روحی کے روم میں چلی گئی۔

روحی نے جلدی جلدی باقی کی روٹیاں بنائیں۔ابو کے آنے پر سب نے کھانا کھایا۔پھر وہ ہر کام سے فارغ ہو کر اپنے روم میں چلی آئی۔روم میں داخل ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے دروازہ بند کیا پھر بڑے آرام سے بستر پر بیٹھ کر لیٹر پڑھنے لگی۔شاکر خاں نے لکھا تھا۔

مائی ڈیر روحی!

اسلام علیکم!

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔

آپ کا بھیجا ہوا محبت نامہ ملا۔پڑھ کر خوشی ہوئی۔آپ نے پوچھا ہے کیا میں آپ کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔ہاں تو ڈیر کسی خوبصورت چہرے کو دیکھ کر مسکرانا کیا گناہ ہے اور اگر گناہ بھی ہے تو مجھ سے یہ سرزد ہو چکا۔مگر میں ایکسکیوز نہیں کروں گا۔پھر آپ نے پوچھا ہے کیا میں آپ کو اچھی لگی ہوں۔تو آپ ایسی لڑکی کسی کو بری لگ سکتی ہے؟ جی ہاں مجھے اعتراف ہے کہ آپ مجھے اچھی لگی ہیں۔اس لیے کہ آپ ہیں ہی بہت اچھی۔گو کہ میرے بارے میں آپ نے کچھ نہیں پوچھا مگر میں خود ہی بتا دیتا ہوں۔میرا نام شاکر خان ہے۔پشاور کا رہنے والا ہوں۔مگر جاب اسلام آباد میں کرتا تھا۔ایک ہفتہ قبل ہی اپنے ایک دوست نوید کے ساتھ ٹرانسفر ہو کر لاہور آیا ہوں۔گو کہ یہ لیٹر پہلے آپ نے لکھا ہے مگر ادھورا۔میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے دوستی کرنا پسند کریں گی۔اگر مجھ سے دوستی کرنا پسند ہو تو لیٹر کا جواب ضرور دیجئے گا اور اگر نہ بھی کرنی چاہیں تو کوئی زبردستی نہیں۔تاہم اگر آپ مجھ سے دوستی کر لیں گی تو مجھے بے حد خوشی ہو گی۔آپ کے جواب کا منتظر شاکر خاں۔"

روحی نے ایک بار نہیں کئی بار خط کو پڑھا مگر پوری طرح سمجھ نہ آ سکی۔طارق چھپتا تھا' مگر کہتا تھا وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ہر لڑکا لڑکی کے قریب جب ہوتا یا ہونا چاہتا ہے تو پہلی بار یہی کہتا ہے کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔مگر اس خط میں محبت والی کوئی بات نہ کی گئی تھی۔روحی نے پاس سوئی ہوئی روبی کو دیکھا۔پھر خط تکیے کے نیچے رکھتے ہوئے خود بھی لیٹ گئی۔

یہ سوچ کر کہ کل غزالہ کے گھر جاؤں گی اور اس کو خط پڑھا کر جواب پوچھوں گی کہ مجھے تو ٹھیک سے سمجھ نہیں آئی۔دوستی کا مطلب کیا ہے؟ کیا ہمارے معاشرے میں لڑکے لڑکی کی دوستی پسند کی جاتی ہے۔محبت تو اور چیز ہے۔یہ چوری کی جاتی ہے اور خود بخود دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔یہی سوچتے سوچتے وہ سو گئی مگر صبح وہ پروگرام کے مطابق غزالہ کے گھر نہ جا سکی کہ امی صبح ہی مزنگ چلی گئی تھیں۔تائی اماں کا ابو پیغام لائے تھے کہ کل انہوں نے گیارہویں کی نیاز دینی ہے قرآن خوانی بھی ہو گی۔سب آئیں گے مگر نئے گھر کو یوں تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا۔

اس لیے وہ اکیلی گئی تھیں۔اپنا پروگرام خراب ہوتے دیکھ کر روحی کا موڈ آف ہو گیا۔مگر جب جاتے جاتے شمشاد نے کہا۔
"سارا دن گھر میں گھبرانہ جاؤ۔روبی زوبی تو ایک بجے کے بعد سکول سے آئیں گی۔میں جاتے جاتے خالدہ سے کہے جاتی ہوں وہ غزالہ کو تمہارے پاس بھیج دے۔یہ بات شمشاد نے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے کہی تھی۔ان کی عادت تھی۔اگر گھر سے ان کے بجائے کوئی اور بھی جانے لگتا تو خواہ وہ مہمان ہو یا ابو یا سلمان وہ تب تک باتیں کرتی جاتی تھیں جب تک جانے والا باہر نکل نہیں جاتا تھا۔اور خود بھی اگر کہیں جانا ہوتا تھا تو وہ جب تک خود بھی دروازے سے نکل نہیں جاتی تھیں تب تک بولتی رہتی تھیں۔
سلمان ان کی اس طرح پیچھے سے بولنے والی عادت سے بہت گھبراتا تھا۔امی بولتی تو وہ اچھا امی جی،اچھا اچھا امی کہتے ہوئے جلدی سے دروازہ کراس کر جاتا۔کوفت تو روحی کو بہت ہوتی تھی۔جب وہ کسی خالہ، پھوپھو، چچا کے گھر جانے لگتی تو امی کہتی جاتی۔دیکھو وہاں زیادہ بڑھ بڑھ کر باتیں نہ کرتی رہنا۔کم بولنا اور مامی اور کزنز کے پاس ہی نہ بیٹھی رہنا تھوڑا نانی کو بھی دینا اور وہاں زیادہ دن نہیں رہنا جلدی آ جانا اور سب تو میں کرلوں گی مگر صفائی ذرا مشکل ہوتی ہے۔سارے گھر والے ان کی اس عادت سے پریشان ہوتے تھے۔مگر امی کو کسی کی پروا نہیں تھی۔انہیں بولنے کی عادت تھی۔اس لیے وہ بولتی رہتی تھیں۔مگر آج ان کی آخری بات نے روحی کو خوش کر دیا تھا۔یعنی اگر وہ نہیں جاسکتی تھیں تو کیا ہوا۔غزالہ آرہی تھی اور وہ بھی تنہا۔خوب کھل کر باتیں کریں گی۔وہ جلدی جلدی صفائی ستھرائی میں لگ گئی اور جلد ہی سارے گھر کی صفائی کر کے فارغ بھی ہو گئی اور لگی غزالہ کا انتظار کرنے۔ٹھیک نو بجے غزالہ چلی آئی۔وہ بڑی ساری چادر اوڑھتی تھی۔
"شکر ہے تم آ گئیں۔جانتی ہو اگر امی نہ جاتی تو میں خود تمہارے پاس آنے والی تھی۔" روحی نے اس کو دیکھتے ہی کہا۔
"ایسی کیا مصیبت نازل ہو گئی۔" غزالہ نے چادر اتار کر صوفے پر پھینکتے ہوئے روحی کو دیکھا۔جب تک وہ دروازہ بند کر کے آئی غزالہ اس کے بستر پر بیٹھ چکی تھی۔روحی بھی اس کے قریب بستر پر بیٹھ گئی اور شاکر خان کے بارے میں مزے لے لے کر بتاتے ہوئے بولی۔
"اس نے پہلے دن مجھے مسکرا کر دیکھا،دوسرے دن میں نے مسکرا کر دیکھا۔وہ میرے مسکرانے کے جواب میں مسکرایا،پھر ہاتھ کے اشارے سے میرا حال پوچھا۔تو میں نے وہیں کھڑے کھڑے روبی سے کاپی پین لے کر خط لکھا اور اسی وقت روبی کے ہاتھ اسے بھجوادیا۔" "تمہیں یاد ہے نا کہ تم نے کہا تھا جب پرویز نے تمہیں پہلی بار سلام کیا تو تم نے جوابی سلام کرنے میں دیر نہ لگائی تھی۔میں نے بھی تمہارے کہنے پر عمل کیا۔اچھا کیا ناں۔"
اس نے اپنی پھرتی کی غزالہ سے داد چاہی۔
"ویری گڈ۔" "پھر کیا ہوا۔"
"پھر یہ کہ اسی شام اس نے بھی مجھے لیٹر لکھ دیا مگر اس کے خط کی مجھے سمجھ نہیں آئی۔اس لیے تمہارے پاس جانا چاہتی تھی۔چلو خیر تم آ گئی۔بات تو ایک ہی ہے۔اب ذرا خط پڑھ کر میرا مسئلہ تو حل کرو۔"
"وہ خط کہاں ہے؟ دکھاؤ مجھے۔" غزالہ نے کہا تو روحی تکیے کے نیچے ہاتھ ڈال کر لیٹر نکال کر غزالہ کو دیتے ہوئے بولی۔
"اب ذرا تم اس کو غور سے پڑھو تو مجھے بتاؤ میں جواب کیا لکھوں۔"
غزالہ نے اس سے لیٹر لیا۔دو تین بار پڑھا۔پھر کہا۔"اچھا! تو پٹھان ہے۔دیکھنے میں کیسا ہے۔"
"جیسے پٹھان ہوتے ہیں،بہت گورا،اونچا،لمبا،خوبصورت۔" روحی نے کچھ فخر سے کہا۔
غزالہ بولی۔"اچھا اچھا پٹھان ہے،اس لیے اس میں سمجھ کی تھوڑی کمی ہے۔محبت کو دوستی لکھا ہے۔"
"خیر آؤ تم بھی کیا یاد کرو گی۔کاغذ قلم سنبھالو،میں تمہیں اس رقعہ کا جواب ایسا شاندار لکھواتی ہوں کہ پڑھتے ہوئے وہ عش عش کر اٹھے گا۔"
روبی جلدی سے اٹھی اور کاپی پین لے آئی۔غزالہ نے شاکر خاں کا لیٹر ہاتھ میں لیا اور لگی روحی کو لیٹر کا جواب لکھوانے۔
"کیسا جواب لکھوایا ہے؟"
"بہت زبردست۔" روحی نے تعریف کی۔

غزالہ نے خود بھی لیٹر لے کر پڑھا۔ پھر بولی "چائے وغیرہ مہمانوں کو پوچھنے کا رواج نہیں تمہارے یہاں۔ سوکھے منہ بھیجو گی مجھے۔"

"ارے!" روحی چونکتے ہوئے بولی۔ "مجھے تو ابھی کھانا بھی تیار کرنا ہے اور تم روبی زوبی کے آنے سے پہلے نہیں جا سکتیں۔ اتنا بڑا گھر اور میں اکیلی۔ آؤ تم میرے ساتھ کچن میں ہی آجاؤ۔ تم چائے بنانا، پینا اور باتیں کرنا اور میں کھانا بھی بنالوں گی۔" غزالہ اس کے ساتھ کچن میں آ گئی۔ پھر وہ ایک سٹول پر بیٹھی، نمکو کھاتے، چائے پیتے، باتیں کرتے ہوئے روحی کو دیکھتی رہی اور روحی اس کی باتیں سننے کے ساتھ ساتھ کھانا بنانے لگی۔

وہ دونوں ابھی کچن ہی میں تھیں جب روبی زوبی سکول سے آ گئیں۔

روحی اور غزالہ کو سلام کر کے وہ اندر جانے لگیں تو روحی نے روبی کو آواز دی۔

"روبی پہلے ادھر آؤ۔" وہ چاہتی تھی کہ اتنی محنت سے لکھا ہوا محبت نامہ جلد از جلد شاکر خاں تک پہنچ جائے۔

اس جلدی میں وہ یہ بھی بھول چکی تھی کہ شاکر خاں اس وقت تک آفس سے نہیں آیا ہو گا۔

روبی جیسے ہی روحی کے قریب آئی تو روحی نے گلے میں ہاتھ ڈال کر شاکر خاں کے لیے لکھا ہوا محبت نامہ نکالا۔ پھر روبی کے ہاتھ سے بستہ پکڑ کر لیٹر دیتے ہوئے نرمی سے بولی۔

"میں تمہارا کھانا نکالتی ہوں تب تک تم بھاگ کر یہ خط اپنے بھائی جان کو دے آؤ۔"

"کون سے بھائی جان؟" روبی بھول چکی تھی۔

"وہی جس سے کل خط لائی تھی۔" روحی نے مسکرا کر بتایا۔

"دے آؤں گی۔" روبی نے کہنا چاہا اور انکار سن کر روحی ساری نرمی بھول گئی۔

"بکواس بند کرو! جیسا کہوں ویسا کیا کرو۔" روحی غرائی۔ "چلو جاؤ۔" روبی نے خط لیا اور چلی گئی۔

ابھی ڈیوڑھی میں داخل ہوئی تھی کہ سلمان باہر کا دروازہ کھول کر گھر میں داخل ہوا۔ روبی اس کو دیکھ کر رک گئی۔ سلمان نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔

"تم یہاں کیوں کھڑی ہوں؟" وہ کالج سے آیا تھا۔

وہ بھائی جان یہ خط روبی نے مٹھی اس کے سامنے کی۔

"روحی تو سلمان کی آواز سن کر ہی ڈر گئی تھی۔ وہ بھی کچن کے باہر ہی تھی۔ قریب ہی غزالہ کھڑی تھی۔"

روبی نے مٹھی سلمان کے سامنے کی تو روحی کا مارے خوف کے رنگ فق ہو گیا۔

اگر سلمان نے لیٹر کھول کر پڑھ لیا تو کیا ہو گا۔

"کیسا خط۔" کہتے ہوئے سلمان نے لیٹر اس کے ہاتھ سے پکڑ لیا۔"

● ☆☆☆ ●

"اب کیا ہو گا غزالہ! اگر سلمان نے لیٹر پڑھ لیا تو میں ساری زندگی گھر والوں کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہوں گی۔ ساری زندگی کی بنی بنائی عزت یوں پل میں خاک میں مل جائے گی۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا۔" روحی نے مارے گھبراہٹ کے غزالہ کو دیکھا۔ غزالہ اس میدان کی پرانی کھلاڑی تھی۔ اور تھی بھی روحی سے دو تین برس بڑی۔ اس لیے بغیر کسی خوف کے مسکرا کر بولی۔

"ارے! کچھ نہیں ہوتا۔ لیٹر پڑھنے سے پہلے واپس لینا میرا کام ہے اور بعد کے حالات کنٹرول کرنا تمہارا کام ہے۔" اس نے جلدی سے سامنے صوفے پر رکھی چادر اٹھا کر اوڑھی اور کہا اب میں چلتی ہوں۔ پھر وہ بڑی پھرتی سے روبی کی جانب لپکی کہ سلمان لیٹر کھول رہا تھا۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو میرا خط ہے۔" کہتے ہوئے غزالہ نے سلمان کے ہاتھ سے لیٹر لیا اور رکے بغیر تیز تیز چلتی ہوئی دروازہ کراس کر گئی۔"
روحی کی جان میں جان آئی۔ ماتھے پر آیا ہوا پسینہ خشک کیا جو سردی کا موسم ہونے کے باوجود اپنی ذلت کا سوچ کر آیا تھا۔ پھر خود کو سنبھال کر روبی کو آواز دی۔
"روبی! تم وہاں کھڑی کیا کر رہی ہو۔ چلو اندر جا کر یونیفارم چینج کرو اور آ کر کھانا کھاؤ۔" پھر سلمان کو دیکھا اور کچھ بھی سوچنے کا موقع دیے بغیر مسکرا کر کہا۔ "تم آج جلدی کیسے آ گئے۔ آؤ آؤ میں نے تمہاری پسندیدہ ڈش دال گوشت اور بوائل چاول پکائے ہیں۔" سلمان نے بہن کو دیکھا اور کہا۔
"آپا! مجھے افسوس ہے کھانا میں کھا نہ سکوں گا۔ مجھے چچا کے گھر جانا ہے۔ آصف نے کہا تھا ظہر کے بعد ختم ہے لازمی آنا۔ اس لیے جلدی آیا ہوں۔" وضاحت کر کے وہ اپنے روم میں گیا اور جلد ہی چینج کر کے باہر آیا اور چچا کے گھر چلا گیا۔
روحی کی جان میں جان آئی۔ اطمینان کی ایک گہری سانس لے کر روبی زوبی کو کھانا دیا اور خود بھی اپنی پلیٹ دال چاول سے بھر کر صوفے پر آ بیٹھی اور پھر چاول کھاتے ہوئے اس نے سوچا۔
"مارے جوش کے میں یہ بھول گئی کہ شاکر ابھی آفس میں ہوگا۔ اس جوش اور جلدبازی میں آج عزت ہاتھ سے چلی جانی تھی۔ خیر اب جلدبازی کی ضرورت نہیں۔ اس نے اطمینان سے کھانا کھایا اور جب روبی زوبی بھی کھا چکیں تو اس نے روبی سے کہا۔
"روبی میری اچھی بہن، اب تم جاؤ اور غزالہ باجی سے وہ خط لے کر آؤ جو وہ سلمان سے لے گئی ہے۔" اور روبی انکار کیے بغیر اٹھ گئی جبکہ روحی اب برتن سمیٹنے لگی تھی۔

* ☆☆☆ *

"کھانے کے بعد نوید اور شاکر خاں چائے پی رہے تھے۔ جب دروازے پر دستک ہوئی۔
"کون ہو سکتا ہے۔" چائے کی سپ لیتے ہوئے شاکر خاں نے کہا تو نوید بولا۔
"وقار تو اس وقت آ نہیں سکتا کہ وہ شام چھ بجے آفس سے آتا ہے۔ یہ تمہاری محبوبہ نے لیٹر کا جواب بھیجا ہوگا۔"
"ارے!" کہتے ہوئے شاکر خاں کپ پرچ میں رکھتے ہوئے اٹھ کر باہر گیا اور جلد ہی لیٹر لے کر واپس آ گیا۔
"میں نے ٹھیک کہا تھا نا۔" نوید نے اس کے ہاتھ میں لیٹر دیکھ کر کہا۔ پوچھا۔
شاکر نے جواب دینے کی بجائے لیٹر کھولا اور پڑھنے لگا۔ لکھا تھا۔
"میرے پیارے شاکر خاں صدا خوش رہو۔
سلام محبت!
یقین ہے کہ آپ اچھے ہوں گے۔
آپ کا ارسال کردہ محبت نامہ ملا پا کر از حد خوشی ہوئی۔ مگر کئی بار پڑھنے کے باوجود مجھے سمجھ نہ آ سکی۔ وہ تو شکر ہے میری سہیلی غزالہ چلی آئی اور اس نے آپ کا خط سمجھنے میں میری مدد کی۔ مں آپ کو اچھی لگی، اس کے لیے شکریہ آپ نے پوچھا کیا آپ مجھ سے دوستی کرنا پسند کریں گی۔ آپ دوستی کی بات کرتے ہیں۔ مجھے تو آپ کو دیکھتے ہی آپ سے شدید محبت ہو گئی ہے۔ آپ پٹھان ہیں۔ شاید اس لیے محبت کو دوستی لکھا ہے۔ خیر جو بھی ہے میرے دل میں جو تھا وہی لکھا تھا۔ یقین کریں آپ میری زندگی میں آنے والے پہلے مرد ہیں۔ اٹھتے بیٹھتے ہوتے جاگتے آپ کو ہی اپنے سامنے پاتی ہوں۔ آپ کے بغیر اب میں زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ آپ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ ضرور لکھیے گا اور ہاں میری سہیلی غزالہ آپ کو سلام کہتی ہے۔ اب اجازت۔
ہمیشہ کیلئے آپ کی،
روحی!"
لیٹر ختم کر کے نوید نے شاکر کو دیکھا۔ پھر مسکرا کر خط نوید کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔ "لو تم بھی پڑھ لو۔" نوید نے خاموشی سے خط لیا۔ پھر پڑھنے کے بعد شاکر خاں کو واپس

دیتے ہوئے بولا۔

"چار چھ ماہ ادھر رہنا ہے اور ان چار چھ ماہ میں محبت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

"لکھو اس کو تمہیں بھی اس سے محبت ہے۔ تم بھی سوتے جاگتے اس کو یاد کرتے ہو۔"

"بکواس بند اور یہ کھیل بھی بند۔ محبت مجھے اپنی منگیتر سے ہے۔ اب لیٹر کا جواب نہیں جائے گا۔" شاکر خاں نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ بڑی مشکل سے نوید نے اس کو لیٹر کا جواب لکھنے کے لیے راضی کیا۔ تب بھی ایک ہفتہ بعد ہی لیٹر کا جواب جا سکا تھا۔

بہر حال اب ہوتا یہ تھا، لیٹر آتا شاکر خاں کے نام تھا۔ جواب نوید لکھواتا تھا۔ یوں ہی چار ماہ بیت گئے۔ لیٹر آتے رہے۔ جواب جاتے رہے۔ اب نوید کہتا تھا یار جانے کے دن قریب آ رہے ہیں۔ ایک بار اس کو یہاں بلاؤ تو سہی ذرا دیکھیں تو سہی کیا چیز ہے۔

شاکر چونکہ نوید کا مطلب سمجھتا تھا اس لیے انکار کر دیتا۔ تنگ آ کر نوید نے تھوڑی سی محنت کر کے شاکر کی لکھائی کی نقل کی اور جب شاکر نے لیٹر لکھ کر رکھ دیا تو نوید نے بڑی چالاکی سے کھول کر نیچے یہ لائن لکھ دی۔

"کل صبح مجھے دس بجے ملنے ضرور آئیں۔ اگر مجھ سے سچی محبت ہے۔" اور پھر لیٹر بند کر کے رکھ دیا۔ شام کو روبی آ کر لیٹر لے گئی تو نوید نے گہری سانس لی۔ اس کو ڈر تھا اگر شاکر نے لیٹر کھول کر پڑھ لیا تو سارا بھید کھل جائے گا۔ مگر ایسا کچھ نہ ہوا۔ وہ اپنی کامیابی پر خوش تھا۔ رات سونے سے پہلے وہ باقی کا پروگرام بنا چکا تھا۔ یہی وجہ تھی صبح اٹھتے ہی اس نے اپنی طبیعت کی ناسازی کا کہتے ہوئے چھٹی کا اعلان کر دیا تھا۔

شاکر خاں نے ناشتے کا پوچھا۔ نوید نے کہا۔ "صرف چائے کا ایک کپ۔"

شاکر نے اس کو چائے دی اور خود پورا ناشتہ کر کے جانے لگا تو پوچھا۔

"طبیعت زیادہ خراب ہے تو میں رک جاؤں۔"

"ارے نہیں!" نوید بوکھلا کر بولا۔ "بس پیٹ میں ذرا سی گڑبڑ ہے۔ تم جاؤ۔"

اور شاکر خاں چلا گیا۔ نوید کتنی دیر بستر میں لیٹا اپنے پروگرام کے بارے میں سوچتا رہا اور غور کرتا رہا۔ وہ جو کرنے جا رہا تھا وہ صحیح تھا یا غلط۔ بات یہ نہیں تھی۔ بات یہ تھی کہ کہیں بعد میں شاکر کو پتہ نہ لگ جائے۔ ان کے جانے میں صرف ایک ہفتہ باقی تھا اور آنے جانے کا سلسلہ تو شاید آخری دن تک جاری رہتا تھا کہ جواب لکھنے میں شاکر خان تھوڑی تاخیر جان بوجھ کر کرتا تھا۔

روحی تو لیٹر ملتے ہی دوسرے دن جواب بھیج دیتی تھی۔

نوید نے سوچا ایک ہفتہ وہ احتیاط کرے گا اور روحی کی بہن جب بھی لیٹر دینے آئے گی وہ یہ لیٹر خود وصول کیا کرے گا۔ یہ سوچتے ہی چھلانگ مار کر وہ بستر سے باہر آیا۔ سب سے پہلے تو ایک قریبی بیکری سے جا کر چائے کے ساتھ پیش کرنے کو کافی سارے لوازمات لے کر آیا۔ پھر روم کی صفائی کی۔ بیڈ پر نئی بیڈ شیٹ نکال کر بچھائی۔ پھر بڑے اہتمام سے خود تیار ہوا اور لگا بے چینی سے روحی کا انتظار کرنے۔

اس نے دس بجے روحی کو آنے کا لکھا تھا جبکہ شاکر نے تین بجے آفس سے آنا تھا۔ تب تک وہ اپنا سوچا ہوا کام مکمل کر کے روحی کو واپس گھر بھجوا چکا ہوگا۔ شاکر خاں کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ جو چاہتا تھا وہ کر چکا ہے۔

ٹھیک دس بجے نرم سی دروازے پر دستک ہوئی تو نوید لپک کر باہر آیا۔ دروازہ کھولا تو باہر چادر اوڑھے روحی اکیلی ہی کھڑی تھی۔

شاکر کی جگہ نوید کو سامنے دیکھ کر گھبرا گئی۔ یہ دیکھ کر نوید نے ایک طرف ہٹ کر راستہ دیتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"ارے! آپ روحی ہیں ناں۔ میں شاکر خاں کا دوست نوید ہوں۔ آپ بھی مجھے جانتی ہوں گی۔ خط میں میرا سلام آپ کو ملتا ہوگا۔ پلیز اندر تشریف لے آئیں۔"

"وہ شاکر صاحب کہاں ہیں؟" روحی نے اندر آنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا تو نوید نے مکاری سے کہا۔

"وہ اپنے روم میں بیٹھے آپ کا ویٹ کر رہے ہیں۔ میں آپ کو ریسیو کرنے آیا ہوں۔" یہ سن کر روحی اندر گھر میں داخل ہو گئی۔
نوید نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ پھر پہلے دروازہ بند کیا، پھر روحی کی سمت مڑتے ہوئے بولا "اب آئیں شاکر کے روم میں۔ روحی شرمائی، گھبرائی اس کے ساتھ روم میں آئی تو کمرہ خالی تھا۔ نوید نے سکون سے کہا۔
"اگر میں آپ کو باہر ہی بتا دیتا تو شاید اندر نہ آتیں۔ اصل میں شاکر کو ایک ضروری کام سے کہیں اچانک جانا پڑ گیا ہے۔ وہ کہتا تھا اس کے آنے تک میں چائے وغیرہ آپ کو پلاؤں۔ وہ جلدی ہی آ جائے گا۔"
"آپ بیٹھیں۔" نوید نے چیئر کی طرف اشارہ کیا۔
"میں چلتی ہوں، پھر کسی دن آ جاؤں گی۔" روحی جلدی سے دروازے کی طرف مڑی۔ اس کو نوید سے کچھ خطرہ سا محسوس ہوا۔
"ارے! واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں آپ کو جانے دوں۔" نوید نے اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔
"شاکر واپس آ کر مجھ پر خفا ہو گا۔ میں تھوڑی دیر بھی آپ کا دل نہ بہلا سکا۔ چلیں شاکر کے آنے تک ہم چائے پیتے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے یہ آپ کے لیے چائے کی چھوٹی میز سجا کر گیا ہے۔ پلیز بیٹھیں ناں!" اور نوید کے اصرار پر نہ چاہتے ہوئے بھی روحی کو بیٹھنا پڑا۔
نوید نے خود فلاسک پکڑ کر روحی کے لیے کپ میں چائے انڈیلی۔ پھر کپ خود اٹھا کر روحی کو دیتے ہوئے کہا۔
"لیجیے، پی کر دیکھیں کیسی بنی ہے۔ ہمارے فارغ ہونے تک یقیناً شاکر آ جائے گا۔"
اور روحی نے دوپٹہ درست کرتے ہوئے کپ تھام لیا۔ چائے پیتے ہوئے نوید روحی کا خوف دور کرنے کیلئے بھابی بھابی کہہ کر ہلکی پھلکی بات چیت کرتا رہا اور چائے پیتے ہی وہ بے تکلفی پر اتر آیا۔
اپنا کپ واپس پرچ میں رکھتے ہوئے اس نے مسکرا کر روحی کو دیکھا اور بولا۔
"آپ اٹھتی ہیں یا میں آپ کو اٹھا کر لے جاؤں بستر میں۔"
"جی کیا مطلب۔" روحی گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ پہلی بار خطرے کا احساس ہوا۔ وہ تو اس لیے ملنے آ گئی تھی کہ شاکر نے کبھی خط میں کوئی غلط بات نہ لکھی تھی۔ پہلے ہی وہ بڑی مشکل سے بہانہ بنا کر آئی تھی اور یہاں اب معاملہ ہی کچھ اور رنگ لے رہا تھا۔
"اب آ بھی جاؤ۔" نوید آپ سے تم پر اتر آیا۔ اس کی آنکھوں میں نجانے کیا تھا۔
روحی ڈر گئی اور منت کرنے والے انداز میں کہا۔
"پلیز! مجھے جانے دیں۔ مجھے جانا ہے۔"
"میری خواہش پوری کر دو پھر چلی جانا۔" نوید کی آنکھوں میں خمار اتر آیا۔
روحی گھبرا کر دروازے کی جانب بھاگی تو نوید نے لپک کر اس کا دوپٹہ گلے سے کھینچ کر اتار لیا۔ روحی نے دوپٹے کی پروا کیے بغیر دروازے کے قریب آ کر جیسے ہی پردہ ہٹایا باہر چہرے پر گہری سنجیدگی لیے شاکر خاں کھڑا تھا۔
"آپ کہاں چلے گئے تھے مجھے بلا کر؟" یہ کہتے ہوئے روحی رو پڑی۔
شاکر خاں خاموشی سے اندر آیا۔ نوید اس کو دیکھ کر شرمندہ ہوا۔ پھر روحی کو دیکھتے ہوئے بولا۔
"یار میں ذرا بھابی سے ڈرامہ کر رہا تھا اور بھابی سچ مچ ڈر گئی۔"
اس نے دوپٹہ شاکر کی طرف بڑھایا، جس کو پکڑ کر شاکر نے روحی کے سر پر ڈال دیا۔ پھر کرسی پر رکھی اس کی چادر اٹھا کر اس کو دیتے ہوئے بولا۔
"ابھی آپ جاؤ، مجھے ایک ضروری کام سے پھر جانا ہے۔" نوید نے ابھی تک آپ کے ساتھ جو کچھ بھی کیا یا کہا وہ صرف ایک مذاق تھا۔" پھر وہ روحی کو ساتھ لیے کمرے سے باہر آیا

تو لاؤنج میں ایک اور نوجوان لڑکا کھڑا تھا۔
مگر شاکر خاں رکے بغیر اس کو دروازے کے باہر چھوڑ کر دروازہ بند کر کے اندر نوید کے پاس آیا۔ اب وقار بھی نوید کے پاس کھڑا تھا۔
اب نوید نے بجائے شرمندہ ہونے کے ہلکے غصے سے کہا۔
"او کمینے! تو کہاں سے آ گیا۔ میرا بنایا ہوا پروگرام خراب کرنے کو۔ سارا مزہ خراب کر کے رکھ دیا۔"
"بکواس بند کرو۔" اب کے شاکر خاں غرایا۔ "اسلام آباد میں کم لڑکیوں سے نہیں کھیلے جو یہاں بھی وہ گند کرنے لگے تھے۔"
"ہاں کرنے لگا تھا تمہیں کیا تکلیف ہے۔" نوید کو بھی غصہ آ گیا۔
"اس لیے کہ وہ لڑکی یہاں میرے نام پر بلائی گئی تھی۔ اتنا بڑا دھوکا۔ وہ تو وقار آیا تو میں نے اس کو بتایا میں آج ذرا جلدی جاؤں گا۔ نوید کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ تب وقار نے بتایا طبیعت تو تمہاری ٹھیک ہے اور یہ کہ تم کیسا غلاظت بھرا پروگرام بنا کر بیٹھے ہو۔ یہ سنتے ہی میں وقار کو ساتھ لیے فوراً آفس سے اٹھ آیا۔ تمہیں اپنی نہیں تو کم از کم دوسروں کی عزت کا خیال رکھنا چاہیے۔ ہم یہاں پردیسی ہیں۔ ایک ہفتہ بعد یہاں سے چلے جائیں گے اور وہ لڑکی آج اگر تم کچھ غلط کر دیتے تو اس کی ساری زندگی تباہ ہو جاتی۔"
یہ سن کر نوید نے اس کو گھورتے ہوئے کہا۔
"مولانا صاحب! خط آپ کے نام ضرور آئے تھے۔ جواب ہر لیٹر کا میں لکھواتا تھا اور اگر اتنا ہی اس کو اپنی عزت کا خیال ہوتا تو نہ آتی۔ یہاں لڑکیاں لڑکوں کے پاس کیا لینے آتی ہیں۔ اس کو پورا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا میں۔"
"شٹ اپ! نوید ایک لفظ بھی مزید نہیں کہنا اب ورنہ پٹ جاؤ گے میرے ہاتھوں سے۔" شاکر دھاڑا اور وقار نے کہا۔
"چلو یار جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب لڑکی خیریت سے گھر واپس جا چکی ہے تم بھی سب بھول جاؤ۔"
"بھول جاؤ۔ اگر تم مجھے بتاتے اور اگر یہاں کچھ غلط ہو جاتا تو اس کا ذمہ دار کون تھا۔"
"ہوا تو نہیں۔" نوید نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا تو وقار نے پیچھے سے آواز لگائی۔
"یار تم خود تو چائے پی چکے ہو ہمیں بھی پلا دو۔"
"وہی بنانے باہر آیا ہوں۔" اب کے نوید نے ہنس کر کہا۔ وقار مسکرا دیا۔ مگر شاکر خاں کے چہرے پر ہنوز سنجیدگی تھی۔ روحی سکون سے شاکر خان کے کہنے پر گھر چلی آئی تھی۔ اس نے یہ سوچنے کی زحمت ہی نہ کی تھی کہ جو نوید نے کیا وہ سچ تھا یا جو شاکر نے کہا تھا اس نے اگر کچھ سوچا تھا تو صرف یہ کہ چند لمحے کاش وہ شاکر کے پہلو میں بیٹھ کر اس کا چہرہ دیکھ سکتی یا پھر نوید کا بھائی کہنا پیارا لگا تھا۔ پھر اس کی شرارت کا سوچ کر وہ مسکرانے لگی۔ شادی سے پہلے اتنا تنگ کیا ہے۔ شادی کے بعد اب تو بہ کتنا تنگ کرے گا۔ پھر اس نے سنجیدگی سے سوچا تو یہ کہ خدا جانے کیسا کام آن پڑا تھا جو وہ میرے جانے سے پہلے ہی چلا گیا اور آیا بھی تو پھر واپس جانے کو اور میری عقل دیکھو۔ میں نے پوچھا ہی نہیں خیریت تو ہے نا۔ خیر اب ان کا خط آیا تو پھر پوچھ لوں گی اور مطمئن ہو گئی۔
غزالہ کو اس نے نہیں بتایا تھا کہ وہ شاکر خاں کو ملنے گئی تھی۔

------☆☆☆------

روبی سکول سے واپس آ رہی تھی جب شاکر خاں نے لیٹر اس کو دیا اور روبی نے لیٹر لے کر وہیں بستہ کھول کر اس میں رکھ لیا۔ پھر زپ بند کر کے گھر آ گئی۔ اتفاق تھا کہ روبی دو تین دن بخار ہونے کی وجہ سے سکول نہیں جا رہی تھی۔ وہ گھر آئی تو نانی آئی ہوئی تھی۔ روبی سے نانی بے حد پیار کرتی تھی۔ روبی بستہ رکھ کر یونیفارم بدلے بغیر نانی سے گلے ملی اور پھر نانی کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ شاکر کا خط روحی کو دینا اسے یاد نہ رہا تھا۔ یوں بھی روحی اس وقت کچن میں مصروف تھی اور پھر وہ ہمیشہ کی طرح شام کو جب نانی جانے لگی تو وہ ان کے ساتھ چلی گئی کہ اگلے روز چھٹی تھی۔ امی نے روکنا چاہا کہ پھر جا کر تم وہاں بیٹھ جاتی ہو۔ سکول کی پڑھائی کا حرج ہوتا ہے۔
"ایک دن میں کیا حرج ہو گا۔" نانی نے کہا اور روبی خوش ہو گئی اور پھر ہمیشہ کی طرح وہ وہاں رک گئی۔

نانی نا صرف اس کو اپنے ساتھ سلاتی تھی بلکہ ہر رات ایک نئے بادشاہ کی کہانی بھی سناتی تھی۔
ادھر روبی تو نانی اماں کے گھر سکون سے تھی۔ نہ سکول جانا پڑتا تھا۔ نہ ہوم ورک کرتی۔ نہ امی کی ڈانٹ، نہ مار اور گھر کے کام سے بھی جان بچی ہوئی تھی۔ اس کا جی چاہتا تھا کاش زندگی یونہی گزر جائے۔ اس کو کبھی واپس نہ جانا پڑے مگر جانا تو لازمی تھا۔
روبی وہاں جتنے سکون سے تھی روحی اتنی ہی یہاں بے سکون تھی۔
شاکر کے گھر سے آئے ہوئے اسے دو ہفتے ہو چکے تھے۔ پہلا ہفتہ تو شاکر خان کے لیٹر کا انتظار کرتے گزر گیا تھا کہ اس نے کہا تھا میں لیٹر لکھوں گا۔ پھر روبی چلی گئی۔ وہ دن رات میں کئی چکر چھت کے لگاتی مگر ایک بار بھی شاکر خان یا نوید کی شکل دیکھنے کو نہیں ملی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اب اس گھر میں موجود ہی نہیں۔
روحی شاکر کی خیریت کے لیے پریشان تھی۔ تنگ آ کر اتوار والے دن اس نے یہ سوچ کر امی سے کہا کہ وہ خود جا کر روبی کو لے آئیں کہ اگر روبی آج بھی نہ آئی تو مزید ایک ہفتہ اور سکول کی پڑھائی کا حرج ہو گا اور امی فوراً روبی کو ساتھ لے کر چلی گئی تھی۔ رات ہونے تک امی اس کو لے کر واپس بھی آ چکی تھی۔ رات جب روبی کو ساتھ لیے روحی اپنے کمرے میں آئی تو جو پہلی بات روبی سے کی وہ یہ تھی۔
”آئندہ سے ذرا تم نانی اماں کے ساتھ جانے کا کہنا، پھر دیکھنا میں تمہارا کیا حشر کرتی ہوں۔“
روبی نے کوئی جواب نہ دیا۔ جواب دینے کا مطلب روحی سے تھپڑ کھانا تھا۔
وہ خاموشی سے بستر میں لیٹ گئی تو روحی نے کہا۔
”صبح اپنے بھائی جان کو خط دے کر سکول جانا۔ پندرہ دن ہو چکے ہیں، ان کی خیر خبر کا کوئی پتا نہیں۔“ یہ سن کر روبی کو یاد آیا جس دن وہ نانی کے ساتھ گئی تھی اس دن بھائی جان نے سکول سے واپس آتی ہوئی روبی کو خط دیا تھا۔ ان کا گھر روبی کے سکول کے راستے میں تھا اور وہ پہلے ہی سے روبی کے انتظار میں اپنے دروازے کے باہر کھڑے تھے۔ روبی خاموشی سے اٹھی اور خط روحی کو دیتے ہوئے کہا۔
”آپی! یہ خط بھائی جان نے اس دن مجھے دیا تھا جس دن میں نانی کے ساتھ گئی تھی۔ نانی کو دیکھ کر مجھے یہ خط آپ کو دینا یاد ہی نہ رہا۔“ روبی نے ڈرتے ڈرتے خط روحی کی طرف بڑھایا۔
روحی نے جھٹ لیٹر روبی کے ہاتھ سے لیا اور بڑی بے تابی سے کھول کر پڑھنے لگی۔ لکھا تھا:
محترمہ روحی صاحبہ!
آداب!
امید کرتا ہوں خیریت سے ہوں گی۔
آپ نے اپنے پہلے والے لیٹر میں پوچھا تھا کہ آپ مجھے دیکھ کر مسکرا دیے تھے اور یہ کہ میں آپ کو اچھی لگی ہوں۔ پہلی بات کا جواب آج دے رہا ہوں کہ آپ کے پیچھے میرے ایک دوست کا گھر تھا۔ اس وقت وہ اپنی چھت پر کھڑا مجھے دیکھ کر مسکرا رہا تھا تو میں بھی مسکرا دیا۔ درمیان میں چونکہ آپ تھیں اس لیے آپ غلط فہمی کا شکار ہو گئیں۔ دوسرا آپ مجھے اچھی لگیں جب آپ نے خود ہی یہ بات پوچھ لی۔ تو میں نے آپ کا دل توڑنا مناسب نہ سمجھا۔ ویسے بھی لڑکیاں مردوں کو ہر حال میں ہی اچھی لگتی ہیں۔ بہر حال پھر بھی میں نے آپ سے دوستی چاہی تھی کہ چھ ماہ چلو ادھر رہنا ہے۔ مذاق ہی سہی۔ آپ نے لفظ دوستی کو محبت میں بدل ڈالا۔ یہ آپ کی مرضی تھی۔ آپ نے لکھا میں پٹھان ہوں اس لیے محبت کو دوستی لکھ دیا۔ میں پٹھان تھا مگر ان پڑھ نہیں۔ دوستی کا مطلب میرے نزدیک دوستی ہی تھا اور محبت سے زیادہ مقدس میں دوستی کے رشتے کو سمجھتا ہوں۔ اگر دوست مخلص ہو تو مگر وجہ پھر وہی روحی صاحبہ کہ آپ خود ہی مجھ سے تعلق چاہتی تھیں۔ اس لیے میں نے زیادہ وضاحت نہ کی اور دل تو چاہتا تھا کہ کھل کر آپ کو لکھ دوں کہ میں منگنی شدہ ہوں۔ محبت میں صرف اپنی ہونے والی بیوی سے کرتا ہوں۔ آپ اپنے لیٹر میں جو باتیں لکھتی تھیں ان کا جواب میں محض آپ کا دل رکھنے کو دیتا تھا۔ وہ بھی اس لیے کہ شروعات آپ کی طرف سے ہوئی تھی۔ اب ہم لوگ واپس جانے والے تھے۔ سو جانے سے پہلے آپ سے مل کر ایکسکیوز بھی کر لیا جائے اور آپ کو ایک دعوت بھی کھلائی جائے مگر اچانک ایک مسئلہ ہونے پر مجھے جانا پڑ گیا اور نوید محض آپ

کوتنگ کرنے کو وہ سب کرنے لگا جو اس کو نہیں کرنا چاہیے تھا۔ حالانکہ یہ صرف شرارت تھی اس کی۔ مگر مجھے پسند نہیں آئی۔ آپ کے جانے کے بعد میں نے اس کو بھی ڈانٹا اور آپ سے بھی معافی چاہتا ہوں۔ چھ ماہ کا وقت آپ کی وجہ سے اچھا گزر گیا۔ اس کے لیے شکریہ۔ آج شام ہم آپ کا یہ خوبصورت شہر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ یقیناً دوبارہ زندگی میں کبھی بھی ملاقات کا امکان نہیں۔ ہو سکے تو معاف کر دیجئے گا۔

والسلام ہشا کر خان۔

لیٹر ختم کرتے ہی روجی کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ ایک بار پھر اس کے ساتھ دھوکا ہوا تھا۔ اور یہ دھوکا پھر محبت کے نام پر کھایا تھا۔ وہ تو طارق کو ہی بڑی مشکل سے بھولی تھی۔ یہ کھیل تو اس نے غزالہ کے کہنے پر شروع کیا تھا اور ہار ایک بار پھر اس کا مقدر رہی تھی۔ جس پھرتی اور جوش سے یہ کھیل شروع ہوا تھا۔ اس سے زیادہ خاموشی سے ختم ہو گیا۔ کتنے دن وہ گم صم افسردہ سی رہی۔ غزالہ آئی۔ پتا چلا، خوب برا بھلا کہا۔ روجی نے یہ بات پھر بھی نہیں بتائی کہ وہ ہشا کر کو ملنے گئی تھی۔ آخر میں غزالہ نے کہا۔

”ارے تھوکو اس پٹھان پر۔ آئندہ محبت کرنے سے پہلے یہ ضرور دیکھنا پنجابی ہی ہے۔“ روجی نے کوئی جواب نہ دیا۔

چپ چاپ سوچتی رہی اور غزالہ مزید تسلی دے کر رخصت ہو گئی۔

وقت یونہی دبے پاؤں گزرنے لگا۔ پھر وہی سونے سونے دن اور اداسی بھری راتیں تھیں۔

سکول سے واپس آتے ہی روجی نے روبی کو دیکھ کر کہا۔

”روبی پہلے کھانا کھا لو پھر سارے برتن صاف کر کے رکھ لینا۔ آج ذرا میری طبیعت ٹھیک نہیں۔“ اور ایک رومانی ناول اٹھا کر پڑھنے لگی۔ روجی کی طبیعت اب اسی طرح اکثر خراب ہو جایا کرتی تھی اور چھوٹی سی روبی کی سمجھ میں یہ بات کبھی نہ آئی تھی کہ اگر ان کی طبیعت خراب ہے تو وہ لیٹ کر آرام کیوں نہیں کرتی۔ کتابیں کیوں پڑھتی رہتی ہیں۔ سوچنے کے باوجود اس نے یہ بات آپی سے صرف اس لیے بھی نہ پوچھی تھی۔ ایک تو اس لیے کہ اس کو آپی بے حد عزیز تھی۔ دوسرا مار کے خوف سے کہ آپی امی سے زیادہ ہاتھ چھٹ تھی۔ اس نے بستہ برآمدے کے ستون کے پاس رکھا اور پھر آپی کے حکم کے مطابق برتن صاف کر کے کچن سے باہر آئی ہی تھی کہ آپی نے آواز دی۔

”روبی! فارغ ہو گئی تو ذرا ادھر تو آنا۔“ اور روبی ان کے قریب چلی آئی کہ وہ سامنے صوفے پر بیٹھی تھی۔ امی اپنی عادت کے مطابق کسی بہن کے گھر گئی ہوئی تھی۔

”جی آپی!“ روبی نے ان کے قریب کھڑی ہوتے ہوئے پوچھا۔ یہ الگ بات ہے کہ دھیان گڑیا سے کھیلتی ہوئی زوبی کی طرف تھا۔ روجی نے ادھر ادھر دیکھا پھر ہچکچاتے ہوئے دھیمی آواز میں بولی۔

”روبی یہ خط لو اور اپنے بھائی جان کو دے آؤ۔“

”کونسے بھائی جان کو وہ تو یہاں سے چلے گئے تھے۔“ روبی نے اپنے ہاتھ پر رکھے خط کی طرف دیکھتے ہوئے گویا روجی کو جتایا یا بتایا۔

”معلوم ہے مجھے وہ کمینے لوگ یہاں سے جا چکے ہیں۔“ روجی کے لہجے میں تلخی گھل گئی۔

کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔

”ادھر آؤ میں تمہیں بتاؤں۔ وہ اس کو لیے گیٹ پر آئی۔ پھر بیک سائیڈ پر بنے ایک گھر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بتانے لگی۔ وہ دیکھو سامنے جو پیلے پینٹ والا گھر ہے وہاں جو لڑکا کھڑا ہے۔ بھاگ کر جاؤ اور یہ رقعہ اسے دے آؤ۔“

”مگر کیوں آپی؟“ روبی کی آنکھوں میں الجھن تھی۔ خدا خدا کر کے تو ابھی پہلا سلسلہ ختم ہوا تھا اور اب یہ نیا لڑکا۔ روبی کو اچھی طرح یاد تھا جب ان لوگوں کی رہائش مزنگ میں تھی تب وہ آپی کے ساتھ سکول جایا کرتی تھی۔ تب راستے میں ایک لڑکا ان کے ساتھ ہو جاتا اور آپی اس کے ساتھ باتیں کرتے سکول پہنچ جایا کرتی تھی۔ اور اکثر سکول سے چھٹی مار کر روبی کو ساتھ لیے اس لڑکے کے ساتھ رکشا میں بیٹھ کر کسی پارک میں چلی جاتی۔

پھر مزنگ کی رہائش چھوڑ کر وہ لوگ یہاں نئے گھر میں شفٹ ہو گئے تو یہاں بھی آپی نے کافی دور مگر بالکل سامنے والے گھر میں آنے والے لڑکے سے دوستی کر لی۔ پھر وہ چلے گئے تو اب وہ روبی کو مزید نئے بھائی جان کو رقعہ دینے کا کہہ رہی تھی۔ روبی کی سمجھ میں نہ آیا یہ سب کیا ہے۔ حالانکہ روبی خود بھی کئی دنوں سے دیکھ رہی تھی ان کی بیک سائیڈ کے پیلے

سچی بات تو یہ ہے طارق کے بعد جب نثار خان نے بھی دھوکا محبت کے نام پر دیا۔ محض اپنا ٹائم اچھا گزارنے کے لیے وہ اس کے ساتھ رقعہ بازی کرتا رہا تو روجی کا دل ایک بار پھر محبت سے متنفر ہو گیا تھا اور روجی نے دل میں سوچ لیا تھا خواہ کوئی کچھ بھی کہے (مطلب غزالہ) وہ اب کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گی۔ وہ اپنے ارادے پر مضبوطی سے قائم تھی۔ گرمی رخصت ہونے کو تھی۔ اکتوبر کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ وہ ایک دن لان میں ٹہل رہی تھی۔ جب پیلے پینٹ والے گھر کی جانب، محض اتفاق سے نگاہ اٹھ گئی۔ وہاں ایک لڑکا بالکونی میں کھڑا اس کو دیکھ رہا تھا۔ روجی اسی وقت اندر اپنے روم میں چلی گئی مگر یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا۔

روجی کی عادت تھی پڑھتے پڑھتے جب تھک جاتی تو ناول ہاتھ میں لیے لان میں آ جاتی۔ واک بھی ہوتی رہتی۔ پڑھتی بھی رہتی۔ روجی محسوس کرتی اس لڑکے کو روجی کو دیکھنے کے علاوہ جیسے دنیا میں کوئی اور کام نہیں تھا۔ روجی پڑھتے پڑھتے ٹہلتے ٹہلتے دانستہ نادانستہ کئی بار بالکونی کی جانب دیکھتی اور اس کو ہمیشہ وہاں کھڑا پاتی۔ اب تو وہ روجی کے دیکھنے پر مسکرانے لگا تھا۔

مگر روجی مسکرانا تو دور کی بات فوراً رخ پھیر کر اپنے روم میں چلی جاتی۔ وہ سوچتی اب میں کسی کے چکر میں ہرگز نہیں آؤں گی۔ مگر ہوا یہ کہ۔

پرسوں جب وہ گھر کی صفائی کرنے کے بعد گیٹ کے باہر والا حصہ دھو رہی تھی تب بالکونی والے لڑکے نے اس کے قریب سے گزرتے ہوئے منہ سے کچھ کہے بغیر خط اس کے ہاتھوں پر پھینکا اور خود آگے بڑھتا چلا گیا۔

روجی نے ادھر ادھر دیکھ کر لیٹر فوراً چھپا لیا۔ پھر جلدی جلدی اپنا باقی کا کام ختم کر کے اندر آئی اور لیٹر کھول کر پڑھنے لگی لڑکے نے روجی کی بے رخی کا شکوہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔

"مائی ڈیئر گرل!

سلام محبت!

آپ کو دیکھنے کے لیے سارا وقت بالکونی میں سوکھتا رہتا ہوں۔ مگر آپ کو پرواہ نہیں۔ مجھ سے زیادہ اہمیت تو آپ کے نزدیک اپنی کتاب کی ہے جس پر سارا وقت نگاہ جمائے رکھتی ہیں۔ مگر میں بھی ہمت ہارنے والا نہیں۔ اگر محبت کرنا جرم ہے تو میں یہ جرم کر چکا ہوں۔ اب آپ جو بھی سزا دیں اور اگر میری محبت پر یقین کر کے مجھ پر رحم کھا کر اپنے خیالات سے آگاہ فرمائیں تو مہربانی ہوگی۔ یقین کریں مجھے آپ سے سچی محبت ہو چکی ہے۔ محبت میں یقین پہلی شرط ہے۔ آج بہت مجبور ہو کر اس لیٹر کے ذریعے اپنے دل کی حالت بتا رہا ہوں۔ پلیز جواب سے ضرور نوازیے گا مہربانی ہوگی۔

والسلام، جمشید۔

روجی نے لیٹر پڑھا تو دل میں یکدم عجیب سا احساس جاگ اٹھا۔ گو کہ وہ اب کبھی نہ محبت کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی مگر بہت سوچ کر اس نے جمشید کے خط کا جواب دینے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر اب کہ سنجیدہ نہیں تھی۔ یعنی اس نے غزالہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ویسے وہ دیکھنا بھی چاہتی تھی کہ لڑکے نے جو کچھ لکھا ہے وہ کتنا سچ ہے۔ ویسے بھی اس نے سوچا اگر نثار خان اچھا ٹائم پاس کرنے کے لیے اس کو استعمال کر سکتا ہے تو وہ بھی ایسا کیوں نہیں کر سکتی۔

انہی خیالات میں گم اس نے چپس تل کر روبی زوبی کو دیے اور اپنی پلیٹ اٹھائے اپنے روم میں آ گئی۔

شام کے وقت روبی ہوم ورک سے فارغ ہو کر باہر سہیلیوں کے ساتھ گراؤنڈ میں کھیل رہی تھی کہ اچانک جمشید نے آواز دے کر اس کو بلایا کیونکہ گراؤنڈ ان لوگوں کے گھر کے سامنے ہی تھی۔ روبی کو اگرچہ جمشید کا بلانا بہت ناگوار گزرا۔ گھر کے اندر آپی نہیں کھیلنے دیتی اور باہر گراؤنڈ میں آئی تھی تو یہ منحوس آ گیا۔ تاہم آپی کا خیال کر کے جانا تو تھا ہی۔ وہ برا سا منہ بناتے ہوئے ان کے قریب چلی آئی اور بڑی بے زاری سے جمشید کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بات ہے بھائی جان!؟"

"چیونگم کھاؤ گی؟" جمشید نے پوچھا۔

"آپ کے پاس ہے۔" روبی نے جلدی سے پوچھا۔

"ہاں تمہارے لیے لے کر آیا ہوں۔" اس نے جیب سے پیکٹ نکال کر روبی کو تھمایا تو روبی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کیا سب کی سب میں لے لوں۔" یعنی آج تو موجیں ہوگئی تھیں۔ گھر کے اندر آپی نے چپس بنا کر کھلائی تو باہر سے چیونگم کا پورا پیکٹ مل رہا تھا۔ روبی کی بات سن کر جمشید بولا
"ہاں.....ہاں ساری چیونگم تم لے لو۔"
وہ رکا پھر ادھر ادھر دیکھ کر آہستہ سے بولا۔ "لیکن یہ خط اپنی آپی کو پہنچا دو۔"
"جاؤ شاباش۔ پہلے بھاگ کر خط ان کو دے آؤ پھر چیونگم کھانا اور خوب کھیلنا" یہ سنتے ہی روبی نے رقعہ ان کے ہاتھ سے جھپٹ لیا اور پوری تیزی سے بھاگتی ہوئی جب گھر میں داخل ہوئی تو روحی امی کے پاس بیٹھی چاول چن رہی تھی جبکہ امی پالک کاٹ رہی تھی۔ روبی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اس رفتار سے آپی کے قریب آ کر رکی اور خط روحی کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔
"آپی! یہ خط انہوں نے دیا ہے۔"
روبی نے گھبرا کر امی کو دیکھا۔ وہ روبی کو ہی دیکھ رہی تھی۔
روحی نے جلدی سے روبی کے ہاتھ سے لیٹر لیتے ہوئے کہا۔ "اچھا اچھا غزالہ نے دیا ہوگا۔ خود آتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے جو لیٹر لکھ دیا۔" قبل اس کے روبی وضاحت کرتی کہ خط غزالہ کا نہیں ہے بھائی جان کا ہے۔ روحی نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے کہا۔
"روبی جاؤ میرے روم سے ذرا کولڈ کریم تو اٹھا کر لانا۔" روبی فوراً اندر چلی گئی تو شمشاد نے پوچھا۔
"کس کا خط ہے؟" حالانکہ روبی سے خط پکڑتے ہوئے کہا بھی تھا کہ غزالہ نے لکھا ہے۔ مگر انہوں نے شاید سنا نہیں تھا۔ روحی نے کہا۔
"امی غزالہ کا ہے اور کس کا ہوگا۔ میں چند روز پہلے ایک ناول لائی تھی ان کے گھر سے۔ اس کی واپسی کا لکھا ہے۔" روحی نے خط ان کے سامنے کھول کر پڑھا۔ صرف انہیں یہ یقین دلانے کو کہ یہ خط غزالہ ہی کا ہے۔ حالانکہ وہ ایسا نہ بھی کرتی تو ماں اس پر شک کرنے والی نہیں تھی کیونکہ وہ روحی پر اندھا اعتماد کرتی تھی۔ خود وہ گھر میں کم ہی رہتی تھی۔ انہیں گھومنے پھرنے کی عادت تھی۔ کوئی کام ہو یا نہ ہو۔ وہ آج ایک بہن کے گھر جا رہی ہے تو کل دوسری کے، پرسوں بھائی کے گھر جا رہی ہے تو ترسوں دیور کے ہاں۔ ان کی اس عادت سے بھی روحی نے فائدہ اٹھایا تھا تاہم غزالہ کے ملنے کے بعد بہت آزاد خیال ہوگئی تھی۔ ایک تو ماں روحی پر اندھا اعتماد کرتی تھی اور پھر وہ گھر میں بھی کم ہی رہتی تھی۔ ان کی زیادہ غیر موجودگی میں غزالہ زیادہ سے زیادہ ان ہی کے گھر میں رہتی تھی۔ اچانک روحی چاولوں والی پرات ایک سائیڈ پہ رکھتے ہوئے بولی۔
"امی! میں ذرا روبی کو غزالہ کا ناول دے آؤں۔"
اور جلدی سے اپنے روم میں آئی جہاں روبی ابھی تک کریم تلاش کر رہی تھی۔ "روبی یہ کیا حماقت تھی۔" روحی نے غصے سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
"کیا کیا ہے میں نے؟" روبی نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔ جانتی تھی روحی آپی کو بات بے بات مارنے کی عادت تھی مگر وہ روبی کو مار کر مجرم نہیں بننا چاہتی تھی۔ حالانکہ جی تو یہی چاہ رہا تھا۔ روبی کو اس حرکت پر اس کا گلا دبا کر وہ ہلاک کر دے۔ روحی نے بھی روبی کے چہرے پر خوف دیکھا تو نرمی سے بولی۔
"روبی اب تم اتنی بھی چھوٹی نہیں ہو کہ بات کو سمجھ نہ سکو۔ تمہیں یہ خط مجھے امی کے سامنے نہیں دینا چاہیے تھا۔"
"مگر کیوں آپی؟" روبی ان کی بات کا مطلب ٹھیک سے نہ سمجھ سکی تھی۔
"کیوں کو چھوڑ کر اب میری بات غور سے سنو۔ آئندہ امی تو کیا کسی کے سامنے بھی مجھے خط نہ دینا۔ جب بھی تمہارے بھائی جان تم کو خط دیں چھپا لینا اور سیدھی میرے روم میں آنا اور میرا تکیہ اٹھا کر اس کے نیچے رکھ دیا کرنا۔" پھر پرس سے چونی نکال کر روبی کو دیتے ہوئے بولی۔ "اب یہ ناول لو بھاگ کر جاؤ اور غزالہ باجی کو دے آؤ اور سنو باہر امی کے پاس رکنا نہیں۔ چلو جاؤ۔"
روبی ان کے فراخدلانہ نرم رویے پر حیران ہوتے ہوئے گھر سے باہر آ گئی۔ سب سے پہلے وہ غزالہ کے گھر گئی۔ اس کی امی اور بھابی رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ جب غزالہ کہیں نظر نہ آئی تو روبی نے غزالہ کے بارے میں اس کی امی سے پوچھا۔ غزالہ کی امی نے ٹھنڈی سانس بھر کر سنانے کے لیے کہا۔ اپنے کمرے میں ہوگی اور کہاں جانا ہے اس معصوم نے۔ ایسی شریف بچی ہے۔ سارا دن اپنے کمرے میں گھسی رہتی ہے مجال ہے جو ادھر ادھر آئے جائے۔" روبی مزید باتیں سننے کی بجائے غزالہ کے روم میں آئی تو وہ بھی بستر پر لیٹی کوئی

کتاب پڑھ رہی تھی۔روبی نے سلام کرنے کے بعد ناول اس کی سمت بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ آپی نے دیا ہے ناول۔"غزالہ کو تھما کر وہ واپس جانے لگی تو غزالہ نے پوچھا سنو روبی! روجی کیا کر رہی تھی۔

"وہ بھی کتاب پڑھ رہی تھیں۔"روبی نے بہت سوچ کر جواب دیا۔

پھر باہر آ گئی۔گراؤنڈ میں اب تک بچے کھیل رہے تھے۔وہ تب تک ان سب کے ساتھ شور کرتے کھیلتی رہی جب تک سلمان بھائی نے آواز دے کر گھر آنے کو نہیں کہا۔وہ گھر آئی تو سب کھانا کھا رہے تھے۔وہ بھی ہاتھ دھو کر ان کے ساتھ کھانے لگی۔

روجی نے رات سونے سے پہلے اپنے خط کا جواب پڑھا اور مسکرا دی لڑکا اس کے لیے ضرورت سے زیادہ بے تاب تھا۔اس نے روجی کے لیے بے حد خوبصورت الفاظ میں، بہت زیادہ تعریف کی تھی۔روجی نے سوچا لڑکا سنجیدہ ہے یا نہیں مگر میں نے جو پہلے غلطی کی تھی اب نہیں کروں گی کہ ادھر خط آیا ادھر فوراً جواب لکھ دیا۔اب تو خوب تڑپا تڑپا کر جواب لکھوں گی۔جب وہ انتظار کرتے کرتے نڈھال ہو جائے گا...... جبکہ روبی روجی کو لیٹر پڑھتے دیکھ کر سوچ رہی تھی اب پھر وہی مصیبت، روز نئے بھائی جان کے پاس جانا ہوگا۔کبھی خط دینے، کبھی جواب لینے۔مگر وہ حیران رہ گئی۔جب اگلے روز تو کیا بہت دنوں تک بھی روبی کو خط دینے کا نہیں کہا تھا۔

تاہم روبی اکثر دیکھتی آپی اب پہلے سے بھی زیادہ ٹائم لان میں گزارتی اور اس لڑکے کے گھر کی جانب دیکھتی رہتی اور وہ لڑکا بھی کبھی گیٹ پر کبھی بالکونی میں اور کبھی گھر کی چھت پر کھڑا مسکرا مسکرا کر آپی کو دیکھتا رہتا۔پھر وہ سنجیدہ رہنے لگا اور ایک دن اتفاق سے روبی نے دیکھا وہ اپنی بالکونی میں کھڑا آپی کے سامنے ہاتھ جوڑ رہا تھا۔آپی اس کو ہاتھ جوڑتے دیکھ کر مسکرائی۔پھر اپنے روم میں چلی گئی جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ یہ ایک رہائشی سکیم تھی۔اس لیے اکا دکا ہی مکان ابھی تعمیر ہوئے تھے۔کچھ گھر تعمیر ہو رہے تھے، تاہم کچھ پلاٹ ابھی تک یوں ہی پڑے ہوئے تھے۔یہی وجہ ہے کہ وہ دونوں محبت کا کھیل بڑی آزادی سے کھیل رہے تھے۔

جس دن اس لڑکے نے آپی کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے اسی دن جب روبی شام کو کھیلنے کے لیے گراؤنڈ میں جانے لگی تو آپی اس کے پیچھے دروازے تک آئی۔پھر رقعہ اس کو دیتے ہوئے بولی۔

"تمہارے بھائی جان! وہاں گیٹ پر کھڑے ہوں گے۔پہلے یہ خط ان کو دے دینا پھر کھیلنا۔"روبی نے خاموشی سے رقعہ پکڑ لیا کہ انکار فضول تھا۔اس کے بعد خط دینے اور لینے کا سلسلہ ایک بار پھر شروع ہو گیا۔پہلے پہل تو روبی کو اپنے کھیل کے علاوہ اور کسی چیز سے دلچسپی نہ تھی۔مگر جب یہ آپی اور جمشید کا کھیل طویل ہو گیا تو وہ ان کے بارے میں سوچنے لگی۔وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔وہ ایک دوسرے کو دیکھتے کیوں رہتے ہیں اور ان لیٹر میں باتیں کیسی لکھتے ہوں گے۔مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا۔

تاہم ان الجھنوں کے باوجود وہ خوش تھی۔کیونکہ اب آپی اس کو مارتی نہیں تھی بلکہ الٹا روبی کو اپنے پاس سے پیسے بھی دے دیتی تھی۔ادھر جمشید بھائی ٹافی اور چیونگم مفت میں دے دیتے تھے۔

سکول میں سب سہیلیاں اس کی بہت عزت کرنے لگی تھیں۔کیونکہ وہ یہ سب چیزیں ان میں بانٹ کر کھاتی تھی۔

کسی اور کا تو روبی کو پتہ نہیں خود روبی کا وقت اچھا گزرنے لگا تھا۔

عیش ہی عیش تھی اور وہ تھی۔اسی دوران اس نے پانچویں کا امتحان بڑی محنت سے فل تیاری کر کے دیا تھا۔رزلٹ والے دن جب روبی تیار ہو کر جانے لگی تو روجی نے پکارا۔

"روبی ابھی ٹھہرو تو سہی، میں اپنا پرس پکڑ لوں، مجھے تمہارے ساتھ جانا ہے۔"

"آپ بھی آپی میرے ساتھ جائیں گی۔"روبی نے حیرت اور خوشی سے پوچھا۔

"ہاں! چندا آج میں تمہارا رزلٹ سننے خود جاؤں گی۔"

"اماں سے میں نے اجازت لے لی ہے۔"روجی نے پرس پکڑتے ہوئے بتایا۔

"واقعی!"روبی نے کہا۔پھر خوشی خوشی آپی کے ساتھ گھر سے باہر آئی۔ابھی وہ پیلے پینٹ والے مکان سے تھوڑی دور ہی تھی کہ روبی نے دیکھا جمشید بھائی اپنے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولے کھڑے تھے۔یہ دیکھ کر روبی نے آپی کو بتانا ضروری سمجھا۔

"آپی وہ سامنے جمشید بھائی کھڑے ہیں۔"

روحی نے حیران ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا اگر یہ بات ہے تو تم اکیلی سکول چلی جاؤ میں ذرا تمہارے بھائی جان سے تھوڑی باتیں کرلوں۔"

"مگر آپی! آپ نے امی سے میرے ساتھ جانے کے لیے اجازت لی تھی اب آپ میرے ساتھ چلیں۔" روبی نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔ مگر روحی اس کے احتجاج کو نظر انداز کرتے ہوئے پرس سے ایک روپیہ نکال کر اس کو دیتے ہوئے بولی۔

"روبی مجھے تمہارے بھائی جان سے بہت ضروری بات کرنی ہے، اب تم تنہا سکول جاؤ اور واپسی پر مجھے ساتھ لے جانا۔ یاد رکھنا روبی واپس گھر جاتے ہوئے تم نے یاد سے مجھے ساتھ لینا ہے اور خبردار جو اس بارے میں اگر کسی کو کچھ بتایا۔"

روحی نے آخری بار روبی کا تھپکی اور گیٹ چھوڑ کر دوسری سائیڈ پر بنے ہوئے ڈرائنگ روم کے کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔

مگر روبی کتنی دیر آنکھوں میں نمی لیے وہیں افسردہ سی کھڑی رہی۔ اس نے جب سے سکول جوائن کیا تھا تب سے کبھی بھی اس کے ساتھ گھر سے کوئی اس کا رزلٹ سننے نہیں گیا تھا۔ اس کی سب سہیلیوں کے ساتھ ان کے گھر سے کوئی نہ کوئی لازمی آتا تھا۔ کوئی اپنے ابو کے ساتھ آتی تھی تو کوئی امی کے ساتھ کوئی اپنی باجی کے ساتھ تو کوئی بڑے بھائی کے ساتھ۔ مگر وہ ہمیشہ اکیلی ہی ہوتی تھی۔ اس نے کئی بار امی سے کہا بھی تھا۔ امی کا جواب تھا۔

"میں تمہارے ساتھ جا کر کیا کروں گی۔ رزلٹ ہی سننا ہے جا کر سن آؤ۔" اور آج اگر آپی اتفاق سے آئی بھی تھی تو راستے میں ہی رہ گئی تھی۔ روبی دل ہی دل میں جمشید کو برا بھلا کہتے ہوئے سکول چلی گئی۔ اس نے پورے سکول میں تیسری پوزیشن لی تھی۔ رزلٹ سننے کے بعد سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے لگی۔ ایسے میں روحی کا خیال اس کے ذہن سے بالکل نہیں گیا۔ کھیلتے کھیلتے بہت دیر بعد اس کو آپی کا خیال آیا تو کپڑے جھاڑتی ہوئی جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور تقریباً بھاگتی ہوئی جمشید کے گھر روانہ ہو گئی۔

* ☆☆☆ *

روحی ادھر ادھر دیکھ کر جلدی سے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی تو جمشید نے دروازہ بند کر دیا۔ پھر روحی کی جانب مڑا اور محویت سے اسے دیکھنے لگا جبکہ روحی ڈرائنگ روم کا جائزہ لینے لگی تھی۔ خاصا کشادہ ڈرائنگ روم تھا، جس میں بہت قیمتی اور خوبصورت صوفے لگے تھے۔ فرش پر قالین اور دریچے کے پردے بہت خوبصورت تھے اور ریشم کے تھے۔ چھت میں لگا فانوس بہت زیادہ قیمتی تو شاید نہیں تھا' مگر تھا بہت خوبصورت جدید انداز کے ڈیکوریشن پیس ڈرائنگ روم کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کر رہے تھے۔

روحی بظاہر تو ڈرائنگ روم کا جائزہ لے رہی تھی لیکن در حقیقت دھیان سارا پیچھے کھڑے جمشید پر تھا۔ وہ اس کی نگاہوں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی۔ اس کو یقین تھا جمشید کی نگاہیں اسی پر جمی ہوں گی۔ وہ تو بالکونی میں کھڑا سارا وقت اس کو دیکھتا رہتا تھا۔ اب تو وہ اس کے بے حد قریب کھڑی تھی۔

"اب بیٹھو روحی! کب تک یونہی کھڑی رہو گی۔" وہ جمشید کی آواز سن کر چونکی۔ پھر مڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ کھڑے بین کا گرے کلر کا شلوار سوٹ پہنے ہوئے تھا اور آنکھوں میں محبت لیے روحی کو دیکھ رہا تھا۔ روحی کے دیکھنے پر شکوہ کیا۔

"روحی ڈیئر! کتنا تڑپایا کرتم میرے لیٹر کے جواب دیتی ہو اور کب سے ملنے پر زور دے رہا تھا مگر تم آج آئی ہو۔"

روحی اس کی بات سن کر مسکرائی پھر صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ جاب کی تلاش میں فارغ ہوتے ہیں اس لیے لیٹر لکھنے اور ملنے کے علاوہ کچھ سوجھتا ہی نہیں جبکہ مجھے گھر کے اندر بہت سارے کام ہوتے ہیں۔ آج بھی روبی کا رزلٹ سننے کے لیے اجازت ملی ہے۔ روبی بے چاری تنہا ہو کر اکیلی سکول چلی گئی اور میں آپ کی خواہش پر یہاں رک گئی۔"

"تمہاری آمد کا شکریہ روحی! مگر شاید تم میری محبت پر یقین نہیں کرتی ہو۔ تمہیں میری بے قراریوں کا اندازہ نہیں۔ میری زندگی میں تم سے پہلے کوئی لڑکی نہیں آئی اور نہ ہی اب تمہارے بعد آئے گی۔ میں نے تم سے محبت کی ہے تو شادی بھی تم سے کروں گا۔"

روحی نے کوئی جواب نہ دیا۔ سکون سے اس کو دیکھتے ہوئے اس کی باتیں سنتی رہی۔ دل میں طارق اور شاکر خان کا خیال تھا۔ اس نے سوچا مرد بھی ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اپنا دل

بہلاتے ہیں اور پھر لڑکیوں کو روتی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔
اس کو خاموش دیکھ کر جمشید نے پھر محبت بھری نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیا میری محبت اور باتوں پر یقین نہیں آیا جواب بھی خاموش ہو۔"
یہ سن کر روحی سنبھلی پھر کہا۔
"آپ کی محبت پر یقین نہ ہوتا تو یہاں کیسے آتی۔" یہ سن کر جمشید نے اس کے بہت قریب صوفے پر بیٹھتے ہوئے بتایا۔
"اس بار جاب کے سلسلے میں جو انٹرویو دیا تھا اس میں کامیاب رہا ہوں۔ اب پرسوں سے میں ڈیوٹی جوائن کر رہا ہوں۔"
"مبارک ہو! یہ تو بہت خوشی کی بات سنائی آپ نے۔" روحی نے مسکرا کر کہا۔
"اس برس کے آخر میں بڑی باجی کی شادی طے ہے۔ ان کی شادی کے بعد امی اور باجی کو تمہارے گھر بھجوا دوں گا۔" جمشید نے اپنا پروگرام بتایا تو روحی نے معصوم بن کر پوچھا۔
"وہ کس لیے۔" حالانکہ امی باجی کے آنے کا مطلب صاف تھا۔
"تمہیں اپنی بنانے کے لیے۔" جمشید نے سامنے ٹیبل پر رکھی فروٹ والی باسکٹ میں سے کیلا نکال کر اسے تھمایا اور خود چھری پکڑ کر سیب چھیلنے لگا تو روحی نے چھری اس کے ہاتھوں سے لیتے ہوئے کہا۔
"لائیں چھری مجھے دیں، میں چھیلتی ہوں اور جمشید چھری اس کو تھما کر باتیں کرنے لگا۔" اب وہ روحی کو اپنی فیملی کے متعلق بتا رہا تھا۔ روحی جوں پیتے فروٹ کھاتے اس کی باتیں سنتی رہی۔ خود وہ کم ہی بولی تھی۔
تاہم جب جمشید نے اس کو رنگ پہنانی چاہی جو وہ بہت محبت سے اس پہلی ملاقات کا گفٹ سمجھ کر لایا تھا تو روحی نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا۔
"میں اس کو نہیں لے سکتی۔ گولڈ کی ہے۔ گھر والوں سے کیا کہوں گی۔"
"گھر والوں کو گولڈ کی بتانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کہہ دینا آرٹی فیشل ہے۔" جمشید نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔
"آئی ایم سوری، میں اس کو ابھی نہیں پہن سکتی۔ میری مجبوری سمجھیں۔" ہاں یہ وعدہ رہا جب اس کو پہننے کا موقع آیا تو ضرور پہنوں گی اور جمشید مان گیا اور وہ سب کچھ بھول کر اپنی باتوں میں کھو گئے۔ چونکے تو اس وقت جب روبی نے زور زور سے ڈرائنگ روم کا دروازہ پیٹنا شروع کیا۔
روحی جو بے خودی جمشید کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیئے بیٹھی تھی چونک پڑی۔ پھر جلدی سے جمشید کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ نکالتے ہوئے بولی۔
"یقیناً روبی آئی ہے۔" جلدی سے جا کر دروازہ کھولیں۔
"پہلے یہ بتاؤ پھر کب ملوگی۔" جمشید نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔
"جب بھی موقع ملا لکھ کر بتا دوں گی۔ ابھی دروازہ تو کھولیں۔" اور جمشید نے جا کر دروازہ کھول دیا۔ روبی فوراً اندر آئی اور روحی کو پکارا۔
"آپی جی! آپی جی! اب چلیں۔" اور روحی تو پہلے ہی جانے کو تیار بیٹھی تھی۔ روبی کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر جب وہ دروازے سے باہر نکلنے لگی تو جمشید نے اس کا ہاتھ نرمی سے دباتے ہوئے خدا حافظ کہہ کر دروازہ بند کر دیا۔ ادھر روبی کو خوف تھا۔ آپی لیٹ ہونے پر اس کو ڈانٹے گی مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ آپی کا موڈ بے حد خوشگوار تھا۔
"تمہارا رزلٹ کیا رہا؟" راستے میں روحی نے پوچھا۔
"آپی! میں سکس کلاس میں ہوگئی ہوں اور میں نے پورے سکول میں تیسری پوزیشن لی ہے۔ یہ دیکھیں مجھے انعام بھی ملا ہے۔" روحی نے اس کے ہاتھ میں پکڑا پیکٹ دیکھا۔ پھر شاباش دینے کے بعد پیار سے اس کو سمجھاتے ہوئے بولی۔
"دیکھو روبی! تم میری پیاری سی بہن ہو امی کو یہ مت بتانا بلکہ کسی کو بھی نہ بتانا کہ میں تمہارے ساتھ سکول نہیں گئی تھی۔"
"کبھی نہیں بتاؤں گی آپی۔" روبی نے انہیں یقین دلایا اور دونوں گھر میں داخل ہوگئیں۔ گھر میں امی زوبی کے علاوہ سلمان بھائی اور ابو بھی موجود تھے۔ روبی روحی کو دیکھتے ہی سب

نے روبی کے رزلٹ کے بارے میں استفسار کیا۔
"ارے بھئی ابا پاس ہو گئی ہے ہماری روبی بلکہ تیسری پوزیشن بھی لی ہے۔" روجی نے کہا اور فوراً اپنے روم کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ روبی بھاگ کر باپ کی گود میں چڑھ گئی تھی۔
"ابو میرے پاس اور تیسری پوزیشن لینے پر آپ مجھے کیا انعام دیں گے؟ ویسے مجھے سکول سے بھی انعام ملا ہے۔" روبی نے لاڈ سے اٹھلا کر پوچھا۔
"بھئی جو بھی ہماری بیٹی کہے گی وہی لا دیں گے۔" ابو نے شفقت سے کہا۔
"ابو جی! میرے پاس بڑے بالوں والی گڑیا نہیں جبکہ زوبی کے پاس ہے۔ بس آپ مجھے ویسی گڑیا لا دیں۔" روبی نے جلدی سے بتایا۔
"ٹھیک ہے بیٹا کل ہی آپ کو گڑیا مل جائے گی۔" ابو نے اس کی پیشانی چوم کر کہا تو روبی سلمان بھائی کے پاس آ گئی۔
"بھائی جان! آپ مجھے کیا تحفہ دیں گے؟" روبی نے پوچھا۔
"صرف ایک چیونگم۔" سلمان نے ہنس کر کہا۔ تو پاس بیٹھی زوبی بولی چیونگم میں بھی لوں گی۔ زوبی کی بات پر سب ہنسنے لگے تو روبی نے ماں سے پوچھا۔ "امی آپ کو معلوم ہے میں نے پورے سکول میں تیسری پوزیشن لی ہے۔ آپ مجھے کیا انعام دیں گی؟" شمشاد بیگم سوچ میں پڑ گئیں۔
"جلدی سے بتایئے نا امی جان!" روبی نے مچل کر کہا۔
"ارے میں تمہیں کورس کی نئی کتابیں لے دوں گی۔ بھلا اور کیا دوں گی۔ دیکھو خرچا دن بدن بڑھ رہا ہے جبکہ تمہارا باپ۔"
"خدا کے لیے اب تم اپنی غریبی کا رونا مت رونا۔" نصیر نے کہا۔
اتنے میں روجی بھی اندر سے آ کر ان سب کی باتوں میں شامل ہو گئی۔ گھر میں داخل ہوتے وقت جو ہلکا سا خوف اس کے چہرے پر موجود تھا وہ اب زائل ہو چکا تھا۔ وہ بڑے اعتماد سے ان سب سے باتیں کرنے لگی۔ روبی کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی روجی نے کہا۔
"میں تو اپنی ننھی منی سی بہن کو سوٹ اپنے ہاتھوں سے سی کر دوں گی۔"
پھر وہ روبی کو سکول سے ملنے والا پیکٹ کھول کر دیکھنے لگی۔ بچوں کی کہانیوں والی بک تھی۔
رات کے کھانے سے فارغ ہو کر روجی نے چادر اوڑھتے ہوئے پوچھا۔
"امی جان! اگر آپ اجازت دیں تو میں غزالہ کے گھر چلی جاؤں۔" اصل میں وہ اپنی آج والی جمشید کی ملاقات کا احوال غزالہ کو سنانا چاہتی تھی۔
"ہاں..... ہاں چلی جاؤ۔" شمشاد کو اپنی بیٹی پر فخر تھا۔ وہ سارے گھر کو کتنی محنت سے سنبھالتی تھی۔ وہ روجی کی یہ بات بغیر اعتراض کے مان جاتی تھی اور غزالہ کا گھر دور ہی کتنا تھا۔
روجی زوبی کو لے کر غزالہ کے گھر آئی۔ اس وقت بھی رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ مگر غزالہ ان سب میں نہیں تھی۔ روجی نے بڑے ادب سے سلام کیا، پھر پوچھا۔
"خالہ جی! غزالہ کہاں ہے؟"
"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں اپنے کمرے میں ہے۔ تم بھی وہیں چلی جاؤ۔" انہوں نے کہا تو روجی نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔
"کیا ہوا غزالہ کو خالہ جان؟ مجھے تو کچھ خبر نہیں۔"
"اب آئی ہو تو خود ہی جا کر دیکھ لو۔" خالدہ بیگم نے کہا، پھر چونکتے ہوئے کہا۔
"ارے! آؤ پہلے کھانا کھا لو۔" یہ سن کر روجی نے کہا۔
"خالہ جی کھانا میں ابھی ابھی گھر سے کھا کر آئی ہوں۔" روجی زوبی کو لیے غزالہ کے کمرے میں آئی۔ تو وہ اپنے پلنگ پر لیٹی ناول پڑھ رہی تھی۔ یقیناً کوئی دلچسپ سین تھا جو وہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ مسکرا رہی تھی۔
"ارے واہ! تمہارے تو بڑے ٹھاٹھ ہیں۔ خالہ جان کہہ رہی تھیں تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں اور تم یہاں ہٹی کٹی لیٹی پڑھ رہی ہو۔" روجی نے چادر اتارتے ہوئے کہا۔
"ہائے روجی تم آئی ہو۔" غزالہ ناول رکھ کر اٹھی اور اچھل کر روجی سے لپٹ گئی۔ "سچی مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم آئی ہو۔ باقی رہی طبیعت کی خرابی کی بات وہ تو گھر کا کام نہ کرنے کا بہانہ

ہے۔" روبی اس دوران کمرے میں ایک کونے میں بچھی دری پر بیٹھ چکی تھی۔

دن ہوتا تو روبی اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے چلی جاتی مگر اس وقت تو رات تھی۔ مجبوری کی حالت میں بیٹھی وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی باتیں سننے لگی کہ اب اپنے کان تو نہیں بند کر سکتی۔ حالانکہ جس قسم کی وہ بات چیت کرتی تھیں وہ بچوں کے تو کیا بڑوں کے سننے کے لائق بھی نہیں تھی۔

"اتنے یقین کی بات چھوڑو" روجی اس کو چٹکی بھرتے ہوئے بولی۔ اب یقین آ گیا ہے تو یہ بتاؤ طبیعت ٹھیک ہے تو یہاں کیوں پڑی ہے جبکہ باہر سب لوگ کھانا کھا رہے ہیں۔

"یار بتایا تو ہے طبیعت کی خرابی کام سے بچنے کے لیے ہے۔" ویسے میری طبیعت تھوڑی خراب بھی ہے۔ اب کے غزالہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری طبیعت کو تو میں اچھی طرح سمجھتی ہوں غزالہ کی بچی۔" روجی نے اس کے مقابل بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے چل چل میری طبیعت کو چھوڑ۔ یہ بتاؤ آج گئی کہاں تھی؟" غزالہ نے آہستہ سے پوچھا۔

"اچھا تو تم اب میری ٹوہ میں رہتی ہو۔" روجی نے ہنس کر کہا۔

"جناب! میں تمہاری ہی نہیں سبھی کی ٹوہ میں رہتی ہوں۔ دیکھو یہ میرے روم کی ونڈو یہ سارا دن کھلی رہتی ہے۔ باہر جو کچھ ہوتا ہے اس میں سے سب نظر آتا ہے۔ مجھ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی۔ میں نے آج تمہیں دیکھا تھا اور ساتھ کسی اور کو بھی۔" غزالہ بات ختم کر کے ہنسنے لگی۔

"تم بہت بے ہودہ ہو غزالہ۔" روجی جھینپ کر بولی۔

"میں بے ہودہ ہوں تو تم خود کیا ہو۔ کیا تو لیٹر کے جواب، کئی کئی دن تر ساتر سا کر اس کو دیتی ہو اور اب ملاقات کر لی۔ وہ بھی مجھے بتائے بغیر۔" غزالہ نے روجی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"خدا کے لیے آہستہ آہستہ بولو غزالہ! کیا بے ہودگی ہے۔" روجی نے غصے سے کہا۔

"ارے واہ! یہ بے ہودگی ہے جو میں نے کہا اور جہاں محترمہ خود تشریف لے گئیں وہ کیا تھا۔"

"تمہارا سر!" روجی نے کہا اور مسکرا دی۔

"اچھا جی میرا سر اور ان کا" غزالہ اونچی آواز میں ہنسی۔

"خدا کے لیے غزالہ..... خدا کے لیے آہستہ بولو کوئی تمہارے گھر سے سن نہ لے۔" روجی خوفزدہ ہو کر بولی۔

"اچھا بھئی! آہستہ بولتی ہوں۔ مگر یار ذرا یہ تو بتاؤ ملاقات کا معاملہ طے کیسے ہوا۔ تمہیں تو روز روز لیٹر کا جواب لکھتے ہوئے بھی تکلیف ہوتی تھی اور اب مل بھی آئی ہو۔" غزالہ نے پوچھا تو روجی دھیمی آواز میں بولی۔

"اب میں تمہیں کیا بتاؤں وہ کسی طور میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا۔ ہر خط میں ملنے کا مطالبہ۔ آخر مجبور ہو کر مجھے ملنا پڑا۔" روجی خاموش ہوئی تو غزالہ نے مسکرا کر اسے چھیڑا۔

"یار بتایا تو ہے وہ ہر خط میں ملو ملو لکھتا تھا۔ پھر میں کیا کرتی۔ پہلے تو مجھے کوئی بہانہ نہیں سوجھتا تھا اور رات کو گھر سے نکلتے ہوئے مجھے ویسے ہی خوف آتا تھا۔ آج اتفاق سے روبی کا رزلٹ آؤٹ ہوا تھا۔ بس اسی بہانے گھر سے نکلی تھی۔ اتفاق سے اس وقت وہ بھی گھر میں اکیلا تھا۔ اس لیے ملاقات آسان ہو گئی اور میں تمہیں کیا بتاؤں غزالہ! وہ کتنی باتیں کرتا ہے اور اپنی محبت کے بارے میں کتنے بڑے بڑے دعوے۔ میرا ہاتھ جو اس نے اپنے ہاتھوں میں لیا تو تب چھوڑا جب روبی مجھے لینے آئی۔"

"ہاتھ چھوڑ کر اب یہ بتاؤ باتیں کیا کیا ہوئیں؟" غزالہ نے پوچھا تو روجی اس کے کاندھے پر سر رکھ کر وہ سب ریپیٹ کر کے ہنسنے لگی اور روجی بولی۔

"واقعی؟" روبی نے غزالہ کی آواز سنی پھر وہ دونوں قہقہہ مار کر ہنسنے لگیں اور روجی بولی۔

"جانتی ہو جب میں آ رہی تھی تو کہتا تھا جانے سے پہلے یہ بتاؤ پھر کب ملو گی؟ میں نے کہا جب موقع ملا میں لکھ کر بتا دوں گی۔ تب کہیں اس نے آنے کی اجازت دی اور جب میں آ رہی تھی اس کی بے چینی دیکھنے والی تھی۔ روبی مزید کچھ دیر بیٹھی بے زاری سے ان کی باتیں سنتی رہی۔ بہت سوچنے کے باوجود اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا یہ کیسی باتیں تھیں۔ آخر سر جھٹک کر اٹھتے ہوئے بولی۔

"آپی مجھے نیند آ رہی ہے اب گھر چلیں۔"

روحی نے چونک کر زوبی کو دیکھا جیسے اس کی موجودگی کو بھول چکی تھی۔ پھر چادر اٹھاتے ہوئے بولی۔

"اچھا غزالہ اب میں چلتی ہوں تم آنا کسی دن۔"

"ضرور ضرور کیوں نہیں۔" غزالہ نے ہنس کر کہا اور روحی زوبی کا ہاتھ پکڑ کر ان کے گھر سے باہر آ گئی۔

روحی اور جمشید کا سلسلہ یونہی بغیر کسی رکاوٹ کے چل رہا تھا۔ گھر کے حالات بھی وہی تھے۔ یعنی ماں کا گھومنا پھرنا اور روحی کا گھر سنبھالنا۔ اس روٹین میں اب تک کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اگر فرق آیا تو صرف اتنا کہ شمشاد بیگم نے روحی کی شادی کا فیصلہ کرتے ہوئے رشتہ کروانے والیوں کو روحی کے لیے اچھا سا رشتہ تلاش کرنے کو کہہ دیا تھا۔ روحی امی کا یہ فیصلہ سن کر بے حد خوش ہوئی تھی اور تصوری تصور میں اس شخص کو دیکھنے لگی تھی جس کے ساتھ اس کی شادی ہونا تھی۔

موسم سرما کی آمد آمد تھی اور روحی پوری طرح شادی کی تیاری میں لگ گئی تھی۔ اس دن مشین رکھے وہ نئے لحاف کے غلاف سی رہی تھی۔ شمشاد بیگم ہمیشہ کی طرح زوبی کو ساتھ لیے اپنے بڑے بھائی سے لڑائی ہونے کے بعد دل کی بھڑاس نکالنے آج چھوٹے بھائی کے گھر گئی ہوئی تھی۔ جبکہ روبی کورس کی کتابیں سامنے رکھے پڑھنے میں مگن تھی ایسے میں غزالہ چلی آئی۔ اس بار وہ کافی دنوں بعد آئی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی؟" اس نے روحی کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"دیکھ تو رہی ہو لحاف کا غلاف سی رہی ہوں۔" روحی نے سلائی کرتے ہوئے اس کو دیکھے بغیر جواب دیا۔

"یعنی سردیوں کی تیاری شروع۔" غزالہ نے کہا۔

"ظاہر ہے بندے کو ٹائم سے پہلے ہی اپنا کام مکمل کر کے رکھنا چاہیے۔ تم دیکھنا ایک دو بارش ہونے کی دیر ہے۔ سردی کا آغاز ہو جائے گا۔ بادل تو روز آ جا رہے ہیں۔" روحی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"یہ بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔ اچھا یہ بتاؤ خالہ جان اور زوبی کدھر ہیں؟" غزالہ نے تنہا بیٹھی روبی کو پڑھتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

"میری امی کا تو تمہیں پتہ ہے کہیں نا کہیں آنا جانا لگا رہتا ہے۔ تاہم آج بطور خاص گئی ہیں چھوٹے بھائی کے گھر۔ محض دل کی بھڑاس نکالنے۔ بڑے ماموں سے جھگڑا ہو گیا ہے۔ وہی سب چھوٹے کو بتانے گئی ہیں۔" روحی نے مشین سے کپڑا نکال کر سیزر سے دھاگہ کاٹتے ہوئے تفصیل سے بتایا۔ یہ سن کر غزالہ تھوڑی دیر چپ رہی پھر پوچھا۔

"تم سناؤ تمہارا اور جمشید کا سلسلہ کیسا چل رہا ہے؟"

"ویسے ہی جیسا پہلے چل رہا تھا۔" روحی نے سوئی میں دھاگہ ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

"میری طرح تم بھی جمشید کو ہی پکڑ کر بیٹھ گئی ہو۔" غزالہ نے کہا۔

"غلط نہ کہو یار۔ میں نے اس کو نہیں پکڑا وہ بے وقوف خود ہی مجھے نہیں چھوڑ رہا۔ کہتا ہے مجھ سے پہلے اس کی زندگی میں کوئی لڑکی نہیں آئی اور نہ ہی اب کوئی آئے گی۔ جبکہ ادھر امی نے رشتے کروانے والی خالہ سے کہہ دیا ہے کہ وہ میرے لیے کوئی اچھا سا رشتہ تلاش کرے۔" روحی نے بتایا تو غزالہ نے چھیڑا۔

"روحی تم نے شادی کر لی تو بے چارے جمشید کا کیا ہوگا؟"

"مائی فٹ۔" روحی نے نفرت سے ناک سکیڑ کر کہا۔ "طارق شاکر نے میرا سوچا تھا۔ جو میں جمشید کا سوچوں گی۔ یہاں سب اپنا سوچتے ہیں۔ میں بھی جہاں میرے والدین میری شادی طے کریں گے وہاں خوشی خوشی شادی کرلوں گی۔ جانتی ہو جب میں طارق سے محبت کرتی تھی تو مجھے اس کے سوا کوئی دنیا میں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ پھر جب وہ مجھے بتائے بغیر چھوڑ کر چلا گیا تو میں نے حالات سے سمجھوتا کر لیا۔ مگر بہت مجبوری کی حالت میں کہ اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ بمشکل میں نے خود کو سنبھالا کہ وہ مجھے بھولتا ہی نہیں تھا۔ نہ اس کی باتیں نہ اس کا چہرہ۔

پھر جب طارق کے بعد شاکر خان میری زندگی میں آیا تو میں نے کبھی بھول کر بھی طارق کو یاد نہیں کیا تھا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ شاکر نے بھی دھوکا دیا اور اب یہ جمشید وہ سنجیدہ

ہوسکتا ہے میرے لیے جیسی کہ وہ باتیں کرتا ہے۔وہ رکی، مسکرائی پھر زیرِ خند سے کہا مگر میں شروع ہی سے جمشید سے سنجیدہ نہیں تھی، نہ ہوں۔یہ سوچ کر کہ کل کو وہ بھی مجھے طارق اور شاکر کی طرح چھوڑ کر جاسکتا ہے۔حالانکہ کہتا تو وہ ہر ملاقات میں یہی ہے کہ میں تم سے شادی کرلوں گا اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں اس کی زندگی کی پہلی اور آخری تمنا ہوں۔بہرحال دیکھو وقت کیا گل کھلاتا ہے۔وہ مجھے چھوڑ کر جاتا ہے یا میں ہی شادی کر کے اس کو چھوڑ جاؤں گی۔طارق اور شاکر کی طرح کہ کبھی کہ دن بڑے اور کبھی کی راتیں۔خیر تم اپنے پرویز کی سناؤ۔" روجی نے بات ختم کر کے شرارت سے غزالہ کو دیکھا۔

تو وہ بولی۔"روجی سچی بات تو یہ ہے کہ میں کسی ایک جگہ ٹک نہیں سکتی۔نہ ہی کسی ایک بندے کے ساتھ وابستہ ہو کر رہ سکتی ہوں۔شادی کے بعد یہ سب نہیں چلے گا۔ویسے بھی یار زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں۔باقی رہی گناہ اور ثواب کی بات تو اس بارے میں میں نے کبھی سوچا ہی نہیں۔"

"بہت بدتمیزی ہو۔غزالہ توبہ کرو۔" روجی نے اسے گھور کر دیکھا۔

"بدتمیز نہیں۔حقیقت پسند ہوں۔اب دیکھو میں سڑک پر جارہی ہوں۔ایسے میں اگر مجھے کوئی مسکرا کر دیکھتا ہے۔اپنا دل خوش کرتا ہے تو اس میں میرا کیا جاتا ہے۔دل خوش کرنا تو ویسے بھی نیکی کا کام ہے اور پھر اس میں میرا بگڑتا ہی کیا ہے؟ قسم سے مجھے تو ان لڑکیوں پر بہت غصہ آتا ہے جو راہ چلتے لڑکوں کے چند جملے سن کر خواہ مخواہ ہی شکل بگاڑ لیتی ہیں۔ارے بھئی یہی زندگی ہے۔وہ بھی چار دن کی چاندنی پھر اندھیری راتیں۔ہنسو اور ہنساؤ۔خوش رہو اور دوسروں کو بھی خوش رکھو۔میں تو اسی فلسفے پر عمل کرتی ہوں اور میرے نزدیک اسی کا نام زندگی ہے۔یہ بھی سوچو اگر ہمیں لڑکے نہ دیکھیں تو ہمارا بننا سنورنا سب بےکار ہے، بلکہ ساری لائف ہی بےکار ہے۔باقی رہی یہ بات کوئی کیا کہے گا؟ کیسا کہے گا؟ تو میں ان باتوں کی پروا نہیں کرتی۔اللہ نے لوگوں کو زبان دی ہے۔تو وہ کچھ نہ کچھ ضرور کہیں گے۔پھر لوگوں سے کیوں ڈروں۔

"اب آتی ہوں پرویز کی طرف۔وہ نا صرف بہت اچھا ہے بلکہ امیر بھی بہت ہے۔ساری فیملی کویت سیٹل ہے۔ویسے بھی وہ مجھ سے کہتا ہے مجھ سے شادی کرے گا۔پتہ نہیں سچ کہتا ہے یا جھوٹ۔لیکن کیا فرق پڑتا ہے۔اگر شادی کرے تو بھی ٹھیک ہے نا کرے تو بھی پروا نہیں۔ویسے بھی میری شادی میری ماں کی ذمہ داری ہے۔" غزالہ نے شان بےنیازی سے اپنے بالوں کو جھٹکتے ہوئے کہا اور مسکرا کر روجی کو دیکھا۔

"توبہ غزالہ کی بچی تو کتنی نڈر ہے۔دوسروں کو خوش کرتے رہو۔گھر سے چاہے جوتے پڑ جائیں۔"

"ارے ہاں جوتے پر یاد آیا۔" غزالہ ایک دم چونک کر بولی۔"کل رات تو واقعی مجھے جوتے پڑتے پڑتے رہ گئے۔"

"وہ کیسے؟" روجی نے مشین روک کر اس کو دیکھا۔

"روجی تمہیں تو پتہ ہے پرویز رات کو رقعہ لینے آتا ہے۔میں چھت سے نیچے پھینک دیتی ہوں۔رات جونہی میں نے رقعہ نیچے پھینکا اسی وقت بھائی جان دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔وہ تو خیر ہوئی پرویز نے ہوشیاری سے ہاتھ میں پکڑا رومال نیچے پھینکا اور پھر رومال اٹھاتے ہوئے رقعہ بھی اٹھالیا۔اس کے باوجود بھائی جان کو شک ہوگیا۔وہ فوراً پلٹ کر اندر آئے۔تب تک میں بھاگ کر نیچے آ گئی تھی بلکہ امی کے ساتھ لیٹ کر آنکھیں بھی بند کرلیں۔بھائی جان نے مجھے سوتے دیکھا تو واپس چلے گئے۔اگر مجھے ذرا سی بھی دیر ہوجاتی تو نجانے کیا ہوجاتا۔شاید قیامت ہی آجاتی۔بھابی تو پہلے ہی میرے خلاف بھائی کے کان بھرتی رہتی ہیں۔بہت بدمعاش ہیں۔وہ تو بھائی جان امی کی وجہ سے مجھے کچھ نہیں کہتے۔" یہ سب سن کر روجی نے کہا۔

"تم خود یہ خطرہ کیوں مول لیتی ہو؟" روبی کا سہارا لے لو۔اب مجھے ہی دیکھو کتنے لمبے عرصے سے جمشید کا سلسلہ چل رہا ہے بلکہ ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے اور گھر میں کسی کو کانوں کان خبر نہیں۔"

"اچھا کمال ہے۔یہ مشورہ تم نے پہلے کیوں نہیں دیا۔" غزالہ نے مصنوعی غصے سے کہا تو روجی مسکرا کر بولی۔"اب جو دے دیا ہے۔" غزالہ سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولی۔

"یار! اصل میں تمہارے والا تو سامنے ہی رہتا ہے جبکہ پرویز کو پچھلی دو گلیاں چھوڑ کر آنا ہوتا ہے۔جس دن مجھے اسے رقعہ دینا ہوتا ہے اوپر چھت پر چڑھ کر اسے دکھا دیتی ہوں اور رات کو وہ خود لینے آجاتا ہے۔ملنے پر آج کل وہ بھی بہت زور دے رہا ہے۔مگر ابھی نہیں۔ذرا سردیاں شروع ہوجائیں۔پھر رات کو ملنے جاسکتی ہوں۔دن میں تو بہت مشکل ہے کہ میرے گھر میں میری ایک عدد بدمعاش قسم کی بھابی بھی رہتی ہے۔اچھا سنو کل یاد سے روبی کو بھیج دینا میں اس کو چھت پر لے جا کر پرویز کا گھر دکھا دوں گی۔پھر روبی رقعہ لے بھی آیا

کرے گی اور روبی بھی آیا کرے گی۔ بس تم یاد سے بھیج دینا۔" غزالہ نے تاکید کی۔
"فکر مت کرکل روبی آجائے گی۔" روحی نے ہنس کر کہا اور غزالہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ روحی بھی لحاف کے غلاف سی چکی تھی۔ مشین اٹھا کر اندر سٹور میں رکھی اور خودرات کے کھانے کی تیاری میں لگ گئی۔

روبی وہیں برآمدے کے ستون کے پاس بیٹھی تھی۔

کتاب اس کے سامنے کھلی تھی مگر وہ پڑھنے کی بجائے روحی اور غزالہ کی باتوں پر غور کر رہی تھی۔ اب کچھ کچھ باتیں اس کی سمجھ میں آنے لگی تھیں۔

روحی کے ساتھ ساتھ غزالہ کی ذمہ داری بھی روبی پر آن پڑی۔ جس کو وہ بحالت مجبوری انجام دینے لگی تھی کیونکہ روحی کا حکم تھا۔ اور وہ آپی کی بات سے انکار کرکے پٹنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر غزالہ کا شاید ستارہ ہی ان دنوں گردش میں تھا۔ اصل میں پرویز کا گھر کافی دور تھا۔ اس لیے روبی نے انکار کر دیا تھا۔ ہاں پرویز شام کے وقت آتا اور رقعہ دے بھی جاتا اور لے بھی جاتا کہ اس وقت روبی باہر گراؤنڈ یا گلی میں کھیل رہی ہوتی تھی۔

ایک دن جونہی پرویز نے گلی سے گزرتے ہوئے روبی کو خط دیا تو غزالہ کی ماں نے دیکھ لیا۔ وہ بالکل اچانک اپنے گھر سے باہر آئی تھی۔ ابھی روبی نے رقعہ پکڑا ہی تھا کہ غزالہ کی امی نے آکر اس کی کلائی پکڑ لی اور پھر یونہی کلائی پکڑے اس کو شمشاد بیگم کے پاس لے آئی اور پھر جو کچھ خالدہ بیگم نے آنکھوں سے دیکھا تھا وہ سب شمشاد بیگم کو بتا دیا۔

●☆☆☆●

"کیوں ری روبی! یہ تیری خالہ کیا کہہ رہی ہے۔ کس کا رقعہ تھا اور کس نے دیا تمہیں۔" ماں جو بیٹھی ساگ کاٹ رہی تھی اسے گھورتے ہوئے پوچھنے لگی۔
قریب ہی روحی بیٹھی ساگ کو تڑکا لگانے کے لیے پیاز کاٹنے کے بعد ادرک چھیل رہی تھی۔ روبی کے جواب دینے سے قبل روحی نے منت بھری نظروں سے اس کو دیکھا گویا آنکھوں ہی آنکھوں سے کہہ رہی ہو میری اچھی بہن بتانا مت۔ یہ میری عزت کا معاملہ ہے۔ اگرچہ روحی روبی کو بہت مارتی تھی ڈانٹتی تھی۔ چھوٹی ہونے کے باوجود گھر سے بہت سارے کام روبی سے لیتی تھی۔ اس کے باوجود روبی کو آپی سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ پھر وہ کیوں نہ آپی کی عزت رکھتی۔ چھوٹی تھی اس لیے نہیں جانتی تھی۔ آپی کی عزت بچاتے ہوئے وہ خود اپنی عزت شاید ہمیشہ کے لیے کھو دے گی۔ وہ چپ چاپ کھڑی سوچ رہی تھی۔ اب کہے تو کیا۔ سچ بول دے یا آپی کی عزت رکھ لے۔
"ارے بولتی کیوں نہیں اور وہ رقعہ کہاں ہے؟" ماں نے کرختگی سے پوچھا تو روبی نے خاموشی سے خط والا ہاتھ ان کی جانب بڑھا دیا۔ شمشاد نے رقعہ پکڑ کر روحی کو دیا اور کہا۔
"ذرا پڑھ تو سہی کیا لکھا ہے اس میں۔ ذرا میں بھی تو سنوں۔" انہوں نے روبی کو گھورتے ہوئے کہا۔
روحی نے جلدی سے ان سے رقعہ لیا۔ مرتی کیا نہ کرتی۔ مصیبت سر پہ کھڑی تھی۔ جس کو وہ صرف اپنی ہوشیاری سے ٹال سکتی تھی۔ اس نے اپنی سی کوشش کی۔ جتنا سنسر کر سکتی تھی کرکے ماں کو سنا دیا اور شمشاد کے کچھ بولنے سے پہلے ہی غزالہ کی ماں کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی۔
"توبہ توبہ! ارے ماں پانچ وقت کی نمازی۔ بڑی بہن اس قدر نیک پاک مگر تو کس پر گئی۔ انہوں نے گھور کر روبی کو دیکھا تو روبی کا جی چاہا ابھی اس کی بیٹی کا نام لے کر سارا پول کھول دے۔ مگر آپی کے ڈر سے وہ بے بسی سے کہہ اٹھی اور خالدہ نے کہا۔
"بہن اب ذرا اپنی بچی کا خاص خیال رکھنا کہیں اور کچھ غلط سلط نہ کر بیٹھے۔ ابھی عمر ہی کیا ہے جو ابھی سے ان کاموں پر لگ گئی تو آگے چل کر کیا کیا نہ کرے گی۔" پھر بچے کے بلانے پر وہ اٹھ کر چلی گئی۔ دل ہی دل میں وہ شمشاد بیگم کو تارچ کرکے بے حد خوش تھی۔ ابھی کل ہی تو منوری نے اس کو بتایا تھا۔
شمشاد کہہ رہی تھی تمہاری بہو بے چاری اکیلی سارا گھر سنبھالتی ہے۔ غزالہ سارا وقت فارغ بیٹھی کھاتی پیتی ہے یا پھر کہانی والی کتابیں پڑھتی رہتی ہے۔ خالدہ کو یہ سب سن کر بے حد غصہ آیا تھا۔ اس نے تو منوری کو بتا رکھا تھا اس کو ایک نمبر کی بدمعاش بہو ملی ہے۔ جو خود مل کر پانی بھی نہیں پیتی۔ سارا گھر میری غزالہ سنبھالتی ہے۔ پھر بھی شوہر کو میری بیٹی کے خلاف سکھاتی پڑھاتی رہتی ہے۔ انہوں نے منوری سے بھی کہہ دیا۔ ارے شمشاد تو ایک نمبر کی جھوٹی عورت ہے۔ سارا وقت خود پھرتی رہتی ہے اور بیٹی سامنے والے لونڈے سے آنکھ لڑاتی رہتی ہے۔ پر میں نے بھی تم سے روحی کے بارے میں ایک لفظ بھی کہا اور اب وہ مسکراتی اپنے گھر کو جا رہی تھی۔ غزالہ کی ماں چلی گئی شمشاد نے روبی سے پوچھا۔

"کون ہے وہ لڑکا جس نے تمہیں یہ رقعہ دیا؟" روحی نے جلدی سے روبی کو دیکھا۔اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ماں کی مار کے خوف سے۔

"ارے اب بولتی کیوں نہیں۔بتاتی کیوں نہیں۔کون ہے وہ لڑکا۔نام بتاؤ تا کہ ابھی تمہارا باپ اور بھائی جا کر اس کو سیدھا کر کے آئیں۔" روبی پھر بھی چپ رہی تو شمشاد بیگم نے ساگ اور درانتی ایک طرف رکھا اور روبی کو بالوں سے پکڑ لیا۔پھر پورے زور سے ایک تھپڑ روبی کے منہ پر مارتے ہوئے پوچھا۔

"بتاتی کیوں نہیں؟ کس نے دیا تھا یہ رقعہ تمہیں۔نام کیا ہے اس حرام زادے کا۔کیا وہ مجھے اور تمہارے باپ کو نہیں جانتا تھا۔"

"امی گلی میں گرا پڑا تھا، میں نے اٹھا لیا۔غزالہ کی ماں نے جھوٹ بولا کہ کسی لڑکے نے دیا۔" روبی نے ماں کی مار سے بچنے کے لیے جلدی سے جھوٹ کا سہارا لیا۔

"ہاں امی!" روحی بات سنبھالنے کو جلدی سے خود بھی بول پڑی۔"لوگوں کی تو عادت ہوتی ہے بات بڑھا چڑھا کر کرنے کی۔ہو سکتا ہے روبی نے گلی سے ہی اٹھایا ہو۔آپ خود ہی سوچیں اتنی چھوٹی سی بچی کو...... کوئی خط لکھ سکتا ہے اور پھر غزالہ کی ماں کی عادت کا بھی آپ کو پتہ ہے۔ان کو الف ب کا پتہ چلے تو چھوٹی سی تک خود ہی چلی جاتی ہیں۔ایسی عورت سے خدا بچائے۔اللہ بھی کہتا ہے کسی کا عیب دیکھو تو پردہ ڈال دو اور یہ آئی چھوٹی سی بچی کو بدنام کرنے۔"

"تم چپ رہو روحی! اگر یہ بچی تھی تو غزالہ کی ماں کے سامنے ہی یہ سب کیوں نا کہہ دیا جواب کہا ہے۔آج میں اس کو نہیں چھوڑوں گی۔" شمشاد نے روحی کو جھڑک کر روبی کو پکڑ لیا۔

"مگر امی میری بات تو سنیں۔" روحی نے پھر کہا کہ جانتی تھی بات کھلی تو وہ خود ملوث ہو جائے گی۔"

"تم تو اپنی بکواس بند کرو۔" روحی کی ماں نے پھر اس کو ڈانٹ دیا۔پھر روبی کو نفرت سے گھورتے ہوئے بولی۔

"بول ری آوارہ کب سے چل رہا یہ سلسلہ۔ارے اتنی سی عمر میں یہ شوق تمہیں کہاں سے چڑھ گیا۔ارے کم بخت بدکردار! بے غیرت! ابھی تو تمہاری عمر بارہ سال ہے اور ابھی سے تیری یہ حرکتیں کہ پیدا ہوتے ہی تجھے عاشقی معشوقی کی سوجھی۔" ماں نے پہلی بار اس کے لیے گندی زبان استعمال کی تھی اور مارتے ہوئے تو وہ یہ دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتی تھیں کہ کہاں کہاں چوٹ لگ رہی ہے۔

روبی مار کھاتے ہوئے زور زور سے رونے لگی۔روحی خاموشی سے اس کو پٹتے ہوئے دیکھ رہی تھی کہ ماں کا موڈ بے حد خراب تھا۔اسی وقت نصیر صاحب گھر میں داخل ہوئے۔ان کو دیکھتے ہی روحی نے ہاتھ میں پکڑا خط فوراً پھاڑ دیا کہ ان کے ساتھ ہی سلمان بھی ہوتا تھا اور اگر خط پڑھا جاتا تو ساری بات کھل جاتی اور وہ خود بھی رسوا ہوتی۔

"ارے ارے کیا ہوا۔کیوں مار رہی ہو بچی کو۔" انہوں نے آگے بڑھ کر روبی کو چھڑاتے ہوئے پوچھا۔

"یہ بچی ہے؟" شمشاد نے دانت پیس کر روبی کو دیکھا اور روحی موقع سے فائدہ اٹھا کر روبی کو جلدی سے اپنے روم میں لے گئی۔

"کیا ہوا امی بہت غصے میں ہو۔" باپ کے پیچھے ہی سلمان بھی اندر آ گیا تھا۔

شمشاد کو کسی بڑے چھوٹے کی عزت رکھنے کی عادت نہیں تھی مگر آج تھوڑی دیر کے لیے سوچا بتائے یا نہ بتائے اور پھر سب کچھ ان کو بتا دیا۔بات بہت بڑی تھی۔دونوں باپ بیٹا سن کر اپنی جگہ سر جھکا کر رہ گئے۔کافی دیر سکوت چھایا رہا بالآخر سلمان نے باپ کو دیکھتے ہوئے ماں سے کہا۔

"امی جان اگر ابھی سے یہ حالت ہے تو پھر مزید روبی کو سکول بھیجنے کی ضرورت نہیں۔آگے جا کر وہ کوئی بڑی غلطی بھی کر سکتی ہے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔" شمشاد نے فوراً کہا۔نصیر صاحب تو بس چپ چاپ کچھ سوچتے جا رہے تھے۔اور اندر روحی کے روم میں بیٹھی روبی بھی یہ سب باتیں سن رہی تھی اور سکول نہ جانے والا یہ فیصلہ روبی کو منظور نہیں تھا کیونکہ پڑھائی سے اس کو بے حد دلچسپی تھی۔اس نے ایک نظر آپی کو دیکھا پھر قطعی لہجے میں کہا۔

"آپی اگر میرا اسکول جانا بند ہوا تو میں امی جان کو سب کچھ صاف صاف بتا دوں گی کہ قصوروار میں نہیں غزالہ یا آپ خود ہیں۔"

"کیا کہا۔" روحی کو اس کی دھمکی سن کر غصہ تو بے حد آیا مگر ضبط کے سوا اس وقت کوئی چارہ نہ تھا۔کچھ دیر چپ چاپ کھڑی روبی کو گھورتی رہی پھر باہر چلی آئی اور کہا۔

"امی جان تعلیم تو آج کے دور میں بے حد ضروری ہے۔آخر شادی بھی تو کل کو کرنی ہے اور ان پڑھ لڑکی کو...... کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔کالج بے شک نہ بھیجئے گا مگر کم از کم میٹرک تو کر لینے دیجئے۔ویسے میں خود بھی اس کو سمجھا دوں گی اور اس کا خیال بھی رکھوں گی۔آپ کا کیا خیال ہے ابا جان!" اس نے باپ سے ان کی رائے پوچھی۔

"میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا۔اچھے رشتے کے لیے میٹرک تو ہونا چاہیے۔کل کو شادی تو لازمی کرنی ہے۔بہر حال اب یہ تمہارا فرض ہے تم بڑی بہن ہو اچھی طرح سمجھا دینا۔پھر ایسی

غلطی نہ کرے۔" ابا جان نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔
روحی کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ وہ فوراً اندر چلی گئی۔
حمیدہ اپنی جگہ شور مچاتی رہ گئیں مگر فیصلہ روبی کے حق میں ہو گیا تھا۔
سلمان کو باپ کا یہ فیصلہ پسند نہیں آیا تھا مگر بظاہر خاموش رہنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ تاہم غصہ اس کو روبی پر حد سے زیادہ آ رہا تھا۔ پھر اس نے سب کچھ نظر انداز کرتے ہوئے ماں سے کہا۔
"آج کھانا ملے گا یا نہیں؟"
"ارے روحی تم بھی اندر جا کر بیٹھ گئی ہو۔ کھانا کون لگائے گا۔" یہ سنتے ہی روحی باہر آئی۔ روبی کو اس وقت اس نے خود ہی باہر آنے کو نہیں کہا تھا کہ ماں اور سلمان کے موڈ کو سمجھ رہی تھی اور یہ بھی جانتی تھی سلمان نے زیادہ مارا تو وہ سب کچھ صاف صاف بتا دے گی۔ تاہم جب سب کھانا کھا کر اپنے اپنے روم میں چلے گئے تو وہ روبی کو لے کر باہر آئی۔ پھر کھانا اس کو دیتے ہوئے بولی۔
"کھانا کھا کر ساگ اور پالک دھو کر ہانڈی میں ڈالنا میں پھر چولہے پر رکھ دوں گی اور ہاں برتن بھی سارے اٹھا کر رکھ دینا۔" پھر وہ اپنے روم میں چلی گئی۔
روبی کا جواب سننے کی اس نے زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ جانتی تھی روبی ویسا ہی کرے گی جیسا اس نے کہا ہے اور روبی نے پہلے کھانا کھایا، پھر برتن اٹھا کر رکھے، اس کے بعد نل کے سامنے بیٹھ کر ساگ دھونے لگی۔ ایک گھنٹے بعد وہ روحی کے روم میں آئی تو روحی بڑے آرام سے جمشید کا لیٹر پڑھ رہی تھی۔ وہ ایک ایک خط کو کئی کئی بار پڑھنے کے بعد رکھتی تھی۔ روبی نے یہ دیکھ کر کہا۔
"آپی میں نے برتن اٹھا کر رکھ دیئے ہیں اور ساگ پالک بھی دھو کر رکھ دی ہے۔" پھر بستر میں لیٹ گئی۔ وہ بہت تھک گئی تھی۔ مگر پھر بھی یہ سوچ کر خوش تھی کہ سکول جانے کی اجازت مل گئی تھی۔ یہی سوچتے وہ سو بھی گئی۔
سکول جانے کی اجازت ابا جان کی وجہ سے مل گئی تھی۔ مگر اس کے بعد گھر سے باہر جانے پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ شمشاد بیگم نے سختی سے روحی کو کہا تھا وہ اس کو سارا وقت اپنی نگرانی میں رکھے۔ کھیلنے کے لیے بھی اب باہر جانے کی اجازت نہ دے۔ شمشاد اپنی عادت تو چھوڑ نہیں سکتی تھی گھومنے پھرنے کی عادت بہت پختہ ہو چکی تھی۔ ان کا روز کہیں نہ کہیں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ کیونکہ انہیں روحی پر بے پناہ اعتماد تھا۔ اس لیے انہوں نے روبی کی تمام تر ذمہ داری روحی کو دے کر سمجھ لیا کہ ان کا اپنا فرض پورا ہو گیا کہ روحی ان کی نگاہوں میں بہت شریف، نیک لڑکی تھی۔
ادھر جب سے غزالہ کا لیٹر پکڑا گیا تھا تب سے روبی ان کی طرف نہیں گئی تھی کہ گھر سے باہر جانے پر تو ویسے بھی پابندی لگ چکی تھی۔ غزالہ کی ماں نے اپنے گھر جاتے ہی غزالہ کو اور بہو کو سب کچھ بتا دیا تھا اور کہا تھا۔
"توبہ توبہ، قیامت قریب ہے۔ عمر دیکھو بارہ برس اور کرتوت دیکھو۔" یہ سب سن کر غزالہ نے کہا۔
"امی آپ کو کیا ضرورت تھی چھوٹی سی بچی کی شکایت کرنے کی؟" کیونکہ وہ خود تو اندر کی ساری بات جانتی تھی کہ لیٹر پرویز نے دیا ہو گا۔
"اے لو چھوٹی سی بچی جب لڑکوں سے آنکھ لڑاتی پھر رہی ہے تو پھر میں کیوں نا بتاتی۔" خالدہ نے کہا تو غزالہ چپ ہو گئی۔ وہ فوراً روحی کے پاس جا کر باقی کی بات جاننا چاہتی تھی مگر ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ تاہم چند روز بعد غزالہ اس وقت روحی کے پاس آئی جب شمشاد بیگم خود غزالہ کے گھر بیٹھی اس کی ماں سے باتیں کر رہی تھی۔
"کیوں بھئی یہ سب کیسے ہوا؟" اس نے آتے ہی روبی سے پوچھا۔
"باجی! بھائی جان جب مجھے خط پکڑا رہے تھے آپ کی امی گھر سے نکلی اور انہوں نے مجھے خط لیتے دیکھ لیا۔ پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر امی کے پاس لے آئیں اور ساری بات بتا دی۔ پھر امی نے مجھے بہت مارا۔" روبی بات ختم کر کے رونے لگی۔ غزالہ نے اس کو پکڑ کر اس کو سینے سے لگا لیا۔
"ارے ارے روؤ نہیں۔" پھر پانچ کا نوٹ روبی کو دیتے ہوئے بولی۔

"اس کا کچھ کھا لیتا۔" پھر طویل سانس لے کر روحی کو دیکھا اور کہا۔

"اف! کتنا بڑا حادثہ ہوتے ہوتے رہ گیا اور روحی نے ہنستے ہوئے کہا۔"

"شکر کرو میری وجہ سے تم بچ گئی کہ رقعہ پڑھ کر میں نے ہی سنایا تھا۔ صاف صاف تمہارا تو کیا پرویز نے اپنا نام بھی لکھا تھا۔ مگر میں چھپا گئی اور امی کو بھی شک نہ ہوا۔"

"اچھا اب لاؤ دو مجھے میرا لیٹر میں بھی پڑھوں۔" غزالہ نے کہا۔

"مگر لاؤں کہاں سے۔ میں نے پھاڑ دیا۔" روحی کے بتانے پر غزالہ نے گھور کر اس کو دیکھا تو روحی نے کہا۔ "غزالہ میں رکھ تو لیتی تمہارے لیے مگر اسی وقت اچانک ابا جان اور سلمان آ گئے اور میں نے سوچا کہیں سلمان پکڑ کر پڑھ نہ لے اور ہمارا بھانڈا پھوٹ جائے۔ اس لیے جلدی سے پھاڑ دیا۔"

"اچھا کیا۔" یہ سب سن کر غزالہ نے سکون کا سانس لیا پھر پوچھا۔ "مگر لکھا کیا تھا۔"

روبی برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے کھڑی ناصرف ان دونوں کو دیکھ رہی تھی بلکہ ان کی باتیں بھی سن رہی تھی۔ نجانے کیوں اب روبی کو ان باتوں میں ایک کشش سی محسوس ہونے لگی تھی۔ یکدم نجانے یہ کیا ہوا تھا کہ وہ باتیں جو پہلے روبی کو بے حد بری بلکہ زہر لگتی تھیں اب اچھی لگنے لگی تھیں۔ بات صرف اچھی لگنے تک ہی رہتی تو بھی ٹھیک تھی مگر وہ خود بھی آپی اور غزالہ کے کردار میں ڈھلنا چاہتی تھی۔ مگر ابھی یہ ناممکن تھا۔ تاہم اب وہ سارا وقت وہ باتیں سوچتی رہتی جو آپی اور غزالہ اس کی موجودگی میں کیا کرتی تھیں۔ ماں کا رویہ تو پھر نارمل ہو ہی گیا مگر روبی کا رویہ بدلنے لگا تھا۔

بچپن قبل از وقت رخصت مانگنے لگا تھا۔ جسم جوانی کی ہلکی پھلکی دستک قبل از وقت محسوس کرنے لگا تھا۔ دل میں کئی قسم کے جذبات و احساسات بھی قبل از وقت بیدار ہوئے تھے۔ جس قسم کا ماحول اس کو بچپن میں ملا تھا...... جس قسم کے ماحول میں اس کی تربیت ہوئی۔ وہ پلی بڑھی۔ جو کچھ اس کو آپی اور غزالہ کی وجہ سے قبل از وقت جاننے کو ملا، سننے کو ملا، یا اس ماحول اور باتوں کا اثر تھا کہ وہ ذہنی طور پر بھی قبل از وقت جوان ہوئی تھی۔ عمر تیرہ برس تھی اور روبی ان دنوں زبردست جسمانی تبدیلیوں کی زد میں تھی۔ مگر گھر کے اندر یا باہر کوئی اس کو اس سلسلے میں گائیڈ کرنے والا نہیں تھا۔ ماں کو اپنی عادت کے مطابق گھومنے پھرنے سے ہی فرصت نہ تھی اور بڑی بہن کی اپنی ایکٹیویٹیز تھیں۔ تو کوئی روبی کو بتانے والا تھا نہ سمجھانے والا تھا۔

ایک طرف تو خود اس کی یہ حالت۔ دوسری جانب گھر میں اس کی حیثیت تقریباً ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ باپ بھی کبھار ہی اس کو مخاطب کرتا تھا اور سلمان کو وہ جب تک خود مخاطب نہ کرتی وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ رہی ماں تو اکثر نارمل ہی رہتی۔ مگر کبھی بھی بلاوجہ بات بے بات نفرت کا اظہار کرنے لگتیں۔ ایک آپی تھی جو اپنے مطلب کے لیے اب بھی روبی سے محبت کرتی تھی یا پھر چھوٹی زوبی تھی جس کے ساتھ کھیل کر وہ سب کچھ بھول جاتی تھی۔ جب سے گھر سے باہر جانے پر پابندی عائد ہوئی تھی تب سے روبی نے یہ اصول بنا لیا تھا یا روحی نے بنا دیا تھا صبح سکول جاتے ہوئے روحی کا پیغام لے جاتی اور واپس آتے ہوئے جواب لے آتی۔ روحی کا یہ سلسلہ یوں ہی جاری تھا اور روحی مطمئن بھی تھی کہ جمشید کے حوالے سے ناصرف وہ رسوائی سے بچی ہوئی تھی بلکہ لیٹر کے آنے جانے میں بھی کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوئی تھی۔

اس دن ماں گھر پر نہیں تھی۔ روحی حسب معمول اپنے روم میں بند ناول پڑھنے میں مصروف تھی جبکہ زوبی کو اکثر ماں اپنے ساتھ لے جاتی تھی۔ روبی یوں ہی ٹہلتے ٹہلتے باہر کے دروازے پر آ کر کھڑی ہو گئی اور سامنے گراؤنڈ میں کھیلتے بچوں کو دیکھنے لگی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ بھی ان سب کے ساتھ مل کر پہلے کی طرح پھر سے کھیلے مگر ماں کے خوف نے اس کو دروازے میں ہی باندھ رکھا تھا کہ شام ہونے والی تھی اور وہ کسی بھی لمحے آ سکتی تھی۔ ویسے عام طور پر وہ ہمیشہ عشاء سے پہلے آ جایا کرتی تھی اور یہ بھی محض اتفاق تھا۔ جمشید اس دن ان کے گھر کے سامنے سے گزرا اور ویسے تو وہ بے حد محتاط نوجوان تھا۔ اب جو روبی کو تنہا دروازے کے باہر کھڑے دیکھا تو رک گیا۔

"کیوں بھئی گڑیا یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو اس نے مسکرا کر پوچھا؟"

"بھائی جان! سب کو کھیلتے ہوئے دیکھ رہی ہوں۔" روبی نے یہ کہتے ہوئے بمشکل اپنے آنسو ضبط کیے۔

"اچھا مگر خود کیوں نہیں کھیلتی ہوں۔" جمشید نے کھلے دروازے کے اندر جھانکتے ہوئے پوچھا کہ شاید روحی کی ایک جھلک دکھائی دے جائے۔

"بھائی جان! امی نے گھر سے باہر کھیلنے سے منع کر رکھا ہے۔" روبی نے بتایا۔

"مگر کیوں؟" جمشید نے قدرے حیران ہو کر پوچھا۔

"بھائی جان! امی کہتی ہیں۔" جمشید کی ہمدردی پا کر روبی کی آواز بھرا گئی۔ قبل اس کے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی سامنے سے آتی زوبی اور ماں پر نگاہ گئی۔ روبی سوچ میں پڑ گئی اپنی بات مکمل کرے یا اندر بھاگ جائے۔ جمشید چند لمحے جواب کا انتظار کرتا رہا پھر اکتا کر آگے بڑھ گیا اور روبی بھاگ کر اندر چلی آئی۔ مگر شمشاد بیگم سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی۔

اجنبی کا آگے بڑھ جانا اور روبی کا بھاگ کر گھر کے اندر جانا۔ وہ غصے سے بھری گھر میں داخل ہوئیں اور برقع اتار کر تخت پوش پر رکھتے ہوئے روبی کے قریب آ گئیں۔ انہوں نے اس کو بالوں سے پکڑ کر پوچھا۔

"بتا کون تھا وہ اور کیا کہہ رہا تھا تجھ سے۔ مجھے دیکھتے ہی جس کو تم نے جانے کا اشارہ کیا تھا۔"

"امی میں نہیں جانتی وہ کون تھا؟ اور کیا کہہ رہا تھا؟ نا ہی میں نے اس کو جانے کا اشارہ کیا تھا۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" روبی نے مارے تکلیف کے بمشکل آنسو ضبط کرتے ہوئے وضاحت کی۔

"اچھا تو تو کچھ نہیں جانتی کہتے ہوئے ماں نے اس کا سر برآمدے کے ستون پر دے مارا اور روبی کے منہ سے درد میں ڈوبی ایک چیخ بلند ہوئی۔ روحی جو اندر بستر میں لیٹی رومانی ناول پڑھنے میں محو تھی بھاگ کر باہر آئی تو روبی کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ ماں اب بھی روبی کو بے رحمی سے مسلسل مارتی جا رہی تھی۔ زوبی پرے کھڑی اس منظر کو دیکھ کر روئے جا رہی تھی۔"

"امی یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟" روحی نے آگے بڑھ کر ان کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ عقلمند تھی سمجھ گئی کہیں پھر اس کا اپنا معاملہ ہی نہ نکل آئے۔

"میرے ہاتھ چھوڑ دو روحی! آج میں اس آوارہ کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" شمشاد بیگم نے غصے سے کہا۔

"امی! خدا کے لیے ہوش سے کام لیں۔ لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے۔ اب روبی چھوٹی نہیں رہی بڑی ہو رہی ہے۔" اور ماں کے ہاتھ چھوڑ کر روبی کا ہاتھ تھام کر اس کو اپنے روم میں لے گئی جو کہ روبی کا بھی تھا کہ وہ بھی اسی روم میں اس کے ساتھ سوتی تھی جبکہ باہر شمشاد زوبی کو بانہوں میں لے کر چپ کروانے لگی جو بہن کو پٹتا دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر مسلسل روتی جا رہی تھی۔

اندر روم میں روحی نے روبی کے سر پر پٹی باندھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا ہوا تھا روبی، امی کیوں تمہیں مار رہی تھیں؟"

"روبی نے روتے ہوئے آہوں اور سسکیوں کے درمیان اپنے اور جمشید کے درمیان ہونے والی بات سے آگاہ کر دیا۔" یہ سب سن کر روحی نے روبی کو سینے سے لگا کر پیار کرتے ہوئے کہا۔

"چپ کرو میری پیاری بہن تمہیں امی کی بے رحمی کا تو پتہ ہے۔ تم بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں تمہارے لیے دودھ گرم کر کے لاتی ہوں۔ یہ کہہ وہ باہر چلی آئی تو برآمدے میں بیٹھی شمشاد بیگم نے اس کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا اور رازداری سے روبی اور جمشید کے بارے میں بتاتے ہوئے بولی۔

"وہ لڑکا جو گراؤنڈ کے دوسری جانب سامنے والے گھر میں رہتا ہے روبی آج اس کے ساتھ اپنے ہی گھر کے دروازے میں کھڑی بات کر رہی تھی۔ میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ اب روبی کا خیال رکھنا مگر تمہیں پڑھنے سے فرصت ملے تو کسی کا خیال رکھو گی۔ میرے خیال میں تو اب روبی کا سکول جانا درست نہیں لڑکا سامنے ہی تو رہتا ہے۔"

"امی! آپ کو غلط فہمی بھی تو ہو سکتی ہے۔" روبی چھوٹی سی اور وہ 28 برس کا نوجوان لڑکا اور بات بات پر سکول سے اٹھانے کی بات نہ کیا کریں۔ کیا یاد نہیں کر نا اس کا۔ کون قبول کرتا ہے آج کل ان پڑھ لڑکیوں کو میٹرک تو کرنے دیں اس کو اور پھر خاندان میں کیا کہیں گی۔ کیوں اٹھایا ہے روبی کو سکول سے۔" روحی نے پہلی بار تھوڑی نا گواری سے کہا۔

"بات تو تمہاری درست ہے مگر روبی کا اب پیدل سکول جانا بھی ٹھیک نا ہو گا لڑکا سامنے ہی تو رہتا ہے۔ تمہارے باپ سے کہتی ہوں اپنی لاڈلی کو تانگہ لگوا دیں جو گھر کے دروازے سے روبی کو بٹھا کر سکول لے جائے اور سکول سے گھر چھوڑ جائے۔ محلے کے اندر ایسے کارنامے انجام دے رہی ہے تو محلے کے باہر کیا کیا نہ کرتی ہو گی اور ابھی تک نہیں کیا تو آگے چل کر کچھ نہ غلط کرے۔ اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں۔"

"امی جان تانگہ ہی مناسب رہے گا۔ سکول سے اٹھانا ابھی ٹھیک نہیں۔" روحی نے کہا اور روبی کے لیے کچن میں دودھ گرم کرنے چلی گئی۔ یوں یہ بات ختم ہو گئی اور روبی کے لیے

تانگہ لگوا لیا گیا جو گھر سے روبی کو سکول لے جاتا اور سکول سے گھر لے آتا۔

گھر والوں کا تو مسئلہ حل ہو گیا تھا مگر روبی کا نہیں۔ اس کے ذہن میں آنے والے سوالات دل میں بیدار ہونے والے جذبات زیادہ ہی شدت اختیار کرتے جا رہے تھے۔ وہ جاگتے میں بھی بیٹھے بیٹھے سپنے دیکھنے لگی تھی اور یہ شاید ان سپنوں کا ہی اثر تھا کہ وہ چھوٹی عمر میں ہی گمراہ ہو گئی یا پھر روحی کی صحبت کا اثر تھا کہ وہ کچی عمر میں ہی بہک گئی۔ اس کا دل ابھی سے سب کچھ چاہنے لگا تھا۔ اس کے دن رات اس لڑکے کی تلاش میں بیت رہے تھے جس کو روبی کا محبوب ہونے کا شرف حاصل ہونا تھا۔ جلد ہی وہ روبی کو مل گیا۔

ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے۔ روبی کو تو فقط انسان کی تلاش تھی اور پھر کسی خاص یا بڑے خاندان کے نہیں ایک عام سے لڑکے کی تلاش تھی جو پرویز اور جمشید کی طرح اس کو پیار کر سکے اور ایسے لڑکے تو قدم قدم پر ملتے ہیں۔ سو روبی کو بھی مل گیا۔

وہ بک شاپ روبی کے سکول کے سامنے ہی تھی۔ گھر سے ملنے والی پاکٹ منی سے ہمیشہ وہ اسی بک شاپ سے چیزیں خریدتی تھی۔ بک شاپ پر ادھیڑ عمر کا آدمی جو بک شاپ کا مالک تھا اور ساتھ بیس برس کا ایک ملازم لڑکا بھی ہوتا تھا۔ روبی چونکہ اکثر وہاں سے شاپنگ کرتی تھی اس لیے وہ روبی کو دیکھتے ہی کہتا۔

"ارے سسٹر، میری پیاری سسٹر آج کیا لینا ہے۔ اکثر وہ سکول سے واپسی پر بھی وہیں سے چیزیں لیتی تھی۔"

ایک دن جب وہ حسب معمول خریداری کے لیے بک شاپ میں داخل ہوئی تو وہ لڑکا اکیلا ہی تھا اور اکثر ایسا ہو جاتا تھا۔ روبی اپنی ضرورت کی چیزیں لے کر شاپ سے باہر نکلنے لگی تو وہ لڑکا یوں ہی موڈ میں کچھ گنگنانے لگا۔

چلتے چلتے روبی کے قدم رک گئے اور وہ وہیں رک کر بلکہ مڑ کر عجیب سی نظروں سے جاوید کو دیکھنے لگی۔ مگر جاوید اس کی جانب متوجہ نہیں تھا وہ بکس درست کر کے رکھ رہا تھا۔ مگر روبی محویت سے اس کو دیکھتی رہی۔ روبی کو محسوس ہو رہا تھا جیسے وہی یہ لڑکا ہے جس کی اس کو تلاش تھی۔ اس کے اندر سے جیسے کوئی کہہ رہا تھا۔ یہ تمہارا جمشید ہے۔ یہ تمہارا جاوید ہے۔ وہ شاید مزید وہیں کھڑی رہتی مگر تانگے والے نے آواز دے کر بلا لیا۔

روبی نے برا سا منہ بنا کر تانگے والے بابے کو دیکھا۔ مجبوراً تانگے میں بیٹھ گئی۔ مگر دل کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی۔ ایک عجیب اور نامعلوم سی کیفیت اور احساس پورے وجود میں سرایت کرنے لگا تھا۔ ایک عجیب سی خوشی اور سکون وہ اپنے اندر اور ارد گرد محسوس کرنے لگی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی تلاش ختم ہو گئی ہو۔

چند روز یوں بیتے کہ وہ صبح جاتے ہوئے بھی اس کی بک شاپ پر رک کر کچھ نہ کچھ ضرور لیتی اور آتے ہوئے بھی۔ دل تو چاہتا تھا سکول کی بجائے وہ اس کی بک شاپ پر بیٹھی رہے مگر مجبوری یہ تھی کہ جاوید چپ تھا۔ اس کا دل چاہتا وہ بھی اس کو لو لیٹر لکھے۔ جمشید اور پرویز کی طرح۔ مگر چند یوم انتظار کے باوجود جب جاوید نے منہ سے کچھ نہ کہا تو روبی نے خود ہی اس کو لیٹر لکھنے کا فیصلہ کر لیا اور یہ فیصلہ کر کے وہ بے حد خوش تھی۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ لیٹر میں لکھے کیا۔ بہت سارے دن مضمون کے بارے میں سوچتے ہوئے ضائع ہو گئے مگر کچھ سمجھ نہ آتا۔ لکھے تو کیا کہ ابھی عمر ہی کیا تھی 13 برس۔ یہی وجہ ہے وہ اب سکول میں بھی زیادہ تر چپ چپ رہنے لگی تھی۔ بریک کے ٹائم بھی وہ سب فرینڈز سے الگ تھلگ سکول کے قدیم درخت کے موٹے تنے سے ٹیک لگائے اس کا حل سوچتی رہتی جس نے اس کا دن رات کا سکون غارت کر کے رکھ دیا تھا۔

اس وقت بھی حسب معمول پن ہاتھ میں پکڑے سوچوں میں گم سم بیٹھی تھی کہ کرن اس کے پاس چلی آئی۔ یوں تو اس کی بہت ساری فرینڈز تھیں مگر بیسٹ فرینڈ کرن تھی۔ وہ روبی سے بھی چار ہاتھ آگے تھی۔ مگر اپنی سب باتیں اپنے تک رکھتی تھی۔ کرن کی بڑی بہن ماڈلنگ کرتی تھی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ان کا پورا گھرانہ بے حد آزاد خیال تھا۔

"کیا بات ہے روبی!؟ بہت چپ چپ رہنے لگی ہو۔ کیا طبیعت ٹھیک نہیں یا گھر سے ڈانٹ زیادہ پڑنے لگی ہے؟" کرن کو معلوم تھا کہ گھر والوں کا رویہ اس کے ساتھ اچھا نہیں۔ یہ بات اس کو روبی ہی نے بتائی تھی۔ مگر رویہ خراب ہونے کی وجہ نہیں بتائی تھی۔

"دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں۔" روبی نے بہت آہستگی سے کہا۔

"پھر کیا بات ہے جو خاموش رہنے لگی ہو۔ روبی کیا سوچ رہی ہو۔ بتاتی کیوں نہیں؟" کرن نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہلایا تو روبی نے کرن پر اعتبار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کچھ دیر کرن کو دیکھتی رہی پھر خود کو آپی اور کرن کو غزالہ کی جگہ سمجھ کر بولی۔

"کرن تم جاوید کو جانتی ہو؟"

"ہاں ہاں! کیوں نہیں میرا فسٹ کزن ہے۔ تم بھی مل چکی ہو جاوید سے۔" کرن نے جلدی سے بتایا تو روبی نفرت سے ناک سکیڑ کر بولی۔
"میں تمہاری خالہ کے بھتیجے اور لفر جاوید کی بات نہیں کر رہی۔"
"تو پھر کس کی بات کر رہی ہو؟" کرن نے برا مان کر پوچھا۔ کزن بھینگا ضرور تھا مگر تھا دل والا۔ بے حد امیر۔ دل کھول کر ان پر پیسے خرچ کرتا تھا۔ ایک دفعہ روبی کا ہاتھ بھی پکڑ لیا تھا اس نے اور روبی نے اس کو بہت سختی سے ڈانٹ دیا تھا۔
"میں سکول کے سامنے والی بک شاپ والے جاوید کی بات کر رہی ہوں۔" روبی نے وضاحت کی۔
"ارے! اچھا ہاں وہ جاوید۔" کرن نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے ہنس کر کہا تھا۔ پھر سنجیدہ ہو کر پوچھا؟
"کیا اس کو کچھ ہوا ہے؟" روبی نے کرن کی بات سن کر سوچا اس کا تو پتہ نہیں مگر مجھے ضرور کچھ ہوا ہے۔
"ارے اب چپ کیوں ہو؟ کیا ہوا اس کو صبح تک تو بالکل ٹھیک تھا۔ میں نے صبح سکول آتے ہوئے خود جاوید کی بک شاپ سے کاپی لی تھی۔"
"کرن! وہ..... وہ مجھے۔" روبی نے اٹک اٹک کر ابھی اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ کرن نے جو روبی سے دو برس بڑی بھی تھی تیزی سے کہا۔
"کیا وہ لگا رکھی ہے سیدھی طرح بتاتی کیوں نہیں اصل بات کیا ہے؟"
"کرن! وہ مجھے..... وہ مجھے اچھا لگنے لگا ہے۔" اب کے روبی نے جلدی سے کہا اور یہ سب کہتے ہوئے روبی کے لہجے میں ہی نہیں آنکھوں میں بھی بے حد پیار امڈ آیا تھا۔ چہرہ مارے شرم کے سرخ ہو گیا تھا۔
"اچھا مگر کیوں؟" کرن نے ساری بات سمجھ کر بھی حیرت کا اظہار کرنا ضروری سمجھا اور اس کی بات سن کر روبی نے نگاہیں جھکا کر کہا۔
"کیوں کا تو مجھے بھی پتہ نہیں۔ میں تو صرف اتنا جانتی ہوں وہ مجھے اچھا لگنے لگا ہے۔ اب تم بتاؤ میں کیا کروں۔" روبی نے مشورہ مانگا۔
"مگر روبی وہ تو تمہیں سسٹر کہتا ہے۔ پھر مشورہ کیا دوں۔" کرن نے ہنستے ہوئے روبی کو جتایا۔
"وہ سسٹر کہتا ہے تو کہتا رہے میں تو بھائی ہرگز نہ کہوں گی۔" روبی نے غصے سے کہا تو کرن نے ہنستے ہوئے پوچھا۔
"کیا میں یہ سمجھوں کہ تمہیں جاوید سے محبت ہو رہی ہے۔"
"ہو رہی نہیں اسٹوپڈ ہو چکی ہے۔" روبی نے جلدی سے وضاحت کی تو کرن نے سنجیدگی سے کہا۔
"اگر یہ بات ہے تو پھر سوچنا پڑے گا تمہارے لیے۔ لیکن ابھی تو میں کلاس میں جا رہی ہوں کیونکہ بریک ٹائم ختم ہو چکا ہے اور میں اس بار فیل ہونا نہیں چاہتی کہ یہ میرا لاسٹ چانس ہے۔ تاہم کل لازمی سوچوں گی۔" کہتے ہوئے وہ چلی گئی مگر روبی وہیں بیٹھی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ کلاس میں جانے کی اس نے ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی۔ چھٹی ہونے پر کرن نے اس کو وہیں بیٹھے دیکھا تو قریب چلی آئی اور تسلی دینے والے انداز میں بولی۔
"یار اب اتنا بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ لو لیٹر لکھتے ہیں۔ خط کے مضمون کو تم بھی سوچو میں بھی سوچتی ہوں۔ پھر جواب آنے پر پتہ چلے گا وہ بھی تم سے محبت کرتا ہے یا نہیں۔ اب آؤ باہر تمہارے تانگے والا آ چکا ہو گا۔" روبی اس کی بات مان کر چپ چاپ اٹھ گئی۔
مضمون سوچتے سوچتے کافی دن لگ گئے اور جب وہ اپنا پہلا لو لیٹر خود لے کر اس کی بک شاپ پر گئی تو اس کا پہلا خواب چکنا چور ہو چکا تھا۔ جاوید بک شاپ پر نہیں تھا۔ روبی نے سوچا کہیں کام سے گیا ہو گا اور وہیں ایک جانب کھڑی ہو کر اس کا انتظار کرنے لگی۔ اس کو یوں ہی بیکار کھڑی دیکھ کر بابے نے پوچھا؟
"کیا لینا ہے روبی! بتاؤ وہاں کیوں کھڑی ہو۔ یہاں آؤ۔" روبی اس کے قریب آئی پھر پوچھا۔
"بابا جی! جاوید کہاں ہے؟"
"ارے! جاوید وہ کمینہ انسان کل اچانک نوکری چھوڑ کر چلا گیا۔ ارے اگر جانا ہی تھا تو پہلے بتا دیتا۔ میں کسی اور لڑکے کو رکھ لیتا مگر یہ احسان فراموش بھوکا مر رہا تھا جب میری بک شاپ پر نوکری مانگنے آیا پانچ برس پہلے اور میں نے ترس کھا کر فوراً رکھ لیا۔ اب کسی نے زیادہ تنخواہ دی ہو گی جو یوں اچانک نوکری چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر بتا کر بھی نہیں گیا کہ کہاں جا رہا

ہے؟ ایسے بھی احسان فراموش ہوتے ہیں لوگ اس دنیا میں۔"

روبی بابے کی مزید باتیں سننے کے لیے وہاں نہیں رکی۔ تانگے والا زور زور سے آوازیں دے رہا تھا۔ وہ خاموشی سے تانگے میں بیٹھ گئی مگر ذہن جاوید میں ہی لگا ہوا تھا۔ اس کے بیٹھتے ہی تانگہ چل پڑا۔ مگر وہ کچھ محسوس نہ کر رہی تھی۔ گم صم بیگ پر ہاتھ رکھے سوچتی جا رہی تھی۔

وہ چلا گیا۔ مجھ سے ملے بغیر۔ مجھے بتائے بغیر۔ اس نے مجھے بتانا مناسب نہیں سمجھا۔ کاش! وہ جانے سے پہلے کچھ تو بتا کر جاتا۔ جدا ہونے سے پہلے وہ کچھ وعدے کرتا۔ کچھ قسمیں میں کھاتی مگر وہ بتائے بغیر چلا گیا ہے۔ اس کا جی چاہا وہ چیخ چیخ کر روئے۔ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ بکس جلا ڈالے۔ مگر وہ ان میں سے کچھ بھی نہ کر سکی اور تانگہ اس کے گھر کے باہر رک گیا۔ وہ اپنے حواس میں کب تھی جو اترتی۔ تانگے والے بابے نے مڑ کر حیرت سے اس کو دیکھا اور کہا۔

"کیا بات ہے آج پریشان ہو۔ کچھ کھو گیا ہے کیا تمہارا۔"

روبی نے چونک کر بابا کو دیکھا اور دل میں سوچا کچھ کیا میرا تو سب کچھ ہی کھو گیا ہے۔ مگر وہ چپ رہی۔ بابا کو بھی جانے کی جلدی تھی کچھ اور پوچھنے کی بجائے صرف اتنا کہا۔

"چلو اترو بیٹی کیا تانگے میں ہی بیٹھے رہنے کا پروگرام ہے۔"

تب پہلی بار روبی نے چونک کر سر اٹھایا۔ وہ اپنے ہی گھر کے سامنے تھی۔ سوری بابا جی کہتے ہوئے اس نے بیگ اٹھایا اور پھر تانگے سے اترتے ہوئے اس کی نگاہیں اتفاق سے آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ بادلوں کے اکا دکا ٹکڑے اکٹھے ہو رہے تھے۔ شاید برسنے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ ایک نامعلوم خوف نے اس کو اپنے حصار میں لے لیا۔ وہ اداس اداس سی جلدی سے گھر میں داخل ہوئی۔ بغیر کسی کو سلام کیے اور بغیر کھانا کھائے بیگ سٹور میں رکھ کر سیدھی روم میں آ کر لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ روجی روم میں داخل ہوئی۔ بستر پر لیٹی ہوئی روبی کو حیرت سے دیکھا۔ بجائے یہ پوچھنے کے کہ خیریت ہے لیٹی کیوں ہو؟ کیا طبیعت ٹھیک نہیں؟ کھانا کیوں نہیں کھایا؟ پوچھا تو صرف یہ۔

"کیوں روبی آج انہوں نے خط نہیں دیا کیا اور روبی نے بڑی کوشش کر کے آنکھیں کھول کر آپی کو دیکھا پھر آہستگی سے کہا۔

"آپی! آج وہ وہاں تھے ہی نہیں جہاں روز ہوتے ہیں اور دل میں سوچا آج تو مجھے اپنے آپ کا ہوش نہیں تھا۔ آپ کا کام کیسے کرتی۔ جاوید یہ تم نے کیا کیا۔ وہ پھر جاوید کے بارے میں سوچنے لگی۔ دوسری طرف روجی بھی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔ پھر چونکتے ہوئے کہا۔

"تم بغیر یونیفارم چینج کیے لیٹ گئی ہو۔ چلو لباس بدل کر کھانا کھا لو۔" یہ بات اس نے محبت کی وجہ سے نہیں کہی بلکہ اس لیے کہا تھا کہ یونیفارم خراب ہوئی تو دھوئی تو پھر روجی کو ہی تھی اور کھانے کا اس لئے کہا تھا کہ کھانے کے بعد برتن روبی صاف کرتی تھی۔

"نہیں آپی! آج میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔" روبی نے کروٹ بدل کر چہرہ دوسری جانب کرتے ہوئے کہا۔ آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی اور روبی آپی کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی۔ آپی رونے کی وجہ پوچھتی تو وہ کیا بتاتی۔ آپی غزالہ کی صحبت میں رہ کر وہ اتنی سمجھدار تو ہو چکی تھی اور بہت اچھی طرح جانتی تھی یہ بات کسی کو بتانے والی نہیں۔ دل میں چھپا کر رکھنے والی ہے۔

"کھانا کیوں نہیں کھاؤ گی؟" آپی نے حیرت سے پوچھا۔

"دل نہیں چاہتا آپی! روبی نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔" روبی کو اب آپی پر غصہ آنے لگا تھا۔ خوامخواہ پوچھے جا رہی تھی۔ بھلا میری مرضی میں کھانا کھاؤں یا بھوکی رہوں۔ اب ایسی بھی محبت نہیں کرتیں مجھ سے کہ میرے نہ کھانے پر پریشان ہوں۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔" روجی نے کہا اور باہر چلی گئی۔

روبی جو اب تک صبر کیے بیٹھی تھی ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھی۔ ہائے جاوید یہ تم نے کیا کیا اور دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی۔ اچانک ہی باہر بادل زور سے گرجنے کی آواز ابھری اور روبی یہ آواز سنتے ہی خوفزدہ ہو گئی۔ جلدی سے آنسو پونچھتے ہوئے باہر دیکھا شام سے پہلے بادلوں کی آمد نے شام کر دی تھی۔ وہ یقیناً سورج کو اپنے بھاری وجود کے پیچھے چھپا چکے تھے۔ ایسے موسم میں وہ تنہا نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھی اور امی کے کمرے میں بھاگ گئی جہاں سب لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ روبی نے امی کے بستر پر چڑھ کر جلدی سے لیٹ کر لحاف اوڑھ لی۔ چھوٹی خالہ آئی ہوئی تھیں۔ ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ارے بھی آپا اس کو کیا ہوا؟"

"تم تو اچھی طرح جانتی ہو اس کو بادلوں کی گرج بجلی کی چمک اور طوفان سے سخت ڈر لگتا ہے۔ ایسے موسم میں یہ تنہا نہیں رہ سکتی۔" انہوں نے ہنستے ہوئے بتایا۔ پھر روحی سے کہا جاؤ روحی تم بھی روبی کے ساتھ اپنے روم میں چلی جاؤ اور روحی روبی کو ساتھ لیے اپنے روم میں آ گئی۔ روبی ان سے لپٹ کر لیٹ گئی۔

نجانے کیا بات تھی ایسے موسم میں روبی بہت خوفزدہ ہو جایا کرتی تھی۔ وہ بچپن ہی سے اس موسم سے خوف کھاتی تھی۔ وجہ کیا تھی وہ خود بھی آج تک سمجھ نہ پائی تھی۔ آسمان پر بادلوں کا ایک ٹکڑا دیکھ کر بھی وہ ڈر جایا کرتی تھی اور آج تو ڈر کے ساتھ ساتھ پہلے پیار کا پہلا غم بھی ملا تھا۔ دل میں درد بھی تھا اور خوف بھی۔ باہر طوفانی رات کا آغاز ہو گیا تھا اور اندر خوفزدہ سی روبی جاوید کی یاد میں گم۔ ساری رات وہ مارے خوف کے جاگتی رہی۔ ایک پل کے لیے بھی آنکھ نہ لگی تھی اور یوں آخر صبح ہو گئی۔

موسم اگر چہ اب بھی ابر آلود تھا مگر زیادہ نہیں۔ کہیں کہیں بدلیوں کے پیچھے سے آسمان بھی جھانک رہا تھا تاہم سورج ہنوز غائب تھا۔

"آج سکول جانے کا پروگرام نہیں؟" آپی نے اس کے اوپر سے لحاف کھینچتے ہوئے پوچھا۔ تو روبی جلدی سے اٹھ بیٹھی۔ پھر ناشتہ کر کے وہ بکس چیک کر کے بیگ میں رکھ رہی تھی کہ تانگے والے نے باہر سے ٹن ٹن شروع کر دی۔ وہ جلدی جلدی باقی کی بکس بیگ میں ٹھونستے ہوئے باہر چلی آئی۔ سکول کے سامنے تانگے سے اترتے ہوئے روبی نے بک شاپ کی جانب دیکھا اور دل میں سوچا جاوید میں تمہیں کبھی بھلا نہ پاؤں گی اور سنو اگر تم نہ آ سکتے ہو میں زندگی کی آخری سانس تک تمہاری واپسی کا انتظار کروں گی اور آنکھوں میں ہلکی سی نمی اتر آئی۔

مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔ چند روز وہ اداس رہی پھر سب کچھ بھول گئی کہ وقت ہر زخم کا مرہم ہے اور پھر اس کی عمر ہی ابھی کتنی تھی کہ وہ جاوید کی یاد کو روگ بنا لیتی۔ یہی وجہ تھی وہ سب کچھ بھول گئی۔

وقت گزرتا رہا۔ وہ سکول سے گھر آتی' کھانا کھاتی پھر چھت پر چڑھ جاتی اور خواہ مخواہ ادھر ادھر تانک جھانک کرتی رہتی۔ جب تھک جاتی یا دل بھر جاتا تو نیچے آ جاتی۔

وہ پندرھویں برس میں تھی اور ابھی ابھی میٹرک میں آئی تھی۔ اب تو اس کو جمشید سے لیٹر لیتے ہوئے بھی شرم آنے لگی تھی کہ قد بھی ایک دم ہی سرو کے درخت جیسا ہو گیا تھا۔ مگر کیا کرتی مجبوری تھی۔ ایسے ہی ایک دن جب وہ سکول سے واپس آئی تو روحی لان میں گلاب کے پودوں کے پاس بیٹھی پھولوں کی کیاریاں صاف کر رہی تھی۔ روبی نے آس پاس دیکھا اور جب کوئی بھی نظر نہ آیا تو وہ تیزی سے سیدھی آپی کے پاس آئی اور لیٹر روحی کو تھما دیا۔ اور یہ محض اتفاق تھا یا روحی کی بدقسمتی۔ ادھر روحی نے روبی سے لیٹر لے کر کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ ادھر شمشاد بیگم اچانک اپنے روم سے باہر نکل آئیں۔ انہوں نے حیرت سے یہ سارا منظر دیکھا۔ پھر قریب آ کر روحی سے پوچھا۔

"یہ سب کیا ہے۔ قریب ہی روبی بھی کھڑی تھی۔"

ماں کو اچانک سامنے دیکھ کر روحی چکرا کر رہ گئی۔ مرتی کیا نہ کرتی۔ کچھ نہ کچھ تو اب لازمی کہنا تھا کہ چوری رنگے ہاتھوں پکڑی جا چکی تھی مگر کیا کہنا تھا وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"روحی میں نے تم سے کیا پوچھا ہے؟" شمشاد بیگم دھاڑیں اور اتنے سے وقفے میں روحی کے چالاک ذہن نے سوچ لیا تھا کہ اس کو امی سے کیا کہنا ہے۔ اس بات کا تو روحی کو 100 فیصد یقین تھا کہ وہ امی سے جو بھی کہے گی امی اس پر یقین کر لیں گی اور اس نے سوچا کیا تھا اس نے سوچا تھا۔ وہ امی سے کہے گی امی روبی کی کلاس ٹیچر نے اس کی شکایت لکھ کر بھیجی۔ یہ سوچتے ہی اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"امی جان! یہ روبی کی کلاس ٹیچر نے اس کی شکایت لکھ کر......" بات ابھی نامکمل تھی کہ معاً سلمان گھر میں داخل ہوا۔ یہ دیکھ کر روحی گھبرا گئی اور شمشاد بیگم نے اس کے ہاتھوں سے لپک کر لیٹر جھپٹ کر سلمان کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"سلمان ذرا دیکھو تو سہی۔ اس لیٹر میں کیا لکھا ہے۔ سلمان نے لیٹر پر ایک نظر ڈالی۔ پورا لیٹر پڑھنے کے بعد ایک خونی نگاہ روحی پر ڈالی پھر اونچی آواز میں سارا لیٹر ماں کو پڑھ کر سنا دیا اور پھر تو گویا گھر میں قیامت سی آ گئی۔ خط پڑھنے کے بعد سلمان غصے سے آگ کا بگولہ بنے کھڑا تھا۔ شمشاد بیگم چند لمحے روحی کو گھورتی رہی پھر سرد لہجے میں کہا۔

"گویا تم بھی اب اس نیک کام میں شامل ہو چکی ہو۔ کب سے یہ شروع کیا تم نے یہ سلسلہ؟ کب سے یہ تمہارے محبت نامے آ رہے ہیں۔ ذرا مجھے بھی تو پتہ چلے۔"

جب سلمان نے خود لیٹر پڑھ لیا تھا تب روحی بری طرح گھبرا گئی تھی۔ ساری زندگی کی بنی بنائی عزت خاک میں ملتی نظر آ گئی تھی اور یہ بات روحی کو گوارہ نہ تھی۔ اس کو بات بنانی اور اپنا

مقام بنانا خوب آتا تھا۔اس کو اگر اپنی عزت بنانی آتی تھی تو بچانی بھی اچھی طرح آتی تھی۔جب سلمان امی کو لیٹر سنا رہا تھا تو روحی نے انہی چند لمحوں میں ایک بے رحم فیصلہ کیا اور ہاتھوں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔پہلے روبی کو دیکھا جس کا رنگ مارے خوف کے پیلا ہو چکا تھا۔روحی جانتی تھی اس وقت ماں کو شک ہے۔یقین نہیں۔وہ بڑی آسانی سے یہ اپنا الزام روبی کے سر رکھ کر خود کو بے گناہ ثابت کردے گی اور امی بھی اس کی بات کا یقین کرنے پر مجبور ہو جائیں گی۔کیونکہ روبی کا کردار تو پہلے ہی مشکوک ہو چکا تھا اور یہی بات آج روحی کو فائدہ دے سکتی تھی اور روحی کو اپنے مطلب کے ہر ہر معاملے میں فائدہ اٹھانا خوب آتا تھا۔اس نے دل میں سوچتے ہوئے مضمون کو بولنے سے پہلے ایک نظر سلمان کے پھولے ہوئے چہرے پر ڈالی پھر ماں کی جانب دیکھتے ہوئے پورے اعتماد کے ساتھ بولی۔

"مجھے معاف کیجئے گا امی جان کہ میں نے آپ سے یہ بات چھپائی مگر میں کیا کرتی میرے منع کرنے کے باوجود یہ روبی چند روز سے میرے لیے ایسے ہی رقعے لا رہی ہے۔میں نے آپ کو اس لیے نہ بتایا کہ آپ پریشان ہوں گی اور روبی کو ماریں گی بھی مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ روبی کو مار سے بچاتے بچاتے میں خود بے قصور ہوتے ہوئے بھی مجرم بن جاؤں گی۔مجھے آپ کی قسم امی جان میں سچ کہہ رہی ہوں۔"

بات ختم کرتے ہی روحی مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہوئے مزید اپنی صفائی پیش کرنے لگی۔جو صرف اس لیے قبول کر لی گئی کیونکہ لیٹر میں جمشید نے لکھا تھا۔"کیا بات ہے روحی کتنے لیٹر لکھ چکا ہوں تمہیں کہ ایک بار صرف مجھ سے ملنے آ جاؤ اور تم کتنی سنگدل ہو کہ نا ملنے آتی ہو اور نہ ہی لیٹر کا جواب دیتی ہو۔پلیز کسی نہ کسی طرح ایک بار مجھ سے مل لو۔میں تمہارا ویٹ کروں گا۔پلیز دیکھو انکار نہیں کرنا۔"

خط کا مضمون بڑی خوبصورتی سے روحی کو بچا گیا اور روبی بے گناہ ہوتے ہوئے بھی مجرم بنادی گئی۔اس نے حیرت سے آپی کو دیکھا اور روحی نظریں چرا گئی جبکہ حمیدہ بیگم نے غصے سے روبی کے بال پکڑتے ہوئے پوچھا۔

"یہ تو پیدا ہوتے ہی اتنی بے غیرت کیسے ہو گئی اور ارے خود تو آوارہ بن ہی گئی تھی اب بڑی بہن کو بھی اپنی راہ پر لگانا چاہتی ہو۔آج میں تمہیں ہرگز زندہ نا چھوڑوں گی۔"ماں روبی کو مارنے لگی تو وہ ماں کی مار سے بچنے کیلئے چیخ پڑی۔

"امی جان یہ سب جھوٹ ہے۔جو آپی نے آپ سے کہا۔میں کچھ نہیں جانتی۔یہ تو خود آپی......وہ آج ماں کو سب کچھ کھل کر بتانا چاہتی تھی کہ پہلے بھی محض خاموش رہنے کی وجہ سے وہ مجرم بنی تھی۔بدنامی کی زد میں آئی تھی مگر اب دیر ہو چکی تھی۔اس کی بات سن کر چہرہ دیکھ کر روحی نے سوچا۔

امی کی مار کے خوف سے وہ شاید آج سب کچھ بتانے پر آمادہ ہے۔یہ خطرہ محسوس کرتے ہی وہ اچھل کر اپنی جگہ سے اٹھی۔کچھ دیر سوچتی رہی پھر روبی کو گھورتے ہوئے بولی۔

"امی جان! ابھی تو میں نے آپ کو اس کی یہ ذلالت نہیں بتائی یہ آوارہ لڑکی غزالہ کو بھی اسی طرح کے رقعے لا کر دیتی رہی ہے۔روحی خود پر لگا داغ اچھی طرح دھونا چاہتی تھی۔پھر روبی کی زبان بند رکھنے کے لیے وہ خود بھی ماں کے ساتھ مل کر ماں سے بھی زیادہ بے رحمی سے اس کو مارنے لگی۔محض اس کا منہ بند رکھنے کو اور روبی مار کھاتے ہوئے بھی روحی کو دیکھتی۔کبھی ماں کو مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی صفائی کیسے پیش کرے۔

روحی نے اس وقت روبی کو چھوڑا تھا جب اس کے اپنے خیال میں وہ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔پھر وہ اس کو گھسیٹتے ہوئے اپنے روم میں لے گئی اور فرش پر چھوڑ کر ہی دروازہ بند کر دیا کہ اندر ہی اندر وہ بہر حال روبی سے خائف بھی تھی۔وجہ ظاہر ہے کہ وہ بے گناہ ہوتے ہوئے بھی محض اس کی چالاکی کی وجہ سے مجرم بن گئی تھی۔پہلے بھی اور اب بھی۔

"بس امی جان بہت ہو چکی۔"سلمان تیز تیز بولتے ہوئے کہہ رہا تھا۔"اب روبی سکول نہیں جائے گی۔وہ جوں جوں باہر جائے گی اس سے زیادہ آوارگی اپنائے گی اور ہم خاندان اور محلے میں کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہیں گے۔اچھی طرح سے سن لیں۔آج سے روبی کا سکول جانا بند اور اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو پھر میں خود یہ گھر چھوڑ دوں گا۔"وہ دھمکی دے کر خاموش ہو گیا تو روحی نے اس کی بات کی تائید کرنا ضروری سمجھا۔

"ابو! میرے اپنے خیال میں سلمان درست کہہ رہا ہے۔روبی کا اب سکول جانا واقعی ہی درست نہیں۔ابھی تو بات صرف رقعوں تک محدود ہے۔آگے چل کر کچھ اور غلط ملط کر بیٹھے۔میں صرف گھر کے اندر اس کی نگرانی کر سکتی ہوں۔گھر کے باہر وہ اکیلی ہوتی ہے اور کیا کیا کھیل کھیلتی ہے۔مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔"روحی بات ختم کر کے باپ کی جانب دیکھنے لگی جو کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔روحی کی بات سن کر چونک پڑے۔پھر بیوی کو دیکھتے ہوئے پوری سنجیدگی سے کہا۔

”سمجھ میں نہیں آتا روبی ایسی کیوں ہوگئی۔ وہ تو بہت پیاری بچی تھی۔ روحی تو ایسی نہیں تھی۔ روبی جاتی تو اپنی بڑی بہن پر مگر وہ ان راہوں پر کیسے چلی گئی۔ مانو شمشاد بیگم تم سے ضرور کہیں نہ کہیں کوئی غلطی ہوئی ہے۔ جو روبی غلط راہ پر چلی گئی۔“

”کوئی غلطی نہیں کی میں نے۔ روحی بھی تو اسی گھر میں ہے۔ ارے یہ تو تھی ہی آوارہ اس لیے میں نے بہت پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس کو سکول سے اٹھا لو مگر تم لوگ نہیں مانے۔ اب میری بات نہ ماننے کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اور اب میری سختی بھی دیکھنا۔ دیکھتی ہوں اب یہ کیسے کوئی غلط حرکت کرتی ہے۔“ شمشاد نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ بھئی جو مناسب سمجھو کرو مگر ایک بات یاد رکھنا زیادہ سختی بچے کی اصلاح کرنے کی بجائے بچے کو مزید بگاڑنے کا باعث بنتی ہے۔ ایسا نہ ہو تمہاری سختی سے تنگ آ کر روبی کوئی بڑا قدم اٹھا لے۔“ ان کے لہجے میں دنیا بھر کی اذیت سمٹ آئی اور وہ چپ ہو گئے۔

”ایسا کچھ نہیں ہوگا۔“ سلمان مارے غصے سے غرایا۔

”اور اگر ایسا ویسا کوئی غلط کام اب روبی نے کیا تو میں اس کو جان سے مار دوں گا۔ زندہ نہیں چھوڑوں گا میں پھر اس بے غیرت کو۔“

”گھر سے باہر جائے گی تو کچھ ایسا ویسا کرے گی۔ آج سے سکول جانا بند۔ اب گھر میں ہی رہے گی۔“ شمشاد بیگم نے بھی اپنا فیصلہ سنا دیا اور بات گویا ختم ہوگئی۔ روحی خوش تھی کہ وہ ایک بار پھر اپنی چالاکی سے رسوا ہوتے ہوئے بچ گئی تھی۔

روبی باہر بیٹھی ساری بات چیت سن رہی تھی۔ مگر آج جانے کے باوجود وہ نا تو اپنے لیے کچھ کر سکتی تھی نا کوئی وضاحت اپنے بارے میں کر سکتی تھی۔ کرتی بھی تو یقین کس نے کرنا تھا۔ آپی نے چال ہی کچھ ایسی زوردار چلی تھی کہ مات روبی کا اور جیت روحی کا مقدر ہمیشہ کیلئے بن گئی تھی۔ کیسی بے رحم بہن تھی وہ۔ پہلے اس نے غزالہ کی آوارگی کا الزام روبی کے سر رکھ کر دوستی نبھائی تھی اور اب گناہگار ہوتے ہوئے بھی وہ خود تو بے گناہ بن گئی تھی اور روبی کی بچی کچھی عزت بھی اب گھر میں ختم ہوگئی تھی اور یہ عزت ختم ہونے کے بعد روبی نے قتل کیا تھا اس کے دل میں موجود آپی کی عزت بھی ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ محبت جو وہ آپی سے کرتی تھی وہ بھی یک لخت ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی اگلی صبح جب روحی گھر میں اکیلی تھی۔ ماں کے دور کا کوئی رشتہ دار مر گیا تھا اس لئے وہ ناشتہ کئے بغیر ہی گھر سے چلی گئی کہ لاہور سے باہر جانا تھا۔ اب اکیلے میں روبی بے خوف ہو کر روحی کو گھور گھور کر دیکھنے لگی۔

اگرچہ اندر سے تھوڑی خوفزدہ بھی تھی مگر کوشش کے باوجود وہ ضبط نہ کر پا رہی تھی۔ اس کے دل میں یہ شدید ترین نفرت اچانک آپی کے لیے در آئی تھی۔ وہ اب آنکھوں سے صاف عیاں ہو رہی تھی۔ روبی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ روحی کو جان سے مار ڈالے۔ کیسی معصوم بن رہی تھی۔ کتنی آسانی سے اپنا ہر الزام روبی کے سر رکھ کر وہ آج بھی گھر والوں کے لیے نیک پروین تھی۔ اور میں اس نے سوچا میرا تو کوئی قصور ہی نہیں۔ میں نے تو کبھی کوئی بری حرکت کی ہی نہیں۔ میں نے صرف جاوید سے محبت کی تھی مگر وہ اظہار کا موقع دیئے بغیر مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔

اور یہ آپی اس نے سوچتے سوچتے پھر گھور کر آپی کو دیکھا اور یک دم ہی محسوس کیا جیسے اس کے اندر سے وہ ڈر خوف بھی ختم ہو گیا تھا جو روحی کے حوالے سے اسے ہمیشہ اس کو اپنے حصار میں رکھتا تھا۔ اچانک ہی وہ خود کو بے خوف اور نڈر محسوس کرنے لگی تھی۔ یہی وجہ تھی وہ مزید نفرت سے گھورنے لگی تھی روحی کو۔

روحی کافی دیر سے محسوس کر رہی تھی کہ روبی اس کو نفرت سے گھور گھور کر دیکھ رہی ہے۔ چونکہ خود مجرم تھی۔ اس لیے جان بوجھ کر اگنور کر کے اپنے کام میں مگن رہی تاہم جب روبی مسلسل اسی طرح گھورنے میں لگی رہی تو روحی کا صبر و ضبط جواب دے گیا اور اس نے جواباً روبی کو ہمیشہ والے غصے اور نفرت سے گھورتے ہوئے کرختگی سے پوچھا۔

”یہ آج تو مجھے دیکھ کس طرح رہی ہو؟“ روحی نے سوچا تھا یہ سن کر روبی ڈر جائے گی مگر جواباً روبی نے نہایت بدتمیزی سے کہا۔

”ویسے دیکھ رہی ہوں جیسے بہت پہلے تمہیں دیکھنا چاہیے تھا۔“

”بکواس بند کرو اور اب اٹھ کر برتن صاف کرو۔“ اب کے روحی نے تھوڑی نرمی سے کہا۔ وہ آگے منہ لگنا نہ چاہتی تھی۔ اچھی طرح جانتی تھی کہ روبی کا منہ کھل گیا تو وہ بدنام ہو جائے گی۔ ماں اور گھر والے یقین نا بھی کریں مگر شک تو ہو ہی سکتا تھا۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ روحی نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ وہ اب سارے گھر کا کام روبی سے لیا کرے گی۔ حالانکہ پہلے بھی روبی کونسا کم کام کرتی تھی۔ مگر اب جب وہ روحی کے کام کی نہ رہی تھی تو روحی نے اس کو گھر کے کام کی بنانے کا سوچ لیا تھا۔ ایک طویل عرصہ تھا وہ محض اپنی غلط ایکٹویٹیز کی وجہ سے روبی سے نرم لہجے میں بات کرنے پر مجبور رہی تھی مگر اب ایسی کوئی مجبوری باقی نہ رہی تھی۔ اس لیے روحی نے مزید سختی اور رعب سے کہا۔

"تم نے سنا نہیں میں کیا کہہ رہی ہوں۔ اٹھ کر برتن صاف کرو۔"

"محترمہ نیک پروین! میرا برتن صاف کرنے کا بالکل موڈ نہیں اور نہ ہی اب میں برتن صاف کروں گی بلکہ اب میں وہ کروں گی جو میرا دل چاہے گا اور سنو اب تم یہ رعب کسی اور پر ڈالنا۔ میں اب تم سے ڈرتی نہیں ہوں۔" روبی نے شکل بگاڑ بگاڑ کر اپنی بات مکمل کی۔

"روحی کی سمجھ میں نا آیا وہ اب کیا کہے یا کیا کرے۔" روبی نے چند لمحے روبی کے بولنے کا انتظار کیا پھر طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے روحی پر چوٹ کرتے ہوئے بولی۔

"محترمہ نیک پروین! آپ کو تو میرا احسان مند ہونا چاہیے کہ میں نے تمہارے ہر عیب پر پردہ پڑا رہنے دیا اور تم ہو کہ الٹا آنکھیں دکھا رہی ہو۔ حالانکہ یہ آنکھیں دکھانے کا اصل حق تو میرا ہے۔ اس سارے فساد کی اصل جڑ تو تم ہی تھی اور ہو۔ اب امی کو یہ بات کون سمجھاتا کہ آوارہ میں نہیں تو تھی اور خود ان میں اتنی عقل ہے ہی نہیں کہ وہ اپنے طور پر کچھ سوچ سکیں۔" روبی نے زہریلے لہجے میں کہا۔

آج وہ آپ کی بجائے تم اور تو پر اتر آئی تھی۔ گویا ہر خوف ہر رعب سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ یہ سب دیکھ کر روحی نے پہلے تو ضبط کرنے کا سوچا..... مگر وہ ایک سفاک اور بے رحم لڑکی تھی۔ ضبط اس کے لیے ناممکن تھا۔ اچانک ہی اس کے اندر آگ سی بھر گئی۔ روحی نے سوچا آج اگر میں نے خاموشی اختیار کی یا روبی کے ساتھ نرمی اختیار کی تو اس کا حوصلہ مزید بڑھے گا اور آگے چل کر ہو سکتا ہے وہ مزید کھل کر بکواس کرے۔ یہ سوچتے ہی روبی نے کھا جانے والی نگاہوں سے روبی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا کہا تم نے میرے بارے میں۔ ذرا پھر سے کہنا۔"

"وہی جو تم نے سنا۔ میں ریپیٹ کرنا پسند نہیں کرتی۔" روبی نے شان بے نیازی سے جواب دیا اور یہ سب سن کر روحی مارے غصے کے پاگل ہو گئی۔ پھر بڑی پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور تیزی سے لپک کر ایک ہاتھ میں روبی کے بال جکڑ کر دوسرا ہاتھ پوری قوت سے اس کے منہ پر رسید کرتے ہوئے بولی۔

"اب بتاؤ پھر یہ بکواس کرو گی؟ پھر بھی ایسا کہو گی؟ ارے بدکردار ذلیل لڑکی خاندان اور محلے والے مجھے بھی جانتے ہیں اور تمہیں بھی۔ کیا تمہارے آوارہ کہنے سے لوگ مجھے آوارہ مان لیں گے۔ وہ سب اچھی طرح جانتے ہیں۔ آوارہ صرف تم ہو۔ سارے محلے میں غزالہ کی ماں نے تیری آوارگی کے قصے پھیلا رکھے ہیں۔ اب بولو پھر کبھی یہ بکواس کروں گی۔"

روحی نے ایک ہی منٹ میں کئی تھپڑ اس کے منہ پر مارتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ہاں!"

"ایک بار نہیں ہزار بار کہوں گی اور اب تو غزالہ کے یار بھی گن کر سب کو بتاؤں گی۔ آج کل اپنے سامنے بننے والے نئے گھر کے نئے یار سے آنکھ لڑا رہی ہے۔" روبی نے حلق پھاڑ کر کہا۔

روحی نے آس پاس دیکھا۔ گھر میں کوئی نہیں تھا۔ وہ اس کا بازو مضبوطی سے پکڑے گھسیٹتی ہوئی باہر لے آئی۔ آج پھر وہ پرانی بے رحم روحی بن چکی تھی۔ روبی روتی رہی چیختی رہی۔ چلاتی رہی۔ ساتھ ساتھ روحی کو برا بھلا بھی کہتی گئی اور خوب جی بھر کر مارنے کے بعد روحی نے اس کو وہیں چھوڑ کر اپنے روم میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔

روبی وہیں بیٹھی اونچی اونچی آواز میں روتی رہی اور روحی کو کوستی بھی رہی جس کی وجہ سے اس کی پڑھائی ختم کرا دی گئی تھی اور سب سے زیادہ غصہ روبی کو تھا بھی سکول چھوڑنے کا۔ وہ میٹرک مکمل کرنا چاہتی تھی مگر اب یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ روحی بجائے روبی کے ساتھ تعاون کرنے کے اپنا ہر الزام روبی کے سر رکھ کر خود بھی ان کے ساتھ مل گئی تھی۔ یہی وجہ تھی روبی بھی ساری محبت، ساری مروت بھول گئی تھی۔ جب ہزار بار احتجاج کے باوجود روبی کو سکول جانے کی اجازت نہ ملی تو وہ سب کچھ بھول گئی۔ وہ عزت وہ احترام جو وہ ساری زندگی آپی کا کرتی آئی تھی۔

ظاہر ہے گھر میں جب اس کی اپنی عزت خاک میں مل گئی تھی تو اس کو بھی کسی کی عزت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ باپ بھائی تو قریب سے گزرتے ہوئے ایک نگاہ بھی اس پر ڈالنی گوارا نہیں کرتے تھے۔ گویا نگاہ ڈال کر وہ خود بھی اس کے ساتھ گناہگار ہو جائیں گے۔ مخاطب کرنا تو دور کی بات تھی اور یہ سب روحی کی وجہ سے ہوا تھا۔

اور تو اور ساس نے تو اس کا نام ہی آوارہ رکھ دیا تھا۔ جب بھی کچھ کہنا ہوتا یا روبی کو بلانا ہوتا تو کہتی۔

"ارے او آوارہ! کہاں ہے؟ سنو روحی اس آوارہ کو تو بلانا۔" اور اگر کبھی روبی کو روبی کے پاس بیٹھے یا کھیلتے دیکھ لیتی تو فوراً کہتی۔

"خبردار! زوبی جو میں نے پھر کبھی تمہیں اس آوارہ کے ساتھ کھیلتے دیکھا۔ ارے کہتے ہیں برے کی صحت میں مت بیٹھو اس کی صحبت میں تم بھی خراب ہو جاؤ گی کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔" یوں زوبی نے اس کے ساتھ کھیلنا بھی چھوڑ دیا تھا اور بات کرنا بھی۔ تاہم جب امی گھر نہ ہوتی اور آپی اپنے روم میں ہوتی تو وہ روبی کے ساتھ ناصرف دل بھر کر باتیں کرتی بلکہ کبھی کبھی کھیل بھی لیتی۔ جبکہ ادھر ماں کی بات سن کر روبی کا جی چاہا پوچھے۔

"ماں انسان اگر کسی کی صحبت میں ہی خراب ہوتا ہے تو پھر آپ یہ کیوں نہیں سمجھتی ہیں کہ مجھے آپی کی صحبت ملی تھی۔ آپی جو آج بھی خاندان، محلے اور خاص کر آپ لوگوں کی نگاہوں میں نیک پروین ہے مگر درحقیقت وہ کتنے آوارہ ذہن کی مالک ہے۔" کاش! آپ سب جان سکتے۔ سمجھ سکتے مگر افسوس۔ اس نے چونک کر ماں کی سمت دیکھا جو زوبی سے کہہ رہی تھیں۔

"زوبی! تم نے سنا نہیں میں کیا کہہ رہی ہوں۔ فوراً اٹھ جاؤ اس کے پاس سے ورنہ یہ اپنی گندگی کر تو تمہیں بھی سکھا دے گی۔" ماں کو غصے میں دیکھ کر زوبی فوراً روبی کے قریب سے اٹھ کر چلی جاتی۔

اور یہ انہی باتوں کا اثر تھا جو روبی ہر وقت غصے میں بھری رہتی۔ بے گناہ ہوتے ہوئے بھی اپنے ہی گھر میں اس کو اچھوت بنا دیا گیا تھا۔

مارے غصے اور نفرت کے وہ خواہ مخواہ ادھر ادھر دندناتی پھرتی اور ایسے میں اگر روحی کوئی کام روبی سے کہتی تو وہ بدتمیزی سے صاف جواب دیتی۔ "خود سے کرو تمہارے کیا ہاتھ پاؤں نہیں ہیں۔ میں بہت کام کر چکی ہوں۔ اب ہرگز نہیں کروں گی۔"

"ارے آوارہ! اسکول سے تجھے اٹھا لیا ہے مگر تمہاری اکڑ ابھی تک ختم نہیں ہوئی۔" روحی اس کو تپانے کے لئے نفرت بھرے لہجے میں جتاتی۔

"جواباً روبی ہنس کر کہتی۔ "تم تو اچھی طرح جانتی ہو مجھے سکول سے کیوں اٹھا لیا گیا! میں وضاحت سے بتا دوں۔ پردہ اٹھا دوں۔"

"ہاں ہاں! اچھی طرح جانتی ہوں۔" روحی قریب بیٹھی ماں کو دیکھ کر کہتی۔ "تو بدکردار تھی۔ آوارہ تھی۔ تمہاری انہی کرتوتوں کی وجہ سے امی ابو نے تم کو سکول سے اٹھا لیا۔ اگر تمہارے پاس شرم نام کی کوئی چیز ہے تو ڈوب مرو مگر تمہارے پاس شرم کہاں۔ ارے کمینی! تمہارے پاس شرم ہوتی تو اتنی چھوٹی عمر میں تم اتنی بے غیرت ہرگز نا ہوتی۔"

"رکو...... رکو نیک پروین! ذرا سوچ کر بتاؤ میں یا تم۔" کہتے ہوئے وہ اذیت بھرے انداز میں خواہ مخواہ ہنس پڑتی اور ایسے میں ماں روحی کا ساتھ دینا ضرور سمجھتی جیسے روبی ان کی بیٹی نہیں لاوارث لڑکی ہو۔

تب وہ ماں اور روحی کے علاوہ سلمان سے بھی مار کھاتی۔ مگر چلتی ہوئی زبان پھر بھی نہ رکتی اور ان لوگوں نے کبھی بھی یہ نہ سوچا کہ وہ سختی کی بجائے نرمی سے کام لیں ہو سکتا ہے وہ ایسا سوچتے۔ مگر روحی سارا وقت ماں اور سلمان کے کان بھرتی رہتی۔ جس کی وجہ سے گھر کا محاذ ہمیشہ گرم رہتا۔ وہ سب بات کرنا تو دور کی بات روبی کی جانب دیکھنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی روبی سدھرنے کی بجائے مزید بگڑتی چلی گئی۔ ایک بات کے جواب میں دس باتیں سنانا اس کی عادت بن گئی۔ اب تو اکثر اس کا دل چاہتا کہ وہ گھر سے بھاگ جائے۔ مگر پھر وہ خود ہی سر جھٹک کر اپنی اس سوچ سے پیچھا چھڑا لیتی کہ گھر والے بے شک اس سے محبت نہیں کرتے تھے مگر وہ خود تو آج بھی سب سے پہلے جیسی محبت کرتی تھی کیونکہ اچھی طرح جانتی تھی سب غلط فہمی کا شکار ہیں۔ مجرم تو صرف اور صرف روحی تھی۔ جو اپنی مکاری اور چالاکی سے ہر بار بچ جاتی تھی اور ابھی تک بچی ہوئی تھی۔

ورنہ جو کچھ گھر والوں نے اس کے ساتھ کیا تھا اور کر رہے تھے وہ کب کا گھر چھوڑ چکی ہوتی۔ کرن کی بہن کی پیشکش کی صورت میں اس کے پاس ایک اچھا آپشن بھی موجود تھا۔

اصل میں سکول چھوڑے ابھی چند روز ہی ہوئے تھے جب ایک روز اچانک سکول سے چھٹی کے بعد کرن روبی کی خیریت معلوم کرنے ان کے گھر آئی کہ وہ اتنے روز سے سکول کیوں نہیں آ رہی۔ صد شکر کہ ماں حسب عادت گھر نہیں تھی اور روحی اپنے روم میں بیٹھی "حور" پڑھ رہی تھی۔ روبی کرن کو ساتھ لیے جلدی سے اوپر چھت پر چلی آئی اور اوپر آ کر جب کرن نے روبی سے اتنے روز سے سکول نہ آنے کی وجہ پوچھی پہلے تو روبی نے چھپانا چاہا مگر پھر یہ سوچ کر کہ کرن ایک ہی تو میری فرینڈ ہے اور پھر وہ کتنی محبت سے معلوم کرنے آئی ہے۔ یہ سوچتے ہی روبی نے کرن کو سکول چھوڑنے کی صاف صاف وجہ بتا دی۔ مگر ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ وہ یہ باتیں کسی کو نہ بتائے۔ وہ کرن کے ساتھ نیچے آئی ہی تھی کہ اچانک روحی اپنے روم سے باہر آئی۔ کرن کو اپنے گھر میں دیکھ کر حیران ہوئی کہ یہ روبی کے سکول کی واحد فرینڈ تھی جو کبھی کبھار ان کے یہاں آ جاتی تھی۔ اور روحی کے ساتھ بڑی محبت اور ادب سے پیش آتی تھی۔ اب بھی روحی کو دیکھتے ہی کرن نے بڑے ادب سے سلام کیا اور روحی نے کرن کے سلام کا جواب دیتے ہوئے حیران ہو کر پوچھا؟

"کرن تم کب آئی ہو؟"

"آپی جی بس ابھی ابھی آئی ہوں۔ روبی کتنے دنوں سے سکول نہیں آ رہی تھی۔ سوچا معلوم کرتی جاؤں طبیعت تو ٹھیک ہے۔" کرن نے مکاری سے روبی کو آنکھ مار کر خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ روحی نے اس کی بات کا یقین کر لیا اور کہا۔

"امی نے کہا روبی کو سکول سے اٹھا لیں۔ تم سناؤ تمہاری آپی، امی اور باقی سب گھر والے کیسے ہیں؟" روحی کو معلوم تھا کہ کرن کی بہن ماڈلنگ کرتی ہے۔ اس وجہ سے بھی وہ کرن کے ساتھ محبت سے پیش آتی ہے کہ وہ ایک مشہور ہستی کی بہن تھی بلکہ کرن جب بھی ان کے یہاں آتی بر ابر کہتی کرن کبھی اپنی آپی کو بھی ساتھ لے کر آؤ نا۔ کرن ہر بار وعدہ کرتی کہ اگلی بار آپی کو ضرور لے کر آؤں گی۔ مگر وہ کبھی اپنی بہن کو ساتھ لا نہ سکی کیونکہ اس کی آپی ایسے لوگوں کے گھروں میں آنا جانا پسند ہی نہ کرتی تھی۔ اس لیے کرن کبھی آپی کو ساتھ لانے کا وعدہ پورا نہ کر سکی۔

"وہ سب لوگ ٹھیک ہیں۔" روحی کی بات سن کر کرن نے جواب دیا۔ پھر کہا۔

"آپی! آپ مائنڈ نہ کریں تو میں یہ کہوں گی یہ روبی کا سکول میں لاسٹ ایئر ہے۔ کم از کم میٹرک تو کرنے دیں۔" روبی نے کرن کی بات سن کر کچھ دیر سوچا پھر کہا۔

"ہاں ہاں میٹرک تو لازمی کرے گی۔ ارے میٹرک تو کیا جتنا پڑھنا چاہے گی پڑھنے کی اجازت ہے مگر پرائیویٹ پڑھے۔ یہی ہم سب کی مرضی ہے۔ تم بیٹھو میں تمہارے لیے چائے بناتی ہوں۔" روحی کرن کو روبی کے پاس چھوڑ کر کچن میں چلی گئی تو روبی نے کہا۔

"میں نے تمہیں بتایا تو ہے سارا چکر اسی کا چلایا ہوا ہے۔" پھر روحی چائے لے کر آ گئی اور چائے پی کر کرن بھی چائے کے لیے تھینکس کہتے ہوئے چلی گئی۔ روحی بھی اپنے روم میں چلی گئی۔ وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ روبی کرن کو اپنے سکول چھوڑنے کی اصل وجہ بتا چکی تھی۔

چند روز بعد ہی کرن پھر ان کے گھر چلی آئی۔ اتفاق سے شمشاد گھر پر ہی تھی مگر تھی روحی کے روم میں۔ روبی نے کرن کو دیکھتے ہی گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آج کیا لینے آئی ہو جبکہ میں نے تمہیں سکول چھوڑنے کی ساری وجہ بتا دی تھی۔ جانتی ہو آج میری امی بھی گھر پر ہی ہیں اور وہ کسی کی عزت کا خیال کم ہی کرتی ہیں۔ پلیز! تم فوراً چلی جاؤ۔ قبل اس کے کہ وہ باہر آ جائیں۔"

"میری فکر چھوڑ کر یہ لیٹر پکڑو۔ میری آپی نے دیا ہے اور سنو تمہاری امی اگر کسی کی عزت کا خیال کم ہی کرتی ہیں تو میں بھی ایسے لوگوں کا احترام ذرا کم ہی کرتی ہوں۔" کہتے ہوئے کرن نے لیٹر روبی کے ہاتھ میں تھما دیا۔ تو روبی نے گھبرا کر پوچھا۔

"کرن اس کا کیا کروں۔" قبل اس کے کرن جواب دیتی روحی کے روم کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ ساتھ ہی امی اور آپی کی آواز وہ شاید دونوں روم سے باہر آ رہی تھیں۔ مارے خوف کے روبی کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا کہ لیٹر میں نجانے کرن کی آپی نے کیا لکھا ہے۔ امی آپی نے پکڑ لیا تو اس نے مٹھی زور سے بند کرتے ہوئے کرن کو دیکھا کہ روحی کے روم کی جانب روبی کی پشت تھی۔

●☆☆☆●

"کمینی! یوں پاگلوں کی طرح مجھے کیا دیکھ رہی ہو؟ وہ ابھی دروازے میں ہیں۔ تم لیٹر کو جلدی سے اپنے گلے کے اندر رکھ لو۔" کرن دبے دبے لہجے میں غرائی۔

روبی نے گو کہ اس سے پہلے کبھی سینے کے زیر جامہ کو کسی بھی چیز کے حوالے سے استعمال نہیں کیا تھا مگر آج امی کی مار کے خوف سے روبی نے بڑی پھرتی سے لیٹر گلے میں رکھا ہی تھا کہ امی اور روحی ایک ساتھ روم سے باہر آ گئیں۔ کرن کو اتنی جلدی پھر اپنے گھر میں دیکھ کر روحی حیران ہوئی جبکہ شمشاد بیگم غصے میں آ گئی تھیں۔ گو کہ وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ کرن روبی کی فرینڈ ہے۔ مگر آج کرن کا اپنے گھر آنا ان کو سخت ناگوار گزر رہا تھا۔ اصل میں شمشاد نے سوچا۔

"کہیں کرن روبی کے کسی فرینڈ کا پیغام نا اس کے لیے لائی ہو۔" کرن نے ان کو دیکھتے ہی بڑے ادب سے سلام کیا۔ جس کا جواب حمیدہ بیگم نے از حد خشک لہجے میں دیا۔ پھر بے حد رکھائی سے پوچھا۔

"کیسے آنا ہوا ہمارے گھر؟" تائی جی نے کہا تاہی نا ملیا۔

"خالہ جی میں روبی کی خیریت معلوم......"

شمشاد بیگم نے کرن کو بات مکمل کرنے کا موقع دیئے بغیر بے رخی سے کہا۔

"بی بی! روبی اپنے گھر میں ہے اور بالکل خیریت سے ہے۔ تمہیں اس کی خیریت کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم زندہ ہیں۔ اس کی خیریت کا خیال رکھنے کو۔"

"جی بہتر آنٹی جی!" کرن نے بڑے ضبط سے کہا۔ پھر روبی سے مخاطب ہوئی۔

"او کے روبی! اب میں جاتی ہوں۔" روبی نے جواباً صرف سر ہلایا۔

گو کہ روحی کو بھی ماں کا رویہ نامناسب لگا تھا۔ صرف اس وجہ سے کہ کرن ایک مشہور ماڈل اور اداکارہ کی بہن تھی۔ مگر اس وقت اسے خاموش رہنا ہی بہتر جانا کہ کہیں ماں کرن کے سامنے اس کو بھی کوئی نامعقول بات نہ کہہ دیں جبکہ شمشاد بیگم نے جاتی ہوئی کرن کو دیکھ کر ناگواری سے کہا۔

"سنو لڑکی! دوبارہ یہاں آنے کی زحمت نہ کرنا۔ ہمارے خاندان میں بیٹیوں کو گھر سے باہر فرینڈ بنانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ جب تک روبی سکول جاتی تھی تب تک وہ تمہاری فرینڈ تھی۔ سکول جانا بند تو یہ دوستی بھی ختم۔ سکول کی دوستی سکول کے اندر ہی اچھی لگتی ہے۔" حمیدہ خاموش ہوئی تو کرن بھی سلام دعا کیے بغیر خاموشی سے دروازے کی جانب چل دی۔ وہ تیز تیز چل رہی تھی۔ مگر دروازے کے بالکل قریب پہنچ کر رکی پھر وہیں کھڑے کھڑے مڑ کر شمشاد کو دیکھا اور زہر خند سے بولی۔

"خالہ جی! آپ بوڑھی ہو چکی ہیں مگر آپ کو گھر آئے ہوئے مہمان سے بات کرنے کی بھی تمیز نہیں۔ کہتے ہیں گھر دشمن بھی چل کر آجائے تو اس کی بھی عزت کرو۔ میں تو پھر آپ کی بیٹی کی فرینڈ ہوں۔ آپ نے کہا میں دوبارہ یہاں آنے کی زحمت نہ کروں تو سن لیں میں لعنت بھیجتی ہوں آپ پر اور آپ کے اس گھر پر اونہہ۔"

اونہہ بات ختم کرتے ہی وہ دروازہ پار کر گئی اور شمشاد بیگم مارے غصے کے پاگل ہوئی۔ انہوں نے روبی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہاری فرینڈ تھی۔ چنڈال، بدمعاش، بدکردار اور بدزبان۔" وہ کرن کو مزید گالیاں دینے لگی۔ روبی ان کے غصے اور مار سے بچنے کیلئے فوراً واش روم میں گھس گئی کہ اس وقت واش روم سے زیادہ محفوظ جگہ اور کوئی نہیں تھی۔ ماں کی مار سے بچنے کیلئے اور کرن کا لایا ہوا لیٹر پڑھنے کے لیے بھی مناسب ترین جگہ یہی تھی۔

روبی کے واش روم میں گھستے ہی روحی نے کہا۔

"امی جان! آپ نے کرن کے ساتھ بہت نامناسب رویہ اختیار کیا۔ آپ کو معلوم ہے وہ کتنی بڑی اور مشہور ماڈل کی بہن ہے بلکہ اب تو اس کی بہن ایک ڈرامہ میں بھی کام کر رہی ہے۔ وہ اپنے گھر جا کر بتائے گی تو اس کے گھر والے ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے۔"

"ارے ہو گی مشہور ماڈل کی بہن۔ اونہہ ماڈل ارے سیدھی طرح یہ کیوں نہیں کہتی ہو کہ کرن کنجری کی بہن ہے۔ دیکھا ہے میں نے اس کو بھی ٹی وی پر۔ ایک فیشن شو میں...... کیسے ٹانگیں آڑھی ترچھی کر کے چل رہی تھی۔ اونچی ہیل کا جوتا پہن کر جا ہے گر جاتی۔ چلتا ہے کوئی ایسے؟ جیسے وہ فیشن شو میں چل رہی تھی۔ اور ڈراموں میں کام کرتی ہے۔ ارے میں پوچھتی ہوں کیا شریف لڑکیاں ڈراموں میں کام کرتی ہیں۔ کیا میں نہیں جانتی سب کی سب آوارہ ہوتی ہیں ناچ گانا کرنے والی۔" شمشاد بیگم کرن کے رویے سے تپی ہوئی تھیں۔ اس لیے اس طریقے سے دل کی بھڑاس نکالی۔

"امی آپ بھی کمال کرتی ہیں۔ اب تو شریف خاندان کی لڑکیاں بھی شوبز میں آرہی ہیں۔" روحی نے ان کو سمجھانا چاہا۔

"بس بس رہنے دو۔ میں نہیں مانتی۔ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر روحی کو چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر تم کیوں نہیں فلم یا ڈراموں میں کام کرتی ہو۔ کر سکتی ہو تم روبی یا زوبی ڈرامے میں کام؟" انہوں نے پوچھا۔

روحی نے خاموش رہنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی اور شمشاد بیگم نے کہا۔ "ارے تم ذرا ایسا ویسا کام کر کے تو دیکھو گلا دبا کر فوراً خود ہلاک کر دوں۔ کرن کی ماں بھی بیٹی کے ساتھ خود بھی بن سنور کر لڑکی بن کر پھرتی ہے۔ بے غیرت عورت۔" شمشاد بیگم کو کرن تپا گئی تھی۔ اس لیے ان کا غصہ ختم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔

جبکہ واش روم کے اندر روبی نے لیٹر نکالا اور وہیں بیٹھے بیٹھے کھول کر پڑھنے لگی۔ کرن کی آپی نے لکھا تھا۔

"ڈیئر روبی! چندا تارا!

ڈھیروں پیار اور دعائیں!
یہ کہنا یا پوچھنا فضول ہے کہ کیا تم خیریت سے ہو گی؟ کرن نے تمہارے گھر سے آنے کے بعد تمہارے بارے میں ساری باتیں مجھے بتا دی تھیں۔ تمہارے گھر والے اتنے ظالم بھی ہو سکتے ہیں۔ خاص کر تمہاری امی اور آپی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ جب سے کرن نے تمہارے حالات مجھے بتائے ہیں تب سے یقین کرو میری چندا میں بہت بے سکون ہوں۔ دیکھو چندا تم ہمارے گھر آ کر مستقل رہ سکتی ہو۔ مجھے جس طرح کرن عزیز ہے ویسے ہی تم بھی عزیز ہو۔ ہمارے گھر کا ایک روم آج سے تمہارے نام ہے۔ میں اپنا فون نمبر لکھ رہی ہوں۔ تم جب بھی آنا چاہو موسٹ ویلکم۔ اپنے گھر والوں سے اب تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم ہمارے یہاں آ جاؤ تو ان سب کو میں خود سنبھال لوں گی۔ تمہیں جب بھی آنا ہو مجھے اپنے گھر والوں سے چھپ کر فون کر دینا میں اپنی گاڑی لے کر خود تمہارے سکول کے پارک والی روڈ پر جو لنڈا کارنر ہے وہاں آ جاؤں گی۔ ارے ایسا خاندان اور ماں بہن کس کام کی جو بجائے سکون کے تکلیف دے۔ یقین کرو ہمارے گھر میں تمہیں کبھی کوئی تکلیف نہ ہو گی تم اچھی طرح سوچ کر جب فیصلہ کر لو تو مجھے فون کر دینا بلکہ میں تو کہتی ہوں۔ جو کچھ وہ تمہارے ساتھ کر چکے ہیں اس کے بعد سوچنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ جو کچھ ان لوگوں نے تمہارے ساتھ کیا ہے اس کا بدلا بھی یہی ہے کہ تو بھی ان کو چھوڑ کر ان کی اوقات ان کو یاد دلا دو۔ اچھا اب باقی باتیں تمہارے یہاں یعنی ہمارے گھر آنے پر ہوں گی۔ اب اجازت۔

تمہارے فون کی منتظر۔ ارم

ارے ہاں لیٹر پڑھ کر فون نمبر اپنی کسی کاپی پر لکھ کر لیٹر پھاڑ دینا یا بہتر ہو گا جلا دینا۔ او کے؟ کہیں تمہاری امی، آپی نا پڑھ لیں اور پھر تم پر تشدد کریں۔"

روبی نے لیٹر پڑھ کر واپس گلے میں رکھا ہی تھا کہ روحی نے چیخ کر اس کو پکارا بس اب باہر آ جاؤ کہ رات بھر وہیں سونے کا پروگرام ہے۔ ماں منوری کے گھر چلی گئی ہیں۔ دوپہر کے برتن ابھی تک یوں ہی پڑے ہیں۔ باہر نکل کر ان کو صاف کرو۔" اور روبی دروازہ کھول کر چپکے سے باہر چلی آئی۔ بیسن پر ہاتھ دھو کر کچن میں آئی اور برتن صاف کرتے ہوئے کرن کی آپی کے بارے میں سوچنے لگی۔

ایک بار سکول کے فن فیئر میں وہ ٹیچر کی دعوت پر کرن کے ساتھ آئی تھی۔ روبی چونکہ کرن کی خاص دوست تھی اس لیے اس نے اپنی آپی سے اس کا تعارف بھی بطور خاص کروایا تھا اور ارم نے فوراً روبی کو گلے لگا کر اس کے رخسار کو بوسہ دیا تو روبی نے شرما کر کہا۔

"آپی! مجھے آپ سے ملنے کا بہت شوق تھا۔ میں جب بھی آپ کے گھر گئی آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اکثر تو آپ گھر پر ہوتی ہی نہیں تھیں اور اگر ہوتی بھی تھیں تو سو رہی ہوتی تھیں۔ میرے لاکھ بار کہنے کے باوجود کرن نے آپ کو کبھی نہ جگایا کہ آپ اس کو ڈانٹ دیں گی۔"

"اچھا؟" ارم نے ہنس کر کہا۔ پھر روبی کا ہاتھ تھام کر نرمی اور محبت سے سہلاتے ہوئے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولی۔

"یقین کرو مجھے خود بھی تم سے ملنے کا ازحد شوق تھا۔ بلکہ جنون کہا جا سکتا ہے۔ کرن نے مجھے تمہارے بارے میں سب بتا رکھا ہے۔ یعنی تمہارے گھر والے تم سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔" یہ سن کر روبی کی آنکھوں میں ہلکی نمی اتر آئی اور ارم نے یہ دیکھ کر کہ لوہا گرم ہے چوٹ لگانے کی سوچی۔

"میں تو ہوں۔ اگر وہ تمہاری پرواہ نہیں کرتے تو پھر تم بھی ان کی عزت کا خیال مت کرو۔ دیکھو روبی! تمہاری سکرین بیوٹی بہت زبردست ہے۔ تم بہت خوبصورت ہو۔ اداکارہ بن کر ماڈل بن کر تم پورے ملک میں دھوم مچا سکتی ہوں۔" وہ رکی پھر کہا۔

"اور یہ گھر والے جو آج تم سے سیدھے منہ بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے کل نوکروں کی طرح تمہارے پیچھے پیچھے پھیریں گے۔ روبی شہرت کا نشا اور مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے اور پھر اس کام میں پیسہ بھی تو بہت ہے۔ تم بھی ماڈل یا اداکارہ بننے کا سوچو تو ادھر ادھر خوار ہونے کی بجائے سیدھی میرے پاس چلی آنا۔ ہمارا گھر تو تم نے دیکھا ہوا ہے۔

ارے اگر تم اداکارہ بن گئی تو پوری دنیا تمہاری ایک جھلک دیکھنے کو تڑپا کرے گی اور ہاں ابھی ابھی تم نے اسٹیج پر گایا بھی تھا۔ تمہاری آواز بھی بے حد اچھی ہے بلکہ بہت خوبصورت سریلی ہے۔ اداکارہ نہیں تو گلوکارہ سہی۔ مطلب اگر کبھی تمہارا دل شوبز میں آنے کو چاہے تو میں نے کہا نا میرے پاس چلی آنا جو والدین اولاد سے محبت نہیں کرتے اولاد کو بھی ان کی عزت کا خیال کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم میری بات سمجھ رہی ہو نا۔"

اور روبی نے منہ سے کچھ کہنے کی بجائے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تاہم دل میں سوچا میں شوبز میں گئی تو سلمان بھائی تو مجھے قتل ہی کر دیں گے۔ میں کبھی بھی آپ کے پاس نہیں آؤں

گی۔اف! کتنی بری عورت ہے مجھے گھر سے بھاگنے کا مشورہ دیا جا رہا ہے۔اس نے ایک بار پھر بغور کرن کی آپی کو دیکھا۔وہ روبی کا ہاتھ چھوڑ کر لڑکیوں کو اب آٹوگراف دے رہی تھی۔اس نے پرنٹڈ ساڑھی باندھ رکھی تھی۔ساتھ جو بلاؤز پہنا ہوا تھا وہ سلیولیس تو نہیں تھا مگر سلیوز برائے نام ہی تھیں اور بلاؤز کا گلا تو جو تھا سو تھا مگر چھوٹا اتنا تھا کہ کافی زیادہ پیٹ عریاں ہو رہا تھا۔

ارم نے خوب گہرا میک اپ کر کے شولڈر کٹ بال کھلے چھوڑ رکھے تھے۔سن گلاسز صرف بطور فیشن لگا کر آئی تھیں کیونکہ آنکھوں کی بجائے سر پر لگا رکھے تھے۔کانوں میں لمبے لمبے آویزے تھے۔گلے میں تین چار چھوٹی بڑی چینز۔گورے گورے پیروں میں ہائی ہیل کا بلیک جوتا پہن رکھا تھا۔ہاتھوں کی سبھی انگلیوں کے علاوہ پیروں کے انگوٹھوں اور ایک ایک انگلی میں بھی چھلے اور انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں۔جاتے ہوئے بھی وہ روبی کو پیار کر کے اور اللہ حافظ کہہ کر گئی تھی۔

اس کے بعد نہ روبی ان کے گھر گئی نہ ملاقات ہوئی اور آج اس نے خود لیٹر لکھ کر بھیجا تھا جو ابھی تک روبی کے پاس موجود تھا۔ جس میں ایک بار پھر اس کو گھر سے بھاگنے کا مشورہ دینے کے ساتھ رہائش کی پیش کش بھی کی گئی تھی۔گو کہ گھر والوں کا رویہ پہلے سے بھی از حد خراب ہو چکا تھا۔مگر اس کے باوجود وہ گھر سے بھاگنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ماں گھر نہیں تھیں۔روحی اپنے روم میں۔اس نے نمبر زبانی یاد کر کے لیٹر چولہے پر رکھ کر جلا دیا اور پھر نمبر بھی اسٹور کی الماری میں بچھے اخبار کے کاغذ پر لکھ دیا تھا کہ کبھی کرن سے بات کرنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ان کے اپنے گھر میں فون ابھی تک نہیں لگا تھا۔

انہیں دنوں گھر میں ایک نئی تبدیلی آئی اور یہ تبدیلی تھی روحی کے رشتے کی تلاش کی۔ایسے میں روبی کو سختی سے ہدایت کی جاتی کہ جب تک مہمان روحی کو دیکھ کر چلے نہ جائیں تب تک وہ اپنے روم سے باہر نہ آئے۔روبی بہر حال روحی سے زیادہ خوبصورت تھی اور کم عمر بھی۔

روبی کو ذاتی طور پر آنے جانے والے مہمانوں سے کوئی خاص انٹرسٹ نہیں تھا۔اس لیے وہ برا مانے بغیر روم میں بند ہو جاتی اور ایسے میں مہمانوں کی آمد پر آپی کو خوشی خوشی بڑے اہتمام سے تیار ہوتے دیکھ کر روبی کے اپنے دماغ میں درد سا ہونے لگتا۔وہ مارے دکھ اور شدید صدمے کے سوچتی۔مجھے خود جاوید چھوڑ کر چلا گیا ہے اور یہ آپی کس قدر بے رحم ہے۔ان کو جمشید بھائی کا ذرا سا بھی احساس اور خیال نہیں اور جمشید بھائی بے چارے کتنی محبت کرتے ہیں آپی سے۔اے کاش! اس سے تھوڑی کم محبت ہی جاوید مجھ سے کرتا۔تو میں ساری زندگی اس کے انتظار میں گزار دیتی مگر وہ کمینہ تو کہتا بھی مجھے سسٹر تھا۔معاً وہ غزالہ کی آواز سن کر چونک پڑی جو بالکل اس کے سر پر کھڑی پوچھ رہی تھی۔

"روبی! خالہ جی کہاں ہیں؟ روحی تو یقیناً اپنے روم میں بند ہو کر محویت سے پڑھ رہی ہوگی۔" روبی نے چہرہ اٹھا کر اس کو دیکھتے ہوئے پہلے سلام کیا پھر بتایا۔

"باجی! امی تو چچا کے ہاں گئی ہیں۔باقی رہی آپ کی فرینڈ وہ ظاہر ہے اپنے روم میں ہوگی اور بھلا کہاں جانا ہے اس کو۔" آپی کہنا روبی نے گوارہ نہیں کیا تھا۔

غزالہ نے مسکراتے ہوئے اس کے گال پر ایک ہلکی سی چپت رسید کی۔پھر روحی کے روم میں چلی گئی۔روبی نے محسوس کیا تھا وہ بہت خوش تھی۔ایک گہرا سکون تھا آج اس کے چہرے پر۔غزالہ نے روم میں انٹر ہو کر جیسے ہی دروازہ بند کیا تو روبی بڑی پھرتی سے لپک کر کھڑکی کے قریب آکر بلکہ کھڑکی کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔غزالہ جب بھی ان کے گھر آتی تھی ایسے میں اگر امی گھر پر نہ ہوتی تو روبی یونہی کھڑکی کے ساتھ لگ کر ان دونوں کی باتیں سنا کرتی تھی۔اب اس کو ایسی باتیں سننا اچھا لگتا تھا۔امی اکثر گھر پر نہیں ہوتی تھیں۔یا پھر غزالہ بھی اتنی چالاک کہ ان کے یہاں آتی ہی اس وقت تھی جب امی گھر پر نہیں ہوتی تھیں تاکہ جی بھر کر وہ اور روحی ایک دوسرے کو دل کا حال سنا سکیں۔

اچانک وہ آپی کی مصنوعی گھبراہٹ والی آواز سن کر چونکی اور چہرہ فوراً کھڑکی کے شیشے پر جما کر اندر دیکھنے لگی۔اندر جھانکنے کے لیے وہ کونے سے تھوڑا سا پردہ خود ہی کھسکا کر رکھتی تھی کیونکہ غزالہ اچانک ہی آجاتی تھی۔

"ارے ارے! یہ کیا کر رہی ہو۔پرے ہٹو۔مارنے کا ارادہ ہے کیا مجھے موئی۔" کیونکہ ان دنوں غزالہ کا ویٹ بڑھ رہا تھا۔وہ مٹر پلاؤ شوق سے کھاتی تھی اور آج کل سردی کا سیزن تھا اور غزالہ مٹر پلاؤ کھائے بغیر سوتی ہی نہ تھی۔یا پھر سو ہی نہ سکتی تھی۔

"میں تو خود مر رہی ہوں۔تجھے کیسے مار سکتی ہوں۔"غزالہ کی آواز میں مے نوشی کرنے والوں جیسا خمار تھا اور پھر وہ دھپ سے بستر پر روحی کے قریب گرنے والے انداز میں لیٹ گئی بلکہ روحی سے لپٹ کر ایک سرد آہ بھری تب روبی نے دیکھا۔روحی نے غزالہ کے بازو پر چٹکی بھرتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا شرابیوں کی طرح باتیں کر رہی ہو۔سچی آج تو کوئی اور ہی چیز لگ رہی ہو۔کیا ہوا ہے تمہیں، مجھے بھی تو پتہ چلے۔"

"جب چیز ہی اور بن گئی ہوں تو دکھائی بھی دوں گی۔" غزالہ نے ایک ادا سے مسکراتے ہوئے کہا تو روجی نے چونکتے ہوئے فرسٹ ٹائم بغور غزالہ کو دیکھا وہ بہت پرسکون اور پرسکون تھی۔ "یہ دیکھ کر روجی نے پوچھا۔

"پہیلیاں کیوں بجھوا رہی ہوں۔ سیدھی طرح بکو اس کیوں نہیں کرتی۔ کیا چیز بن گئی ہو۔ کہیں چڑیل تو نہیں بن گئی ہو؟" یہ سن کر غزالہ اچھل کر اٹھ بیٹھی۔ پھر روجی کے کاندھے پر سر رکھتے ہوئے آہستگی سے انکشاف کیا۔

"روجی! رات کو میں پرویز کو ملنے گئی تو وہ سب ہو گیا جو شادی کی رات ہونا چاہیے تھا۔" اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گئی۔

"ہائے اللہ! غزالہ یہ تم نے کیا کیا۔" روجی نے گھبرا کر بے ساختہ دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے غزالہ کو سرزنش والے انداز میں دیکھا۔

"روجی میں نے تو کچھ نہیں کیا سب اس نے ہی کیا۔"

* ☆☆☆ *

سرما کا آغاز ہو چکا تھا۔ مگر میں اس کو ملنے نہ جا سکی تھی۔ بھابی کو شک تو مجھ پر پہلے ہی تھا اب میری اس کے ساتھ زبردست جھڑپ ہو چکی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ مکار عورت جس نے شادی سے پہلے خود سگے ماموں کے شادی شدہ بیٹے سے یارانہ لگا رکھا تھا بلکہ اب بھی ہے۔ خاندان والے تو یہی کہتے ہیں۔ ہاں تو بھابی اس جھگڑے کے بعد اب میری ٹوہ میں رہنے لگی تھی کہ اب مجھے رنگے ہاتھوں پکڑ کر باپ اور بھائیوں کی نظروں میں رسوا کر سکے۔ ہاں تو اس بار جو لیٹر آیا اس میں پرویز نے دھمکی دی تھی کہ اب شرافت سے مجھے ملنے آ جاؤ۔ اور سنو اگر کل تم مجھ سے ملنے نہ آئی تو پھر میں بھی تنہا یہاں نہیں رہوں گا بلکہ فوراً اپنے خاندان کے پاس کویت چلا جاؤں گا۔ صرف تمہاری وجہ سے یہاں رہتا ہوں اور تم ہو کہ تمہیں اب میرا کوئی خیال ہی نہیں۔ احساس ہی نہیں۔

دیکھو آج کل موسم کتنا خوبصورت ہے۔ سارا دن بادل چھائے رہتے ہیں۔ تیز ہوائیں چلتی ہیں اور رات کے وقت جب سردی کی ہلکی ہلکی بے آواز بارش برستی ہے تو اس سرد موسم میں...... میں تمہاری قربت کو کتنا تڑپتا ہوں۔ ترستا ہوں۔ یہ صرف میں ہی جانتا ہوں۔ اگر کل رات تم مجھ سے ملنے نہ آئی تو پھر مجھے لیٹر لکھنے کی بھی ضرورت نہیں اور تم لکھو بھی تو میں کبھی بھی لینے نہیں آؤں گا۔ اب فیصلہ تمہیں خود کرنا ہے۔

اب تم ہی کہو اس کے بعد میں کیا کرتی۔ مجھے تو ہر حال میں ملنے جانا تھا اور اتفاق یہ ہوا کہ بھابی بھی اپنے میکے چلی گئی اور میں بھی اطمینان اور سکون سے چلی گئی۔ غزالہ خاموش ہوئی تو روجی نے خفا ہو کر کہا۔

"ملنے کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ تم عزت بھی گنوا آئی۔"

"یار! میں جب بھی پرویز سے ملنے جاتی تھی اپنے روم میں داخل ہوتے ہی مجھے بانہوں میں بھر کر وہ گویا خود کو بھی بھول جاتا تھا۔ مگر اس بار وہ خفا تھا۔ میں نے دروازہ نوک کیا تو اس نے تھوڑے توقف سے کھولا گویا آج بھی اس کو میرے آنے کی امید نہیں تھی۔ اس شدید سردی میں بھی اس کے جسم پر صرف بلیک جینز تھی۔ چونکہ مجھ سے بہت خفا تھا اس لیے منہ سے کچھ کہنے کی بجائے ایک طرف ہٹ کر اس نے مجھے اندر کا اشارہ کیا۔ میں گھر میں داخل ہوئی تو وہ دروازہ بند کر کے منہ پھلائے خفا خفا سا مجھ سے بات کیے بغیر اپنے روم کی جانب چل دیا اور روم میں داخل ہو کر چپ چاپ روم کے وسط میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے چند لمحے اس کے بولنے کا انتظار کیا پھر اس کے خفا چہرے کو دیکھتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

"اب جب میں آ چکی ہوں تو پھر یہ ناراضگی کیسی؟" گڈ بوائے اب یہ خفگی ختم کرو ورنہ اگر میں یہاں تک آ سکتی ہوں تو واپس بھی جا سکتی ہوں۔ تم آخر میری مجبوری کیوں نہیں سمجھتے؟ میں نے تمہیں لکھا بھی تھا کہ بھابی کو شاید مجھ پر شک ہو گیا ہے۔ اس لیے ابھی میں نہیں آ سکتی۔ اب موڈ درست کر لو ورنہ میں ابھی چلی جاؤں گی۔"

"میری مجبوری سمجھ کر یا میری دھمکی سے ڈر کر اس نے بے ساختہ اپنے بازو میرے جسم کے گرد حمائل کر دیئے۔" غزالہ خاموش ہوئی تو روجی نے کہا۔

"تم نے اس کو منع کیوں نہ کیا۔ یہ چھوٹی بات نہیں تھی۔ عزت بہت نایاب ہوتی ہے۔" روجی نے پھر خفا ہو کر کہا۔

"جانتی ہوں عزت بہت نایاب شے ہے مگر امانت تو اسی کی تھی اور پھر روجی! میں نے تمہیں بتایا تو ہے وہ خفا تھا۔ میں ٹوک ٹوک کر کے اس کو مزید خفا نہیں کرنا چاہتی تھی۔" وہ رکی، کچھ دیر سوچتی رہی پھر کہا۔ "سچی بات پوچھتی ہو اس کے سینے میں منہ چھپا کر میں خود کو بھی بھول گئی تھی۔ میں نے خود ہی مزاحمت نہیں کی۔ اس کو الزام دینا زیادتی ہو گی۔

"بعد میں...... بعد میں مجھے بھی یہ سب اچھا لگا۔" غزالہ ایک بار پھر خاموش ہوگئی تو روحی نے تشویش بھری نگاہوں سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب اگر کچھ غلط ہوگیا تو تم کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہ ہوں گی۔" یہ سنتے ہی غزالہ نے مارے جوش کے فوراً کہا۔

"ارے ایسا ویسا کچھ نہیں ہوگا۔ جانتی ہو جب میں آنے لگی تب اس نے پیور گولڈ کا اچھا خاصا بھاری سیٹ گفٹ کیا ہے۔" یہ سنتے ہی روحی نے غصے سے کہا۔

ارے! یہ مرد بڑے چالاک اور تیز ہوتے ہیں بلکہ پکے بدمعاش ہوتے ہیں اپنے مطلب کے یار!"

"یار! جب مجھے غصہ نہیں تو تمہیں کیوں آرہا ہے۔ اب اس بات کو چھوڑ دو جو بھی ہونا تھا۔ بس ہوگیا...... اور...... اور مجھے برا بھی نہیں لگا اور جانتی ہوں اس نے قرآن اٹھا کر وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھ سے ہی شادی کرے گا اور اسی برس کرے گا۔ اس برس کے آخر میں اس کے گھر والے آرہے ہیں۔"

"اور اگر نہ کی۔" روحی نے گھورا۔

"کہا تو ہے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کے ساتھ نہیں تو کسی اور کے ساتھ ہوجائے گی۔ مگر وہ لمحے خوبصورت لمحے شاید میری زندگی میں دوبارہ نہیں آئیں گے۔ سچی بات تو یہ ہے میرا اس کو چھوڑ کر آنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ آج پھر اس کو مجھ سے ملنے جانا ہے۔ اس نے تاکید کی تھی بلکہ منت کرنے والے انداز میں کہا تھا کل بھی ضرور آنا۔"

اب کے روحی چپ رہی تھی اور روبی نے محسوس کیا تھا بلکہ دیکھا تھا غزالہ جب روحی کو اپنی عزت لٹنے کی داستان سنا رہی تھی تو ذرا سی بھی ندامت اس کے چہرے پر نہیں تھی بلکہ آج تو اس کے چہرے پر گہرا سکون تھا اور اب وہ مسکرا رہی تھی۔

اچانک وہ غزالہ کی آواز سن کر چونک پڑی جو کہہ رہی تھی۔

"روحی تم ہمارے گھر آنا۔ پھر میں تمہیں وہ سیٹ دکھاؤں گی جو پرویز نے مجھے گفٹ کیا ہے۔" غزالہ بات ختم کر کے بستر سے اتری تو روحی نے کہا۔

"میں ضرور آؤں گی سیٹ دیکھنے لیکن تم جانے سے پہلے میری ایک بات کا جواب دیتی جاؤ ایک دن روبی کا مجھ سے جھگڑا ہوگیا۔ مجھے تو برا کہتی ہی ہے تمہارے بارے میں بھی کہنے لگی۔ تمہاری فرینڈ غزالہ آج کل اپنے گھر کے سامنے بننے والے نئے گھر میں آنے والے لڑکے سے آنکھ لڑا رہی ہے جبکہ لڑکا ہے بھی غزالہ سے چھوٹا۔"

"ارے! وہ ہاں۔ غزالہ روحی کی بات سن کر ہنس پڑی۔ ہاں وہ ہے تو مجھ سے چھوٹا مگر خود ہی میری جانب متوجہ ہوا ہے۔ اس نے لو لیٹر بڑی محبت اور محنت سے لکھا تھا۔ میں نے بھی اس کا دل توڑنا مناسب نا سمجھا اور جواب لکھ دیا۔ صرف انجوائے کرنے کیلئے۔ یوں یہ سلسلہ شروع ہوگیا جو ابھی تک اس لیے جاری ہے کہ وہ اچھے خاصے گفٹ دیتا رہتا ہے اور روبی چونکہ اکثر چھت پر ہوتی ہے اس نے دیکھا ہوگا۔"

"غزالہ تم بھی حد کرتی ہو۔ ایک جانب پرویز اور اب یہ لڑکا جو ہے بھی تم سے چھوٹا۔ کچھ خیال کرو۔" روحی نے گھورا تو غزالہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یار صرف انجوائے منٹ اور بس!"

"اور اگر اس انجوائے منٹ کا پرویز کو پتہ چل گیا تو۔" روحی نے پھر کہا تو غزالہ اطمینان سے بولی۔

"پرویز کو پتہ چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پرویز شام کو ڈیوٹی سے واپس آتا ہے۔ تب یہ لڑکا اکیڈمی پڑھنے گیا ہوتا ہے۔ کالج میں یہ اس کا آخری سال ہے۔ بی کام کے فائنل میں ہے۔" غزالہ نے کہا پھر دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ کھڑکی کے قریب کھڑی روبی کو دیکھا تو شریر کہیں کی کہہ کر مسکرا دی جبکہ روحی نے یہ بات اس لیے بتائی تھی کہ غزالہ روبی کی خوب بے عزتی کرے گی مگر وہ مسکراتے ہوئے چلی گئی تھی۔

اور روبی ایک بار پھر ایک نئے موڑ پر آ کھڑی ہوئی تھی۔ اچانک اس کو اپنے اندر ایک گہری تشنگی کا احساس ہوا تھا۔ کسی کی محبت کی طلب شدت سے محسوس ہوئی تھی۔ ورنہ جاوید کے چلے جانے کے بعد اس نے اب تک کسی کی سمت آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ مگر اب غزالہ کا چہرہ غزالہ کی باتیں ان سب باتوں کی کچھ سمجھ آئی تھی کچھ نہیں آئی تھی۔ مگر ہر ایک بات روبی کے اندر ادھوری باتیں نئے جذبے جگا گئی تھیں۔ اس وقت اس کی سماعتوں میں ایک ہی جملے کی بازگشت تھی۔ "بے خود ہوگئی۔" کتنی دیر روبی یہ بازگشت سنتی رہی۔ پھر ایک سرد آہ بھر کر سوچا۔

"نجانے میری لائف میں یہ محبت بھرے لمحے کب آئیں گے۔ جب کوئی مجھ سے محبت کرے گا۔ جب کوئی مجھ سے خفا ہوگا تو میں اس کو مناؤں گی۔" نجانے کتنی دیر وہ انہی

سوچوں میں گم رہتی کہ روحی کی آواز سن کر چونک پڑی جو کہہ رہی تھی۔
"رات کی روٹیاں بنا کر رکھ دو۔ ابو سلمان آنے والے ہوں گے۔" روبی اٹھ کر کچن میں آ گئی۔ رات کی روٹیاں پکانے کی ذمہ داری امی نے اس کے ذمہ لگائی تھی۔ باقی سب کام تو وہ گھر کے کرتی ہی تھی مگر کھانے پکانے کا سارا کام روحی کرتی تھی۔"

* ☆☆☆ *

چند ہفتوں کی تلاش کے بعد نتیجہ نکل آیا تھا۔ یعنی بال آخر روحی کا رشتہ طے ہو گیا تھا بلکہ باقاعدہ منگنی کی رسم بھی ادا کر دی گئی تھی۔ روحی بے حد خوش تھی کہ عامر تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا اور بینک میں جاب کرتا تھا۔ سبھی گھر والے خوش تھے۔ بلکہ سبھی خاندان والے۔ گو کہ منگنی سادگی سے ہوئی تھی مگر نصیر چونکہ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اور یہ ان کی اولاد کی پہلی خوشی تھی اس لیے سبھی خوش تھے اور مبارکباد دینے باری باری سب ہی آئے تھے۔
منگنی کے بعد آئی تو غزالہ بھی تھی۔ مگر بے حد ناراض ناراض سی۔ روحی اس کو ساتھ لے کر اپنے روم میں چلی گئی تو روبی ہمیشہ کی طرح کھڑکی کے ساتھ لگ کر ان کی باتیں سننے لگی۔
پہلی آواز غزالہ کی تھی جو خفگی سے کہہ رہی تھی۔
"منگنی مبارک ہو۔ تم لوگوں نے چپکے سے سارا کام اندر ہی اندر کر ڈالا اور باہر کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ گھر والوں کی تو چھوڑو تم خود بھی بہت تیز اور چالاک ہو روحی! منگنی میں بلانا تو دور کی بات مجھ سے ذکر تک نہ کیا۔ حالانکہ میں تو اکثر آتی جاتی رہتی ہوں۔ وہ تو تب پتہ چلا جب لڈو ہمارے گھر پہنچے۔ ارے تمہارا کیا خیال تھا میں تمہاری منگنی کا سن کر جل جاؤں گی یا پھر جمشید کو بتا دوں گی۔ مجھے بہت دکھ ہوا تمہارے اس غیروں والے رویے سے۔ انسان اپنے دوستوں سے لازمی ذکر کر ہی دیتا ہے اور میں تمہاری دوست ہوں۔ میں نے تو اپنی کوئی بات بھی تم سے نہیں چھپائی تھی اور تم۔" غزالہ نے خفگی بھری نظروں سے روحی کو دیکھا تو روحی نے جلدی سے وضاحت کرنے والے انداز میں کہا۔
"اب میں تمہیں کیا بتاؤں۔ بس جھٹ پٹ ہی یہ سب کچھ ہو گیا اور پھر کون سا دھوم دھام سے منگنی ہوئی ہے، جو تمہیں شکوہ ہے۔ عامر کی امی نے کہا تھا وہ صرف گھر کے لوگ آئیں گے اور رنگ پہنا کر منگنی کی رسم سادگی سے ادا کر دیں گے اور ہوا بھی یہی اور امی نے کہا اگر وہ صرف گھر کے لوگ ہی آئیں گے تو پھر ہم بھی کسی کو نہ بلائیں گے۔ ایک وجہ تو یہ تھی۔ دوسری جلدی میں رشتہ طے ہو گیا۔ منگنی پر جو سوٹ ان کو دینے تھے وہ بازار سے لانے بھی تھے اور ٹانکنے بھی تھے۔ انہی کاموں میں پھنس کر گھر سے نہ نکل سکی۔ ورنہ میں اور تمہیں بھول جاتی۔ جناب یہ تو ہو ہی نہیں سکتا اور چھپاتے کیوں آخر شادی بھی تو سب کے سامنے ہی ہونی ہے۔"
"بس بس زیادہ پیار دکھانے کی ضرورت نہیں۔ میں سب جانتی ہوں۔" غزالہ ابھی تک خفا تھی۔ یہ دیکھ کر روحی نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔
"اگر میری وضاحت کے باوجود تم ابھی تک ناراض ہو تو تمہاری قسم میں یہ منگنی ہی ختم کر دوں گی۔ ورنہ میری بات کا یقین کر لو میں کم از کم تم سے تو کوئی بات چھپا ہی نہیں سکتی۔" غزالہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا پھر سچ کا اندازہ کر کے بولی۔
"اچھا یار تم بھی کیا یاد کرو گی جاؤ میں نے معاف کیا۔"
"ذرہ نوازی ہے آپ کی۔ شکریہ مہربانی۔" روحی پہلی بار مسکرائی۔
"اچھا اب یہ بتاؤ عامر کیا کرتا ہے؟ کتنے بہن بھائی ہیں؟ منگنی پر کیا کیا لائے ہیں اور کیا تم نے عامر کو دیکھا ہے؟" غزالہ نے ایک ہی سانس میں مسکراتے ہوئے سارے سوال کیے تو روحی نے کہا۔
"اے لو! میں کیسے دیکھ سکتی تھی۔ وہ خود تھوڑی آئے تھے منگنی میں ہاں مگر وہ رکی۔" تھوڑا مسکرائی پھر کہا۔
"تصویر ضرور دیکھی ہے میں نے ان کی اور اب تمہیں بھی دکھاتی ہوں۔ باقی منگنی میں وہ لوگ صرف ایک رنگ ہی لائے تھے۔ میری ساس کہتی تھی ان کے یہاں منگنی پر سوٹ لانے کا رواج نہیں۔ عامر تین بہنوں کے اکلوتے بھائی ہیں۔ بینک میں جاب کرتے ہیں اور مٹھائی لائے تھے۔ یعنی موتی چور لڈو جو تم کھا چکی ہو۔ یہ لو تصویر اور بتاؤ کیسا ہے؟"
روحی باتیں کرتے کرتے الماری سے تصویر نکال لائی اور غزالہ کو تھما دی۔
غزالہ نے بہت غور سے تصویر دیکھی بلکہ کتنی دیر دیکھتی رہی پھر مسکرا کر کہا۔

"روحی عادت کا تمہارا منگیتر کیسا ہے۔ یہ تو خدا جانے مگر دیکھنے میں تو بہت زبردست شخصیت کے لگتے ہیں۔ بے حد خوبصورت مگر......" غزالہ بات کرتے کرتے رکی تو روحی نے جلدی سے پوچھا۔

"مگر کیا......"

"وہی بتانے لگی ہوں۔ تمہاری تو منگنی ہوگئی مگر جمشید بے چارے کا کیا ہوگا۔ وہ تو تم سے سچی محبت کرنے لگا ہے بلکہ تمہاری محبت میں مجنوں بن چکا ہے۔ اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا تو کیا حال ہوگا تمہارے اس بے چارے عاشق کا۔ کہیں دیوانہ......نہ بن جائے تمہاری منگنی کا سن کر۔ کچھ جمشید کا بھی سوچا ہے تم نے۔"

"سوچا کیا بس ٹھیک ہے۔ جو دن اس کی سنگت میں گزرے اچھے تھے۔ اب وہ اپنی راہ اور ہم اپنے راستے پر۔" روحی نے ہنس کر کہا۔ وہ اپنی منگنی سے بے حد خوش تھی۔ اس کی بات سن کر غزالہ بھی ہنسنے لگی۔ پھر ہمیشہ کی طرح سرگوشیوں میں باتیں ہونے لگیں۔ کچھ دیر یوں ہی سرگوشیوں میں باتیں کرنے کے بعد غزالہ نے سیدھی ہوتے ہوئے کہا۔

"تم بڑی ظالم ہو روحی! ارے اپنی منگنی کی بھی اطلاع دی ہے یا یونہی دھوکے میں رکھنے کا پروگرام ہے بے چارے کو۔"

"ہاں ہاں! اطلاع تو دے دی ہے اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ میں بہت مجبور ہوں اور یہ کہ میں اپنی زندگی کی آخری سانس تک آپ کو نہیں بھلوں گی۔ البتہ ہو سکے تو آپ ضرور مجھے بھول جائیں بلکہ ہو سکے تو جلدی سے شادی کر لیجئے گا۔ ورنہ اگر آپ تنہا رہے تو میں سکون سے بھی نہ رہ سکوں گی۔" روحی نے مسکراتے ہوئے بھنویں اچکا کر ہنستے ہوئے بتایا۔

"مگر معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ تم نے تو جمشید سے دل لگی کی تھی اس لیے اس کو یاد رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر وہ شاید شادی کر کے بھی تمہیں نا بھول سکے۔" غزالہ نے ہنس کر کہا۔

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟" روحی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جناب لفافہ دیکھ کر مضمون بھانپ لیتے اور چہرہ دیکھ کر بندہ پہچان لیتے ہیں۔" غزالہ نے عقل مند بننے کی کوشش کی۔

"یار! چھوڑو اب جمشید کے ٹاپک کو تم کیا اویا پک لے کر بیٹھ گئی ہو۔" روحی نے اکتا کر بیزاری سے کہا۔ پھر مسکرا کر بولی۔

"غزالہ! تمہیں معلوم ہے میری نند کہہ رہی تھی عامر بھائی کہتے ہیں شادی کے بعد ہنی مون کے لیے سوات جانے کا پروگرام ہے۔" روحی پھر عامر کے بارے میں بات کرنے لگی کیونکہ منگنی ہونے کے بعد جمشید سے اب اس کی انٹرسٹ ختم ہو چکی تھی۔ روحی کو غزالہ کا بار بار جمشید کا ذکر کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ روحی کی بات سن کر غزالہ نے چونک کر اس کو دیکھا۔ پھر ہنس کر کہا۔

"اچھا اچھا! ہنی مون منانے کے لیے سوات جانے کا پروگرام ہے۔ میں سمجھی پیرس جانے کا پروگرام ہے۔" غزالہ کی بات سن کر روحی بھی ہنس دی اور پھر غزالہ چلی گئی تو روحی نے عامر کی تصویر دوبارہ الماری میں رکھ دی اور رنگ نکال کر دیکھنے لگی۔ پھر انگلی میں ڈال لی۔

کسی اور کے بارے میں تو روبی نہیں جانتی تھی کہ کس کی زندگی کس طرح گزر رہی ہے مگر خود اس کی اپنی لائف بہت بور ہو گئی تھی۔ سارا چارم ہی جیسے لائف سے ختم ہو کر رہ گیا تھا۔ گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر روم میں بیٹھی پڑھتی رہتی کہ پرائیویٹ میٹرک کا امتحان دینے کی اجازت مل گئی تھی اور روبی کے لیے بہت بڑی بات تھی کہ پرائیویٹ ہی سہی میٹرک مکمل تو ہوگا۔ جب پڑھتے پڑھتے تھک جاتی تو بکس بند کر کے اوپر چھت پر چلی جاتی فریش ہونے کے لیے کیونکہ روبی کے ساتھ کھیلنے کی اجازت نہیں تھی۔ چھت پر وہ اکثر دیکھتی چند گھر چھوڑ کر ایک لڑکا جو عمر میں روبی کے برابر ہی تھا اپنے گھر کی چھت پر پتنگ بازی میں مشغول ہوتا اور روبی منڈیر پر سر ٹکائے کبھی لڑکے کو دیکھتی اور کبھی اوپر آسمان کی جانب جاتی ہوئی پتنگ کو۔ اس میں کوئی غلط بات نہ تھی۔ بس اس کو یہ مشغلہ اچھا لگتا تھا۔ وہ باقاعدگی سے اوپر جانے لگی تو روحی نے نوٹ کر لیا کیوں کہ وہ تو خود ایسی تھی۔ اگرچہ وہ جانتی تھی روبی محض اس کی وجہ سے بگڑ گئی تھی مگر جو روبی نے سکول چھوٹ جانے کے بعد روحی کے ساتھ اپنا رکھا تھا اس کی وجہ سے روحی اس کو مارنے، ماں سے مروانے اور بے عزت کروانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔ سب سے پہلے تو روحی نے ماں کے کان بھرے۔

"امی جان! اب روبی روز اوپر چھت پر جانے لگی ہے۔ ضرور کوئی نیا چاند چڑھانے کے چکر میں ہوگی۔ آپ خود اس کو منع کر دیں۔ میں نے کچھ کہا تو زبان چلائے گی۔ وہ دیکھ لیں وہ اوپر جا رہی ہے۔" اس نے سیڑھیوں کی جانب بڑھتی ہوئی روبی کی جانب اشارہ کیا۔

"اچھا۔" شمشاد نے اوپر جاتی ہوئی روبی کو دیکھا قبل اس کے کہ وہ اس کو آواز دیتی یا کوئی تلخ بات کہتی چھوٹی خالہ رضیہ آگئی اور بات آئی گئی ہوگئی۔

اور دوسرے دن روحی کے اپنے سسرالی آگئے اور یوں روحی کا روبی کو ماں سے مروانے اور بے عزت کروانے کا پروگرام ادھورا رہ گیا۔ مگر چند روز بعد روبی اپنے روم سے باہر آئی اور جیسے ہی سیڑھیوں کی جانب قدم بڑھایا روحی جو پہلے ہی اس کے انتظار میں بیٹھی تھی طنزیہ لہجے میں چوٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کسی یار کو دیکھنے روز چھت پر جاتی ہو آوارہ لڑکی؟"

روبی وہیں رک گئی۔ چند لمحے کھڑی سوچتی رہی پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی روحی کے قریب آئی اور روحی کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے پرسکون لہجے میں کہا۔

"سارا محلہ تمہارے یاروں سے بھرا پڑا ہے۔ تم نے کسی کو چھوڑا ہو تو میں بھی ٹرائی......"

روبی کی بات ادھوری رہ گئی۔ روحی تڑپ کر اچھل کر اپنی جگہ سے اٹھی۔ روبی کی بات نے گویا اس کے اندر بارود بھر دیا تھا۔ وہ یکدم سامنے کھڑی روبی پر حملہ آور ہوئی اور بالوں سے پکڑ کر ایک ہی منٹ میں کئی تھپڑ روبی کے منہ پر جھڑ دیئے۔ جواباً روبی زبان چلانے لگی بلکہ ایک آدھا ہاتھ بھی روحی کو جما دیا۔ یہ دیکھ کر روحی نے مارے نفرت اور غصے کے پاؤں سے چپل اتاری اور لگی بے رحمی سے روبی کو مارنے۔ روبی زبان چلانے کے ساتھ ساتھ رونے بھی لگی۔ خوب مارنے کے بعد وہ غصے میں بھری اپنے روم میں آگئی۔ روبی کو اتنا مارنے کے بعد بھی اس کی اندر لگی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی تھی۔ اس نے روبی کے کپڑے اور بیگ اٹھایا اور باہر برآمدے میں پھینکتے ہوئے بولی۔

"آج سے تم میرے روم میں نہیں بلکہ سٹور میں رہو گی آوارہ لڑکی۔"

روبی نے دیکھا بیگ زمین پر گرتے ہی بیگ کے باہر والے حصے میں سے جاوید کو لکھا گیا پہلا لو لیٹر جو روبی نے پہلی محبت کی نشانی کے طور پر سنبھال کر رکھا ہوا تھا بیگ سے نکل کر باہر فرش پر گر گیا تھا۔ یہ دیکھ کر روبی رونا دھونا بھول کر بھاگ کر آئی مگر دیر ہوچکی تھی۔ تب تک روحی کی نگاہ بھی اس لیٹر پر پڑ چکی تھی۔ روبی کے قریب آنے سے قبل ہی روحی نے لپک کر نا صرف لیٹر اٹھایا بلکہ فوراً کھول کر پڑھنے لگی اور روبی مارے بے بسی کے ہونٹ کچلتی ہوئی روحی سے واپس لیٹر لینے کا طریقہ سوچنے لگی۔ روحی لیٹر پڑھ کر فارغ ہوئی پھر روبی کو گھورتے ہوئے بولی۔

"اچھا تو اس کے لیے تم روز اوپر چھت پر جاتی ہو؟" جواباً روبی چپ رہی۔ ہر قسم کی وضاحت فضول تھی۔ وہ تو اس سوچ میں گم تھی کہ روحی سے یہ لیٹر واپس کیسے لے۔ ابھی وہ اس مسئلے کا کوئی حل سوچ بھی نا پائی تھی کہ ماں سلمان کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی۔ ان کو دیکھ کر روبی کے جسم سے جیسے جان ہی نکل گئی تھی۔ شمشاد نے روتی ہوئی روبی کو دیکھا۔ روحی سے روبی کے رونے کا سبب پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ روحی نے خط سلمان کے حوالے کرتے ہوئے ماں سے کہا۔

"امی! میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ روبی اب روزانہ اوپر چھت پر جانے لگی ہے۔ ضرور کوئی نیا چاند چڑھائے گی اور اس نے چڑھا دیا۔ یہ لیٹر روبی کے بیگ سے نکلا ہے۔" اس نے سلمان کے ہاتھ میں پکڑے لیٹر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پورے جوش سے کہا۔

شمشاد چپ چاپ سلمان کو دیکھنے لگی جو غصے سے بھرا لیٹر پڑھ رہا تھا۔ لیٹر پڑھنے کے بعد وہ ماں اور روحی سے کچھ کہنے کی بجائے جانور بن کر روبی پر جھپٹ پڑا اور مار مار کر وہ حالت کردی کہ کتنی دیر اس جگہ سے اٹھنا تو دور کی بات روبی ہل بھی نہ سکی تھی۔ روبی کو مارنے کے بعد سلمان لیٹر ماں کے آگے پھینکتے ہوئے خود غصے سے بھرا باہر چلا گیا تو روحی نے ماں کو خود سارا لیٹر پڑھ کر سنایا۔ لیٹر سن کر حمیدہ نے روبی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں ری آوارہ کون ہے وہ جس کو تم نے یہ لیٹر لکھا ہے؟"

روبی بولنے کے قابل تھی ہی نہیں۔ ہوتی بھی تو جو سچ تھا وہ بتا ہی نہ سکتی تھی۔ "اس کو خاموش دیکھ کر روحی نے کہا۔

"امی جان! روبی نے زبان چلانے کے ساتھ ساتھ آج مجھ پر ہاتھ بھی اٹھایا ہے۔ اب میں اس کو اپنے روم میں نہیں رہنے دوں گی۔ آج سے یہ سٹور میں رہے گی۔ اچھی خاصی جگہ ہے اس میں چارپائی بچھانے کی۔"

"تم ہوش میں تو ہو روحی۔ روبی سٹور میں رہے گی تا کہ جب ہم سب سو جائیں تو وہ کسی یار کو ملنے چلی جائے یا گھر میں بلا لے۔ روبی تمہارے روم میں ہی رہے گی۔" دعا کرو خدا اس کو موت دیدے۔ آوارہ نجانے گئی کس پر ہے۔ اس کی تو پھوپھی بھی بے حد شریف تھی۔"

ماں کی بات سن کر روبی نے نفرت بھری نگاہوں سے ماں کو دیکھا مگر چپ رہی۔ وہ اگر چہ ماں، بہن سب کے سامنے زبان چلانے لگی تھی مگر دل میں آج بھی ان سب کے لیے بے حد محبت اور احترام تھا۔ وہ مجرم بس روحی کو سمجھتی تھی اور اکثر دل میں دعا کرتی کہ اے کاش وہ سب ایک بار پھر پہلے کی طرح مہربان ہوں۔ اس کو محبت کرنے لگیں اور شاید ایسا ہو بھی جاتا مگر روحی اس کے خلاف سب کے کان بھرتی رہتی محض اپنی آوارگیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے وہ گھر کا محاذ ہمیشہ روبی کیخلاف گرم رکھتی تھی۔

روبی زوبی کے روم میں ہی سونے لگی مگر پہلے روحی کے ساتھ اس کے بستر پر سوتی تھی مگر اب روحی نے اس کے لیے الگ چارپائی لگا دی تھی۔ دن میں وہ روبی کو اپنے روم میں گھسنے بھی نہ دیتی تھی مگر رات کو سونے کی روبی کو اس کے روم میں اجازت تھی۔

چند ہفتوں بعد روبی کے میٹرک کے ایگزام شروع ہو گئے۔ ماں خود اس کو لے کر جاتی۔ خود ہی ساتھ لے کر آتی۔ ایگزام ختم ہوئے ہی تھے کہ ماموں کے یہاں سے نیاز کا بلاوا آ گیا۔ شمشاد بیگم روحی اور زوبی کو ساتھ لے کر جانے لگی تو روبی بولی۔

"امی جان! مجھے بھی ساتھ لے جائیں مجھے اکیلے گھر میں ڈر لگے گا۔"

"ہاں تمہیں لے جاؤں تا کہ وہاں بھی اپنی آوارگی دکھاؤ۔ اب تم گھر میں ہی رہا کرو گی۔" ماں نے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور زوبی روحی کو ساتھ لے کر چلی گئیں۔

ماں کی باتیں سن کر روبی کے دل پر چوٹ پڑی۔ جو مجرم تھی، آوارہ تھی وہ عزت دار بنی ہوئی تھی اور اس کو بے گناہ ہوتے ہوئے بھی مجرم بنا دیا گیا تھا۔

ان سب کے جانے کے بعد روبی نے ڈور بند کیا اور خود روتی ہوئی اپنے روم میں چلی آئی۔ سارا دن وہ گھر میں اکیلی ہی رہی اور بھوکی بھی۔ سارے غصے اور دکھ کے نہ کھانا بنایا اور نہ ہی کھایا۔ یونہی شام ہو گئی۔ اندھیرے میں روبی کو ڈر آنے لگا تو اس نے سارے گھر کی لائٹیں آن کر دیں اور خود برآمدے میں بیٹھ کر رونے لگی۔ وہ اپنے آپ کو اس وقت بے حد مظلوم سمجھ رہی تھی اور شاید تھی بھی۔ اس کی اپنی سمجھ میں اپنے جرم اور وہ گناہ نہ آ رہے تھے جن کی اس کو یہ سزا دی جا رہی تھی۔ جرم تو آپی نے کیے تھے مگر بڑی اور چالاک ہونے کی وجہ سے وہ اپنا دفاع کر گئی تھی اور میں...... میں اب اگر امی کو بتا بھی دوں تو وہ یقین نہیں کریں گی۔ پھر بتانے کا کیا فائدہ۔ وہ یونہی روتی رہی اور سوچتی رہی خود کو بے گناہ ثابت کرنے کا کوئی حل اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

انہی دنوں روبی کی خالہ اور ماموں کی بیٹیاں رخسانہ اور گڈو ان کے گھر رہنے چلی آئیں اور ان دونوں کے آنے سے گھر کا ماحول اب روبی کے لیے بھی خوشگوار ہو گیا۔ مار تو کیا ان کی موجودگی میں روبی کو ڈانٹ بھی نہ پڑتی تھی۔ ماں بھی گھر پر رہنے لگی تھی۔ دن میں جب وہ چاروں یعنی ماں، روحی، رخسانہ اور گڈو باتوں میں مشغول ہوتیں تو روبی زوبی کو اشارہ کرتی آؤ زوبی، ہم کھیلیں مگر زوبی ماں کی باتوں پر اب شاید پوری طرح عمل پیرا تھی۔ ماں بے شک پاس ہوتی یا نہ ہوتی وہ روبی سے کھیلنا تو دور کی بات اس کی بات کا جواب دینا بھی گوارا نہ کرتی۔ یہ دیکھ کر روبی کو بے حد غصہ آتا اور وہ کس کر زوبی کے منہ پر دو چار تھپڑ مار کر سٹور میں بند ہو جاتی۔ روم میں جانے کی اجازت تو صرف رات کو تھی۔

زوبی بڑے حوصلے اور صبر سے اس کے تھپڑ برداشت کر جاتی حالانکہ اگر وہ ایسے میں ماں سے شکایت کرتی تو روبی کی اچھی خاصی پٹائی ہو جاتی مگر زوبی نے ایسا کبھی نہ کیا تھا۔ ماں سے شکایت کرنا تو دور کی بات کبھی خود بھی منہ سے کچھ نہ کہا تھا۔ مار کھانے کے بعد وہ بڑی معصومیت سے روبی کو دیکھا کرتی تھی اور روبی کی سمجھ میں یہ بات بھی نہ آئی کہ زوبی مار کھا کر خاموش کیوں رہتی ہے۔ وہ یہ بات بھی نہ سمجھ سکی تھی۔

حساس زوبی پہلے ہی گھر میں روبی کی حیثیت کو محسوس کر چکی تھی۔ اس کو روبی پر بہت ترس آتا تھا مگر وہ چھوٹی تھی۔ روبی کے لیے کچھ نہ کر سکتی تھی۔ ویسے بھی وہ ماں کی فرمانبردار بیٹی تھی۔ ماں کا کہنا بھی نہ ٹال سکتی تھی۔ مگر بہن ہونے کے ناطے اس کو روبی سے بھی بے حد محبت تھی۔ وہ دل سے چاہتی تھی کہ روبی اپنی بری حرکتیں چھوڑ دے یعنی زبان بازی مگر وہ خود روبی کو ایسی باتوں سے نہ تو روک سکتی تھی اور نہ ہی چھوٹی ہونے کی وجہ سے سمجھا سکتی تھی۔ وہ بے حد سمجھدار بچی تھی۔ اس کو کھیلنے سے کم اور پڑھنے لکھنے سے زیادہ دلچسپی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سبھی گھر والے زوبی سے بے حد خوش رہتے تھے۔ حالانکہ اس کی عمر ابھی دس برس تھی مگر اس کی سوچ اور ذہن اپنی موجودہ عمر سے کہیں زیادہ تھا۔ روبی کے ساتھ نہ کھیلنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ماں نے اب کی بار اس کو سختی سے تاکید کی تھی کہ اب اگر میں نے تمہیں روبی کے ساتھ کھیلتے دیکھا تو تمہیں تو میں پوچھتا کہوں گی مگر روبی کا مار مار کر حلیہ بگاڑ دوں گی اور زوبی روبی کو ماں کی مار سے بچانے کیلئے خود روبی سے مار کھا لیا کرتی تھی۔

رخسانہ اور گڈو کے آنے سے گھر میں ایک ہنگامہ سا رہنے لگا تھا۔ خاص کر رات کے وقت سلمان بھائی بھی آپی کے روم میں آ جاتے۔ دیر تک باتیں اور ہنسی مذاق ہوتا۔ خشک میوہ

کھایا جاتا پھر سلمان چلا جاتا مگر ان کی باتیں پھر بھی ختم نہ ہوتیں۔روبی چونکہ آپی کے روم میں سوتی تھی اس لیے آدھی رات تک ان کی باتیں سنتی رہتی اور کبھی باتیں سنتے سنتے سو جاتی۔ رخسانہ روبی کے ساتھ سوتی تھی اور گڈو روحی کے ساتھ۔مگر رخسانہ باتوں سے فارغ ہو کر ہی روبی کی چارپائی پر سونے آتی تھی۔جب تک سلمان روم میں رہتا تب تک باتیں سننے کرنے کو وہ بھی گڈو کے ساتھ روحی کی چارپائی بلکہ پلنگ پر موجود رہتی۔

ایک رات وہ سب حسب معمول بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ اچانک روبی کا چچا زاد بھائی آصف آ گیا اور ان سب کے ساتھ باتوں میں شامل ہو گیا۔روبی کو ماں نے بڑوں کی باتوں میں بولنے سے منع کر رکھا تھا۔یہی وجہ تھی روبی چپ چاپ بیٹھی ان کی باتیں سنتی رہتی۔بولتی کبھی نہ تھی۔تاہم آصف کی آمد کے بعد روبی نے محسوس کیا تھا رخسانہ کچھ زیادہ ہی اٹھلا اٹھلا کر باتیں کرنے لگی تھی۔ورنہ آصف کی آمد سے پہلے سب سے زیادہ باتیں صرف گڈو کرتی تھی۔آپا صرف باتیں خوب کرتی تھی بلکہ بات بے بات ہنستی بھی خوب تھی اور اہم بات یہ کہ روز سلمان سے ایک نئی چیز کھانے کی فرمائش بھی وہی کرتی تھی اور سلمان لازمی اگلے روز وہ چیز لے آتا جو سب مل کر کھاتے۔

روبی کو اس کا احساس کی چارپائی پر ہی مل جاتا۔مگر اب آصف کی آمد کے بعد رخسانہ بھی خوب ہنسنے بولنے لگی تھی۔روبی نے اکثر دیکھا باتیں کرتے کرتے جب بھی آصف کی نگاہ رخسانہ پر پڑتی تو وہ خواہ مخواہ بالوں کو درست کرتے ہوئے مسکرانے لگتی۔کبھی نگاہیں جھکاتی کبھی نگاہیں اٹھاتی جیسے شرما رہی ہو۔جب آصف روز آنے لگا تو نجانے کیسے روبی کے دل میں یہ خیال آیا کہ آصف میرے چچا کا بیٹا ہے۔اس پر پہلا حق میرا ہے۔یہ رخسانہ کون ہوتی ہے آصف کو ایسی محبت بھری نگاہوں سے دیکھنے والی۔ذلیل کمینی! بے شرم۔اُفوہ آخر یہ خیال پہلے میرے ذہن میں کیوں نہیں آیا۔وہ دل ہی دل میں یہ سب سوچتے ہوئے آصف کو دیکھنے لگی۔

آصف پچیس برس کا گورے چٹے رنگ کا بہت وجیہہ نوجوان تھا۔روبی اس کو باتیں کرتے دیکھتی رہی مگر وہ صرف رخسانہ کی جانب متوجہ تھا۔حالانکہ سلمان بھائی بھی محفل میں موجود تھے۔آصف کے چلے جانے کے بعد روبی اس کے بارے میں سوچتی رہی۔نیند تو جیسے کہیں اڑ کر چلی گئی تھی۔معاً گڈو کی سرگوشی سن کر چونک پڑی۔

"اچھا بھئی میں تو اب چلتی ہوں۔میرا سلمان کے روم میں جانے کا ٹائم ہو گیا۔بے چارا انتظار میں ٹہل رہا ہو گا۔" گڈو نے دھیمی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں! کیوں نہیں جاؤ جاؤ۔" روبی نے جواباً روحی اور رخسانہ کی سرگوشی سنی۔گڈو چلی گئی تو تھوڑی دیر بعد ہی رخسانہ روبی کی چارپائی پر آ کر اس کے ساتھ لیٹ گئی۔مگر روبی کو گڈو کی واپسی تک نیند نہیں آئی تھی۔وہ سوچتی رہی اچھا تو یہ بات ہے۔جو روز ہنس ہنس کر سلمان بھائی سے نئی نئی فرمائشیں کرتی ہے اور سلمان بھائی بھی انکار نہیں کرتے۔اب وہ سلمان بھائی کے خوش رہنے کی وجہ بھی سمجھ گئی تھی۔روبی نے سوچا۔

اب یہ رخسانہ لگتا ہے آصف کو پھانس کر ہی رہے گی کیونکہ آصف بھی سارا دن اسی کو دیکھتے رہتے ہیں اور روز وہ بھی کوئی نہ کوئی کھانے والی چیز ضرور لے کر آتے ہیں۔آج بھی تو گاجر کا حلوہ لائے تھے کل رس ملائی پرسوں گلاب جامن اور یہ سب چیزیں وہ صرف رخسانہ کی وجہ سے لاتے ہیں۔جیسے سلمان بھائی گڈو کے کہنے پر لاتے ہیں اور یہ رخسانہ کتنی بے غیرت ہے۔آج کیسے کہہ رہی تھی کہ اچھرہ موڑ کی تلی ہوئی مچھلی کھانے کو دل چاہتا ہے۔اب لازمی کل آصف فش لے کر آئیں گے۔کمینی چیزیں جتنی مرضی کھالے مگر......خیر میں دیکھتی ہوں میری موجودگی میں رخسانہ آصف کو کیسے پھانستی ہے۔وہ انہی سوچوں میں گم تھی کہ گڈو چپکے سے روم میں داخل ہوئی اور آہستگی سے دروازہ بند کر کے روحی کے ساتھ لیٹ گئی۔روبی کو بھی نیند نے آن گھیرا۔

پھر تو روز ہی آپی کے روم میں محفل جمنے لگی۔جس میں سلمان، آصف، روحی، گڈو، رخسانہ اور روبی شامل ہوتے تھے۔روبی کی شمولیت محض ایک مجبوری تھی کہ وہ آپی کے روم میں سوتی تھی ورنہ بات چیت میں حصہ لینے کی اجازت نہیں تھی۔تاہم وہ چاروں سارا وقت خوش گپیوں میں مصروف رہتے اور روبی اپنی چارپائی پر لیٹی سارے منظر دیکھتی اور باتیں سنتی رہتی۔ایک رات آصف اٹھ کر گیا تو رخسانہ نے ہنستے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"بھئی! روحی تمہارا چچا زاد بھائی تو بہت شریر ہے بلکہ بے حد تیز۔دیکھو تو آج جاتے ہوئے کتنی صفائی سے وہ مجھے یہ لیٹر دے گیا ہے اور تم میں سے کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی۔"

"ہائیں!" روحی نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے لیٹر کو دیکھا۔"یہ آصف تو واقعی بڑا تیز نکلا۔ویسے میں کئی دنوں سے تم دونوں کو نوٹ کر رہی تھی۔" روحی نے ہنس کر کہا تو گڈو بولی۔

"وہی تیز نہیں یہ خود بھی بڑی تیز ہے۔میں بھی کئی دنوں سے دیکھ رہی تھی۔یہ خود بھی سارا ٹائم اس کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھی رہتی تھی۔وہ لڑ کا تھا آخر پہل تو اس نے ہی کرنی تھی۔سو وہ کر گیا۔" اور پھر تینوں ہنسنے لگی تھیں۔

روبی اپنی چارپائی پر بیٹھی چپ چاپ ان کی باتیں سن رہی تھی۔

خط کا سن کر اس کو بے حد غصہ آیا۔اس نے سوچا۔

یہ لیٹر تو آصف کو مجھے لکھنا چاہیے تھا۔میں اس کے تایا کی بیٹی ہوں اور اس کمینی رخسانہ سے زیادہ خوبصورت ہوں۔خیر کل سے میں اچھی طرح ان دونوں کا دھیان رکھوں گی اگر پھر آصف نے اس کمینی لڑکی کو لیٹر دینے کی کوشش کی تو تو......وہ سوچنے لگی تو پھر کیا کروں گی۔میں ایسا کوئی موقع آنے ہی نہ دوں گی۔اس نے وہیں لیٹے لیٹے دل میں پلاننگ کر لی کہ اگر آصف نے پھر خط دینے کی کوشش کی تو وہ سلمان بھائی کے سامنے ہی ان کا بھانڈا پھوڑ دے گی اور صاف صاف کہہ دے گی کہ آصف بھائی یا آپ رخسانہ باجی کو کس کا لیٹر دے رہے ہیں۔اس طرح ان دونوں کے درمیان شروع ہونے والا یہ نیا نیا رومانس ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے گا۔ہاں یہی ٹھیک رہے گا۔روبی نے سوچا اور اپنی چالاکی پر خود ہی مسکرا دی مگر روبی کی یہ پلاننگ ادھوری رہ گئی کیونکہ اگلی صبح رخسانہ کی امی اس کو لینے آ گئی اور وہ اپنی امی کے ساتھ چلی گئی جبکہ گڈو کو اس کے گھر چھوڑنے خود سلمان بھائی نے جانا تھا۔

روبی نے دیکھا تھا جاتے ہوئے رخسانہ آصف کے لیے روحی کو ایک لیٹر دے گئی تھی۔روبی نے اس لیٹر کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی مگر اپنی پوری کوشش کے باوجود جب اس کو لیٹر نہ ملا تو غصے سے دانت پیس کر رہ گئی۔اس پر روحی کی باتیں سن کر روبی کو اور بھی غصہ آیا جس نے جاتی ہوئی رخسانہ کے گلے ملتے ہوئے ہنس کر کہا تھا۔

"لگتا ہے اللہ نے تم دونوں کو یہاں رشتے کی تلاش میں بھیجا تھا۔آج سے تم اپنا رشتہ آصف سے پکا سمجھو۔گڈو سلمان کے لیے تو میں خود امی سے آج ہی بات کروں گی کہ میری شادی کے فوراً بعد امی کا خیال سلمان کی شادی کا ہے۔ان کو گھر بیٹھنے کی عادت نہیں اور نہ ہی کام کی بہو کم از کم گھر تو سنبھال لے گی۔"

گڈو سلمان کے رشتے پر روبی کو اعتراض نہیں تھا۔سلمان اس کا بھائی تھا اور گڈو ویسے بھی رخسانہ سے زیادہ روبی کے ساتھ پیار محبت سے پیش آتی تھی۔

مگر آصف اور رخسانہ کے رشتے کا سوچ کر ہی روبی کا دماغ خراب ہونے لگا۔روبی نے سوچ لیا تھا خواہ کچھ بھی ہو جائے وہ ہرگز یہ رشتہ نہ ہونا دے گی۔وہ اور کچھ نہ کر سکی تو چچی سے کہہ دے گی۔رخسانہ اچھی لڑکی نہیں ہے اور اگر چچی نے امی کو بتا دیا تو رخسانہ ان کو بچاتی ہے وہ تو مجھے بہت ماریں گی آخر پھر میں کیا کروں اس نے بے بسی سے سوچا۔

آصف پچیس برس کا تھا جبکہ وہ خود ابھی سولہ برس کی تھی اس کے باوجود وہ اٹھتے بیٹھتے آصف کے خواب دیکھنے لگی تھی۔اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ آصف کے ساتھ اظہار محبت کیسے کرے۔وہ کس طریقے سے آصف کو بتائے کہ وہ اس کے ساتھ محبت کرنے لگی ہے۔کیا اپنے منہ سے کہہ دے ہائے اللہ نہیں یہ تو میں قیامت تک نہیں کر سکتی تو پھر کیا کروں۔مجھے جو بھی کرنا ہے جلدی جلدی کرنا ہے۔آصف اور رخسانہ کا رشتہ طے ہونے سے پہلے پہلے۔بہت سوچ بچار کے بعد روبی نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ آصف کو لیٹر لکھ کر اپنے خیالات سے دل کی حالت سے آگاہ کر دے۔آخر آپی بھی تو خود ہی لڑکوں کو خط لکھنے میں پہل کیا کرتی تھی۔وہ سب باہر کے لڑکے تھے اور آصف تو میرے سگے چچا کا بیٹا ہے۔یہ سوچتے ہی روبی نے اپنی اس سوچ کو فوری طور پر عملی جامہ پہنانے کا سوچا اور بڑی محنت اور محبت سے آصف کے نام محبت نامہ لکھ کر رکھ لیا اور لگی انتظار کرنے کہ کب آصف ان کے گھر آئے اور وہ اپنا محنت سے لکھا ہوا محبت نامہ اس کے حوالے کرے۔

روبی کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔چند روز بعد ہی اتفاق سے آصف ان کے گھر آیا تو روبی مارے خوشی کے جھوم اٹھی۔ماں گھر پر نہیں تھی۔وہ سیدھا روحی کے روم میں گیا اور چند باتیں کرنے کے بعد جیسے ہی واپس جانے لگا تو روبی جلدی سے ان کے پیچھے آتے ہوئے بولی۔

"آصف یہ لیٹر لیجیے اور گھر جا کر پڑھ لیجیے گا۔" روبی کے صرف آصف کہنے پر آصف نے قدرے حیران ہو کر اس کو دیکھا پھر لیٹر پکڑتے ہوئے پوچھا۔

"کس کا ہے یہ لیٹر اور کس کے لیے ہے؟"

"میرا ہے اور آپ کے لیے ہے۔" روبی نے جلدی سے کہا اور شرما کر اندر بھاگ گئی۔آصف چند سیکنڈ وہاں کھڑا رہا پھر چلا گیا۔

اپنی چارپائی پر لیٹتے ہی روبی میٹھے سپنوں کی خوبصورت رنگین دنیا میں کھو گئی۔وہ سوچنے لگی کل جب آصف دوبارہ آئے گا اور محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ کر مسکرائے گا تو وہ بھی شرما کر رہ جائے گی اور جب وہ روبی سے اظہار محبت کرے گا تو وہ بھی شرما کر کبھی نگاہیں اٹھائے گی، کبھی جھکائے گی رخسانہ کی طرح۔

اگلے دن وہ عجیب سی کیفیت سے دوچار رہی۔ سارا وقت آصف کے خیال آتے رہے۔ دن ڈھیرے ڈھیرے ڈھلنے لگا اور یاں آخر شام تو کیا رات بھی ہو گئی مگر آصف کو نہ آنا تھا نہ آیا۔ وہ افسردگی کے عالم میں رات گئے تک اس کو یاد کر کے جاگتی رہی اور پھر آصف کے خیالوں میں ہی گم یہ سوچ کر سو گئی کہ کوئی مجبوری بھی تو ہو سکتی ہے۔ آج نہیں تو کل آجائے گا۔ اتنی جلدی بھی اچھی نہیں ہوتی۔

سوتے میں روبی نے خواب دیکھا۔ آصف نے اس کی محبت کا جواب محبت سے دینے کی بجائے اس کی امی کو ساری بات بتا دی تھی۔ اس کی بات سنتے ہی امی غصے سے بھری اس کی جانب آئی تو روبی کی آنکھ کھل گئی۔ پہلے تو روبی بہت پریشان ہوئی کہ یہ کیا ہو گیا ہے یا ہونے والا ہے۔ پھر اس نے سوچا خواب صرف خواب ہوتے ہیں حقیقت نہیں اور مطمئن ہو کر پھر سو گئی۔

اگلے روز سہ پہر کے وقت آصف اپنی تمام تر مردانہ وجاہت کے ساتھ اس کے سامنے تھا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ صحن میں وہ اکیلی تھی۔ امی روحی کے روم میں تھی۔ روبی نے نظر بھر کر آصف کو دیکھا پھر بڑی محبت اور احترام سے سلام کیا اور فوراً شرما کر چہرہ جھکا لیا اور آصف اس کے سلام کا جواب دینے کی بجائے بڑی سنجیدگی سے روبی کو دیکھتے ہوئے روحی کے روم میں چلا گیا۔ روبی آصف کے اس سرد رویے پر حیران تھی اور دل میں فوراً سوچا کہیں رات والا خواب سچا تو نہیں ہونے والا۔ یہ سوچتے ہی اس کا رنگ زرد ہو گیا اور وہی ہوا۔

کچھ دیر بعد ہی دروازہ کھلا اور آصف باہر آیا۔ روبی کو دیکھے بنا بڑی تیزی سے باہر چلا گیا اور اس کے جاتے ہی ماں غصے سے بھری خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کی جانب آئی تو روبی سمجھ گئی معاملہ الٹا ہو گیا ہے۔ آصف نے اس کی محبت کا جواب محبت سے دینے کی بجائے روحی اور اس کی امی کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ اس دن پھر حمیدہ بیگم نے اس کو بڑی بے رحمی سے مارا تھا۔ مگر اتنی مار کھانے کے باوجود آصف کی محبت پھر بھی اس کے دل سے کم نہ ہوئی تھی۔ رات سلمان اور ابو کے گھر آنے پر حمیدہ بیگم نے یہ سارا قصہ ان کو بھی سنا دیا اور سب نے مل کر ایک ہی فیصلہ کیا کہ اچھا برا جیسا بھی رشتہ ملتا ہے تلاش کریں اور جلدی سے روبی کی شادی کر دی جائے کیونکہ اس کی حرکات سے سبھی گھر والے پریشان رہنے لگے تھے۔ شمشاد بیگم نے کہا......

"ارے روحی ہی کو دیکھو پچیس کی ہو رہی ہے مجال ہے جو محلے میں کسی نے کبھی اس کو اونچی آواز میں بولتے ہوئے بھی سنا ہو اور یہ بے غیرت پیدا ہوتے ہی آوارہ ہو گئی۔ پتہ نہیں یہ گئی کس پر ہے۔"

روبی کا دل چاہا چیخ چیخ کر کہہ دے روحی پر اور کس پر مگر وہ چپ رہی۔ زبان چلا کر مار نہیں کھانا چاہتی تھی۔ "امی ان باتوں کو چھوڑیے قبل اس کے خاندان یا محلے میں ہماری مزید بدنامی ہو ہم کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہ رہیں۔ اس کی شادی کر کے اس کو یہاں سے دفع کیجئے۔ اب میں اس کو مزید برداشت نہیں کر سکتا۔" سلمان نے غصے سے کہا۔

روبی جو اندر بیٹھی ساری باتیں سن رہی تھی جی چاہا کہہ دے میں تو صرف لیٹر لکھتی ہوں اور پکڑی جاتی ہوں اور تم خود تو آدھی رات تک ماموں کی بیٹی کو اپنے روم میں بند رکھتے ہو اور پتہ نہیں کیا کیا اس کے ساتھ کرتے ہو گے۔" مگر وہ یہ سب باتیں سوچ سکتی تھی کہہ نہیں سکتی تھی۔ پھر وہ ماں کی آواز سن کر چونکی۔

"تم نہیں سمجھتے بیٹا بڑی بہن کے ہوتے ہوئے چھوٹی کی شادی نہیں ہو سکتی۔ لوگ تو پھر باتیں بنائیں گے نا کہ ابھی بڑی کی تو شادی نہیں ہوئی اور چھوٹی کی کر دی۔ ضرور دال میں کچھ کالا ہے اور لوگوں کی زبان کون پکڑ سکتا ہے۔ اب ہم خود تو لوگوں کو یہ بتانے سے رہے کہ چھوٹی سی عمر میں کتنے بڑے بڑے گل کھلا رہی ہے آوارہ لڑکی۔"

"لوگوں کی باتیں چھوڑو۔" نصیر جو کب کے چپ چاپ سب کی باتیں سن رہے تھے بول پڑے۔ "میرے خیال میں اب مزید دیر کرنا فضول ہو گا۔ روحی کی منگنی تو ہو چکی اب جلدی سے اس کے لیے بھی رشتے والی سے کہو۔ اس کے لیے بھی کوئی مناسب رشتہ جلدی سے ڈھونڈ کر لائے تاکہ روحی کی شادی کے ساتھ روبی کی شادی بھی ہو جائے۔ دو بیٹیوں کی شادی تو بہت سارے لوگ اکٹھی کر دیتے ہیں بس جو کچھ بھی کرنا ہے اب جلدی سے کر ڈالو۔ اگر اس نے مزید کوئی غلط قدم اٹھا لیا تو ہم جیتے جی مر جائیں گے۔" وہ خاموش ہو کر سوچنے لگے ان کی جتنی محبت روبی سے تھی اب اس سے زیادہ نفرت ہو چکی تھی۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میں صبح ہی رشتہ کرانے والی سے بات کرتی ہوں بلکہ کہتی ہوں وہ جلدی سے کوئی اچھا سا رشتہ روبی کے لیے لے کر آئے۔ یہ بات آپ کی درست ہے دو بیٹیوں کی اکٹھی شادی کرنا معیوب بات نہیں اور اس طرح خرچے کی بھی بچت ہو گی۔ اب اللہ کرے رشتہ مل جائے۔" شمشاد بیگم کی بات پر کوئی کچھ نہ بولا تھا جیسے بولنے کو کسی کے پاس اب کچھ رہا ہی نہ تھا۔

ان سب کی احتیاط کے باوجود سارے خاندان کو پتہ چل گیا کہ روبی نے آصف کو لو لیٹر لکھا تھا۔آصف نے تو گو اس بات کا ذکر صرف اپنی امی سے کیا تھا مگر انہوں نے سٹوری بنا کر ہر کسی کو بتا ڈالا۔شمشاد بیگم کو پتہ چلا تو غصہ تو بے حد آیا مگر غلطی اپنی اولاد کی تھی۔اس لیے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی۔تاہم روبی پر گھر کے اندر باہر جانے پر مزید پابندی عائد کر دی گئی تھی۔

ادھر روبی کے رشتے کی تلاش جاری تھی اور یہ محض اتفاق ہی تھا کہ ابھی تک کوئی اچھا رشتہ تو کیا کوئی عام سا رشتہ بھی نہ آیا تھا۔ادھر رشتے کی تلاش جاری تھی۔ادھر آصف کی شادی رخسانہ سے ہوگئی۔انہوں نے منگنی وغیرہ کے چکر میں پڑنے کی بجائے سیدھی طرح بات طے کر کے شادی کر دی تھی۔آصف کی شادی کا سن کر روبی دانت پیستے ہوئے سوچنے لگی کم بخت ادھر ادھر میرا رشتہ تلاش کرتے رہے اگر یہ چاہتے تو کیا آصف سے رخسانہ کی بجائے میری بھی تو شادی ہو سکتی تھی۔سارے غصے کے روبی شادی میں بھی نہ گئی اور یوں اس کا یہ دوسرا عشق بھی اپنے آپ ختم ہو گیا اور روبی باوجود کوشش کے کچھ نہ کر سکی۔بہت دن وہ اداس رہی۔پھر پہلی محبت کی طرح اس دوسری محبت کو بھی نا صرف بھول گئی بلکہ دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ اب وہ کسی کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گی مگر اس کے باوجود ایک بار پھر غلطی ہو گئی۔یعنی تیسری غلطی۔

وہ لڑکا سلمان بھائی کا فرینڈ تھا۔جو کالج سے واپسی پر ہمیشہ سلمان کو ڈراپ کرنے آتا تھا۔ایک دن بس اچانک ہی روبی نے اس کو دیکھ لیا۔وہ چھت پر کپڑے ڈالنے گئی تھی۔موٹر بائیک کی آواز سن کر نیچے جھانکا سلمان بھائی موٹر بائیک سے اترتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"یار! آج موسم بہت گرم ہے،آؤ میرے ساتھ اندر آ جاؤ اور شربت پی کر چلے جانا۔"

"شربت نہیں صرف ٹھنڈا پانی یہاں پر ہی لے آؤ۔آج مجھے بھی گھر جلدی جانا ہے۔آپا آنے والی تھیں۔"سلمان کے فرینڈ نے کہا۔

"ویل او کے تم یہاں ٹھہرو میں ابھی لے کر آتا ہوں۔" کہہ کر سلمان اندر چلا گیا۔

آج تو گرمی نے حد کر دی توصیف نے رومال سے چہرے کا پسینہ صاف کرتے ہوئے اوپر آسمان کی جانب دیکھا اور روبی پر نگاہ پڑتے ہی چہرہ فوراً نیچے کر لیا کہ وہ بے حد شریف لڑکا تھا۔مگر روبی اس کو خوب اچھی طرح دیکھ چکی تھی۔دھوپ کے بلیک گلاسز لگائے بلیک پینٹ اور سفید شرٹ میں وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔روبی گرمی کے احساس سے بے نیاز ہو کر اس کو دیکھتی رہی۔سلمان پانی کی بوتل لے کر باہر آیا اور پانی پی کر وہ سلمان کو اللہ حافظ کہہ کر فوراً ہی رخصت ہو گیا۔روبی وہیں ریلنگ کے قریب کھڑی اس کے بارے میں سوچنے لگی۔

وہ روبی کو بے حد پسند آیا تھا۔کیا میں اس کو دوبارہ دیکھ سکوں گی۔اس نے وہیں کھڑے کھڑے سوچا۔اب وہ دھوپ کی تمازت سے بے نیاز ہو چکی تھی۔کافی دیر سوچنے کے بعد ایک آئیڈیا روبی کے ذہن میں آیا اور وہ مارے خوشی کے اچھل پڑی۔ہاں یہی ٹھیک ہے۔اس نے خود کلامی کی۔

پھر روز اس خیال پر عمل ہونے لگا۔روبی کو اچھی طرح معلوم تھا جس ٹائم سلمان کالج سے گھر واپس آتا تھا۔روبی اس ٹائم کسی نہ کسی طرح اس کی ایک جھلک دیکھنے جلدی سے چھت پر چلی جاتی۔اس کی موٹر بائیک رائٹ ٹائم پر ان کے دروازہ پر رکتی اور سلمان کے اترتے ہی فوراً آگے بڑھ جاتی اور روبی کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ روز اس کی ایک جھلک ہی سہی دیکھ تو لیتی تھی۔سلمان کے اندر صحن میں آنے تک وہ بڑی پھرتی سے نیچے بھی آ چکی ہوتی۔

اسی دوران گرمیوں کی تعطیلات ہو گئیں اور اس کے روز آنے جانے والا سلسلہ ختم ہو گیا۔تاہم کبھی کبھار وہ سلمان کا پوچھنے گھر آ جاتا تو روبی مارے خوشی کے جھوم اٹھتی۔کسی اور کے اٹھنے سے پہلے ہی جلدی سے وہ دروازہ پر جاتی۔وہ سلمان کا پوچھتا تو روبی کچھ دیر اس کو دیکھتی رہتی پھر ایک ادا سے مسکرا کر کہتی۔

"بھائی جان تو گھر پر نہیں ہیں۔"

"کہاں گیا ہے اور کب آئے گا؟" توصیف موٹر سائیکل کا شیشہ خوامخواہ درست کرتے ہوئے پوچھتا۔

"بتا کر نہیں گئے۔" روبی پھر ایک ادا سے مسکرا کر کہتی اور توصیف فوراً چلا جاتا۔روبی اس کے جانے کے بعد بھی اسی کے بارے میں سوچتی رہتی اور دعا کرتی۔اللہ کرے وہ جلدی سے پھر آئے۔

ایک دن توصیف گھر آیا تو سلمان گھر پر ہی تھا۔سلمان اس کو اپنے ساتھ ڈرائنگ روم میں ہی لے گیا۔شاید پڑھنے کا پروگرام بن گیا تھا۔وہ دونوں پڑھتے رہے اور روبی باہر صحن

میں تخت پوش پر بیٹھی اس کے بارے میں سوچتی رہی جبکہ روحی کچن میں دوپہر کا کھانا تیار کر رہی تھی۔ کھانا بناتے بناتے اس نے آواز دے کر روبی کو سلاد بنانے کا کہا۔ بغیر سلاد کے کم از کم دوپہر کا کھانا ان کے گھر کھایا ہی نہیں جاتا تھا۔ روبی اٹھ کر گئی اور فریج سے سلاد بنانے والی چیزیں نکال لائی۔ سلاد کے پتے لال چھوٹی مولیاں، کھیرا، ٹماٹر اور پیاز وہیں تخت پوش پر بیٹھ کر بنانے لگی تو زوبی بھی اس اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ روبی سے بات کیے بغیر کبھی مولی، کبھی کھیرے کی ایک ایک قاش اٹھا کر کھانے لگی۔ روبی نے اس کو منع نہیں کیا تھا کیونکہ اس کا سارا دھیان توصیف میں لگا ہوا تھا۔ کھانا تیار ہو گیا۔ سلاد بھی بن گئی تو سلمان اور توصیف کا کھانا ٹرے میں لگاتے ہوئے زوبی سے کہا۔

”جاؤ زوبی! سلمان بھائی سے جا کر کہو کھانا تیار ہو گیا ہے آ کر لے جائیں۔“ روحی کی بات سنتے ہی زوبی فوراً ڈرائنگ روم کی جانب گئی تو روبی بھی چپکے سے زوبی کے ساتھ ہو لی۔ ڈرائنگ روم کے قریب جا کر خوامخواہ ادھر ادھر کی فضول باتیں کر کے ہنسنے لگی۔ گویا توصیف کو اپنی موجودگی کا احساس دلانا چاہتی ہو۔ زوبی کے ڈرائنگ روم میں جانے سے پہلے سلمان دروازہ کھول کر غصے سے بھرا باہر نکلا اور روبی کو قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے دبے دبے لفظوں میں دھاڑا۔

”دفع ہو جاؤ روبی تم یہاں کیا کر رہی ہو؟“ روبی سہم کر اپنے روم کی جانب بھاگ گئی اور زوبی نے کہا۔

”بھائی جان آپی کہتی ہیں کھانا پک گیا ہے آ کر لے جائیں۔“

”ٹھیک ہے تم جاؤ میں آتا ہوں۔“ سلمان نے کہا۔ اور دوبارہ ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔

* ☆☆☆ *

روبی کی پڑھائی کا سلسلہ تو میٹرک کے بعد مکمل طور پر ختم ہو چکا تھا۔ رشتے کی تلاش جاری تھی جو باوجود کوشش کے ابھی تک مل نہ سکا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی آج کل روبی سارے گھر کا کام کرتی۔ شام کا کھانا بھی وہی بناتی اور فری ٹائم میں روحی کی الماری سے رومانی ناولز اور رسالے نکال نکال کر پڑھتی رہتی اور سٹوری پڑھتے پڑھتے وہ خود بھی اس تصوراتی دنیا میں کھو جاتی۔ صبح ہوتے ہی وہ منہ ہاتھ دھو کر ریڈی ہو کر توصیف کے انتظار میں بیٹھ جاتی کہ ہو سکتا ہے آج پھر وہ آ جائے۔ کبھی کبھار اگر وہ سچ مچ آ جاتا تو روبی کی عید ہو جاتی۔ وہ توصیف کو دیکھتے ہی کھل اٹھتی۔ مگر وہ تو روبی کو لفٹ ہی نہ دے رہا تھا۔ اس کے خشک اور سرد رویے کو فیل کر کے روبی نے بہت دکھ سے سوچا۔

وہ کتنی بدنصیب ہے۔ جس کسی سے بھی وہ محبت کرتی ہے وہ اس کی محبت کا جواب نفرت سے ہی دیتا ہے جبکہ وہ آپی سے زیادہ خوبصورت ہے، نقش بھی اچھے ہیں اور رنگ بھی وائٹ ہے۔ ہائٹ بھی آپی سے زیادہ ہے۔ پھر بھی کوئی اس سے محبت نہیں کرتا اور گھر والے الگ اس کو آوارہ کہتے ہیں۔ نہ ماں پیار کرتی ہے نہ باپ محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ بھائی کی نظروں میں بھی عزت نہیں رہی۔ سارے ہی گھر والے ہر ٹائم میری بے عزتی پر کمر بستہ رہتے ہیں اور یہ روحی آپی جس کی وجہ سے یہ ساری بدنامیاں مجھے ملی ہیں مجھے ذلیل کرنے اور مارنے میں پیش پیش ہوتی ہیں۔

بہرحال کچھ بھی ہو جائے میں توصیف کو اب اپنی محبت کے جال میں پھانس کر رہوں گی۔ آخر محبت کرنا میرا بھی حق ہے مگر میں توصیف کو اپنی محبت کے بارے میں کیسے بتاؤں۔ لیٹر لکھنے کو تو لکھ دوں مگر اگر اس نے بھی ذلیل کمینے آصف کی طرح میرا لیٹر سلمان بھائی کے حوالے کر دیا تو بہت مار پڑے گی۔ کچھ ایسا ہو کہ لیٹر بھی نا لکھنا پڑے اور توصیف کو یہ پتہ بھی چل جائے کہ میں اس کو محبت کرنے لگی ہوں۔ وہ سوچتی رہی اور بہت سوچ کر روبی نے فیصلہ کیا اب اگر کبھی اتفاق سے توصیف مجھ اکیلا مل گیا تو میں زبانی اظہار محبت کر دوں گی۔ وہ بھی کوئی رومانی گانا گا کر۔ عقل مند ہو گا تو سمجھ جائے گا۔ یہ اظہار محبت ہے۔ لیکن اگر وہ پھر بھی نا سمجھا دل میں خوف بھی تھا...... خیر یہ بعد کی بات ہے۔ ابھی ٹرائی کرنے میں کیا حرج ہے۔ آخر اسے معلوم تو ہونا چاہیے کہ کوئی اس سے محبت کرنے لگا ہے اور اس میں پکڑے جانے کا کوئی رسک بھی نہیں۔

اس نے دل ہی دل میں سوچا اور اپنی اس چالاکی پر خود ہی مسکرا دی۔ اس نے اس سانگ کا بھی انتخاب کر لیا جس کو توصیف کے سامنے گا کر اظہار محبت کرنا تھا۔

اتفاق سے جلد ہی یہ موقع روبی کو مل گیا۔ چھٹی کے روز توصیف سلمان سے ملنے آیا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ سب گھر والے خاندان میں ہونے والے ایک فنکشن میں گئے ہوئے تھے۔ دستک سنتے ہی وہ جلدی سے دوڑ کر آئی اور حسب آرزو توصیف کو سامنے دیکھ کر کھل اٹھی۔ وہ تو دل ہی دل میں صبح سے دعا کر رہی تھی۔ آج گھر کوئی نہیں، چانس اچھا ہے۔ اے کاش! توصیف آ جائے اور وہ آ گیا تھا۔

”سلمان کہاں ہے؟“ توصیف نے روبی کو دیکھتے ہی پوچھا۔

میری قدر نہیں کرتے۔ مجھ سے پیار نہیں کرتے بلکہ شدید نفرت کرتے ہیں۔ جب جی چاہے کبھی ماں، کبھی آپی، کبھی سلمان بھائی مجھے پکڑ کر جانوروں کی طرح پیٹنے لگتے ہیں مگر میرا شوہر ہاں وہ نہ صرف میری قدر کرے گا بلکہ ڈھیروں پیار بھی کرے گا۔ وہ سب کچھ بھول کر اپنے گھر کے سپنے دیکھنے لگی جہاں وہ ہو گی اور اس کا بے حد محبت کرنے والا شوہر ہو گا اور ننھے منے پیارے پیارے بچے ہوں گے۔ بچوں کا سوچتے ہوئے وہ خود ہی بے طرح شرما کر رہ گئی۔ ایک پیاری سے مسکان لبوں پر اپنے آپ در آئی تھی۔

لیکن اب اس کو کیا کہیں روبی کی ڈھیروں دعاؤں اور گھر والوں کی ہزار کوششوں کے باوجود کوئی اچھا تو کیا کوئی عام سا رشتہ بھی نا آسکا۔ تبھی گھر والے بطور خاص اس کا دھیان رکھنے لگے تھے کہ وہ کہیں پھر کوئی غلطی نہ کر دے۔ سارا گھر پریشان تھا اور ایبٹ آباد سے آنے والے ایک لیٹر نے ان سب کی پریشانیوں مزید اضافہ کر دیا۔

"یہ لیٹر تھا شمشاد بیگم کی منہ بولی بہن بیگم اخلاق کا۔ انہوں نے لکھا تھا بلکہ اطلاع دی تھی کہ ان کا چھوٹا بیٹا بلال اپنا کوئی تعلیمی کورس کرنے لاہور آ رہا ہے۔ یہ کورس تین ماہ کا تھا اور یہ تین ماہ بلال آپ کے یہاں قیام کرے گا۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو۔"

لیٹر ملتے ہی سارے گھر میں افراتفری مچ گئی۔ روحی نے لیٹر پڑھ کر سنایا تو شمشاد بیگم فخر سے بولیں۔

"ارے! وہ اگر چاہتا تو ہوسٹل میں رہ لیتا مگر میری بہن جانتی تھی کہ اس طرح میں ناراض ہو جاؤں گی۔ یہی وجہ ہے اس نے بلال کو میرے گھر بھیجا ہے۔ پر یہ اجازت والی بات اس نے کیوں لکھی۔ آج ہی ان کے لیٹر کا جواب لکھ دو کہ انہوں نے یہ غیروں والی بات کیوں کی۔ ایک بار نہیں سو بار آئے۔ یہ اس کی خالہ کا گھر ہے۔"

"جی امی! ابھی لکھ دیتی ہوں۔" روحی نے کہا تو شمشاد بولیں۔

"اب بلال کی رہائش کے لیے کوئی روم بھی صاف کر دو۔"

"کونسا روم صاف کروں امی۔" روحی برا سا منہ بنا کر بولی۔ گھر میں صرف تین ہی تو بیڈ رومز ہیں اور ایک ڈرائنگ روم۔ ایک روم سلمان کے پاس ہے تو دوسرا ابو اور آپ کے پاس۔ باقی رہا تیسرا تو وہ میرے اور روبی کے پاس ہے۔ میرے خیال میں تو بلال کا بستر ڈرائنگ روم میں لگا دیتے ہیں۔ صرف ایک صوفہ سیٹ ہی تو ہے ڈرائنگ روم میں۔" روحی نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ سلمان کے روم میں ہی بلال کا بستر بھی بچھا دیا جائے۔" شمشاد بیگم نے کچھ سوچتے ہوئے مشورہ طلب نظروں سے روحی کو دیکھا تو وہ فوراً بول اٹھی۔

"کمال کرتی ہیں امی جان آپ بھی۔ وہ اتنے امیر لوگ ہیں۔ سب الگ الگ رومز میں رہنے سونے کے عادی ہوں گے۔ میرا خیال ہے بلال کے لیے ڈرائنگ روم ہی ٹھیک رہے گا۔ ایک سائیڈ پر پلنگ بچھا کر اس کا بستر لگا دیں گے۔" روحی نے گویا فائنل کر دیا۔

"اگر ڈرائنگ روم بلال کو دے دیا تو تین ماہ تک مہمانوں کو کہاں بٹھایا کریں گے۔ تم اچھی طرح جانتی ہو خاندان سے ہر دوسرے روز کوئی نہ کوئی آیا گیا رہتا ہے۔ کتنی بار تمہارے ابا سے کہا ہے اوپر چھت پر ایک روم ہی بنا دو مگر مجال ہے جو وہ میری بات سنتے ہوں۔ اب مسئلہ ہو گیا نا۔" شمشاد بیگم پریشانی سے روحی کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"امی! آپ مہمانوں کی چھوڑیں سب خاندان کے لوگ ہیں اور ان کو بٹھانے کے لیے یہ اسٹار برآمدہ جو ہے۔ بلال کے لیے ڈرائنگ روم ہی ٹھیک رہے گا۔ سب سے الگ تھلگ اور اس کا ایک دروازہ باہر بھی کھلتا ہے۔ بلال کو اپنی مرضی سے آنے جانے میں بھی آسانی رہے گی۔" روحی نے بات ختم کی تو شمشاد بیگم نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے تم جو مناسب سمجھو کرو۔ مگر سنو پردے بہت خراب ہو رہے ہیں۔ گھر بھر کے کیوں نا آج دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر مارکیٹ چلیں اور کسی اچھے کپڑے کی بیڈ شیٹ اور پردے لے آئیں۔ تم پرانے پردے اتار کر خوب اچھی طرح گھر کی صفائی کر کے نئے پردے ڈال دینا اور نئی بیڈ شیٹ بچھا دینا ورنہ بلال کیا سوچے گا ہمارے بارے میں۔ پہلی بار تو آ رہا ہے وہ ہمارے گھر۔ سب اچھا اچھا ہونا چاہیے۔"

"امی اگر بیڈ شٹ اور پردے نئے لا رہی ہیں تو پھر سارے گھر میں پینٹ بھی کروا لیں اس طرح گھر زیادہ خوبصورت نظر آئے گا۔ کیوں ٹھیک ہے نا۔" روحی نے ماں سے پوچھا۔

روبی چپ چاپ سامنے بیٹھی ان کی باتیں سن رہی تھی۔

"بالکل ٹھیک۔" شمشاد نے فوراً کہا تھا۔ تمہاری شادی پر بھی تو گھر میں پینٹ کروانا تھا۔ تب نہیں تو اب سہی کہ شادی کونسی زیادہ دور ہے۔" روحی چپ رہی یہ گویا شرمانے کی ایک ادا تھی۔ حالانکہ جس قسم کی باتیں وہ اور غزالہ کرتی تھیں ان کو سن کر محسوس ہوتا تھا شرم ان دونوں کو چھو کر بھی نہیں گزری یا پھر ان دونوں نے گھول کر پی لی تھی اپنے حصے کی شرم۔" روحی کو

خاموش دیکھ کر شمشاد بیگم نے پھر کہا تم جلدی جلدی سارا کام نبٹالو آج ہی دوپہر کے کھانے کے بعد مارکیٹ چلیں گے۔لیکن سب سے پہلے تم اس لیٹر کا جواب لکھ دو اپنی خالہ کو۔ مارکیٹ جاتے ہوئے پوسٹ کردیں گے اور روحی فوراً کاپی پن لے کر بیٹھ گئی۔

دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوتے ہی وہ دونوں ماں بیٹی مارکیٹ چلی گئیں تو روبی برا سا منہ بناتے ہوئے ناگواری سے آنے والے گیسٹ کے بارے میں سوچنے لگی، جس کی آمد سے اس کی مصروفیات میں اضافہ ہونے والا تھا۔ کیونکہ آج کل گھر کے کام کی تمام تر ذمہ داری روبی کے سر تھی۔ روحی تو سارا سارا دن اپنے جہیز کی کسی نہ کسی چیز کو سنوارنے میں لگی رہتی تھی۔ کیونکہ اس کے سسرال والے جلدی شادی پر زور دے رہے تھے۔ بڑی مشکل سے گھر والوں نے دو تین ماہ کی مہلت مانگی تھی جو بمشکل ملی تھی۔ باقی رہی زوبی ایک تو وہ چھوٹی تھی دوسرا وہ تو کتابوں کا کیڑا بن کر رہ گئی تھی۔ اس کو بکس کے علاوہ کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی تھی۔ سارا دن کام کر کر کے روبی اس قدر تھک جاتی کہ چارپائی پر لیٹتے ہی نیند کی آغوش میں چلی جاتی اور پھر اگلی صبح آپی کے جھنجھوڑنے پر ہی اس کی آنکھ کھلتی تھی۔ اب نیا مہمان اور اس کے مزید کام کا سوچ کر وہ پریشان ہو رہی تھی۔ صبح ناشتے میں ایک دو پراٹھے زیادہ پکانے ہوں گے۔ دوپہر اور رات کے کھانے پر دو مزید روٹیوں کا اضافہ۔ سالن تو خیر چار بندوں کا ہو یا دس کا ٹائم ایک ہی لگتا ہے اور ہاں ہفتے میں چار نہیں تو دو سوٹ تو لازمی دھلائی کے لیے دے گا۔ اس نے دعا کی اللہ کرے وہ نہ ہی آئے تو اچھا ہے۔

روحی نے ماں سے جو کہا تھا شمشاد بیگم نے بغیر کسی اعتراض کے وہ سب کر دیا تھا۔ وہ روحی کی کسی بات سے کم ہی انکار کرتی تھیں۔ وہ روحی کو اپنی عقلمند اور ذہین ترین بیٹی سمجھتی تھیں۔

رات ابو اور سلمان کے آتے ہی شمشاد بیگم نے ان کو کھانے سے پہلے ہی سب بتا دیا کہ ایبٹ آباد سے بلال آ رہا ہے۔ تین ماہ ہمارے یہاں قیام کرے گا۔ وہ اپنا کوئی کورس کرنے لاہور آ رہا ہے۔ پھر رات گئے تک ٹاپک بلال ، اس کا خاندان اور ان کی دولت ہی رہی۔

بلال کی آمد سے چند یوم پہلے ہی سارے کام مکمل ہو گئے تھے۔ پینٹ ہونے سے گھر یکدم نیا نیا لگنے لگا تھا۔ اگرچہ گھر زیادہ بڑا نہیں تھا مگر پھر بھی خوبصورت لگ رہا تھا۔ پردے بھی سلائی ہو کر آ گئے تھے اور روحی نے روبی کی مدد سے ڈال بھی دیئے تھے۔ سارا گھر ہی شیشے کی طرح چمکنے لگا تھا۔ کام تو مکمل ہو گیا تھا۔ تاہم۔

اب یہ طے کرنا تھا کہ بلال کو ناشتے میں کیا دینا تھا۔ دوپہر کے کھانے پر کیا پکنا تھا اور رات کو کیا کھلانا تھا۔ بلال چونکہ بے حد امیر خاندان کا لڑکا تھا اس لیے وہ سب بوکھلائے بوکھلائے اس کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے۔

بہرحال پھر کھانے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ شمشاد بیگم کے یہاں دن میں صرف ایک بار سالن پکتا تھا۔ وہ بھی دوپہر میں۔ مگر اب بلال کی وجہ سے رات کو بھی تازہ سالن بنانے کا اہتمام کر لیا گیا تھا۔ ساتھ ہی روحی نے یہ مشورہ بھی دے دیا تھا کہ آپ کلو گوشت لا دیں میں بلال کے لیے شامی کباب بنا کر فریج میں رکھ دوں گی۔ ناشتے میں آملیٹ کے ساتھ شامی بھی دے دیا کریں گے اور شمشاد بیگم تو خود شو مارنے کی عادی تھیں۔ اس لیے وہ یہ بات بھی نہ صرف فوراً مان گئیں بلکہ اسی دن ایک کے بجائے دو کلو بیف اور کلو چنے کی دال لا کر روحی کو دے دی تھی۔

بلال کے آنے میں صرف ایک روز باقی تھا اور کھانے پینے سے لے کر گھر کا ہر کام ہی خوش اسلوبی سے مکمل ہو گیا تھا۔ کام تو سارا سب نے مل جل کر جوش سے مکمل کر لیا تھا مگر اب اچانک ایک پریشانی نے حمیدہ بیگم کو آن گھیرا تھا اور یہ پریشانی روبی کے حوالے سے تھی۔ وہ پریشان تھیں کہیں روبی بلال کے سامنے کوئی بے ہودہ غلط حرکت نہ کر دے۔ بات اگر چند یوم کی ہوتی تو روبی کو ماموں کے گھر بھجوایا جا سکتا کہ گڈو ماموں کی بیٹی روبی سے ویسے بھی بہت محبت کرتی تھی مگر بلال نے تو پورے تین ماہ ان کے یہاں رہنا تھا اور ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے اب تین ماہ تو روبی کو گھر سے باہر رکھنے کا کوئی جواز نہیں تھا اور نہ ہی سارا ٹائم روبی کی نگرانی ہو سکتی تھی۔ مگر کچھ نہ کچھ تو کرنا تھا۔ سو اپنے دل کی تسلی کے لیے انہوں نے بلال کے آنے سے پہلے ہی روبی کو اپنے روم میں بلایا اور پاس بٹھا کر بلال کے بارے میں بتاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"روبی! کان کھول کر اچھی طرح میری بات سن بھی لو اور سمجھ بھی لو اور اس پر عمل بھی کرنا ورنہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ سنو بلال کے سامنے زیادہ بڑھ چڑھ کر باتیں مت کرنا۔ اس کے سامنے اونچی آواز میں بات بھی مت کرنا بلکہ بہتر ہو گا تم اس کے سامنے خاموش ہی رہا کرنا۔"

"جی بہتر امی جان!" روبی نے سعادت مندی سے وعدہ کر لیا اور اسی سہ پہر روحی نے ماں سے کہا۔

"امی جان! اور سب تو ٹھیک ٹھاک ہو گیا مگر آپ نے روبی کا بھی سوچا ہے۔ اگر اس نے بلال کے سامنے بھی فری ہونے کی کوشش کی تو ہماری ساری عزت خاک میں مل جائے

گی۔"

"روبی کی تم فکر مت کرو میں نے اس کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ وہ بلال کے سامنے خاموش ہی رہا کرے گی۔" حمیدہ بیگم نے اطمینان سے بتایا۔ ماں کی بات سن کر روحی کچھ دیر سوچتی رہی پھر ماں کو مزید متفکر کرنے کو بولی۔

"امی جان! آپ بھی کمال کرتی ہیں۔ روبی نے پہلے کبھی ہماری بات مانی ہے جواب مانے گی۔ میں تو یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوں اگر اس نے کوئی ایسی ویسی حرکت کر دی تو ہماری ساری عزت خاک میں مل جائے گی۔"

اگر یہ بات ہے تو پھر تم ہی بتاؤ اس مصیبت کا کیا کروں۔ شمشاد بیگم واقعی پریشان ہو گئیں کہ بات تو روحی کی سچ تھی۔ روحی کچھ دیر سوچتی رہی پھر سکون سے بولی۔

"اس پریشانی سے بچنے کا حل بہتر تو یہی ہے کہ آپ روبی کو بلال کے سامنے آنے سے ہی منع کر دیں۔ نہ روبی بلال کے سامنے آئے گی اور نہ ہی کوئی مسئلہ پیدا ہوگا۔" کیا خیال ہے آپ کا۔

"ہاں تمہاری یہ بات تو درست ہے جب وہ بلال کے سامنے ہی نہ آئے گی تو کوئی بے ہودہ حرکت کیسے کرے گی۔" حمیدہ بیگم خوش ہو گئیں اور اسی وقت انہوں نے روبی کو بلا کر کہہ دیا۔

"سنو روبی! تم بلال کے سامنے نہیں آؤ گی یہ نہ ہو کہ تو بلال کے سامنے بھی اپنی گندی حرکتیں شروع کر دے اور ہم اس کی ماں کو منہ دکھانے کے لائق نہ رہیں۔ بلال تو ویسے بھی اس کی ماں بتاتی تھی بہت نیک، پرہیزگار اور پانچ وقت کا نمازی لڑکا ہے بلکہ ان کا پورا گھرانہ ہی پرہیزگاروں کا گھرانہ ہے۔"

روبی نے ماں کے ساتھ پکا وعدہ کر لیا کہ وہ بلال کے سامنے ہرگز نہیں آئے گی اور نہ ہی اونچی آواز میں بات کرے گی۔ حمیدہ بیگم مطمئن ہو گئیں۔

بلال حمیدہ بیگم کی منہ بولی بہن کا بیٹا تھا۔ وہ لوگ ایبٹ آباد میں رہتے تھے۔ بلال کا تعلق نا صرف صوم صلوٰۃ کے پابند ایک مذہبی گھرانے سے تھا بلکہ بلال خود بھی مذہب سے بے حد لگاؤ رکھنے والا پانچ وقت کا نمازی نوجوان تھا۔ علاوہ اس کے ایک جماعت سے بھی اس کا تعلق تھا۔

رائیونڈ کا اجتماع تو بلال نے کبھی مس نہیں کیا تھا۔ یوں بھی تبلیغ کرنے کا کوئی موقع وہ اپنے ہاتھ سے کبھی جانے نہیں دیتا تھا۔ سال میں ایک بار وہ ایک ہفتہ اپنے شہر سے دور تبلیغ کرتے ہوئے گزارتا تھا۔ وہ بے حد نیک، خدا ترس اور غریب غربا کا خیال رکھنے والا لڑکا تھا۔

وہ لوگ پٹھان تھے اور ایبٹ آباد کے بڑے خان کہلاتے تھے۔ ان کا گھرانا ایبٹ آباد کے معزز اور امیر ترین گھرانوں میں شمار ہوتا تھا۔ بے شمار زمینیں، لاتعداد باغات اور پہاڑ ان کی ملکیت تھے۔ ایبٹ آباد کی مشہور الیاسی مسجد کے قریب ان کا شاندار گھر تھا۔ پہاڑ کے نشیب و فراز میں بنایا گیا یہ گھر بہت خوبصورت تھا۔ بلال کے والد خان اخلاق خان ایبٹ آباد کی مشہور اور معزز شخصیت ہونے کے علاوہ جرگہ کے ممبر بھی تھے۔ والدہ بے حد محبت کرنے والی سیدھی سادی خاتون تھی جو سارا وقت لوگوں کی مدد کرنے میں مصروف رہتی۔

خان اخلاق خان کے صرف دو ہی بیٹے تھے۔ بڑا کمال اور چھوٹا بلال۔ دونوں بیٹوں کی تعلیم و تربیت پر انہوں نے خاص توجہ دی تھی۔ دونوں بھائیوں نے سکول کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد باقی کی ساری تعلیم پشاور ہاسٹل میں رہ کر مکمل کی تھی۔ کمال بڑے تھے اور خان اخلاق خان نے ان کو ڈاکٹر بنایا تھا جبکہ بلال نے انجینئرنگ پڑھی تھی۔ ابھی ابھی ایگزام دے کر فارغ ہوا تھا اور اس فارغ وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا کہ رزلٹ آؤٹ ہونے کے بعد اس نے جاب اور مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ جانا تھا۔ جہاں کی ایک یونیورسٹی میں وہ ایڈمیشن کے لیے اپلائی کر چکا تھا۔ درمیان میں جو چند ماہ فراغت کے تھے ان میں بھی اس نے ایک کورس کرنے کا فیصلہ کیا تھا جو کہ لاہور میں رہ کر اس کو مکمل کرنا تھا۔

بلال پچیس برس کا ایک وجیہہ نوجوان تھا۔ صاف رنگ، دل کش نقوش، دراز قد، چہرے پر سیاہ گھنی مونچھوں کے علاوہ، ہلکی ہلکی شیو نما داڑھی جو اس کی مردانہ وجاہت میں مزید اضافہ کرتی تھی۔ بے حد دھیمے اور نرم لہجے میں بات کرنے والا بلال ابھی تک غیر شادی شدہ تھا۔ گھر والوں کے خاص کر امی جان کے مسلسل اصرار کے باوجود وہ شادی سے گریزاں تھا۔ اس گریز کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کسی لڑکی سے محبت کرتا تھا۔ اس کی زندگی میں دور دور تک کسی لڑکی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ اپنے فری ٹائم میں وہ اسلامی بکس کے مطالعے میں مگن رہتا۔

اگر چہ ان کے خاندان میں لڑکی لڑکوں کی شادی جلدی کر دینے کا رواج تھا۔ روپے پیسے کا تو کوئی مسئلہ تھا ہی نہیں۔ کمال ابھی ڈاکٹری پڑھ رہا تھا جب اس کی شادی چچا کی بیٹی سعدیہ سے ہو گئی تھی جس کو گھر اور پورے خاندان میں گل کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ ان کے یہاں یہ رسم تھی کہ بڑی بیٹی کا نام آپ جو بھی رکھیں مگر مخاطب گل کے نام سے کی جائے گی۔ جب کمال کی

شادی ہوئی تب اس کی عمر 22 برس تھی اور اب تو اس کے دو پیارے پیارے بیٹے بھی تھے جو سب گھر والوں کی جان تھے۔ گل کو بیٹی اور دادی کو پوتی کی شدید خواہش تھی۔ مگر دو بیٹوں کے بعد ابھی تک اللہ نے مزید اپنی رحمت نہ کی تھی۔

جبکہ بلال 25 برس کا ہونے کے باوجود ابھی تک شادی کے لیے ایگری نا تھا۔ بیگم اخلاق اس کے لیے بہت پریشان تھیں کہ آخر لڑکا چاہتا کیا ہے۔ مگر زبردستی نہیں کر سکتی تھیں۔ تاہم انہوں نے دبے دبے لفظوں میں بلال کو جتا دیا تھا کہ۔

"امریکہ جانے سے پہلے تمہیں لازمی شادی کرنی ہوگی۔" ان کی بات سن کر بلال خاموش ہی رہا تھا اور اس خاموشی کو نیم رضامندی سمجھ کر انہوں نے بلال کے لیے ایک لڑکی پسند بھی کر لی تھی اور گل کو بھی بتا دیا تھا۔ تاہم لڑکی والوں سے ابھی بات نہ کی تھی۔ خیال تھا بلال کا رزلٹ آؤٹ ہونے کے بعد وہ بڑے خان اور کمال سے کہہ کر بلال سے شادی کی بات کریں گی اور وہ یقیناً مان جائے گا۔ اس کو تعلیم اور جاب کے سلسلے میں چند برس امریکہ میں ہی قیام کرنا تھا۔ اس وقت 25 برس کا تھا۔ تب تیس کا ہو جاتا تب تک بڑے بھائی کی اولاد جوان بھی ہو جاتی اور یوں بھی جب شادی کرنی ہی ہے تو پھر کیوں نہ ٹائم پر کی جائے اور آج ان کو گل نے بتایا تھا وہ کوئی تعلیمی کورس کرنے تین ماہ کے لیے لاہور جا رہا ہے تو ان کو اس کے تنہا رہنے کا سوچ کر پریشانی ہوئی۔ پہلے تو انہوں نے سوچا وہ بلال کو یہ کورس کرنے سے منع کر دیں گی۔ یہ کہہ کر کہ اب اتنے برسوں بعد فارغ ہوئے تو چند ماہ ہمارے ساتھ رہو اور آرام بھی کر لو۔ رزلٹ آؤٹ ہونے کے بعد تمہیں مزید تعلیم حاصل کرنے امریکہ بھی جانا ہے۔ پھر یہ فالتو کورس کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

مگر نہیں ان کو اچھی طرح معلوم تھا بلال پڑھائی کے معاملے میں کسی کی بھی نہیں مانتا۔ تاہم کہنے میں حرج ہی کیا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ ماں کا دل رکھ لے مگر جب انہوں نے بلال سے بات کی تو اس نے محبت اور نرمی سے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"امی جان یہ کورس میرے لیے بہت اہم ہے۔ اس لیے جا رہا ہوں۔ آپ میری تنہائی کا سوچ کر پریشان نہ ہوں۔ میں وہاں اتنا بزی رہوں گا کہ تنہائی ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر تم لاہور میں ہاسٹل میں رہنے کی بجائے اپنی خالہ شمشاد بیگم کے گھر رہو گے۔" ماں کی بات سن کر بلال نے پہلے تو انکار کرنا چاہا مگر پھر یہ سوچ کر مان گیا کہ وہ پہلے ہی شادی کے لیے انکار کر کے ماں کو دکھی کر چکا ہے۔ بلال کی ہاں سنتے ہی بیگم اخلاق نے فوراً شمشاد بیگم کے نام لیٹر لکھ دیا جو ان کی منہ بولی بہن بنی ہوئی تھی۔ یہ بہن والا رشتہ اور دوستی بندی کی ایک شادی میں استوار ہوا تھا جس کی بارات لاہور سے آئی تھی۔

شمشاد برات کے ساتھ لاہور سے آئی تھی جبکہ وہ خود دلہن والوں کی طرف سے انوائٹ تھیں۔ یہ چند برس پہلے کی بات تھی۔ نصرت کی کوئی بہن نہیں تھی۔ وہ شمشاد بیگم کو سگی بہن ہی سمجھتی تھی۔ اس دوستی کے بعد شمشاد تو اپنے شوہر کے ساتھ کئی بار ان کے یہاں آئیں تھیں مگر وہ خود صرف ایک بار ہی لاہور گئی تھیں۔ وہ بھی بڑے بیٹے کمال کے ساتھ۔ تاہم لیٹر آنے جانے سے رابطہ رہتا تھا۔ اب انہوں نے شمشاد کو لکھ دیا تھا کہ تمہارا بھانجا بلال تین ماہ کا کوئی کورس کرنے لاہور آ رہا ہے۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو وہ یہ تین ماہ آپ کے گھر قیام کرے گا۔ یہ صرف ایک رسمی بات تھی جو انہوں نے رسمی طور پر ہی لکھی تھی۔ ورنہ ان کو معلوم تھا اعتراض کیسا۔ وہ تو بہت خوش ہوں گی اور یوں بلال کے شمشاد بیگم کے گھر رہنے سے وہ خود بھی مطمئن رہیں گی۔

بلال کے روانہ ہونے سے پہلے ایک روز انہوں نے خشک میوہ جات، مکئی کا آٹا، ثابت مکئی اور چند اور چیزوں کی پیکنگ خادمہ کے پاس بیٹھ کر خود کروائی تھی۔ حمیدہ بیگم کے لیے...... اور پھر دوسرے روز بلال چلا گیا۔

گھر والوں کو چونکہ پہلے ہی سے معلوم تھا کہ آج بلال نے آنا ہے اس لیے سب تیاری مکمل تھی۔ مطلب گھر کی صفائی ہو چکی تھی۔ سب نے آج ہی نہا دھو کر کپڑے پہنے تھے۔ روبی اور روحی کے روم میں بند کر دیا گیا تھا۔ کھانے پر بھی پہلا دن ہونے کی وجہ سے اچھا خاصا اہتمام کیا گیا تھا۔ نان، چکن کڑاہی کے ساتھ پالک گوشت اور پلاؤ بنایا گیا تھا۔ سلاد، میٹھے میں روحی نے فرنی صبح ہی بنا کر فریج میں رکھ دی تھی۔ کیونکہ شمشاد بیگم کے لیٹر کا جواب جو آیا تھا۔ اس میں بیگم اخلاق نے لکھا تھا تین تاریخ کی دوپہر ایک بجے تک بلال آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ یہی وجہ ہے روحی نے ایک بجے سے کچھ پہلے ہی کھانا تیار کر لیا تھا۔

چھٹی کا روز تھا۔ اس لیے سب لوگ ہی گھر پر موجود تھے۔ حالانکہ ابو نے چچا اور سلمان نے ماموں کے گھر جانا تھا۔ وہ ہر چھٹی والے روز بخش گڈو کی وجہ سے ماموں کے گھر ایک چکر

لازمی لگاتا تھا۔لیکن آج بلال کی وجہ سے وہ سب گھر پر موجود تھے اور بلال کا ویٹ کر رہے تھے۔
مگر ہوا یہ کہ ایک کے بعد دو، پھر تین بھی بج گئے مگر بلال کو نہ آنا تھا اور نہ آیا۔مارے بھوک کے سب گھر والوں کا برا حال تھا۔مگر شمشاد بیگم نے سختی سے کہا تھا کہ کھانا سب لوگ بلال کے ساتھ کھائیں گے۔یہ نہ ہو ہم کھانا شروع کردیں اور وہ آجائے۔
"وہ اگر رات تک نہ آیا تو کیا ہم رات تک یونہی بھوکے بیٹھے رہیں گے؟" سلمان نے تھوڑے غصے سے کہا۔ ایک تو کھانے کا ٹائم لیٹ ہو چکا تھا۔اس پر کچن سے آنے والی خوشبوئیں مزید بے چین کر رہی تھیں۔
"جہاں اتنا صبر کیا ہے بیٹا وہاں تھوڑا اور کرلو، آخر رمضان میں روزہ رکھ کر بھی تو صبر کرتے ہو۔"
"ارے ہوسکتا ہے بچے کی گاڑی خراب ہوگئی ہو جو وہ لیٹ ہوا ہے۔ورنہ اب تک تو آجانا چاہیے تھا اس کو۔" ماں کی بات سن کر سلمان خاموش ہوگیا۔ایک بجے سے ہوتا یہ تھا کہ جب بھی دروازہ پر دستک ہوتی سلمان جلدی سے باہر جاتا پھر مایوس سا واپس آجاتا کہ دروازہ پر بجائے بلال کے یا تو اس کا کوئی فرینڈ ہوتا یا محلے دار۔
اس نے کہہ دیا تھا......اب اگر دستک ہوئی تو باہر دیکھنے زوبی جائے گی۔دروازہ تو کھلا ہی تھا ابھی سلمان نے بات ختم کی ہی تھی کہ پھر دستک ہوئی تو حمیدہ بیگم نے محبت اور نرمی سے کہا۔
"جاؤ بیٹا! اب ضرور بلال ہی آیا ہوگا۔" سلمان منہ بنا کر باہر گیا۔مگر بلال کی بجائے وہاں غزالہ تھی۔سلمان تپ کر واپس آیا۔پیچھے غزالہ بھی تھی۔وہ تو بھی تھی چھٹی کی وجہ سے شمشاد بیگم شوہر کے ساتھ کہیں گئی ہوں گی اور سلمان کا تو روحی نے اس کو بتا دیا تھا گڈو کی وجہ سے ہر ویک اینڈ پر ماموں کے ہاں لازمی جاتا ہے۔اس لیے وہ آئی تھی۔اب جو گھر میں سب کو موجود دیکھا تو سب کو سلام کرتے ہوئے اس نے تھوڑی حیرانی سے روحی سے پوچھا۔
"کیا کسی کا ویٹ ہے جو سب لوگ ہی تیاری کی حالت میں بیٹھے تھے۔" کھانا نہ ملنے کی وجہ سے آنے والے کا انتظار ان کے چہرے پر لکھا ہوا تھا۔
"ہاں! ایبٹ آباد سے ہمارے یہاں گیسٹ آرہے ہیں آج۔" روحی نے بتایا تو غزالہ وہیں سب کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی گئی۔
یونہی بلال کا ویٹ کرتے دن بھی رخصت ہونے کے قریب آیا تو سلمان نے کہا۔
"امی! ہوسکتا ہے بلال بھائی نے آنے کا پروگرام تبدیل کرلیا ہو اور اگر گاڑی کی خرابی کی وجہ سے بھی لیٹ ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ہم سب کو بھوکا ماردیں۔اب شام ہو رہی ہے اور کتنا ویٹ کروائیں گی آپ ہمیں۔امی! آپ ایسا کریں ان کا کھانا نکال کر الگ رکھ لیں اور ہمیں کھانا دیں ورنہ میں ابھی ماموں کے گھر چلا جاؤں گا اور رات بھی ادھر ہی رہوں گا۔" سلمان کی دھمکی سن کر شمشاد نے روحی سے کہا۔
"سلمان کی بات ٹھیک ہے تم پہلے بلال کا کھانا نکال کر الگ سے رکھ دو اور دسترخوان لگادو۔" روحی ماں کی بات سنتے ہی اٹھ کر کچن میں جانے لگی۔اسی وقت پھر دستک ہوئی۔سلمان نے روحی کو رکتے دیکھا تو بولا۔
"آپی آپ کھانا لگائیں میں دیکھتا ہوں۔ پھر وہ باہر گیا اور تھوڑی دیر بعد ہی ایک بڑی بوری گھسیٹتے ہوئے اندر صحن میں چھوڑ کر وہیں سے واپسی جاتے ہوئے بولا۔
"آپی! کھانا لگانے کی ضرورت نہیں بلال بھائی آگئے ہیں۔اب سب مل کر ہی کھائیں گے اور باہر چلا گیا۔دوبارہ اندر آیا تو پھر ایک بوری گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لا رہا تھا۔تاہم اب وہ اکیلا نہیں تھا ساتھ بلال بھی تھا۔ہلکے گرین کلر کے شلوار سوٹ میں سیاہ جیکٹ پہنے، پاؤں میں بلیک بوٹ، ایک ہاتھ میں سفری بیگ، دوسرے میں بریف کیس۔شمشاد بیگم اس کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئیں۔بلال نے اپنے ہاتھ میں پکڑا سامان ایک سائیڈ پر فرش پر رکھتے ہوئے ان سب کو مشترکہ سلام کیا اور حمیدہ بیگم نے دونوں ہاتھوں سے اس کے سر پہ پیار دیتے ہوئے ڈھیروں دعاؤں سے اس کو نوازا۔اباجی نے خود آگے بڑھ کر بلال سے مصافحہ کیا تو شمشاد بیگم نے بتانا ضروری سمجھا حالانکہ بتانے کی ضرورت نہ تھی۔
"یہ تمہارے خالو نصیر صاحب ہیں۔" پھر باقی لوگوں کا تعارف کرتے ہوئے بولیں اور یہ تمہارا بھائی سلمان ہے۔بلال نے سر کو خفیف سا خم دے کر گویا اچھا کہا کہ ہاتھ وہ باہر سلمان سے ملا چکا تھا۔پھر شمشاد نے پاس کھڑی زوبی اور روحی کا تعارف کچھ ایسے کروایا یہ میری بیٹی روحی ہے۔بلال نے دیکھا روحی اس کی اسی فیلوہی تھی۔شمشاد کی بات ختم ہوتے ہی دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کو سلام کیا تو شمشاد نے زوبی کا ہاتھ تھام کر بلال کے سامنے کرتے ہوئے بتایا یہ میری چھوٹی بیٹی زوبی۔پھر زوبی سے کہا چلو زوبی بھائی کو سلام کرو۔

زوبی نے فوراً سلام کیا۔بلال نے جواب دیتے ہوئے جھک کر شفقت سے اس کے گال تھپتھپائے۔پھر سلمان کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا تو حمیدہ بیگم خود بھی بلال کے قریب بیٹھ گئیں۔پھر محبت سے پوچھا۔

"بلال بیٹا تم نے تو دوپہر کو آنا تھا لیٹ کیسے ہو گئے؟"

"خالہ جی کوچ راستے میں خراب ہو گئی تھی۔بس اسی وجہ سے لیٹ ہو گیا۔"بلال نے وضاحت کی۔

پھر حمیدہ بیگم نے باری باری سب گھر والوں کی خیریت دریافت کی۔بلال ہر بات کا جواب مدھم لہجے میں دیتا رہا۔چند منٹ بات چیت کی نذر ہوئے،پھر بلال نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میری رہائش کہاں ہوگی؟"آئی مین مجھے جہاں سیٹ کرنا ہے وہ روم بتا دیں،بہت تھکن ہو رہی ہے۔"یہ سن کر شمشاد بیگم نے سلمان سے کہا۔

"جاؤ سلمان!بھائی کو ڈرائنگ روم میں لے جاؤ۔"پھر بلال سے پوچھا۔

"بیٹا کھانا لگا دیں تمہارے انتظار میں آج دوپہر میں بھی کسی نے کھانا نہیں کھایا۔بلال کا موڈ کھانے کی بجائے چائے پینے کا تھا۔تھکن کی وجہ سے چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔مگر شمشاد خالہ کی بات سن کر بلال نے کہا۔

"جی ضرور میں ابھی سامان رکھ کر آتا ہوں۔"

"بلال کی بات سنتے ہی روحی کچن میں چلی گئی۔سب سے پہلے روبی کا کھانا ٹرے میں لگایا جو بلال کی آمد کا سنتے ہی روحی کے روم میں بند ہو گئی تھی۔روحی خود اس کو جا کر کھانا دے کر آئی۔ایک تو اس لیے کہ وہ بھی صبح کی بھوکی تھی۔دوسرا اس لیے بھی کہ کھانا نہ ملنے پر وہ باہر تانک جھانک نہ کرے۔روبی کو کھانا دے کر وہ پھر کچن میں آ گئی جبکہ شمشاد بیگم سلمان کے ساتھ مل کر چٹائی بچھا رہی تھیں۔اندر کچن میں روحی برتنوں میں کھانا نکال رہی تھی جبکہ ادھر روحی کھانا دے کر جیسے ہی باہر گئی روبی نے نا صرف فوراً کھانا شروع کر دیا بلکہ خوش ہو کر یہ بھی سوچا چلو اس گیسٹ کے بہانے ہی سہی تین ماہ خوب آرام کروں گی۔

تھوڑی دیر بعد ہی باہر بھی کھانا شروع ہو گیا۔روبی کھانا کھاتے ہوئے باہر ہونے والی گفتگو سنتی رہی۔مگر اٹھ کر بلال کو ایک نگاہ دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔یوں بھی مہمان کم ہی بول رہا تھا۔سارا شور شمشاد بیگم کی اپنی باتوں کا تھا۔جن کو کھانا بھی خاموش سے کھانے کی عادت نہیں تھی۔کھانے سے فری ہو کر روبی نے برتن وہیں اپنی چارپائی کے نیچے رکھے اور سکون سے لیٹ گئی اور ان کی باتیں سنتے سنتے نجانے کب سو گئی۔اس کو پتہ ہی نہ چلا آپی سونے کے لیے کب روم میں آئی تھی۔کھانے کے بعد بلال نے ان سب کے ساتھ مل کر چائے پی۔پھر لمبے سفر کی شدید تھکن کی وجہ سے جلد ہی اجازت لے کر اٹھ گیا اور جاتے جاتے شمشاد بیگم سے یہ بھی کہہ گیا۔

"خالہ جی!ان دونوں بوریوں میں امی جان نے آپ کے لیے چند چیزیں بھجوائی ہیں۔"وہ نہ بھی یہ کہتا تب بھی سب گھر والوں کو معلوم تھا۔یہ سب ان کے لیے ہی آیا ہے۔سب کو ہی اندر سے بے چینی ہو رہی تھی۔پتہ نہیں ان میں کیا کیا سوغاتیں ان کے لیے آئی ہیں۔اب بلال کے جاتے ہی حمیدہ بیگم نے کہا۔

"چلو سلمان!دونوں بوریاں میرے روم میں لے آؤ۔"

سلمان ان کی بات سنتے ہی اٹھ گیا۔روحی جو ابھی چائے پی رہی تھی جلدی سے باقی کی چائے حلق میں انڈیلی اور خود بھی امی کے روم میں چلی گئی۔تب تک سلمان دونوں بوریاں بھی لے آیا۔بڑی بے تابی سے پہلی بوری کھولی تو وہ ریڈ بلڈ کے مالٹوں سے بھری پڑی تھی جبکہ دوسری میں اخروٹ،پستہ،بادام،خشک خوبانی اور نجانے کیا کچھ تھا۔گو کہ ان سب نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا،پھر بھی کئی دن کے بھوکوں کی طرح خشک میوہ جات پر ٹوٹ پڑے تھے۔جبکہ ابو جی نے صرف دو مالٹے ہی کھائے تھے۔

رات گئے تک آنے والے سامان کی باتیں ہوتی رہیں۔وہ سب ان کی حیثیت سے بے حد مرعوب تھے۔پھر سب سونے اپنے روم میں چلے گئے۔یعنی سلمان اپنے روم اور روحی اپنے بیڈ روم میں۔روحی کو کہ رات گئے سونے اپنے روم میں آئی تھی اس کے باوجود فجر کی اذان سے تھوڑی دیر پہلے ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔وہ فوراً اٹھ کر روبی کو جگانے اس کی چارپائی پر آئی اور جھک کر اس کو جھنجھوڑ کر اٹھاتے ہوئے بولی۔"روبی اب اٹھ جاؤ۔"

"کیوں آپی!روبی جو گہری نیند میں تھی روحی کے جھنجھوڑنے پر آدھی آنکھیں کھول کر خود پر جھکی روحی کو دیکھتے ہوئے پوچھا؟"

"بہت سو لیا۔ اب تم جلدی سے اٹھ کر سارے گھر کی صفائی کر دو ورنہ صفائی دیر سے ہونے کی صورت میں مکھیاں آ جائیں گی اور ہاں صفائی کے بعد رات کے گندے برتنوں سے کچن بھرا پڑا ہے وہ بھی صاف کر دینا۔" روحی نے جلدی سے بات مکمل کی۔

"مگر آپی! امی نے مجھے ان کے سامنے آنے سے منع کیا تھا؟" روبی نے آنکھوں میں موجود بچی کچھی نیند کو بھگاتے ہوئے بتایا۔

"معلوم ہے بتانے کی ضرورت نہیں۔ اسی لیے تو تمہیں اس وقت جگایا ہے۔ اس وقت بلال سو رہا ہے۔ تم بلال کے اٹھنے سے پہلے صفائی بھی کر لو اور برتن بھی دھو لو۔ مگر سنو شور مت کرنا۔" روحی نے تحکمانہ انداز میں کہا اور واپس اپنی چارپائی پر جا کر لیٹ گئی۔

روبی جورات کو یہ سوچ کر خوش ہوئی تھی کہ چلو اس گیسٹ کی وجہ سے کم از کم یہ تین ماہ تو ریسٹ کرنے کا موقع ملے گا کیونکہ امی نے کہا تھا۔ "کھانا ابھی روبی زیادہ اچھی نہیں بناتی بلال کے آنے پر کھانا وغیرہ روحی! تم پکانا۔"

بعد میں انہوں نے روبی کو بلال کے سامنے آنے سے منع کیا تھا تو روبی نے خود ہی سوچ لیا جب کھانا روحی نے خود پکانا ہے تو صفائی وغیرہ بھی وہ خود ہی کر لیا کرے گی۔ برتن بھی خود ہی دھو لیا کرے گی۔ مگر روحی اتنی اچھی کب تھی کہ روبی کو آرام سے رہنے دیتی۔ کھانا پکانا مجبوری تھی باقی اس نے سوچ لیا تھا کہ گھر کی صفائی، برتن اور کپڑے روبی ہی دھویا کرے گی۔ یہی وجہ ہے رات دیر سے سونے کے باوجود فجر کی اذان سے تھوڑی دیر پہلے ہی اٹھ گئی تھی کیونکہ صبح ناشتے کے لیے کچن میں ایک بھی صاف برتن موجود نہیں تھا۔

روبی کا اس شدید سرد موسم میں اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ مگر مجبوری تھی۔ جانتی تھی اگر انکار کیا تو آپی ٹائم کا احساس کیے بغیر اس کو مارنا شروع کر دے گی اور روبی اس ٹائم مار کھانا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے خاموشی سے اٹھ کر باہر آئی تو دیکھا باہر تو ابھی خاصی تاریکی تھی۔ روبی نے چہرہ اٹھا کر اوپر دیکھا آسمان ابھی جوں کا توں ستاروں سے بھرا ہوا تھا اور ستاروں کی روشنی ابھی ذرا سی بھی مدہم نہ ہوئی تھی۔

"اتنی شدید سردی میں خود کام کرنا پڑتا تو پتا چلتا۔" روبی آہستہ سے بڑبڑائی۔ پھر چادر اتار کر تخت پوش پر رکھی اور اسی ٹائم فجر کی اذانیں ہونے لگیں اور روبی منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے کام میں مصروف ہو گئی۔

آپی نے کہا تھا...... پہلے گھر کی صفائی کرنا۔ بعد میں برتن دھونا۔ مگر روبی نے پہلے برتن صاف کیے پھر سارے کچن کی صفائی کی۔ بعد میں چائے کا ایک تازہ مگ بنا کر پی کر باقی گھر کا کام کرنے لگی۔ کچن میں کام کرنے اور گرما گرم چائے کا ایک مگ پینے سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ اس کی سستی جاتی رہی۔ جسم میں چستی پیدا ہو گئی تھی۔ یہی وجہ ہے جلدی ہی وہ سارے گھر کی صفائی سے فارغ ہو گئی۔ اسی اثنا میں صبح کا ستارہ بھی قریب آ کر چمکنے لگا تھا اور دوسرے ستاروں کی روشنی مدہم پڑنے لگی تھی۔ کام سے فری ہو کر آخر میں وہ صحن میں لگے بیسن پر کھڑی منہ ہاتھ دھو رہی تھی کہ اچانک دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور روبی مارے خوف کے اچھل پڑی۔

"ہائے اللہ! اب کیا ہوگا۔" اس نے گھبرا کر سوچا اور پھر نہ چاہتے ہوئے بھی آنے والے گیسٹ کو دیکھنے کھڑی اور سب کچھ بھول کر مبہوت سی دیکھتی رہ گئی۔ سفید بے داغ شلوار سوٹ میں ملبوس وہ شخصیت پہلی نظر میں ہی دل میں اتر جانے والی تھی۔ دراز قد، تیکھے نقوش، صاف بے داغ رنگت اور چہرے پر ایک عجیب سا نور تھا۔ وہ بھول گئی امی نے اس کے سامنے بطور خاص آنے سے منع کیا تھا۔ بس محویت سے اس نورانی چہرے والے فرشتے کو دیکھتی چلی گئی۔ ہاں وہ انسان نہیں روبی کو...... کوئی فرشتہ ہی لگ رہا تھا۔ آسمان کی بلندیوں سے اترا ہوا معصوم فرشتہ۔ وہ محویت سے تب تک اس کو دیکھتی رہی جب تک بلال کی نگاہ اس پر نہیں پڑ گئی۔

اب بلال کی نگاہ بھی اس پر پڑ گئی تھی۔ وہ جہاں تھا وہیں رک کر حیرت سے روبی کو دیکھنے لگا۔ بلال کے دیکھنے پر روبی نے بے ساختہ نگاہیں جھکا لیں جبکہ بلال اب بھی حیران سا کھڑا اس کو دیکھ رہا تھا۔ رات کے کھانے پر گھر کے تقریباً سبھی لوگوں سے تعارف ہوا تھا مگر یہ بات یقینی تھی کہ روبی ان سب میں موجود نہیں تھی۔ کون ہے یہ؟ وہ روبی کو دیکھتے ہی سوچ میں گم تھا۔ امی جان نے کہا تھا تمہاری خالہ شمشاد کا ایک ہی بیٹا ہے اور بیٹیاں شاید دو یا تین کہی تھیں۔ بلال نے ٹھیک سے سنا نہیں تھا۔ بلال تو کیا ایک بے حد شریف نوجوان تھا مگر روبی کے فیس میں نجانے کیسی کشش تھی وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسلسل اس کو دیکھتا جا رہا تھا۔ اتنا مکمل حسن بلال نے فرسٹ ٹائم ہی دیکھا تھا۔ سرو قد، ضرورت سے زیادہ گوری رنگت، گلابی ہونٹ، چھوٹی سی پیاری ناک، بڑی بڑی خوبصورت سیاہ شفاف آنکھیں، کشادہ پیشانی، لمبی صراحی دار گردن۔ اتنا مکمل اور معصوم حسن بلال نے فرسٹ ٹائم دیکھا تھا۔ وہ دوپٹے کے بغیر تھی اور نگاہیں جھکائے واش بیسن کے سامنے کھڑی تھی۔ بلال بے خبری یا بے خودی میں آہستگی سے قدم اٹھاتا ہوا باہر جانے کی بجائے اس کے قریب چلا آیا۔ یہ سب کچھ اپنے

آپ ہوا تھا۔ خود فراموشی کے عالم میں اس میں بلال کی اپنی رضا یا مرضی شامل نہیں تھی۔ بس یوں فیل ہوا تھا جیسے کوئی اس کا ہاتھ تھام کر خود اس کو روبی کے قریب لایا ہو۔
بلال کو اپنے قریب آتے دیکھ کر روبی بے طرح گھبرا گئی۔ یکدم سماعتوں میں ماں کی غراتی ہوئی آواز کی بازگشت سنائی دی۔
"اچھی طرح کان کھول کر سن لو روبی تم بلال کے سامنے نہیں آؤ گی۔ اگر میرے سمجھانے کے باوجود تو بلال کے سامنے آئی اور کوئی غلط حرکت کی تو یاد رکھنا میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" آواز کی بازگشت ختم ہوتے ہی روبی نے دو قدم کے فاصلے پر کھڑے بلال کو نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔
ارے یہ کیا ہوا۔ روبی کے دیکھنے پر بلال بھی چونک پڑے۔ وہ تو نماز پڑھنے مسجد جا رہے تھے اور جماعت کا ٹائم بھی ہو چکا تھا۔ پھر کیا ہوا تھا۔ بلال سب کچھ بھول کر تیزی سے اس کے قریب سے گزر کر مسجد چلے گئے مگر نگاہوں میں وہ معصوم چہرہ اب بھی موجود تھا۔
اس کے جاتے ہی گویا روبی بھی ہوش کی دنیا میں واپس آ گئی۔ اس نے جلدی سے گردن گھما کر روم کی جانب دیکھا کہ کہیں کسی نے اس کو بلال کے پاس کھڑی دیکھ تو نہیں لیا لیکن ابھی تمام رومز کے دروازے بند تھے۔ پھر بھی وہ دھڑکتے دل کے ساتھ خوفزدہ سی مڑی اور بھاگتی ہوئی برآمدے میں چلی آئی۔ پھر تاول سے چہرہ خشک کرتے ہوئے آپی کے روم میں چلی آئی۔ تاہم وہ اب بھی بلال کی پرکشش اور دلکش شخصیت کے سحر میں گم اسی کے بارے میں سوچ جا رہی تھی۔ کیا کوئی مرد اتنا خوبصورت بھی ہو سکتا ہے۔ یہی سوچتے وہ سونے کے لیے لیٹ گئی تھی کیا اپنے حصے کا کام وہ کر آئی تھی۔ یوں بھی بلال کے گھر سے جانے تک اس کو روم میں ہی بند رہنا تھا۔ پھر نیند پوری کرنے میں کیا حرج تھا۔
بلال مسجد میں نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد گھر آنے کی بجائے سیدھا واک کرنے چلا گیا تھا۔ گو کہ وہ یہاں کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا تھا کہ فرسٹ ٹائم آیا تھا مگر پھر بھی چلا گیا تھا۔ وہ بہت سحر خیز تھا اور صبح کی واک اس کی پختہ عادت بن چکی تھی۔ وہ ایبٹ آباد میں بھی صبح کی نماز سے فارغ ہو کر سیدھا واک کرنے چلا جاتا تھا۔ ساتھ ساتھ اللہ کا ذکر بھی کرتا جاتا۔ یہی وجہ تھی یہاں بھی وہ مسجد سے نکل کر گھر آنے کی بجائے واک کرنے چلا گیا تھا۔ بلال واک کر کے گھر واپس آیا تو سارا گھر اٹھ چکا تھا۔
نصیر صاحب نہا کر واش روم سے باہر آ رہے تھے کہ ان کے شولڈر پر تاول پڑا تھا۔ سلمان واش بیسن کے سامنے کھڑا دانتوں میں برش کر رہا تھا۔ روحی یقیناً کچن میں بزی تھی۔ آملیٹ تلنے کی سمیل باہر تک آ رہی تھی۔ چھوٹی زوبی یونیفارم پہنے سامنے برآمدے میں بیٹھی اپنے بیگ میں بکس کاپیز چیک کر کے رکھ رہی تھی اور قریب ہی صوفے پر بیٹھی شمشاد بیگم سوں سوں کر کے خوامخواہ سردی کا احساس دلا رہی تھی۔
مگر وہاں میں نہیں تھی جس کو بلال نے مسجد جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ بلال سوچنے لگا وہ کون تھی؟ کیا اسی گھر کا فیملی ممبر تھی۔ اگر اسی گھر میں رہتی ہے تو دن میں بھی لازمی دکھائی دے گی۔ یہی سب سوچتے ہوئے بلال نے نصیر صاحب اور حمیدہ بیگم کو سلام کیا تو شمشاد بیگم نے پوچھا۔
"بیٹا نماز پڑھ کر تم کہاں چلے گئے تھے؟ میں تمہارے لیے پریشان تھی۔"
"نماز پڑھنے کے بعد میں ہمیشہ واک کے لیے جاتا ہوں۔ یہاں بھی نماز ادا کرنے کے بعد واک کے لیے چلا گیا تھا۔" بلال یہ کہہ کر سیدھا ڈرائنگ روم میں چلا گیا تو شمشاد بیگم نے کہا۔
"روحی ناشتہ تیار ہونے میں ابھی کتنی دیر ہے؟"
"امی! بس ختم ہی سمجھیں۔ انڈے فرائی کرنے کے بعد اب شامی فرائی کر رہی ہوں۔ سلمان نہا لے تو چٹائی بچھا دیں۔" روحی نے جواب دیا۔
تب شمشاد بیگم نے دیکھا سلمان ابھی باپ کے باہر آنے پر واش روم میں گیا تھا۔ وہ اس کا انتظار کرنے لگی جبکہ زوبی اللہ حافظ کہہ کر چلی گئی۔ تانگے والا آ گیا تھا اور بریک فاسٹ وہ پہلے ہی کر چکی تھی۔
بلال نے سب کے ساتھ مل کر بریک فاسٹ کیا اور جب گھر سے باہر جانے لگے تو روحی نے آواز دے کر پوچھا۔
"بلال! دوپہر کے کھانے پر کتنے بجے گھر آؤ گے؟"
بلال کل آتے ہی ان کی مالی حیثیت کا اندازہ کر چکا تھا اور رات کے کھانے پر بھی دیکھ لیا تھا کہ ان لوگوں نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر اس کے کھانے کا اہتمام کیا تھا اور ابھی ناشتے پر بھی پراٹھے کے ساتھ سالن کے علاوہ آملیٹ اور کباب فرائی کر کے ساتھ رکھے گئے تھے۔ روحی اس کی ہم عمر تھی۔ اس لیے اس نے بے تکلفی سے بلال کہہ کر مخاطب کر لیا تھا۔ مگر

بلال اس کا نام نہ لے سکا۔
"مسز امیری واپسی شام کو ہی گھر ہوا کرے گی۔ اس لیے دوپہر کے کھانے پر میرا ویٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو میں یہ بھی کہوں گا رات کے کھانے پر بھی زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں بہت سادہ سا بندہ ہوں۔ ہاں صبح ناشتے پر بھی تین تین چیزیں رکھنے کی ضرورت نہیں۔ پراٹھا میں شوق سے کھاتا ہوں۔ ساتھ اگر سالن ہو تو ٹھیک ورنہ یا تو آملیٹ ہو یا کباب۔ دونوں چیزیں نہیں۔" پھر وہ روحی کا جواب سنے بغیر سلمان کے ساتھ چلا گیا تو شمشاد بیگم نے فخر سے کہا۔
"دیکھا روحی! اتنے امیر خاندان کا ہو کر کتنا سادہ اور شریف ہے۔ پر میں یہ سوچ کر حیران ہوں یہ کوچ میں کیوں آیا ہے۔ ان کے گھر تو ایک چھوڑ کئی گاڑیاں موجود ہیں۔"
"امی! آپ نے سنا نہیں وہ کہہ رہا تھا میں بہت سادہ سا بندہ ہوں۔ چلیں آپ کی بچت ہوگئی۔ ورنہ اگر وہ دوپہر میں کھانا گھر کھاتا تو خرچہ لازمی بڑھ جانا تھا۔" پھر اس نے روبی کو آواز دی۔
"چلو روبی آ کر ناشتہ کر لو اور ناشتے سے فارغ ہو کر برتن بھی صاف کر دینا۔ چلو جلدی آؤ بلال چلا گیا ہے۔"
روبی دل ہی دل میں مسکراتی ہوئی باہر آئی اور دل میں سوچا بیوقوف احمق سمجھتے ہیں۔ اس نے مجھے نہیں دیکھا اگر میں ان کو بتا دوں کہ وہ مجھے دیکھ چکا ہے اور خوب اچھی طرح دیکھ چکا ہے تو کتنا مزہ آئے۔ اس کے ساتھ ہی جو چھیتر پڑے گی اس کا بھی کچھ سوچا ہے۔ یہ خیال آتے ہی وہ سیریس سی شکل بنائے باہر آئی۔ پھر روحی اور ماں کو دیکھے بغیر سیدھی کچن میں گھس گئی تھی۔
اگلی صبح پھر وہی حادثہ ہوا تھا۔ وہ صفائی سے فارغ ہو کر واش بیسن پر کھڑی منہ دھو رہی تھی اور دل ہی دل میں بلال کی منتظر بھی تھی۔ اچانک ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ روبی نے فوراً پلٹ کر دیکھا تو بلال دروازہ بند کر کے مڑ رہے تھے۔ دل میں کل والی لڑکی کو دیکھنے کی خواہش بلال کو بھی تھی اور خواہش پوری ہوگئی۔ بیسن کے سامنے کھڑی روبی کو بلال چند پل یونہی کھڑے دیکھتے رہے اور سوچتے رہے بات کی جائے یا نہ کی جائے۔ اچانک اس نے بلال کو دیکھا پھر خوفزدہ سی بھاگتی ہوئی برآمدے میں چلی گئی۔ اور بلال نماز کا خیال کر کے مسجد چلے گئے۔
روبی کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے اندر سے کوئی اٹھ گیا ہے۔ اس لیے وہ وہاں سے بھاگ آئی تھی۔ تاہم اس نے محسوس کر لیا تھا جیسے بلال اس سے کچھ کہنا یا پوچھنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ اور اب وہ برآمدے میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔ گھر والوں نے خود ہی بلال کے سامنے آنے سے منع کیا اور خود ہی اسے بلال کے سامنے آنے کا موقع دے دیا تھا۔ "کیا وہ نہیں جانتے کہ بلال نماز کے لیے مسجد جاتا ہے۔ بیوقوف۔" روبی نے زیرلب کہا۔ پھر اپنے روم میں آ کر سونے کے لیے لیٹ گئی تاکہ نیند کی کمی پوری کی جا سکے۔ کل اس کو آپی کے جگانے پر شدید غصہ آیا تھا۔ لیکن آج وہ محض بلال کی وجہ سے خوشی خوشی اٹھ گئی تھی۔ وہ ایک بار اس کو دیکھنا چاہتی تھی۔ کوکہ دل میں ابھی کوئی ایسا ویسا خیال نہیں تھا۔ ماں کی دھمکی بھی یاد تھی۔
اسی طرح چند روز گزر گئے۔ دن میں وہ بلال کو دکھائی نہ دیتی اور نہ ہی گھر کا کوئی فرد اس کا ذکر کرتا۔ پھر وہ کون تھی؟ بلال سوچتے۔ چونکہ وہ شروع سے ہی پنجگانہ نماز ادا کرنے کے عادی تھے اس لیے روز اس کو دیکھتے اور حیرت سے سوچتے آخر کون ہے یہ؟ وہ اس بات کو بھی مناسب نہیں سمجھتے تھے کہ گھر والوں سے اس کے بارے میں پوچھتے۔ جب گھر والوں نے خود ہی نہیں بتایا تو وہ کیوں پوچھتے۔ جس بارے میں گھر کا کوئی فرد بھی بات نہیں کرتا تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ ہر روز اسی مخصوص وقت پر اس گھر میں نظر آتی تھی۔ ایک ہفتہ اسی کشمکش میں گزر گیا۔ بلال کوشش کے باوجود تو گھر والوں سے اس کے بارے میں پوچھ سکے اور نہ ہی خود اس سے کوئی بات کر سکے۔ کیونکہ اس سے بات کرنا اب وہ مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ یوں بھی وہ ان کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑی ہوتی تھی۔ جیسے وہ کوئی خوفناک چیز ہوں۔
بہرحال یہ بھی سچ تھا کہ بلال اس کی وجہ سے ڈسٹرب ہو گئے تھے۔ ایسا شاید لائف میں فرسٹ ٹائم ہوا تھا۔
آج جمعہ کی چھٹی تھی۔ اور بلال سوچ رہے تھے پہلے تو چلو وہ سارا دن گھر سے باہر رہتے تھے۔ صبح کے گئے شام کو گھر واپس آتے تھے۔ اس لیے دن میں اس کو نہ دیکھ سکے۔ لیکن آج چھٹی کا دن ہے۔ سبھی گھر پر ہیں۔ اگر وہ اسی گھر کا ممبر ہے یا گیسٹ بھی ہے تب بھی ان کو لازمی نظر آئے گی۔ مگر سارا دن گزر گیا۔ وہ منتظر رہے مگر اس کو نہ نظر آنا تھا نہ آئی۔
بلال نے فرسٹ ٹائم سوچا۔
وہ انسان نہیں آسمان سے اتری ہوئی کوئی حور یا پری ہے۔ جو ایک مخصوص ٹائم پر ہی ان کو دکھائی دیتی تھی۔ اور ٹائم بھی وہ جب سب لوگ سو رہے ہوتے تھے۔ یوں بھی جب روحی

سامنے آئی تھی تو پھر کسی اور کو چھپایا پردہ کیسے کروا سکتے تھے۔ انہی سوچوں میں دن بیت گیا۔
اگلی صبح وہ حور شائل پھر اپنی جگہ موجود تھی۔ بلیک سوٹ میں اس کا وائٹ رنگ اور بھی نمایاں لگ رہا تھا۔ بلال سیدھے اس کے قریب آ کر رک گئے۔ دل میں آیا آج براہ راست ہی پوچھ لیں کہ تم کون ہو؟ اور ہر روز اسی جگہ کیوں کھڑی ہوتی ہو مگر ہوا یہ کہ ہمیشہ کی طرح ان کو اپنی جانب آتے دیکھ کر وہ بھاگتی ہوئی برآمدے میں چلی گئی۔ بلال چند لمحے وہیں ساکت سے کھڑے برآمدے کی جانب دیکھتے رہے۔ پردے کے پیچھے وہ روز کی طرح چھپ چکی تھی۔ پھر نماز کا خیال کر کے مسجد چلے گئے۔
روبی نے بلال کے مسجد جانے کے بعد آج فرسٹ ٹائم دل میں سوچا وہ خوامخواہ پیار کی تلاش میں بھٹکتی رہی۔ بے عزت ہوتی رہی۔ پیار اس کو کہتے ہیں کہ وہ میرے کچھ کہے بنا ہی میرے دیوانے ہو چکے ہیں۔ وہ مجھے روز دیکھتے ہیں۔ یقیناً ایک دن اپنی محبت کا اظہار بھی خود ہی کریں گے۔ وہ مسرور مسرور سی اپنے روم میں آ کر گر گئی۔ ماں نے کیا وارننگ دی تھی۔ وہ سب بھول چکی تھی۔ گو کہ اس نے خود بھی اب کبھی نہ محبت کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر یہ سوچ کر وہ اس عہد کو بھی بھول گئی کہ میں نے تو اس کو اپنی جانب متوجہ نہیں کیا۔ وہ خود ہی میری جانب متوجہ ہوا ہے۔ مطلب وہ سب کچھ بھول گئی تھی۔
یاد رہا تھا تو صرف بلال۔ روبی کو یوں لگ رہا تھا۔ وہ منزل جس کے لیے وہ مدتوں ادھر ادھر بھٹکتی رہی تھی وہ خود چل کر اس کے سامنے آ گئی تھی۔ آخر خدا کو میری بے بسی پر ترس آ ہی گیا۔ آپی اور غزالہ کی طرح مجھے بھی میرا محبوب چاہنے والا مل ہی گیا۔ لیکن وہ مجھے مخاطب کیوں نہیں کرتے۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی۔ پھر بے ساختہ ہنس کر سوچا آج وہ مخاطب ہی تو کرنے لگے تھے کہ میں خود ہی ماں کے خوف سے بھاگ کر برآمدے میں چلی آئی۔ وہ کتنی دیر وہیں گم صم سے کھڑے برآمدے کی جانب دیکھتے رہے۔ محبت اسی کو تو کہتے ہیں۔ وہ یہی سب سوچتے سونے کے لیے لیٹ گئی۔
بلال کو اس گھر میں آئے ہوئے دو ہفتے ہو چکے تھے۔ لیکن ابھی تک فجر کے وقت دکھائی دینے والی دن میں نظر نہ آئی تھی۔ مگر واش بیسن کے سامنے اپنے مخصوص ٹائم پر اب بھی وہ موجود ہوتی تھی۔ بلال کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک دن بلال جلدی میں جو تیار ہو کر گھر سے نکلے تو اپنے اہم چند کاغذات گھر پر ہی بھول گئے۔ جلد ہی راستے میں انہیں خیال آ گیا تو وہ واپس گھر کاغذات لینے آئے تو وہاں ایک شاک بھی ان کا منتظر تھا۔ فجر کے وقت دکھائی دینے والی وہ پری صحن میں کچن کے سامنے کھڑی کھلے بالوں کو لپیٹ کر جوڑے کی شکل دے رہی تھی۔ بلال نے آج فرسٹ ٹائم اس کو دن کی روشنی میں دیکھا تھا۔ لیکن ابھی پوری طرح دیکھ بھی نہ پائے تھے کہ معاً اس کی نگاہ بلال پر پڑ گئی اور اگلے ہی لمحے وہ بھاگتی ہوئی روحی کے روم میں گھس کر غائب ہو گئی۔
روحی نے روبی کو بھاگتے دیکھا تو جلدی سے کچن سے نکل کر باہر آئی اور صحن میں بلال کو کھڑے دیکھا تو روبی کے بھاگنے کی وجہ سمجھ میں آ گئی۔
"بلال! تم چلے گئے تھے۔ واپس کیوں آئے۔ خیریت تو ہے نا۔ روحی نے پوچھا؟"
"روحی سسٹر! ابھی ابھی میں نے یہاں ایک لڑکی کو کھڑے دیکھا۔ وہ کون ہے۔" بلال نے روحی کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا کہ اب جب دن میں دیکھ ہی لیا تھا تو پوچھنے میں حرج ہی کیا تھا۔ مگر روحی کے جواب نے بلال کو چکرا کر رکھ دیا۔
"لڑکی اور یہاں۔ روحی نے حیران ہونے کی اداکاری کی۔ یہاں کوئی لڑکی نہیں تھی۔ تمہیں دھوکا ہوا ہے۔" حالانکہ وہ جانتی تھی وہ روبی کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ جو روحی کے بلانے پر ناشتہ کرنے باہر آئی تھی۔
"اچھا؟" بلال نے کہا اور دل میں حیرت سے سوچا کیا واقعی یہ سب میری نظروں کا دھوکا تھا...... ہاں دھوکا ہی ہوگا۔ سارا ٹائم اس کے خیالوں میں گم جو رہتا ہوں۔ تاہم وہ روحی سے مزید کچھ کہے بغیر ڈرائنگ روم میں چلا گیا اور کاغذات لے کر فوراً ہی چلا گیا مگر ہلکی پریشانی کا شکار ضرور ہو گیا تھا روحی کا جواب سن کر۔
دل میں یہ بھی سوچ لیا کہ صبح وہ اس لڑکی سے پوچھ کر رہیں گے کہ وہ کون ہے؟ اور اس ٹائم ہی کیوں یہاں کھڑی ہوتی ہے۔ مگر اس کا موقع ہی نا آیا۔
اسی شام وہ ذرا جلدی گھر آ گئے۔ وہ گھر میں ہمیشہ دستک دے کر داخل ہوتے تھے۔ دستک تو انہوں نے آج بھی دی تھی مگر افسوس روحی کی سماعتوں نے آج ان کی دستک نہ سنی۔ چونکہ غزالہ آئی ہوئی تھی اس لیے روحی پوری طرح غزالہ کے ساتھ باتوں میں مگن تھی۔ بلال اس کی سمت جانے کی بجائے سیدھے ڈرائنگ روم میں چلے آئے اور پھر حیران اور ششدر سے دروازے میں ہی رک کر اس کو دیکھنے لگے۔

ہاں وہ حور شمائل چاند بھی وہی تھا۔وہ بستر کی چادر چینج کر کے تکیے پر غلاف چڑھا رہی تھی۔قریب ہی قالین پر میلی چادر اور غلاف پڑا تھا۔بلال دروازہ میں کھڑے اس کو کام کرتے دیکھتے رہے۔عمر سولہ سترہ برس کے درمیان تھی۔رنگت بے حد گوری،سیاہ کھلے بال اگرچہ زیادہ لمبے نہیں تھے مگر خوبصورت لگ رہے تھے اور سوٹ نجانے کس کلر کا تھا۔میلا ہونے کی وجہ سے اس کے کلر اور پرنٹ کا پتہ ہی نہ چل رہا تھا۔وہ بلال کی آمد سے بے خبر بڑے انہماک سے مسکراتے ہوئے اپنا کام کر رہی تھی اور بلال وہیں کھڑے نہ صرف فرسٹ ٹائم اس کو جی بھر کر دیکھ رہے تھے بلکہ ساتھ ساتھ اس کا جائزہ بھی لے رہے تھے۔

اپنے کام سے فارغ ہو کر اور جھک کر قالین پر پڑی ہوئی چادر اور تکیے کا غلاف اٹھا کر جیسے ہی مڑی دروازہ میں کھڑے بلال کو دیکھ کر اس کا رنگ اڑ گیا۔روبی نے باہر جانے کے لیے قدم اٹھانا چاہا پھر دروازہ میں کھڑے بلال کو دیکھ کر رک گئی۔اب وہ کبھی بلال کو دیکھتی۔جو بریف کیس ٹانگوں کے قریب کھڑا کر کے خود دونوں ہاتھ سینے پر باندھے نجانے کب سے کھڑے روبی کو دیکھ رہے تھے۔اور کبھی دروازے کو۔کبھی بات کرنے کو منہ کھولتی مگر بات ہونٹوں سے باہر نہ آتی۔وہ خوفزدہ سی کھڑی پریشانی سے سوچ رہی تھی۔اگر ایسے میں امی آگئیں تو وہ بلال کے سامنے ہی بے عزت کرنا شروع کر دیں گی۔ان کو تو کسی آئے گئے کی بھی پروا نہیں ہوتی۔اب اگر انہوں نے بلال کے یعنی میرے محبوب کے سامنے ہی مارنا شروع کر دیا تو کیا عزت رہ جائے گی بلال کی نظروں میں میری؟ یہ سوچتے ہی سردی کے باوجود اس کی پیشانی پر پسینہ آ گیا۔بلال بغور اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہے تھے۔جب وہ کوشش کے باوجود بول نہ پائی تو اس نے خود ہی بڑے احترام سے پوچھا۔

"آپ کون ہیں اور آپ کا نام کیا ہے؟"

اور روبی بس بلال کو دیکھ کر رہ گئی۔بتاتی بھی تو کیا۔منہ پر تو ماں نے چپ کے تالے لگا دیئے تھے۔وہ چپ چاپ کھڑی ہونٹ کچلتی رہی۔حالانکہ دل چاہ رہا تھا کہہ دے میں وہ ہوں جس کی خاطر خدا نے تمہیں بھیجا ہے۔میں تمہاری محبت ہوں مگر افسوس کہ میں بول نہیں سکتی۔

"آپ یہاں۔میرا مطلب ہے کیا آپ اسی گھر میں رہتی ہیں؟"بلال نے پوچھا۔

اور روبی پھر صرف سر ہلا کر رہ گئی۔

"میرے روم کی روزانہ صفائی آپ کرتی ہیں۔"بلال نے روبی کو بلانے کی خاطر پوچھا۔

اور روبی نے ایک بار پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"کیا آپ کو بولنا منع ہے یا آپ گونگی ہیں۔"اب کے بلال نے مسکرا کر پوچھا۔

روبی نے دل میں سوچا یہ ستم ظریفی کی بات ہے۔جن لوگوں سے میں نے محبت کرنے کی کوشش کی۔جن لوگوں کی قربت کی میں تمنائی تھی۔انہوں نے میری قدر نہ کی۔مجھے دھتکار دیا اور اب اتنے برسوں بعد تم میری محبت بن کر آئے ہو۔مجھ سے پیار کرنا چاہتے ہو۔میرے قریب ہونا چاہتے ہو۔مجھ سے بات کرنا چاہتے ہو مگر افسوس میں بول نہیں سکتی اور تمہیں کچھ بتا بھی نہیں سکتی۔ہائے یہ کیسی مجبوری ہے۔شاید محبت...... ہاں سچی محبت کرنے والوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔مگر نہیں ہمیشہ ایسا نہیں ہو گا۔تم میرا ویٹ کرنا۔میرے محبوب! میں پہلے کی طرح جلد بازی سے کام لے کر تمہیں کھونا نہیں چاہتی۔کیونکہ...... کیونکہ تم میری آخری محبت ہو۔مگر میرے پیارے محبوب ابھی ویٹ کرو۔وہ کھڑی سوچتی جا رہی تھی۔وہ یہ بھول چکی تھی کہ دروازہ میں کھڑا بلال بغور اس کے چہرے کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا اور باہر سے روحی کسی ٹائم بھی اندر آ سکتی تھی۔

مگر باہر بیٹھی روحی تو غزالہ کے ساتھ باتوں میں کچھ ایسی مگن تھی کہ بلال کی آمد کا احساس تک نہ ہوا تھا کہ جب غزالہ آتی تھی تو ان کی اپنی باتیں ایسی شروع ہوتی تھیں کہ ختم ہونے میں ہی نہ آتی تھیں۔اس وقت بھی غزالہ اس کو اپنے کسی نئے افیئر کے بارے میں ہی بتا رہی تھی اور روحی پوری دلچسپی سے سن رہی تھی۔"یار آج کل ایک اور لڑکا میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔"

"کونسا لڑکا؟"روحی نے دلچسپی سے پوچھا۔

"یار منوری خالہ کے گھر کے اوپر والے پورشن میں نئے کرائے دار آئے ہیں۔تمہیں معلوم تو ہے منوری خالہ کا گھر ہمارے گھر کے ساتھ ہی ہے۔وہ لڑکا گہرے سانولے رنگ اور چھوٹے قد کا ہے۔جب سے آیا ہے تب سے میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔میں تو اس کو منہ نہیں لگانا چاہتی تھی۔لیکن اس نے ایک دن اس وقت مجھے پکڑ لیا۔جب رات کے ٹائم میں

چھت پر اکیلی تھی۔ وہ خالہ منوری کی چھت سے کود کر ہماری چھت پر آیا اور کہنے لگا میں آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ آپ مجھے اچھی لگتی ہیں۔ مگر آپ مجھ سے بات کرنا تو دور کی بات دیکھنا بھی پسند نہیں کرتیں۔ اس لیے نا کہ میں خوبصورت نہیں۔ بدصورت ہوں۔ اس کی بات سن کر مجھے ترس آ گیا۔ اب کہ میں نے اس کا دل توڑنا مناسب نہ سمجھا کہا مجھے بھی تم اچھے لگتے ہو۔ انسان کا دل خوبصورت ہونا چاہیے۔ باقی سب بیکار ہے۔"

غزالہ نے بات ختم کی تو روجی نے پوچھا۔

"اور وہ جو گھر کے سامنے رہتا ہے اس کو پتہ چل گیا تو......"

"ارے او وہ؟" غزالہ نے ہنس کر کہا۔ موصوف عشق میں پڑ کر پڑھائی بھول گئے تھے۔ مطلب پڑھائی میں کمزور ہو گئے تھے۔ والد صاحب کو غصہ آیا تو پچھلے ہفتے گھر سے ہوسٹل بھیج دیا اور یہ محض اتفاق ہے۔ اس کے جاتے ہی یہ آ گیا ہے۔ میں نے سوچا چلو اپنے جہیز کی چند چیزیں ہی اس کے دیئے ہوئے پیسوں میں سے خرید لوں گی کیونکہ وہ ہر ملاقات میں تھوڑا بہت کیش مجھے لازمی دے کر جاتا ہے۔"

غزالہ وضاحت کرنے کے بعد خاموش ہو گئی تو روجی جس کے پاس اپنے کسی نئے تو کیا پرانے آفیئر کا بھی کوئی قصہ نہیں تھا کیونکہ منگنی ہوتے ہی وہ جمشید سے قطع تعلق کر چکی تھی۔ اندر سے لا کر غزالہ کو چند جہیز کی آئٹمیں دکھاتی ہوئے بولی۔

"کیسی ہیں؟"

"بہت پیاری۔" غزالہ نے دل سے تعریف کی۔ پھر پوچھا۔

"شادی کا کب تک ارادہ ہے؟"

"ہم لوگوں کا تو شادی کرنے کا ابھی کوئی پروگرام نہیں تھا مگر میرے سسرال والے جلدی شادی پر زور دے رہے ہیں۔ میرے امی ابو کا خیال تو ابھی سال چھ ماہ بعد شادی کرنے کا تھا مگر عامر ہی نہیں مانے۔ مجبوراً ہمیں یہ ساری تیاری کرنی پڑی۔" روجی نے بتایا۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا کہ عامر نہیں مانے۔" غزالہ نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"جناب عالی! وہ میرا فیانسی ہے۔ مجھے پتہ نہیں چلے گا تو کیا کسی اور کو پتہ چلے گا۔" روجی نے اترا کر کہا۔

"ارے ارے! کہیں اس کو بھی تو لیٹر ویٹر لکھنے نہیں شروع کر دیئے۔" یار دیکھنا لو لیٹر محبوب کو لکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ فیانسی کو لکھنے کے لیے نہیں کیونکہ یہ فیانسی صاحب جو انگیجمنٹ کے بعد فیانسی کی ایک جھلک دیکھنے کو تڑپتے ہیں۔ فون پر بھی آواز سننے کو ترستے ہیں۔ شادی ہو جانے کے بعد یہی فیانسی صاحب جب ہسبنڈ بنتے ہیں تو ایسی ویسی بات ہونے کی صورت میں طنز بھی فرماتے ہیں۔"

"دیکھا ہے تمہیں بھی شادی سے پہلے ہی۔ مجھے لو لیٹر لکھا کرتی تھی۔" غزالہ نے روجی کو سمجھانے کیلئے لمبی چوڑی تفصیل بیان کی تو روجی نے ہنس کر غزالہ سے کہا۔

"تم مجھے کیا سمجھتی ہو۔ اب اتنی بھی سیدھی اور بھولی نہیں ہوں کہ ان ہی کو لو لیٹر لکھنے بیٹھ جاؤں۔ اگر یہ بات ہے تو پھر تمہیں کیسے پتہ چلا کہ عامر شادی پر زور دے رہے ہیں۔" غزالہ نے مشکوک نظروں سے روجی کو دیکھا۔

"یار! تم تو سی آئی اے والوں سے بھی زیادہ انکوائری کر رہی ہو۔ بے وقوف بدھو یہ بات تو ان کی بہنوں نے مطلب میری نندوں نے بتائی تھی۔ اس کے امی ابو تو ایک برس بعد شادی کے لیے مان گئے تھے مگر عامر بھائی نہیں مانے۔ اب سمجھ آئی۔" روجی بات ختم کر کے مسکرائی تو غزالہ نے کہا۔

"ہو سکتا ہے میری شادی بھی اسی برس ہو جائے۔ پرویز بتا رہا تھا کہ اس کے گھر والے بھی چند ماہ تک مستقل پاکستان آ رہے ہیں اور ان کے آتے ہی میں امی سے تمہارے بارے میں بات کروں گا۔ ویسے بڑی آپا جو لندن میں ہوتی ہیں ان کو میں تمہارے بارے میں بتا چکا ہوں اور انہوں نے تمہارے ساتھ شادی پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ کہا تھا۔ اگر امی نے انکار کیا تو میں ان کو خود ہی منا لوں گی۔"

"اچھا واقعی یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ تم سے کیا ہوا اپنا شادی والا وعدہ پورا کر رہا ہے۔ کیا تم اب بھی پرویز کو ملنے جاتی ہو اور باقی سلسلہ بھی چل رہا ہے۔" روجی نے رازداری سے

پوچھا۔

"یار اتم سے کیا چھپانا۔ بلاناغہ ملنے جاتی ہوں۔ باقی سلسلہ بھی جوں کا توں چل رہا ہے۔ سچی بات بتاؤں میں خود ہی پرویز کی عادی ہو چکی ہوں۔ گھر میں مہمان آنے کی وجہ سے میں چند روز نہ جا سکی کہ بڑی باجی فیصل آباد سے اپنے بچوں کے ساتھ آئی ہوئی تھی۔ یقین کرو ساری رات کروٹیں بدلتے گزرتی تھی۔" غزالہ نے بے باکی سے کہا۔

روحی جواباً کچھ کہہ بھی نہ پائی تھی کہ غزالہ کا چھوٹا بھائی اس کو بلانے آ گیا۔

"باجی! گھر میں گیسٹ آئے ہیں۔ امی آپ کو بلا رہی ہیں۔" بھائی کی بات سنتے ہی اٹھتے ہوئے بولی۔

"اچھا روحی میں اب جاتی ہوں اور سنو تمہیں بھی اب کبھی ہمارے گھر آنا نصیب ہو گا یا نہیں۔ جب سے انگیجمنٹ ہوئی ہے تب سے اپنے گھر یا سسرال کی ہو کر رہ گئی ہو۔" یہ سن کر روحی نے وضاحت کی۔

"سچی غزالہ آنے کو دل تو بہت چاہتا ہے مگر کام زیادہ کرنے والا ہے جبکہ ٹائم بہت کم ہے۔ یار اتم آ جایا کرو نا میرا ہاتھ بٹانے۔"

"ہاں یہ خوب رہی تم خود تو ملنے کے لیے بھی نا آؤ اور میں تمہارا ہاتھ بٹانے آ جایا کروں۔" غزالہ نے گھور کر روحی کو دیکھا۔

"محترمہ! جب تمہاری شادی ہو گی تو میں بھی آ جاؤں گی تمہارا ہاتھ بٹانے۔" روحی نے ہنس کر کہا۔ غزالہ مسکرا کر اسے چھیڑا۔

"تم آؤ گی میری شادی پر میرا ہاتھ بٹانے۔ تب تو ریں ریں کرنے والے تمہارے اردگرد چکر کاٹ رہے ہوں گے۔"

"چل ہٹ بدتمیز۔" روحی شرما گئی۔ حالانکہ شرم اس کے وجود کا حصہ تھی۔

شرمانے کی تو اس کو عادت ہی نہیں تھی۔ غزالہ تو بھائی کے ساتھ چلی گئی۔ روحی اس کی باتیں یاد کر کے مسکرانے لگی۔ اچانک وہ چونک پڑی۔ روبی کا خیال آیا جو بلال کے بستر کی چادر اور تکیے کا غلاف بدلنے گئی تھی اور ابھی تک وہیں تھی۔

روحی نے جلدی سے دیوار پر لگے وال کلاک کی جانب چہرہ پھیر کر دیکھا۔ بلال کے آنے کا ٹائم ہو رہا تھا۔ یہی دیکھ کر روبی کو آواز دی۔

• ☆☆☆ •

"کیا سوچتی جا رہی ہیں آپ؟" روبی کو مسلسل سوچ میں گم دیکھ کر بلال نے پوچھا۔ اور روبی چونک پڑی سامنے کھڑے بلال کو دیکھا تو گھبرا گئی۔ وہ جیسے وہاں بلال کی موجودگی سے بے خبر ہو چکی تھی۔ اب دل ہی دل میں خود کو سرزنش کرتے ہوئے سوچا میں ابھی تک یہاں کیوں کھڑی ہوں۔ مجھے تو بلال کو دیکھتے ہی یہاں سے چلے جانا چاہیے تھا۔ اگر ایسے میں امی یا آپی آ گئیں تو گویا قیامت ہی آ جائیں گی۔

روبی ابھی اتنا ہی سوچ پائی تھی کہ روحی کی آواز آئی اور روبی مارے خوف کے اچھل پڑی۔

"روبی کام مکمل ہو گیا ہے تو جلدی سے باہر آ جاؤ۔ بلال کے آنے کا ٹائم ہو رہا ہے۔" پھر یوں محسوس ہوا جیسے وہ خود ہی ڈرائنگ روم کی جانب آ رہی ہو۔

اب کیا ہو گا۔ روبی نے خوفزدہ ہو کر سوچا۔

● ☆☆☆ ●

"روبی تم نے سنا نہیں جلدی سے باہر آؤ۔ بلال کے آنے کا ٹائم ہو چکا ہے۔" روحی کی آواز پھر سنائی دی۔

"اچھا تو آپ کا نام روبی ہے۔ بہت پیارا نام ہے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی بلال کے منہ سے نکل گیا اور پھر روبی کو مزید تنگ کرنے کا پروگرام موخر کرتے وہ دور سے ہٹ گیا اور روبی ان کے قریب سے گزر کر تیزی سے باہر چلی گئی۔ اس کو یوں جاتا دیکھ کر بلال کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

یہ بات تو طے ہو گئی تھی کہ وہ اسی گھر میں رہتی تھی۔ نام کی مناسبت سے دیکھا جائے تو روحی، روبی، زوبی۔ یعنی وہ روحی کی سسٹر ہی کہی جا سکتی تھی۔ مگر مجھ سے پردہ آخر کیوں؟ یا تو روحی کو بھی پردہ کرواتے اور اگر روحی کو نہیں کروایا تو روبی کو کیوں پردے میں چھپایا۔ وہ روبی کو جاتا دیکھ کر سوچ رہے تھے۔

روبی دل ہی دل میں مسکرا رہی تھی کہ باہر کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی اور وہ مجھ سے اتنی ڈھیر ساری باتیں کر چکا ہے۔ بے وقوف، احمق لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ سچی محبت کرنے والے ہر حال میں مل جاتے ہیں۔ وہ روحی کی الماری سے نکال نکال کر جو رومانٹک ناول اور رسالے پڑھتی تھی ان کا بھی اس پر خوب اثر ہو رہا تھا۔ وہ باہر آ کر روحی کے قریب کھڑی ہو گئی تو روحی نے اس کو گھورتے ہوئے کہا

"تم نے سنا نہیں۔ میں نے کہا تھا بلال کے آنے کا ٹائم ہو گیا ہے۔ چلو اب جلدی سے اندر چلی جاؤ۔ یہ چادر اور غلاف مجھے پکڑاؤ میں رکھتی ہوں اس کو سٹور میں۔"

"اب جاؤ میری شکل کیا دیکھ رہی ہو۔" وہ غرائی۔

"جی اچھا آپی!" روبی نے کہا اور چادر غلاف روحی کو تھمایا۔

روبی باہر چلی گئی تو بلال سوچنے لگے روحی کی اس بات کا مطلب کیا ہے؟ مجھ سے بطور خاص پردہ کیوں کروایا جا رہا ہے۔ یہی سوچتے وہ فوراً خود ہی باہر چلے آئے۔ ظاہر ہے اگر پردہ تھا بھی تو اب اٹھ چکا۔ وہ باہر آئے تو روبی روحی کو چادر اور غلاف تھما رہی تھی۔ بلال کو دیکھ کر نا صرف روبی کی رنگت زرد ہو گئی بلکہ مارے غصے کے ماتھے پر بل بھی پڑ گئے تھے اور اس نے دانت پیستے ہوئے سوچا۔

"اگر یہ اس وقت اپنے روم سے باہر نہ آتے تو کونسی قیامت آ جاتی۔ کیا میری قسمت میں خدا نے بے رحم اور بے وقوف محبوب ہی لکھے ہیں۔ اب ان کے جانے کے بعد آپی مجھے ڈانٹیں گی کہ میں نے ان کو بتایا کیوں نہیں کہ اندر بلال آ چکا تھا۔ وہ اندر جانے کی بجائے وہیں کھڑی رہی کہ اب کہیں میرے بارے میں کچھ اور نہ کہہ دیں جبکہ بلال روبی کی ہر سوچ اور رویئے سے بے خبر روحی سے پوچھ رہے تھے۔

"روحی سسٹر! یہ کون ہے۔" حالانکہ نام سن کر اندازہ کر چکے تھے کہ وہ اس کی سسٹر ہے۔

"روحی کی رنگت تو اچانک بلال کو سامنے دیکھ کر ہی پیلی پڑ گئی تھی اور وہ روبی کی مکاری پر دل ہی دل میں کھول کر رہ گئی تھی کہ اس نے بتایا کیوں نہیں کہ بلال آ چکا ہے مگر یہ ٹائم روبی کو کچھ کہنے کی بجائے بلال کو جواب دینے کا تھا۔ بے جان سی پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔

"یہ......میری چھوٹی سسٹر روبی ہے۔"

"واقعی!" بلال نے اندر جاتی ہوئی روبی کو دیکھ کر کہا۔ یہ ایک رسمی جملہ تھا۔

"تمہیں یقین نہیں آیا نا۔" روحی نے نجانے کیوں یہ جملہ کہا۔

"نہیں خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ وہ اصل میں......میں نے فرسٹ ٹائم دیکھا ہے نا اس لیے پوچھا تھا۔" انہوں نے چالاکی سے کہا۔ وہ یہ بات چھپا گئے تھے کہ وہ پہلے دن سے ہی اس کو دیکھتے آ رہے ہیں اور یہ جاننے کے لیے بھی بے قرار کہ وہ کون ہے مگر انہوں نے یہ سب کہنے کی بجائے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیا یہ بولنا نہیں جانتی۔ بلال دل کی بات زبان پر لے آئے؟"

"جانتی ہے مگر بہت کم بولتی ہے۔" روحی نے پھر جلدی سے کہا۔

"اچھا؟" بلال کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر کہا۔ "اچھا جبھی میں نے اندر مخاطب کیا تو جواب نہیں دیا، خاموشی سے باہر چلی آئیں۔" بلال نے بتایا۔

"دراصل وہ کسی سے ملنا بات کرنا پسند نہیں کرتی۔ تنہائی پسند ہے۔" روحی نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے لمبی چوڑی تفصیل بیان کی اور بلال مزید کچھ کہنے کی بجائے اٹھا کر اپنے روم میں چلے گئے۔

رات کو شمشاد بیگم بہن کے گھر سے واپس گھر آئی تو ان کو کھانا دیتے ہوئے روحی نے بتایا۔

"امی! آج بلال نے روبی کو دیکھ لیا ہے۔"

"ہائے! کیسے دیکھا لیا بلال نے۔" شمشاد بیگم نے غصے سے پوچھا؟

"امی! روبی ان کے روم کی صفائی کرنے کے بعد بیڈ شیٹ اور تکیے کا کور بدلنے گئی تھی کہ وہ اچانک آ گئے۔ دراصل آج غزالہ آئی ہوئی تھی میں اس کے ساتھ باتوں میں لگی تھی۔ یوں

بلال کے آنے کا پتہ نہ چلا اور ویسے بھی بلال آج جلدی آ گیا تھا۔" روجی نے پوری بات بتادی۔

"تم اسی طرح باتوں میں لگی رہنا اور وہ کسی کے ساتھ بھاگ جائے گی۔" حمیدہ بیگم کے لہجے میں زہر گھلا ہوا تھا۔

ڈرائنگ روم کے دریچے میں کھڑے بلال نے یہ بات بے حد حیرت سے سنی تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان سب باتوں کا مقصد اور مطلب کیا ہے۔ وہ جتنا سوچتے گئے اتنا ہی الجھتے گئے۔ مگر بات ایسی تھی کہ وہ روجی سے پوچھ بھی نہیں سکتے تھے۔

تاہم اس واقعہ کے بعد یہ ضرور ہوا کہ روبی کا جوان سے پردہ کروایا جا رہا تھا وہ ختم کر دیا گیا کیونکہ اب روبی ان کو دن میں بھی نظر آنے لگی تھی۔ کبھی گھر کا کام کرتے ہوئے۔ کبھی برآمدے میں بیٹھی بک پڑھتے ہوئے اور کبھی یوں ہی چپ چاپ لان کی سبز گھاس پر ہاتھ گود میں رکھے بیٹھی وہ سوچوں میں گم نظر آتی۔ یہ محض اتفاق تھا کہ بلال نے ابھی تک اس کی آواز مطلب اس کو بولتے ہوئے نہیں سنا تھا۔ اس کے چہرہ پر ہمیشہ اداسی چھائی رہتی تھی اور آنکھوں میں نامعلوم خوف۔ بلال کو اس کا یہ روپ ڈسٹرب کرتا تھا۔ بلال کی سمجھ میں نہیں آتا تھا یہ سب کیا ہے۔ وہ اداس کیوں رہتی ہے۔ جبکہ باقی لوگ ہنسی خوشی باتوں میں لگے رہتے تھے۔ بلال کو چپ چپ پھرنے والی اس لڑکی سے ہمدردی ہو گئی تھی۔

"ہمدردی نہیں۔ محبت کہو محبت۔" ان کے اندر سے کوئی بولا تھا۔

"نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بلال نے بے ساختہ کہا۔"

"یہ ہو چکا ہے۔ تم دل ہار چکے۔ مان لو کہ تمہیں روبی سے محبت ہو چکی ہے۔" ان کے اندر ہی سے پھر کہا گیا۔

اب کہ بلال خاموش ہی رہے تھے کہ یکدم ہی بلال نے فیصلہ کیا تھا کہنے والے نے غلط نہیں کہا تھا۔

"ہاں! یہ بات سچ تھی ان کو روبی سے ہمدردی نہیں واقعی ہی محبت ہو چکی تھی۔ مگر یہ انہونی کب اور کیسے ہوئی خود ان کو پتہ نہ چل سکا۔" انہوں نے حیرت سے سوچا۔

"وہ تو شروع ہی سے دین کے قریب ہونے کی وجہ سے لڑکیوں سے دور ہو گئے تھے۔ مطلب دور دور ہی رہے تھے۔ ان کی والدہ کب سے شادی کیلئے ان کے پیچھے پڑی ہوئی تھیں مگر وہ کسی نہ کسی طرح ان کو بہلاتے آ رہے تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد جب اس کی والدہ کو معلوم ہوا وہ مزید تعلیم کے لیے امریکہ جانا چاہتا ہے تو انہوں نے بلال کو اپنے پاس بیٹھا کر بات کی بلکہ زور دے کر کہا تھا۔

"بلال اچھی طرح سن لو امریکہ جانے سے پہلے تمہیں لازمی شادی کرنا ہوگی۔"

وہ امی جان کی بات سن کر خاموش رہے نہ ہاں کی نہ ہی ناں۔ جب مرضی اپنی کرنی ہے تو پھر ابھی سے انکار کر کے ماں کا دل توڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ امریکہ سے واپسی پر شادی کرنے کا پروگرام رکھتے تھے۔ پھر وہ اپنا کورس کرنے لاہور چلے آئے اور یہاں آتے ہی پہلی صبح ہی روبی کو دیکھ کر وہ حیران ششدر سوچتے رہے۔ وہ لڑکی ہے، پری ہے یا حور۔

ایسے خیالات پہلی بار ان کے دل میں کسی لڑکی کے لیے آئے تھے اور انہوں نے اپنے خیالات پر خود کو سرزنش بھی کی تھی۔ تاہم اس کے باوجود ہر صبح جب وہ نماز کے لیے اپنے روم سے باہر آتے تو ان کی خواہش ہوتی وہ پری اپنی جگہ موجود ہو تو اللہ ان کی دعا سن لیتا۔ وہ پری ہر صبح اپنی مخصوص جگہ یعنی واش بیسن پر موجود ہوتی۔ ہاں اب پردہ ختم ہونے کے بعد صبح کے وقت بھی دکھائی نہ دی تھی۔

اور آج ان پر یہ بھید کھلا تھا کہ وہ اس پری چہرہ لڑکی کی محبت کے اسیر ہو چکے تھے۔ انہوں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔

"اچھا تو زندگی میں یہ بھی ہونا تھا بلال خان!" اور ایک خوبصورت پرسکون مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر بکھر گئی۔ انہوں نے فوراً ہی روبی کے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ بھی امریکہ جانے سے پہلے۔ اس بات کا ان کو مکمل یقین تھا کہ امی جان روبی کے ساتھ اس کی شادی پر اعتراض نہیں کریں گی بلکہ وہ تو خوش ہوں گی کہ شکر ہے بلال شادی کے لیے مان گیا۔ البتہ ماں کے ساتھ بات کرنے سے پہلے انہوں نے روبی کے ساتھ بات کرنے کا فیصلہ کیا تا کہ روبی سے پوچھ سکیں کہ اس کو ان کے ساتھ شادی پر کوئی اعتراض تو نہیں۔

رائے جاننے کے بعد ہی وہ ماں کے ساتھ بات کر سکیں گے۔ مگر بات کیسے کی جائے۔ سبھی لوگ تو گھر پر ہوتے ہیں۔ اچانک انہوں نے فیصلہ کر لیا وہ ابھی شادی کی بات کر کے روبی کو ڈسٹرب نہیں کریں گے بلکہ واپس جانے سے چند یوم پہلے بات کریں گے اور وہ مطمئن ہو گئے۔

☆☆☆

"چھٹی کے روز حسب معمول سبھی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔روحی کچن میں دوپہر کا کھانا تیار کر رہی تھی۔زوبی اپنا سکول سے ملا ہوا ہوم ورک مکمل کر رہی تھی قریب ہی شمشاد بیگم بیٹھی مٹر چھیل رہی تھیں۔سلمان ناشتے سے فارغ ہو کر دوستوں کے ساتھ کرکٹ کھیلنے چلا گیا تھا اور نصیر صاحب کسی دوست کے بیٹے کی شادی میں شرکت کے لیے صبح ہی صبح تیار ہو کر گھر سے چلے گئے تھے۔ان کو لاہور سے باہر کسی دوسرے شہر جانا تھا۔روبی البتہ بلال کو کہیں دکھائی نہ دی تھی۔جب سے بلال نے محسوس کیا تھا کہ ان کو روبی سے محبت ہو چکی ہے تب سے ان کی خواہش ہوتی تھی زیادہ نہیں تو کم از کم صبح گھر سے نکلنے سے پہلے اس کی ایک جھلک دیکھ لیں۔شام کو گھر میں داخل ہوتے ہی ان کو سب سے پہلے روبی دکھائی دے مگر ایسا کم ہی ہوتا تھا۔ناشتہ وہ اپنے روم میں کرتے تھے کیونکہ ناشتہ کرنے کے بھی کالج اپنے اپنے ٹائم تھے۔سب سے پہلے زوبی ناشتہ کرتی تھی کیونکہ تانگے والے نے آنا ہوتا تھا۔ پھر بلال کہ سب سے آخر میں گھر سے وہی نکلتا تھا اور اس کو ناشتے کی ٹرے بیٹے حمیدہ بیگم خود آتی تھیں۔

ہاں البتہ رات کا کھانا بلال سب گھر والوں کے ساتھ کھاتے تھے۔ رات کے کھانے پر بھی کسی کو کہیں آنے جانے کی جلدی نہیں ہوتی تھی۔سبھی گھر میں موجود ہوتے تھے۔سب مل کر سکون سے کھانا کھاتے۔کھانے کے بعد مزیدار قسم کی چائے پیتے،باتیں کرتے،پھر سونے کے لیے اپنے اپنے روم میں چلے جاتے۔مگر روبی رات کے کھانے میں بھی شامل نہ ہوتی۔یوں وہ اس کے دیدار سے محروم رہ جاتے۔

اس وقت وہ اپنا ہینڈ رومال دھونے واش بیسن پر آئے تھے۔ابھی رومال کو بھگویا ہی تھا کہ سامنے بیٹھی مٹر چھیلتی شمشاد بیگم کی نگاہ ان پر پڑ گئی اور انہوں نے خفا ہو کر بلال سے کہا۔

"آئے ہائے بیٹا! یہ کیا تم خود کپڑے دھو رہے ہو؟"

"کپڑے نہیں خالہ جی صرف رومال۔"بلال نے مسکرا کران کی بات کی تصحیح کی۔

"آئے ہائے بیٹا! رومال بھی تو کاہے کو دھوئے۔"پھر بلال کو جواب دینے کی مہلت دیئے بغیر روبی کو پکارا اور بلال کے ہاتھ جہاں تھے وہیں رک گئے۔ان کے دل کی مراد بر آئی تھی۔روبی کی ایک جھلک دیکھنے کا موقع رب نے پیدا کر دیا تھا۔

"ارے روبی! تو کہاں مر گئی ہے۔جلدی سے باہر آؤ۔جب دیکھو سارا دن پڑھنے میں لگی رہتی ہو۔"ان کی آواز سنتے ہی روبی جلدی سے روم سے باہر نکلی تو انہوں نے ہاتھ سے بلال کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

"جاؤ اور بھائی کا رومال دھو کر دے آؤ۔"

"خالہ جی! میں نے کہا نا میں خود ہی دھو لوں گا۔"اب کے انہوں نے صرف رسمی طور پر ہی کہا تھا۔پھر قریب آتی ہوئی روبی کو دیکھا۔ریڈ کلر کے پرنٹڈ سوٹ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی مگر بے حد اداس بھی۔وہ چپ چاپ ان کے قریب آئی اور منہ سے کچھ بھی کہے بغیر رومال ان کے ہاتھ سے پکڑ لیا تو بلال واپس ڈرائنگ روم میں چلے آئے۔اپنے سوٹ وغیرہ دھلائی کے لیے لانڈری پر دے آتے تھے۔روحی اور حمیدہ بیگم اس بات پر بھی خفا ہوتی تھیں مگر بلال مناسب خیال نہیں کرتے تھے کہ گھر والوں سے اپنے کپڑے دھلائیں۔

بلال بستر پر گاؤ تکیے کے سہارے نیم دراز کتاب کے مطالعہ میں محو تھے کہ روبی چپکے سے روم میں داخل ہوئی۔انہوں نے فوراً اس کی آمد کو محسوس کر لیا کہ ان کی سماعتیں تو کب سے ان خوبصورت قدموں کی آہٹ کی منتظر تھیں۔تاہم ظاہر یوں کیا جیسے اس کی آمد سے بے خبر ہوں۔کیونکہ وہ چاہتے تھے روبی ان کو مخاطب کرے کہ وہ اس کی خوبصورت آواز سن سکیں۔

روبی چند لمحے دروازے کے قریب اس انتظار میں کھڑی رہی کہ کب بلال کی نگاہ اس پر پڑے اور وہ ان کا رومال ان کے حوالے کر کے واپس جا سکے۔مگر بلال مطالعہ کرنے میں یوں محو تھے جیسے آس پاس کی کچھ خبر نہیں۔یہ اندازہ روبی نے اناڑی ہونے کی وجہ سے اپنے طور پر لگایا تھا۔اگر وہ ذرا سی بھی عقلمند ہوتی تو فوراً سمجھ جاتی کہ بلال جان بوجھ کر اس کو اگنور کر رہے تھے۔

باہر بیٹھی ماں اور روحی کا خیال نہ ہوتا تو وہ یونہی کھڑی بلال کو دیکھتی رہتی۔وہ مطالعہ کرتے ہوئے بہت اچھے لگ رہے تھے۔ماں کا خیال آتے ہی وہ خوف سے کانپ گئی۔پھر تیزی سے بلال کے قریب آئی۔جن کی اب بھی نظریں کتاب پر تھیں مگر سماعتیں روبی کی آواز سننے کی منتظر۔وہ منہ سے کچھ بھی کہے بغیر رومال ان کے قریب رکھ کر واپس جانے کیلئے تیزی سے مڑی اور قبل اس کے دروازہ کراس کر جاتی بلال نے اس کے ارادے سمجھ کر جلدی سے کتاب بند کرتے ہوئے اس کو پکارا۔

"سنو روبی!"

روبی کے قدم جہاں تھے وہیں رک گئے۔ سینے کے اندر دل پوری شدت سے دھڑ کا تھا مگر وہ مڑی نہیں تھی۔ ماں باہر موجود تھی۔ یہ دیکھ کر بلال نے کہا۔

"روبی یہاں آؤ میرے قریب۔" اور روبی ان کے قریب چلی آئی۔ مگر نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ بلال نے بغور اس کے خوبصورت سراپے کو دیکھا پھر مسکرا کر پوچھا۔

"آپ گونگی ہیں یا کسی سے بات کرنا پسند نہیں کرتیں۔"

روبی کا جی چاہا کہہ دے گونگی نہیں ہوں۔ بولنا بھی جانتی ہوں اور خوب باتیں کرنا بھی اور تم سے بہت پیاری باتیں کرنا تمہارے پاس بیٹھنا صرف میرے دل کی خواہش ہے بلکہ خوشی بھی۔ مگر باہر بیٹھی بے رحم ماں کا خیال کر کے وہ جواب دیئے بغیر تیزی سے مڑی اور باہر چلی گئی اور بلال کو پہلے سے بھی زیادہ بے تاب و بے قرار کر گئی۔ بلال کتاب پڑھنے کی بجائے کتنی دیر روبی کے بارے میں ہی سوچتے رہے۔

بلال کی بات سن کر اس کے چہرے پر پھیلی اداسی پہلے سے بھی زیادہ گہری ہو گئی تھی۔ اس نے بات کرنے کے لیے اپنے ہونٹوں کو جنبش دی۔ پھر نجانے کیا سوچ کر جلدی سے باہر چلی گئی۔

"کیا مسئلہ ہے ڈیئر! تمہارے ساتھ۔ مجھے بتادو۔ میں ساری اداسی، سارے دکھ سمیٹ لوں گا۔ پھر اتنی محبت دوں گا کہ تم سارا وقت مسکراتی رہو گی۔ مگر تم بولو تو سہی کچھ۔ کچھ کہو تو سہی۔" بلال اب پڑھنے کی بجائے کتاب بند کر کے مسلسل ایک بار پھر روبی کے بارے میں سوچتے جا رہے تھے۔

دوپہر کے کھانے پر چھٹی ہونے کی وجہ سے کافی دنوں بعد روحی نے اچھا خاصا اہتمام کیا تھا۔ شمشاد بیگم نے کہا تھا آگے پیچھے نہیں مگر چھٹی والے دن ایک آدھ ڈش زیادہ بنایا کرو۔ بلال نے اگر ہماری بچت کے خیال سے ون ڈش کا کہہ دیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ سارا مہینہ ون ڈش پارٹی ہی چلتی رہے۔ یہی وجہ تھی آج روحی نے آلو گوشت کے ساتھ پتلی پتلی چپاتیاں بنائی تھیں۔ اس کے علاوہ مٹر پلاؤ بنایا تھا۔ سادہ سلاد کے ساتھ آلو مٹر ڈال کر دہی کا رائتہ بھی بنایا تھا۔ سب سے اہم گاجر کا حلوہ بطور خاص دودھ کے علاوہ بادام پستہ اور کھویا ڈال کر بنایا تھا۔ پھر ابلے انڈے کاٹ کر گارنش کی تھی۔

کھانے پر نصیر صاحب کے علاوہ سبھی گھر والے موجود تھے۔ سلمان کرکٹ کھیل کر واپس آچکا تھا اور آج اتفاق سے پہلی مرتبہ روبی بھی کھانے پر موجود تھی۔ بلال نے ایک نظر اس کو دیکھا۔ پھر کھانے کی جانب متوجہ ہو گئے۔ وہ ایک ایک چیز چکھ رہے تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر گاجر کا حلوہ کھاتے ہوئے روحی کی تعریف ان الفاظ میں کی۔

"واقعی روحی بہن! آپ کوکنگ بہت اچھی کرتی ہیں۔ ہر چیز میں جان ڈال کر رکھ دیتی ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے۔"

روحی اپنی تعریف سن کر بے حد خوش ہوئی۔ اپنی تعریف سننا اس کو بہت اچھا لگتا تھا جبکہ روبی کھانے سے فارغ ہو کر خاموشی سے اٹھ کر اپنے روم میں چلی گئی تھی۔ اس نے کھانا بھی خاموشی سے منہ بنا کر ہی کھایا تھا۔ جیسے کسی مرگ پر بیٹھی کھا رہی ہو۔

اس کے جاتے ہی سلمان بھی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا۔

"وہ سونے جا رہا ہے کیونکہ کرکٹ کھیلنے کی وجہ سے بہت تھک چکا ہے۔" اس کی بات سن کر بلال نے دوبارہ اس کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے سب کے چہروں پر ایک نظر ڈالی، پھر آہستگی سے کہا۔

"خالہ جان! اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو ایک بات کہوں۔ آپ سب سے۔" بلال چونکہ اب سب گھر والوں سے کافی بے تکلف ہو چکے تھے اس لیے تبلیغ کرنے کا سوچا کہ تبلیغ کرنے کا کوئی بھی موقع وہ کبھی مس نہیں کرتے تھے۔ وہ ہر بھٹکے ہوئے انسان کو نیکی کی راہ دکھانا ضروری سمجھتے تھے۔ یہی تعلیم ان کو دی گئی تھی۔

"ارے بیٹا! برا کیوں منانا۔ تمہارا جو جی چاہے کہو۔" شمشاد بیگم اس سے ضرورت سے زیادہ ہی مہربان تھیں۔ ان کی بات سن کر بلال نے تھوڑا توقف کیا پھر کہنے لگے۔

"خالہ جان! خیر سے آپ سب لوگ ہی مسلمان ہیں۔ ایک ماہ سے زیادہ دن ہو چکے مجھے آپ کے یہاں آئے ہوئے۔ مگر میں نے اس عرصہ میں آپ گھر والوں میں سے کسی کو بھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ حالانکہ نماز دین کا ستون ہے۔ یہ ایک ایسا دینی فرض ہے جس کے بارے میں سب سے پہلے حشر میں آپ سے سوال کیا جائے گا۔ کسی ایک نمازی کی بھی معاف نہیں کی جائے گی جبکہ آپ کے گھر والوں میں سے کوئی ایک نماز بھی نہیں پڑھتا۔ کچھ اس کا بھی سوچا ہے۔" بلال کی بات سن کر سب گھر والے شرمندہ ہو گئے۔ پھر حمیدہ بیگم نے

کہا۔
"بس بیٹا! اب کیا کہوں رات ٹی وی دیکھتے ہوئے باتیں کرتے ہوئے ٹائم گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ دیر سے سونے کی وجہ سے صبح جلدی آنکھ ہی نہیں کھلتی اور بعد میں یہ سوچ کر کہ جب پہلی نہیں پڑھی یعنی فجر کی تو تو پھر باقی نمازیں بھی چھوڑ دیتے ہیں یا چھوٹ جاتی ہیں۔"
"مگر خالہ جی! ایسا ہونا نہیں چاہیے۔ آپ رات کو جلدی سونے کی عادت ڈالیں اور آج کل تو ویسے بھی جاڑوں کی لمبی راتیں ختم ہونے میں نہیں آتیں۔" بلال نے پھر سمجھایا۔ سب گھر والے اس کی باتوں سے متاثر نظر آرہے تھے۔
سلمان نے فوراً کہا۔ بلال بھائی صبح کی نماز میں آپ کے ساتھ ہی باجماعت ادا کروں گا اور پوری کوشش کروں گا باقی کی بھی کوئی نماز نہ ہو۔ ابھی جمعہ پڑھنے بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔" پھر وہ فوراً وضو کرنے اٹھ گیا تو حمیدہ بیگم نے کہا۔
"بلال بیٹا! آج سے انشاء اللہ میں بھی ساری نمازیں شروع کروں گی۔ اب تمہیں مجھ سے اس سلسلے میں شکایت نہیں ہوگی۔" انہوں نے اپنی بات ختم کی تو بلال نے ایک نظر روحی اور زوبی کو دیکھا۔ پھر سنجیدگی سے پوچھا۔
"ہاں بھئی! تم لوگوں کے نمازیں پڑھنے کے بارے میں کیا ارادے ہیں؟"
"بھائی جان! میں بھی آج ہی سے ساری نمازیں شروع کردوں گی۔" زوبی نے ایک عزم سے کہا تو انہوں نے روحی کو دیکھا اور روحی نے سوچتے ہوئے کہا۔
"ارے بھئی! میں تو اب کل سے ہی ساری نمازیں پڑھنا شروع کروں گی۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے صبح کی پڑھی نہیں اور اب باقی کی پڑھنے بیٹھ جاؤں۔"
"کل کے انتظار میں تم آج کی چار قیمتی نمازیں قضا کردوگی۔ بہت بری بات روحی بہن! چار نمازیں قضا کرنے سے بہتر ہے کہ تم آج والی فجر کی قضا پڑھ لو۔" بلال کہاں چھوڑنے والا تھا۔
"اچھا بھئی! سوچوں گی۔" اب کہ روحی نے کچھ بیزاری سے کہا اور دستر خوان سے اٹھ گئی۔ بلال بھی نماز جمعہ کے لیے مسجد چلے گئے۔ سلمان بھی ان کے ساتھ ہی گیا تھا جبکہ نصیر صاحب اپنے دوست کے بیٹے کی شادی سے ابھی تک واپس ہی نہیں آئے تھے۔ سلمان اور بلال کے جاتے ہی حمیدہ بیگم اور زوبی بھی وضو کرنے لگیں اور روحی نماز پڑھنے کی بجائے آرام سے جا کر اپنے بستر پر لیٹ گئی کہ صبح سب کو ناشتہ کروانے کے بعد دوپہر کے کھانے کی تیاری میں لگ گئی تھی اور اب شدید تھکن ہو رہی تھی۔ خود تو وہ آرام کرنے لیٹ گئی تھی مگر روبی کو بے آرام کر کے اس نے آنکھیں بند کرنے سے پہلے کہا۔
"اٹھو روبی! صبح کا بہت آرام کر چکی، اب باہر جا کر نا صرف دستر خوان سمیٹو بلکہ برتن دھو کر کچن بھی صاف کر دینا۔" روبی خاموشی سے اٹھ کر باہر آگئی۔ وہ سو نہیں رہی تھی بلکہ اور سب گھر والوں کی باتیں سن رہی تھی۔
بلال کی باتوں کا گھر والوں پر خوب گہرا اثر ہوا تھا۔ سب گھر والوں نے پانچ وقت کی نمازیں پڑھنی شروع کردی تھیں۔ خاص کر شمشاد اور زوبی تو ایک نماز بھی قضا نہیں کرتی تھیں اور سلمان صبح کی نماز باجماعت بلال کے ساتھ ادا کرتا۔ کالج سے واپس آنے پر جتنی بھی نمازیں مل جاتیں پڑھ لیتا اور نصیر صاحب تو صبح کے گئے آتے ہی رات کو تھے۔ تاہم جب حمیدہ بیگم نے بلال کی باتیں انہیں بتائیں تو اس کے بعد وہ فجر کی نماز ضرور پڑھنے لگے تھے۔ مگر جماعت کے ساتھ نہیں گھر پر کہ جماعت کے ساتھ شامل ہونے کے لیے جلدی اٹھنا ضروری تھا۔
اب باقی رہی روحی تو اس نے نمازیں پڑھنی کم اور دکھانی زیادہ شروع کردی تھیں۔ خاص کر جب اس کے سسرال سے کوئی آجاتا تو مجال ہے روحی کوئی ایک نماز بھی قضا کردے۔ اس کو نمازیں پڑھتے دیکھ کر روحی کی ساس مارے خوشی کے پھولے نہ سماتی۔ روحی کی بلائیں لیتی اور فخر سے کہتیں۔
"ارے اتنی سی چھوٹی عمر میں میری بہو کتنی پرہیز گار ہے۔ میرے گھر تو رحمت کی بارش ہوا کرے گی۔" شمشاد بیگم بیٹی کی تعریف سن کر بے حد خوش ہوتی اور ایسے میں یہ کہنا ضروری سمجھتی ہیں۔
"بہن میں نے تو خود ساری عمر کوئی نماز قضا نہیں کی اور یہی عادت اپنے سارے بچوں کو سکھائی ہے۔" اور روحی مکاری سے مسکرا کر ماں کی ہاں میں ہاں ملانے لگ جاتی۔
اور خود روبی نمازیں تو کیا ساتھ ساتھ قرآن بھی پڑھنے لگی تھی بلکہ نمازوں سے زیادہ ٹائم قرآن کی تلاوت میں صرف کرنے لگی تھی۔ جس کی روحی کو سخت تکلیف تھی۔ اس نے تو اپنی

منگنی کے بعد روبی سے کہہ دیا تھا کہ جب میرے سسرال والے آئیں تو ان سے زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں۔ سلام کر کے اپنے کمرے میں چلی جایا کرو۔
اور تو اور منگنی پر بھی جب سب لوگ ادھر رسم کرنے گئے تھے تو روحی کے کہنے پر ساتھ لے کر نہیں گئے تھے۔
اب روحی بے شک روبی کو نمازوں کے ساتھ قرآن پڑھتے دیکھ کر جلتی تھی مگر شمشاد بیگم روبی کو نمازیں اور قرآن پڑھتے دیکھ کر بہت خوش ہوتی تھی کہ وہ پھر سے نیک اور معصوم بچی بن گئی تھی جبکہ بلال کے آنے پر وہ روبی کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان رہتی تھی کہ کہیں وہ بلال کے ساتھ بھی کوئی غلط حرکت نہ کر دے لیکن اب یہ پریشانی ختم ہو چکی تھی۔
اب ان کو کیا خبر آنے والا خود ہی روبی پر مرمٹا تھا اور یہ کہ اللہ سے زیادہ روبی اپنے محبوب کو خوش کرنے کیلئے یہ سب کچھ کرتی تھی۔ وہ ہر حال میں بلال کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی۔
متوجہ تو وہ اس کی طرف ہوا ہی تھا۔ آج جس طرح بلال نے اس کے ساتھ باتیں کی تھیں اور جس طرح محبت سے روبی کو دیکھتے رہے تھے وہ یہ بتانے کو کافی تھا کہ بلال بھی اس سے متاثر ہو چکے تھے۔ وہ ان کو اپنی محبت میں دیوانہ کرنا چاہتی تھی۔

* ☆☆☆ *

دسمبر کی یخ بستہ رات دھیرے دھیرے صبح کی جانب محو سفر تھی۔ مگر اتنی رات ہونے کے باوجود نیند روبی کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اندر کمرے میں اور باہر فضا میں ہر طرف گہری تاریکی اور ایک سکوت طاری تھا۔ البتہ کبھی کبھار کسی کتے کے بھونکنے سے فضا میں چند پل کے لیے ایک شور سا پیدا ہوتا۔ پھر گہری خاموشی چھا جاتی یا پھر پہرے پر موجود چوکیدار کی سیٹی کی آواز سنائی دیتی۔ اس کے بعد پھر وہی لامتناہی خاموشی ہوتی۔
روحی کب کی سو چکی تھی مگر روبی چھت کو گھورتے ہوئے مسلسل سوچے جا رہی تھی۔ پہلے اس نے جتنے لوگوں سے محبت کی تھی وہ سب کے سب بے قدرے نکلے تھے۔ ان سب نے اس کی محبت کے جواب میں نفرت کا اظہار ہی کیا تھا بلکہ الٹا گھر والوں سے شکایت بھی کی تھی۔ جس کی وجہ سے اس کی اچھی خاصی پٹائی بھی ہوئی تھی۔ اس کا گھر سے باہر جانا بند کر دیا گیا تھا۔ مگر بلال ان سے مختلف تھا۔ ابھی میں نے محبت کا اظہار بھی نہیں کیا اور وہ میری اتنی عزت کرتے ہیں۔ اتنے احترام سے مجھے دیکھتے ہیں۔ اگر ان کو پتہ چل جائے کہ میں ان سے شدید محبت کرتی ہوں تو مارے خوشی کے ان کا کیا حال ہوگا شاید وہ میرا اور بھی زیادہ احترام کرنے لگیں۔

یا
بلال کو دوسرے لوگوں پر اس لیے بھی فوقیت حاصل تھی کہ پہلے والوں کے پیچھے وہ خود تھی۔ پہلے والوں کو اس نے سا نگ گا کر یا خط لکھ کر خود اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی جبکہ بلال خود ہی اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ یوں بھی دوسرے لوگ گھر سے باہر تھے۔ جبکہ بلال ان کے اپنے گھر میں مقیم تھے اور اس کے بہت قریب رہتے تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ وہ سارا دن گھر کے کام کاج کرتے ہوئے بھی ان کے بارے میں سوچتی رہتی اور کوشش کر کے صبح اور شام میں ان کی ایک جھلک ضرور دیکھ لیا کرتی تھی۔ اس کی سماعتیں شام ہوتے ہی اس کے قدموں کی منتظر رہتیں اور جب اس کو دیکھتی تو چہرہ مارے خوشی کے کھل اٹھتا جیسے دو جہانوں کی دولت مل گئی ہو۔ لب آپ ہی آپ مسکرانے لگتے۔ آنکھیں آنے والے دنوں کے سپنے دیکھنے لگتیں۔ ساری رات اس کا خیال سونے نہ دیتا اور اگر سو جاتی تو خواب میں بھی بلال ہی دکھائی دیتا۔ نہ صرف دکھائی دیتا بلکہ محبت سے اس کے کانوں میں سرگوشیاں کرتے ہوئے کھل کر اپنی محبت کا روبی کو یقین دلاتے ہوئے اس کا نرم ہاتھ اپنی بھاری ہاتھ میں لے کر اپنے پیار کی شدتیں اس کے اندر منتقل کرتا۔
یہ الگ بات ہے کہ جب آنکھ کھلتی تو وہ اپنی چارپائی پر تنہا ہوتی اور سامنے آپی سو رہی ہوتی۔ ایسے میں بھی تو وہ رونے لگتی اور کبھی سوچتی۔ لوگ ٹھیک کہتے ہیں در حقیقت ہماری ناکام خواہشات ہی خوابوں کا روپ دھار کر ہمیں نظر آتی ہیں۔ ناکام خواہشیں خواب میں پوری ہو کر آتی تھیں۔ وہ چاہتی تھی بلال کھل کر اس کے سامنے اپنی محبت کا اظہار کریں اور وہ ہر رات یہی خواب دیکھتی کہ بلال اس کے سامنے کھل کر اپنی محبت کا اظہار کر رہے ہیں اور یہ ایسی خواہش تھی جو حقیقت میں ابھی تک پوری نہ ہو سکی تھی۔ حالانکہ بلال کو اپنی جانب متوجہ کرنے کیلئے کیا کیا جتن نہیں کر رہی تھی۔ وہ جان بوجھ کر بلال کے سامنے اداس اور چپ چپ رہنے لگی تھی۔ اگرچہ گھر میں بھی امی، ابو، بہن بھائی اس سے کم ہی بات کرتے تھے، تاہم اب وہ خود بھی کسی کے ساتھ زیادہ بات چیت پسند نہیں کرتی تھی۔ پہلے وہ چاہتی تھی زوبی اس کے ساتھ کھیلے بولے مگر جب سے بلال آیا تھا تب سے اس کی سوچ کا محور بلال ہی بن گیا تھا۔
روبی نے سوچ لیا تھا۔ وہ ہر حال میں بلال کو حاصل کر کے رہے گی۔ خواہ اس کے لیے اس کی اپنی جان کیوں نہ چلی جائے۔ وہ اکثر سوچتی۔ اپنی بزدلی کی وجہ سے اس نے جاوید، آصف، توصیف کو تو کھو دیا ہے مگر بلال کو ہرگز نہ کھونے دوں گی۔ اگر وہ چپ ہی رہے تو میں خود ہی ان کو صاف صاف بتا دوں گی کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں اور شادی کرنا چاہتی

ہوں۔ آپ میرے ہیں صرف اور صرف میرے۔ میں تو کئی صدیوں سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ اگر آپ آئے ہیں تو مجھے چھوڑ کر مت جائیں ورنہ میں مر جاؤں گی۔ اور اب کہ اگر امی نے مجھے مارنے کی کوشش کی تو میں ان کے ہاتھ پکڑ کر صاف صاف کہہ دوں گی مجھے مارنے کی بجائے سیدھی طرح میری شادی بلال کے ساتھ کر دیں۔ ورنہ میں یہ گھر چھوڑ کر بھاگ جاؤں گی۔ مگر پہلے بلال سے بات کرنا ضروری تھا۔ مگر اپنی ہزار کوشش کے باوجود وہ ابھی تک بلال سے بات نہ کر سکی تھی۔ اس دن دوپہر کے کھانے پر جب بلال نماز کی باتیں کر رہے تھے۔ روبی نے بلال کی تمام باتیں توجہ سے سنی تھیں اور دل میں پکا ارادہ کر لیا تھا کہ اب وہ بھی باقاعدگی سے نماز ادا کرے گی۔

روبی نے سوچا جب وہ خود نماز پڑھتے ہیں تو مجھے بھی ابھی سے نماز کی عادت ڈالنی چاہیے تا کہ شادی کے بعد انہیں مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو اور ویسے بھی میں نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کیا کروں گی کہ وہ میری شادی بلال سے کروا دیں۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ اس نے دل میں پختہ عزم کیا اور آنکھیں بند کر لیں سونے کے لیے۔ کیونکہ یہ سب سوچتے ہی اس کو گہرا سکون ملا تھا اور جلد ہی وہ سو بھی گئی۔

روبی پانچ وقت کی نمازیں شروع کر چکی تھی۔ اب یہ اور بات تھی کہ بلال ابھی تک اس کو نمازیں پڑھتے ہوئے نہ دیکھ پائے تھے۔ حالانکہ روبی ان کو دکھانے کے لیے ساری نمازیں برآمدے میں پڑھتی تھی۔ خاص کر چھٹی والے روز...... مگر یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ چھٹی والے روز بلال گھر میں موجود ہونے کے باوجود اپنے روم میں بیٹھے کسی کتاب کے مطالعے میں غرق ہوتے اور باہر آتے بھی تو کھانا کھاتے اور کھانے کے وقت روبی نماز نہیں پڑھ سکتی تھی۔ اب تو اس کو خود پر بھی غصہ آنے لگا تھا کہ نہ وہ نماز پڑھتے اسے دیکھ سکتے تھے۔ نہ روبی ابھی تک ان سے بات کر سکی تھی۔ جبکہ وقت تھا کہ تیزی سے گزرتا جا رہا تھا۔ مگر امی آپی اس کی نگرانی چھوڑتیں تو وہ کچھ کرتی۔

اس دن روحی کے سسرالی آئے ہوئے تھے۔ دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر وہ سب باہر لاؤنج میں ہی بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔ روحی اور ماں ان کے قریب بیٹھی تھیں جبکہ روبی کچن میں سنک کے سامنے کھڑی برتن دھو رہی تھی۔ زوبی کھانے کے بعد ٹیوشن پر جا چکی تھی۔ ایسے میں اچانک بلال چلے آئے۔ حالانکہ یہ ان کے آنے کا ٹائم نہیں تھا۔ اب جو انہوں نے سامنے لاؤنج میں روحی کے سسرال فیملی کو دیکھا تو سلام کرنے سیدھے لاؤنج میں چلے آئے۔ اس سے پہلے جب وہ لوگ آئے تھے تو شمشاد بیگم نے مارے محبت اور مروت کے بطور خاص ان کے روم سے بلا کر ان کا تعارف روحی کے سسرال سے کروایا تھا۔ بلال نے قریب آ کر کھڑے کھڑے سب کو سلام کرنے کے بعد ان کا حال احوال دریافت کیا۔ پھر روحی سے ایک مگ چائے کا کہہ کر جانے لگے تو حمیدہ بیگم نے محبت سے پوچھا۔

"بلال آج تم جلدی کیسے آ گئے اور اب آئے ہو تو بیٹھو یہاں ہمارے پاس؟"

"آئی ایم سوری خالہ جی! بیٹھ نہیں سکوں گا۔ طبیعت ٹھیک نہیں، سر میں شدید درد ہے۔ ابھی آرام کرنا چاہتا ہوں۔ چائے ذرا جلدی بنا دیں۔" بلال نے کہا اور چلے گئے۔ روحی نے خود اٹھنے کی بجائے وہیں بیٹھے بیٹھے روبی کو آواز دے کر کہا۔

"روبی! بلال کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ ایک مگ اچھی سی چائے بنا کر ان کو دے آؤ۔" اور خود پھر سے باتوں میں محو ہو گئی۔ جب اس کے سسرالی آتے تھے تو وہ ایک منٹ کے لیے بھی ان کو تنہا نہیں چھوڑتی تھی۔ وہ تو کھانا بھی ان کے آنے سے پہلے ہی بنا کر رکھ لیتی تھی۔ وہ سب آنے سے پہلے ہی فون کر کے بتا دیتے تھے کہ کل آئیں گے۔

روبی کے لیے یہ بہت خوشی کی بات تھی کہ روحی نے خود اٹھنے کی بجائے بلال کا یہ کام اس کے سپرد کیا تھا۔ اس نے برتن وہیں چھوڑ کر ہاتھ دھو کر بڑی محبت سے خوشی خوشی بلال کے لیے چائے بنائی پھر مگ میں ڈالنے کے بعد بڑے قرینے سے مگ چھوٹی ٹرے میں رکھ کر جلدی سے ٹرے اٹھا کر بلال کے روم میں چلی آئی۔ کہیں اب امی یا روحی نا اٹھ جائیں۔ چائے دینے کے لیے وہ روم میں آئی تو بلال گاؤ تکیے کے سہارے اپنے بستر میں نیم دراز تھے اور آنکھیں بند تھیں۔

روبی نہیں جانتی تھی کہ یہ آنکھیں تو بلال نے روبی کے قدموں کی آہٹ سن کر بند کی تھیں۔ انہوں نے سن لیا تھا جب روحی نے روبی کو کہا تھا کہ بلال کو ایک مگ چائے بنا کر دے آؤ۔ وہ تب سے اس کی آمد کے منتظر تھے۔ آج وہ ہر حال میں روبی کی آواز سننا چاہتے تھے بلکہ آج تو وہ اس سے ڈھیروں باتیں کرنا چاہتے تھے۔ جبکہ روبی گم صم ان کے سرہانے کھڑی سوچ رہی تھی اب کرے تو کیا کرے۔ آج اس کے ہاتھ میں رومال نہیں تھا، جس کو بستر پر پھینک کر وہ چلی جاتی۔ کئی دنوں سے وہ محسوس کر رہی تھی بلال اس کے ساتھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ خود پہل کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے بلال کو مخاطب کرنے کی بجائے ذرا سا کھانسی اور اس کے ارادے سمجھتے ہوئے بلال نے فوراً آنکھیں کھول کر پھر بے تاب دل کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو بولنا نہیں آتا یا میرے ضبط کا امتحان لے رہی ہو۔ ترس گیا ہوں میں آپ کی خوبصورت آواز سننے کو۔ آپ سے باتیں کرنے کو۔ پلیز! مجھ پر رحم کریں۔" بلال کی بات سن کر روبی کا دل مارے خوشی کے جھوم اٹھا۔ وہ بھی تو چاہتی تھی۔ بلال اس کے ساتھ بہت ساری باتیں کریں مگر اس وقت گھر کے اندر نہ صرف ماں موجود تھی بلکہ مہمان بھی آئے ہوئے تھے۔ یہی سوچ کر اس نے چائے کا مگ بلال کو تھماتے ہوئے فقط اتنا کہا۔

"بولنا بھی آتا ہے مجھے اور خوب باتیں کرنا بھی۔ مگر......"

بات ادھوری چھوڑ کر روبی تو باہر چلی گئی اور بلال کو مزید بے قرار کر گئی۔

چائے کے ہلکے ہلکے سپ لیتے وہ اس کی بات پر غور کرتے رہے کہ اس کا مطلب کیا تھا؟ کیا روبی کو بطور خاص ان سے بات چیت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر یہی بات ہے تو کیوں؟ آخر روحی اور زوبی بھی ان سے بات چیت کرتی ہیں مگر بہت سوچنے کے بعد کچھ سمجھ میں نہ آیا تو چائے پی کر وہ آرام کرنے لیٹ گئے۔

کئی دنوں سے بلال دیکھ رہے تھے جب بھی اتفاق سے ان کی نگاہ روبی پر پڑتی تو وہ بڑی ادا سے مسکرا دیتی۔

بلال نے سوچا لگتا ہے میرے کہے بغیر ہی روبی میری بات سمجھ چکی ہے۔ میری محبت کے بارے میں جان گئی ہے۔ یہ سوچتے ہی ان کو گہرا سکون ملا تھا مگر پھر نجانے کیا ہوا وہ روبی کے اس رویے سے گھبرائے کہ اگر کسی نے روبی کو مسکرا کر ان کی جانب دیکھتے پالیا تو روبی کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی رسوائی کی زد میں آجائیں گے۔ وہ اس بے وقوف لڑکی کو سمجھانا چاہتے تھے کہ وہ ایسا نہ کرے مگر وہ اکیلی ان کو مل ہی نہیں رہی تھی۔

صبح جب وہ گھر سے نکلتے تب روحی اور شمشاد خالہ گھر میں موجود ہوتی اور جب شام کو گھر آتے تو بھی لوگ گھر میں موجود ہوتے۔ پھر روبی سے بات کیسے کرتے اور روبی تھی کہ اگر وہ روحی سے بات کر رہے ہوتے اور پیچھے روبی ہوتی تو وہ ان کو دیکھتے ہی مسکرانے لگتی۔

بلال کو اس گھر میں آئے ہوئے ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ہو چکا تھا اور وہ اس گھر میں گھر کا ایک فرد بن کر رہ رہے تھے۔ زوبی اکثر پڑھائی میں ان سے مدد لیتی تھی۔ سلمان بھی ان کے ساتھ خوب گپ شپ لگاتا تھا۔ باقی سب لوگ بھی ان کے ساتھ ٹھیک ٹھاک تھے مگر سب سے زیادہ بے تکلفی ان کی روحی کے ساتھ تھی۔ اس کی شادی نزدیک تھی اور پھر گھر میں آنے جانے والے بھی لوگوں کو وہی ڈیل کرتی تھی۔ اس کے باوجود وہ صرف بلال کے ساتھ بات چیت لازمی کرتی بلکہ اس نے بتایا تھا کہ محض اس کی وجہ سے وہ کھانا خود بناتی تھی۔

روبی تو پہلے دن سے ہی ان کو ڈسٹرب کرتی چلی آرہی تھی۔ پھر انہوں نے محسوس کیا تھا کہ وہ روبی سے محبت کرنے لگے ہیں۔ یہ محسوس کرنے کے باوجود انہوں نے روبی کے ساتھ اظہار محبت نہیں کیا تھا۔ انہوں نے سوچا تھا جانے سے پہلے روبی سے بات کر کے اس کی رائے جاننے کی کوشش کریں گے۔ مگر وہ ان کے کہنے سے پہلے ہی سب کچھ سمجھ گئی تھی۔ یہ اچھی بات تھی مگر ان کو دیکھتے ہی مسکرانا اچھی بات نہ تھی۔ وہ اس کو سمجھانا چاہتے تھے مگر وہ ملتی تو تب نا۔

☆☆☆

روحی تقریباً صبح ہی سے مہمانوں کی خاطر مدارات میں لگی ہوئی تھی کیونکہ اس کی پھوپھو، تایا، چچا آئے ہوئے تھے۔ ساتھ ان کے بچے بھی تھے۔ جن کے لیے روحی کھانے پر ان کے لیے خاص اہتمام کر رہی تھی۔ ناشتہ بھی ان لوگوں نے یہاں آکر کیا تھا۔ نان بونگ کے ساتھ۔ بونگ روحی نے رات سونے سے پہلے دھیمی آنچ پر پکنے کیلئے رکھی تھی اور اب وہ دوپہر کا کھانا بنا رہی تھی۔ اس کے ساتھ روبی بھی مصروف تھی۔ روبی نے پہلے چاول بھگو کر رکھے پھر گوشت وغیرہ دھو کر روحی کو دیا تھا۔ اب وہ کبابوں کے لیے قیمہ پیس رہی تھی جبکہ زوبی روحی کو چیزیں پکڑانے کیلئے اس کے قریب کھڑی تھی۔ قیمہ پیسنے کے بعد روبی کسی کام سے کچن سے باہر آئی تو بلال پر نگاہ پڑ گئی۔ وہ آج پھر بیسن پر کھڑے اپنا رومال خود دھو رہے تھے۔ روبی سیدھی ان کی طرف آئی اور تیزی سے پوچھا۔

"ارے! یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟"

"تم دیکھ تو رہی ہو اپنا رومال دھو رہا ہوں۔" بلال نے بظاہر سنجیدگی سے کہا اور بات ہے کہ اس وقت اچانک اس کا اپنے اتنے قریب دیکھ کر دل ہی دل میں بے حد مسرور ہوئے تھے۔

"آپ کو یاد نہیں امی نے آپ کو ایسا کرنے سے منع کیا تھا۔" روبی نے خفا ہو کر ان کو دیکھا۔ "ادھر لائیں میں دھو دیتی ہوں۔" کہتے ہوئے اس نے بلال کے جواب کا انتظار کیے بغیر

نا صرف رومال ان کے ہاتھ سے لے لیا بلکہ پوچھا۔
"کیا آپ کے پاس صرف یہی ایک رومال ہے؟"
"یہاں یہی ایک رومال ہے۔ جب ایک چیز سے کام چل رہا ہو تو پھر خوامخواہ فضول میں دوسری پر پیسے ضائع کرنے کا کیا فائدہ۔" بلال نے دانستہ جواب مختصر دیا۔
"پھر تو بہت کنجوس ہیں آپ۔" روبی نے جھٹ سے کہہ دیا۔
"خیر کنجوس تو نہیں ہوں مگر فضول خرچی کو مناسب نہیں سمجھتا۔" بلال نے لہجے میں سنجیدگی برقرار رکھی۔ حالانکہ سبھی مہمان شمشاد خالہ کے روم میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔ جبھی تو روبی شوخ ہو رہی تھی۔
"آپ کچھ بھی کہیں مگر میں تو اس کو کنجوسی ہی سمجھتی ہوں۔" روبی بات ختم کر کے مسکرا کر ان کو دیکھنے لگی تو بلال نے سرگوشی میں کہا۔
"روبی! اتنا زیادہ مسکرانا اچھی بات نہیں۔"
"تو کیا رونا اچھی بات ہے۔" اب کے روبی نے مسکرانے کی بجائے ہنس کر کہا تو بلال گھبرا کر ڈرائنگ روم میں چلے آئے کہ مبادا کوئی دیکھ نہ لے۔ تھوڑی دیر بعد ہی روبی ان کے روم میں داخل ہوئی اور بلال کے قریب آ کر بولی۔
"لیجئے جناب! اپنا رومال۔" بلال کتاب پر نظریں جمائے بیٹھے تھے۔ روبی کی بات پر اس کو نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ ہاتھ بڑھا کر رومال لینا چاہا تو روبی نے ہاتھ پیچھے کر لیا اور ان کو دیکھتے ہوئے شرارت سے ہنسنے لگی۔ اس کی اس معصوم حرکت پر بلال بے ساختہ مسکرائے۔ روبی مزید چھیڑ خانی کے موڈ میں تھی مگر تبھی کچن میں سے روحی نے پکارا۔
"روبی کہاں چلی گئی ہو تم۔ یہ سفید زیرہ پیس کر دینا۔" یہ سنتے ہی روبی نے رومال بلال کے حوالے کیا تو بلال نے آہستگی سے کہا۔
"شکریہ!"
"ارے اس میں شکریے کی کیا بات ہے۔ یہ تو میرا ہی فرض تھا۔" وہ ذومعنی جملہ کہتی ہوئی مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ اس بات کا مطلب سمجھ کر بلال بھی مسکرا دیئے۔ مگر اس کے بعد کوشش کے باوجود روبی ان کو اکیلی بھی نہ ملی تھی۔
بلال کو آئے دو ماہ ہو چکے ہیں۔ اب ٹھیک ایک ماہ بعد وہ واپس چلا جائے گا۔ دو ماہ یوں گزرے ہیں جیسے دو لمحے ہوں۔
یہ سنتے ہی کہ بلال ایک ماہ بعد چلا جائے گا روبی اس کی جدائی کا سوچ کر ہی اداس ہو گئی۔ کوشش کے باوجود وہ ابھی تک بلال کو کچھ بھی نہ کہہ پائی تھی۔ وہ بلال کے اظہار محبت کی منتظر تھی۔ مگر اب ماں کی بات سننے کے بعد کہ بلال ایک ماہ تک چلا جائے گا اس نے سوچا اب دیر کرنا خطرناک ہوگا۔ مگر مسئلہ یہ تھا اظہار کیسے کرے۔ زبانی یا لیٹر لکھ کر۔ خط لکھنا ہی مناسب ہوگا۔ جب بہت سوچنے کے باوجود خط کا مضمون سمجھ میں نہ آیا تو روبی نے فیصلہ کر لیا وہ زبانی بلال سے سب کچھ کہہ دے گی۔ مگر کہوں گی کس وقت۔ جب وہ فجر کی نماز پڑھنے مسجد جاتے ہیں۔ تب کہوں گی کہ اس وقت سبھی گھر والے گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں۔
کو کہ چند روز سلمان نے فجر کی نماز ان کے ساتھ باجماعت ادا کی تھی پھر یہ کہہ کر پڑھنی چھوڑ دی تھی کہ بلال بھائی یہی تو ایک وقت ہوتا ہے گہری پرسکون نیند لینے کا۔ لیکن میرا وعدہ نماز پڑھ لیا کروں گا۔ اب روبی نے سوچا یہی مناسب وقت ہوگا ان سے بات کرنے کا۔ ورنہ دن بھر تو روحی اور حمیدہ بیگم اس پر کڑی نظر رکھتی تھیں۔
اس رات اس کو نیند بھی ٹھیک سے نہ آئی تھی۔ آنکھ لگتی اور کھلتی رہی اور وہ بار بار اپنے سرہانے رکھا ٹائم پیس دیکھتی رہی۔ فجر سے کافی دیر وہ پہلے ہی اٹھ بیٹھی تھی۔ بلال سے بات کرنے کے شوق میں اور جیسے ہی فجر کی اذان ہوئی وہ اٹھ کر کمرے سے باہر آ گئی۔ اگرچہ شمشاد بیگم صبح کی نماز باقاعدگی سے پڑھتی تھیں مگر سورج طلوع ہونے سے پندرہ منٹ پہلے۔ اذان کے ساتھ وہ کبھی بھی نا اٹھی تھیں اور روبی نے اسی موقع کو غنیمت جانا تھا۔ وہ باہر آئی اور بلال کے انتظار میں کھڑی ہو گئی اور جب بلال مسجد جانے کے لیے روم سے باہر آئے تو روبی نے ان کے قریب آتے ہوئے پکارا۔
"بات سنیں۔" بلال جاتے جاتے رک گئے۔ مڑ کر روبی کو دیکھا پھر پوچھا۔
"خیریت، کیا بات ہے؟" روبی نے ان کو دیکھا پھر کہا۔

”دیکھئے میں آپ سے۔۔۔۔۔دیکھئے میں آپ سے۔“وہ ہچکچاہٹ کا شکار ہوگئی اور کوشش کے باوجود کہہ نہ سکی کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔اس کی ہچکچاہٹ دیکھ کر بلال نے نرمی سے پوچھا۔
”کیا میں آپ۔۔۔۔۔میں آپ سے کررہی ہو۔مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں جو کہنا ہے کہہ دو۔“ان کی بات پر روبی نے نگاہیں اٹھا کر ان کو دیکھا۔دل کی بات زبان پر لانے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔یہ دیکھ کر بلال نے محبت سے پوچھا۔
”کیا بات ہے روبی کیوں پریشان ہو؟“
روبی نے بے بسی سے ان کو دیکھا مگر افسوس کوشش کے باوجود کچھ بھی کہہ نہ سکی اور جماعت چھوٹ جانے کے ڈر سے بلال مزید رکے بغیر مسجد چلے گئے۔روبی بھی واپس اپنے روم میں آ گئی۔وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ زبانی بلال سے کچھ بھی نہ کہہ سکے گی۔بہت سوچنے کے بعد اب اس نے یہی مناسب سمجھا آپ ساری کیفیت لکھ کر ان کو دیدے۔۔۔۔۔اور پرسکون ہو گئی۔
اسی رات جب آپی سو گئی تو وہ کاغذ قلم لے کر بستر پر آ بیٹھی۔
اور اپنے سارے خیالات پیپر پر لکھ کر لیٹر کو سرہانے رکھا اور پرسکون نیند سو گئی۔
صبح جب بلال جانے لگے تو روحی کی نظروں سے بچ کر ان کے پیچھے لپکی کہ امی تو صبح ہو کے ساتھ جا چکی تھیں کہ وہ اسے مزنگ چھوڑ کر آفس جائیں۔
”پلیز! یہ لیٹر لیتے جائیں۔“روبی نے لیٹر ان کی جانب بڑھایا۔
”کیسا لیٹر؟“بلال نے کہا۔مگر لیٹر بھی تھام لیا۔
”کیسا لیٹر ہے؟ یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد پتہ چلے گا۔واپس آنے سے پہلے اسے پڑھ ضرور لیجئے گا۔“روبی نے کہا اور جلدی سے واپس مڑ گئی۔
بلال نے واپس جاتی ہوئی روبی کو حیرت سے دیکھا۔سوچ میں گم گھر سے باہر آ گئے۔تاہم لیٹر انہوں نے پاکٹ میں رکھ لیا تھا۔
سارا دن بزی رہنے کی وجہ سے لیٹر ان کے ذہن سے نکل چکا تھا۔مگر شام کو جب وہ گھر آنے لگے تو ان کو یاد آیا صبح روبی نے ان کو ایک لیٹر دیا تھا اور کہا تھا گھر آنے سے پہلے ضرور پڑھ لیجئے گا۔یہ یاد آتے ہی انہوں نے پاکٹ سے لیٹر نکال کر کھولا اور پہلی لائن پر ہی نظر پڑتے ہی چونک پڑے۔روبی نے لکھا تھا۔
میرے اپنے پیارے بلال صدا خوش رہو آباد رہو
سلام محبت!
میری سمجھ میں نہیں آ تا لیٹر کیسے شروع کروں۔جب سے آپ اس گھر میں آئے ہیں گویا صحرا میں بہار آئی ہے۔یقین کریں تب سے میرا دل میرے اختیار میں نہیں۔آپ کو دیکھتے ہی مجھے یوں لگا جیسے میں جنم جنم سے آپ کا ہی انتظار کررہی تھی۔پہلے تو جب امی نے آپ کے سامنے آنے سے منع کیا تو میں چھپ چھپ کر آپ کو دیکھتی تھی۔ایک دن آپ نے جب صبح کی بجائے دن میں مجھے دیکھ لیا اور روحی آپی سے میرے بارے میں پوچھ لیا تو یوں مجھے آپ کے سامنے آنے کی اجازت مل گئی اور پھر کوشش کر کے صبح شام میں آپ کی ایک جھلک ہی سہی دیکھتی ضرور تھی کیونکہ میں نے محسوس کیا تھا مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے۔یقین کریں سارا دن آپ ہی کے خیالوں میں گم رہتی ہوں اور رات خواب میں بھی آپ ہی آپ نظر آتے ہیں۔میرا یقین کریں میں آپ سے سچی محبت کرنے لگی ہوں۔ویسے تو مجھے معلوم ہے کہ آپ بھی مجھ سے محبت کرتے ہیں مگر میں آپ کے منہ سے سننا چاہتی ہوں۔آپ بھی میری طرح خط لکھ کر مجھے بتا دیں۔اس لیٹر کا جواب ضرور دیجئے گا۔
اب اجازت آپ کی اور صرف آپ کی روبی۔
لیٹر پڑھ کر بلال طویل سانس لیتے ہوئے دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئے۔پھر انہوں نے کئی بار روبی کا دیا ہوا لیٹر پڑھا اور انہیں روبی کے عامیانہ خیال جان کو بے حد افسوس ہوا تھا۔انہوں نے سوچا کیا انہوں نے روبی سے شادی کرنے کا فیصلہ جلد بازی میں کیا تھا۔یہ لڑکی جو خود مجھے لیٹر لکھ کر مجھ اپنی محبت کے بارے میں بتا رہی ہے۔ہو سکتا ہے مجھ سے پہلے بھی کسی کو لیٹر لکھا ہو۔اُفوہ! میں کیا بکواس سوچ رہا ہوں۔ایسا سوچنا گناہ ہے کسی کے بارے میں۔مگر کسی لڑکے کو خود لیٹر لکھنا کوئی اچھی بات تو نہیں۔وہ کتنی ہی دیر گم صم بیٹھے روبی کی اس حرکت پر غور کرتے رہے۔ان کا دل ایک حد تک روبی سے متنفر ہو گیا تھا۔مگر انہوں نے سوچا وہ پہلے روبی سے پوچھ تو لیں کہ اس نے یہ لیٹر کیوں لکھا اور فوراً ہی گھر جانے کے لیے اٹھ گئے۔

وہ گھر آئے تو روبی گویا پہلے ہی سے ان کی منتظر تھی۔ روبی کو پورا یقین تھا کہ اس کو کسی نہ کسی طرح جواب ضرور دیں گے۔ اس کو اندازہ ہو چکا تھا کہ بلال اس کو پسند کرتے ہیں اور جیسا کہ اس نے سوچ رکھا تھا کہ اگر بلال کو پتہ چل جائے کہ میں بھی اس سے محبت کرتی ہوں تو وہ کتنے خوش ہوں گے اور چونکہ وہ انہیں لیٹر لکھ کر بتا چکی تھی کہ وہ ان سے محبت کرتی ہے اس لیے ان کے چہرے کی خوشی دیکھنے کا ان کا رویہ جاننے کے لیے بڑی بے تابی سے ان کا انتظار کر رہی تھی۔

گھر میں داخل ہوتے ہی بلال نے گہری نظروں سے دور کھڑی روبی کو پہلی بار کچھ زیادہ ہی غور سے دیکھا تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی یعنی اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا اس کو۔ مگر اگلے ہی لمحے اس کا دل بجھ کر رہ گیا جب بلال بے رخی سے منہ موڑ کر ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔

روبی ان کو آواز دے کر روکنا چاہتی تھی۔ ان کے اس سرد رویے پر احتجاج کرنا چاہتی تھی مگر گلے میں آواز اٹک کر رہ گئی۔ روبی منہ بسورتے ہوئے برآمدے میں آ بیٹھی۔

چند لمحوں بعد ہی اس نے بلال کی آواز سنی وہ اس کو اپنے پاس بلا رہے تھے۔ وہ خوشی سے دمکتا چہرہ لیے ان کے پاس آئی۔ بلال نے ایک بار پھر اس کو غور سے دیکھا۔ کچھ دیر دیکھتے ہی رہے پھر روبی کا دیا ہوا لیٹر اس کے سامنے کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کیا ہے؟" روبی نے حیران ہو کر ان کو دیکھا۔ ان کی اس کم عقلی پر رونا بھی آیا۔ بھلا اتنی سی بات بھی وہ نہیں جانتے کہ یہ لو لیٹر ہے۔ تاہم جواب تو دینا ہی تھا سو آہستگی سے کہا۔

"یہ لو لیٹر ہے۔"

"وہ تو میں بھی جانتا ہوں۔" نا چاہتے ہوئے بھی بلال کے لہجے میں ہلکی نا گواری در آئی۔

"پھر کیا مسئلہ ہے۔ اگر سب جانتے ہیں۔" روبی نے بے تکلفی سے پوچھا۔

"میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کیا یہ سب باتیں تم نے لکھی ہیں؟"

"سب کی سب میں نے خود ہی لکھی ہیں۔"

روبی نے کچھ فخر سے کہتے ہوئے پورے زور شور سے اثبات میں سر ہلایا۔ بلال کے لیے اس کا یہ رویہ اور الفاظ شاک تھے۔ وہ کچھ دیر سوچتے رہے پھر پوچھا۔

"روبی تم نے یہ سب کیوں لکھا......؟"

"کیا مطلب......؟" روبی نے قدرے حیران ہو کر ان کو دیکھا اور دل میں سوچا ہائے اللہ کس عقل سے کورے عاشق سے واسطہ پڑا۔ خود کچھ نہیں سمجھتے مجھ سے ہی ہر بات پوچھے جا رہے ہیں۔ حالانکہ مجھ سے بڑے ہیں۔

"روبی میں نے پوچھا تم نے یہ سب کیوں لکھا۔ چپ نا ہو بتاؤ مجھے۔" بلال کے لہجے میں گہری سنجیدگی تھی۔

"آپ نہیں جانتے میں نے یہ سب کیوں لکھا؟" روبی نے الٹا ان سے پوچھا۔

"وہ مجھے...... آپ سے...... وہ دراصل میں آپ سے......"

تو بلال نے کہا۔ "میں جانتا تو تم سے کیوں پوچھتا۔" بلال کو اس کا رویہ دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی۔

"وہ مجھے آپ سے...... وہ دراصل میں آپ سے......" روبی اتنا کہہ کر شرمائی۔ مگر جاوید اور آصف کی طرح بلال کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے اٹک اٹک کر بولی۔

"مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے۔ یقین کریں بالکل سچی محبت۔ یہی بتانے کو میں نے آپ کو خط لکھا اور میں نے ہر بات صاف صاف اور کھل کر لکھی تھی۔ پھر بھی نجانے آپ کو سمجھ کیوں نہیں آئی۔"

بلال نے طویل سانس لے کر اس کو دیکھا۔ چند پل دیکھتے رہے پھر بڑے ٹھنڈے لہجے میں پوچھا۔ "روبی کیا تم جانتی ہو محبت کس کو کہتے ہیں محبت کیا ہوتی ہے۔"

"بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔" روبی نے جلدی سے کہا۔ "محبت بس محبت ہوتی ہے جیسے کہ مجھے آپ سے ہو گئی اور یقیناً آپ کو بھی مجھ سے ہو چکی ہے۔"

"بس یا کچھ اور بھی جانتی ہو۔" بلال نے پھر پوچھا۔

روبی نے حیرت سے ان کو دیکھا اور سوچا وہ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ باتیں جو آپی غزالہ سے کرتی ہے۔ کیا میں اس کو بتا دوں کہ مجھے سب معلوم ہے لڑکا لڑکی کو کیسے پیار کرتا ہے

اور وہ ابھی اسی سوچ میں گم تھی کہ بلال نے اس کو گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔
"کان کھول کر سن لو روبی میں تمہیں آئندہ ایسی حرکت کرتے نا دیکھوں۔ اگر تم نے پھر بھی ایسا لیٹر لکھا تو بری طرح پیش آؤں گا۔ سمجھی اور اب جاؤ......"
"مگر کیوں......؟" روبی نے ہمت کر کے پوچھ لیا۔ بلال تو خود ہی اس کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔ اگر خط لکھنے میں یا حال دل بتانے میں روبی نے پہل کر لی تو کونسی قیامت آ گئی۔ آخر روبی آپی بھی تو بہرلڑکے کو خود ہی خط لکھا کرتی تھی۔
"کیوں کیا مطلب؟" بلال نے گھور کر اس کو دیکھا اور سرد لہجے میں کہا۔ "فوراً چلی جاؤ یہاں سے ورنہ......"
"مگر آپ سنیں تو سہی۔ آپ خفا کس بات پر ہیں۔" روبی انہیں کھل کر سمجھانا چاہتی تھی مگر بلال کا دل یکدم ہی خراب ہو گیا تھا۔ وہ بہت غصے میں تھے کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں یہ خیالات۔
"میں کہتا ہوں فوراً چلی جاؤ یہاں سے ورنہ ابھی خالہ جی سے جا کر شکایت کر دوں گا۔" اور ان کی یہ دھمکی فوری طور پر اثر دکھا گئی۔ روبی جلدی سے باہر چلی گئی اور پھر سٹور میں جا کر رونے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ خوش ہونے کی بجائے وہ خفا کیوں ہو گیا۔ آخر کیا ہو گیا ہے ان کو؟ پہلے تو میری آواز سننے کو ترستے تھے۔ اب اگر میں نے اظہار محبت کر ڈالا تو کیا برا کیا جو وہ یوں مجھے گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ مگر بہت سوچنے پر بھی وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آ ئی تھی۔
ادھر بلال بھی ڈرائنگ روم میں اس کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ روبی کی یہ بے باکی انہیں ناگوار گزری تھی۔ کیا روبی سے شادی کرنا مناسب ہو گا۔ پتہ نہیں مجھ سے پہلے کتنوں سے اظہار محبت کیا ہو گا جو اس بے باکی سے مجھ سے بات کر رہی تھی۔ خیر مجھے کسی کے بارے میں ایسا سوچنے کا کوئی حق نہیں مگر روبی کے ساتھ شادی والے فیصلہ پر ایک بار پھر غور کرنا پڑے گا۔ بہت پیاری اور خوبصورت بھی ہے اور مجھے اچھی بھی لگتی ہے مگر اس کا یہ رویہ یہ باتیں ان کو متنفر کر گئیں۔ انہوں نے روبی کے ساتھ شادی نا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ان کے جانے میں ابھی ایک ماہ باقی تھا اور انہیں یہ عرصہ اس گھر میں جیسے تیسے گزارنا تھا مگر ذرا روبی سے بچ کر اور سنبھل سنبھل کر مگر ان کی بہت ساری احتیاطوں کے باوجود جا نک وہ حادثہ ہو گیا۔ جس کا انہوں نے کبھی سوچا نہ تھا۔
ان کے جانے میں ابھی پندرہ روز باقی تھے کہ اچانک روبی کے چچا کی بیٹی کی شادی آ گئی۔ اتنا قریبی رشتہ تھا۔ ظاہر ہے سبھی گھر والوں نے جانا تھا مگر سلمان نے سختی سے منع کیا تھا کہ روبی اس شادی میں نہیں جائے گی۔ ایسا نہ ہو اس کی کسی غلط حرکت سے شرمندگی اٹھانی پڑے اور سلمان کی یہ بات سب گھر والوں کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ یوں بھی شمشاد بیگم کا خیال تھا وہ گھر پر ہی رہے تا کہ بلال کو کھانے پینے کے معاملے میں کوئی پریشانی نہ ہو۔
روبی بلال کے کھانا وغیرہ بنا دے گی۔ مہندی کے بعد ان کا پروگرام اگلے روز دلہن کو رخصت کر کے آنے کا تھا۔ بارات دوپہر کی تھی ولیمہ بعد میں دیکھا جاتا۔ باقی رہی بلال کی بات تو بلال کی جانب سے انہیں کوئی خدشہ نہیں تھا۔ وہ بے حد شریف نوجوان تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ روبی کو گھر چھوڑ کر چلے گئے۔
زندگی میں شاید روبی پہلی بار ان کے فیصلے سے خوش ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی اگر قدرت نے اس کو یہ موقع دیا ہے تو وہ خود تفصیل سے بلال کے ساتھ بات کرے گی اور ان سے ان کے خفا ہونے کی وجہ پوچھے گی۔ پھر اپنے محبت بھرے رویے سے ان کی خفگی دور کرنے کی کوشش کرے گی۔ جب وہ اپنی بانہیں ان کے گلے میں ڈال کر سر ان کے سینے پر رکھے گی تو کیا وہ خفا رہ سکیں گے ہرگز نہیں۔ اپنی کامیابی کا اس کو پورا یقین تھا اور اس کے لیے خصوصی تیاری ضروری تھی۔ یہی وجہ تھی گھر والوں کے جاتے ہی اس نے نہا کر اپنا ایک خوبصورت سوٹ پہنا اور بال سکھاتے ہوئے گنگنانے لگی۔
اس نے بے حد محبت سے اپنے اور بلال کے لیے قیمہ مٹر پکائے روٹی کے ساتھ ساتھ چکن پلاؤ بھی بنایا۔ کھانا تیار کرنے کے بعد اس نے کچن کا دروازہ بند کیا اور آپی کے کمرے میں آ کر دیوار گیر آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر خود کو مختلف زاویوں سے دیکھنے لگی۔ روبی اپنے میک اپ کا سامان یونہی کھلا چھوڑ گئی تھی۔ روبی نے تھوڑی دیر سوچا پھر بیٹھ کر میک اپ کرنے لگی۔ خوب اچھا سا میک اپ کرنے کے بعد اس نے بالوں میں برش کر کے انہیں یونہی کھلا چھوڑ دیا۔ ابھی وہ پرفیوم لگا رہی تھی۔ جب دروازے پر دستک ہوئی۔ روبی کا دل مارے خوشی کے دھڑک اٹھا۔ آج وہ اس گھر میں اکیلی تھی۔ پندرہ روز ہو گئے تھے بلال کو اس سے خفا ہوئے۔ تب سے انہوں نے آنکھ اٹھا کر بھی اس کو نہیں دیکھا تھا۔ حالانکہ چھٹی والے روز وہ کھانا ان کے سب کے ساتھ ہی کھاتے تھے۔ روبی نے دوپٹہ اٹھا کر ایک ادا سے کاندھے پر ڈالا اور دروازہ کھولنے چلی گئی اور پھر جا کر دروازہ کھول دیا۔

"تم لوگ ابھی گئے نہیں؟" اندر داخل ہوتے بلال نے سرسری نظر اس پر ڈالتے ہوئے پوچھا۔
"سب لوگ چلے گئے ہیں۔" روبی نے دروازہ بند کرتے ہوئے بتایا۔
"اچھا! مگر تم کیوں نہیں گئیں؟" بلال نے قدم اٹھاتے ہوئے پوچھا۔
روبی نے مسکرا کر ان کو دیکھا اور بولی۔
"میں بس آپ کی وجہ سے نہیں گئی۔" یہ سن کر بلال کا موڈ آف ہو گیا اور انہوں نے خشک لہجے میں کہا۔
"میری وجہ سے تمہیں رکنے کی ضرورت نہیں۔" اور ڈرائنگ روم کی جانب چل دیئے۔ مگر روبی آج کہاں پیچھا چھوڑنے والی تھی۔ ان کے پیچھے آتے ہوئے بولی۔
"رکنے کی ضرورت کیوں نہ تھی۔ آپ کے لیے کھانا بھی تو بنانا تھا۔"
"تم لوگ کھانا بنا کر رکھ جاتے میں خود ہی گرم کر کے کھا لیتا۔" بلال نے جوتے اتارتے ہوئے کہا۔ پھر سوکس اتار کر واش روم میں چلے گئے اور روبی غصے سے بڑبڑاتی ہوئی باہر چلی آئی تھی۔ "پتہ نہیں خود کو سمجھتے کیا ہیں۔"
پندرہ روز ہو گئے تھے مگر روبی ابھی تک بلال کی ناراضگی کی وجہ نہ سمجھ سکی تھی۔ وہ کھانا لگاتے ہوئے بھی بلال کی خفگی کا ہی سوچتی رہی۔ بلال کے سرد رویے سے ساری خوشی کافور ہو گئی تھی۔ اس نے بڑی بے دلی سے برآمدے میں کھانا لگایا اور جب انہیں بتانے گئی تو انہوں نے بے رخی سے کہا۔
"میرا کھانا یہیں دے جاؤ۔" انہوں نے روبی کو دیکھے بغیر کہا۔
"مگر میں کھانا لگا چکی ہوں۔" روبی نے پھر کہا۔
"پھر بھی مجھے باہر نہیں جانا۔ میرا کھانا الگ کر کے یہاں دے جاؤ۔" اب کے انہوں نے بستر پر بیٹھتے ہوئے رکھائی سے کہا تو روبی مارے غصے کے دانت پیستی ہوئی باہر آئی۔ اپنے لیے کھانا الگ کیا اور باقی ٹرے میں لگا کر انہیں دے آئی۔ پھر خود اکیلی بیٹھ کر کھانے لگی۔ بلال کو منانے کے طریقے بھی سوچنے لگی۔ وہ ابھی کھانا کھا رہی تھی کہ کھانے سے فارغ ہو کر بلال برتن دینے خود باہر چلے آئے۔ کھانا کھاتی روبی کو دیکھا تو برتن اس کے قریب رکھ کر سیدھے ہوتے ہوئے بولے۔
"اگر ہو سکے تو ایک کپ چائے بنا دینا۔" اور واپس چلے گئے۔
"ہونہہ! چائے بنا دینا۔" روبی نے کھاتے ہوئے منہ بنا کر سوچا مگر خاموش رہی۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس نے برتن سمیٹے پھر بلال کے لیے چائے بنانے لگی۔ اچانک تیز ہوائیں چلنا شروع ہوئیں۔ روبی کو موسم خراب ہونے کا احساس بالکل اچانک ہوا تھا۔ سارا دن تو وہ بلال کے خیالوں میں گم رہی تھی۔ اب اچانک موسم کے خراب ہونے کا احساس کر کے وہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔ اس نے جلدی سے جا کر ساری کھڑکیاں دروازے بند کیے۔ پھر چائے بنا کر بلال کو دینے ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔ بلال گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر کوئی کام کر رہے تھے۔ اندر داخل ہوتی روبی کو دیکھا تو سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ روبی نے چائے کا کپ ان کو تھمایا اور خود ایک جانب کھڑی ہو گئی۔ بلال نے چائے کا پہلا سپ لیتے ہوئے اس کو دیکھا اور سوچا یہ ساری تیاری میرے لیے کی گئی ہے۔ اچھی لگ رہی ہے۔ بلکہ بہت پیاری لگ رہی ہے۔ مگر اب ناممکن ہے۔ انہوں نے چائے کا دوسرا سپ لیتے ہوئے اس کو جانے کا اشارہ کیا۔ مگر روبی چونکہ آج کھل کر ان سے تصفیابات کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اس لیے اس کے چائے ختم ہونے کے انتظار میں کھڑی رہی۔
"تم نے سنا نہیں میں نے کیا کہا ہے۔ اپنے روم میں جاؤ۔" بلال نے تھوڑے سخت لہجے میں کہا۔
اوہ! جہنم میں تم بھی جاؤ۔ روبی نے دانت پیس کر سوچا اور اپنے روم میں آ گئی۔
باہر آئی تو رات کی تاریکی تھی۔ دوسرا بادلوں نے ستاروں کی مدھم روشنی کو بھی اپنے بھاری وجود کے پیچھے چھپا کر اس تاریکی میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ اس پر ہوا کی تیز سائیں سائیں یہ سب مل کر روبی کے خوف میں مزید اضافہ کر رہے تھے۔
روبی نے بمشکل دروازہ بند کیا اور بستر پر لیٹ کر سونے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ مگر ایسی خوف کی حالت میں نیند کیوں کر آتی۔ خوف کے ساتھ ساتھ اکیلی بھی تھی۔ اس لیے ڈر کچھ زیادہ لگ رہا تھا اور اس پر بلال کی بے رخی جس کو وہ کوشش کرنے کے باوجود سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ بلال کی بے رخی کا ہی سوچتے ہوئے نجانے کیسے اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گئی۔ مگر یہ

گہری نیند ہر گز نہ تھی۔اس کو سوئے کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ اچانک بادل اس زور سے گرجے کہ اس کی آنکھ کھل گئی اور وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔لائٹ اس نے سونے سے پہلے خود ہی اپنے خوف کی وجہ سے آف نہیں کی تھی۔اب اس نے پہلے سارے روم میں نگاہیں دوڑائیں پھر کمبل اچھی طرح لپیٹ کر بستر پر بیٹھ گئی۔

باہر بجلی کے کوندے بار بار دریچوں سے اندر جھانکنے کی کوشش کر رہے تھے۔بادل الگ خوفناک آواز میں اپنی موجودگی کا احساس دلا رہے تھے۔ہوا اتنی تیز تھی کہ دروازے کے ساتھ زور آزمائی کر رہی تھی۔روبی نے اس شور سے بچنے کیلئے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لی تھیں۔اس کا مسئلہ یہ تھا وہ بچپن ہی سے ایسے خوفناک موسم سے خوف کھاتی آ رہی تھی۔ایسے موسم میں وہ کبھی امی سے لپٹ کر سوتی تھی کبھی آپی سے۔بلکہ اکثر تو اس کو ساری رات نیند ہی نہ آتی تھی۔

وہ ساری ساری رات جاگ کر صبح ہونے کا انتظار کرتی اور صبح ہونے تک رنگ پیلا پڑ چکا ہوتا۔آج پہلا اتفاق تھا کہ اس خوفناک موسم میں اس کے پاس کوئی بھی نہ تھا۔امی اور نا ہی آپی۔وہ امی آپی کی کمی بھی نہ محسوس کرتی اگر بلال اس کے ساتھ ایسا سخت اور ناقابل برداشت رویہ نہ اختیار کرتے۔اب یہ موسم ہمیشہ کی طرح اسے ڈرا رہا تھا اور وہ مارے خوف کے تھر تھر کانپ رہی تھی۔جب اس کا دل مارے خوف و دہشت اور گھبراہٹ کے بے طرح دھڑکنے لگا تو وہ اپنی انا اور بلال کی ساری بے رخی بھول کر دروازہ کھول کر روم سے باہر نکل آئی۔

باہر بارش بھی خوب زور پر تھی۔وہ بھاگ کر ڈرائنگ روم کی جانب آئی اور زور زور سے دروازہ پیٹنے لگی۔اس وقت سوائے ڈر، خوف کے اس کو کچھ بھی یاد نہ تھا۔پیار محبت وہ سب بھول چکی تھی۔

بلال اطمینان سے سو رہے تھے۔دستک کی آواز سن کر آنکھ کھل گئی۔کچھ دیر سوچا پھر اٹھ کر دروازہ کھولا اور باہر کھڑی روبی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔وہ دوپٹے سے بے نیاز ان کے سامنے کھڑی تھی اور شاید کچھ خوفزدہ بھی تھی۔

یہ دیکھ کر بلال نے نرمی سے پوچھا۔

”کیا بات ہے روبی! اس وقت کیوں آئی ہو؟“ روبی انہیں جواب دینے کی بجائے روم میں داخل ہو گئی۔

”ارے بھئی! کیا ہوا۔“ بلال نے پلٹ کر پوچھا۔

روبی نے کوئی جواب نہ دیا۔چپکے سے ان کے بستر پر ایک سمت بیٹھ گئی۔

بلال کچھ دیر کھڑا اس کو گھورتا رہا۔پھر ذرا کرخت لہجے میں پوچھا۔

”کیا بات ہے؟ کیوں آئی ہو تم یہاں۔بتاتی کیوں نہیں؟“

روبی نے نگاہیں اٹھا کر انہیں دیکھا مگر جواب پھر بھی نہ دے سکی۔

”کیا میں بکواس کر رہا ہوں۔“ بلال نے غصے سے پوچھا۔

”باہر بہت زور کی بارش ہو رہی ہے۔“ روبی نے خوفزدہ لہجے میں بتایا۔

”ہو رہی ہے تو پھر......“ بلال نے تیز لہجے میں پوچھا۔

”آپ آخر کس بات پر اتنے خفا ہیں۔جو یوں گھور رہے ہیں۔ذرا باہر جا کر خود دیکھیں بارش کے ساتھ ساتھ طوفان بھی ہے اور بجلی بھی بار بار چمک رہی ہے۔“ روبی نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔

بلال اس کی بات سن کر چند لمحے بے ساختگی سے روبی کو دیکھتے ہی رہ گئے۔وہ اس کی خفگی کی وجہ پوچھ رہی تھی اور بلال اس کے اس روپ کو دیکھ کر ویسے ہی ڈسٹرب ہو رہے تھے۔یہی وجہ ہے روبی کی بات کا جواب دینے کی بجائے بولے۔

”فوراً اٹھو میرے بستر سے۔“ ان کے لہجے میں نجانے کیا بات تھی کہ روبی گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

”شاباش! اب اپنے روم میں جاؤ۔“ بلال نے بدستور اسی لہجے میں کہا۔

”گھر میں کوئی نہیں اور مجھے وہاں اکیلے کمرے میں ڈر لگتا ہے۔آپ کو کیا ہو گیا۔پہلے تو آپ ایسے نہ تھے۔آخر آپ سمجھتے کیوں نہیں۔میں لڑکی ہوں اور یہ موسم تو مجھے ہمیشہ خوفزدہ

کردیتا ہے۔ پلیز! مجھے یہاں رہنے دیں۔" کہتے ہوئے وہ رو پڑی۔ "آپ کو کیا ہو گیا؟" وہ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ اسی وقت خوفناک آواز کے ساتھ بجلی یوں چمکی گویا باہر صحن میں ہی گری ہو۔ روبی بدحواس ہو کر مارے خوف اور گھبراہٹ کے بے ساختہ سامنے کھڑے بلال سے لپٹ گئی۔

یہ حرکت دانستہ نہیں نادانستگی میں روبی سے سرزد ہوئی تھی۔ کچھ دیر تو باہر ہونے والے دھماکے نے بلال کو بھی حواس باختہ کر دیا۔ ان کی بھی سمجھ میں نہ آیا یہ سب کیا ہوا ہے۔ مگر..... جب ہوش آیا تو انہوں نے دیکھا روبی ان کے بازوؤں میں تھی۔ وہ کسی سہمی ہوئی بچی کی طرح ان سے لپٹی ہوئی تھی۔ اب پتہ نہیں یہ بھیگے موسم کا اثر تھا یا رات کی اس سکوت پرور تنہائی کا۔ بس اچانک ہی ان کے اندر روبی کے لئے ڈھیروں محبت اور ہمدردی امڈ آئی۔ ابھی چند لمحے قبل ہی تو وہ ان سے روتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"آخر آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ آپ پہلے تو ایسے نہ تھے؟" اور اب وہ خود بھی یہی سوچ رہے تھے۔ یہاں کو روبی سے محبت کرتے کرتے یکدم نفرت کیسے ہو گئی۔ اگر روبی نے کوئی غلطی کی ہے یا کی تھی تو وہ محبت و نرمی سے اس کو سمجھا سکتے تھے۔ اس کی اصلاح کر سکتے تھے مگر انہوں نے جو رویہ اختیار کیا کیا وہ مناسب تھا۔ وہ محض ان کی وجہ سے یقیناً شادی میں نہیں گئی۔ یہ روپ اس نے ان کو دکھانے کے لیے اپنایا تھا اور انہوں نے بجائے سراہنے کے نفرت کا اظہار کیا۔ معاً انہوں نے جھک کر خود سے لپٹی روبی کو دیکھا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھام کر اوپر اٹھایا۔ روبی نے ان کی آنکھوں میں دیکھا پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"تب بلال بے ساختہ اس کے چہرے پر جھکے تھے۔"

●☆☆☆●

ایک بجلی باہر گری تھی اور دوسری اس وقت بلال کے دل و دماغ پر۔ قبل اس کے کہ ان کی عمر بھر کی نیک نامی ضائع ہوتی کوئی ان کے اپنے ہی اندر سے پوری قوت کے ساتھ چلایا تھا۔

"نہیں بلال نہیں! یہ مت کرنا۔ یہ گناہ ہے۔" اور بلال کا چہرہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ انہوں نے ایک نظر اپنے ہاتھوں کے پیالے میں موجود روبی کے چہرے پر ڈالی۔ روبی کے لبوں اور ان کے ہونٹوں کے درمیان صرف دو تین انچ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔

"اُف! یہ میں کیا کرنے لگا تھا۔" انہوں نے ندامت سے سوچا اور فوراً ہی روبی کو چھوڑ کر رخ بدل لیا۔ دل میں سوچا گھر والے ان پر اعتبار کر کے اپنی جوان بیٹی کو گھر پر اکیلا چھوڑ گئے تھے اور وہ بہک گئے۔ مگر صد شکر اللہ نے بچا لیا۔

"یہ تمہیں کیا ہو گیا تھا بلال! تم ایسے تو نہ تھے۔" روبی نے حیرت سے بلال کے بدلے ہوئے رویے کو دیکھا۔ کچھ سوچا پھر دو قدم آگے بڑھ کر ان سے دوبارہ لپٹ گئی۔ بلکہ اب کے اپنے بازو بلال کی گردن لپیٹ کر اپنا چہرہ ایک بار پھر ان کے سینے میں چھپاتے ہوئے بولی۔

"آئی لو یو بلال! میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ آپ سے سچی محبت کرتی ہوں۔ میرا یقین کریں۔ لیکن یہ اچانک آپ کو کیا ہو جاتا ہے؟" مگر بلال اب سنبھل چکے تھے۔ ایک نظر جھک کر خود سے لپٹی روبی کو دیکھا پھر آہستگی سے اس کا بازو تھام کر خود سے الگ کرتے ہوئے بولے۔

"پلیز روبی! اب تم اپنے کمرے میں جاؤ۔"

"میں وہاں نہیں جاؤں گی۔ اکیلے روم میں مجھے ڈر لگتا ہے۔ آج میں یہاں آپ کے پاس رہوں گی۔" روبی نے ان کے ساتھ لگتے ہوئے کہا تو بلال کو غصہ آ گیا۔ اب انہیں پتہ چلا گھر والوں نے روبی کو ان کے سامنے آنے سے منع کیوں کیا تھا۔ سارے گھر والے اس کے کردار پر شک کرتے تھے۔ اس گھر میں رہتے ہوئے اس بات کا اندازہ تو ان کو ہو چکا تھا اور آج تجربہ ہو چکا تھا۔

انہوں نے جھک کر اپنے ساتھ لگی روبی کو دیکھا پھر سختی سے اس کا بازو تھام کر پوری قوت سے دروازے کی جانب دھکیل کر شاید زندگی میں پہلی بار اونچی آواز و نازیبا الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے بولے۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ تم واقعی آوارہ ہو۔ سنا تم نے ذلیل لڑکی! تم آوارہ ہو۔ تمہارے گھر والے تمہارے بارے میں جو بھی کہتے ہیں ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ اتنی سی عمر میں تم کتنی پراگندہ ذہن کی لڑکی ہو۔ کتنے دنوں سے میں تمہاری حرکات کو دیکھ رہا تھا۔ بال آخر آج اس بھیگے موسم کا سہارا لے کر تم مجھے گمراہ کرنے چلی آئیں اور شاید میں بہک جاتا مگر میرے خدا

نے مجھے بچالیا۔" وہ رکا ایک نفرت بھری نگاہ سامنے کھڑی روبی پر ڈالی پھر زہر خند سے کہا۔

"میں مرد ہو کر تمہارے پاس نہیں آیا۔ ورنہ اس موسم کے تقاضے میں بھی سمجھتا تھا۔ یہ بھیگا موسم مجھ پر بھی اثر انداز ہو سکتا تھا۔"

ان کی آواز میں زہر بھرا ہوا تھا۔ مگر تم...... تم عورت ہو کر مجھ سے رفاقت کی بھیک مانگ رہی ہو۔ مگر افسوس! تم اپنی یہ خواہش پوری کرنے بہت غلط جگہ آئی ہو۔ کیونکہ میں ایسا مرد نہیں ہوں کہ تم جیسی عورت کی حوصلہ افزائی کروں۔ تمہیں یہاں کچھ نہیں ملے گا۔ جاؤ خدا کے لیے میرے روم سے چلی جاؤ۔"

روبی دروازے کی بجائے پورے زور سے سیدھی سامنے والی دیوار سے جا ٹکرائی۔ سر میں شدید درد کا احساس ہوا مگر بجلی کی کڑکتی آوازوں کا شور ہر شے پر حاوی تھا۔ وہ چوٹ بھول کر پھر بلال کی جانب ہی آئی تھی کہ اس وقت بلال کے سوا کوئی اور ذی روح اس گھر میں موجود نہیں تھا جس کے پاس بیٹھ کر وہ اپنے خوف پر قابو پانے کی کوشش کرتی جبکہ بلال تو اس کا محبوب بھی تھا۔ اگر رات وہ اس کے روم میں رہ بھی جاتی تو کیا فرق پڑتا۔ مگر وہ بگڑ گیا تھا کیوں......؟

کڑکتی بجلی سے ڈر کر بلال سے لپٹنا ایک غیر ارادی فعل تھا اور اس کے بعد سب کچھ بلال کی جانب سے ہوا تھا۔ اب اگر وہ ان کی حوصلہ افزائی کے بعد دوبارہ ان سے لپٹ گئی تھی تو اس کا یہ مطلب ہو گز نہیں تھا کہ وہ اس کے لیے گرے ہوئے الفاظ ادا کرتے۔ کیا کچھ نہ کہہ ڈالا تھا۔

"تم عورت ہو کر رفاقت کی بھیک مانگ رہی ہو۔" کیا وہ عورت تھی۔ وہ سترہ اٹھارہ سال کی ایک بہت پیاری اور بے حد خوبصورت لڑکی تھی۔ اس نے بے حد دکھ سے ماتھے پر ہزاروں بل ڈالے۔ سامنے کھڑے بلال کو دیکھا پھر منت کرنے والے انداز میں کہا۔

"باہر طوفان ہے بجلی ہے بادل ہے اور میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا مجھے ان سے بے حد ڈر لگتا ہے۔" مگر اس سنگدل پر کچھ اثر نہ ہوا۔

"مجھے کوئی بہانہ نہیں سننا بس فوراً دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" وہ پوری قوت سے دھاڑا۔

روبی مارے خوف کے ایک بار پھر دروازے سے جا لگی۔ مگر روم سے باہر نہیں گئی تھی۔ اندر وہ قہر کا دیوتا بن کر بیٹھا تھا تو باہر طوفان باد و باراں عروج پر تھا۔ مگر وہ اس کی مجبوری نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ گو کہ اب اس کو بلال سے بھی خوف آنے لگا تھا مگر باہر والا طوفان زیادہ خوفناک تھا۔ وہ اس کی وجہ سے سکون محسوس کر رہی تھی۔

بلال نے اس کو یونہی ڈھٹائی سے کھڑے دیکھا تو ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے زبردستی باہر لے آئے اور پھر اس کو صحن میں چھوڑ کر خود جلدی سے روم میں جا کر دروازہ بند کر لیا۔ باہر وہی طوفانی موسم تھا۔ جیسے بہت سے بھوت اور چڑیلیں مل کر چیخ رہے ہوں۔ اپنی اس قدر بے عزتی اور توہین کا روبی کو کچھ زیادہ احساس نہ تھا۔ وہ ساری بے عزتی بھول کر ایک بار پھر بلال کے روم کا دروازہ پیٹنے لگی۔

"پلیز بلال! دروازہ کھول دیجئے۔ امی آپی آئیں تو ان سے پوچھ لیجئے گا۔ مجھے اس موسم سے بچپن سے ڈر لگتا ہے۔" بات ختم کر کے وہ بلک بلک کر رونے لگی۔ مگر بلال پر کچھ اثر نہ ہوا اور روبی غصے میں آ کر اپنا سر زور زور سے دروازے پر مارنے لگی۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور پھر بلال نے دو زناٹے دار تھپڑ روبی کے منہ پر رسید کیے اور دانت پیس کر بولے۔

"تم ایک بدکردار اور آوارہ لڑکی ہو۔ تم نہیں جانتی عورت کے پاس فقط ایک عزت ہوتی ہے۔ وہ بھی نہ رہے تو اس میں اور بازار میں بیٹھی ہوئی عورت میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔" وہ بولنے پر آیا تو بولتا ہی چلا گیا۔ کیا کچھ نہ کہہ ڈالا تھا اس نے۔ اس قدر توہین اس قدر بے عزتی وہ جو ابھی تک بادل بجلی سے سہمی کھڑی تھی۔ بلال کی اس قدر گری ہوئی باتیں سن کر گویا اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ آنکھوں سے بہتے آنسو رک گئے۔ وہ حیرت سے منہ پھاڑے بلال کو دیکھ رہی تھی۔

"یہاں کھڑی میری شکل کیا دیکھ رہی ہو۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ کیوں اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی گناہگار کرتی ہو۔ میں تمہاری خواہش پوری نہیں کر سکتا۔" یہ کہہ کر بلال نے دروازہ پھر بند کر لیا۔ مارے غصے کے ان کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ یہ لڑکی آج ضرور مجھ سے کچھ کروا کر رہے گی۔

"اف! اس قدر بے عزتی۔ اس قدر غلیظ باتیں۔" وہ چند پل دروازے کو دیکھتی رہی پھر بھاگتی ہوئی آ کر صحن کے وسط میں آ کر کھڑی ہو گئی۔ بلال کی باتیں نہیں آگ کے شعلے تھے۔ جس نے اس کے اندر باہر ایک آگ سی لگا دی تھی۔ کیا الفاظ تھے؟

"تم جیسی عورتیں رات کا حسن تو ہو سکتی ہیں، رات کی دلکشی میں اپنی خوبصورت اداؤں سے اضافہ تو کر سکتی ہیں مگر...... مگر دن کے اجالے میں کوئی شریف مرد تمہیں اپنی شناخت نہیں بنا سکتا۔ تمہارے وجود کو اپنا نام نہیں دے سکتا۔ حتیٰ کہ دوسروں کی موجودگی میں ایسی عورتوں سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ تم جو سوچ کر آئی ہو۔ تم جو چاہتی ہو۔ اگر میں وہ سب کر

ڈالوں تو تمہارے پاس سوائے ذلت کے کیا رہ جائے گا۔"

نہیں نہیں! وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر زور سے چلائی۔ پھر اس نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے بال نوچ ڈالے۔ دوپٹہ پھاڑ دیا۔ پاس پڑی دوسری چیزوں کو اٹھا اٹھا کر پھینکتی رہی۔ اپنے چہرے پر خود ہی تھپڑ مارتی رہی۔ بلال کی بات نے اس کے اندر ایک آگ سی لگا دی تھی۔ اس کو لگ رہا تھا جیسے اس کا پورا وجود شعلوں کی زد میں آ گیا ہو۔ محبت، ڈر، نفرت، خوف اس کے اندر سے ہر احساس مٹ گیا تھا۔ وہ صحن میں چکراتی ہوئی بارش میں بھیگتی رہی۔ مگر اس کے اندر جلنے والی آگ نہ بجھی اور نہ ہی سماعتوں میں سنائی دینے والا بلال کی باتوں کا شور کم ہوا۔ وہ دیوانگی کے عالم میں صحن کے چکر کاٹتی رہی۔ کبھی اٹھتی، کبھی بیٹھتی مگر ہر اطراف میں ایک ہی شور تھا۔ ایک ہی جملہ تھا۔

"تم آوارہ ہو۔ سنا تم نے؟ تم آوارہ ہو۔" امی جب اس کو آوارہ کہتی تھیں تو روبی کو اچھا نہیں لگتا تھا۔ مگر اتنا برا بھی کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ مگر آج بلال کے منہ سے سن کر وہ پاگل ہو گئی تھی۔ ایک ناقابل برداشت اذیت تھی جو اس کو تڑپا رہی تھی۔ اسی حالت میں اپنے روم میں آئی اور بستر پر اوندھے منہ لیٹ کر رونے لگی اور پھر یونہی روتے روتے خود سے بے خبر ہو گئی۔

صبح ہوئی تو طوفان تھم چکا تھا۔ مگر موسم اب بھی ابر آلود ہی تھا۔ بلال اپنے روم سے باہر آئے اور ادھر ادھر دیکھے بغیر نماز کے لیے مسجد چلے گئے اور جب واک سے فارغ ہو کر گھر آئے تو گھر میں پہلی سی ویرانی تھی۔ کچن کا دروازہ بند تھا۔ صحن میں دو مگ ٹوٹے پڑے تھے اور کچھ دوسرا سامان ادھر ادھر بکھرا پڑا تھا۔

بلال نے رک کر روحی کے کمرے کی جانب دیکھا تو اس کا دروازہ بھی بند تھا۔ بلال نے سوچا وہ تو ابھی تک سو رہی ہے یا پھر اپنی رات والی حرکت پر شرمندہ ہو گی۔ اس لیے سامنے نہیں آ رہی۔ وہ اپنے روم میں آئے اور لباس بدل کر ناشتے کا انتظار کیے بغیر ٹائم سے پہلے ہی گھر سے نکل آئے۔ وہ خود بھی اب روبی کا سامنا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ رات جو کچھ ہوا تھا وہ ان کو روبی سے دور کرنے کا باعث بن گیا تھا۔

رات کو وہ محض روبی کی وجہ سے لیٹ گھر آئے تھے تا کہ ان کے گھر پہنچنے سے پہلے گھر والے شادی سے واپس آ چکے ہوں گے۔ تاہم جب وہ گھر آ رہے تھے تو بھی ان کو گھر کے باہر ہی مل گئے۔ وہ ان سب سے باتیں کرتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے تو گھر ویسی ہی حالت میں تھا جیسی حالت میں وہ صبح چھوڑ کر گئے تھے۔ ٹوٹے ہوئے برتن اور سامان یونہی ادھر ادھر بکھرا ہوا تھا اور صفائی بھی ہونے والی تھی۔

گھر کی یہ حالت دیکھ کر اور ٹوٹے مگ دیکھ کر شمشاد بیگم کو غصہ آ گیا اور وہ نفرت سے بولیں۔

"ارے! یہ روبی کمبخت گھر پر ہی تھی...... پھر صفائی کیوں نہیں کی اس نے۔"

"بلال بھلا کیا جواب دیتے۔ وہ تو خود صبح بغیر ناشتے کے چلے گئے تھے اور ابھی ابھی ان سب کے ساتھ ہی ان کی واپسی ہوئی تھی۔" روحی نے نجانے کیا سوچ کر بلال سے پوچھا۔

"بلال صبح ناشتہ بھی ملا تھا یا نہیں؟"

"اپنی ایسی قسمت کہاں۔" بلال نے مسکرا کر کہا۔ پھر وضاحت کی۔ "ویسے میں صبح کچھ جلدی ہی چلا گیا تھا۔ تب شاید روبی سو رہی تھی۔ تاہم کل رات کا کھانا ضرور کھایا تھا۔"

"ارے روبی کی بچی، کمبخت کہاں مر گئی ہو جو...... جواب نہیں دیتی۔"

شمشاد بیگم نے بے حد غصے سے روبی کو پکارا مگر جواب میں گہری خاموشی تھی۔ یوں کہ گویا روبی گھر میں موجود ہی نہیں تھی۔ جب بہت بار پکارنے پر بھی روبی باہر نہ آئی تو شمشاد بیگم نے روحی سے کہا۔

"جاؤ روحی دیکھو تو سہی کیا کر رہی ہے۔ کہیں سو تو نہیں رہی۔" ماں کی بات سن کر روحی اندر جانے لگی تو بلال نے سوچا۔

ہو سکتا ہے وہ میری وجہ سے باہر نہ آ رہی ہو۔ میرا سامنا نہ کرنا چاہتی ہو۔ مجھے فوراً اپنے روم میں چلے جانا چاہیے۔ مگر شمشاد بیگم ان کو شادی کا قصہ سنانے بیٹھ گئی۔ دوپہر کی بارات تھی۔ بارہ بجے کا ٹائم رکھا گیا تھا جبکہ بارات آئی چار بجے۔ ابھی ابھی رخصتی ہوئی اور رخصتی ہوتے ہی ہم گھر چلے آئے۔

روحی اپنے روم میں آئی تو دیکھا روبی اپنے بستر میں بے ہوش پڑی تھی۔ وہ بھی اس حالت میں کہ اس کے جسم پر گیلا لباس تھا۔ روبی کی یہ حالت کیسے ہوئی؟ روحی نے سوچا اور پھر اچانک ہی اس کے دل میں روبی کے لیے ڈھیروں ہمدردی کے بے پناہ جذبات پیدا ہو گئے۔ کچھ بھی ہو آخر تھی تو بہن ہی اور پھر جس طرح اس نے ان کے رازوں پر...... پردہ ڈال

کر بر بار اس کی عزت بچائی تھی۔ اور ماں کے ساتھ ساتھ اس کے ہاتھوں سے بھی مار کھائی تھی۔ وہ معمولی بات نہ تھی۔ اس نے جھک کر روبی کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور پھر وہیں کھڑے کھڑے چیخ کر آواز دی۔

"امی جان! یہاں آئیں، روبی تو اپنے بستر میں بے ہوش پڑی ہے۔"

روحی کی بات سنتے ہی سب گھر والے پریشانی کے عالم میں بھاگتے ہوئے روحی کے روم میں آئے۔ مجبوراً بلال کو بھی ان کے ساتھ آنا پڑا اور اندر آ کر بلال نے دیکھا روبی کچھ بھی اوڑھے بغیر بستر پر بے سدھ پڑی تھی۔ اس کے سیاہ سلکی چمکیلے بال تکیے پر بکھرے پڑے تھے۔ شاید یہ رات ہی سے ایسی حالت میں یہاں پڑی ہے۔ مگر لباس گیلا کیسے ہوا۔ پہلی بار بلال نے سوچا۔ پھر شمشاد بیگم کی آواز سن کر چونک پڑے۔

"بلال جب تو صبح گھر سے گیا یہ کیسی تھی؟" انہوں نے پوچھا۔

"میں نے آپ کو پہلے بتایا تو تھا کہ میں آج ذرا جلدی چلا گیا تھا۔ تب بچن اور روحی کے روم کے دروازے بند تھے۔"

"اچھا! شمشاد بیگم نے کہا۔ وہ پھر وہیں روبی کے قریب بستر پر بیٹھ گئیں۔ تو نصیر صاحب نے روبی کو دیکھتے ہوئے سلمان سے کہا۔

"جاؤ سلمان تم جلدی سے ڈاکٹر کو لے کر آؤ نجانے کب سے بچی بے ہوش پڑی ہوئی ہے۔"

سلمان کی بات سنتے ہی ڈاکٹر کو لینے چلا گیا تو وہ خود بھی روبی کو دیکھتے ہوئے اپنے روم میں چلے گئے تو شمشاد بیگم کہنے لگی۔

"موسم تو کل دوپہر کو اچانک ہی خراب ہوا تھا۔ جب ہم گھر سے گئے تب تو ٹھیک ہی تھا۔ اور پھر رات میں بارش کے ساتھ طوفان بھی آ گیا۔ سچی بات ہے میں تو وہاں روبی کا سوچ سوچ کر پریشان ہوتی رہی کہ وہ تو اکیلے میں بہت ڈر رہی ہوگی۔ وہ تو بچپن ہی سے ایسے موسم سے خوف کھاتی چلی آ رہی ہے۔ پر مجبوری تھی۔ آ نہیں سکتی تھی۔" حمیدہ بیگم کی بات سن کر بلال چونک پڑے۔ پھر پوچھا۔

"کیا مطلب......؟"

"وہ دراصل روبی بچپن ہی سے بڑی ڈرپوک واقع ہوئی ہے۔ ذرا سا بھی موسم خراب ہو تو روبی کی جان پر بن جاتی ہے۔ کبھی امی کے پاس جائے گی۔ کبھی میرے پاس آئے گی۔ ایسے موسم میں وہ اکیلی ہرگز نہیں سوتی۔ اور کل رات تو خاصا بڑا طوفان تھا اور ساتھ طوفانی بارش بھی اور گھر میں روبی بھی اکیلی، ڈر گئی ہوگی مگر......" روحی نے رک کر غور سے پھر روبی کو دیکھا اور کہا۔ مگر سمجھ نہیں آتی یہ بھیگ کیسے گئی۔ اب بلال بھلا ان کو کیا جواب دیتے۔ وہ تو صرف یہ سوچ رہے تھے۔

"اوہ! تو وہ واقعی موسم سے خوفزدہ تھی۔" اتنے میں سلمان قریبی شاپ والے ڈاکٹر کو لے کر آ گیا۔

ڈاکٹر نے آتے ہی روبی کو چیک کیا پھر انجکشن بھرتے ہوئے بتایا زیادہ فکر کی بات نہیں بارش میں بھیگنے سے سردی لگ چکی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ حالت ہوئی۔

انجکشن لگنے کے تھوڑی دیر بعد ہی روبی کو ہوش آ گیا۔ ڈاکٹر نے ایک بار پھر اس کو چیک کیا۔ پھر ضروری ہدایت دیتا ہوا سلمان کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ میڈیسن دینے کے لیے اور جانے سے پہلے یہ بھی کہہ گیا۔ سب سے پہلے گیلا لباس بدل دیں۔"

ڈاکٹر کے جانے کے بعد روبی نے پوری آنکھیں کھول کر روم میں موجود لوگوں کو دیکھا۔ امی، آپی، زوبی کے ساتھ دراز قد بلال نمایاں نظر آ رہے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی روبی کو ناقابل برداشت اذیت کا احساس ہوا اور اس اذیت سے بچنے کیلئے روبی نے مارے کرب کے فوراً آنکھیں بند کر لیں اور سوچا۔

"رات جو گھاؤ بلال نے میری روح پر لگائے ہیں یہ گھاؤ تو تمام عمر ہی ہرے رہیں گے۔ گزرتا وقت بھی ان کو کبھی نہ بھر سکے گا۔ میرے اندر جو آگ آپ نے لگائی ہے یہ تو میرے مرنے کے بعد بھی نا بجھ سکے گی۔ میری جو بے عزتی اور توہین ہوئی ہے وہ مجھے زندگی کی آخری سانس تک یاد رہے گی۔ کاش بلال آپ بھی آصف اور توصیف کی طرح میری امی سے میری شکایت کر دیتے اور وہ مجھے ہمیشہ کی طرح برا بھلا کہہ کر میری پٹائی کر کے مجھے چھوڑ دیتی اور بات ختم ہو جاتی مگر۔

مگر آپ نے تو سنگدلی اور بے رحمی کی حد کر دی۔ لفظوں کے جو گھاؤ اور نشتر آپ نے میرے دل اور روح میں اتار دیئے ہیں ان کی اذیت مجھے ہمیشہ محسوس ہوتی رہے گی۔ رات کو جو کچھ ہوا یقین کرو میں اس کو کبھی نا بھول سکوں گی۔ تم نے تو میرے اندر سے ہر جذبہ جلا ڈالا، مٹا ڈالا۔ دوستی محبت کچھ بھی تو نہیں بچا۔ مجھے بتاؤ کیا بلال! اتنی ذلت اٹھانے کے بعد میں

جی پاؤں گی۔" وہ آنکھیں بند کیے مسلسل سوچ جا رہی تھی جبکہ ڈاکٹر کے جانے کے بعد حمیدہ بیگم نے محبت سے روبی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"روبی یہ تمہیں کیا ہوا اور تم بھیگ کیسے گئیں؟"

روبی نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ دیکھ کر بلال جانے لگے تو روحی نے جو روبی کے قریب کھڑی اور اس کو غور سے دیکھ رہی تھی بلال کو جاتے دیکھ کر پکارا۔

"بلال! ذرا دیکھنا تو یہ روبی کے چہرے پر نشان اور سوجن کیسی ہے۔ یوں نہیں لگتا جیسے کسی نے روبی کے چہرے پر تھپڑ مارے ہوں۔ سارا چہرہ سرخ ہو رہا ہے؟"

"کون تھپڑ مار سکتا ہے روبی کو؟ گھر میں بلال کے سوا تو کوئی تھا ہی نہیں۔ تمہارا دماغ درست ہے؟" حمیدہ بیگم نے غصے سے کہا۔ چہرہ بخار کی وجہ سے سرخ ہو گیا ہے۔ مگر روحی یہ سوچ کر ان کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ ان کی نظر کمزور ہے ہو سکتا ہے ان کو یہ نشان نظر نہ آ رہے ہوں۔ بولی۔

"بلال! تم ذرا دیکھو تو سہی۔ با دل نخواستہ بلال مڑ کے روبی کی جانب آئے۔ پھر جھک کر روبی کے چہرے کو بغور دیکھا جہاں ان کی ہتھیلیوں کے نشان تھے اور یہ نشان تو دور سے بھی نظر آ رہے تھے۔" خالہ جان کو نجانے کیوں دکھائی نہیں دیئے۔ انہوں نے سوچا۔ مگر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

معاً روبی نے آنکھیں کھول کر خود پر جھکے ہوئے بلال کی آنکھوں میں چند پل دیکھا۔ پھر مارے کرب کے آنکھیں بند کر لیں اور پھر یہ روبی کا کرب روبی کے سارے چہرے پر پھیل گیا اور آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

یہ دیکھ کر بلال جلدی سے سیدھے ہوئے اور روحی کی بات کا جواب دیئے بغیر فوراً اپنے روم میں چلے آئے۔۔۔۔۔ اور روم میں آ کر انہوں نے خود کلامی والے انداز میں کہا۔

"معاف کرنا روبی! یہ نشان، یہ داغ چند روز بعد ختم ہو جائیں گے مگر جس بڑے داغ سے میں نے تمہیں بچایا ہے اگر وہ لگ جاتا تو تم کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہ رہتی کہ میں اول آخر ایک مرد تھا۔"

اس پر یہ بھیگا موسم اور رات کی تنہائی۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو کبھی اس موقع کو مس نہ کرتا۔ وہ تھوڑے سے شرمندہ ہوئے تھے روبی کے اس طرح دیکھنے پر۔ وہ اپنے اندر ایک بے چینی محسوس کر رہے تھے۔

بلال کے جانے کے بعد حمیدہ بیگم نے روحی سے کہا۔

"روحی جاؤ اور بہن کے لیے کچھ کھانے کو لاؤ صبح سے بھوکی ہے۔ پلاؤ لے کر آؤ روبی کے لیے یا پھر پوچھ لو اس سے وہ کیا کھائے گی۔ میرا خیال ہے تمہاری چچی نے نان اور قورمہ بھی ساتھ دیئے تھے۔۔۔۔۔" روحی کے جی جہاں کہنے پر انہوں نے روبی سے پوچھا۔

"روبی نان قورمہ کھاؤ گی یا پلاؤ؟" روبی پھر بھی چپ ہی رہی۔ وہ اپنے اندر بے حد کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ یہ دیکھ کر حمیدہ بیگم نے کہا۔

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تم ایسا کرو گرم دودھ کے ساتھ بریڈ لے آؤ اور ہاں زوبی کو ساتھ لے جاؤ اور بلال کو بھی کھانا بھیج دو۔"

"جی امی! روحی نے کہا اور زوبی کو ساتھ لے کر چلی گئی۔ تو سلمان میڈیسن لے کر آ گیا۔ خود وہاں بیٹھنے یا روبی کو دیکھنے کی بجائے میڈیسن ماں کے حوالے کر کے ان کو سمجھا کر وہ اپنے روم میں چلا گیا۔" ہر خوراک چار گھنٹے بعد دینی ہے وہ بھی دودھ کے ساتھ۔"

روحی جب تک دودھ اور سلائس گرم کر کے لائی تب تک حمیدہ بیگم روبی کو گیلے لباس کی جگہ دوسرا لباس پہنا چکی تھی۔ ان کو اس وقت روبی پر ترس اور پیار بیک وقت آ رہا تھا۔ وہ اب بہت اچھی اور نیک بچی بن چکی تھی۔ پانچ وقت نماز پڑھتی تھی اور صبح کو قرآن پاک بھی لازمی کھولتی تھی اور پھر چپ چاپ سارا وقت گھر کے کاموں میں مصروف رہتی۔ روحی گرم دودھ اور سلائس لائی تو انہوں نے اپنے سامنے بٹھا کر روبی کو کھلایا۔ میڈیسن کی پہلی خوراک بھی خود دی۔ روحی کو روبی کا خیال رکھنے کا کہہ کر اپنے روم میں چلی گئیں۔

☆☆☆

بلال جب ایبٹ آباد سے روحی کے گھر آئے تو غزالہ ایک روز قبل ہی اپنی والدہ کے ساتھ کراچی اپنے خالہ کے گھر جانے کے لیے روانہ ہوئی تھی۔ ایک ماہ کراچی میں رہنے کے بعد وہ جب لاہور واپس آئی تو دوسرے ہی دن روحی کو ملنے اور گفٹ دینے ان کے گھر آئی۔ کافی دیر بیٹھنے اور کراچی میں بیتے پل پل کے قصے سنانے کے بعد جب وہ واپس اپنے گھر جا رہی تھی۔۔۔۔۔ تب اچانک بلال گھر میں انٹر ہوئے۔ غزالہ نے چونک کر بلال کو دیکھا اور تب تک حیران و ششدر دیکھتی رہی جب تک وہ ڈرائنگ روم میں چلے نہیں گئے۔ پھر پاس کھڑی

روحی سے پوچھا۔
"روحی یہ ہیرو کون تھا؟ کیا زبردست پرسنالٹی ہے جناب کی۔"
"پرویز ہیرو نہیں۔" روحی نے ہنس کر پوچھا؟
"وہ بس سو سو ہے مگر یہ تو دیکھتے ہی دل میں اتر گیا۔" غزالہ نے بے باکی سے کہا۔
"منہ دھو کر رکھو۔ وہ تمہارے کام کی چیز نہیں۔ بہت نیک اور شریف بندہ ہے۔ ویسے بھی پنجابی نہیں پٹھان ہے۔ امی کی منہ بولی بہن کا بیٹا ہے اور ایبٹ آباد سے اپنا کوئی تعلیمی کورس مکمل کرنے لاہور آیا ہے۔ جس دن تم اپنی امی کے ساتھ کراچی کے لیے روانہ ہوئی تھی اس کے دوسرے ہی روز تو بلال آیا تھا۔ بہت اچھا، سادہ بندہ ہے اور پانچ وقت کا نمازی بھی۔" روحی نے وضاحت سے بتایا۔
"ارے! بہت دیکھے ہم نے نیک اور شریف بندے۔ تم ذرا اس کو باہر بلا کر میرا تعارف تو کرواؤ پھر میں تمہیں دکھاؤں گی وہ کتنا نیک اور شریف بندہ ہے۔" غزالہ نے اپنے سابقہ تجربے کی بنا پر کہا۔
"بکواس مت کرو۔ وہ واقعی بہت نیک اور شریف ہے۔" روحی نے پھر کہا تو غزالہ بولی۔
"اگر یہ بات ہے تو مجھے بھی ضد ہے میں تمہیں دکھا کر رہوں گی مرد صرف مرد ہوتا ہے۔ نیک شریف یہ لفظ صرف لڑکیوں کے لیے سوٹ کرتے ہیں۔ مجھے جلدی سے بتاؤ یہ گھر میں کب موجود ہوتا ہے تاکہ میں تمہیں اس کی شرافت کھول کر دکھا سکوں۔" غزالہ نے کچھ غرور سے کہا۔
"بہت کمینی ہو۔ باز نہیں آؤ گی۔ وہ صرف چھٹی والے روز گھر ہوتا ہے۔"
"چھٹی والے روز میں لازمی آؤں گی۔ بس تم اپنے امی ابو کو کہیں بھجوانے کا انتظام کرو اور وہ موجود ہوئے تو بات نہ بن سکے گی۔ میں دوپہر کے کھانے پر آؤں گی۔" غزالہ نے اپنا پروگرام بتایا۔
"اوکے! امی ابو کا بندوبست میں کرلوں گی۔ تاہم بلال کی جانب سے میں ابھی تم سے شرط لگاتی ہوں کہ تم ہار جاؤ گی۔ تم نے اس کو صرف آج بلکہ ابھی دیکھا ہے جبکہ میں اس کو پورے ایک ماہ سے دیکھ رہی ہوں۔" روحی نے پورے یقین سے کہا۔
"اگر میں جیت گئی تو؟" غزالہ نے مسکرا کر پوچھا۔
"تو پھر میں تمہیں کوک کی ایک بوتل پلا دوں گی۔" روحی نے فوراً ہنس کر کہا۔
"یہ لڈو کی گیم نہیں جو تم کوک کی ایک بوتل شرط لگا رہی ہو۔ شرط ذرا وزن دار ہونی چاہیے۔" غزالہ بہت اوور ہو رہی تھی۔
"پیور گولڈ کا وہ سیٹ نہ لگا لیں جو پرویز نے تمہیں گفٹ کیا تھا۔" روحی نے ذومعنی انداز میں پوچھا۔
"ہاں کے بعد جوابی سیٹ کہاں سے لا کر دو گی۔" غزالہ کو اپنی جیت کا مکمل یقین تھا۔ وہ تو کراچی بھی ایک عدد محبت کر کے آئی تھی۔
"میں ہاری تو تب نا۔" روحی نے پھر ہنس کر کہا تو غزالہ بولی۔
"بکواس مت کرو۔ سیدھی طرح بتاؤ سیٹ کے بدلے سیٹ دیتی ہو اور میری ہار کا خیال دل سے نکال دو۔" مگر روحی کو اپنی مکمل جیت کا یقین تھا۔
"اچھا بھئی! یہ بات ہے تو تم میرا منگنی والا سیٹ لے لینا اور پھر میری شادی پر مجھے گفٹ کر دینا۔ ٹھیک ہے نا۔"
"بالکل ٹھیک۔ منگنی والا سیٹ تو میرے ذہن سے نکل چکا تھا۔" غزالہ نے خاصے جوش سے کہا۔
"ویسے مجھے مکمل یقین ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ کیا خیال ہے؟" روحی نے مسکرا کر پوچھا اور غزالہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے بات پکی کر دی اور اپنے گھر چلی گئی۔
اب مسئلہ یہ تھا کہ چھٹی والے روز امی ابو بلال کے ساتھ کھانے پر لازمی موجود ہوتے تھے۔ ان کو گھر سے باہر بھیجنے کے لیے روحی نے گڈو کو فون کر کے ساری بات بتائی۔ پھر کہا۔

"اب تم کسی بہانے سے ان کو اپنے یہاں بلالو۔" اور جواباً گڈو نے کہا۔
"ارے ایہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ سمجھو تمہارا کام ہو گیا اور فون بند کر دیا۔" روحی کے گھر میں فون ابھی تک نہیں لگا تھا۔ یہ فون اس نے منوری خالہ کے گھر سے کیا تھا اور اس کا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔
چھٹی والے روز حسب وعدہ غزالہ عین اس وقت روحی کے گھر آئی جب دسترخوان لگ چکا تھا اور سبھی لوگ کھانے میں محو تھے۔ ان میں بلال کے ساتھ ساتھ سلمان بھی تھا جبکہ امی ابو ماموں کے ہاں جا چکے تھے۔ گڈو نے منوری خالہ کے گھر فون کر کے پیغام دیا تھا۔ ابو کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ وہ پھوپھو کو یاد کرتے ہیں۔ ان سے کہیے کل چھٹی ہے پھوپھا جی کو ساتھ لے کر ضرور آئیں اور حمیدہ ناشتے سے فارغ ہوتے ہی شوہر کو ساتھ لے کر چلی گئی تھیں۔ ادھر غزالہ خوب اچھا سا سوٹ پہن کر پورا میک اپ کر کے آئی تھی۔ غزالہ کو دیکھتے ہی روحی نے کہا۔
"غزالہ یہ بلال ہے۔ امی کی منہ بولی بہن کا بیٹا ہے اور ایبٹ آباد سے آیا ہے۔"
"بلال یہ غزالہ ہے۔ میری اکلوتی دوست۔"
روحی کی بات سن کر سر جھکا کر محویت سے کھانا کھاتے بلال نے چہرہ اٹھا کر غزالہ کی جانب دیکھا غزالہ نے فوراً ایک ادا سے پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے بلال کو سلام کیا۔
"وعلیکم سلام! غزالہ بہن کیسی ہیں۔" بلال نے بڑی عزت اور احترام سے پوچھا۔
"ٹھیک ہوں بھائی جان۔" غزالہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا اور اس کے بعد گویا ساری بات ہی ختم ہو گئی تھی۔
بلال پھر سے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے اور روحی نے بمشکل اپنا قہقہہ حلق کے اندر روکا تھا۔ اس کے بعد غزالہ بھی ان کے ساتھ خاموش سے کھانے میں شامل ہو گئی۔ کھانے سے فارغ ہوتے ہی بلال ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔ سلمان بھی ان کیساتھ ہی چلا گیا تھا اور ان کے جاتے ہی روحی، روبی کو برتن سمیٹنے کا کہتے ہوئے غزالہ کو ساتھ لیتے ہوئے اپنے روم میں چلی گئی۔ روم میں آتے ہی اس نے جو غزالہ کی شکل دیکھتے ہوئے ہنسنا شروع کیا تو ہنستی ہی چلی گئی۔ مگر غزالہ نے برا نہیں منایا تھا بلکہ اس نے پوری سنجیدگی سے کہا۔
"یار! زندگی میں پہلی بار کسی شریف مرد کو دیکھا ہے۔ واقعی بہت شریف بندہ ہے۔" غزالہ نے تعریف کی۔ "پرویز کا دیا ہوا پیور گولڈ کا سیٹ اب سمجھو تمہارا ہوا۔"
"ارے! نہیں نہیں۔ مجھے معلوم تھا تم ہار جاؤ گی۔ وہ تو یونہی ایک بات کی تھی میں نے۔" روحی نے انکار کرتے ہوئے کہا۔
"خیر اب نہیں تو تین ماہ بعد تمہاری شادی پر تمہیں گفٹ کر دوں گی۔" غزالہ نے کہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ہی وہ چلی گئی تھی۔ اس کے بعد جب بھی غزالہ آتی اور اگر اتفاق سے بلال کے ساتھ سامنا ہو جاتا تو وہ خود ہی سلام کرنے میں پہل کرتے ہوئے کہتی۔
"السلام علیکم! بھائی جان کیسے ہیں آپ اور سلام کا جواب دیتے ہوئے جواباً بلال بڑے احترام سے پوچھتے۔
"آپ کیسی ہیں؟ غزالہ بہن۔"
اور آج روحی کی امی ان کے گھر کسی کام سے آئی تو بتایا روبی بہت سخت بیمار ہے اور گھر تنہا چھوڑ کر شادی میں گئے تھے۔ ہمارے گھر آنے سے پہلے ہی بیمار پڑ گئی۔ یہ سننے کے بعد غزالہ اسی سہ پہر روبی کو دیکھنے ان کے گھر آئی تھی تو ڈیوڑھی میں باہر آتے ہوئے بلال سے ملاقات ہو گئی۔ غزالہ نے سلام کیا تو بلال نے جواب دیتے ہوئے محبت سے پوچھا۔
"اب کے ہماری بہن بہت دنوں بعد آئی، خیریت تو تھی؟"
"بالکل خیریت تھی بھائی جان! وہ میری باجیاں اپنے بچوں کے ساتھ آئی ہوئی ہیں۔ ان کی وجہ سے گھر سے نکل نہ سکی۔ آج بھی روبی کو دیکھنے آئی ہوں۔ خالہ بتا رہی تھیں روبی بہت سخت بیمار ہے۔"
بلال نے ہوں کہا اور باہر نکل گئے۔ دل میں سوچا وہ ابھی تک بیمار ہے۔ لگتا ہے میری باتوں کا کچھ زیادہ ہی اثر لیا۔ انہیں ابھی تک اپنی غلطی کا احساس تک نہ تھا کہ ایک لڑکی کو سمجھانے کیلئے انہوں نے غلط طریقہ اختیار کیا تھا۔
"آج کیسے بھول پڑی بے مروت لڑکی۔" روحی نے غزالہ کو دیکھتے ہی شکوہ کیا تو غزالہ بولی۔

"یار ایا جیاں اپنے بچوں کے ساتھ آئی ہوئی ہیں۔ان کی وجہ سے ادھر ادھر سرکنے کا ذرا سا بھی ٹائم نہیں ملتا۔آج بھی روبی کو دیکھنے آئی ہوں۔خالہ بتا رہی تھیں کہ وہ سخت بیمار ہے۔" غزالہ نے بتایا۔

"ہاں اوہ بیمار ہے۔" روحی نے کہا اور غزالہ کو ساتھ لیے اپنے روم میں آئی۔

روبی بستر میں لیٹی تھی۔غزالہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے حال پوچھا۔

"اب ٹھیک ہوں۔" روبی نے آہستہ سے کہا۔

"ہوا کیا تھا؟" غزالہ نے بہت محبت سے پوچھا۔اچھی طرح جانتی تھی۔ایک بار اس کا الزام اپنے سر لے کر اس کی عزت بچائی تھی۔حالانکہ اس کی شکایت کرنے والی بھی اس کی ماں تھی۔وہ کہہ سکتی تھی یہ رقعہ میرے نہیں تمہاری بیٹی کے یار نے دیا ہے مگر اس نے خاموشی ہی اختیار کی تھی۔

"کچھ خاص نہیں، یونہی ہمیشہ کی طرح بادل بجلی، بارش سے ڈر گئی تھی۔" روبی نے ایک بار پھر آہستگی سے کہا۔

"روبی تم اتنی بڑی ہو کر بادل بجلی سے ڈرتی ہو۔" غزالہ نے حیرت سے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو روبی نے کہا۔

"یہ ڈر اب بس آخری بار کا تھا۔اب کے بعد کبھی نہیں ڈروں گی کہ اب ہر ڈر، خوف میرے اندر سے اچانک ختم ہو گیا ہے۔"

غزالہ کچھ دیر یونہی باتیں کرتی رہی پھر روحی کے کہنے پر اٹھ کر باہر چلی آئی۔مگر زیادہ دیر وہ باہر بھی نہیں بیٹھی تھی۔جلد ہی وہ اپنے گھر واپس چلی گئی تھی۔

تقریباً ایک ہفتہ وہ سخت بیمار رہی۔پھر اس کی طبیعت سنبھلنے لگی۔اس روز چھٹی تھی اور روبی اپنی طبیعت پہلے سے زیادہ بہتر محسوس کر رہی تھی۔وہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگی۔پھر وہ باہر جانے کا سوچ رہی تھی۔معاً باہر سے آتی بلال کی آواز سن کر رک گئی اور پھر غور سے ان کی بات سننے لگی۔

"روحی کیا روبی تمہاری سگی بہن ہے؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"تمہیں کوئی شک ہے۔" اس پر روحی نے ہنس کر پوچھا۔

"شک کیا۔" بلال خفیف سا مسکرائے پھر کہا۔

"دراصل میں اس کی عادات تم لوگوں سے ذرا مختلف ہیں۔تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو بلال۔کیا تم نے روبی کی کوئی غلط حرکت دیکھی ہے۔بولو۔" روحی نے جلدی سے پوچھا۔

"ہاں!" بلال کے منہ سے بے ساختگی میں نکل گیا۔مگر فوراً ہی انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔یہی وجہ تھی فوراً سنبھل کر بولے۔"نہیں خیر ایسی تو کوئی بات نہیں۔وہ میں نے تمہیں بتایا تو ہے کہ میں نے محسوس کیا ہے وہ تم لوگوں سے ذرا الگ سی لگتی ہے۔بلال نے روحی کو مطمئن کرنے کی کوشش کی مگر روحی بھی ایک نمبر کی تیز اور ہوشیار لڑکی تھی بلکہ بے حد مکار۔اس پر روبی کو استعمال کرنے کے باوجود اس کی دشمنی میں پیش پیش تھی۔

وہ سمجھ گئی۔کوئی بات ہوئی ضرور ہے جو بلال نے یہ بات کی ہے۔

معاً روحی کو یاد آیا جب وہ لوگ شادی سے واپس آئے تو گھر کے صحن میں دو مگ ٹوٹے پڑے تھے اور کچھ سامان بھی ادھر ادھر بکھرا پڑا تھا۔جیسے کسی نے غصے میں آ کر خود برتن توڑے ہوں۔سامان بکھیرا ہوا تھا اور جب وہ اندر آئی تو روبی بے ہوش تھی۔اس کے چہرے پر نا صرف سوجن تھی بلکہ ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے نشان بھی صاف نظر آ رہے تھے۔جس کا صاف مطلب یہی تھا کہ اس کے چہرے پر کسی نے تھپڑ مارے تھے۔اور اس وقت اس بات پر زیادہ غور اس لیے بھی نہ کیا گیا کہ گھر میں تو صرف بلال تھے۔اگر کوئی اور ہوتا تو ان نشانوں کے بارے میں سوچا جا سکتا تھا۔اور اب یہ بات چونکہ ناممکن تھی کہ بلال کے بارے میں تو ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔اس لیے بات آئی گئی ہو گئی اور اب وہ سوچ رہی تھی ضرور کوئی بات ہوئی جو پہلے بلال نے ہاں کہا پھر مکر گئے۔مگر یہ مجھے نہیں جانتا۔میرا نام بھی روحی ہے۔میں بلال سے سچ اگلوا کر ہی رہوں گی۔" یہ سوچتے ہی بڑی چالاکی سے کہنے لگی۔

"بلال! تم نے مجھ سے کہا تھا تم ہمیشہ سچ بولتے ہو۔اگر یہ بات ہے تو سچ سچ بتاؤ تمہارے اور روبی کے درمیان کوئی بات ہوئی ہے نا۔" تو بلال خاموش ہی رہے۔تو روحی کھل کر کہنے لگی۔

"جب ہم شادی سے فارغ ہو کر گھر واپس آئے تو صحن میں دو مگ ٹوٹے پڑے تھے جن میں یقیناً تم نے اور روبی نے کھانے کے بعد چائے پی ہو گی اور کچھ سامان بھی بکھرا پڑا تھا

اور اندر کمرے میں روبی بے ہوش تھی اور اس کے چہرے پر تھپڑوں کے نشان واضح نظر آ رہے تھے۔ اس وقت تو بات امی کی مداخلت کی وجہ سے آئی گئی ہو گئی تھی اور تم بھی روبی کا چہرہ دیکھنے کے بعد کوئی تبصرہ کیے بغیر روم سے باہر نکل گئے تھے۔ حالانکہ میں نے تم سے جو کہا تھا وہ سچ تھا۔ روبی کے چہرے پر ہتھیلیوں کے نشان صاف صاف نظر آ رہے تھے اور یہ تھپڑ تمہارے سوا روبی کو کون مار سکتا تھا کہ گھر میں تمہارے سوا کوئی تھا ہی نہیں۔ یقیناً تمہارے اور روبی کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوا تھا۔ مگر یہ جھگڑا کس بات پر ہوا تھا یہ صرف تم بتا سکتے ہو۔

روبی نے ایسا کیا کیا جو تم ایسا اچھے انسان نے اس کو تھپڑ مارے۔ میرا تم سے سچا وعدہ ہے تمہاری بتائی ہوئی ہر بات ہمیشہ میرے دل میں رہے گی۔" روحی نے بات کچھ اس انداز سے کی تھی کہ بلال نے اب کچھ بھی چھپانا مناسب نہ سمجھا اور سب کچھ صاف صاف روحی کو بتا دیا اور بلال کے منہ سے ساری کہانی سننے کے بعد روحی کہنے لگی۔

"بس بلال یہی وجہ تھی جو ہم گھر والوں نے روبی کو تمہارے سامنے آنے سے روکا۔ وہ ہر لڑکے کو دیکھتے ہی لو لیٹر لکھنے لگتی ہے۔ تمہیں اس نے لو لیٹر اس لیے نہیں لکھا کہ تم گھر کے اندر موجود تھے۔ یہی وجہ ہے اس نے لیٹر لکھنے کی بجائے زبانی اپنا مدعا بیان کر دیا۔" روحی کی بات سن کر بلال خاموش ہی رہے۔ یہ بتانا مناسب نہیں سمجھا کہ وہ انہیں بھی لیٹر لکھ چکی ہے۔ وہ روحی کی سن رہے تھے جو کہہ رہی تھی۔

"ہم لوگ روبی کی وجہ سے سارا وقت پریشان رہتے ہیں۔ اس کی انہی حرکتوں کی وجہ سے ہم اس کو اپنے ساتھ شادی میں لے کر نہیں گئے تھے اور اس کمینی نے گھر کے اندر ہی ایسی حرکت کر دی۔ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو ذرا سنجیدگی سے سوچو عزت باقی رہتی۔ ہم لوگ سمجھ نہیں پائے وہ گئی کس پر ہے۔ اب مجھے دیکھو، روبی کو دیکھو تم نے بھی کوئی غلط بات ہم میں دیکھی اور یہ روبی......" روحی بولنے پر آئی تو خود کو پارسا بنا کر اپنی ہر لو سٹوری روبی سے وابستہ کر کے بلال کو سنا دی بلکہ غزالہ والی بات بھی روبی سے ہی منسلک کر دی اور روبی کے بارے میں یہ ساری کہانیاں سن کر بلال افسوس سے سر ہلا کر رہ گئے اور دل میں سوچا وہ شادی کے لیے کتنی غلط لڑکی کا انتخاب کرنے لگے تھے۔ صد شکر کہ وہ بچ گئے۔

کمرے کے اندر جھلتی ہوئی باتیں سنتی روبی کا خون کھول کر رہ گیا۔

روحی کی یہ ساری بکواس سن کر مگر قصور خود اس کا اپنا تھا۔ مسلسل خاموشی اختیار کرنے کی وجہ سے آج حالات اس کو ایسے مقام پر لے آئے تھے جہاں وہ کسی بھی بات کی وضاحت کرنے کے قابل نہ رہی تھی۔ وہ بے گناہ ہو کر بھی سب کی نگاہوں میں گناہگار اور مجرم بن چکی تھی۔ اپنی بے بسی کا احساس اب روبی کو شدت سے ہونے لگا تھا۔

اس طوفانی رات کے بعد روبی بلال کے سامنے نہیں آئی تھی۔ جو کچھ بلال نے کیا تھا اور کہا تھا اس کے بعد وہ بلال کا سامنا کرنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے سارا وقت بیماری کا بہانہ کر کے خود کو روم میں مقید رکھتی۔ ماں آج کل اس پر بہت مہربان ہو چکی تھی۔ دن میں کئی بار اس کو کمرے میں دیکھنے آتی۔ خود کھانا بعد میں کھاتی پہلے اس کو اندر بھیجتی۔ لیکن اب جب بلال کے واپس جانے میں صرف دو روز باقی تھے جب روحی غصے میں بھری روم میں آئی اور تنتناتی ہوئی بولی۔

"روبی بہت ریسٹ کر لیا اب تم ٹھیک ہو چکی ہو۔ چلو اٹھو اور گھر کا کام......" اور روبی جواب دیے بغیر اٹھ کر باہر آ گئی۔ گھر بھر کی صفائی کرنے لگی۔ آخر میں جب وہ ڈیوڑھی صاف کر رہی تھی تو خلاف توقع بلال گھر آ گئے۔ اتفاق سے ان کا کام آج ہی مکمل ہو گیا تھا۔ انہوں نے کام کرتی روبی کو دیکھا تو قدم خود بخود ہی رک گئے۔ ان کو رکتے دیکھ کر روبی نے چہرہ اٹھا کر ان کو دیکھا، پھر ان کو اپنی جانب دیکھتا پا کر چہرہ جھکا لیا۔

روحی کی باتوں کے بعد وہ انہیں اپنا چہرہ دکھانے کے قابل بھی کہاں رہی تھی جو طوفانی رات میں پہلے ہی اس کی جانب سے غلط فہمی کا شکار ہو چکے تھے۔

بلال کچھ دیر حیرت سے کھڑے اس کو دیکھتے رہے۔ اس کے چہرے پر افسردگی، حزن و ملال چھا گیا تھا۔ اس کے وہ ہونٹ جن پر دائمی مسکراہٹ ناچتی رہتی تھی مرجھا کر رہ گئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں بسنے والی شوخی و شرارت کی چمک ماند پڑ گئی تھی۔ یہ اس کو کیا ہوا۔ وہ سوچ رہے تھے۔

روبی نے بلال کو مسلسل اپنی جانب دیکھتے پایا تو اٹھ کر اندر چلی گئی اور بلال چونک پڑے۔ پھر سر جھٹک کر یہ سوچتے ہوئے ڈرائنگ روم میں چلے گئے کہ یہ بھی اب اس کی کوئی نئی چال ہو گی۔ مگر مجھے کیا میں تو آج ہی واپس جا رہا ہوں۔

اسی رات وہ سب گھر والوں سے مل کر ایبٹ آباد کے لیے روانہ ہو گئے اور جاتے وقت شمشاد بیگم نے انہیں بطور خاص تاکید کی تھی کہ اگلے ماہ وہ نا صرف خود آئیں بلکہ سب گھر والوں کو ساتھ لے کر شادی پر لازمی آئیں اور بلال نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ وہ سب گھر والوں کو لے کر لازمی آئیں گے۔

اگلی صبح بلال اپنے قلعے کی اونچی دیواروں والی آبائی حویلی میں پہنچ گئے جو ایبٹ آباد کی مشہور الیاسی مسجد کے قریب ہی تھی۔ ان کی یہ آبائی حویلی نہ صرف خوبصورت تھی بلکہ بہت بڑی بھی تھی۔ خاندان کے لوگوں کا رہائشی حصہ پچھلی جانب تھا۔ سامنے کی جانب مردانہ تھا۔ ایک جانب ملازمین کے کوارٹر تھے۔ تو دوسری سائیڈ پر بہت بڑا باغ بھی اس حویلی کی خوبصورتی میں اضافہ کرتا تھا۔ بلال کو دیکھتے ہی سب ملازموں نے سلام کیا اور رہائشی حصے میں بھی اطلاع پہنچا دی کہ چھوٹے خان صاحب آ گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر سب ہی خوش ہوئے تھے کہ وہ دو دن قبل چلے آئے تھے۔

بلال حویلی میں داخل ہوتے ہی سیدھا اپنے بابا جان کے پاس مردانے میں آئے تھے اور ان کو سلام کرنے، گلے ملنے کے بعد ان کی خواہش پر وہیں بیٹھ گئے۔ وہاں ان کے کرنے کو بہت زیادہ کام تھے۔ دوپہر کے قریب بمشکل اجازت لے کر اٹھے اور جب زنانہ حصے میں آئے تو ان کی والدہ بہت غصے میں تھیں۔ وہ سلام کرنے کے بعد گلے مل کر الگ ہوئے تو انہوں نے خفگی سے کہا۔ "میں نے سنا ہے تم صبح صبح آ گئے تھے مگر زنانے میں اب آ رہے ہو۔ تین ماہ بعد تم گھر واپس آئے ہو کیا یہ تمہارا فرض نہ تھا کہ آتے ہی ماں کو سلام کرنے حاضر ہوتے۔"

"مجھے افسوس ہے امی جان! میں آتے ہی آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ وجہ یہ کہ وہاں مردانے میں تو بابا کے پاس مسائل کا ایک ڈھیر تھا۔ بابا جان نے ہی مجھے مردانے میں روک لیا تھا۔ اب بھی بڑی مشکل سے اجازت لے کر آیا ہوں۔ ویسے یہ بھائی جان آج کل کہاں ہوتے ہیں؟" بلال نے وضاحت کرتے ہوئے کمال کے بارے میں پوچھا۔

"تمہیں کچھ بتایا نہیں انہوں نے۔" بھابی نے ٹیپو کو کھانا کھلاتے ہوئے کہا اور بلال نے ان کو سلام کرتے ہوئے کہا۔

"انہوں نے اگر مجھے بتایا ہوتا تو آپ سے کیوں پوچھتا۔"

"کمال کا ٹرانسفر تو لاہور ہو گیا ہے اور وہ آج کل لاہور جانے کی تیاریوں میں مصروف ہے۔" اب کے بیگم اخلاق نے محبت سے بیٹے کو دیکھتے ہوئے بتایا۔ بلال کی وضاحت کے بعد ان کی خفگی دور ہو گئی تھی۔

"آپ بھی ساتھ جائیں گی؟" بلال نے پوچھا۔

"نہیں میں یہاں تمہارے پاس رہوں گی۔ بھلا اپنی آبائی حویلی چھوڑ کر میں کہاں جاؤں گی۔" انہوں نے کہا پھر پوچھا۔

"آئے ہائے! میری تو غصے میں مت ماری گئی۔ لاہور والوں کے بارے میں تو میں نے پوچھا ہی نہیں کیسے ہیں وہ سب لوگ۔ شمشاد کیسی ہے، بچے کیسے ہیں اور نصیر بھائی کیسے ہیں؟" بلال نے ان کے سب سوال اطمینان سے سنے پھر بولے۔

"خالہ جان بھی اچھی ہیں اور خالو جان بھی اور بچے بھی سب ٹھیک ٹھاک ہیں اور وہ سب لوگ آپ سب کو سلام دعا کہتے تھے۔"

"وعلیکم السلام! میرا تم سے پوچھتی تھیں شمشاد؟" بیگم اخلاق نے اشتیاق سے پوچھا۔

"جی امی جان! خالہ جان آپ کا اکثر پوچھتی ہی رہتی تھیں اور مجھے آتے ہوئے انہوں نے یہ تاکید کی تھی کہ روجی کی شادی پر گھر کے بھی لوگ آئیں۔" بلال نے بتایا۔

"اچھا! تو روجی کی شادی ہے۔ کب ہو رہی ہے یہ شادی؟ بہت پیاری اور لائق سگھڑ بچی ہے۔ روجی اور بہت زیادہ با اخلاق بھی۔ پہلی بار مجھے یوں محبت سے ملی جیسے برسوں سے جان پہچان ہو۔" بیگم اخلاق روجی کی تعریف کر رہی تھیں۔

"جی امی جان! آپ بالکل درست کہتی ہیں۔" بلال نے ان کی بات کی تائید کی۔ پھر بتایا۔

"شادی اگلے ماہ ہے اور امی جان ان لوگوں نے مجھے بھی بہت محبت سے اپنے گھر تین ماہ رکھا محسوس ہی نہیں ہونے دیا کہ اپنے گھر سے دور غیروں میں ہوں میں۔"

"اسی لیے تو میں نے تمہیں ان کے یہاں بھیجا تھا۔ چلو اب روجی کی شادی کے بہانے کمال کا گھر بھی دیکھ لوں گی اور شادی میں شرکت بھی کر لوں گی۔ کیوں گل ٹھیک ہے نا۔" انہوں نے بہو سے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک امی جان!" گل نے نیپکن سے ٹیپو کا منہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھابی جان! اب آپ سنائیں آپ کا کیا حال چال ہے؟" بلال نے ٹیپو کو پیار کرتے ہوئے پوچھا جو کھانے سے فارغ ہو گیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" گل نے مسکرا کر کہا تو بیگم اخلاق بولیں۔
"بلال اب تم کو لازمی شادی کرنی ہوگی۔ گل ٹیپو تو کمال کے ساتھ لاہور چلے جائیں گے اور میں یہاں اکیلی رہ جاؤں گی۔ اگر تم شادی کر لو گے تو پھر تمہاری دلہن تو ہوگی نا میرے پاس۔ میرا دل بہلانے کو۔"
بلال ماں کی بات سن کر خاموش رہے۔ نگاہوں میں یکدم روبی کا گھنی اداسی والا سوگوار چہرہ ابھرا تھا۔ جو ایبٹ آباد آتے ہوئے انہوں نے دیکھا تھا اور وہ چہرہ لاہور سے ایبٹ آباد آنے تک ان کو ڈسٹرب کرتا آیا تھا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے گھومتا رہا تھا۔ انہوں نے بار بار سر جھٹک کر سوچا تھا یوں اداکاری یا کوئی نئی چال ہوگی مجھے متاثر کرنے کیلئے۔ مگر میں متاثر ہونے والا نہیں۔
ادھر بلال کو خاموش دیکھ کر بیگم اخلاق کو تھوڑا حوصلہ ہوا کہ خاموشی پوری نہیں تو نیم رضامندی ضرور ہوتی ہے۔ اس لیے پھر کہنے لگیں۔
"بلال! میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ امریکہ جانے سے پہلے تمہیں لازمی شادی کرنی ہوگی اور تمہاری غیر موجودگی میں...... میں تمہارے لیے لڑکی پسند کر چکی ہوں۔ اب میں تمہارا انکار نہیں سنوں گی، سنا تم نے۔" انہوں نے رعب سے کہا۔
"اچھا امی جان! کر لوں گا مگر روحی کی شادی کے بعد۔" بلال نے کہا تو بیگم اخلاق حیران و ششدر سی بلال کو دیکھتی رہ گئیں۔ ان کو امید نہیں تھی کہ بلال اتنی جلدی مان جائے گا۔ وہ تو بلال کے لاہور جانے سے پہلے سوچ چکی تھیں کمال اور بلال کے بابا سے کہہ کر بلال کو شادی کے لیے رضامند کرائیں گی۔ مگر وہ تو خود ہی رضامند ہو چکا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ اور کہتیں خان اخلاق خان آگئے اور ان کو دیکھتے ہی گل نے ٹیپو کو آیا اماں کے حوالے کیا اور پھر بڑی خاموشی سے کھانے کا آغاز ہو گیا۔ کھانے کے بعد قہوہ پیتے ہوئے بیگم اخلاق نے بڑے خان صاحب کو بتایا۔ "بلال نے شادی کے لیے اپنی رضامندی دے دی ہے۔"
"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔" بڑے خان بھی خوش ہو کر بولے۔ "اب تم جلدی سے کوئی اچھی سی لڑکی دیکھ ڈالو۔"
"میں اس کے لاہور جاتے ہی لڑکی پسند کر چکی ہوں۔" بیگم اخلاق نے کہا اور پھر ان لڑکی کے بارے میں بتانے لگی۔ بلال بھی پاس بیٹھا خاموشی سے سنتا رہا۔

☆☆☆

روحی نے بلال کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کو ہر بات سچی سچی بتا دے اور یہ کہ تمہارا یہ سچ میں کبھی بھی کسی کو نہیں بتاؤں گی اور بلال کی موجودگی میں اس نے یہ وعدہ نبھایا بھی تھا مگر اب جب بلال موجود نہیں تھا واپس ایبٹ آباد جا چکا تھا تو روحی کو بے چینی ہو رہی تھی کہ وہ ماں کو کیسے یہ بتائے کہ روبی نے آصف اور توصیف کی طرح بلال کے ساتھ بھی غلط حرکت کی تھی۔ بلکہ بہت زیادہ کی تھی۔
ہو سکتا ہے وہ بلال کے ساتھ کیے گئے اپنے وعدے پر قائم رہتی مگر ماں کی روبی کے ساتھ بڑھتی ہوئی محبت روحی سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ بلال کے جاتے ہی روحی نے طوفانی رات کے حوالے سے طعنے مار مار کر روبی کی زندگی دوزخ بنا کر رکھ دی تھی۔ روبی کی مسلسل خاموشی کے باوجود وہ گھر میں چلتے پھرتے اس کو سنانے کیلئے کہتی رہتی۔
"آوارہ نے خاندان کے اندر کیا باہر بھی کسی کو نہیں چھوڑا۔" پھر وہ رک کر اس پر اک نگاہ ڈالتی اور جتانے والے انداز میں کہتی اور تو اور گھر آئے مہمان کو بھی نہیں چھوڑا۔ صرف ایک دن رات کے لیے تنہا چھوڑا تو مہمان سے ہی فری ہونے لگی۔ آوارہ وہ تو مہمان ہی شریف تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ہماری ناک تو کٹوا دی تھی نا آوارہ نے۔"
روبی اتنا کچھ سن کر بھی جواباً خاموش ہی رہتی تھی۔ بلال نے خود اس کے ساتھ جو کیا تھا وہی کیا کم تھا کہ جانے سے پہلے ساری سٹوری روحی کو سنا کر اس کی جان مزید عذاب میں ڈال گئے تھے۔ روبی کے دل میں اب بلال کے لیے شدید ترین نفرت پیدا ہو چکی تھی۔ اس کی خواہش وہ نہیں تھی جو بلال سمجھے تھے۔ وہ تو صدا کی ڈرپوک تھی اور بارش، بجلی، بادل سے تو وہ بطور خاص ڈرتی تھی۔ اسی خوف کی وجہ سے وہ بلال کے پاس گئی تھی اور بجلی کے خوف سے وہ نادانستہ بلال سے لپٹی تھی۔ نادانستہ نہیں ہاں دوبارہ صرف یہ سوچ کر بلال کے سینے سے لگی تھی کہ بنتی بات بگڑ نہ جائے کیونکہ نرم ہوتے ہوتے بلال نے یکدم اپنا رویہ سرد کر لیا تھا۔
اس وقت جو بھی ہوا اس کا وہ مطلب ہرگز نہیں تھا جو بلال سمجھتے تھے۔ وہ تو صرف اپنے محبوب کی محبت حاصل کرنے کیلئے ان کے سینے سے لگی تھی کہ وہ واقعی بلال سے محبت کرنے لگی تھی اور محبوب اس کے جذبات سمجھنے کی بجائے غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہے اس کی محبت یکدم ہی نفرت میں بدل گئی تھی۔ اور یہ سب روبی کے حق میں بہت برا ہوا تھا۔ بلال

نے جو سخت اور سرد رویہ روبی کے ساتھ اختیار کیا تھا اس نے روبی کے اندر سے ہر نرم گرم جذبے کو جلا کر راکھ کر ڈالا تھا اور اب وہ تھی اور بلال کی نفرت۔ بلال تو کیا اب تو اسے دنیا کے ہر مرد سے نفرت ہوگئی تھی۔ وہ جس نا قابل برداشت اذیت کو سہہ رہی تھی وہی کیا کم تھی کہ اس پر روحی کا نا قابل برداشت رویہ وہ اپنی اوقات بھول چکی تھی کہ ہر لڑکے کو خود ہی لیٹر لکھنے میں پہل کرتی تھی۔

اس دن روبی کی طبیعت کچھ ناساز تھی۔ یہی وجہ تھی دوپہر کے کھانے کے بعد وہ برتن صاف کرنے کی بجائے دل بہلانے کو ناول پڑھنے بیٹھ گئی۔ ماں کھانے کے بعد پیٹ میں گیس کا کہہ کر محلے میں پھرنے نکل گئی تھی۔ نزوبی ٹیوشن پڑھنے اور روحی اپنے روم میں آرام کرنے چلی گئی تھی۔ مگر برسات کی اس طوفانی رات کے بعد روبی کی نیند جیسے کہیں کھو گئی تھی۔ اس لیے وہ پڑھنے بیٹھ گئی تھی۔

سہ پہر کو روحی اپنے لیے چائے بنانے اپنے روم سے باہر آئی۔ روبی برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے پڑھ رہی تھی۔ روحی کچن میں آئی تو دیکھا ویسے ہی دوپہر والے گندے برتنوں سے کچن بھرا پڑا تھا۔ یہ دیکھ کر روحی کا موڈ خراب ہو گیا اور اس نے وہیں سے چیخ کر کہا۔

”آوارہ! یہ برتن کیوں نہیں صاف کیے۔“ یہ سنتے ہی نجانے کیوں روبی کو غصہ آ گیا اور اس نے جواباً کہا۔

”آوارہ میں نہیں تم ہو۔ بات کرنے سے پہلے اگر اپنے اندر جھانک لیا کرو تو اچھا ہو اور برتن اگر میں نے صاف نہیں کیے تو تم خود کر لو۔ تمہارے ہاتھ ٹوٹے ہوئے تو نہیں ہیں۔“

روبی کی بات سنتے ہی روحی دوڑ کر کچن سے باہر آئی اور روبی کو بالوں سے پکڑ کر ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر رسید کرتے ہوئے بولی۔

”تمہاری یہ جرأت کہ تم مجھے آوارہ کہو۔ اس گھر میں آوارہ صرف تم ہو۔“ وہ دوبارہ اس کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے بولی۔ اسی وقت شمشاد بیگم گھر میں داخل ہوئیں۔ روحی کی آخری بات بھی سن لی اور تھپڑ مارتے بھی دیکھا تھا۔ یہ سارا منظر دیکھ کر زندگی میں پہلی بار روحی پر سخت غصہ آیا۔ یہی وجہ تھی قریب آ کر روحی کے ہاتھ سے روبی کے بال چھڑاتے ہوئے ڈانٹ کر کہا۔

”شرم نہیں آتی چھوٹی بہن کو یوں مارتے ہوئے۔ اب تم مہمان ہو اور پھر روبی اب بچی نہیں کہ تم جب چاہو اس پر ہاتھ اٹھانے لگو۔ آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔“ انہوں نے سخت لہجے میں تنبیہ کی۔ وہ دیکھتی تھیں سارے گھر کا کام بھی روبی کرتی تھی۔ پانچ وقت کی نماز بھی وہ باقاعدگی سے پڑھتی تھی۔ دن میں ایک بار قرآن پاک بھی لازمی کھولتی تھی اور پھر چپ چاپ گھر میں پھرتی تھی۔ وہ بہت بدل چکی تھی۔

روحی کو ماں کی یہ پہلی ڈانٹ سخت ناگوار گزری تھی اور وہ بھی روبی کے حوالے سے۔ وہ جو بات ماں کو کئی دنوں سے بتانا چاہ رہی تھی یہ سنہری موقع مل گیا تھا بتانے کو۔ اس نے روبی کو گھورتے ہوئے ماں سے کہا۔

”چھوٹی بہن کے کرتوت بتاتی ہوں میں آپ کو۔ جب ہم چچا کے گھر شادی پر گئے تھے تو روبی نے بلال کے ساتھ حد سے زیادہ فری ہونے کی کوشش کی تھی۔ جاتے ہوئے بلال مجھے سب کچھ بتا کر گیا ہے۔“ یہ کہہ اس نے بلال کی سنائی ہوئی کہانی حرف بہ حرف ماں کو سنا دی بلکہ کچھ اضافہ اپنی طرف سے بھی کر دیا ماں کی نفرت اور غصے میں اضافہ کرنے کو۔

روحی کی بات ختم ہوتے ہی روبی نے مار سے بچنے کیلئے بھاگ کر سٹور میں جا کر دروازہ بند کر لیا اور شمشاد بیگم مارے شدید صدمے کے وہیں دل تھام کر بیٹھ گئیں اور پھر پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہنے لگیں۔

”بلال کیا سوچتا ہوگا ہمارے بارے میں اور اگر اس نے اپنی ماں کو بھی جا کر یہ بات بتا دی تو وہ کیا سوچے گی۔ یہی نا کہ چھوٹی ایسی ہے تو بڑی بھی ویسی ہی ہوگی۔“

”ظاہر ہے یہی سوچیں گے وہ لوگ۔“ روحی نے اپنی کامیابی پر دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا۔ جب شمشاد جی بھر کر رو چکی تو انہوں نے چیخ کر روبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”روبی! تم ذرا سٹور سے باہر تو آؤ آج میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔“ روبی مارے ڈر کے اس رات سٹور سے باہر آئی ہی نہ تھی۔

صبح اپنی خالہ کی موت کی خبر سن کر حمیدہ بیگم گھر سے چلی گئیں تو روبی سٹور سے باہر آئی اور سیدھی کچن میں چلی گئی فریج سے آٹا لے کر اس نے اپنے لیے پراٹھا بنایا۔ سالن ختم ہو چکا تھا یا روحی نے جان بوجھ کر ختم کر دیا تھا۔ روبی نے دودھ لے کر چائے بنائی اور اس کے ساتھ پراٹھا کھا کر پھر سٹور میں چلی گئی۔ روحی اس کو کچن میں جاتا دیکھ کر اپنے روم میں چلی

گئی تھی۔ناشتے کے بعد روبی برتن صاف کر کے باب گھر کی صفائی بھی کر دے گی۔مگر کافی دیر بعد جب وہ روم سے باہر آئی تو نہ صرف کچن برتنوں سے بھرا ہوا تھا بلکہ سارے گھر کی صفائی بھی ہونے والی تھی۔یہ دیکھ کر مارے غصے کے روحی کا دماغ الٹ گیا اور وہ چیخی۔

"روبی! آوارہ! برتن اور گھر کی صفائی تیرے یاروں نے کرنی تھی جو تو آرام سے سٹور میں جا کر بیٹھ گئی ہو کھاتن کر۔"

"میرے کیوں؟ تمہارے اپنے یار بھی تو یہ کام کر سکتے ہیں۔ان کی تعداد کم تو نہیں۔" روبی نے سٹور سے باہر آتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے بدمعاش! آوارہ!" روحی مارنے کو آگے بڑھی تو روبی غرائی۔

"مجھے ہاتھ لگانے کا انجام آج بہت برا ہوگا۔میں بھی آج تمہیں ماروں گی۔اپنے ناخنوں سے تیرے چہرے پر ایسی خراشیں ڈال دوں گی کہ تمہارے دلہن بننے تک درست نا ہوں گی اور اگر آج ہی تمہارے سسرال سے کوئی آ گیا تو ان کو منہ دکھانے کے لائق نہ رہو گی۔" اپنی بات ختم کرتے ہی وہ روحی کے روم میں گئی اور اپنا سارا سامان، سوٹ جوتے اور دوسری چیزیں لے کر اسٹور میں گئی۔اب اس نے روحی کے روم کی بجائے سٹور میں رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔اچھی خاصی فالتو جگہ تھی اس میں چارپائی لگانے کی۔

روحی روبی کی بات سن کر گم صم کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا۔جی چاہا پکڑے اس آوارہ کو اور مار مار کر حلیہ بگاڑ دے۔مگر اس کا حلیہ بگاڑتے اپنا بگڑ گیا تو کیا ہوگا۔شادی قریب ہونے کی وجہ سے سسرال سے روز کوئی نہ کوئی آیا گیا رہتا تھا۔بمشکل وہ خود کو کنٹرول کرتے ہوئے کچن میں آئی۔پہلے برتن صاف کیے۔پھر کچن صاف کرنے کے بعد جلدی جلدی گھر کی صفائی کرنے لگی۔حالانکہ دوپہر کا کھانا بنانے کا ٹائم تھا۔مگر مسئلہ پھر وہی کہ سسرال سے کوئی نہ کوئی روز آ جاتا تھا اور وہ سمجھتے تھے یہ سب صفائی وغیرہ روحی کرتی ہے۔اب گھر کو گندا دیکھتے تو اس کے بارے میں کیا سوچتے۔صفائی سے فارغ ہوئی تو ایک بج چکا تھا۔دال بھی مسور اور چاول چن رہی تھی کہ زوبی سکول سے آ گئی۔روحی نے اس کو روٹی کے ساتھ انڈا بنا کر دیا۔پھر دال بھگو کر چاول چننے لگی۔سلمان ماں کے ساتھ چلا گیا تھا۔شام ہونے سے کچھ پہلے وہ کھانا بنا کر فارغ ہوئی تو سلمان اور ماں بھی واپس آ گئے۔شمشاد نے آتے ہی کہا۔

"روحی! جلدی سے کھانا لاؤ۔ہم تو جنازہ اٹھتے ہی ماں بیٹا چلے آئے۔"

روحی نے جلدی سے ماں اور بھائی کے سامنے کھانا رکھا اور پھر پاس بیٹھ کر کہنے لگی۔

"امی! روبی نے آج گھر کے کسی کام کو ہاتھ نہیں لگایا۔اس کی وجہ سے آج کھانا بھی میں نے ابھی ابھی پکایا ہے۔"

شمشاد سلمان کے سامنے بلال والی بات کرنا نہیں چاہتی تھی۔اچھی طرح جانتی تھی وہ یہ سب سنتے ہی اس کو جان سے مار دے گا۔اس لیے کہا تو صرف اتنا۔

"تم صبر کرو میں صبح خود اس کو دیکھ لوں گی۔" اور روحی مان گئی۔

اگلی صبح روبی خاموشی پا کر اسٹور سے باہر آئی اور کچن میں آ کر اپنے لیے پراٹھا بنایا اور دال کے ساتھ کھا کر اس نے اپنے لیے چائے بنائی اور جب چائے پی کر کچن سے باہر آئی تو روحی ماں کے ساتھ لاؤنج میں کھڑی تھی۔روبی ماں کی عادت کو جانتی تھی کہ بلال والی کہانی کی وجہ سے ماں بہت غصے میں ہے۔جب تک وہ روبی کو جی بھر کر مار نہیں لیں گی تب تک ان کا غصہ ختم نہیں ہوگا اور نہ ہی ان کو سکون ملے گا۔وہ سٹور کی جانب بڑھی تو ماں نے اس کو آواز دے کر بلایا۔

"جی!" روبی نے قریب آ کر کہا۔

"کل گھر کا کام کیوں نہیں کیا تھا؟" انہوں نے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"موڈ نہیں تھا۔" روبی نے کہہ دیا۔ماں کا پروگرام وہ اچھی طرح جانتی تھی۔انہیں بولنے اور مارنے کے علاوہ کچھ نہیں آتا تھا۔

"تمہارے موڈ کو کیا ہوا۔ذرا مجھے بھی تو پتہ چلے آوارہ!" ماں نے غصے سے کہا تو روبی نے کہا۔"بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔" یہ سنتے ہی حمیدہ بیگم پکڑ کر اس کو مارنے لگی۔روحی پاس خاموش کھڑی تماشا دیکھتی رہی اور حمیدہ بیگم مارنے کے ساتھ ساتھ زبان بھی چلاتی رہیں۔"آوارہ! تم نے ہمیں کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں چھوڑا۔خوب اچھی طرح مارنے کے بعد انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔پھر کہا۔

"اٹھو! اور اب گھر کا کام کرو۔" روبی خاموشی سے اٹھی۔ایک نظر ماں بہن کو دیکھا پھر سٹور میں جا کر دروازہ بند کر لیا۔حمیدہ بولتی ہی رہ گئی مگر روبی پھر باہر نہیں آئی تھی۔

ماں کی اس مار کے بعد روبی نے مکمل طور پر گھر کا کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ سارا وقت بیٹھی ناول اور رسائل پڑھتی۔ ریڈیو سنتی یا پھر اوٹ پٹانگ قسم کے اشعار لکھتی رہتی۔ بیٹھتی بھی باہر لاؤنج میں تھی۔

روحی جب بھی اس کو کام کرنے کا کہتی وہ سنی ان سنی کر دیتی۔

"روبی! تم نے سنا نہیں۔ بہن کیا کہہ رہی ہے۔" شمشاد بیگم چیخ کر رعب ڈالنے کی کوشش کرتیں مگر روبی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوتی۔ تب ماں بیٹی دونوں جی بھر کر اس کو برا بھلا کہتیں اور وہ ان دونوں کو چڑانے کے لیے چپ چاپ مسکراتی رہتی۔ ایسے میں شمشاد کو زیادہ غصہ آتا تو پکڑ کر دو چار ہاتھ روبی کو جما دیتی مگر وہ اس قدر ڈھیٹ ہو گئی تھی کہ اس پر کسی بات کا اثر ہی نہ ہوتا تھا۔ آخر تنگ آ کر شمشاد بیگم نے شوہر سے شکایت کرتے ہوئے کہا۔

"دیکھئے تو سہی! یہ روبی دن بدن بگڑتی جا رہی ہے۔ گھر کا کام بھی نہیں کرتی اور آگے سے زبان درازی بھی بہت زیادہ کرنے لگی ہے اب۔ اس پر میری ڈانٹ اثر کرتی ہے نا مار۔"

بیوی کی بات سن کر نصیر صاحب نے ایک نظر بیوی کو دیکھا پھر سنجیدگی سے کہا۔

"زیادہ سختی مت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ گھر سے بھاگ جائے اور ہماری عزت خاک میں مل جائے۔ الفاظ تھے یا پگھلا ہوا سیسہ جو کسی نے روبی کے کانوں میں انڈیل دیا تھا۔"

"اُف ابا جان! یہ آپ نے کیا کہہ دیا۔" باہر کھڑی روبی نے مارے اذیت کے آنکھیں بند کر کے سوچا۔ آپ تو بہت پیار کرتے تھے مجھ سے۔ ابا جان! کاش آپ نے ہی مجھے سمجھا ہوتا۔ اچانک وہ ماں کی بات سن کر چونک پڑی۔

"اچھا ہے بھاگ جائے۔ روز روز کی اس مصیبت سے تو جان چھوٹ جائے گی۔ سارا وقت آوارہ کی نگرانی کرنی پڑتی ہے۔" ماں نے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور اسی لمحے روبی نے یکدم گھر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

● ☆☆☆ ●

رات ہوئی تو روبی نے ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچا گھر سے بھاگنا اچھی بات نہیں۔ ویسے بھی شریف لڑکیاں گھر سے بھاگا نہیں کرتیں۔ یوں بھی اگر میں گھر سے بھاگ گئی تو محلے اور سارے خاندان میں ابا جی کی کیا خاک عزت رہ جائے گی اور سلمان بھائی تو اپنے دوستوں میں منہ دکھانے کے بھی لائق نہ رہیں گے۔ یہ میرے ساتھ جو بھی ہوا ہے یا ہو رہا ہے یہ سارے کا سارا کیا دھرا تو روحی آپی کا ہے۔ پھر میں کیوں گھر سے بھاگ کر اپنے باپ اور بھائی کی ناک کاٹ دوں۔ خوامخواہ کچھ بھی ہو جائے میں گھر سے بھاگنے کا جرم ہرگز نہ کروں گی۔ جس کی وجہ سے میرے خاندان کی عزت پر حرف آئے اور پھر وہ سب کچھ فراموش کر کے مطمئن ہو کر سو گئی۔

لیکن جب بات بے بات گھر میں اس کی بے عزتی ہونے لگی اور ماں چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس کو دھنک کر رکھنے لگی۔ سارا وقت آوارہ۔ آوارہ کی آوازیں لگنے لگیں تو وہ پوری سنجیدگی کے ساتھ گھر سے بھاگنے کا سوچنے لگی۔ اس کے پاس تو ارم، کرن کی آفر کی صورت میں ایک اچھا آپشن بھی موجود تھا۔ اس دن تو حد ہی ہو گئی۔ جب سہ پہر کی چائے پیتے ہوئے روحی نے ماں سے کہا۔

"امی جان! شادی میں اب گنے چنے دن رہ گئے ہیں اور مجھے تو اب یہ خوف کھانے لگا ہے کہ اگر روبی نے میرے دولہا کے ساتھ بھی کوئی ایسی ویسی غلط حرکت کر دی تو کیا ہوگا۔ میں تو سسرال میں کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہوں گی۔" ماں نے اس کی بات سن کر بجائے اس کو سمجھانے کے فکر مندی سے کہا۔

"ارے! یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔ اب تم بس دعا کرو یا تو یہ مر جائے یا پھر اس کا رشتہ طے ہو جائے تو تب ہی ہماری جان اس مصیبت سے چھوٹ سکتی ہے اور تو کوئی صورت نظر نہیں آتی اس مصیبت سے ہماری جان چھوٹنے کی۔ تب تک تمہیں خود ہی احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ ادھر ذرا کم کم ہی آنا۔ بڑا شرارتی ہوتا ہے سالی بہنوئی کا رشتہ۔ کہاں تک آخر ہم اس کی نگرانی کریں گے۔ اس نے تو لگتا ہے شرم حیا گھول کر پی لی ہے۔"

بس یہی وہ لمحہ تھا جب روبی نے گھر چھوڑنے کا پکا فیصلہ کر لیا۔ ماں کے اس رویے اور ان باتوں نے اس کو باغی کر دیا تھا۔

اس نے ارم کی ہدایت پر اس کا فون نمبر اسٹور کی الماری میں بچھے گئے اخبار پر لکھ دیا تھا جو آج بھی وہاں موجود تھا۔ اور اب روبی نے وہ نمبر لکھ کر اپنی کاپی میں رکھ لیا۔

اب مسئلہ ارم کو فون کرنے کا تھا اور فون روبی کے گھر میں تھا ہی نہیں۔ فون کرنے کے لیے گھر سے باہر جانا ضروری تھا۔ اور وہ اکیلی تو اب گھر کی چھت پر نہیں جا سکتی تھی۔ گھر سے باہر جانا تو بہت دور کی بات تھی۔

☆☆☆

گھر میں شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ گڈو شادی سے دس دن پہلے ہی ان کے گھر آ چکی تھی۔ وہ اس گھر کی ہونے والی بہو تھی۔ گڈو کے آنے سے غزالہ بھی روز آنے لگی تھی۔ ادھر روبی نے بھی گھر والوں سے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

روحی کی مہندی سے ٹھیک چار دن پہلے زوبی کے سکول میں مینا بازار تھا اور یہ گھر سے بھاگنے کا سنہری موقع تھا اگر مل جاتا۔ روبی نے اسی دن گھر سے بھاگنے کا فیصلہ کیا تھا۔ مگر مینا بازار جانے سے پہلے ارم کے گھر فون کرنا ضروری تھا۔ روبی کو ارم آپی کے خط میں لکھے ہوئے یہ الفاظ تو آج بھی ازبر تھے۔

"دیکھو روبی چندا! تم جب بھی چاہو ہمارے گھر آ کر مستقل رہ سکتی ہو۔ میں جس طرح کرن کو عزیز رکھتی ہوں اسی طرح تم بھی مجھے عزیز ہو۔ ہمارے گھر کا ایک روم آج سے تمہارے نام ہے بلکہ تمہارا منتظر ہے۔ میں اپنا فون نمبر لکھ رہی ہوں۔ تم جب آنا چاہو اپنے گھر والوں سے چھپ کر مجھے فون کر دینا۔ میں اپنی گاڑی لے کر تمہارے سکول کے سامنے جو پارک ہے اور اس کے سامنے روڈ پر جو کولڈ کارنر ہے وہاں آ جاؤں گی۔"

اصل مسئلہ فون کرنے کا ہی تھا اور فون سارے محلے میں نزدیک ترین صرف خالہ منوری کے گھر تھا۔ روبی ہر وقت ارم کا نمبر ہاتھ پر لکھ کر رکھتی تھی کہ اگر اتفاق سے موقع مل جائے تو وہ بھاگ کر ارم کو فون کرے۔ مگر کوشش کے باوجود یہ موقع مل نہیں رہا تھا۔ جبکہ اس کے گھر سے بھاگنے کا سارا دارومدار اسی فون کال پر تھا۔ پھر مینا بازار سے ایک دن پہلے یہ سنہری موقع روبی کو مل ہی گیا۔ یہ موقع یوں ملا کہ روحی، گڈو اور غزالہ کے ساتھ اپنے روم میں اپنے جہیز کے جوڑے پیک کر رہی تھی۔ ماں صبح کی ہی سلمان کو ساتھ لے کر بچے کھچے رشتے داروں کو شادی کا کارڈ دینے گئی ہوئی تھیں۔ شام سے پہلے ان کی واپسی ناممکن تھی۔

روبی نے ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر منوری خالہ کے گھر کی راہ لی۔ وہاں فون کرنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ منوری خالہ خود تو گھر میں موجود نہیں تھی۔ ان کی بہو تھی۔ روبی نے سلام کرنے کے بعد ان کا حال پوچھا۔ پھر بڑے ادب سے کہا۔

"بھابی جان! ایک ضروری فون کرنا ہے۔"

"وہ سامنے لاؤنج میں رکھا ہے کر لو۔" بھابی نے جو اپنی چھوٹی بچی کو صاف کرنے میں بزی تھی وہیں بیٹھے بیٹھے جواب دیا تو روبی نے جلدی سے نمبر پش کیے۔ دوسری جانب سے یہ کال کرن نے ریسیو کی اور اس کی آواز سنتے ہی روبی نے جلدی مگر آہستگی سے کہا۔

"آپی سے کہو کل صبح آٹھ بجے مجھے ریسیو کر لیں۔" اور فون بند کرنے کے بعد شکریہ ادا کر کے چلی آئی۔

روحی، گڈو، غزالہ ابھی تک اپنے کام میں بزی تھیں۔ روبی کے دل کی دھڑکن جو پکڑے جانے کے خیال سے بے ترتیب ہو رہی تھی اعتدال پر آ گئی۔ گھر میں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی تھی کہ وہ کتنا بڑا کام کر کے آئی تھی۔ اور یہ کہ کتنا بڑا قدم اٹھانے والی تھی۔

اب مسئلہ گھر والوں سے اجازت لینے کا تھا۔ اس کے لیے اس نے گڈو سے مدد لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ رات کے کھانے کے بعد جب گڈو کچن میں برتن صاف کر رہی تھی جبکہ روحی کو مکمل ریسٹ کرنے کا کہہ دیا تھا۔ گو کہ روبی گھر کا کام کرنا مکمل طور پر چھوڑ چکی تھی لیکن اب اگر گڈو اس کو کوئی کام کہتی تو روبی اس کو انکار نہیں کرتی تھی بلکہ گڈو کے کہنے پر وہ اکثر گھر کے کام کرنے لگی تھی۔ اب اس کو تنہا دیکھ کر روبی اس کے پاس آئی اور کہا۔

"گڈو باجی! صبح زوبی کے سکول میں مینا بازار ہے۔ میرا دل بھی مینا بازار دیکھنے کو چاہ رہا ہے۔ میں بھی زوبی کے ساتھ سکول جانا چاہتی ہوں۔ مگر امی شاید جانے کی اجازت نہ دیں۔ باجی آپ امی سے کہیں نا۔ وہ مجھے بھی مینا بازار دیکھنے کی اجازت دے دیں۔"

"تم زوبی کے ساتھ جانے کی اپنی تیاری مکمل رکھو۔ اجازت مل جائے گی۔" گڈو نے محبت سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا رویہ ہمیشہ روبی کے ساتھ نرم ہی رہا تھا۔ وہ جب نرگس کے ساتھ رہنے آئی تھی تب بھی وہ روبی کا بہت خیال رکھتی تھی۔ "اگر امی نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو؟" روبی نے اپنا خدشہ ظاہر کیا کہ اندر کے حالات صرف وہ جانتی

تھی۔

"ارے واہ! کیسے اجازت نہیں دیں گی۔ تم اپنی تیاری کرو۔ اجازت مل جائے گی بلکہ سمجھو مل گئی۔" اور روبی خوشی خوشی اسٹور میں چلی آئی۔

صبح روبی نے فجر کے وقت جب سب گھر والے سو رہے تھے سارے گھر کی اٹھ کر آخری بار صفائی کی پھر نہائی اور سٹور میں چلی آئی۔

دراصل گڈو کے ساتھ بات کرنے سے پہلے روبی نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے زوبی کی اپنے طور پر منت کی تھی کہ وہ اس کو بھی اپنے ساتھ سکول لے جائے تاکہ وہ بھی مینا بازار کا رونق میلہ دیکھ سکے۔ مگر زوبی ماں کی بے حد چہیتی تھی۔ اس نے صاف صاف انکار کرتے ہوئے روبی سے کہا تھا۔

"اگر میرے ساتھ جانا چاہتی ہو تو پہلے امی جان سے اجازت لینا ہوگی۔ اگر انہوں نے اجازت دے دی تو پھر میں آپ کو اپنے ساتھ سکول لے جاؤں گی۔"

مگر روبی نے ماں سے بات کرنے کی بجائے گڈو باجی سے بات کی تھی۔ اچھی طرح جانتی تھی امی سے بات کرنے کی صورت میں صاف اور سیدھا جواب ملنا تھا۔ مگر اب اس کو امید ہی نہیں مکمل یقین تھا کہ اجازت مل جائے گی۔ آخر گڈو باجی اس گھر کی ہونے والی اکلوتی بہو تھی۔

اور ہوا بھی یہی صبح جب زوبی ناشتہ کر رہی تھی۔ روبی نے ماں کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"امی جان! میں بھی زوبی کے سکول مینا بازار دیکھنے چلی جاؤں؟"

""تو اس قابل رہ گئی ہے کہ تجھے گھر سے باہر جانے کی اجازت دی جائے۔ تمہیں تو روڈ پر چلتے کسی اجنبی لڑکے نے بھی مسکرا کر دیکھا تو تم اس کے پیچھے چل دو گی اور ہماری عزت خاک میں مل جائے گی، آوارہ!" ماں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

آپ کے اسی نامناسب رویے کی وجہ سے میں آج اس وقت گھر سے بھاگ رہی ہوں۔ جب میری غیر موجودگی کی سارے خاندان کے سامنے آپ کو وضاحت کرنی پڑے گی۔ اگر آپ کو میری عزت کا خیال نہیں تو میں کیوں آپ کی عزت کا خیال کرو۔" روبی نے سارے نفرت کے دل میں سوچا پھر منت کرنے والے انداز میں کہا۔

"امی! میرے ساتھ جانے سے آپ کا کیا بگڑ جائے گا۔ ذرا میں بھی مینا بازار کا رونق میلہ دیکھ لوں گی۔ پلیز امی! اجازت دے دیں۔"

""کیا مسئلہ ہے۔ کس چیز کی اجازت مانگی جا رہی ہے۔" گڈو نے ناشتہ شمشاد بیگم کے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا۔ اور روبی نے جلدی سے کہا۔

"گڈو باجی! زوبی کے سکول میں مینا بازار ہے۔ میں بھی مینا بازار دیکھنے زوبی کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔ مگر امی اجازت نہیں دے رہیں۔ آپ ان سے کہیں نا مجھے بھی زوبی کے ساتھ جانے دیں۔"

"پھوپھو! جانے دیں نا زوبی بھی تو جا رہی ہے۔ پھر روبی کے ساتھ جانے سے کیا فرق پڑے گا۔ رونق میلہ دیکھ کر آ جائے گی۔"

شمشاد انکار کرنا چاہتی تھی مگر گڈو نے اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی کہا۔

"جاؤ روبی! تم بھی تیار ہو جاؤ۔" اور روبی تو پہلے ہی ساری تیاری مکمل کر چکی تھی۔" گڈو کی طرف سے اجازت ملتے ہی روبی کا مسئلہ حل ہو گیا بلکہ اس کو یوں محسوس ہوا جیسے یکدم دماغ سے کوئی بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ وہ بہت بڑا قدم اٹھانے جا رہی تھی۔ مگر اپنی خوشی سے نہیں بہت مجبور ہو کر کیونکہ اس کے سوا اب اس کے پاس اور کوئی چوائس تھی ہی نہیں۔ گھر والوں کے رویے اور باتوں نے اس کو باغی بنا دیا تھا۔ اب وہ ان سب کو رسوا کر کے سزا دینا چاہتی تھی۔

روبی نے روحی کی شادی کے لیے رکھے گئے پیسوں میں سے دس ہزار نکال کر رات ہی اپنے پرس میں رکھ لیے تھے۔ اس رقم کے علاوہ اس نے اور کوئی چیز نہیں لی تھی۔ مطلب اپنے سوٹ وغیرہ۔ پہلے روبی نے سوچا تھا گڈو باجی سے ان کا شولڈر بیگ مانگ لے۔ اس میں دو سوٹ تو آسانی کے ساتھ آ ہی سکتے تھے مگر اس طرح سب کو شک ہو سکتا تھا۔ زوبی کے ساتھ گھر سے نکلنے سے پہلے روبی نے پلٹ کر ایک آخری نگاہ گھر پر ڈالی۔ وہ گھر جہاں اس نے اپنا بچپن گزارا تھا، جہاں اس کی جوانی کو سوائے بدنامیوں اور رسوائیوں کے کچھ نہ ملا تھا، جہاں اس سے زندہ رہنے کا حق چھین لیا گیا تھا۔ آج وہ ان تمام بدنامیوں اور رسوائیوں کو سمیٹے ہمیشہ کے لئے اس گھر کو چھوڑ کر جا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی اور ان نم آنکھوں کے ساتھ اس نے جو آخری منظر دیکھا وہ یہ تھا۔

گڈو باجی کچن کے دروازے کے قریب کھڑی مسکراتے ہوئے آہستہ آہستہ نجانے ایسی کیا بات سلمان بھائی سے کہہ رہی تھیں کہ ان کے لب بھی مسکرا رہے تھے۔ ماں روحی کے

پاس بیٹھی چائے پی رہی تھی اور ذرا پرے صوفے پر بیٹھے ابا جی پوری توجہ سے ناشتہ کر رہے تھے۔ یہی آخری منظر تھا جو روبی نے آخری بار دیکھا۔ پھر نم آنکھوں سے ہمیشہ کیلئے زوبی کے ساتھ گھر کی دہلیز پار کر آئی۔

دونوں پیدل ہی چلتے ہوئے سکول کی جانب روانہ ہوئیں۔ سکول کے سامنے پارک والی روڈ پر پہنچ کر رک گئی۔ اس نے کولڈ کارنر کے قریب ارم کی گاڑی دیکھ لی تھی۔ گاڑی دیکھنے کے بعد اس نے عجیب سی نظروں سے زوبی کو دیکھا اور بات کرنے کا سوچنے لگی۔

"کیا ہوا باجی! رک کیوں گئی۔" اس کے پروگرام سے بے خبر زوبی نے اس کو رکتے دیکھ کر پوچھا۔

"اب تک تو کچھ نہیں ہوا لیکن اب ہونے والا ہے۔" روبی نے زوبی کو گھورتے ہوئے سخت اور سرد لہجے میں کہا۔

"کیا ہونے والا ہے؟" زوبی نے کچھ نا سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"سنو زوبی! تم سکول نہیں اب گھر واپس جاؤ گی۔" روبی نے سڑک پر سے گزرتی ہوئی گاڑیوں پر ایک نگاہ ڈال کر کہا۔

"آپ کو یہیں چھوڑ کر۔" زوبی نے حیرانی سے پوچھا۔ پھر کہا۔

"سوری باجی! میں آپ کو چھوڑ کر نا تو سکول جاؤں گی نہ ہی گھر۔"

"میرے ساتھ فضول بکواس مت کرو حرامزادی۔" روبی نے دانت پیس کر کہا۔ پھر کچھ سوچ کر مسکرائی اور بولی۔

"اب جو بات میں تم سے کہنے لگی اس کو نہ صرف غور سے سننا بلکہ ایک ایک لفظ یاد بھی رکھنا کیونکہ یہ میری تم لوگوں کے ساتھ آخری بات چیت ہے۔"

"سنو! میں عام لڑکیوں کی طرح رات کی تاریکی میں گھر سے بھاگنا نہیں چاہتی تھی۔ میں تو دن کے روشن اجالے میں تم سب گھر والوں کے بے رحم اور سفاک چہرے دیکھ کر رخصت ہونا چاہتی تھی تاکہ باقی کی تمام عمر تم لوگوں کو دیکھنے کی مجھے حسرت نہ رہے۔ کسی گھر میں ایک بندہ غلط ہوتا ہے دو بندے غلط ہوتے ہیں۔ تین بھی ہو سکتے ہیں مگر اس گھر میں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا تھا۔ کسی بھی بات کی کوئی حد ہوتی ہے مگر تم لوگوں نے میرے ساتھ جو کچھ بھی کیا حد سے بڑھ کر کیا۔" وہ رکی۔ پریشان زوبی کے چہرے پر ایک نگاہ ڈال کر بولی۔

"اب تم سکول جانے کی بجائے واپس گھر جاؤ اور جا کر اپنے شریف ترین اور عزت دار گھر والوں سے کہو وہ آج آوارہ روبی شریف لوگوں کے گھر سے بھاگ گئی۔ آوارہ تھی نا۔" روبی کے ہونٹوں پر یہ بات کہتے ہوئے ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں باجی! آپ ہوش میں تو ہیں۔" زوبی نے پریشان ہو کر بہن کو دیکھا۔ وہ سڑک کے کنارے دکانوں کے سامنے بنے فٹ پاتھ پر کھڑی تھیں اور آنے جانے والے اکثر راہگیران کے قریب سے گزرتے ہوئے ایک اچٹتی نگاہ ان دونوں پر ضرور ڈالتے تھے۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں زوبی۔" ضبط کے باوجود روبی کی آواز بھرا گئی۔ "آج سے میرا تم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں۔ میں گھر سے بھاگنا نہیں چاہتی تھی مگر تم لوگوں نے زندہ رہنے کے لیے اس کے سوا کوئی راستہ میرے لیے چھوڑا ہی نہیں۔ بات ختم کرتے ہی وہ زوبی کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھی تو زوبی نے لپک کر اس کا آنچل تھام لیا۔

"نہیں روبی باجی! میں آپ کو ہرگز نہ جانے دوں گی۔ پلیز باجی! ہمیں چھوڑ کر مت جاؤ۔" زوبی رو دینے کے قریب تھی۔ بہن کی یہ کیفیت دیکھ کر روبی کا دل ڈانواں ڈول ہو گیا۔ مگر جو قدم وہ گھر سے نکال چکی تھی۔ ان قدموں سے واپس گھر جانا ناممکن تھا۔ ایسی صورت میں جب ارم بھی اپنی گاڑی لیے اس کے انتظار میں کھڑی تھی۔ روبی نے خود کو سنبھال کر زوبی کو دیکھا۔ پھر نرمی سے کہا۔

"میرا آنچل چھوڑ دو زوبی۔ میں نے کہا نا میری واپسی اب ناممکن ہے۔ اپنا اور میرا ٹائم ویسٹ مت کرو۔ مجھے جانے دو۔"

"ایسے مت کریں روبی باجی! چار روز بعد روحی آپی کی شادی ہے۔ ان کی شادی میں آپ کو موجود نہ پا کر لوگ ہم سے پوچھیں گے تو ہم کیا جواب دیں گے اور پھر کیا کیا نا باتیں ہوں گی خاندان اور محلے بھر میں۔" زوبی چھوٹی تھی مگر اتنی بھی چھوٹی نہیں تھی کہ گھر سے بھاگنے کے مطلب کو نہ سمجھتی۔

زوبی کی بات سن کر روبی نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا اور نفرت آمیز لہجے میں کہا۔

"اپنی عزت کا اتنا خیال تھا تو میری عزت کا بھی رکھنا تھا۔ ذلیل لڑکی! تم بھی تو میرے ساتھ کھیلنے سے انکار کرتی رہی ہو۔ تم اپنی ماں کی بہت چہیتی ہونا۔ اب واپس گھر جا کر اپنی ماں سے کہنا آوارہ روبی بھاگ گئی۔ اب دہ سکون سے اس گھر میں اپنی شریف بیٹیوں کے ساتھ۔" اور اپنا آنچل چھڑا کر تیز تیز قدموں سے بھاگنے والے انداز میں چلتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ پھر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا کہ زوبی اب بھی وہیں کھڑی ہے یا گھر چلی گئی ہے۔ یہاں موڑ مڑنے سے پہلے اس نے آخری بار مڑ کر دیکھا مگر اب زوبی وہاں نہیں تھی۔ وہ یقیناً گھر کی طرف روانہ ہو چکی تھی۔"

یہ دیکھ کر روبی بھی فوراً واپس مڑی۔ کولڈ کارنر بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ محض زوبی کو دھوکا دینے کے لیے آگے ہی آگے بڑھتی آئی تھی لیکن اب وہ چند قدم ہی اٹھا پائی تھی کہ ارم کی گاڑی بڑی تیزی سے اس کے پاس آ کر رکی اور اس نے گاڑی کا پچھلا دروازہ اوپن کرتے ہوئے کہا

"بیٹھو روبی پلیز ہری اپ۔" اور اس کے بیٹھنے کے بعد دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بیٹھتے ہی گاڑی ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور روبی ایک نئی منزل کی جانب روانہ ہو گئی۔

ماں باپ، بہن بھائی ان سب کا خیال دل سے نکال کر وہ اپنی نئی زندگی کے بارے میں سوچنے لگی۔ وہ گھر کے کسی فرد کو یاد کر کے پریشان ہونا نہیں چاہتی تھی۔ وہ خود بھی حیران تھی کہ وہ اتنی پتھر دل کیسے ہو گئی جبکہ وہ تو شروع ہی سے خاموشی کے ساتھ ہر الزام اپنے سر لیتی آئی تھی۔ روحی تو روحی اس نے تو غزالہ کا الزام بھی بڑے حوصلے سے اپنے سر لیا تھا۔ حالانکہ اس کی شکایت کرنے والی خود غزالہ کی اپنی ماں تھی۔ وہ جب کانوں کو ہاتھ لگاتے توبہ توبہ کہتے چلی گئی تھی تو وہ اس کو روک کر یہ وضاحت کر کے بے عزت کر سکتی تھی یہ خط میرا نہیں تمہاری بیٹی کے یار کا ہے اور ایسے کئی خط میں اس کو لا کر دے چکی ہوں۔ مگر وہ تو ہر بات خاموشی سے برداشت کرنے کی عادی بن چکی تھی۔ ایک تو وہ چھوٹی تھی دوسرا روحی بہت چالاک، ہوشیار اور تیز لڑکی تھی۔ روبی اگر کسی بات کی وضاحت کرتی بھی تو یقین کس نے کرنا تھا۔

"روبی! تم کس سوچ میں گم ہو؟" ارم نے پہلی بار اس کو مخاطب کیا۔

روبی نے چونک کر چہرہ اٹھایا ورنہ اب تک وہ یہی سمجھی تھی کہ وہ کسی وین میں سفر کر رہی ہے۔

"کچھ نہیں آپی!" روبی نے انہیں دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"فکر مت کرو۔ کسی بات سے ڈرنے یا گھبرانے کی اب ضرورت نہیں۔ میں سب سنبھال لوں گی۔ بس ذرا خیریت سے گھر پہنچ جائیں۔"

ارم نے اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا تو وہ سر جھٹک کر ان خیالات سے پیچھا چھڑانے کے لیے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی، جن سے اب اس کا کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ جبکہ ارم سامنے دیکھتے ہوئے تیزی سے کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ بالآخر خیریت سے وہ اپنے گھر پہنچ گئی۔

* ☆☆☆ *

زوبی اپنی زندگی میں پہلی بار جتنا تیز چل سکتی تھی چل کر گھر آئی اور گھر میں داخل ہوتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ نجانے گھر تک کیسے وہ ضبط کرتے ہوئے آئی تھی۔

"ارے ارے! کیا ہوا۔ زوبی تم رو کیوں رہی ہو۔" روحی نے اس کو دیکھتے ہی پوچھا۔

"ارے تم تو سکول گئی تھی، واپس کیوں چلی آئی۔ کیا کسی سے جھگڑا ہو گیا ہے؟"

"ہائے! واپس آ گئی۔" شمشاد بیگم نے اپنے روم سے باہر آتے ہوئے کہا۔ پھر کسی انجانے خطرہ کا احساس ہوتے ہی چونک کر پوچھا۔

"ارے تمہارے ساتھ تو روبی بھی گئی تھی۔ وہ کہاں ہے؟"

"امی جان!" زوبی ان کی بات کا جواب دیئے بغیر اور زور شور سے رونے لگی۔

"ارے کمبخت کچھ بتائے گی بھی یا یونہی روئے جائے گی۔ وہ نامراد کہاں ہے؟" شمشاد بیگم نے تھوڑے غصے سے پوچھا۔

"امی جان! وہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئی ہے۔" زوبی نے روتے ہوئے چیخ کر کہا۔ "کیا بکواس کر رہی ہو۔" روحی نے ڈانٹ کر پوچھا۔

تب تک گڈو بھی روحی کے روم سے نکل کر باہر آ گئی تھی اور حیرانی سے روتی ہوئی زوبی کو دیکھ رہی تھی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں آپی! وہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئی ہے۔" سکول کے سامنے جو پارک ہے وہاں پہنچ کر وہ رک گئی پھر مجھ سے کہا۔

"اب گھر واپس جاؤ اور اپنے گھر والوں سے یہ کہہ دو کہ آوارہ روبی گھر سے بھاگ گئی ہے۔" یہ کہہ کو زوبی نے باقی کی ساری باتیں بھی حرف بہ حرف ان کو بتادیں تو شمشاد بیگم دل تھام کر وہیں زمین پر بیٹھ گئیں۔ یہ کیا کیا تم نے روبی۔ ان کو جیسے سکتہ ہو گیا۔ چار روز بعد شادی بھی اب کیا ہو گا۔

"پھوپھو جی! امی جان! کیا ہو گیا ہے آپ کو۔ پلیز! خود کو سنبھالیں۔ گڈو اور روجی گھبرائی ہوئی ایک ساتھ دوڑ کر ان کے قریب آئیں تو حمیدہ بیگم نے کہا۔

"میری فکر چھوڑ و اور جلدی سے جا کر منوری کے گھر سے اپنے باپ اور بھائی کو فون کر کے بلاؤ۔ چار دن بعد تمہاری شادی ہے۔ کیا منہ دکھائیں گے ہم لوگوں کو۔ وہ آئیں اور اس آوارہ کو ڈھونڈ کر لائیں۔ ہائے اللہ! یہ سب کیا ہو گیا ہے۔ میں نے تو اس کو سکول جانے کی اجازت دینی ہی نہیں تھی مگر گڈو نے کہا پھوپھو جی جانے دیں۔ تو میں چپ ہو گئی۔"

روجی ان کو اس حالت میں چھوڑ کر چادر اوڑھ کر گھر سے باہر نکل گئی۔ گڈو پانی کا گلاس بھر کر ان کے قریب آئی۔ پھر بیٹھ کر گلاس ان کے منہ سے لگاتے ہوئے بولی۔

"پھوپھو جی! مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ ایسی حرکت کرے گی۔ رات روبی نے مجھ سے کہا تھا کہ سکول میں مینا بازار ہے۔ میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں مگر امی شاید اجازت نہ دیں۔ آپ مجھے اجازت لے دیں اور میں نے وعدہ کر لیا کہ اجازت لے دوں گی۔ اس لیے میں نے آپ سے کہا تھا پھوپھو جانے دیں۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اس نے بہت پہلے ہی گھر سے بھاگنے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔" شمشاد بیگم نے پانی پینے کے بعد کہا پھر زوبی سے پوچھا۔

"اور کیا کہا تھا روبی بے غیرت نے؟"

"امی جان! وہ کہتی تھی آج کے بعد میرا تم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں۔" زوبی نے آنکھیں پونچھتے ہوئے بتایا۔

"ارے! خدا تجھے غارت کرے۔ روبی! اس سے بہتر تھا کہ تو پیدا ہوتے ہی مر جاتی اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو بڑی ہو کر ہماری عزت سے کھیلے گی تو اپنے ہاتھوں سے تمہارا گلا گھونٹ کر مار دیتی۔ اس طرح ہماری عزت تو بچ جاتی۔ خدا تجھے برباد کرے۔ تجھے کبھی خوشی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہو۔" وہ منہ بھر بھر کر روبی کو بددعائیں دیتی رہیں اور سارے دکھ کے روتی رہیں۔ کوئی اور وقت ہوتا تو شاید اتنی شدت سے اس بات کو محسوس نہ کیا جاتا مگر اب تو چار روز بعد روجی کی شادی تھی۔ سب نے پوچھنا تھا کہ بہن کی شادی میں چھوٹی بہن موجود نہیں؟ کہاں گئی؟ آگے پیچھے تو کہا جا سکتا تھا ایبٹ آباد چلی گئی مگر اب تو ایک قیامت تھی۔ جس کا سب کو سامنا کرنا تھا۔ شمشاد انہی سوچوں میں گم تھی کہ روجی فون کر کے واپس آ گئی۔ شمشاد نے پوچھا۔

"کیا کہہ کر گھر بلایا ہے تم نے اپنے ابو کو۔"

"میں نے کہا ابو امی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ آپ فوراً گھر آئیں اور آتے ہوئے ساتھ سلمان کو بھی لیتے آئیں۔" روجی نے چادر اتارتے ہوئے کہا۔

"اچھا" شمشاد نے کہا اور پھر گہری سوچ میں گم ہو گئیں۔

"اب کیا ہو گا امی جان؟ چار روز بعد میری شادی ہے۔ اگر میرے سسرال کو پتا چل گیا تو" روجی رشتہ ٹوٹ جانے کے خوف سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تو گڈو نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"صبر کرو روجی۔ سلمان اور پھوپھا جان اس کو تقیناً رات ہونے سے پہلے تلاش کر کے گھر لے آئیں گے۔ کہاں جائے گی وہ۔ جبکہ اس کی تو کوئی فرینڈ بھی نہیں۔ ادھر ادھر گھومتی پھرتی یا کسی پارک میں بیٹھی مل جائے گی۔"

"وہ ملے گی تو تب نا۔" روجی نے سسکی بھر کر کہا۔ "امی میرے تو دل کو کچھ ہو رہا ہے۔ ہائے اللہ! ہم کیا کریں۔ یہ تم نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔"

"اللہ بہتر کرے گا۔ روجی تو کیوں فکر کرتی ہے۔" شمشاد ٹھنڈی آہ بھر کر بولیں۔ "جس نے یہ مصیبت نازل کی ہے وہ اس کا حل بھی بتائے گا۔"

"مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آتا۔ وہ اس وقت اکیلی جائے گی کہاں؟ اس کی تو کوئی سہیلی بھی نہیں۔ کہیں غلط لوگوں کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔" شمشاد آخر ماں تھیں بیٹی کی عزت کی بھی فکر تھی۔ جانتی تھی گھر کے باہر قدم قدم پر شکاری گھات لگائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر خود ہی تسلی کے لیے بولیں۔ "دیکھنا تمہارا باپ اس کو شام تک ڈھونڈ کر لے آئے گا۔" پھر دل پر ہاتھ رکھ کر صوفے پر ہی لیٹ گئیں۔ یہ دیکھ کر روجی نے کہا۔

"امی آئیں میں آپ کو آپ کے روم میں چھوڑ آؤں۔ یہاں بے آرامی میں نا لیٹیں۔"

"نہیں اندر کمرے میں میرا دل زیادہ گھبرائے گا۔" انہوں نے کہا اور چہرے پر بازو رکھ لیا۔ گڈو روحی بھی خاموشی سے ان کے پاس بیٹھ گئیں۔ بات کرنے کا موڈ کسی کا بھی نہ رہا تھا۔ بس ایک ہی سوچ اور فکر تھی روبی نہ ملی تو کیا ہوگا۔

نصیر صاحب بے حد پریشان اور گھبرائے ہوئے سلمان کو ساتھ لے کر جب گھر آئے تو شمشاد سر پر دوپٹہ باندھے صوفے پر لیٹی تھیں۔ پاس روحی اور گڈو کے علاوہ زوبی بھی تھی۔ وہ سیدھے بیوی کی جانب آئے اور پھر جھکتے ہوئے پوچھا۔

"یا چانک تمہیں کیا ہوا۔ صبح ٹھیک ٹھاک تو چھوڑ کر گیا تھا۔" شوہر کی بات سن کر شمشاد رونے لگی۔ یہ دیکھ کر سلمان نے کہا۔

"ابو جی! میں جلدی سے ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں۔" وہ جانے لگا تو شمشاد بیگم نے روکتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر کی ضرورت نہیں۔ حوصلے سے بات سنو بیٹا! ہم پر قیامت گزر گئی ہے۔" اتنی بات کہہ کر ہی وہ چپ ہو گئیں۔ حلق میں جیسے کوئی چیز آ کر اٹک گئی تھی۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت سے رونے لگیں اور یہ دیکھ کر نصیر صاحب نے روحی سے کہا۔

"روحی! تم بتاؤ کیا ہوا ہے؟" اور روحی نے بغیر کسی تمہید اور ہچکچاہٹ کے ساری بات باپ کو بتادی۔

"کیا کہہ رہی ہو؟" نصیر صاحب اور سلمان نے بیک وقت کہا۔ پھر پوچھا۔

"کب اور کیسے وہ بھاگ گئی اور اس وقت تم سب کہاں تھیں۔" اشارہ گڈو اور شمشاد کی سمت بھی تھا۔

"وہ صبح زوبی کے ساتھ اس کے سکول مینا بازار دیکھنے گئی تھی۔ مگر سکول کے قریب پہنچ کر اس نے زوبی سے کہا اب تم سکول جانے کی بجائے گھر واپس جاؤ اور جا کر سب سے کہہ دو آج آوارہ روبی گھر سے بھاگ گئی ہے اور زوبی کو وہیں فٹ پاتھ پر چھوڑ کر خود آگے چلی گئی۔ زوبی پکارتی ہی رہ گئی مگر وہ رکی نہیں۔" روحی نے ہی پھر بتایا۔

"مگر اس کو زوبی کے ساتھ سکول جانے کی اجازت دی کس نے تھی؟" سلمان یکدم غرایا۔ یہ دیکھ کر روحی نے کہا۔

"تمہارے سامنے ہی تو گئی تھی۔ جب تم کچن کے دروازے پر کھڑے گڈو سے بات کر رہے تھے اور ابو جی تب سامنے صوفے پر بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔" یہ سچ تھا۔ دونوں باپ بیٹوں میں سے کسی نے بھی روبی کو جاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ نصیر صاحب کی ساری توجہ ناشتے پر تھی اور سلمان جب گڈو کے قریب ہوتا تھا تو پھر دوسرا کوئی اس کو کم ہی دکھائی دیتا تھا۔ روحی کی بات سن کر سلمان نے پھر غرا کر کہا۔

"جب میں نے اس کو شادی پر چچا کے گھر ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں دی تھی تو تم لوگوں نے زوبی کے ساتھ اکیلے جانے کی اجازت کیوں دی؟" یہ سن کر شمشاد نے کہا۔

"میں تو اجازت نہیں دے رہی تھی، پر گڈو نے کہا بھیج جانے دیں اور میں چپ ہو گئی۔" یہ سب سننے کے بعد سلمان کے پاس اب سوائے صبر کے کوئی چارہ نہ تھا۔ گڈو کو ڈانٹنے کا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا جبکہ گڈو نے روتے ہوئے ایک بار پھر ساری بات کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا۔

"مجھے کیا پتا تھا کہ وہ اتنا بڑا قدم اٹھائے گی۔" اس کی بات سن کر سلمان خاموش ہی رہا تاہم روبی کی اس حرکت پر اس کا خون کھول رہا تھا۔

"اس لیے میں تم سے کہتا تھا زیادہ سختی اچھی نہیں ہوتی۔ مگر تم نے میری ایک نہ سنی۔ آخر وہی ہوا نا جس کا مجھے ڈر تھا۔" نصیر صاحب نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔ اس لمحے وہ اپنی عمر سے کئی برس بڑے لگنے لگے تھے۔ پھر دونوں باپ بیٹا روبی کی تلاش میں گھر سے نکل گئے۔

☆☆☆

اپنے گھر کے پورچ میں گاڑی روکتے ہی ارم نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ پھر پلٹ کر روبی کو دیکھتے ہوئے یوں مسکرائی جیسے کوئی بہت بڑا معرکہ سر کر کے آ رہی ہو۔ پھر انجن بند کر کے گاڑی سے باہر نکل آئی۔

یہ دیکھ کر روبی نے بھی اس کی تقلید کی اور اپنا چھوٹا سا پرس سنبھالتی ہوئی کار سے باہر نکل آئی۔ ارم نے گاڑی لاک کی۔ پھر روبی کے قریب آئی اور اس کو محبت سے گلے لگاتے ہوئے بولی۔

"اب تمہیں قطعاً پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اب تم محفوظ ٹھکانے پر پہنچ چکی ہو جہاں کوئی تمہاری ہوا کو بھی نہیں چھو سکتا۔ آؤ میرے ساتھ۔" روبی خاموشی سے اس کے ساتھ

چل دی۔ ارم اس کو اپنے ساتھ لے کر سیدھی اپنی والدہ کے روم میں آئی اور وہاں ماں کے ساتھ کرن بھی موجود تھی۔ روبی کو دیکھتے ہی لپک کر اس کے گلے لگتے ہوئے بولی۔

"ہو سکتا ہے تم یقین نہ کرو۔ مگر یہ سچ ہے تمہارے گھر سے ہو کر آنے کے بعد وہ کونسا دن ہوگا جب میں نے تمہیں یاد نہیں کیا یا تمہارے فون کا ویٹ نہیں کیا مگر حضور آتے آتے بہت دیر کر دی۔"

"یقین کیوں نہیں کرے گی۔ جبکہ وہ تمہاری بیسٹ فرینڈ ہے۔" زہرہ خانم نے کرن کو پرے کرتے ہوئے روبی کو گلے لگاتے ہوئے اس کی پیشانی چومی۔ پھر پیار سے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

"کرن نے جب تمہارے گھر سے ہو کر آنے کے بعد پہلی بار تمہارے حالات بتائے تو مجھے بہت زیادہ دکھ ہوا۔ میں نے ہی ارم سے کہہ کر تمہیں لیٹر لکھا کر بھیجا تھا۔ کوئی ماں اتنی ظالم بھی ہو سکتی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی؟ اچھا کیا تم نے جو گھر چھوڑ کر آ گئی ہو۔ اس گھر کو آج سے پکا اپنا ہی گھر سمجھنا اور میں بھی آج سے سمجھوں گی میری دو نہیں تین بیٹیاں ہیں۔"

یہ سن کر روبی رونے لگی تو انہوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"نا بیٹی رونا نہیں۔ گزرے ہوئے ہر پل کو بھیانک خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔ آج سے تمہاری نئی زندگی کا آغاز ہوگا۔ جس میں خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔ خوامخواہ کسی کو یاد کر کے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ویسے بھی یاد تو بندہ ان کو کرتا ہے۔ جو آپ سے محبت کرتے ہوں۔ وہ سب تو تم سے شدید نفرت کرتے تھے۔" پھر روبی کو ساتھ لے کر بستر پر بیٹھتے ہوئے ارم سے پوچھا۔

"کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی تمہیں؟"

"پریشانی تو کوئی نہیں ہوئی مگر ویٹ کافی کرنا پڑا۔ نو بجے روبی آئی۔ پھر فٹ پاتھ پر کھڑی ہو کر چھوٹی بہن سے باتیں کرتے ہوئے بھی کافی دیر لگا دی روبی نے۔" ارم نے روم چیئر پر بیٹھتے ہوئے بتایا تو روبی نے کہا۔

"وہ زوبی مجھے آنے نہیں دے رہی تھی۔ اس نے میرا آنچل بھی پکڑ لیا تھا۔" یہ سن کر زہرہ خانم نے کہا۔

"چلو! اب دفع کرو ان سب کو۔ یہ بتاؤ کوئی کپڑا بھی ساتھ لائی ہو۔"

"نہیں آنٹی اس طرح سب گھر والوں کو شک ہو سکتا تھا۔" روبی نے کہا۔

"اچھا کیا جو کچھ ساتھ نہیں لائی۔ میں آج ہی کسی اچھی سی بوتیک سے تمہارے لیے دس بارہ سوٹ لے کر آؤں گی۔ بیٹی کہا ہے تو ماں بن کر دکھاؤں گی۔"

"کپڑے نہیں مگر دس ہزار روپے ضرور لائی ہوں۔" روبی نے پرس کھول کر رقم نکال کر ان کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ یہ آپ رکھ لیں۔ مجھے ان پیسوں کا کرنا ہی کیا ہے۔"

"نہیں نہیں! زہرہ خانم نے انکار کرتے ہوئے کہا۔ یہ تمہارے پیسے ہیں۔ تم ان کو اپنے پاس رکھو مگر دیکھو مجھے آنٹی نہیں ماں کہنا یا مما بھی کہہ سکتی ہو۔ میں نے تمہیں اپنی بیٹی کہا ہے کہا ہے نا۔" ان کی بات سن کر روبی نے کہا۔

"آپ برا محسوس نا کریں۔ مگر مجھے اب لفظ ماں سے شدید نفرت ہے۔ میں آپ کو آنٹی ہی کہوں گی۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر آنٹی نہیں آپا کہو۔ ارم اور کرن بھی مجھے آپا ہی کہتی ہیں۔" زہرہ خانم نے پیسے واپس روبی کے پرس میں رکھتے ہوئے کہا یہ تم اپنے پاس ہی رکھو۔" ساتھ یہ نہیں بتایا کہ میں نے خود ہی بیٹیوں کو ماں کہنے سے منع کر رکھا ہے۔

اتنے میں پومی روم میں داخل ہوا تو زہرہ خان نے تعارف کرواتے ہوئے کہا۔" روبی یہ میرا اکلوتا بیٹا پومی ہے۔"

"ہائے!" پومی نے روبی کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور روبی ہاتھ ملانے کی بجائے زہرہ خان کی جانب دیکھنے لگی تو انہوں نے پومی سے کہا۔

"اپنا ہاتھ پیچھے کر لو۔ وہ جس ماحول سے نکل کر آئی ہے وہاں ان باتوں کی گنجائش نہیں۔ وہاں ان باتوں کو بڑا معیوب سمجھا جاتا ہے۔" ویسے تمہاری پہلے کبھی روبی سے ملاقات نہیں ہوئی۔

"نو نو! میں نے آج فرسٹ ٹائم روبی کو دیکھا ہے۔ سو سویٹ اور نام بھی بہت پیارا ہے روبی۔" پومی نے تعریف کرتے ہوئے کہا۔
"امی جان! روبی صرف دو تین بار ہی تو ہمارے گھر آئی ہے۔" کرن نے بتایا تو زہرہ خانم نے چونکتے ہوئے کہا۔
"ارے! مجھے خیال ہی نہیں رہا پوچھنے کا ناشتہ کرو گی۔ دیکھو شرمانا بالکل نہیں۔ میں نے کہا ہے نا آج سے اس گھر کو پکا پکا اپنا ہی گھر سمجھنا۔"
"آپا! آپ کن باتوں میں پڑ گئی ہیں۔ سیدھی طرح ناشتہ منگوائیں۔ مجھے یقین ہے روبی نے ناشتہ نہیں کیا ہوگا۔" ارم نے کہا تو روبی خاموش ہی رہی۔ اس نے واقعی ناشتہ نہیں کیا تھا گھر سے بھاگنے کے چکر میں۔
"کرن! تم روبی کو اپنے روم میں لے جاؤ۔ میں ملازمہ سے کہہ کر تم دونوں کا ناشتہ بھجواتی ہوں۔" ماں کی بات سنتے ہی کرن، روبی کا ہاتھ تھام کر اس کو اپنے روم میں لے گئی تو زہرہ خانم نے پومی سے کہا۔
"تم ملازمہ سے بولو وہ کرن کے روم میں دو ناشتے بھیج دے اور جب پومی چلا گیا تو ارم سے کہنے لگیں۔
"لڑکی تو واقعی بہت پیاری ہے بلکہ بے حد خوبصورت۔"
"آپ ٹھیک کہتی ہیں آپا! اگر اس کو فلم میں چانس مل گیا تو فلم فلاپ ہونے کی صورت میں بھی ہیروئن فلاپ نہیں ہوگی۔ قیامت ہے قیامت۔" پھر اٹھتے ہوئے بولی۔
"اب میں سوؤں گی۔ آج تو نیند خراب ہونے سے میرا حشر ہو گیا ہے۔ صبح صبح اٹھنا واقعی حشر کر دیتا ہے۔" پھر وہ چلی گئی تو پومی نے روم میں داخل ہو کر بتایا۔ "مما! میں نے ملازمہ سے ناشتے کا کہہ دیا۔" پھر آہستہ سے کہا۔
"کیا خیال ہے لڑکی یہاں ٹک جائے گی۔ بہت گھبرائی اور خوفزدہ سی لگتی ہے۔"
"وہ تو لگنا ہی ہے۔ گھر سے بھاگنا کوئی چھوٹی بات تو نہیں۔ سمجھو ہماری لاٹری نکل آئی۔" زہرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اور اگر اس کے گھر والے اس کو یہاں لینے آ گئے؟" پومی نے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔
"ان کو ہمارے گھر کا پتہ ہی نہیں اور ویسے بھی روبی کی ماں نے کرن کو بے عزت کر کے اپنے گھر سے نکالا تھا اور روبی کا بھی کافی عرصہ سے مطلب تب سے گھر سے باہر جانا بند تھا۔" زہرہ خانم نے اطمینان سے کہا۔
"پھر بھی آپ کو اپنی تیاری مکمل رکھنی چاہیے۔ اس امکان کو اگنور نہ کریں کہ وہ یہاں نہیں آئیں گے بلکہ سوچیں وہ آئیں تو کیا کہنا ہے۔" پومی نے کہا تو زہرہ خانم نے اس کا منہ چومتے ہوئے کہا۔
"آج تو تم نے بڑی عقلمندی کی بات کی۔ ہاں ہو سکتا ہے وہ یہاں آئیں۔ اب ارم سو کر اٹھتی ہے تو بات کرتی ہوں۔"
"مما! میں ہمیشہ عقلمندی کی بات کرتا ہوں۔ مگر آپ غور کم کرتی ہیں۔" پومی نے کہا۔ پھر ماں کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا اور زہرہ بیگم کا ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے کہا۔
"مما! مجھے دس ہزار کی ضرورت ہے۔ ابھی اور اسی وقت۔"
"دس ہزار سے کم کی بھی کبھی ضرورت محسوس ہوئی ہے تمہیں۔" زہرہ خانم اس کے گود میں سر رکھ کر لیٹنے سے سمجھ گئی تھیں۔ وہ کوئی مطلب کی بات ان سے کرنے والا ہے۔
"مما! سب دوست وزٹ کے لیے مری جا رہے ہیں۔ مجھے بھی جانا ہے۔ پلیز! مما!" پومی نے ایک بار پھر ان کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔
"ابھی نہیں آج مجھے روبی کے لیے شاپنگ کرنی ہے۔ اس کے پاس نا تو کوئی سوٹ ہے نہ جوتا نہ جیولری نا بیگ، پرس کچھ بھی اس کے پاس نہیں۔ پچاس ہزار میں تو اس کی شاپنگ مکمل ہوگی۔ مفت میں تو کچھ بھی نہیں ملتا۔" زہرہ خانم نے بتایا۔
"مما! شاپنگ چالیس ہزار میں کر لیں دس مجھے دے دیں۔" پومی نے کہا، پھر تو زہرہ نے گلے میں ہاتھ ڈال کر چھوٹا بٹوا نکالتے ہوئے کہا۔ "ضد جو کر و پوری کر کے رہتے ہو۔" پھر دس نوٹ ایک ہزار والے گن کر اس کو دیتے ہوئے آہستہ سے کہا۔
"ارم اور کرن کو خبر نہ ہو کہ میں نے تمہیں پیسے دیئے ہیں۔ ورنہ پھر وہ دونوں خفا ہوتی ہیں۔"

"میرا دماغ خراب ہوا ہے۔جوان کو بتاؤں گا۔" ٹوپی اٹھا، پاکٹ سے والٹ نکال کر پیسے اس میں رکھتے باہر نکل گیا۔زہرہ روبی کے گھر والوں کے بارے میں سوچنے لگی۔وہ آئے تو کیا کہنا ہے۔ان کے آنے سے پہلے کیا کرنا ہے۔

☆☆☆

ادھر روبی کی تلاش ناممکن ثابت ہوئی تھی۔روبی کو زمین نگل گئی تھی یا آسمان کھا گیا تھا۔ہزار کوشش کے باوجود پتہ نہیں چل سکا تھا۔کوئی سراغ نہ مل سکا تھا۔یوں بھی کوئی سر پیر تو تھا نہیں۔نا ہی روبی نے کوئی نشان چھوڑا تھا۔نہ ہی کوئی اس کی فرینڈ تھی۔جس کے گھر روبی کا پوچھنے جاتے۔وہ دونوں باپ بیٹا اپنے طور پر اس کو پارکوں میں اور ادھر ادھر گھوم پھر کر تلاش کرتے رہے تھے۔صبح سے شام ہوئی مگر روبی کو نہ ملنا تھا نہ ملی۔پولیس میں رپٹ درج کروا کر وہ اپنی اور اپنے خاندان کی رسوائی نہیں چاہتے تھے۔وہ باپ بیٹا مایوس اور ناکام جب واپس گھر آئے تو غم سے دونوں نڈھال تھے۔

ان کی دن بھر کی ناکامی ان کے چہروں پر لکھی ہوئی تھی۔اس لیے کسی نے ان سے روبی کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔انہوں نے خود ہی بیوی کے پاس بیٹھتے ہوئے غم سے بھرے تھکن سے چور لہجے میں کہا۔"کوشش کے باوجود نہ روبی ملی نہ روبی کا کوئی سراغ ملا۔شاید اس لیے لوگ بیٹیوں کی دعا نہیں مانگتے۔دیکھ لو تمہاری بیٹی نے مجھے کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔اچھا زمانہ تھا جب لوگ بیٹیاں زندہ دفن کر دیتے تھے۔کم از کم اس ذلت سے تو بچ جاتے تھے جس کی زد میں ہم آئے ہیں۔اب مجھے بتاؤ میں کیا کروں، کہاں جاؤں؟ روحی کی شادی سر پر ہے اور شادی میں اس کو نہ پا کر سب ہی اس کے بارے میں سوال کریں گے اور میں کیا جواب دوں گا۔" وہ بچوں کی طرح چہرہ چھپا کر رونے لگے۔

سلمان الگ کھڑا اذیت سے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔رات ہو رہی تھی مگر ان لوگوں کے یہاں آج چولہا گرم نہیں ہوا تھا جبکہ پرسوں سے مہمانوں کی آمد شروع ہو جانی تھی۔وہ سب یونہی گم سم بیٹھے تھے کہ اچانک ہی بلال آ گئے۔سب گھر والوں کو یوں پریشان بیٹھے دیکھا تو خود بھی پریشان ہو گئے۔

"کیا ہوا سلمان؟" انہوں نے بیگ ایک جانب رکھتے ہوئے پوچھا۔سلمان ماں باپ کی شکل دیکھنے لگا کہ بات چھپائی جائے یا بتا دی جائے۔مگر کسی جانب سے کوئی اشارہ نہ پا کر اس نے خاموشی اختیار کر لی اور اس کو خاموش دیکھ کر وہ شمشاد بیگم کے قریب آ کر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"کیا ہوا خالہ جان؟ کیوں پریشان ہیں آپ سب لوگ۔مجھے بھی بتائیں میں بھی آپ کا بیٹا ہوں نا۔" اور اس کی بات سن کر شمشاد بیگم اس کے گلے لگ کر بلک بلک کر رونے لگیں۔کچھ دیر یونہی روتی رہیں پھر بولیں۔

"بلال ہم کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہے۔اس نے ہماری ساری عزت خاک میں ملا دی ہے۔ہمیں کہیں کا نہیں رہنے دیا۔"

"کس کی بات کر رہی ہیں آپ خالہ جان؟" بلال نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

مگر رونے اور سارے غم کی شدت سے ان سے بولا ہی نہ گیا تو بلال نے استفسار کرنے والی نگاہوں سے روحی کو دیکھا۔

"بلال! روبی گھر سے بھاگ گئی ہے۔" روحی بتاتے ہوئے رو پڑی۔

"کیا کہا۔روبی بھاگ گئی۔مگر کب؟" بلال نے پوچھا۔

"آج صبح۔" روحی نے آنسو پونچھتے ہوئے بتایا۔

"آپ لوگ کہاں تھے اس وقت۔" بلال نے پھر پوچھا۔"ہم لوگ تو اس وقت گھر پر ہی تھے۔وہ زوبی کے ساتھ اس کے سکول مینا بازار دیکھنے گئی تھی اور زوبی کو راستے میں ہی چھوڑ کر بھاگ گئی۔" روحی نے وضاحت سے بتایا۔

"اگر وہ ایسی ہی تھی تو آپ نے اس کو گھر سے باہر جانے کی اجازت کیوں دی۔" بلال نے محض نصیر اور سلمان کی وجہ سے کہا ورنہ وہ اور روحی کھل کر روبی کے بارے میں آپس میں ڈسکس کر چکے تھے۔بلال کی بات سن کر شمشاد نے کہا۔

"بس بیٹا! انہونی کو کون روک سکتا ہے۔میری عقل پر پردہ پڑ گیا اور میں نے اس کو جانے کی اجازت دے دی۔یہ سوچ کر کہ کافی عرصہ ہو گیا ہے وہ کبھی گھر سے باہر نہیں گئی آج کہہ رہی ہے جانے کو تو چلی جائے۔ذرا تفریح ہو جائے گی اور وہ زوبی کو راستے میں ہی چھوڑ کر چلی گئی اور ہماری عزت خاک میں ملا دی۔" شمشاد نے گڈو کی بجائے سارا الزام اپنے سر لیتے

ہوئے بتایا اور بات ختم کر کے ایک بار پھر شدت سے رونے لگیں۔ صبح سے رو رو کران کا حشر ہو گیا تھا۔ اگر شریکے میں پتا چل گیا تو کیا ہوگا۔

بلال نے سوچا وہ تو تھی ہی آوارہ۔ اس سے ایسی حرکت کے علاوہ اور کسی بات کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ جو کچھ برسات کی اس طوفانی رات کو اس نے کیا تھا اس کے بعد یہ بات بلال کے لیے باعث حیرت نہیں تھی۔ ان کو تو اب اس بات پر بھی حیرت ہوتی تھی کہ وہ روبی سے آٹھ دس برس بڑے تھے۔ اس کے باوجود وہ کتنی بے تکلفی سے ان کا نام لے کر ان کو مخاطب کرتی تھی۔ انہوں نے ایک بار پھر سوچا شکر ہے وہ بچ گئے۔ ایسی آوارہ لڑکی کے ساتھ اگر شادی کر لیتے تو پھر انجام کیا ہوتا تھا۔ ایسی عادتیں جاتی نہیں۔ اب وہ گھر والوں کی پریشانی سمجھ سکتے تھے۔

روحی کی شادی سر پر تھی۔ پرسوں سے مہمانوں کی آمد شروع ہونی تھی۔ کوئی اور موقع ہوتا تو شاید لوگ نہ پوچھتے مگر شادی پر تو اس کی غیر حاضری کا سب نے پوچھنا تھا۔ اس مسئلے کا حل اب بہر حال لازمی سوچنا تھا۔

"بلال تم کس سوچ میں پڑ گئے، ہمیں بتاؤ ہم کیا کریں؟" روحی نے پوچھا۔

"آپ لوگوں نے اس کو تلاش کیا ہے؟" بلال نے پوچھا۔

"ابا اور سلمان صبح سے سارے پارک، گلی بازار پھر کر آئے ہیں مگر وہ نہیں ملی۔" روحی نے بتایا تو بلال نے پوچھا۔

"اس کی سہیلیوں کے گھر سے تلاش کیا ہے؟"

"اس کی کوئی سہیلی تھی ہی نہیں۔" روحی ہی نے پھر بتایا۔ گڈو بلال کو دیکھتے ہی اندر روم میں چلی گئی تھی۔ اس نے بلال کے بارے میں سن رکھا تھا مگر دیکھا آج پہلی بار تھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کوئی سہیلی نہ ہو؟" آپ کہتے ہیں کہ وہ کافی عرصہ سے گھر سے باہر نہیں گئی اور گھر سے بھاگنا کوئی چھوٹی بات نہیں۔ ممکن نہیں کہ وہ بغیر کسی پروگرام کے بھاگ جائے۔ یقیناً کسی نے اس کو پناہ کی آفر کی ہوگی۔ آپ اس کی سکول کی سہیلیوں کے گھر سے پتا کریں۔ ہو سکتا ہے وہ ان میں کسی کے گھر ہو۔"

یہ سن کر شمشاد نے اس کو کرن کے بارے میں بتا دیا تو بلال نے کہا۔

"ہو سکتا ہے وہ آپ سے چھپ کر ملنے آتی ہو۔ آپ انھیں ابھی ان کے گھر جا کر چیک کرتے ہیں۔"

"مگر کرن کے گھر کا ہمیں معلوم نہیں کہاں ہے؟" روحی نے کہا۔

"کرن کی کسی فرینڈ کو تو معلوم ہو گا یا پھر اس کے سکول سے کرن کے گھر کا ایڈریس لیں۔" بلال نے کہا تو سلمان پہلی بار بولا۔

اس کے لیے کل صبح کا انتظار کرنا ہوگا۔ اس وقت تو سکول بند ہوگا اور پھر یہ طے ہو گیا کہ شمشاد، سلمان اور بلال خود کرن کے گھر جائیں گے روبی کو تلاش کرنے۔ اس کے بعد بلال نے کہا۔

"اب مزید رونے کی ضرورت نہیں۔ اٹھیں اور کھانے کا انتظام کریں۔ یقیناً آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہوگا بلکہ رہنے دیں اب اس حالت میں۔ ہو سکتا ہے پکانے کا موڈ نہ ہو میں سلمان کے ساتھ جا کر بازار سے کچھ پکا پکایا لے آتا ہوں۔" پھر روحی روکتی ہی رہ گئی مگر بلال، سلمان کو ساتھ لے کر چلے گئے۔

صبح ناشتے سے فارغ ہوتے ہی سلمان، روحی کو ساتھ لے کر روبی کے سکول گیا اور پھر دونوں بہن بھائی کرن کے گھر کا ایڈریس لے کر ہی آئے تھے۔ گھر آتے ہی ساری بات طے کرنے کے بعد شمشاد، روحی، بلال اور سلمان کرن کے گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔

روحی کو آخر میں پروگرام میں شامل اس لیے کیا تھا کہ حمیدہ خاتون سے بات کرے گی اور روحی جلدی سے گھوم پھر کر روبی کو تلاش کرے گی۔

کرن کے گھر کے ایڈریس پر چوکیدار موجود تھا۔ روحی نے کہا۔

"اندر اطلاع دو کرن کی سہیلی روبی کی بہن اور امی آئی ہیں۔" چوکیدار گیٹ کی کھڑکی کھول کر اندر گیا اور تھوڑی دیر بعد آ کر بولا۔

"اندر چلے جائیں۔" وہ چاروں گھر میں داخل ہو گئے۔ سامنے ہی ملازمہ کھڑی تھی۔ وہ ان چاروں کو ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ پھر ان کو بیٹھنے کا کہتے ہوئے باہر چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد کرن کے ساتھ زہرہ خانم بڑے سٹائل سے اپنے نائٹ گاؤن کی ڈوریاں کستی ہوئی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ کچھ دیر ان سب کو دیکھتی رہی۔ پھر منہ بناتے

ہوئے ناگواری سے بولیں۔
"بندہ کہیں جاتے ہوئے نام دیکھ لیتا ہے۔صبح ہی صبح ہماری نیند خراب کردی فرمائیے کیسے آنا ہوا۔"
"پہلے روبی کو بلائیں۔"حمیدہ بیگم نے کہا۔
"کون روبی؟اور کہاں سے بلائیں۔"زہرہ بیگم نے حیرانی سے پوچھا۔
"اندر آنے سے پہلے ہم نے چوکیدار کو بتایا تھا کہ روبی جو کرن کی سہیلی ہے اس کے گھر والے آئے ہیں۔"سلمان نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"دیکھو لڑکے میں بارہ بجے سو کر اٹھتی ہوں۔ہوسکتا ہے میں نے نام نہ سنا ہو بہر حال اصل بات کیا ہے۔وہ کہو۔"وہ ذرا سا بھی ڈرے بغیر بولی۔
"اصل بات یہ ہے روبی کل صبح گھر چھوڑ کر چلی گئی اور ہمیں کسی نے بتایا ہے وہ یہاں سیدھی آپ کے گھر آئی ہے۔"بلال نے سلمان کو پیچھے کرتے ہوئے خود بات کی۔
اور بلال کے یہ کہنے پر کہ ہمیں کسی نے بتایا ہے کہ وہ گھر سے نکل کر سیدھی ادھر آئی ہے۔چالاک زہرہ خان سمجھ گئیں کہ وہ تکا مار رہا ہے۔اس لیے تیزی سے بولی۔
"لڑکے جھوٹ بولتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیے۔روبی یہاں نہیں آئی۔"
"میری بیٹی بہت پہلے روبی سے ملنا چھوڑ چکی ہے۔وہ بھی روبی کی ماں کے کہنے پر۔"
"ہم گھر کی تلاشی لیں گے۔"شمشاد بھی کھڑی ہوگئی۔ان کے ساتھ روحی بھی جبکہ بلال اور سلمان تو پہلے ہی کھڑے تھے۔
"بی بی!تم ہوش میں ہو۔تم ہوتی کون ہو ہمارے گھر کی تلاشی لینے والی؟جاؤ اور پولیس کو لے کر آؤ۔خبردار اگر پھر یہ کہا کہ روبی ہمارے یہاں آئی ہے۔میری بیٹی کے ساتھ اس کی دوستی ضرور تھی مگر جب وہ روبی کے سکول چھوڑنے کے بعد کرن اس کو ملنے گھر گئی تو تم نے میری بیٹی کی بے عزتی کر کے گھر سے نکال دیا اور اس کے بعد میری بیٹی بھی روبی سے نہیں ملی اور اب جاؤ اور دوبارہ اگر یہاں آنا ہو تو ساتھ پولیس کو لے کر آنا۔"وہ لوگ یہ سنتے ہی ان کے گھر سے باہر چلے آئے مزید وہاں رکنا فضول ہی تھا۔
گھر آکر سب نے سوچنے کے بعد یہ طے کیا کہ وہ سب لوگوں سے یہی کہیں گے کہ شمشاد روبی کو ساتھ لے کر ایبٹ آباد شادی کا کہنے گئی تھیں۔چونکہ اتنا لمبا سفر کبھی نہیں کیا اس لیے وہ وہاں جاتے ہی شدید بیمار ہوگئی۔پھر اس کو ہیضہ بھی ہوگیا تو شمشاد بلال کو ساتھ لے کر لاہور آگئی۔شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے تھے۔اب صحت مند ہونے تک روبی وہاں ایبٹ آباد میں ہی رہے گی۔اس طرح وقتی طور پر یہ مسئلہ حل ہوگیا اور شمشاد نے بلال کو بھی سمجھا دیا کہ وہ اپنی امی اور بھائی گل کو بھی سمجھا دیں کہ اگر کوئی اپنے طور پر ان کو پوچھے تو وہ بھی یہی جواب دیں۔کچھ رشتے دار کمینے بھی تو ہوتے ہیں اور بلال نے تسلی دیتے ہوئے کہہ دیا۔
"آپ فکر نہ کریں ایسا ہی ہوگا۔"
"پھر شمشاد نے گڈو کو بھی سمجھا دیا کہ تم سے سب نے بطور خاص پوچھنا ہے۔ان سب کو اچھے طریقے سے مطمئن کرنا۔"اور گڈو نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔
روبی نے گھر سے بھاگ کر شادی کو مرگ کے سوگ میں بدل دیا تھا۔ یوں اس صدمے کا سامنا اندر ہی اندر کرتے ہوئے کڑے ضبط سے گزرتے ہوئے وہ سب لوگ شادی کے انتظامات میں لگ گئے۔
بظاہر سب مہمانوں کو دکھانے کے لیے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائی تھی مگر اندر سے سب کا جو حال تھا وہ وہی جانتے تھے۔بلال کے سب گھر والے بھی آچکے تھے کیونکہ کمال کو رہائش کے لیے بنگلہ مل گیا تھا۔بلال نے اپنے گھر والوں کو آتے ہی روبی کے گھر سے بھاگنے کا بتاتے ہوئے باقی کی ساری بات بھی سمجھا دی تھی۔یہ سب سن کر ان سب نے افسوس کا اظہار کیا تھا مگر کسی کا افسوس روبی کو واپس نہیں لا سکتا تھا۔

☆☆☆

ادھر جب چوکیدار نے بتایا روبی کے گھر والے آئے ہیں تو زہرہ خانم فوراً چوکس ہوگئیں۔خیر چوکس تو وہ کل سے ہی تھیں۔جب پومی نے اپنے خدشے کا اظہار کیا تھا۔انہوں نے اسی وقت چوکیدار کو اندر بلا کر اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ اگر کوئی روبی کی تلاش میں آئے اور تم سے روبی کے بارے میں پوچھے تو صاف صاف کہہ دے کون روبی؟کیسی روبی؟میں کسی روبی کو نہیں جانتا۔میں تو یہ نام پہلی بار سن رہا ہوں۔پھر ارم کے اٹھنے کے بعد انہوں نے اس کے سامنے بھی پومی کے خدشے کا اظہار کیا تو ارم نے کہا۔

"ڈرنے کی کوئی بات نہیں مگر جو بھی کرنا ہے خود ہی کیجئے گا مجھے جگانے کی ضرورت نہیں۔ کل ہی صبح صبح اٹھنے سے میرا حشر ہو گیا۔"

"ارم کے بعد انہوں نے روبی اور کرن کو بھی ساری بات اچھی طرح سمجھا دی تھی اور اب جب روبی کے گھر والوں کے آنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے روبی کو فوراً کچن میں چھپا دیا تھا۔ دل کے کسی حصے میں تھوڑا خوف بھی تھا۔ چوکیدار نے بتایا تھا۔ دو مرد بھی آئے ہیں۔ زہرہ خانم نے سوچا کہیں وہ زبردستی گھر کی تلاشی نہ لے لیں۔ شوہر صاحب چند روز پہلے اپنے آبائی گاؤں گئے تھے اور پوپی کل کا دن بیزار لیتے ہی دوستوں کے ساتھ وزٹ پر چلا گیا تھا۔"

ان لوگوں نے جب تلاشی کا کہا تو زہرہ خانم ڈر گئیں۔ انہوں نے سوچا وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا۔ مگر خیر گزری بات زیادہ نہیں بڑھی تھی۔ پولیس کا نام سنتے ہی وہ لوگ تلاشی کا پروگرام ختم کر کے واپس چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد وہ بھی اطمینان کی سانس لے کر اپنے روم میں واپس آ گئی تھیں جبکہ کرن سے کہا تھا کہ اب وہ روبی کو کچن سے نکال کر لے آئے۔ روبی کرن کے ساتھ ان کے روم میں آئی تو رنگت مارے خوف کے پیلی پڑ چکی تھی کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی تلاشی کی صورت میں اگر وہ پکڑی گئی تو پھر سلمان اس کو گھر لے جا کر بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ زہرہ خان نے اس کو دیکھتے ہی گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"آئی بلا ٹل گئی۔ وہ لوگ واپس چلے گئے ہیں۔ وہ لوگ تلاشی لینا چاہتے تھے لیکن جب میں نے کہا تلاشی کے لیے پولیس کو ساتھ لے کر آؤ۔ یہ سنتے ہی وہ ٹھنڈے ہو کر چلے گئے۔ مگر تمہارا بھائی بہت غصے میں تھا۔ کہتا تھا ایک بار روبی مجھے مل جائے میں اس کو قتل کر کے ہی چھوڑوں گا۔ اس کے علاوہ بھی بہت بکواس کر رہا تھا۔" زہرہ خانم نے مختصر روبی کو خوفزدہ کرنے کو کہا۔

"کون کون آیا تھا؟" روبی نے الگ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری امی تھی۔ آپی بھی اور تمہارے بھائی کے علاوہ ایک نوجوان اور تھا جس کو جاتے ہوئے تمہاری ماں نے بلال کہہ کر مخاطب کیا تھا۔" زہرہ خانم نے بتایا تو روبی کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا اور اس نے کہا۔

"آنٹی جی! مطلب آپا جی! میں اب اپنے روم میں چلی جاؤں۔" زہرہ خانم نے ان دونوں کو جانے کی اجازت دے دی۔

"تم خوفزدہ ہو۔" کرن نے روبی کو واپس اپنے روم میں آتے ہوئے پوچھا؟ تو روبی بولی۔

"کیا مجھے ان سے نہیں ڈرنا چاہیے جبکہ تم میری امی کو اچھی طرح جانتی ہو۔ وہ کتنی کرخت مزاج ہیں اور سلمان بھائی ان سے بھی کئی ہاتھ آگے ہیں۔"

"ساتھ میں روحی آپی کا ذکر خیر کیوں نہیں کیا۔ وہ اپنی ماں سے کم سفاک تو نہیں۔" کرن نے مسکرا کر کہا۔ مگر روبی جواباً مسکرا نہ سکی۔ کرن نے ہی پھر کہا۔

"یار کل بھی تمہاری وجہ سے کالج نہ جا سکی اور آج پھر چھٹی ہو گئی۔"

"آئی ایم سوری! میں آپ لوگوں کے لیے پریشانی کا باعث بن گئی۔ کل ارم آپی بھی اپنی نیند خراب ہونے کا شکوہ کر رہی تھیں۔" روبی نے آہستہ سے کہا۔

"اے! بکواس نہیں۔ میں نے یونہی ایک بات کی ہے اور تم بیٹھ گئیں سوری کرنے۔ باقی رہی ارم آپی تو انہوں نے بھی بس یونہی تذکرہ کیا تھا اور تم دل پر لے کر بیٹھ گئی۔ ارم آپی رات گئے تو شوٹنگ سے واپس آتی ہیں۔ اس لیے ان کے پاس سونے کا یہی ٹائم ہوتا ہے اور تمہیں سچی بات بتاؤں تمہارے آنے سے میں بے حد خوش ہوں۔ پہلے میں گھر میں اکیلی تھی۔ آپا تو خود بھی سائے کی طرح آپی کے ساتھ رہتی ہیں۔ اب مجھے باتیں کرنے کے لیے اپنی فیورٹ دوست مل گئی۔"

"اچھا یار! اب میں بھی سونا پسند کروں گی اور تمہیں بھی میرا یہی مشورہ ہے۔ فضول میں کسی کو یاد کر کے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"اپنا مشورہ اپنے پاس رکھو۔ مجھے اس وقت نیند نہیں آتی۔" روبی نے کہا تو کرن بولی۔

"اگر یہ بات ہے تو ملازمہ سے کہو تمہیں ناشتہ بنا دے اور پھر کمبل منہ پر کھینچ لیا۔ روبی اٹھ کر باہر لان میں آ گئی۔ کرن کی امی نے یہ بتا کر کہ بلال بھی ان کے ساتھ آیا تھا روبی کا دل دکھا دیا تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس کی وجہ سے اسے اپنا گھر چھوڑنا پڑا تھا۔ اگر وہ روحی کو طوفانی رات کی سٹوری نہ سناتا تو کیا بگڑ جاتا۔ اب وہ سوچ رہی تھی بلال اس کے گھر سے بھاگنے کا سن کر سوچتے ہوں گے۔ وہ تو تھی ہی آوارہ۔ وہ لان میں بیٹھی بلال کے بارے میں ہی سوچتی جا رہی تھی۔

بارات والے دن بلال باہر گیٹ پر کھڑے تھے۔ بارات آنے میں تھوڑا ہی ٹائم رہ گیا تھا۔ سبھی استقبال کی تیاری کر رہے تھے۔ بلال کو گیٹ پر کھڑے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی

کہ اچانک جمشید وہاں سے گزرا اور بلال پر نظر پڑتے ہی ٹھٹک کر رک گیا۔ تبھی بلال کی نگاہ بھی اس پر پڑی تو بڑی حیرت سے بولا۔

"جمشید تم اور یہاں۔ تم تو اسلام آباد چلے گئے تھے اپنی محبوبہ کی یاد کو بھولنے کیلئے۔ پھر دوبارہ یہاں کیسے چلے آئے۔"

"یہی بات میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ ایبٹ آباد کی بجائے تم یہاں کیسے؟" جمشید نے حیرت سے اندر جھانکتے ہوئے پوچھا تو بلال اس کے گلے ملتے ہوئے بولے یہ میری خالہ کا گھر ہے۔ تم بتاؤ لاہور کب آئے۔ تم نے تو مجھے کہا تھا کہ "تم کبھی زندگی میں لاہور کا رخ نہیں کرو گے جہاں تمہاری محبت چھن گئی۔"

جمشید بلال کی بات کا جواب دینے کی بجائے اس کو بازو سے پکڑ کر ایک جانب لے گیا۔ پھر بلال کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا یہ تمہاری سگی خالہ کا گھر ہے؟"

"سگی ہو یا سوتیلی مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو۔" بلال نے جمشید کے پراسرار رویے سے پریشان ہو کر پوچھا۔

"دیکھو بلال! تمہارے لیے یہ بتانا بہت ضروری ہے کہ یہ تمہاری سگی خالہ کا گھر ہے ورنہ سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔" جمشید نے پھر پہلے والے انداز میں کہا تو بلال نے اس کو گھورتے ہوئے کہا۔

"پتا نہیں تم کیسی پراسراری باتیں کر رہے ہو۔ بتانا بہت ضروری ہے تو سنو حمیدہ خالہ میری امی کی منہ بولی بہن ہیں۔ اب تم بتاؤ تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو۔" بلال نے بات ختم کر کے پوچھا۔

"تمہاری خالہ کی بیٹی روحی کی آج بارات ہے نا۔" جمشید نے سامنے لگے شامیانوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں! آج روحی کی بارات ہے۔ مگر تم کیسے جانتے ہو۔" بلال نے حیران ہو کر پوچھا۔ "میں؟" جمشید ہنس پڑا۔ "جیسے بھی سمجھ لو۔"

"یار جمشید! ایسی باتیں مت کرو پراسراری۔ مجھے سیدھی طرح بتاؤ تم روحی کو کیسے جانتے ہو۔" بلال نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بڑے بیوقوف ہو جواب بھی نہیں سمجھے تو میں تمہیں کھل کر بتاتا ہوں۔" میری وہ محبوبہ روحی ہی تھی۔ جس کی وجہ سے میں نے لاہور چھوڑا تھا۔ بڑا زبردست عشق کیا تھا اس نے مجھ سے اور اپنی سادگی اور محبت کی دیوانگی میں یہ سمجھا تھا کہ واقعی مجھ سے محبت کرتی ہے۔ ویسے ہی جیسے میں اس کو دل کی گہرائیوں سے چاہتا تھا مگر افسوس! ایسا نہیں تھا۔ روحی ایک دھوکے باز لڑکی نکلی۔"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا مطلب ہے تمہاری ان باتوں کا۔" بلال نے الجھ کر پوچھا تو جمشید بولا۔

"مطلب تو صاف ہے اس کے باوجود اگر تمہیں سمجھ نہیں آئی تو میں تمہیں تفصیل سے بتاتا ہوں اور جمشید نے شروع سے لے کر آخر تک بلال کو ساری کہانی سنا ڈالی اور سب کچھ سن کر بلال نے پوچھا۔

"یار جمشید! تم نے روحی کہا تھا یا روبی۔"

"روحی! جمشید نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا تو لہجے میں حسرت نمایاں تھی۔ یا اور بات ہے اس کے ساتھ بے بسی اور بے چارگی بھی اس میں شامل تھی۔

"یار! تم غلط تو نہیں کہہ رہے۔" روحی کو پارسا سمجھنے والے بلال نے پورے اعتماد سے کہا۔ "میرا خیال ہے تم یہ سب روبی کے بارے میں کہہ رہے ہو۔ یہ سب حرکتیں روبی نے کی ہوں گی۔"

"تمہارا دماغ درست ہے بلال!" جمشید نے اس کو گھورتے ہوئے کہا۔ عشق میں نے کیا تھا یا تم نے۔ میں روبی کو نہیں روحی کی بات کر رہا ہوں۔ روبی تو روحی سے چھوٹی ہے اور اس وقت تو وہ بالکل بچی تھی۔ روحی روبی کے ہاتھ ہی تو مجھے خط بھیجا کرتی تھی اور جواباً میں بھی روبی کو ہی اس کی سکول واپسی پر رقعہ پکڑا دیا کرتا تھا۔ اور روحی کا خط وہ مجھے سکول جاتے ہوئے دے کر جاتی تھی۔ روبی تو بہت پیاری بچی تھی۔ دراصل روحی اور اس کی آوارہ سہیلی غزالہ یہ دونوں اپنے اپنے لو لیٹر روبی کے ہاتھ ہی اپنے دوستوں کو بھیجتی تھیں کیونکہ اس وقت وہ چھوٹی تھی اور گھر سے باہر وہی آتی جاتی تھی۔ جانتے ہو روحی کے تمام لو لیٹرز میرے پاس محفوظ ہیں اور آج میں یہ تمام لیٹرز روحی کے دولہا میاں کے حضور پیش کر کے روحی کو اس کی مکاری اور بے وفائی کا مزہ چکھا دوں گا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو۔تم ایسا ہرگز نہیں کرو گے" بلال نے غصے سے کہا۔
"نہیں بلال!تم مجھے ایسا کرنے سے نہیں روک سکتے بلکہ دنیا کی کوئی طاقت مجھے ایسا کرنے سے نہیں روک سکتی۔میں یہ لیٹر اس کے دولہا کو ضرور پیش کروں گا۔اس نے لڑکی ہوکر مجھے بے وقوف بنایا۔میں تو پوری شدت سے روحی سے محبت کرتا تھا اور اپنے طور پر سمجھتا تھا وہ بھی مجھے دل سے چاہتی ہے جیسا کہ وہ مجھ سے کہتی تھی۔آخری بار وہ مجھ سے ملنے آئی تو بہت افسردہ تھی۔میں نے وجہ پوچھی تو روتے ہوئے کہنے لگی۔
"میری منگنی ہوگئی ہے۔اگرچہ میں گھر والوں کے سامنے بے بس اور مجبور تھی۔اس لیے منگنی سے انکار نہ کرسکی،تاہم اگر اسی طرح زبردستی شادی کرنے کی کوشش کی گئی تو کسی اور کی ہونے سے پہلے وہ خودکشی کرلے گی کہ وہ میرے سوا کسی اور کا تصور بھی نہیں کرسکتی" یہ سن کر میں نے کہا۔
"روحی ڈیئر!تم ایسا مت کرنا۔میں خود تمہارے والدین کے پاس آؤں گا اور ان کے پاؤں پکڑ کر تمہارا ہاتھ اپنے لیے مانگ لوں گا"
مگر اس نے روتے روتے مجھے روک دیا۔یہ کہہ کر کہ میرے گھر والے بہت ظالم ہیں۔وہ کبھی رضامند نہیں ہوں گے اور الٹا مجھے بھی بے عزت کریں گے۔تم مجھے مرنے دو۔مگر میں نے کہا۔
"روحی!خدا کی یہی مرضی ہے تو ٹھیک ہے۔ہم ہمیشہ کے لیے جدا ہو جاتے ہیں۔مگر پہلے مجھ سے وعدہ کرو تم خودکشی نہیں کرو گی" مگر وہ یہ کہہ کر آخری بار میرے گلے لگ کر روتے ہوئے کہہ کر چلی گئی کہ۔
"میں ایسا کوئی وعدہ نہیں کرسکتی"
اس کے بعد منگنی کے چند ہفتے بعد ہم نے یہ محلہ چھوڑ دیا اور پھر روحی کی جدائی کا غم سینے سے لگا کر میں نے لاہور کو ہی ہمیشہ کیلئے خیرباد کہہ دیا۔اب میں اپنے والد کی وفات پر لاہور آیا تو میرا ایک دوست جو روحی کے گھر کی پچھلی جانب رہتا ہے اس نے مجھے لاہور چھوڑنے کی وجہ پوچھی تو میں نے صاف صاف بتا دیا تمہارے محلے کی ایک لڑکی میرے لاہور چھوڑنے کی ذمہ دار ہے اور جب میں نے اس کو روحی کے بارے میں بتایا تو وہ بولا یار تم کن چکروں میں پڑ گئے بلکہ کسی لڑکی کے جال میں پھنس گئے۔روحی کا تو کام ہی لڑکوں سے دوستی کرنا ہے۔میرے اسلام آباد سے آنے والے ایک دوست سے وہ محبت کرتی رہی ہے۔محبت نہیں محبت کا ناٹک کرتی رہی ہے اور اس کی گہری سہیلی غزالہ تو بہت زیادہ بدمعاش لڑکی ہے۔بیک وقت دو دو تین تین لڑکوں کو پھانس رکھا ہے اس نے۔
روحی اور غزالہ اپنے دوستوں کو ایک دوسرے کے بارے میں بھی لکھتی رہتی ہیں۔غزالہ لکھے گی۔"میری گہری سہیلی روحی آپ کو سلام کہتی ہے۔" اور روحی اپنے لو لیٹر میں اپنے دوست کو لکھے گی۔"غزالہ آپ کو سلام کہتی ہے۔" دونوں اپنے دوستوں سے گفٹس بھی وصول کرتی رہتی ہیں۔
یہ ساری باتیں سن کر میری آنکھیں کھل گئیں۔یہ محض اتفاق ہے میں نے روحی کی محبت میں اس کے تمام لو لیٹر سنبھال کر رکھے ہوئے تھے۔آج میں اس مکار اور دغاباز لڑکی سے خود کو بے وقوف بنانے کا انتقام لوں گا۔آج جب بارات واپس جائے گی تو روحی کو اپنی چالاکیوں کا مزہ ملے گا۔جب ساری دنیا کے سامنے رسوا ہوگی۔"تمہیں اگر اب بھی یقین نہیں آیا تو روحی کے لیٹر پڑھ کر دیکھ لو جو میں اس کے دولہا کو پیش کرنے والا ہوں۔" جمشید کے لہجے میں شدید نفرت تھی۔
"مجھے یقین آگیا ہے مگر سنو!تم یہ لو لیٹر روحی کے دولہا کو پیش نہیں کرو گے" بلال نے جمشید کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
"میں یہ ضرور کروں گا اور میں نے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم مجھے ایسا کرنے سے نہیں روک سکتے" جمشید نے ٹھوس لہجے میں کہا اور بلال کو وہیں چھوڑ کر ادھر بڑھ گیا جدھر سے بینڈ باجے کی ہلکی ہلکی آواز آنا شروع ہوئی تھی۔

●☆☆☆●

یہ دیکھ کر بلال نے تیزی سے آگے بڑھ کر جمشید کا راستہ روکتے ہوئے پوری سنجیدگی سے کہا۔ "سنو جمشید!قصور روحی کا ہے اس کے والدین اور خاندان کا نہیں اور اس وقت سوال روحی کی عزت یا رسوائی کا نہیں بلکہ پورے خاندان کی عزت کا ہے۔اگر بارات واپس چلی گئی تو والدین اور بھائی کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہیں گے۔تم سوچ سکتے ہو کہ تمہاری

بھی پانچ بہنیں ہیں ان کا سوچ کر ہی رک جاؤ اور یہ سارے لیٹرز بھی مجھے دے دو۔" بلال کی بات سن کر جمشید چند لمحے سوچتا رہا پھر لیٹرز والا لفافہ بلال کے حوالے کرتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے دوست! میں تمہاری بات مان لیتا ہوں لیکن اگر آج تم یہاں نہ ہوتے تو میں کبھی روحی کو معاف نہ کرتا۔ مگر اس کی ماں تو اس کی حرکتوں سے باخبر ہوگی۔"

"شکریہ میرے دوست! اب تم جاؤ بارات آ رہی ہے۔" بلال نے منت کرنے والے انداز میں کہا۔ جمشید وہاں سے جانے ہی والا تھا کہ سامنے سے آتی ہوئی غزالہ پر نظر پڑ گئی اور وہ وہیں رک کر بولا۔

"وہ دیکھو بلال! روحی کی سہیلی غزالہ آ رہی ہے۔" بلال نے پلٹ کر دیکھا وہ غزالہ کو پہلے ہی سے جانتا تھا اور عزت اور احترام سے اسے بہن کہتا تھا۔ وہ روحی اور غزالہ کو کیا سمجھتا تھا اور وہ کیا نکلی تھیں اور روبی کو کیا سمجھتا تھا اور وہ کیا تھی۔ یعنی جن کو اچھا سمجھا وہ برائی کا حرف آخر تھیں اور جس کو برا سمجھا تھا وہ معصوم اور بے گناہ تھی۔ اس کی وجہ سے گھر چھوڑ کر نجانے کہاں گئی تھی مگر یہ وقت ان باتوں کو سوچنے کا نہیں تھا کہ بارات آ رہی تھی۔

گیٹ کے قریب پہنچ کر اچانک غزالہ کی نگاہ جمشید پر پڑ گئی۔ وہ گھبرائی ہوئی یوں بھاگ کر گھر میں داخل ہوگئی جیسے کسی بھوت کو دیکھ لیا ہو۔ آج اسے بلال کو سلام کرنا بھی یاد نہ رہا تھا۔ بلال نے جمشید کو جانے کا اشارہ کیا اور خود غزالہ کے پیچھے آیا۔ وہ روحی سے ان لیٹرز کے حوالے سے بات کرنا چاہتا تھا۔ مگر اندر سے آتی غزالہ کی آواز سن کر ان کو دروازے پر ہی رکنا پڑا۔ وہ ہانپتے ہوئے روحی سے کہہ رہی تھی۔

"ارے روحی! میں نے ابھی ابھی باہر تمہارے جمشید کو دیکھا ہے۔" پھر روحی نے لاپروائی سے شانے اچکاتے ہوئے غزالہ کو دیکھا۔ "یار کہیں وہ کوئی گڑبڑ کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ مجھے تو ابھی سے ڈر لگنے لگا ہے۔ اگر اس نے کوئی غلط حرکت کردی تو کیا ہوگا۔" غزالہ بے حد خوفزدہ تھی مگر روحی نہیں۔

"وہ ایسا ہرگز نہیں کرے گا۔ وہ دنیا کا سب سے بڑا بے وقوف ہے۔ آج بھی اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ میں اب بھی اس کو چاہتی ہوں۔ یہ شادی مجبوری کی حالت میں کر رہی ہوں۔" روحی نے بات ختم کر کے ایک ہلکا قہقہہ لگایا۔ "بڑی ظالم ہو تم۔"

"کیا اس کی محبت بھری باتیں تمہیں یاد نہیں آ رہیں اور اس کے بازوؤں کے حصار میں بیتے لمحے بھی تمہیں نہیں ستاتے۔" غزالہ نے چھیڑنے والے انداز میں کہا۔

"قطعی نہیں یار! اس کی یاد اب کیوں آئے گی جبکہ میں عامر کی ہو رہی ہوں۔ میں تو اپنی منگنی ہوتے ہی اس کو بھول گئی تھی۔ جو وقت بیت گیا سو بیت گیا۔ تم نے خود ہی تو مجھ سے ایک بار نہیں کئی بار کہا ہے۔ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے اور ہمیں چاہیے کہ اس کے ایک ایک لمحے کو انجوائے کریں۔ اچھا وقت گزرا ہے جمشید کے ساتھ میرا۔" وہ اپنی چالاکی اور جمشید کی بے وقوفی پر ایک بار پھر قہقہہ مار کر ہنسی۔

"ہاں بھئی! یہ بات تو ہے۔" غزالہ نے روحی کی بات کی تعریف کی۔ پھر ہنس کر کہا اور دیکھو "لوگ کہتے ہیں عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتا مگر ہم نے تو بڑے کامیاب عشق کیے بلکہ میں تو اب بھی بیک وقت تین لڑکوں سے کر رہی ہوں۔" غزالہ بات کرتے ہوئے بھی مسکرا رہی تھی۔ یہ دیکھ کر روحی نے سنجیدگی اختیار کرتے کہا۔

"غزالہ تم بھول رہی ہو ہمارے حصے کی ساری بدنامی اور رسوائی تو روبی نے اٹھائی ہے۔ تمہارے پرویز کا لیٹر پکڑا گیا تو الزام روبی پر آیا۔ میرے جمشید کا جب پکڑا گیا تو نام پھر روبی کا لگا۔ آخر امی نے اس کا نام ہی آوارہ رکھ دیا۔ ان طعنوں اور ماں کی مار سے تنگ آ کر وہ گھر چھوڑ کر ہی بھاگ گئی۔"

"تم بھی تو پیچھے نہیں رہتی تھیں روبی کو مارنے اور طعنے دینے میں۔ خاص کر بلال نے برسات کی طوفانی رات کی کہانی تمہیں جو ایبٹ آباد واپس جانے سے پہلے سنائی تھی۔ بلال کے جاتے ہی تم نے اس طوفانی رات کے طعنے مار مار کر خود بھی اس کا جینا حرام کیا اور ماں کو بھی بتا دیا ورنہ وہ ایسی نہیں تھی کہ گھر چھوڑ کر چلی جاتی۔"

غزالہ نے جتا دیا۔ روحی خاموش رہی۔ غزالہ نے ہی پھر کہا۔

"سچی بات کہوں گی چاہے تمہیں بری لگے روبی بہت اچھی لڑکی تھی۔ میں اس کے لیے پریشان ہوں۔ نجانے اب اکیلی کہاں بھٹکتی پھر رہی ہوگی۔ گناہ ہم نے کیے اور سزا وہ بھگتی رہی ہے۔ بلال والا قصہ سن کر خالہ جان نے بھی تو مارنے کی حد کر دی تھی۔ پھر سارا وقت ایک ہی لفظ آوارہ، آوارہ۔ پھر وہ گھر سے بھاگ گئی تو کیا کرتی ورنہ میں نے کہا نہ وہ ایسی نہ تھی۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو وہ ایسی تو نہ تھی مگر ماحول کا کچھ نہ کچھ اثر تو اس پر بھی لازمی ہونا تھا اور پھر سیانے لوگ غلط نہیں کہہ گئے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔" روحی نے پہلی

بار اعتراف کیا۔اس سے زیادہ بلال سن نا سکے کچھ مہمان خواتین آگئی تھیں۔جلدی سے بلال دروازے کے پاس سے ہٹ کر تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے باہر کھلی ہوا میں آگئے۔ ان کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔اس وقت وہ اپنے آپ کو روبی کا مجرم سمجھ رہے تھے۔ان کو پہلی بار شدت سے یہ احساس ہو رہا تھا کہ بھیانک غلطی کا ارتکاب کر چکے ہیں۔جس کا کفارہ ادا کرنے کا موقع بھی پتہ نہیں اب ان کو ملے گا یا نہیں۔روبی گھر چھوڑ کر جا چکی تھی۔

انہوں نے پہلی بار سنجیدگی سے سوچا۔انہوں نے اگر روبی کو راہ راست پر لانے کی کوئی کوشش بھی کی تھی تو تلخ، تند و تیز لہجے میں۔کیا ایک پڑھا لکھا انسان اسی لہجے میں بات کرتا ہے۔جس لہجے میں انہوں نے روبی سے کی۔کسی کو سمجھانے کا یہ طریقہ ہے کہ نازیبا زبان استعمال کی جائے۔بازاری عورت، آوارہ اور نجانے کیا کیا کچھ اس کو کہہ دیا تھا۔حالانکہ اس کے برعکس وہ ایک نیک اور معصوم لڑکی تھی۔

انہوں نے پہلی بار خود کو سرزنش کرتے ہوئے سوچا۔

"سیدھی طرح یہ کیوں نہیں کہتے بلال کہ تم خود اپنے سے خوفزدہ تھے۔تمہیں خود پر کنٹرول رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔مان لو کہ وہ محض تمہاری وجہ تمہارے برا بھلا کہنے سے گھر چھوڑ نے پر مجبور ہوئی۔یہ سب لوگ اس کو آوارہ، بد چلن اور نجانے کیسے کیسے القابات سے نواز رہے تھے اور جو حقیقت میں آوارہ بد چلن اور بد کردار تھی وہ معتبر بن کر اس گھر سے پورے باعزت طریقے سے رخصت ہو رہی تھی۔بلال کی مجبوری یہ تھی کہ وہ اب کسی کو سچ بتا بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ اس کا ٹائم گزر چکا تھا۔روبی نجانے اس وقت کہاں بھٹکتی پھر رہی ہوگی۔پھر بینڈ باجے کی آواز سن کر وہ اپنے خیالات سے چونک پڑے۔یقیناً بارات قریب آ پہنچی تھی۔تبھی انہوں نے دیکھا سلمان تیزی سے ان کی جانب آ رہا تھا۔پھر قریب آ کر بولا۔

"بلال بھائی! بارات آگئی ہے۔آپ بھی آئیں نا۔یہاں کھڑے کیا کر رہے ہیں۔"

وہ سلمان کے ساتھ بارات کے استقبال کے لئے چلے آئے۔شادی کی تمام رسومات بخیر و خوبی انجام پا گئیں۔بلال تمام کاموں میں بری طرح بزی رہنے کے باوجود روبی کے خیال سے پیچھا نا چھڑا سکے۔سارا وقت ان کا ذہن روبی کے خیالات میں ہی الجھا رہا۔یہاں تک کہ بارات دلہن لے کر رخصت ہوگئی۔سب نے گہرے سکون کا سانس لیا کہ سب اچھا اچھا ہو گیا تھا۔اب سب کی یہی دعا تھی اللہ دونوں کو خوشگوار زندگی عطا کرے۔

رات گئے جب سب کاموں سے فارغ ہو کر وہ گھر کے اندر آئے تو محفل گرم تھی۔سب ہی روحی کی تعریف کر رہے تھے۔ان میں خود ان کی اپنی والدہ پیش پیش تھیں۔وہ کہہ رہی تھیں

"بہت سگھڑ بچی تھی۔بہت سکھ اور سکون دیا اس لڑکی نے والدین اور بہن بھائی کو۔بے حد نیک اور سمجھدار بچی تھی۔جب تک گھر میں رہی ماں کو کسی بات کی فکر نہ تھی۔"

"ہاں آپا! بہت سکون دیا مجھے میری اس بیٹی نے۔اللہ ایسی بیٹی سب کو دے۔جو گھر میں ہوتے ہوئے بھی نہ ہونے کی طرح رہے۔بس سارا وقت کھانا پکانے اور گھر کی صفائی ستھرائی میں ہی لگی رہتی تھی۔" حمیدہ بیگم نے دل ہی دل میں روبی کی کرتوت یاد کر کے روتے ہوئے کہا۔روحی کے ہوتے ہوئے مجھے کسی بات کی فکر نہ تھی۔اب سلمان کی شادی تک مجھے گھر سنبھالنا ہوگا۔تبھی بیگم اخلاق کی نظر بلال پر پڑی اور انہوں نے شفقت بھرے لہجے میں کہا۔

"آؤ بیٹا! رک کیوں گئے۔کیا فارغ ہو گئے؟"

"جی امی جان! سب کام ہو گیا ہے۔" بلال نے وہیں کھڑے کھڑے جواب دیا۔

"اور بیٹا آپ بھی فارغ ہو گئے۔" اب کہ انہوں نے سلمان سے پوچھا۔

"جی آنٹی! سب کام مکمل ہو گیا ہے۔" سلمان نے ادب سے جواب دیا۔

"اگر یہ بات ہے تو آؤ پھر یہاں تم دونوں بیٹھو۔" انہوں نے محبت سے کہا۔

سلمان تو بیٹھ گیا مگر جہاں روحی کی تعریف، روحی کی باتیں ہو رہی ہوں وہاں اب بلال کیسے بیٹھ سکتے تھے جبکہ ساری حقیقت ان پر کھل چکی تھی۔وہ شمشاد خالہ کے اصرار کے باوجود انکار کر کے سیدھے اوپر چھت پر چلے گئے جہاں سب مردوں کے لیے بستر لگائے گئے تھے۔لیکن اب تک سوائے بلال کوئی بھی اوپر نہیں آیا تھا۔حالانکہ رات کے بارہ بج چکے تھے۔بلال لیٹنے کو تو بستر پر لیٹ گئے تھے مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔اتنی دور جتنی دور اس سے روبی تھی۔بلال دونوں بازو سر کے نیچے رکھے آسمان پر چمکتے روشن چاند اور ستاروں

کو دیکھنے لگے۔ گو کہ اوائل اپریل کے دن تھے مگر راتیں ابھی قدرے ٹھنڈی تھیں۔ چاند بھی اپنے پورے جوبن پر تھا۔ یقیناً چودھویں رات کا تھا۔ خنک فضا میں ہر طرف زرد زرد چاندنی بکھری ہوئی تھی۔ بہت خوبصورت سماں تھا مگر بلال کو روبی کی وجہ سے سکون نہیں تھا۔ ایک بے چینی سی ان کے اندر باہر تھی۔ وہ نا پلکیں جھپکائے چاند ستاروں کو دیکھتے ہوئے روبی کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ نجانے وہ اس وقت کہاں ہوگی اور کس حال میں ہوگی۔ یکدم ہی ان کی سماعتوں میں روبی کی آواز آنے لگی۔

"مجھے ڈر لگتا ہے۔ میں باہر نہیں جاؤں گی۔ آپ سمجھتے کیوں نہیں مجھے ڈر لگتا ہے۔ پلیز بلال! دروازہ کھولیں۔ پلیز بلال!" وہ چیخ رہی تھی۔ رو رہی تھی۔ بلال کو یوں فیل ہوا جیسے اس وقت وہ دور بہت دور کسی طوفان میں گھری ڈر کے مارے روتے ہوئے ان کو پکار رہی ہو۔ بلال یکدم تڑپ کر اٹھ بیٹھے۔ اپنے بے رحم رویئے کا احساس اب پوری شدت سے ہو رہا تھا۔ کیسے کس کر اس کے نرم و نازک رخسار پر دو تھپڑ مارے تھے۔ حالانکہ وہ پہلی نظر میں ہی ان کو اچھی لگی تھی۔

"کیا ہوا بلال بھائی!" سلمان جو ابھی ابھی آ کر بستر پر لیٹا تھا ان کے یوں اٹھ جانے پر پوچھنے لگا۔

"کچھ نہیں۔" بلال نے چونک کر سنبھلتے ہوئے کہا اور پھر لیٹ گئے۔ روبی کے خیالوں میں گم انہیں سلمان کے آنے کا احساس تک نہ ہو سکا تھا۔

سلمان کو دکھانے کے لیے بلال لیٹ تو گئے مگر ان کے اطراف میں ایک ہی صدا تھی۔ ایک آواز "بلال مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"یا اللہ! یہ کیا کر دیا میں نے۔ یہ کیا ہو گیا ہے مجھ سے۔ اور اب کیا ہوگا۔" پھر انہوں نے عہد کیا خواہ کچھ بھی ہو وہ روبی کو تلاش کر کے ہی دم لیں گے۔ اس کے بعد نیند بھی ان پر مہربان ہو گئی تھی۔ وہ مطمئن ہو کر سو گئے۔ انہوں نے اپنی غلطی کا کفارہ ادا کرنے کا پکا ارادہ کر لیا تھا۔

اگلی صبح وہ نماز سے فارغ ہوتے ہی روبی کی تلاش میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے تھے مگر روبی کو نہ ملنا تھا نہ ملی۔ ملتی بھی تو کیسے کوئی اتا پتا تو اس نے چھوڑا ہی نہ تھا۔ یونہی ایک بے نام سی امید کے سہارے وہ اس کو تلاش کر رہے تھے۔ سارا دن مارے مارے پھرنے کے بعد جب وہ مایوسی سے گھر واپس آئے تو سب لوگ جاگ رہے تھے۔

ولیمے کی رسم کے بعد روحی بھی اپنے دولہا کے ساتھ گھر آ چکی تھی۔ وہ اس وقت بہت خوش و خرم دکھائی دے رہی تھی۔ باقی گھر والوں کے چہروں پر بھی کچھ خاص پریشانی نہیں تھی۔ بیگم اخلاق، گل اور گڈو نے روبی کے حوالے سے سب کو خود گائیڈ کیا تھا۔ بیگم اخلاق کہتی بے چاری روبی سگی بہن کی شادی میں شامل نہ ہو سکی۔ اپنی ناگہانی بیماری کی وجہ سے۔ کسی کو ذرا سا بھی شک نہیں ہو سکا تھا۔ ان کا وقت اچھا گزر گیا تھا۔ بلال کو ان سب کا رویہ دیکھتے ہوئے بے حد افسوس ہو رہا تھا۔ وہ مجبور تھا۔ ان سب کو بتا نہیں سکتا تھا کہ اصل مجرم روبی نہیں روحی ہے۔

جب روبی نے سارے الزام خاموشی سے اپنے سر لے کر حوصلے سے سب کچھ برداشت کر لیا تھا، کبھی منہ نہ کھولا تو پھر بلال اس کی اس قربانی کو ضائع کیوں کرتے۔ انہوں نے سوچ لیا اس معاملے میں وہ بھی ہمیشہ اپنا منہ بند ہی رکھیں گے اور روحی کو یونہی عزت کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی بسر کرنے کا موقع دیں گے کہ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔

"کہاں چلے گئے تھے تم بغیر بتائے؟" بیگم اخلاق نے انہیں دیکھتے ہی ناراضگی سے پوچھا۔

"امی جان! ایک بہت ضروری کام آن پڑا تھا۔ وہ بھی بالکل اچانک۔ اس لئے مسجد سے نکلتے ہی سیدھا ادھر چلا گیا تھا۔" بلال نے آہستہ آہستہ سے بتایا۔

"پھر بھی تمہیں بتا کر جانا چاہیے تھا۔ جبکہ تمہیں یہ بھی معلوم تھا کہ آج روحی کا ولیمہ ہے۔" بیگم اخلاق ان سے سخت خفا تھیں۔

"سوری امی جان! پھر بھی ایسا نہیں ہوگا۔ مگر میں نے بتایا نا کام اچانک ہی آن پڑا تھا۔" بلال نے ایکسکیوز کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ خیر اب بتاؤ تمہارا کام ہو گیا ہے۔" اب انہوں نے نرمی سے پوچھا اور یہ بھی بتاؤ کھانا باہر سے کھا کر آئے ہو یا اب کھاؤ گے۔

"جی نہیں امی جان!" بلال نے کہا اور پھر ماں کے مزید سوالوں سے بچنے کیلئے زوبی سے پوچھا۔

"میرا بستر اوپر ہی لگایا گیا ہے یا......" انہوں نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی۔

"جی بھیا جان! اوپر چھت پر ہی آج بھی سب کے بستر لگے ہیں۔" زوبی کا جواب سنتے ہی وہ اوپر جانے کے لیے مڑا۔ بیگم اخلاق نے پھر کھانے کے لیے پوچھا۔ مگر وہ معذرت کر کے اوپر آ گئے کہ باہر ہی سے کھا کر آئے ہیں۔ حالانکہ صبح سے لے کر ابھی تک کچھ نہیں کھایا تھا۔ پھر بھی بھوک محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ تھکے تھکے سے جوتے اتار کر بستر پر لیٹ گئے اور پھر کل کی طرح آج بھی چمکتے ہوئے چاند ستاروں کو دیکھنے لگے۔ یہ سوچ ان کے دماغ میں در آئی کہ جتنے دور یہ چاند ستارے مجھ سے ہیں اتنی ہی دور روبی بھی مجھ سے ہے۔

روبی کا سوچتے سوچتے ہی نجانے کیسا ان کی آنکھ لگ گئی۔ شاید اس لیے کہ سارے دن کے تھکے ہوئے تھے۔
اگلی صبح وہ پھر تھکے تھکے مگر ایک نئے عزم کے ساتھ روبی کی تلاش میں نکل پڑے تھے۔ ڈھونڈنے سے خدا بھی مل جاتا ہے۔ پھر روبی تو اسی زمین پر موجود تھی وہ کیوں نہیں ملے گی۔ وہ اب اس کو تلاش کر کے ہی دم لیں گے۔
جبکہ بیگم اخلاق حمیدہ سے اجازت لے کر کمال کے بنگلے میں چلی آئی تھیں۔ گل نے بیگم اخلاق کو بھی اپنے یہاں روک لیا تھا۔ روبی کی تلاش کے بغیر واپسی ایبٹ آباد جانے کا پروگرام بلال کا بھی نہیں تھا۔ اس لیے وہ بھی ابھی تک لاہور ہی میں موجود تھا۔
روحی کی شادی کے چند روز بعد غزالہ کی ماں بطور خاص منوری کے گھر آئی۔ پھر چند ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد بات روحی کی شادی پر لے آئی اور کہا ماشاءاللہ بہت اچھا جہیز دیا ہے شمشاد نے بیٹی کو اور بارات کو کھانا بھی بہت اچھا دیا تھا۔ دونوں طرف کے مہمان کھانے اور اچھے ارینج کی تعریف کر رہے تھے۔"
"ہاں اپنی حیثیت سے بڑھ کر سب کچھ کیا شمشاد نے۔" منوری نے بھی تعریف کی تو غزالہ کی ماں خالدہ نے کہا۔
"کھانا بچ بھی کافی سارا گیا تھا۔ رات کو روبی زردہ پلاؤ اور ساتھ قورمہ بھی دے کر گئی تھی۔ تمہارے گھر بھی آیا ہوگا۔" خالدہ نے پوچھا۔
"ہاں ہمارے گھر بھی آیا تھا۔" منوری نے بتایا۔ پھر بہو کو آواز دے کر کہا۔
"ذرا اپنی خالہ کے لیے چائے تو بنا دو۔" پھر غزالہ کی ماں کی طرف متوجہ ہوئی جو آہستگی سے کہہ رہی تھی۔
"اور منوری بہن سب تو ٹھیک تھا پر مجھے ایک بات کی خبر ہوئی۔" منوری کے کچھ کہنے سے قبل ہی ان کی بہو آئی اور اپنا بیٹا ان کی گود میں ڈالتے ہوئے بولی۔
"امی! آپ ذرا اس کو دودھ پلا دیں میں خالدہ خالہ کے لیے چائے بناتی ہوں۔" اور فیڈر ساس کو تھما کر چلی گئی۔ منوری نے فیڈر روتے کے منہ سے لگاتے ہوئے پوچھا۔
"کس بات کی خبر خالدہ بہن۔"
"ارے! روحی کی شادی میں روبی موجود نہیں تھی۔" انہوں نے فوراً کہہ دیا۔
"ہاں! میں نے بھی اس کو نہ دیکھ کر پوچھا تھا۔ شمشاد بتا رہی تھی کہ جب وہ روبی کو ساتھ لے کر ایبٹ آباد اپنی منہ بولی بہن کے گھر شادی کی دعوت دینے گئی تو روبی وہاں جاتے ہی بیمار ہو گئی تھی۔ اس کو ہیضہ بھی ہو گیا تو وہ اس کو وہیں چھوڑ آئیں۔ شادی میں دن ہی کتنے تھے۔ خود بلال کے ساتھ لاہور واپس آ گئی۔ وہی لڑکا جو تین ماہ ان کے یہاں رہ کر گیا تھا۔" منوری نے وضاحت کے ساتھ بتایا۔
"ارے جھوٹ بولتی ہے شمشاد! روبی تو اپنے کسی یار کے ساتھ روحی کی شادی سے چار روز پہلے گھر سے بھاگ گئی تھی۔" خالدہ نے رازداری سے منوری کو سرگوشی میں بتایا۔ پھر اونچی آواز میں کہنے لگی۔
"ارے روبی تو ابھی بہت چھوٹی تھی جب لونڈوں سے آنکھ لڑاتی تھی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک بار اس کو ایک لڑکے سے رقعہ لیتے ہوئے دیکھا تھا۔ سچی بات ہے میں تو اسی طرح اس کا ہاتھ پکڑے سیدھی اس کی ماں کے پاس لے گئی اور جو دیکھا تھا وہ سب شمشاد کو بتا دیا۔"
"اچھا!" منوری نے کہا۔ "وہ تختی سب کی تھی مگر خود کم ہی ایسی ویسی بات کرتی تھی۔" اتنے میں منوری کی بہو چائے لے کر آ گئی۔ خالدہ نے چائے والا کپ پکڑتے ہوئے پوچھا۔
"ارے بیٹی تم کیسی ہو؟"
"ٹھیک ہوں۔" کہہ کر وہ وہیں ساس کے پاس بیٹھ گئی۔ غزالہ کی ماں نے چائے پی۔ پھر مزید کچھ دیر بیٹھ کر چلی گئی تو منوری کی بہو نے ساس سے کہا۔
"محلے کے ہر گھر کی خالدہ خالہ کو خبر ہوتی ہے مگر خود اپنے گھر مطلب اپنی بیٹی کی خبر نہیں۔ غزالہ اپنے گھر کے سامنے والے دو گھر کے دو لڑکوں سے بیک وقت آنکھ لڑا رہی ہے۔ کافی عرصہ سے اپنے گھر کے پچھلی جانب بھی کسی کو پھانس رکھا ہے۔ چھت پر کھڑی کھلے عام اشارے کر رہی ہوتی ہے۔ بے شرم، بے حیا اتنی زیادہ ہے کہ اس بات کی بھی پروا نہیں کرتی کہ کوئی دیکھ لے گا تو کیا کہے گا۔ کیا سوچے گا اس کے بارے میں۔"
"بس بہو زمانہ ہی ایسا خراب آ گیا ہے۔ اپنے گریبان میں کوئی نہیں جھانکتا۔ دوسروں کی ٹوہ لیتے رہتے ہیں۔ ارے میری ایک سہیلی کے بھائی کی شادی ہوئی۔ اس کی بھابی ایک

مکار عورت تھی۔ حالانکہ اس کی میری سہیلی کے بھائی کے ساتھ یہ دوسری شادی تھی مگر وہ میری سہیلی کی سارا وقت نگرانی کرتی کہ اس کی کوئی ایسی ویسی بات ہاتھ آئے کہ نند کو رسوا کر سکے۔ جبکہ خود وہ اتنی بدمعاش تھی کہ بڑی بہن کا شوہر پھانس رکھا تھا۔ اس کی وجہ سے اپنے پہلے شوہر سے اس نے طلاق لی اور تب تک اپنے بہنوئی کے گھر رہی جب تک بہنوئی کی اپنی بیٹی جوان نہیں ہوگئی۔ جب بہنوئی کی بیٹی چودہ پندرہ برس کی ہوئی تو اس کی ماں نے بیٹے سے کہا بلکہ ساتھ بڑی بہنوں نے بھی سمجھایا۔

"اگر تم نے سالی کو یونہی اپنے سینے سے لگا کر رکھا تو تمہاری اپنی بیٹی کا رشتہ کسی نے خاندان میں نہیں لینا۔ اگر اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنی اس لاڈلی سالی کو بیاہ دو ورنہ اپنی بیٹی نہ بیاہ سکو گے۔" یہ سب سننے کے بعد اس نے سالی کو بیاہ دیا اور وہ مکار آتے ہی لگی نند کی نگرانی کرنے۔ اتفاق سے میری سہیلی کی بھابی کا نام بھی خالدہ ہی تھا۔ ہاں تو جب دوسری شادی کے بعد بھی اس نے اپنے بہنوئی کا پیچھا نہ چھوڑا تو میری سہیلی کے بھائی نے اس کو طلاق دے دی۔ بس بی بی آج کل لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ہر کوئی آئینے میں اپنی ہی شکل دیکھتا ہے۔" منوری نے کہا۔

پھر بولی۔ "بہو یہ شہریار دودھ پیتے پیتے سو گیا ہے اس کو اندر لٹا آؤ۔" اور بہو نے بیٹے کو لے کر کاندھے سے لگاتے ہوئے بولی۔

"امی ویسے روبی کے بھاگنے کی بات سچ ہو سکتی ہے۔ روبی کی شادی کے پانچ دن پہلے جب آپ گھر نہیں تھیں تو وہ فون کرنے آئی تھی اور بے حد گھبرائی ہوئی بھی تھی فون کرتے ہی جلدی سے چلی گئی۔ مجھے آپ کو بتانا یاد نہیں رہا۔ اب میں سوچ رہی ہوں وہ جس کے ساتھ گھر سے بھاگ رہی تھی یقیناً فون اس نے اس کو ہی کیا ہوگا۔"

"اچھا!" منوری نے چونکتے ہوئے کہا۔ پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد بولی۔ "اب یہ بات اپنے تک ہی رکھنا کسی اور کو بتانا مت ورنہ لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ سارا الزام ہم پر ہی آئے گا۔"

"امی میں کوئی پاگل ہوں۔ اگر بتانا ہوتا تو خالدہ خالہ کے سامنے نا بتا دیتی۔" بہو نے کہا اور بیٹا لے کر چلی گئی جبکہ منوری گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ اب واقعی خالدہ کی بات سچ معلوم ہو رہی تھی انہیں۔

☆☆☆

غزالہ جس راستے سے گزر کر پرویز کو ملنے جاتی تھی اس کے دائیں بائیں ابھی چند پلاٹ خالی تھے۔ تاہم ایک دو پر گھر بننے کا آغاز ہو چکا تھا۔ ایک دن موسم خراب ہونے کی وجہ سے جن لوگوں کا گھر بن رہا تھا بلکہ گھر تو بن چکا تھا اب پلستر وغیرہ ہو رہے تھے اس روز شدید بارش کی وجہ سے لڑکے کو مجبوراً رکنا پڑا تھا۔ اب بنتے ہوئے گھر میں چارپائی تو تھی اس لڑکے کے اٹھنے بیٹھنے کے لیے مگر بستر نہیں تھا جبکہ گھر اس کا اس رہائشی سکیم سے کافی دور تھا۔ وقت گزارنے کیلئے وہ لڑکا دریچے سے ٹیک لگا کر باہر برستی بارش دیکھتے ہوئے رات گزارنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سگریٹ پیتا رہا اور جاگتا رہا۔ دس بجے بارش ہلکی ہوئی تو اس لڑکے نے دیکھا ایک جوان لڑکی پھسلن کے ڈر سے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اس ہلکی بارش میں اکیلی ہی آگے جا رہی تھی۔ بات صرف یہاں تک ہی رہتی تو ٹھیک تھی مگر فجر سے کچھ پہلے اس نے دیکھا ایک ینگ لڑکا اس لڑکی کا ہاتھ تھام کر گویا اس کو چھوڑنے جا رہا تھا لڑکا چونکہ خود بھی اوباش اور عیاش قسم کا تھا اس لیے شک میں پڑ گیا اور سوچا معاملہ کچھ گڑبڑ والا لگتا ہے۔

اگلے روز گو کہ بارش نہیں تھی۔ اس کے باوجود وہ لڑکا اس لڑکی کو چیک کرنے کے لیے بنتے ہوئے گھر میں رک گیا تھا۔ تاہم آج وہ اکیلا نہیں تھا۔ اس کا ایک فرینڈ بھی تھا جس کو اس نے خود فون کر کے بلایا تھا۔ جو بدمعاشی میں اس سے بھی چار ہاتھ آگے تھا۔ اب وہ کل والی لڑکی کے انتظار میں دریچے میں ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ ٹھیک دس بجے اس نے لڑکی کو آتے دیکھا تو سرگوشی میں دوست کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"جمی! دیکھو وہ آ رہی ہے۔" یہ سنتے ہی جمی اچھل کر چارپائی سے اٹھا اور لپک کر کھڑکی کے قریب آیا۔ پھر دیکھا ایک ینگ لڑکی تیز تیز قدم اٹھاتی چلی آ رہی تھی۔ پھر وہ ہوا کے جھونکے کی طرح ان دونوں کے سامنے سے گزر کر آگے چلی گئی تو جمی نے کہا۔

"یار وکی! لڑکی تو فل جوان ہے۔"

"لڑکی نہیں عورت کہو۔ اگر وہ اس وقت لڑکے کو ملنے جاتی ہے تو پھر لڑکی نہیں رہ سکتی۔" وکی نے کہا۔

"اچھا اب یہ بتاؤ واپسی کب تک ہوگی اس لڑکی کی؟" جمی نے کہا۔

"بتایا تو تھا تجھے کہ فجر سے کچھ پہلے ایک لڑکا اس کو چھوڑنے آیا تھا جس کو ملنے یہ گئی تھی۔" وکی نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے فلاسک پکڑتے ہوئے جواب دیا۔ پھر اپنے لیے مگ میں چائے انڈیلتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے لیے بھی چائے ڈالوں؟"

"نہیں بس تم ہی چائے پیو۔ میں اپنا ذاتی مشروب اب پیئوں گا۔" جمی نے فلاسک کے قریب رکھی وکی والی بوتل اٹھائی اور پینے لگا تو وکی نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"پہلے کیا پیتے رہے ہو جواب اپنا ذاتی مشروب پیئو گے۔"

"پہلے پینے سے زیادہ روسٹ کھانے میں مصروف رہا۔ تم نے تو شاید ابھی چکھا بھی نہیں کھا کر دیکھو بہت مزے کا ہے۔"

"ارے!" وکی نے چارپائی پر رکھے شاپر میں ہاتھ ڈال کر اپنے لیے ایک لیگ پیس لیا پھر اس پر دانت مارتے ہوئے بولا۔

"یار! اگر یہ لڑکی خراب موسم میں بھی گھر سے باہر نکلنے سے باز نہیں آتی تو اس کا صاف مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ ہر روز اپنے دوست سے ملنے جاتی ہے۔"

"دو چار روز اور چیک کرتے ہیں پھر اپنے ڈنر کو شاندار بنانے کا پروگرام بناتے ہیں۔" جمی نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے پر اس کے گھر والوں کے بارے میں بھی پتہ کرنا ہوگا کیسے لوگ ہیں۔ کیا وہ اس بات سے بے خبر ہیں کہ ان کی جوان بیٹی ہر رات گھر کے باہر اپنے دوست کے ساتھ بسر کرتی ہے اور بیٹی کے گھر واپس نہ آنے پر ان کا ری ایکشن کیا ہوگا۔"

"چلو تم کہتے ہو تو یہ کام بھی کر لیتے ہیں۔" جمی نے کہا اور اگلے لڑکی کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ آج فجر سے کچھ پہلے کی بجائے وہ عین فجر کے ٹائم کل کی طرح لڑکے کا ہاتھ تھام کر واپس آتی ہوئی دکھائی دی تو درخت کے قریب کھڑے جمی نے اس کو دیکھتے ہی کہا۔

"وکی! وہ واپس آ رہی ہے۔" یہ سنتے ہی وکی پھرتی سے اٹھ کر اس کے قریب آیا اور جب وہ دونوں ان کے سامنے سے گزر گئے تو جمی نے کہا۔

"ظفر اور نوید کو بھی اس پروگرام میں شامل کرنا ہوگا۔" اور لگے دونوں اسی وقت بیٹھ کر لڑکی کو اٹھانے کا پروگرام طے کرنے۔

اگلی رات جمی اور وکی کے ساتھ ظفر اور نوید بھی تھے۔ ان چاروں نے لڑکی کو آتے بھی دیکھا اور پھر لڑکے کا ہاتھ تھام کر جاتے بھی دیکھا تھا۔ اب اس وقت وہ چاروں لڑکے اچھے خاصے پرجوش تھے۔ انہوں نے وقت ضائع کرنے کی بجائے آنے والی رات ہی اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کا سوچ لیا تھا۔ جمی لڑکی کے گھر والوں کے بارے میں ساری معلومات حاصل کرا لایا تھا۔ خاصے شریف لوگ تھے۔ ایسی ویسی بات ہونے کی صورت میں کسی پر پرچہ کٹوانے کی بجائے خاموشی اختیار کرنا زیادہ مناسب سمجھیں گے فرض کرو وہ رپٹ لکھواتے بھی ہیں تو ہم پر تو شک کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہم ادھر رہتے ہی نہیں۔ اگر کوئی پکڑا گیا تو وہ اس کا یہی عاشق ہوگا۔ مگر پکڑیں گے کل ہی۔ ینگ لڑکی کو دیکھتے ہی ان کے منہ میں پانی بھر آیا تھا اور پھر ساری بات طے ہو گئی کہ آنے والی رات ان چاروں نے کیا کرنا ہے اور کس طریقے سے کرنا ہے۔

☆☆☆

غزالہ سامنے لگے وال کلاک پر نظر پڑتے ہی فوراً اٹھ بیٹھی۔ اس کے جانے کا ٹائم ہو گیا تھا بلکہ آج کچھ زیادہ ہی ہو گیا تھا۔ اس نے جھک کر بستر کے قریب کارپٹ پر رکھا اپنا سوٹ اٹھایا پھر بولی۔

"پرویز اب دو چار دن میں نہ آ سکوں گی۔ پرسوں چونکہ وعدہ تھا اس لیے برستی بارش میں بھی وعدہ نبھانے چلی آئی کہ تم ویٹ کر رہے ہو گے اور میرے نہ آنے پر پریشان ہوں گے مگر کل ویٹ نہیں کرنا۔"

"تو کیا تمہارا ویٹ نہیں کر رہا تھا۔ کھانا تمہارے ساتھ ہی کھایا تھا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گی۔" پرویز نے کہا۔

"اس لیے میں آ گئی تھی کہ کھانا سامنے رکھے میرا ویٹ کرتے کرتے رات بھر بھوکے بیٹھے رہو گے مگر اب میں تمہیں بتا دیتی ہوں موسم ابھی مجھے ٹھیک ہوتا نظر نہیں آ رہا۔ اس لیے کل میں نہیں آؤں گی۔ ہاں ہو سکتا ہے پرسوں آ جاؤں۔ مگر پرسوں والی بھی پکی بات نہیں۔"

"اور اگر موسم اچھا ہو گیا تو" پرویز نے لیٹے لیٹے اس کو دیکھا۔

"پھر بھی سوچوں گی۔ پکا وعدہ نہیں۔ اگر گیارہ بجے تک میں نہ آئی تو کھانا کھا لینا۔" یہ کہتے ہوئے غزالہ بستر سے نکل آئی۔

"یار کرلو جتنے نخرے کرنے ہیں۔ اگلے ماہ گھر والے آرہے ہیں۔ ان کے آتے ہی امی سے بات کر کے تمہارے گھر بھیجوں گا اور پھر منگنی وغیرہ کے چکر میں پڑے بغیر سیدھی طرح تمہیں بیاہ کر ہمیشہ کے لیے اپنے گھر لے آؤں گا۔" پرویز نے محبت سے دیکھتے ہوئے اس کو کہا۔

پرویز خاموشی سے اٹھا اور پھر تیار ہو کر غزالہ کا ہاتھ تھام کر ہمیشہ کی طرح گھر سے باہر آ گیا۔ راستے میں کبھی کوئی بات نہ کرتے تھے۔ پرویز اس کو گھر کے دروازے پر چھوڑ کر واپس مڑ جاتا تھا۔ یہی اس کا روز کا معمول تھا۔

* ☆☆☆ *

وہ چاروں دوست آج بڑی بے تابی سے لڑکی کا انتظار کر رہے تھے مگر ہوا یہ کہ دس تو کیا ساڑھے دس بج گئے اور لڑکی نہ آئی تو تب انہوں نے مایوس ہو کر سوچا کہیں آج لڑکی نے اپنا آنے کا پروگرام کینسل نہ کر دیا ہو ورنہ وہ تو خراب موسم میں بھی ٹھیک دس بجے آ جاتی تھی۔ حتیٰ کہ برستی بارش میں بھی وہ آئی تھی۔ مگر آج وہ نہیں آئی تھی۔ چاروں چپ چاپ ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔ چہروں پر ہلکی ہلکی مایوسی پھیل گئی تھی۔ یہ سوچ کر اگر واقعی آج لڑکی نہ آئی تو ان کا سارا پروگرام چوپٹ ہونے کا اندیشہ تھا جس کو ان چاروں دوستوں نے بڑی محنت اور پرجوش ہو کر بنایا تھا اور آنے والے لمحوں کا نشہ ان کو ابھی سے پاگل کر رہا تھا۔ لڑکی نہ آنے کی صورت میں یہ نشہ ہرن ہو جانا تھا۔ سارا دن کبھی ہلکی کبھی تیز بارش ہوتی رہی تھی مگر شام سے کچھ پہلے بارش کا یہ سلسلہ رک گیا تھا تاہم آسمان اب بھی کالے سفید بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ کوئی ایک آدھ ستارہ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر چونکہ چودھویں کی رات تھی اس لیے چاند بڑی جدوجہد کر کے زمین پر جھانکنے کی کوشش کرتا مگر چند سیکنڈ بعد ہی ایک دوسرے کے پیچھے لپکتے بادلوں کے بڑے بڑے ٹکڑے پورے چاند کو اپنے بھاری وجود کے پیچھے چھپا لیتے اور ہوا اس قدر تیز اور سخت تھی کہ گوشت میں اتر کر ہڈیاں تو کیا گودے کو چھوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ تاہم بارش جو شام سے کچھ پہلے رکی تھی تو ابھی تک رکی ہوئی تھی۔

غزالہ نے کل پرویز سے کہا تھا وہ آج نہیں آئے گی مگر سچی بات تو یہ تھی کہ وہ پرویز کی عادی ہو چکی تھی۔ اس لیے اب اس کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ کبھی سوچتی چلی جاؤں کبھی سوچتی نہیں۔ آج نہیں جاؤں گی مگر جب کوشش کے باوجود نیند نہ آئی کہ یہ ٹائم تو اس کے جاگنے کا تھا کچھ دیر پہلو بہ پہلو بدلتی رہی اور جیسے ہی کلاک نے گیارہ بجنے کا اعلان کیا وہ روز کی طرح بستر چھوڑ کر باہر نکل آئی۔ صحن میں آتے ہی پہلے چہرہ اوپر اٹھا کر آسمان کو دیکھا تو آسمان دکھائی نہ دیا کہ اس وقت اس پر کالے سفید بادلوں کی حکمرانی تھی۔ مگر غنیمت تھا کہ بارش نہیں ہو رہی تھی۔ غزالہ نے وہیں صحن میں کھڑے کھڑے تھوڑی دیر سوچا پھر ہمت کر کے گھر سے باہر آ گئی۔ دل میں سوچی کہ شکر ہے بارش تو تھمی ہوئی ہے۔

وہ روز والی بے فکری سے ادھر ادھر دیکھے بغیر سیدھی چلی جا رہی تھی۔ دل میں سوچ رہی تھی پرویز یقیناً اس کا ویٹ کر کے مایوس ہو کر کھانا کھا چکا ہوگا اور اب اچانک اسے سامنے پا کر کتنا خوش ہوگا۔ پھر سوچا اگلے ماہ اس کے گھر والے آ رہے ہیں۔ ان کے آتے ہی شادی ہو جائے گی اور یہ رات کو بار بار گھر سے باہر آنے کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ وہ ہمیشہ کے لیے پرویز کی بن کر پرویز کے گھر آ جائے گی۔ وہ انہی خوش کن اور خوشگوار سوچوں میں گم خود ہی تنہا مسکراتی ہوئی چلی جا رہی تھی کہ یکدم رکنا پڑ گیا۔

* ☆☆☆ *

جب دس کے بعد گیارہ بھی بج گئے تو جمی نے مایوسی سے کہا۔

"لگتا ہے آج لڑکی نہیں آئے گی۔ تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟"

"تو پرابلم آج نہیں تو کل سہی..... تاہم ابھی ایک دو گھنٹے مزید انتظار کر کے دیکھ لیتے ہیں۔" ظفر نے کہا۔ تبھی مارے خوشی اور جوش کے ایک دم وکی نے ہلکی آواز میں چیخ کر کہا۔

"وہ مارا! یار لڑکی آ رہی ہے۔" وکی کی بات سنتے ہی فوم کے گدے پر لیٹا ظفر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے بڑی محنت کر کے گھر کے سامنے والے حصے میں ریت اور مٹی ڈال کر کچھ اس طرح بارش کا پانی روکا تھا کہ خشک اور صاف راستہ اب صرف ان کے گھر کے سامنے ہی بچا تھا۔ اور آگے جانے کے لیے لڑکی کا ان کے دروازے کے آگے سے گزرنا ضروری تھا۔ اسی لمحے انہوں نے کارروائی کرنے کا سوچا۔ دروازہ انہوں نے پورا کا پورا کھول رکھا تھا۔ غزالہ اپنے ہی خیالوں میں گم جیسے ہی دروازے کے پاس سے گزرنے لگی ظفر بڑی پھرتی سے باہر آ کر اس کا راستہ روک چکا تھا۔ البتہ نوید اور وکی اندر دروازے کے قریب کھڑے ساری کارروائی دیکھ رہے تھے۔

اس بات کا خدشہ بالکل نہیں تھا کہ لڑکی چلائے گی، شور وغیرہ کرے گی۔ ایسی خراب لڑکیوں میں یہ جرأت ذرا کم ہی ہوتی ہے۔ اگر وہ چلانے کی کوشش کرتی بھی تو وہ اس کو منہ پر ہاتھ رکھ کر پھرتی سے اندر کھینچ لاتے۔ باقی لڑکی کے دوست کی جانب سے کوئی اندیشہ نہیں تھا کہ اس کا گھر کافی آگے جا کر تھا۔ کل وہ جب لڑکی کو چھوڑ کر واپس جا رہا تھا تو نوید اس کے پیچھے جا کر اس کا گھر دیکھ آیا تھا۔ اپنے پلان میں انہوں نے کوئی جھول نہیں رہنے دیا تھا۔ بس لڑکی نے لیٹ ہو کر ضرور ان کو تھوڑا پریشان کیا تھا۔

ادھر اچانک اپنے سامنے دولڑکوں کو دیکھ کر غزالہ کا دل مارے خوف سے پوری شدت سے دھڑکا تھا۔ کیا آج کوئی انہونی ہونے والی ہے۔ پہلی بات یہی اس کے ذہن میں آئی تھی۔ مگر یہ وقت مزید سوچنے کا نہیں تھی۔ ان حالات سے بچ نکلنے کا تھا۔ جن میں وہ اس وقت گھر گئی تھی۔ یہی وجہ تھی خود کو سنبھالتے ہوئے پورے اعتماد سے کراری آواز میں پوچھا۔

”کیا بات ہے مسٹر راستہ کیوں روکا ہے تم لوگوں نے؟“

”اب تم اتنی چھوٹی معصوم یا بھولی نہیں ہو کہ راستہ روکنے کا مطلب نہ سمجھ سکو۔“ ظفر نے اس کو دیکھتے ہوئے طنزیہ کہا پھر پوچھا۔

”کہاں سے آرہی ہو؟ کہاں جانے کا ارادے ہیں میڈم۔“

”دیکھو! غزالہ نے اندر کے خوف کے باوجود خود کو نارمل رکھتے ہوئے بڑے رعب سے کہا۔

”تم نے کچھ غلط سوچ یا سمجھ کر میرا راستہ روکا ہے تو میں تمہیں بتا دوں میں ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔ میں ریڈیو پر جاب کرتی ہوں اور اس وقت وہیں سے اپنی ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد آرہی ہوں اور اب اپنے گھر جا رہی ہوں۔ پلیز! میرا راستہ چھوڑ دو۔ آج میں پہلے ہی لیٹ آرہی ہوں۔“

”اپنے گھر جا رہی ہو یا اپنے یار کے پاس جا رہی ہو۔“

”کیا بکواس کر رہے ہو۔“ غزالہ نے مزید رعب ڈالنے کے لیے کہا۔

”الو کی پٹھی! بکواس ہم کر رہے ہیں یا کتیا تم جھوٹ بول رہی ہو۔“ ظفر نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا تو جمی نے طنز بھری نگاہوں سے اس کو گھورتے ہوئے کہا۔

”باقی رہا یہ کہ تم ایسی ویسی لڑکی نہیں ہو تو تم کیسی لڑکی ہو یہ ہم خوب اچھی طرح جانتے ہیں اور سنو اچھی لڑکیاں اس وقت اپنے گھروں میں اپنے بستر میں سو رہی ہوں گی اور تم جیسی ایسی ویسی لڑکیاں شریف گھر والوں کے سوتے ہی اپنے یار کا بستر گرم کرنے گھروں سے نکل پڑتی ہیں۔ سنا تم نے ایسی ویسی بدمعاش لڑکی!“

”یہ سب سنتے ہی غزالہ سمجھ گئی آج وہ بری طرح پھنس چکی ہے۔ ایسا شاید زندگی میں پہلی بار ہوا تھا۔ اس لیے بجائے اکڑنے کے جھکنے کا فیصلہ کرتے ہوئے منت کرنے والے انداز میں ان دونوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔“ پلیز مجھے جانے دو۔“

”تمہیں جانے دیا تو ہمارے اس پروگرام کا کیا ہوگا جو چار دن لگا کر ہم نے بڑی محنت سے ترتیب دیا ہے۔“ جمی نے مکروہ انداز میں کہا۔

یہ سنتے ہی غزالہ نے ان کے ارادے بھانپتے ہوئے جلدی سے پانی میں اتر کر آگے بڑھنے کی کوشش کی تو جمی نے لپک کر کافی سختی سے اس کی کلائی تھامتے ہوئے کہا۔

”کہاں چلی میری چھمک چھلو!“

”میں کہتی ہوں مجھے جانے دو حرامزادو! ورنہ شور مچا دوں گی۔“ یہ کہتے ہوئے چیخنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ ظفر نے پھرتی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔ پھر دونوں مل کر اس کو کسی گڑیا کی طرح ہاتھوں میں اٹھائے اندر لے آئے۔ غزالہ نے بچوں کی طرح ٹانگیں چلائیں مگر خود کو چھڑانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ وہ اس کو آسانی سے اندر لے آئے۔ ان کے اندر آتے ہی نوید نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔ اور جمی ظفر نے غزالہ کو زمین پر ڈال دیا تو وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے دیکھا جو دولڑکے اس کو اٹھا کر روم میں لائے تھے ان دو کے علاوہ روم میں دولڑکے اور بھی تھے۔

”غزالہ ان لڑکوں کے ارادے اچھی طرح سمجھ چکی تھی۔ مسئلہ اس وقت صرف عزت جانے کا نہیں تھا ایسی بات ہوتی تو وہ ان لوگوں کو خوش کر کے چلی جاتی۔ مسئلہ یہ تھا کہ وہ سمجھ چکی تھی عزت کے ساتھ ساتھ آج جان بھی جائے گی۔“ یہی وجہ تھی سینے کے اندر مارے خوف کے دل اتنی شدت سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی سینہ توڑ کر باہر آجائے گا۔ پیشانی پر سرد موسم کے باوجود پسینے کی ننھی ننھی بوندیں موتیوں کی طرح چمکنے لگی تھیں۔ پہلے بھی وہ لیٹ ہوتی تھی تو پرویز اس کی تلاش میں گھر سے نکل پڑتا تھا مگر آج اس کو معلوم تھا وہ نہیں آئے گی۔ اس نے آخری کوشش کرنے کا سوچتے ہوئے ایک لڑکے سے کہا۔ جو بظاہر شریف لگتا تھا۔

"دیکھو میں ایک شریف لڑکی ہوں۔ پلیز تم ہی ان سے کہو مجھے جانے دیں۔ وہ لڑکا جس کو میں ملنے جاتی ہوں میرا منگیتر ہے۔ اگلے ماہ میری اس کے ساتھ شادی ہونے والی ہے۔ میرا یقین کرو۔" نوید جواباً کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ظفر نے تیز لہجے میں کہا۔

"یار کیوں ٹائم ویسٹ کر رہے ہو پتا۔" پھر وہ چاروں یک وقت کتے بن کر اس پر جھپٹے تھے۔

☆☆☆

خالدہ کی آنکھ آج ذرا دیر سے کھلی تھی۔ یعنی سورج نکلنے کے بعد۔ فجر کی نماز خالدہ نے کبھی نہ پڑھی تھی۔ فجر کیا اس نے تو زندگی میں کوئی نماز پڑھی ہی نہ تھی۔ پھر بھی سورج نکلنے سے پہلے لازمی اٹھ جاتی تھی۔ شوہر کو ناشتہ خود بنا کر دیتی تھی۔ اپنی بیماری کی وجہ سے شوہر صاحب ناشتہ ذرا سویرے ہی کرتے تھے۔ اسی طرح وہ خود بھی ان کے ساتھ ہی ناشتہ کر لیتی تھی۔ باقی سب گھر والوں کا ناشتہ بنا کر دینا بہو کی ذمہ داری تھی۔

مگر آج رات اس کی آنکھ ذرا دیر سے لگی تھی۔ غزالہ جو اس کے ساتھ ہی سوتی تھی بار بار کروٹ بدلتی رہی تھی۔ یہی وجہ تھی آج اس کی آنکھ اپنے مخصوص ٹائم پر نہ کھلی تھی اور اب جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا بستر میں وہ اکیلی ہی تھی۔ یہ دیکھتے ہی ان کا دل دھک سے رہ گیا۔ غزالہ تو دن کے گیارہ بارہ بجے اٹھنے کی عادی تھی۔ ناشتہ تو اس نے کبھی کیا ہی نہ تھا۔ وہ اٹھ کر دوپہر کا کھانا ہی ہمیشہ کھاتی تھی پھر دل کو تسلی دینے کے لیے سوچا ہو سکتا ہے آج جلدی اٹھ گئی ہو۔ یہ سوچ کر جلدی سے باہر آئیں۔ دل میں ایک انجانا خوف بھی تھا۔ سارے گھر میں گھوم پھر کر دیکھا مگر غزالہ کہیں نہیں تھی۔ باہر کا دروازہ بھی کھلا تھا۔ بہو کچن میں ناشتہ بنا رہی تھی۔ انہوں نے آہستہ سے دروازہ بند کیا۔ پھر بوجھل قدموں سے چلتے ہوئے بہو کے پاس آئی تو بہو نے سلام کرتے ہوئے پوچھا۔

"امی جان! طبیعت تو ٹھیک ہے نا آپ کی۔ آج آپ نے اٹھنے میں بہت دیر کر دی۔"

"بہو میرے معدے میں بوجھ سا محسوس ہو رہا ہے اور سر بھی بھاری ہو رہا ہے۔ رات نیند بھی دیر سے آئی تھی اس لیے جلدی نہ اٹھ سکی۔" انہوں نے اپنی پریشانی کو بیماری میں چھپانے کی کوشش کی۔

"یہ لیجیے امی جان! میں نے آپ کا اور ابا جی کا ناشتہ پہلے بنایا ہے۔ غزالہ تو ابھی حسب عادت سو رہی ہوگی۔" بہو نے ناشتہ والا ٹرے ان کی جانب بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

وہ جواب دینے کی بجائے خاموشی سے ٹرے تھام کر اپنے کمرے میں آ گئیں۔ ناشتے والی ٹرے شوہر کے سامنے رکھی اور خود بھی پریشان پریشان سی ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ پہلی بار دل میں سوچا کیا غزالہ گھر سے بھاگ گئی؟ حمیدہ کی روبی کی طرح۔ اگر وہ بھاگ چکی ہے تو پھر یہ بہت برا ہوا۔

"تم نہیں کرو گی۔" شوہر نے ناشتے کا آغاز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی میں نے منہ نہیں دھویا آپ کریں میں آج ابھی ابھی تو اٹھی ہوں۔" خالدہ نے جواب دیا اور جلدی سے واش روم میں چلی گئی۔

وہ منہ ہاتھ دھو کر واپس آئی تو شوہر صاحب ناشتہ کر چکے تھے۔ خالدہ کا دل ناشتہ کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ اس نے ناشتے والی ٹرے اٹھا کر ایک طرف رکھ دی اور خود دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھ گئی۔ اگر واقعی غزالہ گھر سے بھاگ چکی ہے تو اب کیا ہوگا۔ بیٹے تو اس کی جان عذاب میں ڈال دیں گے کہ یہ سب آپ کی نرمی کی وجہ سے ہوا ہے۔

"کیا ہوا تمہیں طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔ ناشتہ کیوں پرے رکھ دیا۔" شوہر صاحب نے کچھ محبت اور فکر مندی سے پوچھا۔

"ہاں ٹھیک بھی ہوں اور نہیں بھی۔ سر ذرا بھاری بھاری سا محسوس ہو رہا ہے۔" خالدہ نے بمشکل آنسو ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔ وہ ابھی سے بیمار شوہر کو سب کچھ بتا کر مزید بیمار یا پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی حالانکہ ان کا دل کہہ رہا تھا انہونی یقیناً ہو چکی ہے۔

اس کو اچھی طرح معلوم تھا کہ غزالہ ہر رات اپنے کسی دوست کو ملنے جاتی ہے کیونکہ جب وہ جاتی تھی۔ وہ جاگ رہی ہوتی تھی مگر واپسی کب ہوتی تھی یہ اس کو معلوم نہ تھا۔ تب وہ سو رہی ہوتی تھی۔ اس کو سب معلوم تھا۔ یا لگ بات تھی سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس نے بیٹی کو سمجھانا تو دور کی بات کبھی جتانے کی بھی کوشش نہ کی تھی کہ وہ یہ سب کیوں کر رہی ہے۔ ہر رات کسی کو ملنے گھر سے باہر جاتی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ بھی تھی کہ وہ اکثر غزالہ سے رقم لے کر بیمار شوہر کی میڈیسن کے علاوہ اپنی ذاتی ضروریات بھی پوری کرتی تھی۔ بیٹے گنے چنے پیسے دیتے تھے جس کے ساتھ گھر کا خرچہ ہی بمشکل پورا ہوتا تھا باقی کی ضروریات کیسے پوری ہوتیں۔ اچھا کھانا اچھا پینا اور پہننا اس کی شروع کی عادت تھی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ صرف تین بہنیں ہی تھیں۔ اختر، خالدہ اور کوثر وہ بھی چھوٹی ہی تھیں کہ ان کے والد فوت ہو گئے۔ ماں ان کی ایک آزاد خیال عورت تھی۔ انہوں نے ان بہنوں پر کوئی روک ٹوک نہیں کی تھی۔ یہی وجہ تھی ان تینوں بہنوں نے اپنی مرضی کی زندگی بسر کی اور اپنی اپنی پسند کی شادیاں کر کے ماں کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ ماں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے جانتے ان تینوں کو کسی بات پر نا ٹوکا تھا۔ گھر کا خرچہ وہ تینوں مل کر ہی چلاتی تھیں۔ خود بھی عیش کرتی تھیں۔ اپنی ماں کو بھی خوب عیش کرواتی تھیں۔ پھر ماں کو ٹوکنے کی کیا ضرورت تھی۔

جوریان کی ماں شہناز نے ان کے ساتھ اختیار کیا تھا۔ ان کو کھلی اجازت تھی۔ اپنی مرضی کی زندگی گزارنے کی کہ وہ صرف تین بہنیں تھیں۔ بھائی کوئی نہیں تھا جبکہ اس کے یہاں بیٹوں کے علاوہ پانچ بیٹے بھی تھے اور بڑی بیٹیاں بھی کچھ زیادہ بے باک نہیں تھیں۔ بس غزالہ ہی ان سب میں زیادہ تیز اور ہوشیار تھی۔ وہ اندر ہی اندر غزالہ سے خائف رہنے لگی تھی اور سوچتی اگر اس کے بھائیوں کو اس کی ان حرکتوں کا پتہ چل جائے تو اس کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ مگر سمجھانے کی کوشش اس لیے نہیں کی کہ اب اس کا ٹائم گزر چکا تھا۔ تاہم اگر کبھی ہلکی پھلکی کوشش بھی کی تو غزالہ ایک لفظ بھی سننے کی روادار نہیں تھی۔ آج رات وہ بار بار کروٹ بدلتی رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کیا وہ پریشان تھی مگر کیوں کیا گھر سے بھاگ رہی تھی۔ اس لیے اب جب بہو بیٹے اس کا پوچھیں گے تو وہ کیا جواب دیں گی۔ وہ اگر کسی کے ساتھ پسند کی شادی کرنا چاہتی تھی تو ان کو بتا دیتی وہ بغیر کسی اعتراض کے اس کی شادی اس کے پسندیدہ لڑکے سے کر دیتی مگر وہ گھر سے بھاگ گئی۔ سب کی عزت خاک میں ملا گئی۔ اس کو تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کس لڑکے کو ملنے کہاں جاتی تھی۔ وہ تو پچھلے کئی برسوں سے ملنے جا رہی تھی۔ ہمیشہ مل کر آ جاتی تھی۔ ان کو یہ بھی معلوم تھا وہ اپنے دوست سے پیسے لے کر اپنا جہیز خود بنا رہی تھی۔ اگر وہ شادی کے لیے جہیز بنا رہی تھی تو پھر گھر سے بھاگ کیوں گئی۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی غلط تربیت کی وجہ سے ان کی لاڈلی بیٹی کے ساتھ کیا ہو چکا تھا۔

ابھی چند روز پہلے منوری کے گھر بیٹھ کر شمشاد کی بیٹی روبی کا قصہ مزے لے لے کر سنا رہی تھی اور آج اپنی بیٹی گھر سے بھاگ گئی تھی۔ وہ جو سیانے لوگ کہہ گئے آدمی کو چاہیے خدا اور وقت سے ڈر کر رہے کہ اس کی لاٹھی ہمیشہ بے آواز ہوتی ہے۔

اب اس وقت پہلی پریشانی تو یہ تھی کہ گھر کے اندر بیٹوں کو کیا کہنا ہے اور گھر سے باہر محلے والوں سے کیا کہنا ہے۔ غزالہ کی عدم موجودگی کے بارے میں اس کے گھر شمشاد کی طرح شادی نہیں تھی جو غزالہ کے بھاگنے کا قصہ اس کو فوری طور پر پریشان کرتا۔ محلے والوں سے بھی کوئی بھی مناسب بہانہ کیا جا سکتا تھا۔ مطلب کہا جا سکتا تھا وہ کراچی اپنی خالہ کے گھر چلی گئی ہے۔ چند ماہ ادھر ہی رہے گی اور بات آئی گئی ہو جاتی۔

اصل مسئلہ بہو بیٹوں کا تھا۔ ان سب نے رات سونے سے پہلے یہاں بیٹھ کر نا صرف ٹی وی دیکھا بلکہ غزالہ سے باتیں بھی کرتے رہے تھے۔ اب وہ پوچھیں گے آدھی رات کو وہ کہاں گئی۔ بات چھپانے والی تھی بھی نہیں مگر وہ فوری طور پر سب کو بتانا بھی نہیں چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی بیٹے ناشتہ کر کے گھر سے جائیں تو وہ پہلے اپنے طور پر اس کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گی۔ ہو سکتا ہے وہ مل ہی جائے۔ سب سے پہلے روحی کو فون کر کے پوچھتی ہوں۔ وہ کس لڑکے کو ملنے جاتی تھی۔ دونوں ایک جیسی تو تھیں۔ ایک دوسری کے دوستوں کو جانتی تھیں۔ اگر روحی نے بتا دیا تو وہ جا کر اس لڑکے کے گھر سے غزالہ کو لے آئے گی۔ اگر روحی نے نہ بتایا تو یا اس کو معلوم نا ہوا تو پھر بہو بیٹوں کو غزالہ کے بارے میں بتانا مجبوری ہو گی۔ وہ ابھی پریشان سوچوں ہی گم سم بیٹھی تھی کہ بہو اندر آئی اور کہا۔

"امی جان! برتن صاف کرنے لگی تھی۔ آپ آج ناشتے والے برتن بھی دینے نہیں آئیں۔ لائیں اب مجھے ٹرے پکڑا دیں۔"

"وہ سامنے پڑی ہے لے جاؤ۔" انہوں نے بیزاری سے کہا۔ ان کا بولنے کو بالکل جی نہیں چاہ رہا تھا اور بہو نے ٹرے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"امی جی! آپ نے ناشتہ نہیں کیا۔ کیوں؟"

"تمہیں کہا تو تھا کہ معدے پر بوجھ سا محسوس ہوتا ہے۔" انہوں نے آہستہ سے کہا۔ "تو چائے ہی پی لی ہوتی۔" بہو نے رسمی مروت سے کہا۔

"جی نہیں چاہتا تو کیسے پی لوں۔ تم یہ بتاؤ سب ناشتہ کر کے چلے گئے۔" انہوں نے پوچھا تو بہو نے کہا۔

"بھائی سب چلے گئے ہیں۔ بس وہی رہ گئے ہیں۔ ابھی تیار ہو رہے ہیں۔ آپ نے ان سے کچھ کہنا ہے۔"

"نہیں مجھے صبح صبح ان سے کیا کہنا ہے۔" خالدہ نے اب کے کچھ منہ بنا کر جواب دیا۔ ان کا خراب موڈ دیکھ کر بہو جانے لگی تو غزالہ کے خالی بستر پر نگاہ پڑ گئی۔ اس نے پوچھا

ضروری سمجھا۔

"امی جان! غزالہ صبح صبح کہاں گئی ہے؟" وہ تو بارہ بجے اٹھنے کی عادی ہے۔"

"کہاں جاسکتی ہے؟ باہر باتھ روم میں ہو گی۔" اب کے ساس نے اپنے مخصوص تلخ لہجے میں کہا۔ تو بہو خاموش ہو کر باہر چلی گئی۔ مزید ایک بھی لفظ پوچھے یا کہے بغیر اس کا مقصد بھی یہی تھا۔ بیٹیوں کو تو خوب نرم ماحول میں رکھا تھا مگر بہو کے آتے ہی سخت رویہ اختیار کرلیا تھا۔ بہو بھی اچھی تھی چپ چاپ صبر سے ان کے یہاں گزار رہی تھی۔ شوہر ماں، بہن کے خلاف بات سننے کا روادار نہیں تھا۔

اب بہو بھی بہو تھی۔ اندر سے تو چپ چاپ ڈانٹ کھا کر باہر آ گئی تھی۔ مگر باہر آ کر سب سے پہلے اس نے برتن کچن میں رکھے۔ پھر ان کو دھونے کی بجائے باہر آئی۔ پہلے واش روم چیک کیا۔ وہ کھلا ہی تھا۔ نیچے والے حصے میں ایک ہی باتھ روم تھا۔ باتھ روم چیک کرنے کے بعد اس نے سارا گھر گھوم پھر کر دیکھا۔ مگر غزالہ کہیں بھی نہیں تھی۔ یہ دیکھ کر بہو کے ہونٹوں پر ایک پر اسراری مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب ساس کی پریشانی اور خراب طبیعت کی وجہ اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ بڑی پھرتی سے اوپر آئی کہ وہ خود اوپر والے پورشن میں رہتی تھی۔

وہ غزالہ کے بارے میں شوہر سے بات کرنا چاہتی تھی مگر شوہر کے ساتھ بات کرنے سے پہلے اوپر والا پورشن بھی چیک کرنا ضروری تھا۔ حالانکہ غزالہ شام کے بعد ہی چھت پر آتی تھی۔ اس نے جلدی جلدی اوپر والا سارا پورشن بھی چیک کرلیا مگر غزالہ کہیں بھی نہیں تھی۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ غزالہ گھر پر نہیں تو بہو کا دل مارے خوشی کے جھوم اٹھا۔ اب وہ ایک سیکنڈ سے بھی پہلے سمجھ چکی تھی کہ غزالہ گھر سے بھاگ چکی ہے۔ بہت تپایا تھا ان ماں بیٹی نے اس کو مگر اب ساس کی باری تھی۔ اب بدلہ لینے کا موقع آ گیا تھا۔ ایک تو گھر چھوڑ کر جا چکی تھی جبکہ دوسری سزا بھگتنے کے لیے گھر میں موجود تھی۔ بہو کا اس کو معاف کرنے کا رتی بھر ارادہ نہیں تھا۔ دل کی خوشی دل میں چھپائے اپنے بیڈروم میں آئی اور آفس جانے کی تیاری کرتے ہوئے شوہر کو سنجیدگی سے مخاطب کیا۔

"آپ برا نہ مان جائیں تو ایک بات کہوں آپ سے۔"

"برا کیوں مانوں گا۔" شوہر نے اس کو دیکھے بغیر کہا۔

"تو پھر میری بات ذرا دھیان سے سنیں۔ غزالہ اپنے بستر میں موجود نہیں۔" اس نے ڈرتے ڈرتے کہہ دیا۔

"کہیں گئی ہو گی۔" اس میں پریشان ہونے والی کونسی بات ہے۔ انہوں نے ٹائی باندھتے ہوئے جواب دیا۔

"رات سونے تک تو گھر میں موجود تھی اب آدھی رات کو تو وہ کہیں جانے سے رہی۔ امی جان بھی پریشان ہیں۔ انہوں نے تو آج ناشتہ بھی نہیں کیا۔" بیوی نے پھر کہا۔

"یہیں کہیں گھر کے اندر ہو گی۔ اور کہاں جاسکتی ہے۔ تمہیں آخر کیا پریشانی ہے؟" شوہر نے اب کے کچھ ناگواری سے کہا۔

"میں اس کو سارے گھر میں ڈھونڈنے کے بعد آپ کے پاس آئی ہوں۔ آپ آخر میری بات سمجھتے کیوں نہیں۔" غزالہ تو ویسے بھی گیارہ بجے اٹھنے کی عادی تھی۔ اب اچانک کہاں جاسکتی ہے۔" اس نے دبے دبے لہجے میں کہہ دیا۔

"اچھا یار!" جعفری نے کہا۔ کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔

"ابھی نیچے جا کر دیکھتا ہوں اور امی سے پوچھتا ہوں۔"

"پوچھئے گا ضرور۔ مگر میرا نام نہ لیجئے گا۔ ورنہ امی جان مجھ پر خفا ہوں گی۔ آپ ان کے مزاج کو تو جانتے ہیں۔" بہو نے چالاکی سے کہا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔" انہوں نے تیزی سے کہا اور نیچے ماں کے روم میں آئے۔ پہلے ماں باپ کو سلام کیا۔ ان کا حال احوال پوچھا۔ پھر غزالہ کا پوچھا کہاں ہے وہ؟

"باہر باتھ روم میں گئی ہے۔" ماں نے اپنی پریشانی چھپاتے ہوئے نارمل لہجے میں کہا۔ دل میں سمجھ گئی تھی بہو نے بھیجا ہے۔

"امی! جلدی سے غزالہ کو بلائیں مجھے اس سے کام ہے۔" جعفری نے ریسٹ واچ پر ایک نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"وہ باتھ روم میں کھیلنے نہیں گئی کہ میں بلا لاؤں۔ فارغ ہو کر خود ہی آ جائے گی۔ تمہارے جانے کا ٹائم ہو چکا ہے تم جاؤ۔ کام مجھے بتا دو میں اس کو بتا دوں گی۔" انہوں نے تھوڑی بیزاری سے کہا۔

قبل اس کے کہ جعفری ماں سے کچھ مزید کہتا دروازے پر دستک ہوئی۔ جعفری سمجھ گیا منوری خالہ کا بیٹا راجہ آیا ہوگا۔ دونوں ایک ہی آفس میں کام کرتے تھے۔ جعفری آج کل اپنی موٹر بائیک خراب ہونے کی وجہ سے راجہ کے ساتھ آفس جا رہا تھا۔ وہاں سے مزید کچھ کہے بغیر ہی باہر آ گیا۔ باہر واقعی راجہ موجود تھا۔ وہ اس کے ساتھ بیٹھ کر آفس روانہ ہوا۔ راستے میں ایک گندا نالہ بھی پڑتا تھا۔ اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کافی ہجوم اکٹھا ہے۔ موٹر بائیک روک کر پوچھا۔

"کیا ہوا ہے یہاں؟" "معلوم ہوا کسی نوجوان لڑکی کی برہنہ لاش گندے نالے کے کنارے کوئی پھینک گیا ہے۔"

دونوں موٹر بائیک روک کر نوجوان لڑکی کی برہنہ لاش دیکھنے آئے۔ اور پھر سوچا کاش کہ نہ آئے ہوتے۔ لاش دیکھتے ہی بجلی کے شاک سے زیادہ بڑا شاک جعفری کو لگا تھا۔ وہ نوجوان لڑکی خود اس کی اپنی سگی بہن غزالہ کی لاش تھی۔ جعفری میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ مڑ کر منوری کے بیٹے راجہ کا سامنا کرتا۔ بہن کی حالت دیکھ کر دل درد سے بھر آیا۔ کوٹ اتار کر جلدی سے جھک کر بہن کی برہنہ لاش ڈھانپنے کی کوشش کی مگر برہنگی پھر بھی نہ چھپ سکی۔ تب پیچھے کھڑے راجہ نے اپنا کوٹ اتار کر اس کے حوالے کیا۔ وہ دونوں کوٹ ڈال کر ابھی سیدھا بھی نہ ہوا تھا کہ پولیس کی گاڑی آ گئی۔ سارے ہجوم کو پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیتے ہوئے پولیس لاش کے قریب آئی اور لاش اٹھا کر فوراً چلتی بنی۔ غزالہ کی جگہ کوئی اجنبی لڑکی ہوتی تو وہ بھی چند لمحے کھڑے ہو کر دیکھتے پھر چلے جاتے۔ مگر اب تو قیامت کا سامنا تھا۔ آہستہ سے راجہ سے کہا۔

"چلو پولیس کے پیچھے چلو۔" چند لمحوں بعد ہی ان کی موٹر بائیک پولیس گاڑی کے پیچھے جا رہی تھی۔ وہاں ہجوم میں خود کو مرنے والی کا بھائی کہہ کر وہ رسوا ہونا نہیں چاہتا تھا۔ اور اگر منوری کا بیٹا ساتھ نہ ہوتا تو وہ اپنے علاوہ کسی سے اس واقعہ کو شیئر نہ کرتا کہ اس کی بہن کیسی اذیت ناک اور ذلت آمیز موت مری ہے۔ مگر اب مجبوری تھی۔ پولیس لاش لیکر سیدھی ہاسپٹل آئی تھی۔ وہاں جعفری نے پولیس کو اپنا تعارف کروایا۔ پھر پولیس کے ساتھ بات چیت کرنے کے بعد منوری کے بیٹے کو وہیں چھوڑا اور خود ماں سے بات کرنے گھر چلا آیا۔ گھر آیا تو ماں پریشان سی ابھی تک وہیں اپنے شوہر کے پاس بیٹھی تھی۔ جعفری نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔

"امی جان! جلدی سے غزالہ کو بلائیں، مجھے اس کے ساتھ ضروری بات کرنی ہے۔"

"تم تو چلے گئے تھے۔ اب اس وقت واپس کیوں آئے ہو۔ اس لیے نا کہ تمہاری بیوی نے تمہیں بہن کے بارے کوئی جھوٹی پٹی پڑھا دی ہے۔ وہ تمہارے جانے کے بعد اپنی باجی کے گھر چلی گئی تھی۔" ماں نے محض اپنی عزت بچانے کے لیے مصنوعی غصے سے بیٹے کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ بیٹے کے گھر سے جاتے ہی وہ پی سی او سے جا کر بڑی بیٹی کو فون کر آئی تھی کہ اگر کوئی بھائی فون کر کے غزالہ کے بارے میں پوچھے تو کہنا۔

"ہاں غزالہ میرے یہاں ہے۔ تب تک میں اس کو ڈھونڈ لوں گی۔" خالدہ نے بیٹی کو ساری بات بتانے کے بعد کہا۔ مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ بات چھپنے والے مقام سے بہت آگے نکل چکی تھی۔ ماں کی بات سن کر چند لمحے افسوس بھری نظروں سے ماں کو دیکھتا رہا پھر ان کے قریب بیٹھتے ہوئے ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مدھم اور سوگوار لہجے میں کہا۔

"امی جان! آپ کے اس نامناسب رویے کی وجہ سے میری بہن کی جان چلی گئی۔ آج اس وقت جو کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہا ہوں کاش کہ وہ سب دیکھنے کے لیے میں زندہ نہ ہوتا۔ غزالہ مر چکی ہے۔ میں ابھی ابھی اپنی مری ہوئی بہن کا چہرہ دیکھ کر آ رہا ہوں اور آپ کہہ رہی ہیں کہ وہ باجی کے گھر چلی گئی۔ یہ بات چھپانے والی تھی جو آپ نے چھپانے کی کوشش کی۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" اپنی ہی پریشان سوچوں میں گم اس کی بات کی خالدہ کو سمجھ نہیں آئی تھی۔ اس لیے پھر سے پوچھنے لگی۔

"امی جان! میں کہہ رہا ہوں آپ کی بیٹی اور میری چھوٹی بہن اب اس دنیا میں نہیں۔ وہ مر چکی ہے اور اس کی لاش صبح میرے دفتر کے راستے میں آنے والے گندے نالے کے کنارے اس حالت میں پڑی ہوئی ملی ہے کہ اس کے جسم پر لباس نام کی ایک دھجی تک بھی نہ تھی۔ یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا۔ آپ کی وجہ سے آج ہمیں اس ذلت آمیز صورتحال کا سامنا ہے۔ کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں چھوڑا آپ کی بیٹی نے اور خود بھی پتہ نہیں کتنی اذیت سہہ کر جان دی ہوگی۔" جعفری کے لہجے میں غصے کے ساتھ ساتھ دکھ کی آمیزش بھی شامل تھی۔

"میری غزالہ مر گئی۔ بچی مر گئی۔" بیٹے کی ساری باتیں سن کر خالدہ کے منہ سے نکلا۔ پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ بیمار باپ بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ان کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔ وہ کھانے پینے کے معاملے میں ان کا بے حد خیال رکھتی تھی۔ مگر ان کے اس طرح رونے سے اذیت ناک بھیانک موت مرنے والی غزالہ واپس نہیں آ سکتی تھی۔ بہو غزالہ کی

موت کی خبر سن کر دل ہی دل میں بے حد خوش ہوئی تھی۔ خالدہ نے تو بہو کو کھائی بڑی تنگی میں تھا اس لیے وہ خوش تھی۔ مگر بظاہر چہرے پر سوگواری طاری کرتے ہوئے بولی۔
"یہ بتائیں لاش اس وقت کہاں ہے؟"
"ہسپتال میں پڑی ہے۔ظاہر ہے پوسٹ مارٹم ہونے اور پولیس کی مٹھی گرم کرنے پر ہی اب ملے گی۔ابھی تو خالہ منوری کے بیٹے راجہ کو ہسپتال چھوڑ کر آیا ہوں۔اب جا کر بھائیوں کو فون کر کے بلاتا ہوں۔" وہ جانے لگا تو بیوی نے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔
"باجیوں کو بھی فون کر دیجئے گا اور باقی خاندان میں بھی اطلاع کر دینا۔" جعفری سر ہلاتا ہوا چلا گیا۔
خالدہ اونچی اونچی رو رہی تھی مگر بہو خاموش کھڑی تھی۔ساس کو تسلی دینے کی بھی کوشش نہ کی تھی۔

• ☆☆☆ •

لاش ہسپتال سے پوسٹ مارٹم کے تین دن بعد ملی تھی۔ڈاکٹروں نے کہا تھا لاش تین گھنٹے کے اندر اندر دفن کر دیں اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ یہ تھی۔"لڑکی اجتماعی زیادتی کا شکار ہوئی اور بعد میں گلا دبا کر ہلاک کر دیا گیا۔"
خاندان اور محلے والے لاش آنے سے پہلے ہی آ چکے تھے۔اخبار میں خبر چھپنے کی وجہ سے لوگ دور دور سے غزالہ کا چہرہ دیکھنے کے لیے آئے تھے۔ایک کہرام مچ گیا تھا۔ایک حشر برپا تھا۔لوگ لاش دیکھتے ہوئے توبہ توبہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے اللہ ایسی موت کسی کو نہ دے۔
لاش کو غسل خالدہ نے بہو اور بیٹیوں کے ساتھ مل کر خود دیا تھا۔غسل دیتے ہوئے خالدہ خود بھی لاڈلی بیٹی کے پور پور زخمی جسم کو دیکھ کر شدید دکھ اور صدمے سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔اور بہو بھی رو دی تھی۔
خاندان کی کچھ عورتیں محلے کی عورتوں کو بتا رہی تھیں کہ خالدہ کی ایک بہن بھی قتل ہوئی تھی۔اللہ ایسی اولاد کسی کو نہ دے جیسی خالہ ویسی بھانجی۔جیسی تربیت خالدہ کی ماں نے کھلے ماحول میں ان کی کی تھی ویسی ہی تربیت خالدہ نے اپنی بیٹیوں کی کی۔ماں خود ایسی ہو تو کیا بیٹیاں ایسی ہو سکتی ہیں۔غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔بات کرنے والوں کے منہ کون بند کر سکتا ہے۔
منوری کی بہو بھی ساس کے ساتھ غزالہ کا چہرہ دیکھنے آئی تھی۔چہرہ دیکھ کر وہ بھی رو پڑی تھی۔باقی اس کا شوہر اس کو ساری کہانی سنا چکا تھا۔اس وقت خالدہ کی جو حالت تھی وہ بھی دیکھنے والی تھی۔وہ اپنے ہی بال نوچتی جا رہی تھی۔بیٹیاں روتے ہوئے اس کو سنبھال رہی تھیں۔جنازہ اٹھ گیا تو عذرا بھی ساس کے ساتھ گھر آنے کو اٹھ گئی۔تبھی خالدہ کی بہو چیخی۔
خالدہ اور بیٹیاں اٹھ کر اندر بھاگیں۔"امی جی! ذرا جلدی سے آ کر دیکھیں ابو جی کو کیا ہوا ہے۔"
ساتھ کچھ مہمان خواتین بھی بھاگیں مگر سب کا جانا بیکار ثابت ہوا۔بیٹی کا جنازہ اٹھتے ہی باپ کی روح جسم سے نکل گئی تھی۔جوان بیٹی کی شرمناک موت کا صدمہ بوڑھا بیمار باپ برداشت نہیں کر سکا تھا۔مرد غزالہ کو دفن کر کے آئے تو گھر میں دوسرا جنازہ تیار تھا۔

• ☆☆☆ •

منوری کی بہو تھوڑی دیر مزید وہاں بیٹھی رہی پھر ساس کو لے کر گھر آ گئی۔اور گھر آتے ہی کہنے لگی۔"امی جان! اچھا ہے مر کر بے چارہ عذاب سے چھوٹ گیا۔ایک تو بیماری ایک بیٹی کی اذیت ناک موت کا صدمہ۔یہ جیتا بھی کوئی جینا تھا۔اس پر لوگوں کی رنگ برنگی باتیں اب سکون سے قبر میں رہے گا۔"
"ٹھیک کہتی ہو۔مگر اللہ ایسی کسی دشمن کے ساتھ بھی نہ کرے جیسے ان کے ساتھ ہوئی۔خاص کر خالدہ کے ساتھ۔ایک تو جوان بیٹی کی شرمناک موت کا صدمہ اور رسوائی۔اس پر زندگی کا ساتھی بھی ساتھ چھوڑ گیا۔" منوری خاموش ہو کر آنکھوں میں آئے آنسو پونچھنے لگی۔تب ان کی بہو نے کہا۔
"امی جان! آپ نے خالدہ کی حالت دیکھی۔بیٹی کی موت نے پاگل کر کے رکھ دیا ہے۔اپنی بیٹی ہے نا جبکہ چند روز پہلے کس طرح مزے لے لے کر شمشاد کی بیٹی روبی کے گھر سے بھاگنے کی داستان سنا رہی تھی اور آج اپنی بیٹی نے بھائیوں کو کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔جاتے جاتے خاندان کی عزت کے ساتھ باپ کی جان بھی لے گئی۔اس لیے

کہتے ہیں خدا سے ڈرتے رہو۔اس کی لاٹھی ہمیشہ بے آواز ہوتی ہے۔وہ جو سیانے لوگ کہتے ہیں "دشمن مرے تے خوشی نہ کریے سجناں وی مر جانا" ان کی تو پھر خالہ شمشاد سے گہری دوستی تھی اور یہ محلے بھر میں ان کی بیٹی کو بدنام کرتی رہی۔اب پتہ چلا ہوگا جب اپنی بیٹی منہ پر سرعام کالک مل کر مر گئی۔"

"بس بس بہو! اور کچھ نہ کہنا۔توبہ کرو توبہ۔" منوری نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا تو عذرا سنجیدگی سے بولی۔

"امی جان! میں انجوائے کرنے کیلئے نہیں بس یونہی ایک بات کر رہی ہوں۔وہ بھی اپنے گھر کے اندر صرف آپ سے۔آپ ذرا خود ہی سوچیں سارے محلے کو تو اس کی بیٹی کی کالی کرتوتوں کا پتہ تھا۔کیا خود اس کو معلوم نہ ہوگا کہ اس کی بیٹی کیا کیا کارنامے انجام دے رہی ہے۔یوں کہئے کہ جان بوجھ کر آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔آج اس نے سارے خاندان کو منہ دکھانے کے لائق نہیں چھوڑا۔بہنوئی بہنوں کو کیا کیا طعنے نہیں دیں گے۔اگر خالدہ خالہ اپنی بیٹی کی صحیح تربیت کرتی تو کیا وہ خراب ہو سکتی تھی۔آپ میری بات کا یقین کریں۔خالدہ خالہ کو اچھی طرح معلوم تھا ان کی بیٹی کس وقت کیا کرتی ہے۔

"بہو بے چاری سارے گھر کا کام اکیلی ہی کرتی۔نہ خالدہ خالہ خود مدد کرتی اور نہ ہی غزالہ۔غزالہ تو کہتے ہیں مل کر خود پانی بھی نہیں پیتی تھی۔گیارہ بارہ بجے تو وہ سو کر اٹھتی تھی۔جیسے کہیں کی نواب ہو۔اب پتہ چل گیا ہوگا سب کو کیوں گیارہ بارہ بجے سو کر اٹھتی تھی۔ساری رات تو گھر سے باہر رہتی تھی۔نڈر دیکھو پانچ بھائیوں کی موجودگی میں گھر سے باہر رہتی تھی۔پھر ظاہر ہے دن کو سو کر ہی نیند پوری کرتی تھی۔ماں کو معلوم نہ ہوگا کہ بیٹی ہر رات گھر سے باہر بسر کرتی ہے۔اب رونے دھونے کا فائدہ۔جب سب کچھ تباہ ہو گیا۔"

"بس کرو! اب چھوڑ بھی دو اپنی تقریر۔" منوری نے اکتا کر کہا تو عذرا برا ماننے کی بجائے ہنس پڑی۔تاہم پھر خاموش ہی رہی تھی۔

غزالہ کی موت پر سارے علاقے میں کہرام مچ گیا تھا۔لوگ دور دور سے اس بے رحم موت مرنے والی کو دیکھنے آتے تھے۔مگر وہ جس کو سب سے پہلے آنا چاہیے تھا وہ آخر تک نہ آئی تھی۔یہاں تک کہ جنازہ چلا گیا۔بیٹی کے بعد باپ بھی چل بسا۔ایک کے بعد دوسرا جنازہ بھی اٹھ گیا مگر وہ پھر بھی نہ آئی تھی۔وہ ہستی کون تھی؟ وہ کون تھی؟ وہ تھی غزالہ کی بے حد عزیز، بے تکلف اور اکلوتی دوست روحی۔

روحی کیوں نہیں آئی تھی وجہ......وجہ یہ تھی غزالہ کی موت کے دوسرے روز جب روحی عامر کے ساتھ بیٹھی میز پر ناشتہ کر رہی تھی۔گھر سے سب سے پہلے عامر اپنے آفس جاتے تھے اور ان کی یہ عادت تھی ناشتہ کرنے کے ساتھ ساتھ اخبار کی ہیڈلائن پر بھی ایک سرسری نظر ڈالتے جاتے۔باقی اخبار وہ آفس جا کر پڑھتے تھے۔اس وقت بھی وہ حسب عادت ناشتہ کرتے ہوئے اخبار سرسری دیکھ رہے تھے کہ اجتماعی عصمت دری کے واقعہ کی ہیڈلائن پڑھ کر پوری خبر پڑھ ڈالی کہ ایسی نیوز لوگ ذرا دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔پوری خبر پڑھ کر انہوں نے اچھی طرح تصویر دیکھنے کے بعد اخبار روحی کے سامنے کرتے ہوئے پوچھا۔

"روحی یہ تمہارے محلے کی لڑکی ہے نا جس کو اجتماعی عصمت دری کے بعد قتل کر دیا گیا ہے۔میرا خیال ہے یہ لڑکی رسم دودھ پلائی کی ٹیم میں شامل تھی اور شاید وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ وہ تمہاری دوست غزالہ ہے۔بخدا! اگر یہ لڑکی تمہاری دوست تھی تو بہت گھٹیا لڑکی تھی۔شریف لڑکیوں کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا۔جو اس کے ساتھ ہوا ہے۔رات کے وقت یقیناً وہ اپنے کسی دوست کو ملنے گئی اور شکار کر لی گئی۔ایسی بے غیرت لڑکیاں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے بھائی کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہتے۔" یہ بات کہتے ہوئے عامر کی آنکھوں میں ہی نہیں لہجے میں بھی نفرت تھی۔یہ دیکھ کر روحی نے جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"وہ میری دوست نہیں محلے کی لڑکی تھی۔اس لیے میری کزنز کے ساتھ دودھ پلائی کی رسم میں شامل ہو گئی ہوگی۔ہر محلے میں اچھے لوگوں کے ساتھ برے لوگ بھی ہوتے ہیں۔"

"او کے! میں تو اب جاتا ہوں۔" عامر نے کہا اور اٹھ کر روحی اس کو دروازے تک خدا حافظ کہنے آئی۔عامر کے جانے کے بعد جب اپنے روم میں آئی تو ماں کا فون آ گیا۔انہوں نے غزالہ کو بتاتے ہوئے کہا۔

"خالدہ کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔ہماری روحی نے جو ہمارے ساتھ کیا اس سے بھی چار ہاتھ آگے اپنے خاندان والوں کے ساتھ کر گئی ہے۔لاش تو ایک دو دن تک ملے گی۔تم یہ بتاؤ اپنی ساس کے ساتھ آؤ گی یا عامر کے ساتھ کہ کھانے کا اہتمام کیا جا سکے۔تمہاری تو سہیلی تھی۔میرا خیال ہے ساس کو ساتھ لے کر آ جاؤ۔عامر کو ساتھ لانا مناسب نہیں۔" شمشاد نے بات ختم کی تو روحی جلدی سے بولی۔

"امی جان! خدا کے لیے آہستہ بولیں اور میری بات غور سے سنیں۔عامر اور اس کے گھر والوں کو کبھی بھی اس بات کا پتہ نہ چلے کہ غزالہ میری دوست تھی۔عامر تو صبح ناشتے پر ہی غزالہ

کی اخبار میں تصویر اور خبر پڑھ کر سو باتیں بنا رہے تھے۔ مجھ سے بھی پوچھ رہے تھے تمہاری سہیلی ہے اور میں تو صاف مکر گئی، کہہ دیا محلے کی لڑکی ہے اس لیے شادی میں شامل تھی۔ میں تو اب ہرگز نہ آؤں گی۔ آپ کہہ دیجئے گا میری طبیعت ٹھیک نہیں اور فون بند کر دیا۔"

شمشاد فون بند کر کے آئی تو منوری نے پوچھا۔

"ہو گیا فون۔ کب آ رہی ہے روبی؟ غزالہ تو اس کی پکی سہیلی تھی۔"

"وہ نہیں آ رہی۔ کہہ رہی تھی امی میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ بعد میں آ کر افسوس کر لوں گی۔ ابھی تو بہت مجبوری ہے۔" حمیدہ نے منوری کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ یہ سنتے ہی منوری نے کہا۔

"اللہ خیر کرے کیا ہوا۔" پھر خود ہی چونکتے ہوئے خوش ہو کر بولیں۔

"اچھا اچھا! سمجھ گئی۔ اللہ نے جاتے ہی اپنی رحمت کر دی۔ مبارک ہو۔" شمشاد یہ سن کر چپ ہی رہی۔ پھر بولی تو کہا۔

"اللہ ایسی نافرمان اولاد کسی دشمن کو بھی نہ دے جو سارے خاندان کے منہ پر کالک پھیر کر مرے۔ اب لوگ خالدہ کو سو باتیں بنا رہے ہیں۔ غزالہ کی اس موت کا ذمہ دار خالدہ کو ٹھہرا رہے ہیں۔ بھلا کوئی ماں چاہتی ہے کہ اس کی اولاد ایسی نکلے۔" یہ بات کہتے ہوئے حمیدہ روبی کو یاد کر کے خود بھی رو پڑی۔ جب سے غزالہ کی موت کا سنا تھا تب سے یہی سوچ رہی تھی کہیں روبی کی ایسی حالت کرنے کے بعد کسی نے قتل کر کے لاش کہیں دبا نہ دی ہو۔ معاشرہ اتنا اچھا بھی نہیں کہ کوئی لڑکی اکیلی شاپنگ کرنے کیلئے جائے وہ تو پھر گھر سے بھاگی تھی اور قدم قدم پر شکاری گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ معصوم لڑکیوں کو شکار کرنے کیلئے۔ اگر ماں باپ کی عزت کا خیال نہیں کیا تو خود بھی تو ایک بری موت مرتی ہیں۔ جیسے ایک گندی مچھلی سارے تالاب کو گندا کر دیتی ہے۔ ویسے ہی ایک گندا بندہ سارے خاندان کی عزت کا بیڑا غرق اور خانہ خراب کر کے رکھ دیا ہے۔

آج نہیں تو کل روبی کی بھی گھر سے بھاگنے کی بات کھل جائے گی۔ آخر وہ اور کتنے دن اس بات کو چھپا لیں گے۔ کب تک اس کو ایبٹ آباد میں رکھیں گے۔ جب خاندان اور محلے والوں کو معلوم ہوگا کہ روبی ایبٹ آباد نہیں گئی تھی بلکہ گھر سے بھاگی تھی تو ان کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوگا جو آج غزالہ کی ماں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ جلد یا بدیر ان کو بھی ایسی حالت کا سامنا کرنا تھا۔ کوشش کے باوجود اس ذلت سے بچنے کا کوئی حل ان کی سمجھ میں نہیں آ تا تھا۔ خاص کر آج کل کچھ زیادہ ہی پریشان تھیں شمشاد۔

"حمیدہ! تم کس سوچ میں پڑ گئیں۔ بھلا ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔" منوری نے کہا تو شمشاد آنسو پونچھتی ہوئی اٹھ کر اپنے گھر آ گئی۔

منوری کہتی ہی رہی ارے اب آئی ہو تو تھوڑی دیر بیٹھو، چائے کی پیالی تو پیتی جاؤ۔ روبی کی شادی کے بعد تم تو ہمارے گھر کا راستہ ہی بھول چکی ہو۔ مگر حمیدہ رکے بغیر معذرت کر کے چلی آئی۔ گھر میں داخل ہوئی تو گڈو نے جس کو شادی کے بعد حمیدہ نے اپنی سہولت کے لیے روک لیا تھا یہ کہہ کر کہ جب روبی ایبٹ آباد سے گھر واپس آئے گی تو پھر میں گڈو کو بھیجوں گی۔ دیکھتے ہی پوچھا۔

"روبی اکیلی آ رہی ہے یا دولہا بھائی بھی ساتھ آ رہے ہیں۔ یا پھر ساس جی۔"

"وہ خود بھی نہیں آ رہی۔ دولہا ساس تو بعد کی بات ہے۔" یہ کہہ کر شمشاد نے ساری بات گڈو کو بتا دی۔ پھر پوچھا۔

"اب یہ بتاؤ آج پکانا کیا ہے تاکہ تمہیں سبزی لا دوں۔ گوشت تو فریج میں لازمی ہوگا۔ جو جو منگوانا ہے ایک بار ہی بتا دو۔ مجھے تو آج ادھر مرگ والے گھر میں رہنا ہے۔ بھری جوانی کی موت ہے اور پھر خالدہ کی حالت بھی بہت خراب ہے۔"

"بازار سے کچھ بھی لانے کی ضرورت نہیں، میں مسر اور چاول پکا لوں گی۔ پر آپ رو کیوں رہی ہیں۔ طبیعت پہلے ہی بہتر نہیں آپ کی۔ پھوپھو جی! جو ہونا تھا ہو گیا۔" گڈو نے محبت سے کہا۔

"غزالہ کی موت سے زیادہ روبی کا سوچ کر رونا آ گیا۔ یقیناً اس کا بھی یہی انجام اور یہی حشر ہوا ہوگا۔ بس ہمیں ہی خبر نا ہو سکی کہ اس کو مار کر گندے نالے کی بجائے کسی نے زمین کھود کر دبا دیا ہوگا نا کفن نصیب میں ہوا اور نہ ہی نماز جنازہ ہوئی۔ اگر ہمیں ذلت دے کر گئی ہے تو خود کونسا سکھی رہی ہوگی۔"

وہ تو پچھلے کئی مہینوں سے گھر میں بند تھی۔ بس مارے غصے کے بغیر سوچے سمجھے نکل پڑی گھر سے۔ اب خود بھی کتے کی موت مری ہوگی اور ہمیں بھی کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں

چھوڑا۔

گڈو کہنا چاہتی تھی۔ آپ نے بھی تو ظلم کی حد ہی کر دی تھی معصوم بچی کے ساتھ۔ کوئی جوان اولاد کو ایسا کہتا یا یوں بے رحمی سے مارتا ہے جیسے آپ مارتی رہی ہیں۔ آخر کب تک برداشت کرتی اور پھر ماں سخت تھی تو بڑی بہن ہی نرم ہوتی۔ مگر وہ ماں سے بھی چار ہاتھ آگے تھی۔ اب جو پچھتا رہے ہیں سب تو پہلے ہی اپنے رویے میں نرمی پیدا کی ہوتی۔ اس گھر میں اس کا ہمدرد تھا ہی کون جو وہ کسی کا سوچتی۔ ایک بھائی تھا وہ وہاں بہن سے بھی زیادہ نامناسب رویہ اس کے ساتھ اختیار کیے ہوئے تھا۔ آخر تنگ آ کر اس نے بھاگنا ہی تھا۔ وہ یہ سب باتیں کہہ کر پھوپھو کا دل اور دکھانا نہیں چاہتی تھی اس لیے کچھ کہنے کی بجائے ان کی ہی سنتی رہی۔

"سب لوگ غزالہ کی ماں پر سارا الزام رکھ رہے ہیں۔ بیٹے بھی سارا غصہ اپنی ماں پر نکال رہے تھے۔ بھلا کوئی ماں یہ کہتی ہے کہ اس کی بیٹی خراب نکلے اور پھر رسوا کن موت مر کر پورے خاندان کے منہ پر کالک مل جائے۔" شمشاد بات ختم کر کے پھر رونے لگی۔ اس کو یوں محسوس ہو رہا تھا غزالہ نہیں آج روبی مری ہے، آخر ماں تھی۔ اس لیے بار بار دل بھر آ رہا تھا۔

"پھوپھو! آپ کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں چھوڑیں، اب روبی کے قصے کو چلیں آپ لیٹ کر تھوڑا سا آرام کر لیں۔" یہ سن کر شمشاد لیٹ گئی اور گڈو آہستہ آہستہ ان کے پاؤں دبانے لگی۔ ساتھ ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کر کے ان کا دل بہلانے لگی۔ اس کی باتیں سنتے سنتے شمشاد کی آنکھ لگ گئی۔ یہ دیکھ کر گڈو نے ان کے پیر چھوڑ دیئے اور لگی دوپہر کے کھانے کی تیاری کرنے۔ اس نے کھانا بھی پکا لیا مگر شمشاد سوتی ہی رہی کہ رات بھر خالدہ کے گھر جاگ کر گزاری تھی۔

کھانا بنانے کے بعد وہ سلاد بنا رہی تھی کہ سلمان آ گیا اور کچن میں داخل ہو کر گڈو سے پوچھا۔ "آج کا دن کیسا گزرا جناب کا۔" گڈو نے اس کا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔ بھلا چوروں کی طرح دبے پاؤں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ پھوپھو اٹھ جائیں گی۔ چلو باہر چلو۔"

"یار! ان ہی کی وجہ سے تو...... آہستہ آہستہ آیا تھا۔" سلمان نے تخمور نگاہوں سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ جبھی حمیدہ بیگم کی آواز آئی۔

"گڈو سلمان آ گیا ہے؟" سلمان جو گڈو کا ہاتھ تھام کر چومنے کے چکر میں تھا ہاتھ چھوڑ کر گھبرا کر کچن سے باہر نکل آیا۔ پھر ماں کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بیٹی ان کی مری ہے پریشان آپ ہیں۔ پلیز! خود کو سنبھالیں ہمارے گھر میں تو ساری برکت ہی آپ کے وجود کے دم سے ہے۔" حمیدہ اس کی بات سن کر خاموش ہی رہی کہ بات کی تو کہیں روبی کی کوئی بات منہ سے نہ نکل جائے اور سلمان کا موڈ آف ہو جائے۔ پھر اٹھتے ہوئے بولی۔

"اچھا گڈو! اب میں خالدہ کے پاس جا رہی ہوں۔"

"پھوپھو جی! کھانا پک کر تیار ہے، کھا کر جائیے گا۔ پھر نجانے آپ کب آئیں۔ بس میں ذرا پیاز کی سلاد بنا لوں۔" حمیدہ نے انکار کرنا چاہا مگر سلمان نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا۔ اب وہ کھانا کھا کر ہی گھر سے نکل سکتی تھی۔ صبح ناشتہ بھی گڈو نے یونہی زبردستی کروا دیا تھا۔

☆☆☆

روحی کی شادی ہوئے کافی روز ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود بلال ابھی تک لاہور میں ہی موجود تھے۔ وجہ روبی کی تلاش تھی۔ وہ روبی کو تلاش کیے بغیر واپس ایبٹ آباد جانا نہیں چاہتے تھے۔ ایک چانس تھی جو روبی کی صورت میں انہیں چھو گئی تھی۔ بلال جو پانچ وقتی نمازی اور لوگوں کو تبلیغ کرنے میں ہر دم پیش پیش رہتے تھے کسی کو برا کام کرتے دیکھ کر روکتے تھے۔ اچھائی اور نیکی کی جانب راغب کرتے تھے۔ نجانے اب تک کتنے لوگوں کی اصلاح کر چکے تھے۔ اب ایک ایسا گناہ ان سے سرزد ہوا تھا جو ان کے سب کیے کرائے پر پانی پھیر گیا تھا۔ ان کی جان بھی عذاب میں ڈال گیا تھا۔ بے سکون کر گیا تھا۔ بلال جواب تک اپنے آپ کو بہت ذہین، عقل مند اور معاملہ فہم سمجھتے تھے اس کے باوجود وہ ایک غلطی کر چکے تھے بلکہ وہ تو سمجھتے تھے یہ ایک بہت بڑا گناہ ہے جوان سے سرزد ہوا ہے۔ اس احساس نے ان سے ان کا ذہنی سکون چھین لیا تھا۔ یہی وجہ تھی وہ سارا وقت روبی کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ محبت تھی یا اس گناہ کا کفارہ جو وہ انجانے میں کر چکے تھے۔ اس ایک گناہ کی وجہ سے انہیں اپنے آپ کا بھی ہوش نہیں تھا۔ دن رات ایک ہی سوچ' ایک ہی لگن تھی اور ہر دم ایک ہی دعا یا اللہ! بس ایک بار مجھے روبی سے ملا دے۔

ان کو یہ خوف تھا کہ اگر روبی برے لوگوں کے ہتھے چڑھ کر گناہوں کی دلدل میں جا دھنسی تو اس کے قصوروار وہ خود ہوں گے۔ وہ محض ان کی وجہ سے گھر سے بھاگی تھی۔ محض روبی کی

وجہ سے وہ ابھی تک واپس ایبٹ آباد نہ جاسکے تھے۔اس کی وجہ سے ہی ان کی والدہ بھی ابھی تک لاہور میں ہی مقیم تھیں اور بہت پریشان بھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بلال آخر سارا دن رہتا کہاں ہے۔جب بھی بلال سے یہ بات پوچھتیں، یہی جواب ملتا۔

"امی جان! ایک بہت ضروری اور ذاتی کام میں مصروف ہوں۔اس لیے میں توفی الحال واپس نہیں جاسکتا...... مگر آپ تو چلی جائیں۔ وہاں بابا جان اکیلے پریشان ہوں گے۔آخر آپ کیوں نہیں جاتیں۔"

"میں تمہیں لاہور چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔نہ ہی کام کی نوعیت بتاتے ہو اور نہ ہی کام ہوتا ہے۔" بیگم خلاق نے تھوڑے غصے سے کہا۔ تو بلال جواب دینے کی بجائے اپنے روم میں آ گئے۔ کام کسی کو بتانے والا تھا ہی نہیں، پھر کیا بتاتے۔

روبی کی تلاش کے دوران ہی ایک اور بھیانک سانحہ ہو گیا۔یہ سانحہ تھا ناگہانی طور پر ہونے والا غزالہ کا قتل۔ انہوں نے غزالہ کے اس سفاکانہ قتل کی خبر پیپر میں پڑھی تھی اور خبر پڑھتے ہی غزالہ کی تصویر دیکھ کر ان کو گویا سکتہ ہو گیا تھا۔ وہ روحی کی شادی کے بعد ان کے گھر کا راستہ ہمیشہ کیلئے ہی بھول چکے تھے۔ اپنی زندگی میں ادھر بھی نہ جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔گو کہ وہ روحی اور غزالہ کے بارے میں سبھی کچھ ہی تو جان چکے تھے اس کے باوجود معاملہ اس حد تک بڑھ جائے گا وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے۔بہر حال انہیں غزالہ کے قتل کی خبر پڑھ کر افسوس ہی ہوا تھا۔

قصوروار وہ نہیں اس کی ماں تھی۔چھوٹی موٹی غلطی کرنا بچوں کا کام ہے اور اصلاح کرنا والدین کا۔ اگر بیٹیوں کی اچھی تربیت کی جائے تو ایسے حالات پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔غزالہ کی موت کے بعد وہ پہلے سے بھی زیادہ روبی کے لیے پریشان اور فکر مند تھے۔ کہیں اس کا انجام بھی یہی نا ہو کہ برے کام کا برا نتیجہ۔ تاہم وہ یہ سوچتے تھے کہ اگر ایسا ہوا قتل خواہ کوئی بھی کرے مگر اصل قاتل وہ خود ہی ہوں گے۔بات اب پوری طرح ان پر کھل چکی تھی کہ روحی صرف اور صرف ان کی وجہ سے گھر سے بھاگی تھی۔انہوں نے جو غلطی سے طوفانی برسات کی رات والی کہانی روحی کو سنادی تھی۔ اس کی وجہ سے بلال کے ایبٹ آباد جاتے ہی روحی نے نہ صرف طعنے مار مار کر روبی کا خود جینا حرام کر دیا بلکہ ماں کو بھی پوری کہانی سنا کر روبی سے مزید متنفر کر دیا تھا۔اس کے بعد ان حالات میں اپنے ہی گھر میں رہنا روبی کے لیے بہت دشوار ہو گیا تھا۔ آخری راستہ یہی تھا جو اس نے اختیار کیا اور پھر گھر سے بھاگ گئی۔بس یہی وجہ تھی جو وہ روبی کی بجائے خود کو نا صرف پورا قصوروار بلکہ خود کو روبی کا مجرم سمجھتے تھے۔وہ اپنے اس ظلم کے کفارے کے لیے ہی باقی سب کچھ فراموش کر کے دن رات روبی کو تلاش کر رہے تھے۔

یہ اور بات ہے کہ ان تمام کوششوں کے باوجود وہ ابھی تک نہ ملی تھی۔روبی کو اپنا گھر چھوڑے ہوئے ایک ماہ سے کچھ زیادہ عرصہ ہو گیا تھا۔گھر چھوڑتے وقت اگر اس کے دل میں ذرا سا بھی افسوس یا کوئی ملال تھا تو اب گزرتے وقت کے ساتھ وہ سب ختم ہو چکا تھا۔زہرہ خانم نے اگر اس کو بیٹی کہا تھا تو سگی ماں سے زیادہ سگی ماں بن کر دکھایا بھی تھا۔پہلے ہی روز وہ کرن کو ساتھ لے کر روبی کے لیے شاپنگ کرنے چلی گئی تھیں۔ارم آپی کو ان کے ساتھ جانے کا ٹائم نہیں تھا۔بہر حال جب وہ واپس آئیں تو روبی کے لیے ایک دو تین نہیں پورے ایک درجن سوٹ لائی تھیں اور ساتھ آدھی درجن جوتے بھی لائی تھیں۔اس کے علاوہ چند پرس، بیگ اور چھوٹی چھوٹی آرٹی فیشل جیولری اور کئی طرح کی پونیاں اور کلپ وغیرہ۔

روبی کو اپنے لیے کی گئی یہ شاپنگ دیکھ کر نہ صرف حیرت ہوئی تھی بلکہ خوشی بھی۔وہ چھوٹی تھی اور نہیں جانتی تھی کہ زہرہ اس پر سٹہ کھیل رہی تھی جس پر ہارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔روبی کی صورت میں ان کی گویا لاٹری نکل آئی تھی۔

روبی جب اپنا گھر چھوڑ کر آئی تو محض اپنے ڈر خوف کی وجہ سے چند روز کرن کے روم میں سوئی تھی۔حالانکہ پہلے روز ہی اس کے لیے الگ بیڈروم سیٹ کر دیا گیا تھا۔جب چند روز بیت گئے تو ارم نے اس کو بے حد محبت سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"روبی! اب حوصلہ کرو۔اب تمہیں کسی سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔یہاں تو میری اجازت کے بغیر چڑیا کو بھی پر مارنے کی اجازت نہیں۔تمہارے گھر والے تو پھر بھی انسان ہیں اور ویسے بھی گھر کے گیٹ پر ہر وقت چوکیدار موجود ہوتا ہے۔" یہ سب سن کر روبی نے اپنے الگ بیڈروم میں سونا شروع کر دیا تھا۔یہ اور بات ہے کہ اپنے بیڈروم میں وہ اس وقت آتی تھی جب بستر پر لیٹتے ہی نیند اس کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے لیتی تھی۔کیونکہ کرن کے گھر کے سب لوگ باتیں کرتے ٹی وی وغیرہ دیکھتے سوتے ہی رات کے دو تین بجے تھے۔اس کے بعد صبح سویرے اٹھنا نا ممکن سی بات تھی۔

ویسے بھی نماز کرن کے گھر کوئی بھی نہیں پڑھتا تھا۔روبی نے بھی جو بلال کو خوش کرنے کیلئے پانچ وقت کی نمازیں شروع کی تھیں۔وہ بندہ جو خود کو بہت بڑا تبلیغ کار، پرہیز گار اور پتا نہیں کیا کیا سمجھتا تھا۔اس نے غصے میں جو زبان روبی کے لیے استعمال کی تھی...... کیا وہ اس کو زیب دیتی تھی۔ویسے بھی جس محبوب کو خوش کرنے کیلئے روبی نے پانچ وقت کی نمازیں شروع کی تھیں جب وہ محبوب ہی نا رہا تھا تو پھر نمازیں پڑھنے کی ضرورت بھی باقی نہ رہی تھی۔اب ٹائم بھی کب باقی بچتا تھا اس کے پاس نمازیں پڑھنے کا۔ساڑھے بارہ تو وہ سو کر ہی اٹھتی تھی۔اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر غسل کر کے لباس بدلتی کیونکہ ارم نے کہا تھا روزانہ نہا کر لباس بدلا کرو۔شروع کے دنوں میں روبی روز نہیں نہاتی تھی۔تیار ہو کر وہ ٹھیک ایک بجے ناشتے کی میز پر آجاتی کہ یہی ٹائم ناشتے کا تھا۔

ناشتے کی میز پر کئی طرح کے ناشتے اس کے لیے موجود ہوتے۔تازہ جوس، بریڈ، انڈا، جام، مکھن، دودھ، چائے، پراٹھے، بھنا ہوا قیمہ، شامی، آملیٹ، فروٹ وغیرہ وغیرہ۔آپ کا جو جی چاہتا ہے وہی ناشتہ کریں۔دو بجے تک ناشتہ ختم ہو جاتا۔اس کے بعد ظاہر ہے رات کا کھانا ہی باقی بچتا تھا۔تاہم ناشتہ اور رات کے کھانے کے درمیان سہ پہر کی چائے لازمی ہوتی تھی اور چائے کے ساتھ بھی کئی طرح کے لوازمات موجود ہوتے تھے۔سہ پہر کی چائے پیتے ہی ارم آپی چلی جاتی تھیں۔

باقی سارے گھر کی صفائی اور دھلائی کیلئے دو تین ملازمہ رکھی ہوئی تھیں۔کھانا پکانے کے لیے خانساماں بھی گھر میں موجود تھا۔یعنی روبی کو کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا تھا اور ان سب سہولتوں کے ساتھ ساتھ سگی ماں سے زیادہ محبت کرنے والی زہرہ خانم اور پھر ان کے شوہر جو اپنے آبائی گاؤں گئے ہوئے تھے۔جب واپس آئے تو روبی کو بے حد شفقت اور محبت سے ملے تھے۔وہ سب سے زیادہ روبی سے ہی محبت کرتے تھے۔روبی کو گڑیا کہہ کر پکارتے تھے۔یعنی ماں باپ کی محبت کی جو تشنگی روبی کے اندر موجود تھی وہ ان دونوں میاں بیوی نے اپنے پرخلوص محبت بھرے رویئے سے مٹا ڈالی تھی۔

کرن، ارم آپی، روحی، زوبی سے زیادہ محبت روبی کے ساتھ کرتی تھیں اور وہ جو ارم آپی نے لکھا تھا جس طرح مجھے کرن عزیز ہے ویسے ہی تم کو عزیز رکھوں گی تو یہ سب انہوں نے سچ کر دکھایا تھا۔اگر وہ کرن کے لیے کوئی چیز لاتی تھیں تو وہ ساتھ روبی کے لیے بھی ویسی ہی لاتی تھیں۔پوی کا رویہ ایک بھائی سے زیادہ ایک اچھے دوست کا سا تھا۔روبی نے پہلے دن پوی سے ہاتھ نہیں ملایا تھا مگر اب جب وہ باہر سے گھر کے اندر آتا تو سب کے ساتھ روبی سے بھی ہاتھ ملاتا تھا۔روبی بھی اب بغیر اعتراض ملا لیتی تھی کہ زہرہ خانم نے سمجھایا تھا۔

"اب تم اس دقیانوسی ماحول میں کبھی واپس نہیں جاؤ گی اور یہاں ہمارے گھر کے اندر باہر جو مرد بھی ملے گا وہ ہاتھ ضرور ملائے گا۔بہتر ہو گا بیٹی تم جتنی جلدی اس عادت کو اپنا لو۔روبی نے اس عادت کو اپنا لیا تھا۔اب تمام عمر یہاں پر ہی تو بسر کرنی تھی۔واپسی کا تو اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔قصہ مختصر آج کل قدرت نے اس کے لیے چین ہی چین اور عیش ہی عیش لکھ دیئے تھے۔ایک لمبے عرصے تک وہ اپنے ہی گھر میں اپنے ہی سگے خون کے رشتوں کے ہاتھوں بے عزت ہوتے ہوئے بے سکون زندگی بسر کرتی آئی تھی مگر اب وہ بے سکونی ختم ہو چکی تھی۔اب ان بے سکون دن رات کا کفارہ پرسکون دن رات کی صورت میں اسے مل رہا تھا۔یہی بات تو یہ تھی روبی اکثر افسوس سے سوچتی۔

جب ارم آپی کا لیٹر مجھے ملا تھا تب ہی فوراً گھر چھوڑ دیتی تو کم از کم یہ ذلت نہ اٹھانی پڑتی۔یہی وجہ ہے اب بھی بھول کر بھی اس نے اپنے گھر والوں کو یاد نہیں کیا تھا۔ویسے بھی ان سب نے اس کو سوائے اذیتوں اور ذلتوں کے دیا ہی کیا تھا جو وہ ان کو یاد کر کے اپنے پرسکون لمحوں کو بے سکون کرتی۔

ہاں! البتہ جب اس نے غزالہ کے بھیانک قتل کی خبر اخبار میں پڑھی۔اس دن اس کو روحی بھی یاد آئی تھی۔روبی نے سوچا ایک تو اپنے برے انجام کو پہنچ گئی تھی جبکہ دوسری شادی کر کے بچ گئی تھی۔اب ایک نیک اور شریف بیوی بن کر بڑے سکون سے اپنی گھریلو زندگی بسر کر رہی تھی۔اس کے بارے میں سب لوگ یہی کہتے ہوں گے وہ تو پیدائشی آوارہ تھی۔اس نے یہی کرنا تھا سو کر دیا۔مگر وہ یہ سب سننے کو اب وہاں موجود نہیں تھی۔وہ اب وہاں تھی جہاں اچھا کھانے کو، اچھا پہننے کو، پرسکون ماحول اور محبت کرنے والے لوگ تھے...... ایک لمبے عرصے تک روبی نے بے سکون زندگی بسر کی تھی۔مگر اب وہ تو سکون سے زندگی بسر کر رہی تھی مگر اس کے گھر والے ملنے والے طعنے سن کر سکون سے محروم ہو چکے ہوں گے اور وہ یہی چاہتی تھی۔اس لیے عین شادی سے چار یوم پہلے گھر سے بھاگی تھی۔ان لوگوں کے برے رویے کی سزا دینے کے لیے۔

کرن ہر روز ارم سے کھانے کی میز پر ایک ہی بات کہتی تھی۔

"آپی پلیز! مجھے فلم میں ایک چانس دلا دیں۔میں بھی آپ کی طرح مشہور ہونا چاہتی ہوں۔" کرن کی بات سن کر ارم ہنس کر کہتی۔

"ارے بھئی! ایک تو تمہارا قد چھوٹا ہے پھر سکرین بیوٹی بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔" پھر روبی کو دیکھتے ہوئے کہتیں۔"ہاں روبی اگر چاہے تو کوشش کرنے سے اس کو فلم میں ہیروئن

کا چانس بھی مل سکتا ہے۔" روبی ان کی یہ سب باتیں سن کر خاموش ہی رہتی تھی۔اس کی اس خاموشی کو دیکھتے ہوئے ایک دن ارم نے براہ راست ہی روبی سے پوچھ لیا۔

"روبی تم فلموں میں کام کرنا پسند کروں گی۔تم جانتی ہو نا یہ بات میں نے بہت پہلے تم سے تمہارے سکول میں بھی کہی تھی۔"

روبی کو انکار نہیں تھا کہ ڈیڑھ ماہ سے وہ جس ماحول میں رہ رہی تھی وہ بے حد آزاد خیال تھا۔سارا وقت ہر طرح کی کھلی باتیں۔زیادہ فلموں، اداکاروں اور گلوکاروں کی باتیں ہی اس گھر میں ہوتی تھیں۔اس کو فلموں میں کام کرنا اچھا بھی لگتا تھا۔ڈر تھا تو گھر والوں کا صرف۔وہ اچھی طرح جانتی تھی جیسے ہی سلمان کو اس کے فلموں میں کام کرنے کی خبر ملے گی وہ اسی وقت اسٹوڈیو پہنچ جائے گا اور اس کے سٹوڈیو سے باہر نکلتے ہی فائر مار کر اس کو ہلاک کر دے گا۔یہ سوچ کر اس نے ایک بار پھر خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا تھا۔یہ دیکھ کر ارم نے بھی پھر دوبارہ یہ بات نہ کی تھی۔

چند روز یونہی گزر گئے۔ایک دن زہرہ خان نے چائے کی میز پر جب سب ہی چائے پی رہے تھے باتوں ہی باتوں میں کہا۔

"لڑکیاں فلموں میں کام کرنے کو ترستی ہیں، مشہور ہونے کو تڑپتی ہیں۔تم سے تمہاری ارم آپی نے پوچھا مگر تم نے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔روبی بیٹا فلم میں کام ملنا کوئی مذاق کی بات نہیں۔وہ تو تمہاری ارم آپی خود اس فیلڈ میں موجود ہے اس لیے اس کی کوشش سے تمہیں کام مل سکتا ہے۔دیکھو میں تمہاری بھی ماں ہوں۔مجھے سچ سچ بتا دو کیا تم فلموں میں کام کرنا چاہتی ہو؟ کیا تمہارا دل مشہور ہونے کو نہیں چاہتا؟"

ان کی باتیں سن کر روبی نے اپنے دل میں موجود خدشات سے ان کو آگاہ کرتے ہوئے کہا۔"مجھے فلموں میں کام کرنا اچھا لگتا ہے مگر وہ مجھے زندہ چھوڑیں گے تو کام کر سکوں گی نا۔" میرا بھائی تو مجھے قتل کر دے گا۔اس کی باتیں سن کر ارم جو آرام سے پاس بیٹھی کیک کھا رہی تھی قہقہہ لگاتے ہوئے بولی۔

"بھول جاؤ اس بات کو کہ وہ تمہیں قتل کر دے گا۔فلموں میں کام کرتے دیکھ کر تم نے میری ننھی بہن! ابھی لائف میں وہ کچھ نہیں دیکھا جو میں دیکھ چکی ہوں۔بے بی! پیسے میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔وہ جو سیانے کہتے ہیں۔جھوٹ نہیں ہے باپ بڑا نا بھیا، سب سے بڑا روپیہ ارے! جب تمہارے پاس شہرت ہوگی، پیسہ ہوگا وہ تمہیں قتل کرنے کی بجائے کتا بن کر تمہارے پاؤں میں لوٹنیاں لگائے گا۔"

یہ کہتے ہوئے ارم نے پہلے باپ، پھر بھائی پومی کو دیکھا پھر بولی۔"تمہارے روپے پیسے پر قبضہ کرنے کے لیے وہ تمہارا منت ترلا کر کے حتیٰ کہ تم سے معافی مانگ کر تمہیں اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائے گا تاکہ تمہاری شہرت سے مزید فائدہ اٹھا سکے اور تمہاری کمائی پر وہ اور اس کی اولاد عیش کر سکے......مجھے تو یہ ڈر ہے تمہارے مشہور ہونے کے بعد اگر تمہارے گھر والے تمہیں لینے آئے تو تم ہمیں چھوڑ کر ان کے ساتھ نہ چل دو کہ اس دنیا میں آج سے نہیں ہمیشہ سے یہی کچھ ہوتا آیا ہے اور ہمیشہ ہی ہوتا رہے گا۔"

"روبی پاگل نہیں جو ان کی زیادتیاں بھول کر ہمیں چھوڑ کر ان کے ساتھ چل دے۔" زہرہ خانم نے جلدی سے یوں کہا جیسے روبی واقعی ابھی ان سب کے ساتھ جا رہی ہو۔

روبی دل میں سوچ رہی تھی یہ سب لوگ اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔یہ میرے خاندان کو نہیں جانتے۔وہ پیسے سے زیادہ عزت کو عزیز رکھتے ہیں۔ان کو پتہ ہی نہیں میری ماں ان کو پہلے ہی سو سو باتیں کرتی ہیں بلکہ کنجریاں کہتی ہیں۔پھر وہ ارم آپی کی بات سن کر چونکی۔وہ ماں سے کہہ رہی تھی۔

"آپا! آج رات کا کھانا گھر سے باہر کھائیں گے۔جب سے روبی آئی ہے تب سے گھر کے اندر بند ہے۔آج اس کی بھی ذرا آؤٹنگ ہو جائے گی۔آپ سب تیار رہیے گا میں شوٹنگ سے فارغ ہوتے ہی آپ کو فون کر دوں گی۔" یہ سنتے ہی روبی نے گھبرا کر ارم سے کہا۔

"آپی! میں گھر میں بند رہنے کی عادی ہوں۔آپ میری فکر نہ کریں۔میرا یقین کریں میں یہاں گھر کے اندر ہی بہت خوش ہوں۔" اور دل میں سوچا سلمان میری تلاش میں ہوگا۔جب تک وہ مجھے تلاش کر کے قتل نہیں کر دے گا تب تک وہ سکون سے نہیں بیٹھے گا۔یہ لوگ میرے خاندان کو نہیں جانتے مگر میں خود تو اپنے خاندان کو اچھی طرح جانتی ہوں۔

ارم نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے ماں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آپا! آپ سب تیار رہیے گا۔" پھر روبی کی جانب کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے ذومعنی انداز میں کہا۔"ہاں ذرا دھیان رکھیئے گا......" پھر وہ بیگ شولڈر پر ڈالتے ہوئے چلی گئی تو روبی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔یہ دیکھ کر زہرہ خانم نے اپنائیت سے کہا۔

"میری گڑیا! ساری زندگی گھر کے اندر رہ کر نہیں بتائی جا سکتی۔فکر مت کرو ہم سب تمہارے ساتھ ہوں گے اور دل میں سوچا۔یہ پچاس ہزار کی رقم گھر کے اندر رہ کر ضائع کرنے

کے لیے میں نے تم پر خرچ نہیں کی۔ بے بی گھر سے باہر نکلو گی تو ہمارا مطلب مقصد پورا ہوگا۔" پھر کرن سے کہا۔

"بہن کو ٹھیک گیارہ بجے تک اچھی طرح تیار کر دینا اور خود بھی ہو جانا۔ کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔" پھر وہ اپنے روم میں چلی آئی تھی۔ اس کا دل گھر سے باہر جانے کو نہیں مانتا تھا۔ اس کو گھر سے باہر سلمان کی صورت میں اپنی موت نظر آتی تھی۔ مگر اب مزید انکار فضول ہی تھا۔ ارم آپی حکم دے کر جا چکی تھیں۔ یہاں آ کر روبی نے پہلی بار یہ دیکھا تھا ان کے گھر میں ماں سخت تھی مگر یہاں بیٹی بہت زیادہ سخت مزاج تھی۔ جب کوئی ایسی ویسی بات ہوتی یا ارم آپی بگڑنے لگتی تو زہرہ خانم فوراً خاموشی اختیار کر لیتی تھیں۔ باپ بھی ارم آپی کے سامنے منہ کھولنے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔

کرن، پومی تو تھے ہی ان سے چھوٹے اور آج ارم آپی اس کے لیے بھی حکم دے کر جا چکی تھیں۔ روبی نے سوچا اوکے۔ جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ سلمان اس کو مار دے گا اور ہمیشہ زندہ تو کسی نے بھی نہیں رہنا۔ یہ سوچ کر وہ مطمئن ہو گئی تھی۔ تاہم اس کے باوجود تھوڑی تھوڑی خائف بھی تھی کہ ابھی مرنے کو اس کا دل نہیں چاہتا تھا۔ ابھی ابھی تو زندگی کا خوبصورت پرسکون چہرہ اس کے سامنے آیا تھا۔ اس نے تو ابھی زندگی کو پوری طرح انجوائے بھی نہیں کیا تھا۔ رات دس بجے ارم آپی نے فون کر کے یاددہانی کرواتے ہوئے بتایا تھا کہ وہ گیارہ بجے تک شوٹنگ سے فارغ ہو جائے گی اور ٹھیک سوا گیارہ بجے تک آپ لوگوں کو لینے پہنچ جاؤں گی۔ آپ سب تیار رہیے گا اور فون بند کر دیا۔

فون سنتے ہی کرن نے اپنی من پسند کا ایک خوبصورت ڈریس کا انتخاب روبی کے لیے کیا تھا۔ جب روبی اس سوٹ کو پہن کر آئی تو کرن نے کہا۔

"اب بیٹھو تا کہ میں تمہارا میک اپ بھی کر سکوں۔"

"میں نے کبھی میک اپ نہیں کیا۔ یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو۔" روبی نے کہا تو کرن نے اس کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"ہاں! بہت اچھی طرح جانتی ہوں تم نے چاہنے کے باوجود بھی میک اپ اس لیے نہیں کیا کہ تمہاری امی بے حد سخت مزاج تھیں مگر اب یہاں نہ تو تمہاری امی موجود ہیں اور نہ ہی وہ گھر۔ دیکھو جہاں ہم جا رہے ہیں وہاں بھی لڑکیاں اور خواتین میک اپ میں ہوں گی۔ خود میں، آپی اور آپا بھی میک اپ میں ہوں گی۔ ایسے میں تمہارا تم خود ہی ذرا سوچو یہ سادہ چہرہ کتنا برا لگے گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ تم بہت خوبصورت ہو۔ چلو اچھا لائٹ سا ہی میک اپ کروا لو۔" روبی مان گئی۔ کرن نے بے حد محنت سے اس کا میک اپ کر کے اس کو پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت بنا دیا تھا۔

ارم آپی سوا گیارہ کی بجائے ساڑھے گیارہ بجے آئی تھیں ان سب کو لینے۔ جبکہ وہ سب تو گیارہ بجے کے ریڈی ہو کر ان کا ویٹ کر رہے تھے۔ اس لیے ارم کی گاڑی کا ہارن سنتے ہی وہ سب جلدی سے مارچ کرتے ہوئے گھر سے باہر آ گئے۔ کرن اور روبی کے علاوہ زہرہ خانم اور پومی بھی ساتھ جا رہے تھے۔ باہر آتے ہی زہرہ خانم فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ انہوں نے اس عمر میں بھی بے حد شوخ میک اپ کر رکھا تھا جبکہ پچھلی سیٹوں پر کرن، روبی اور پومی کچھ اس طرح بیٹھے کہ ایک جانب کرن تھی تو دوسری سمت پومی اور سنٹر میں روبی کو بٹھایا گیا تھا ارم آپی کے کہنے پر۔ روبی سمجھ گئی تھی کہ اس کو محض حفاظتی نکتہ نظر سے سنٹر میں بٹھایا گیا تھا۔ کسی بھی ناخوشگوار سانحہ سے بچنے کیلئے...... اور یہ بات روبی کے سکون کا باعث ہونی چاہیے تھی مگر روبی پھر بھی تھوڑی، بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ کچھ گھر والوں کی جانب سے خوفزدہ تھی تو کچھ پومی کی وجہ سے پریشان تھی۔ جو روبی کے ساتھ جڑ کر بیٹھا تھا۔ حالانکہ کرن ذرا سا بھی اس کے ساتھ نہیں لگ رہی تھی۔ وہ تینوں ہی بڑے سمارٹ جسم کے تھے۔ پومی یقیناً جان بوجھ کر اس کے ساتھ لگ کر بیٹھا تھا۔ کیونکہ جب کوئی سپیڈ بریکر آتا تو پومی کی کہنی اس کے جسم کے نازک حصے کے ساتھ لازمی چبھتی تھی۔ اور روبی مارے شرم کے نہ پومی سے کچھ کہہ سکتی تھی نہ ہی کرن یا کسی اور سے کہ وہ برا نہ مان جائیں۔ ہمارے ہی گھر میں رہتی ہو اور ہمارے ہی بھائی اور بیٹے پر الزام رکھتی ہو۔ خدا خدا کر کے ریسٹورنٹ آیا تو روبی نے سکون کی سانس لی۔ ارم ان سب کو فائیو سٹار نئے ریسٹورنٹ میں لے کر آئی تھی جہاں روبی کی کلاس کا آنا تو دور کی بات پاس سے گزرتے ہوئے بھی نظریں جھکا لیتے ہیں۔ یہاں سلمان یا اس کے گھر والوں کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی گاڑی ہی میں کوئی خطرہ تھا کیونکہ اس کی کھڑکیوں کے شیشے کلرڈ تھے۔

روبی جب ریسٹورنٹ کے اندر آئی تو وہاں کا آزاد فلمی ماحول دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کیونکہ وہ زندگی میں پہلی بار کسی ریسٹورنٹ میں آئی تھی۔ سامنے ڈانس فلور پر نوجوان جوڑے اپنے آس پاس سے بے خبر ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈالے ڈانس کر رہے تھے اور ہال میں ہر میز کے سامنے لگی کرسیوں پر بیٹھے اکثر نوجوان لڑکے لڑکیاں سگریٹ نوشی کے ساتھ مے نوشی میں بھی مصروف تھے۔ کھانے پینے کا دور بھی ساتھ چل رہا تھا۔ باتیں بھی اور ہنسی کے ساتھ اونچے قہقہے بھی۔ ینگ اولڈ سب ہی خوش گپیوں میں مصروف تھے اور روبی حیرت

سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔
ارم کو دیکھتے ہی ایک ویٹر تیزی سے ان کی جانب بھی لپک کر آیا تھا۔ اور پھر ان کو ان کی میز پر بٹھا کر چلا گیا۔ اس میز پر کل چھ کرسیاں لگی تھیں جبکہ وہ تعداد میں پانچ تھے۔ اس لیے ایک کرسی فارغ ہی رہی مگر زیادہ دیر وہ فارغ نہ رہ سکی کہ اچانک ارم آپی کے ایک فرینڈ وہاں آ گئے اور انہوں نے بیٹھتے ہی روبی کو بغور دیکھتے ہوئے ارم سے کہا۔
"باقی سب کو تو میں جانتا ہوں مگر یہ میرا کس کان سے نکل کر لائی ہو ارم ڈیئر!" ارم نے ہنستے ہوئے کہا۔
"تمہارے بات کرنے کا انداز کبھی نہیں بدل سکتا۔ یہ میری امی کی بھانجی ہے۔ یعنی میری خالہ کی بیٹی اور پتو کی سے لاہور آئی ہے وزٹ کرنے۔" پھر ارم نے روبی سے کہا۔ "روبی یہ میرے فرینڈ وسیم ہیں۔" وسیم کی عمر تقریباً 35 سال رہی ہوگی۔ ارم کی بات ختم ہوتے ہی وسیم نے ہیلو کہتے ہوئے روبی کی جانب ہاتھ بڑھایا اور یہ بات گھر سے نکلنے سے پہلے زہرہ خانم نے بطور خاص خود روبی سے کہی تھی۔
"وہاں کوئی تم سے ہاتھ ملانا چاہے تو انکار نہیں کرنا۔ اب تم نے پلٹ کر فضا دقیانوسی ماحول میں واپس جانا ہے۔ روبی کا دل تو نہیں چاہتا تھا ہاتھ ملانے کو مگر وہ جو کہتے ہیں۔ "جیسا دیس ویسا بھیس" سو روبی نے دل پر جبر کر کے وسیم سے ہاتھ ملایا تو وسیم چند لمحے اس کے ہاتھ کو دیکھتا رہا پھر دبا کر چھوڑ دیا۔ وہ بھی نرمی سے نہیں کافی سخت انداز میں۔ پھر وہ مسکرا کر اس کو دیکھنے لگا۔
روبی کو اس کی اس ذلیل حرکت پر غصہ تو بہت زیادہ آیا۔ جسم کے اندر یکدم خون کھول کے رہ گیا تھا۔ مگر یہاں بھی ویسے ہی صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئی۔ جیسے گاڑی میں بار بار پوپی کی کہنی لگنے پر پیتی آئی تھی۔ وسیم نے ارم کزن کے ساتھ ساتھ پوپی اور زہرہ خانم سے بھی ہاتھ ملایا تھا۔ زہرہ خانم نے بڑی محبت سے اس کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیتے ہوئے ڈھیروں دعاؤں سے بھی نوازا تھا۔ باتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہاں آ کر روبی نے پہلی بار ارم اور زہرہ خانم کو سگریٹ پیتے ہوئے دیکھا تھا۔ کیونکہ وسیم نے اپنے کوٹ کی پاکٹ سے سگریٹ کیس نکال کر سب سے پہلے زہرہ خانم کے سامنے کیا تھا اور انہوں نے سو سویٹ کہتے ہوئے ایک سگریٹ اٹھا کر ہونٹوں میں دبا لیا تھا پھر ایسے ہی یہ سگریٹ کیس ارم کے سامنے کیا۔ تو اس نے بھی ایک سگریٹ نکال کر انگلیوں میں دبالی تھی۔ اس کے بعد وسیم نے ایک سگریٹ اپنے ہونٹوں میں دبا کر سگریٹ کیس بند کیا۔ لیٹر نکال کر پہلے زہرہ خانم کی سگریٹ سلگایا پھر ارم کا اس کے بعد اپنا سگریٹ سلگا کر لیٹر اپنی پاکٹ میں واپس رکھتے ہوئے ایک طویل کش لیا اور دھواں پورا منہ کھول کر روبی کے چہرے پر پھینکتے ہوئے ہنس پڑا۔ اس کے ساتھ ہی باقی سب بھی ہنسنے لگے تھے۔ مگر روبی کا موڈ آف ہو گیا تھا اس نے گھور کر وسیم کو دیکھا۔ پھر اس کو برا بھلا کہنے کو لبوں کو جنبش دے رہی تھی کہ ارم جو بغور اس کے تاثرات نوٹ کر رہی تھی جلدی سے بول پڑی۔
"روبی! خفا ہونے کی ضرورت نہیں یہ صرف مذاق تھا صرف جوک تھی۔" روبی نے منہ بند کر لیا۔ وہ سب باتیں کرتے ہنستے مسکراتے قہقہے لگاتے رہے مگر روبی نے پھر منہ نہیں کھولا تھا۔ یہاں تک کہ کھانا آیا اور کھا بھی لیا گیا۔ ارم کا فرینڈ وسیم بھی کھانے میں ان کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ روبی کا تو اب کھانا کھانے کو بھی دل نہیں چاہتا تھا۔ اندر سارے غصے کے اس کا برا حال تھا۔ مگر بظاہر چپ رہنے پر مجبور تھی۔ تاہم دل میں وہ وسیم کو ابھی تک برا بھلا کہہ رہی تھی۔
کھانے کے بعد وہ لوگ کافی پی کر ریسٹورنٹ سے باہر آئے تو رات کے دو بج رہے تھے۔ اہم بات جو روبی نے نوٹ کی تھی وہ یہ تھی کہ کھانے کا بل ارم کے فرینڈ وسیم نے ادا کیا تھا۔ ساتھ بھاری ٹپ بھی دی تھی۔ باہر آتے ہی وہ ان سب کو خدا حافظ کہتے ہوئے مسکرائی ہوئی نگاہوں سے روبی کو دیکھتے ہوئے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا تھا۔ جس کا چہرہ مارے غصے کے ابھی تک پھولا ہوا تھا۔
وسیم کے جانے کے بعد یہ سب بھی گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔ ان کی گاڑی دیکھتے ہی چوکیدار نے گیٹ کھول دیا تھا اور ارم کار اندر لے آئی۔ اندر آ کر گاڑی سے باہر آتے ہی زہرہ خانم نے روبی کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"روبی! تم یونہی ڈر رہی تھیں۔ دیکھ لو کچھ بھی نہیں ہوا۔ اب ہر قسم کا خوف اپنے دل سے نکال دو۔" پھر وہ سب ایک دوسرے کو شب بخیر کہہ کر اپنے اپنے روم میں چلے گئے تھے۔
تب روبی بھی تھکے تھکے قدم اٹھاتی اپنے بیڈروم میں آ گئی تھی۔ گھر کے باہر کسی ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے کا یہ اس کا پہلا تجربہ تھا اور یہ تجربہ کچھ زیادہ خوشگوار نہیں رہا تھا۔ محض وسیم کے نامناسب رویے کی وجہ سے باقی سب اس کو اچھا ہی لگا تھا یا پھر آتے جاتے وقت پوپی کی وجہ سے ذرا پریشانی ہوئی تھی۔ روبی نے یہ بھی نوٹ کیا تھا۔ ارم آپی کا فرینڈ یوں بغور بار

بار دیکھا تھا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اس کا جسم دیکھ رہا تھا۔ روبی کو تو زبرہ خانم اور ارم کا سگریٹ نوشی کرنا بھی بہت برا لگا تھا مگر وہاں ہال میں تو اکثر جوڑے سگریٹ نوشی میں مصروف تھے۔ انہی سوچوں میں گم روبی نے ڈریس چینج کیا پھر نائٹ گاؤن پہن کر روم میں واپس آئی۔ سائڈ بلب روشن کیا پھر نرم گرم بستر پر لیٹ کر سوچا۔

جو بھی ہے جیسی بھی ہے اس گھر سے بہر حال یہ زندگی ہزار درجے بہتر ہے۔ نہ کوئی روک نہ کوئی ٹوک اس گھر میں۔ ایسی پرسکون زندگی کا تصور بھی ناممکن تھا۔ باقی ہر گھر کا اپنا ماحول ہوتا ہے۔ یہ گھر جس میں وہ اس وقت رہ رہی تھی کسی مولوی کا نہیں ایک اداکارہ کا تھا۔ اور شوبز سے تعلق رکھنے والوں کے گھروں کا ماحول ایسا ہی ہوتا ہے۔ پھر وہ سنجیدگی سے سوچنے لگی کیا اس کو اداکارہ بن جانا چاہیے اور پھر یہ سوچتے سوچتے ہی سو گئی مگر فیصلہ نہیں ہو سکا تھا شوبز میں جانے کا۔

* ☆☆☆ *

روحی کی شادی کے ایک ماہ بعد ہی شمشاد نے بھی اپنے گھر پر فون لگوا لیا تھا بلکہ ان کے داماد عامر نے سفارش وغیرہ کر کے خود ان کو لگوا کر دیا تھا۔ عامر ایک بے حد اچھا داماد تھا اور ویسے بھی منوری کے گھر اتنا بڑا بچہ کوئی تھا ہی نہیں جو ان کو روحی کے روز آنے والی فون کالز سننے کے لیے بلانے آتا۔ جبکہ روحی کے علاوہ سارے رشتہ دار بھی ایسی ویسی صورتحال میں منوری کے گھر ہی فون کرتے تھے۔ سب سے بڑا مسئلہ روحی کے آئے روز آنے والے فون کا تھا اور منوری کبھی گھر میں ہوتی تھی۔ کبھی ضروری کام سے کہیں جانا بھی پڑ جاتا تھا۔ ایسی صورت میں اس کی بہو آ کر پیغام دینے سے رہی۔ بس یہی وجہ تھی اپنا ہی فون لگوا لیا تھا۔ اس طرح روحی کو بہت سہولت ہو گئی تھی۔ وہ روبی کے بارے میں کھل کر پوچھ سکتی تھی ملی یا نہیں۔ وہ سمجھتی تھی کہ سلمان اب بھی اس کی تلاش جاری رکھے ہوئے تھا اور وہ ابھی تک نہ ملی تھی۔ جبکہ سچی بات تو یہ تھی کہ گڈو کی محبت اور قربت میں گم ہو کر وہ اس کی تلاش ترک کر چکا تھا۔ بلکہ شمشاد تو ہر نماز کے بعد اب یہ دعا مانگتی تھی اللہ کرے روبی کبھی نہ ملے کہ سلمان یہ ضرور کہتا رہتا تھا جس روز روبی اس کو مل گئی وہ اسی وقت، اسی لمحے اس کو قتل کر کے خود تھانے پیش ہو جائے گا اور پھر جلدی نہیں تو چند برس بعد لازمی رہا ہو جائے گا کہ یہ قتل غیرت کے زمرے میں آئے گا۔ قید ہو گی۔ پھانسی نہیں ہو گی۔

یہ سب سن کر شمشاد کا دل بھی رونے لگتا تھا۔ ایک ہی بیٹا تھا۔ اگر اس کو کچھ ہو جاتا تو وہ زندہ کیسے رہتی۔ سو سلمان کی زندگی کے لیے وہ چاہتی تھی اللہ کرے روبی ان کو کبھی نہ ملے۔ کبھی ان کے گھر واپس نہ آئے۔ خاندان میں اکثر لوگوں کو تو شک ہو چکا تھا کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ جو ابھی تک روبی ایبٹ آباد سے واپس نہیں آئی۔ روبی کے گھر سے بھاگنے والی ذلت آج نہیں تو کل لازمی اٹھانی تھی۔ مگر بیٹے کی پھانسی یا قید کا صدمہ نہیں اٹھانا چاہتی تھی۔ غزالہ کی موت کا صدمہ اٹھا کر اس کی ماں خالدہ کی جو حالت تھی وہ اس کے سامنے تھی۔ وہ خالدہ کے دکھ کو محض اس لیے اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ اس نے بھی روبی کے بھاگنے کا صدمہ اٹھایا تھا۔ وہ زندہ تھی یا مر چکی تھی۔ شمشاد نہیں جانتی تھی۔ ہاں وہ چاہتی تھی اگر وہ زندہ بھی ہے تو مر جائے۔ کچھ بھی ہو مگر وہ کبھی لوٹ کر ان کے گھر نہ آئے۔ وہ ان سب کے لیے اسی دن مر گئی تھی جب وہ گھر سے بھاگ گئی تھی۔ غزالہ کی ماں آوارہ بیٹی کی موت کا صدمہ اٹھا کر پاگل ہو رہی تھی جس کی وجہ سے شوہر کی زندگی سے بھی ہاتھ دھونے پڑے تھے۔ سلمان تو پھر اس کا اکلوتا بیٹا تھا اور وہ اپنے بیٹے کی زندگی چاہتی تھی موت نہیں۔

ادھر گڈو کی ماں کا بھی فون آ گیا کہ اب گڈو کو بھیج دو۔ یہ سن کر شمشاد نے کہہ دیا تمہارے پاس تو ابھی گڈو کے علاوہ بھی تین بیٹیاں ہیں گھر کا کام کاج کرنے کو اور یہاں جو ایک تھی وہ بیاہ ہو کر اپنے گھر تو کیا شہر سے بھی دور بیٹھی ہے۔ ابھی چند روز صبر کرو۔ پہلے روبی کو جا کر لے آؤں پھر خود آ کر گڈو کو تمہارے گھر چھوڑ جاؤں گی۔ مگر روبی نے کہاں سے آنا تھا۔ مگر کوئی نہ کوئی پروگرام تو اب روبی کے بارے میں طے کرنا ہی تھا۔ اس کو ساری عمر تو اب ایبٹ آباد میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ مگر گڈو کو بھی کب تک اپنے گھر میں رکھ سکتی تھی۔ یہ ٹھیک ہے اپنے بھاری جسم کی وجہ سے اب گھر کی صفائی وغیرہ نہیں کر سکتی تھی باقی کھانا وغیرہ پکانا تو اب بھی اس کے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔

گھر کے کام کے لیے لڑکی رکھی جا سکتی تھی۔ یہ لڑکی روحی کی شادی کے فوراً بعد بھی رکھی جا سکتی تھی مگر اس لیے نہ رکھی کہ کام کے بہانے گڈو کو روک لے۔ سلمان روبی کے حوالے سے بے حد جذباتی ہو رہا تھا۔ اور حمیدہ نے گڈو کو یہ سوچ کر روک لیا تھا کہ وہ سلمان کا دھیان بٹانے کا باعث بنے گی۔ روحی ان کو بتا چکی تھی کہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اور یہی ہوا تھا۔ گڈو سلمان کا دل بہلانے میں کامیاب رہی تھی۔ سلمان جو رات دن روبی کی تلاش میں مارا مارا پھرتا تھا اب اس کی تلاش ترک کر چکا تھا تاہم اس کا کہنا تھا اگر کبھی اس کو روبی مل گئی تو وہ وہیں اس کو مار ڈالے گا۔ زندہ ہرگز نہیں چھوڑے گا۔ اور اب انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ جب گڈو کو چھوڑنے جائیں گی تو بھاوج سے سلمان اور گڈو کے رشتے کی بات لازمی کر کے آئیں گی۔ اسی برس سلمان کی شادی بھی کر دیں گی تاکہ سلمان بالکل روبی کو فراموش کر دے۔ یوں بھی جب سے روحی کی شادی ہوئی تھی تب سے وہ گھر میں مقید ہو کر رہ گئی تھی۔ اکثر روحی رات کو عامر کے ساتھ ملنے چلی آتی تھی مگر زیادہ دیر بیٹھتی نہیں تھی۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھتی پھر چلی جاتی۔ وہ اپنے گھر بے حد خوش تھی۔ شوہر ہی نہیں سارا سسرال ہی اس

کو بہت اچھا لگتا تھا۔ بھی اس کا خیال رکھتے تھے۔ بات منہ سے بعد میں نکلتی تھی پوری پہلے کر دی جاتی تھی اور شمشاد اس کو خوش دیکھ کر اکثر یہی سوچتی تھی روحی نے مجھے اور اپنے خاندان کو خوش رکھا اس لیے اللہ نے اس کو بھی خوش رکھا ہے۔ پھر روبی کو یاد کر کے کوستی تھیں کہ روبی جس طرح تم نے ہماری خوشی برباد کی۔ جس طرح تم نے ہمیں بے سکون کیا ہے۔ ذلت دی ہے اگر تم زندہ ہو تو تمہیں بھی کبھی خوشی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہو۔ اللہ کرے ساری زندگی بے سکون رہو اور ذلت پہ ذلت اٹھاتی رہو۔

☆☆☆

بلال نے جب لاہور سے واپس ایبٹ آباد جانے کے بعد شادی کے لیے اپنی رضامندی دے دی تھی تو بیگم اخلاق جو بلال کی عدم موجودگی میں اس کے لیے لڑکی کی تلاش کر چکی تھیں بلال کی جانب سے ہاں ہوتے ہی بہت دھوم دھام سے ان کی منگنی کی رسم ادا کرنا چاہتی تھیں مگر بلال چونکہ مذہبی بندہ تھا اس لیے کہا۔

"امی جان! بہت زیادہ دھوم دھام سے منگنی کرنے کی ضرورت نہیں۔ سادگی سے رسم ادا کریں بلکہ فضول میں کوئی رسم ادا کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ زبانی بات پکی کر لیں۔"

"میرے چھوٹے بیٹے کی منگنی بہت دھوم دھام سے ہوگی۔" بیگم اخلاق نے کہا تو بلال بولے۔

"دھوم دھام بہت ضروری ہے تو شادی پر کر لیجیے گا۔ ابھی صرف بات پکی کر دیں۔" اور بیگم اخلاق ان کی بات مان گئیں۔ ان کے لیے یہی بہت بڑی بات تھی کہ بلال جو کہتے تھے امریکہ سے واپسی پر شادی کریں گے۔ اب امریکہ جانے سے پہلے ہی شادی کے لیے ایگری ہو گئے تھے۔ انہوں نے بہت سادگی کے ساتھ لڑکی والوں سے بلال کی مانگنی کی بات پکی کر دی تھی۔ اور لڑکی خاندان ہی کی تھی۔

کمال اپنی ڈیوٹی جوائن کرنے لاہور چلے آئے۔ اس کے بعد خان اخلاق خان کو چھوڑ کر باقی سب لوگ روحی کی شادی میں شرکت کے لیے لاہور آ گئے۔ انہی دنوں کمال کی رہائش کے لیے بنگلہ مل گیا تھا۔ شادی دیکھنے کے بعد وہ لوگ بنگلہ میں شفٹ ہو گئے اور گل نے بیگم اخلاق کو چند روز کے لیے اپنے پاس روک لیا۔ اور بلال تو روحی کے ولیمے والے دن سے ہی اپنے نجی کام میں ایسے مصروف ہوئے تھے کہ ابھی تک ان مصروفیات سے نکل نہیں سکے تھے نہ ہی اپنا کام ہی ادھورا چھوڑ کر واپس جانا چاہتے تھے۔ تاہم انہوں نے والدہ کو واپس جانے کا مشورہ ضرور دیا تھا کہ بابا جان وہاں اکیلے ہیں، آپ چلی جائیں مگر بیگم اخلاق ان کو لاہور میں چھوڑ کر واپس جانا نہیں چاہتی تھیں۔ بلال نے کہا تھا وہ امریکہ جانے سے پہلے لازمی شادی کر لیں گے اور آج کمال نے ماں کو بتایا تھا بلال کا بلاوا بس آج کل میں امریکہ سے آنے ہی والا ہے۔ یہ سنتے ہی بیگم اخلاق کو غصہ آ گیا۔ بلال رات گئے گھر آتے تھے اور صبح سویرے نکل جاتے تھے۔ اس لیے اب ان سے بات کرنے کا موقع بھی ذرا کم ہی ملتا تھا۔ مگر آج انہوں نے بلال سے بات کرنے کے لیے جاگنے کا فیصلہ کیا تھا اور اپنے روم میں سونے کی بجائے بلال کے روم میں آ کر ان کے بستر پر لیٹ کر لگی ان کا انتظار کرنے۔ آج وہ ان سے صاف صاف بات کر کے ان کو ساتھ لے کر صبح واپس ایبٹ آباد جانا چاہتی تھیں۔

☆☆☆

بلال روز کی طرح تھکے ہارے آج بھی ناکام ہی گھر واپس لوٹے تھے۔ اپنے روم میں داخل ہوئے تو ماں کو اپنے بستر میں لیٹے دیکھ کر حیران ہوئے۔ پھر سلام کرنے کے بعد بڑے ادب سے پوچھا۔

"امی جان! آپ اور اس وقت میرے روم میں، خیریت تو ہے؟"

"دن میں تم ملتے جو نہیں۔ ظاہر ہے پھر تم سے ملنے کے لیے یہاں لیٹ کر تمہارا انتظار کرنا ضروری تھا۔ کہاں رہتے ہو سارا دن؟" بیگم اخلاق نے بے حد غصے سے پوچھا۔ یہ غصہ تو تب سے ہی ان کو بلال پر آ رہا تھا جب سے کمال نے بتایا تھا کہ آج کل میں امریکہ سے بلال کا بلاوا آنے والا ہے۔ اگر بلاوا آج کل میں آ گیا تو پھر شادی کب ہوگی۔ یا بلال نے پھر شادی کا پروگرام موخر کر دیا ہے۔

"امی جان! میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا میں اپنے ذاتی کام میں مصروف ہوں۔ اسی کی وجہ سے گھر سے باہر رہتا ہوں۔" بلال نے چیئر پر بیٹھ کر بوٹ اتارنے کے بعد سوکس اتارتے ہوئے بتایا۔

"کونسا ذاتی کام؟" بیگم غصے کے مارے اٹھ بیٹھی۔

"ذاتی کام، ذاتی کام۔ نہ یہ تمہارا ذاتی کام ہوتا ہے اور نہ ہی تم یہ بتاتے ہو کہ وہ کام کیا ہے۔ کل جبکہ کمال بتا رہا تھا آج کل میں تمہارا بلاوا آنے والا ہے اور تم نجی کام میں بھی مصروف ہو۔" بلال نے بڑے تحمل سے ان کی یہ ساری باتیں سنیں پھر سنجیدگی سے کہا۔

"امی جان! اگر میرا یہ نجی کام منا ہوا تو پھر فی الحال میری شادی کو کینسل سمجھ لیں۔ پھر یہ شادی امریکہ سے واپسی پر ہوگی۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو لڑکی والے اتنا لمبا انتظار نہیں کر سکتے۔" انہوں نے غصے سے بلال کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے پھر وہ اپنی لڑکی کی شادی اپنی پسند پر کہیں اور کر لیں۔" بلال نے کہا اور جلدی سے باتھ روم میں گھس گئے۔

ان کی بات سن کر بیگم اخلاق مارے غصے کے کھول کر رہ گئیں۔ پھر بلال کا انتظار کرنے لگیں۔ وہ کب واش روم سے باہر آئیں تا کہ ان سے آج ہی شادی کا فائنل کرا سکیں مگر بلال تب واش روم سے باہر آئے تھے جب وہ ان کا ویٹ کر کے تھک ہار کر واپس اپنے روم میں چلی گئی تھیں۔ مگر انہوں نے سوچ لیا کہ صبح مسجد جانے سے پہلے ہی بلال کو پکڑیں گی۔ بغیر شادی کے امریکہ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا جبکہ منگنی کرتے ہوئے شادی والوں کو کہہ دیا تھا کہ تیاری کر لیں اور بتا دیا تھا امریکہ جانے سے پہلے بلال کی شادی ہوگی۔

☆☆☆

زہرہ خانم بہت تیز اور ہوشیار خاتون تھیں۔ انہوں نے وہاں ریسٹورنٹ کے اندر ہی محسوس کر لیا تھا کہ روبی کو ان دونوں ماں بیٹی کا سگریٹ نوشی کرنا اچھا نہیں لگا مگر وہاں وہ وسیم کے سامنے وضاحت نہیں کر سکتی تھیں۔ اس لیے اگلے روز ناشتے کی میز پر ناشتہ کرنے کے بعد اپنے لیے سگریٹ سلگاتے ہوئے روبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"روبی بیٹی! میرے پیٹ میں اکثر گیس رہتی ہے۔ چند برس پہلے تو میں بالکل ٹھیک ٹھاک تھی مگر دو برس پہلے مجھے گیس کی شکایت ہوگئی تو میں ڈاکٹر کے پاس گئی۔ ڈاکٹر نے مجھے حقہ پینے کا مشورہ دیا۔ حقہ گرم کرنا کتنا مشکل کام ہے یہ تم جانتی ہی ہوگی۔ اس لیے میں حقے کی بجائے سگریٹ پینے لگی۔ پرانے زمانے میں بھی تو ہماری بزرگ خواتین حقہ پیتی تھیں اور حقہ سگریٹ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔"

یہ سب سنتے ہی روبی کو یاد آیا اس کی نانی بھی حقہ پیتی تھی۔ اس کی بڑی خالہ بھی حقہ پیتی تھی۔ وہ زہرہ خانم کی سن رہی تھی جو کہہ رہی تھیں۔

"نجی بات تو یہ ہے گڑیا جیسا دیس ویسا بھیس۔ تم نے خود بھی دیکھا ہو گا وہاں سب ہی پی رہے تھے اس لیے تمہاری ارم آپی نے مروت میں ایک سگریٹ پی لی نا بیچی تو پتہ نہیں کتنی باتیں سننی پڑتیں ورنہ وہ باقاعدگی سے نہیں پیتی۔" زہرہ خانم کی یہ بات سچ بھی تھی۔ "ہاں البتہ میں ناشتے اور رات کے کھانے کے بعد لازمی پیتی ہوں۔ یہ میری دوائی بھی ہے اور مجبوری بھی بلکہ اب تو میں سہ پہر کی چائے پر بھی لازمی پیتی ہوں۔ تم میری بات سمجھ رہی ہو نا۔"

روبی نے اثبات میں سر ہلا دیا تو زہرہ خانم نے کہا۔ "میں نے وضاحت تمہارے سامنے اس لیے کی ہے کہ میں نے محسوس کیا تھا تم نے ہمارا سگریٹ پینا ناپسندیدگی سے دیکھا تھا۔" اب کہ روبی چپ رہی اور وہ یہ بات نہیں جانتی تھی آنے والے دنوں میں وہ خود بھی اس بری چیز کی عادی ہو جائے گی۔

گھر سے باہر ریسٹورنٹ میں کھانا کھائے ابھی بمشکل ایک ہفتہ ہی ہوا تھا کہ ایک دن سہ پہر کی چائے پر ارم کہنے لگی۔

"آپا! میری دوست کے ہاں ایک زبردست پارٹی ہے۔ آپ سب بھی تیار رہیے گا۔" اور آپا کو کیا اعتراض تھا۔ انہوں نے خود ارم سے کہا تھا۔

"اب اس لڑکی کو بہانے بہانے باہر نکالو تا کہ اس کا خوف ختم ہو سکے۔ جب خوف ختم ہو جائے تو پھر اس کو بھی اپنے ساتھ شوٹنگ پر ساتھ لے جانا شروع کر دینا۔ اس کا چہرہ شو کرواؤ۔ اپنے سب ملنے جلنے والوں کو بلکہ خود سب سے کہنا کہ وہ کام کرنا چاہتی ہے۔ اگر کسی فلم ساز یا ہدایتکار نے روبی کو پسند کر لیا تو پھر میں خود اس کو فلموں میں کام کرنے پر راضی کر لوں گی۔ بس تم ذرا اس کو گھر سے باہر نکالو۔"

یہی وجہ تھی ریسٹورنٹ کی دعوت کے بعد ارم اب اس کو گھر کے اندر ہونے والی ایک ڈنر پارٹی میں لے کر جا رہی تھی کیونکہ ارم نے خود بھی محسوس کر لیا تھا روبی ضرورت سے زیادہ شرمیلی لڑکی ہے اور فلموں میں کام کرنے کے لیے بے شرم ہونا تو کیا بے حیا ہونا بھی بے حد ضروری تھا۔

اب وہ روبی کو ایسی پارٹی میں لے کر جا رہی تھی۔ جس میں شوبز کے بہت سارے مشہور اور معروف لوگ آ رہے تھے۔ خاص کر ٹی وی کے چند مشہور آرٹسٹ جن کے ڈرامے آج کل بے حد مقبول جا رہے تھے۔ جن کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے عام لوگ بے تاب رہتے تھے۔ ڈنر پارٹی دینے والی ہستی بھی ٹی وی کی ایک مشہور پروڈیوسر آمنہ خان تھیں۔ ارم نے

ابھی سے ماں کو کہہ دیا تھا کہ۔

"اگر ڈنر پارٹی میں روبی کسی پروڈیوسر کو پسند آ گئی تو سمجھو روبی کو فوراً کسی ٹی وی ڈرامے میں کوئی نہ کوئی اچھا رول مل جائے گا۔" اور ارم کی بات سنتے ہی زہرہ خانم نے کہا۔

"دفع کرو ڈرامے کو ہم اس کے لیے فلم تلاش کرو۔"

"آپا! بندہ ٹی وی کی معرفت بھی تو فلم میں چلا جاتا ہے۔ آپ ذرا روبی کو اچھی طرح تیار کیجئے گا۔" وہ یہ کہہ کر چلی گئی تھی۔

گو کہ مارچ کا مہینہ تھا اس کے باوجود زہرہ خانم نے روبی کے لیے پارٹی میں جانے کے لیے جس ڈریس کا انتخاب کیا تھا اس کے بازو یعنی آستینیں برائے نام ہی تھیں۔ روبی کو یہ سب اچھا نہیں لگا تھا مگر چونکہ کرن نے بھی بالکل ویسا ہی ڈریس پہنا تھا بس کلر کا فرق تھا اس لیے وہ خاموش ہی رہی تھیں۔ ڈریس کے ساتھ میچنگ پرس، جوتا اور آرٹی فیشل جیولری جب وہ تیار ہوئی تو زہرہ خانم نے تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"میری بیٹی تو پری لگ رہی ہے۔ ہاں آج بال کھلے ہی رہنے دو۔" اور روبی ان کی کسی بات سے انکار کرنے کی جرأت کرہی نہ سکتی تھی۔ ٹھیک دس بجے ارم ان کو لینے آ گئی۔ وہ خود پارلر سے تیار ہو کر آئی تھی۔ ساڑھی کے ساتھ بے حد اوپن گلے والا سلیولیس بلاؤز پہن رکھا تھا۔ آدھا پیٹ بھی عریاں ہو رہا تھا۔ روبی کو یہ سب دیکھ کر بے حد شرم آئی مگر اس نے آج یہ بھی محسوس کیا تھا ارم آپی آج بہت پیاری لگ رہی تھیں۔ زہرہ خانم نے خود بھی آج ساڑھی باندھی تھی۔ مگر بلاؤز کی ہاف آستین تھی۔ پوپی بھی خوب تیار ہو کر ان کے ساتھ جا رہا تھا۔ وہ گھر سے روانہ ہوئے تو بیٹھنے کا طریقہ وہی پچھلی بار والا اختیار کیا گیا یعنی فرنٹ سیٹ پر زہرہ خانم، پیچھے ایک جانب پوپی، دوسری طرف کرن اور بیچ میں روبی۔ وہ لوگ جب پارٹی والے گھر پہنچے تو پارٹی شروع ہو چکی تھی۔

تاہم ابھی مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ بیٹھنے کا اہتمام کھلے لان میں کیا گیا تھا۔ یہاں آ کر تو روبی دنگ رہ گئی۔ ٹی وی کے کتنے ہی مشہور اداکار پارٹی میں موجود تھے۔ ریسٹورنٹ سے بھی زیادہ کھلا ماحول۔ ارم خود ایک ایک سے روبی کا تعارف کروا رہی تھی اور روبی کو سب سے ملنا اچھا بھی لگ رہا تھا۔ ان میں ٹی وی کے ایک دو وہ چہرے بھی تھے جن سے اس کا اکثر ملنے کو دل چاہتا تھا۔ مگر جو بات اسے بری لگی وہ یہ تھی کہ یہاں ہر طرح کے مشروب موجود تھے۔ مہمان اپنی اپنی پسند کا مشروب پی رہے تھے۔ سگریٹ تو بہت ساری لڑکیاں اور خواتین پی رہی تھیں مگر اس کے ساتھ ساتھ چند خواتین اور اداکار لڑکیاں ایسی بھی تھیں جو نہ صرف چرس بلکہ سگریٹ کے ساتھ وسکی بھی پی رہی تھی۔ روبی کو چرس کی بو سخت ناگوار گزر رہی تھی۔ مگر وہ اپنی مرضی سے پارٹی چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکتی تھی۔ آج تو کرن نے بھی ایک سگریٹ پی تھی بلکہ ہنستے ہوئے روبی کو بھی دعوت دی تھی مگر روبی نے معذرت کر لی تھی۔ چرس اور برانڈی کی بو کے علاوہ جو چیز روبی کو پریشان کر رہی تھی وہ تھی سخت سردی۔ برائے نام آستین کی قمیض اس نے پہن رکھی تھی اور شال وغیرہ ساتھ لائی نہیں تھی۔ پارٹی ابھی دور دور تک ختم ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ ابھی تک مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری و ساری تھا۔

پارٹی میں ارم نے جب فلمی رسالے کے ایک ایڈیٹر سے روبی کا تعارف کروایا تو ایڈیٹر نے اپنے فلمی رسالے کے سرورق کیلئے روبی کی تصویر مانگ لی۔ اور ارم سے کہا میرا فوٹو گرافر کل گھر آ کر اسی ہفتے کے پرچے کے لیے روبی کی تصویر لے آئے گا۔ ارم نے اس بات کے لیے نہ صرف ہاں کر دی تھی بلکہ وہ بے حد خوش بھی تھی کہ یہ فلمی رسالہ شوبز کا نمبر ون پرچہ تھا۔ کھانے کے بعد سب مہمانوں کی رخصتی شروع ہو گئی۔ ارم بھی ان سب کو لے کر گھر کے لیے روانہ ہوئی۔ پھر راستے میں روبی سے پوچھا۔

"روبی یہ پارٹی کیسی لگی تمہیں؟"

"بہت اچھی آپی! مگر وہاں خواتین اور لڑکیاں بھی وسکی پی رہی تھیں۔" روبی نے منہ بنا کر ناگواری کا اظہار کیا۔ ارم نے ہنس کر کہا۔

"بے بی نئی نئی ہو اس لیے ایسا کہہ رہی ہو۔ یہ سب چیزیں ہائی سوسائٹی کی ضرورت ہے۔ باقی سب تو ٹھیک رہا ہے۔ یہ بتاؤ"

"جی آپی! مگر مجھے سردی بہت لگتی رہی تھی۔ بلکہ اب بھی لگ رہی ہے۔" روبی واقعی سردی سے کانپ رہی تھی۔ روبی کی بات پر پوپی نے چونک کر اس کو دیکھا پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا اور ارم سے کہا۔

"ہاں یہ مسئلہ تو تھا مگر ایسے ماحول میں سردی کی پروا کون کرتا ہے۔" گھر پہنچنے تک سب چپ ہی رہے تھے۔ گھر آتے ہی روبی سب کو شب بخیر کہہ کر جلدی سے اپنے روم میں چلی آئی۔ روم میں آتے ہی پارٹی ڈریس اتار کر نائٹی پہنی پھر بستر میں گھس کر کمبل اوڑھ لیا مگر سردی اس کے جسم کے اندر تک اتر چکی تھی۔ روبی نے سوچ لیا دوبارہ وہ کبھی ایسا ڈریس پہن کر

کسی پارٹی میں نہیں جائے گی۔ اگر گئی تو شال لازمی لے کر جائے گی۔ وہ پارٹی اور اس میں آنے والے مہمانوں کے بارے میں سوچ رہے تھی کہ اچانک لائٹ چلی گئی اور پھر روبی نے محسوس کیا کوئی اس کے بستر میں آہستگی سے گھس آیا تھا۔

"کون؟" اس نے مارے خوف کے کانپتے ہوئے پوچھا اور دل میں سوچا کیا سلمان بھائی اس کو قتل کرنے کیلئے یہاں پہنچ گیا ہے۔ تبھی پوی کی باریک آواز سنائی دی۔ وہ آہستگی سے کہہ رہا تھا۔ روبی! "وہ...... وہ تم گاڑی میں کہہ رہی تھیں نہ کہ تمہیں سخت سردی لگ رہی ہے اس لیے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔"

"پوی بھائی پلیز! اپنے روم میں جائیں۔" روبی نے الگ ہوتے ہوئے کہا۔ اب وہ سمجھ گئی تھی کہ بجلی گئی نہیں تھی روم کی لائٹ پوی نے خود بند کی تھی کہ مارے سردی کے روم میں داخل ہوتے ہی دروازہ بند کرنے کی بجائے وہ اپنا ڈریس بدلنے چلی گئی تھی اور پھر سیدھی بستر میں گھس گئی تھی۔ یعنی دروازہ بند کرنا یاد نہیں رہا تھا۔ جس کا فائدہ اٹھا کر پوی روم میں تو کیا بستر میں گھس آیا تھا۔

"روبی! مجھے بھائی نہ کہا کرو۔ تم مجھے اچھی لگتی ہو اور میں نے مما سے کہہ دیا ہے کہ میں تم ہی سے شادی کروں گا۔" اپنی بات ختم کرتے ہی پوی نے اس کو زبردستی بانہوں میں بھر لیا۔

روبی زور سے چیخی۔ "بچاؤ، بچاؤ، آپا، ارم آپی، کرن، ابو پلیز، پلیز۔ پلیز! مجھے بچاؤ۔"

●☆☆☆●

ارم اور کرن اپنے روم میں جانے کی بجائے ماں کے ساتھ اس کے روم میں گئیں۔ ایک تو ابو کی طبیعت خراب تھی اس لیے وہ پوچھنے، دوسرا ارم ماں کو بتانا چاہتی تھی کہ ملک کے سب سے مشہور فلمی رسالے کے سرورق پر اس ہفتے روبی کی تصویر لگے گی۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی تھی کہ یہ فلمی رسالہ سبھی شوبز کے لوگ پڑھتے تھے اور روبی کو بیک وقت کئی فلموں میں کام مل سکتا تھا۔ وہ بیٹھی ماں کو یہ سب بتا رہی تھی۔ آخر میں بولی۔ "صبح ذرا جلدی اٹھ جایئے گا۔ رسالے کا فوٹو گرافر 12 بجے تک آ جائے گا۔ تبھی روبی کی چیخ سنائی دی۔

وہ چاروں ہی گھبرا کر کھڑے ہو گئے کہ یہ کیا ہوا۔ کیا اس کا بھائی گھر کے اندر آ گیا۔ مگر کیسے جبکہ گیٹ کے باہر چوکیدار بھی موجود ہے۔ روبی کی آواز پھر سنائی نہ دی جیسے اس کے منہ پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا ہو۔ وہ چاروں بھاگتے ہوئے روبی کے روم میں آئے تو لائٹ بند تھی۔ کرن نے جلدی سے سوئچ آن کیا تو زہرہ خانم نے بلکہ سب ہی نے دیکھا پوی، روبی کے بستر میں لیٹا ہوا تھا۔ مارے غصے کے وہ پاگل ہو کر تیزی سے پوی کی جانب بڑھی تھی مگر اس سے بھی پہلے ارم اپنی ہائی ہیل کا جوتا اتار کر اس کی جانب بڑھی تھی۔

ان سب کو دیکھتے ہی پوی جلدی سے روبی کو چھوڑ کر بستر سے باہر نکل آیا اور ارم اپنی جوتی سے اس کی ٹھیک ٹھاک ٹھکائی کرتے ہوئے اس کو روم سے باہر لے گئی۔ ابو بھی ان دونوں کے پیچھے چلے گئے تھے جبکہ زہرہ خانم معذرت کرنے اور روبی کو تسلی دینے کے لیے ابھی روم کے اندر موجود تھی۔ ان کے ساتھ کرن بھی تھی۔ ادھر روبی ابھی تک کمبل پر اپنا چہرہ رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ زہرہ خانم نے آگے بڑھ کر اس کو پوری محبت سے گلے لگایا۔ پھر سر منہ چوم کر پوچھا۔

"روبی گڑیا! سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ تمہیں دروازہ بند کرنا یاد نہیں رہا تھا یا پوی کے نوک کرنے پر خود کھولا تھا۔"

"آپا! مجھے سردی لگ رہی تھی اس لیے آتے ہی سیدھی ڈریس چینج کرنے چلی گئی اور ڈور بند کرنا بھول گئی۔" روبی نے روتے ہوئے بتایا۔

"خیر! اب تم اپنے روم کا دروازہ کھلا بھی رکھو گی تو تب بھی پوی تمہارے روم کا رخ نہیں کرے گا۔ دیکھو اس کی جگہ میں معافی مانگتی ہوں تم سے۔" روبی خاموش ہی رہی اور زہرہ خانم نے پھر کہا۔

"چلو بیٹی! غصہ تھوک دو میں معافی مانگ رہی ہوں۔"

پلیز آپا! آپ ایسی بات نہ کریں۔ میں آپ سے خفا نہیں ہوں۔" روبی نے کہا۔ حالانکہ اس کا بولنے کا موڈ نہیں تھا۔ تب زہرہ خانم نے کہا۔

"ہم سب تم سے محبت کرتے ہیں۔ باقی رہا پوی تو وہ پھر کبھی ایسی غلطی نہیں کرے گا۔ تم نے دیکھا ہے جس طرح تمہاری ارم آپی اس کو جوتی سے مارتی ہوئی تمہارے روم سے لے کر گئی ہے۔ اچھا اب تم سو جاؤ۔" انہوں نے کہا تو کرن نے روبی کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"آئی ایم سوری روبی! آؤ اب تم دروازہ بند کر لو۔" پھر وہ ماں کے ساتھ روم سے باہر نکل گئی۔ اب زہرہ خانم کا رخ اپنے روم کی جانب تھا۔ اس کو یقین تھا ارم پوی کو لے کر وہیں گئی

ہو گی۔

کرن اور زہرہ خانم کے روم سے نکلتے ہی روبی نے اٹھ کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ پھر وہ بستر پر لیٹ کر دیر تک روتی رہی اور روتے روتے سو گئی۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ اس گھر میں اس کے ساتھ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

ادھر جب زہرہ خانم اپنے روم میں داخل ہوئیں تو پومی ایک جانب کھڑا رو رہا تھا۔ ارم ابھی تک غصے میں بھری اس کے سامنے کھڑی اس کو گھور رہی تھی۔ ماں کو دیکھتے ہی نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ حرکت دیکھی آپ نے اس کتے کے پلے کی۔ ابھی سے لڑکی کو ہم سے متنفر کرنے لگا تھا۔ اس کی جرأت کیسے ہوئی روبی کے بیڈروم میں جانے کی۔ حرامزدہ، الو کا پٹھا۔" ارم گالیاں دیتی جا رہی تھی۔ مگر باپ چپ چاپ سنتا جا رہا تھا۔ زہرہ خانم کو برا تو لگا مگر وہ ارم کو ٹوک یا ڈانٹ کر خفا نہیں کر سکتی تھی کہ سارا گھر اس کے دم سے چلتا تھا۔ نرمی سے صرف اتنا ہی ارم سے کہا۔

"تم اپنے روم میں جا کر آرام کرو۔ میں خود خبر لیتی ہوں۔ اس کمینے بے غیرت نسل کی۔" ان کی بات سنتے ہی ارم چلی گئی تھی۔ کرن بھی ان کے ساتھ آنے کی بجائے اپنے بیڈروم میں چلی گئی تھی۔ ارم کے روم سے جاتے ہی پومی ان کے قریب آیا پھر اپنا سر ان کے آگے کرتے ہوئے بولا۔

"ذرا دیکھئے کتنی زور زور سے کتیا نے جوتیاں ماری ہیں اور پھر زور زور سے رونے لگا۔" زہرہ خانم نے اس کا سر پکڑ کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "پوری چنڈال ہے۔ اتنا زیادہ بھائی کو مارنے کی کیا ضرورت تھی۔ عزت تو نہیں لوٹ لی تھی روبی کی۔ اس کو بہانہ چاہیے تمہیں ڈانٹنے اور مارنے کا' کتی' گشتی۔" پومی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ ارم کو گالیاں دیتی رہیں اور جب پومی روتے روتے چپ ہو گیا تو نرمی سے بولیں۔ "تم جانتے ہو نا ہمارے جو پروگرام روبی کے بارے میں ہیں۔ جس چیز کی بڑی بولی لگتی ہے تم اس کو ضائع کرنے لگے تھے۔ غصہ تو مجھے بھی بہت زیادہ آیا تھا مگر اب جب ارم نے ہی اتنا مارا اور ڈانٹ کر گئی ہے تو میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ تم اب بچے نہیں رہے کہ ان باتوں کو سمجھ نہ سکو۔ آخر تمہیں عقل کب آئے گی؟ ہماری ساری محنت ضائع کرنے لگے تھے۔ تم باہر سے کوئی لڑکی نہیں پھانس سکتے، اپنی ضرورت کے لیے۔"

"مما روبی مجھے اچھی لگتی ہے۔ میں اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں۔" پومی نے لاڈ سے ان کے کاندھے پر اپنا چہرہ رکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے! اچھی لگتی ہے کر لینا شادی بھی۔ اس نے اب جانا ہی کہاں ہے۔ جس خاندان کی وہ ہے ایسی لڑکی کے لئے وہاں واپسی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ مگر پہلے اس کو کچھ بن تو لینے دو۔ دوبارہ کبھی میں تمہیں ایسی حرکت کرتے ہوئے نہ دیکھوں، ورنہ ارم نے تم مارا ہو گا میں زیادہ ماروں گی سمجھے۔" زہرہ خانم نے دھمکی دی۔

"مما روبی پکی پکی میری ہے نا۔" پومی نے پھر پوچھا۔

"ہاں ہاں پکی پکی تمہاری ہے۔ مگر ابھی نہیں۔ ابھی تو تم صبح روبی سے معافی مانگو گے تا کہ اس کے دل سے خوف دور ہو سکے۔ کہنا روبی بہن مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے معاف کر دو۔ پھر کبھی ایسا نہیں ہو گا۔"

"او مما! بہن بھی نہیں کہوں گا، ہاں ایکسکیوز ضرور کروں گا۔" پومی نے کہا تو زہرہ خانم نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تم نے کونسا دل سے بہن کہنا ہے بار بار روز روز کہنا ہے۔ بس ایک بار ہی تو کہنا ہے۔" اور پومی مان گیا۔ تب زہرہ خانم کے شوہر نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔

"تمہاری بیٹی کی زبان کچھ زیادہ ہی کھلتی جا رہی ہے۔ کسی دن میں نے کچھ کہہ دیا تو تمہیں برا لگے گا۔ بہتر ہے تم خود ہی اس حرامزادی کو سمجھا دو ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔"

"آپ کو کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جب کمائی نہیں کرتے تو پھر باتیں کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس سن لیا کریں چپ چاپ اور یہ سمجھ لیا کریں کہ کتیا بھونک رہی ہے اور پھر وہ کونسا روز روز بولتی ہے۔ تمہارے بیٹے نے حرکت ہی ایسی کی تھی۔" پھر پومی کو اپنے روم میں جانے کا کہتے ہوئے وہ سونے کیلئے لیٹ گئی تھیں۔

☆☆☆

صبح جب بلال وضو کر کے مسجد جانے کے لیے اپنے روم سے باہر آئے تو بیگم خلاق ان کے انتظار میں پہلے سے لاؤنج میں ٹہل رہی تھیں۔ بلال کو دیکھتے ہی بولیں۔

"رات ماں باہر بیٹھی انتظار کرتی رہی اور تم جان بوجھ کر واش روم سے باہر نہیں آئے۔ اب مسجد جانے سے پہلے تمہیں میری بات سننی ہو گی۔ میری بات سنے بغیر آج تم مسجد نہیں جا سکتے، سنا تم نے۔"

"امی جان! جماعت کھڑی ہونے والی ہے۔ آپ کو پتہ ہے میں ہمیشہ نماز با جماعت ادا کرتا ہوں۔" بلال نے کہا پھر ماں کی بات کا جواب دیئے بغیر مسجد چلے گئے۔ مسجد سے نکل کر پھر وہ روبی کی تلاش میں چل پڑے۔ روبی کے سوا اب ان کو کسی بات کا ہوش نہیں تھا جبکہ ماں اپنی جگہ غصے سے کھول کر رہ گئی تھیں۔

☆☆☆

جب روز روز گڈو کی ماں کے فون آنے لگے تو حمیدہ نے رات کے کھانے پر جب سب ہی گھر والے موجود تھے کہا۔

"آخر کب تک روبی کو ایبٹ آباد رکھیں گے اور گڈو کو اپنے گھر میں اب مل کر سوچو خاندان والوں سے روبی کے بارے میں کیا کہنا ہے تا کہ ہمیشہ کے لیے یہ مسئلہ ختم ہو سکے۔"

"کیا کہنا چاہیے؟" نصیر صاحب نے پوچھا۔

"یہی تو پوچھ رہی ہوں کہ کیا کہنا چاہیے؟" شمشاد نے کہا تو گڈو بولی۔

"پھوپھو! آپ اجازت دیں تو میں کچھ کہوں۔"

"اجازت کیسی۔ بتاؤ اگر اس مسئلے کا کوئی اچھا حل ہے تمہارے پاس تو میری اپنی سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔"

آپ سب خاندان والوں سے کہہ دیں روبی کی زیادہ خراب طبیعت کی خبر آنے پر میں اور اس کے ابو سلمان کو ساتھ لے کر ایبٹ آباد گئے مگر ہمارے جانے سے پہلے ہی وہ مر چکی تھی۔ ہم اس کو وہیں دفن کر کے واپس آ گئے۔ اب چہلم کا ختم یہاں اپنے گھر پر کریں گے اور پھر چہلم کا ختم کر کے لوگوں کو یقین دلا دیں کہ روبی واقعی مر چکی ہے۔" گڈو نے بات ختم کر کے سب کی جانب دیکھا۔

"تمہارے خیال میں لوگ یقین کر لیں گے؟" شمشاد نے کہا۔ جبکہ سلمان کا چہرہ تو ایک بار پھر مارے غصے کے سرخ ہو رہا تھا اور وہ روبی کا ذکر سنتے ہی دانت پیسنے لگا تھا۔

"یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں اور اگر نا بھی کریں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ ظاہری طور پر تو سب کے منہ بند ہو جائیں گے۔" گڈو کی بات میں وزن تھا۔ پھر کچھ نہ کچھ حل تو اس مسئلے کا نکالنا ہی تھا۔ سو پھر یہ طے ہو گیا کہ پہلے وہ یہ ساری بات بیگم اخلاق کو سمجھا دیں جو اخلاق سے ابھی تک لاہور ہی میں مقیم تھیں۔ پھر خاندان والوں سے بھی کہہ دیا جائے گا۔ روبی کے سسرال سے بھی تا کہ یہ مسئلہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو سکے۔ خاندان والے تو دور ہیں محلے والے جو روز روز پوچھتے ہیں ان سے بھی جان چھوٹ جائے گی۔

اگلی صبح سب سے پہلے تو شمشاد نے کپڑوں کی دھلائی اور گھر کی صفائی کے لیے ایک لڑکی ملازمہ رکھ لی۔ حالانکہ زوبی نے کہا بھی تھا کہ وہ سکول جانے سے پہلے گھر کی صفائی کر دیا کرے گی۔ مگر شمشاد نے اس کو مناسب نہ سمجھا کیونکہ زوبی سائنس پڑھ رہی تھی۔ وہ ڈاکٹر بننا چاہتی تھی اور شمشاد نہیں چاہتی تھی کہ اس کی پڑھائی کا حرج ہو۔ ڈاکٹری تو ویسے بھی بہت مشکل ہوتی ہے۔ اس لیے اس نے ملازمہ رکھ لی تھی۔ اور بیگم اخلاق کے گھر جانے کا پروگرام بنانے لگی۔

☆☆☆

اگلی رات بلال گھر آئے تو ماں کے ساتھ کمال بھی ان کے منتظر تھے۔ مگر ان کے روم میں نہیں باہر لاؤنج میں۔ بلال جیسے ہی اندر داخل ہوئے کمال نے ان کو دیکھتے ہوئے تحکمانہ پکارا۔

"بلال! اپنے روم میں جانے سے پہلے میری اور امی جان کی بات سن لو۔"

بلال روز کی طرح آج بھی ناکام ہی تھکے ہارے گھر واپس آئے تھے۔ اور وہ نہیں جانتے تھے کہ گھر کے اندر آج بہت بڑی خوشخبری بھی ان کی منتظر ہے۔ انہوں نے مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ جانا تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے امریکہ کی ایک فرم میں ملازمت کے لیے بھی اپلائی کیا ہوا تھا۔ وہاں سے بھی بلال کا بلاوا آ گیا تھا۔ سب گھر والے خوش بھی تھے اور پریشان بھی کہ بلال کا رویہ شادی کے حوالے سے پھر بدل چکا تھا۔

رات اس نے ماں سے صاف کہہ دیا تھا اگر لڑکی والے انتظار نہیں کر سکتے تو اپنی بیٹی کی شادی کہیں اور کر لیں۔ بیگم اخلاق نے یہ بات کمال کو بتا دی تھی۔ یہی وجہ ہے اس وقت ماں کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی بلال کے ساتھ بات کرنے کے لئے موجود تھے۔ بلال سیدھا ان کی جانب ہی آئے۔ پھر سلام کیا۔ جس کا جواب دیتے ہوئے کمال نے پوچھا۔

"رات کیا بکواس کی ہے تم نے امی جان کے ساتھ۔ وہ کونسا ذاتی کام ہے جس کو نہ تم ادھورا چھوڑ سکتے ہو اور نہ ہی وہ مکمل ہوتا ہے۔ جبکہ امریکہ کی جس فرم میں تم نے جاب کے لیے

اپلائی کیا تھا وہاں سے تمہارا بلاوا آ گیا ہے۔" یہ سنتے ہی بلال نے سوچا۔

اوہ! تو بلاوا آ گیا امریکہ سے۔ بہر حال جانے سے پہلے شادی نہیں روبی کو تلاش کر کے اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش کروں گا تا کہ پورے سکون سے امریکہ جا سکوں اور اگر روبی نہ ملی تو پھر ہو سکتا ہے امریکہ جانا کینسل کرنا پڑے۔

"تم چپ کیوں ہو؟ میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے۔ آج تم کو اپنے ذاتی کام کے بارے میں بتانا ہوگا۔" کمال نے ان کو خاموش دیکھ کر پوچھا۔

"میں نے اپنے ذاتی کام کے بارے میں آپ کو بتا دیا تو میرے کام کا سن کر آپ لوگوں کو اور زیادہ غصہ آئے گا۔ صرف اتنا کہتا ہوں اب میں امریکہ جانے سے پہلے شادی نہیں کرنا چاہتا کہ میرے پاس اس کا ٹائم نہیں رہا۔ ہاں واپسی پر سوچا جا سکتا ہے۔"

بلال نے ان کے سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بتایا۔

"تم بتاؤ تو سہی، یقین کرو ہمیں غصہ نہیں آئے گا؟" کمال نے کہا۔ ماں تو ابھی تک خاموش ہی بیٹھی ان کو غصے سے گھورتی جا رہی تھیں۔

"بھائی جان مجھے کسی کی تلاش ہے۔ مگر وہ سخت کوشش کے باوجود ابھی تک نہیں مل سکی۔" بلال کہہ کر چپ ہو گئے۔

"کس کی تلاش ہے تمہیں، کون ہے وہ۔" اب کہ بیگم اخلاق نے غصے سے پوچھا۔ بلال خاموش ہی رہے تو کمال نے کہا۔

"دیکھو بلال تمہیں جس کی تلاش ہے ہمیں بھی اس کے بارے میں بتاؤ۔ ہو سکتا ہے ہم بھی تمہارے ساتھ مل کر تلاش کر کے تمہاری پریشانی ختم کر سکیں۔" تب بلال نے بے حد مدہم لہجے میں کہا۔

"بھائی جان! مجھے شمشاد خالہ کی بیٹی روبی کی تلاش ہے۔ روحی کے ولیمے سے لے کر اب تک اس کی تلاش میں ہوں مگر افسوس کہ اپنی پوری کوشش کے باوجود میں ابھی تک اس کو تلاش نہیں کر پایا۔"

"کیا کہا تمہیں روبی کی تلاش ہے۔" بیگم اخلاق نے چونک کر بلال کو دیکھا۔ پھر سخت غصے سے پوچھا۔ "تمہیں اس آوارہ کی تلاش ہے۔ وجہ بتانا پسند کرو گے مجھے کہ کیوں تلاش ہے؟" بلال نے بمشکل ماں کے روبی کے لیے ان الفاظ کو برداشت کیا پھر کہا۔

"ہونہہ! وہ آوارہ نہیں تھی۔"

"میں پوچھتی ہوں اگر وہ آوارہ نہیں تھی تو پھر گھر سے کیوں بھاگی؟ تم کون ہوتے ہو اسے شریف سمجھنے والے جبکہ اس کے اپنے سگوں کو اس کی پرواہ نہیں تو تم کون ہوتے ہو اس کے لیے پریشان ہونے والے۔ اس کی فکر میں دبلے ہونے والے۔ تمہاری ذاتی دلچسپی کی وجہ کیا ہے۔ بس ذرا یہ مجھے بتا دو۔ جب اس کے گھر والے اس کو تلاش نہیں کر رہے تو تم کس لیے کر رہے ہو۔"

"امی جان! وہ صرف میری وجہ سے گھر چھوڑ کر بھاگی تھی۔ اس لیے میں اس کو تلاش کر رہا ہوں۔ اپنے گناہ کے کفارے کے لیے۔" بلال اتنا کہہ کر چپ ہو گئے۔

"تمہاری وجہ سے گھر چھوڑ کر بھاگی تھی۔ میں سمجھی نہیں۔" بیگم اخلاق نے پوچھا۔

"جی امی جان! صرف میری وجہ سے۔" بلال اتنا کہہ کر پھر خاموش ہو گئے تو بیگم اخلاق نے پریشانی سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"بلال! تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ مجھے ذرا وضاحت سے بتا دو۔ وہ کیسے تمہاری وجہ سے گھر چھوڑ کر بھاگی؟" ماں کی بات سن کر بلال کچھ دیر سوچتے رہے پھر پوری تفصیل کے ساتھ تمام واقعات سے ان کو آگاہ کر دیا۔ روبی کا برسات کی طوفانی رات کو ڈر کر ان کے پاس آنا اور ان کا اس کو غلط سمجھ کر نا صرف روبی کو برا بھلا کہنا بلکہ مارنا بھی ساری بات سننے کے بعد بیگم اخلاق نے محبت سے بیٹے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر بات صرف اتنی ہی ہے تو اس میں تمہارا تو کوئی قصور نہیں۔ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس سے بھی برا رویہ اس کے ساتھ اختیار کرتا۔"

"قصور ہے امی جان! آپ نہیں سمجھتیں صرف میں سمجھتا ہوں۔" بلال اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولے۔

یہ دیکھ کر بیگم اخلاق اٹھ کر بیٹے کے پاس آئیں پھر محبت سے ان کے سر کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولیں۔

"میرے پیارے اور نیک بیٹے، تمہارا رویہ حالات کے مطابق تھا۔ یہ روبی کی بدقسمتی ہے کہ بجائے تمہاری باتوں کو سمجھ کر اپنی اصلاح کرنے کے وہ گھر سے ہی بھاگ گئی اور یہ بہت بڑا اقدام تھا جو اس نے اٹھایا۔ اچھی لڑکیاں ایسا نہیں کرتیں۔ مان لو اس کے خیالات اچھے نہیں تھے اس لیے وہ آدھی رات کو تمہارے پاس آئی جبکہ گھر میں بھی کوئی نہیں تھا۔ مان لو وہ تھی ہی آوارہ اور۔"

"امی جان پلیز! میرے سامنے آپ اس کو آوارہ نہیں کہیے گا۔ وہ بجلی، بادل، طوفان سے بہت زیادہ ڈرتی تھی۔ یہ مجھے بعد میں شمشاد خالہ نے بتایا تھا، بے شک خود بھی شمشاد خالہ سے پوچھ لیجیے گا وہ گھر میں اکیلی تھی۔ اس لیے۔" مگر بیگم اخلاق نے ان کو بات پوری کرنے کا موقع دیے بغیر غصے سے کہا۔

"وہ اکیلی تھی۔ وہ بجلی، بادل، بارش سے ڈرتی تھی۔ وہ یہ تھی وہ تھی فلاں ہو گیا۔ فلاں ہو گیا۔ میں کہتی ہوں جو ہونا تھا ہو گیا اور اس میں تمہارا کوئی قصور بھی نہیں۔ یہ سب انجانے میں ہوا۔ اب مجھے صرف یہ بتاؤ تم کیا چاہتے ہو جبکہ امریکہ جانے کا بلاوا بھی آ گیا ہے اور امریکہ جانے سے پہلے تمہیں شادی بھی لازمی کرنی ہے۔ کسی بھول میں نہ رہنا کہ تم انکار کرو گے تو ہم مان لیں گے۔" انہوں نے حتمی لہجے میں کہا تو بلال نے بھی ان کے غصے کی پرواہ کیے بغیر کہا۔

"میں ہر حال میں امریکہ جانے سے پہلے روبی کو تلاش کرنا چاہتا ہوں تا کہ سکون سے اپنے سفر پر روانہ ہو سکوں۔ اگر روبی نہ ملی تو شادی کرنا تو دور کی بات میں امریکہ جانا بھی ملتوی کر دوں گا۔" بلال نے بھی قطعیت سے کہا۔

"میں کہتی ہوں روبی کی تلاش اس کے گھر والوں کا مسئلہ ہے۔ جب وہ اس کو تلاش نہیں کر رہے تو تمہیں کیا تکلیف ہے۔" انہوں نے غصے سے کہا۔

"امی جان! میں نے صاف صاف آپ کو بتا دیا ہے آپ پھر بھی پوچھتی ہیں۔ مجھے کیا تکلیف ہے۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ تکلیف میں روبی ہے۔ وہ بھی میری وجہ سے کہ میرے نامناسب رویے کی وجہ سے وہ گھر سے بھاگی۔ وہ چھوٹی تھی۔ مجھے چاہیے تھا اس کو نرمی سے سمجھاتا۔ مگر میں نے حد سے زیادہ نامناسب لہجہ اختیار کیا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ وہ جتنے گناہ کرے گی ان کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہو گی۔ مجرم میں ہوں گا۔"

"کیا فضول بکواس کر رہے ہو؟ جو گناہ کرتا ہے جرم کرتا ہے مجرم بھی وہی کہلاتا ہے۔ مجھ سے بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ صبح تم میرے ساتھ ایبٹ آباد واپس چلو گے۔ یہ میرا حکم ہے۔" بیگم اخلاق نے شدید غصے سے کہا۔

"امی جان! کبھی کبھی اس دنیا میں یہ بھی ہوتا ہے کہ گناہ کوئی اور کرتا ہے اور سزا کسی اور کو ملتی ہے۔ آپ ایبٹ آباد جانے کی بات کرتی ہیں۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں اگر روبی نہ ملی تو میں امریکہ بھی نہیں جاؤں گا۔ شادی کرنے کا فی الحال سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ اچھی طرح جانتی ہیں میں نے زندگی ہمیشہ گناہ اور ثواب کو سمجھتے ہوئے بسر کی ہے اور میں اپنے اس گناہ کا کفارہ ادا کرنے کے بعد ہی کچھ اور کر سکوں گا اور یہ میرا حتمی فیصلہ ہے۔"

"ہوں تو روبی کی وجہ سے نہ تم شادی کرو گے اور نہ ہی امریکہ جاؤ گے۔ اب میں تمہاری بات اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ تم نے محض روبی کے ساتھ شادی کرنے کیلئے رات شادی سے انکار کیا اور اب بھی کر رہے ہو۔ حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو ایسی بدکردار آوارہ لڑکی کی ہمارے خاندان میں بالکل گنجائش نہیں ہے۔ تم نے سوچا بھی کیسے کہ ہم اس آوارہ کو اپنی بہو تسلیم کر لیں گے۔" انہوں نے بے حد غصے سے کہا۔

بلال خود بھی اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ان کے خاندان میں روبی کو کوئی بھی بطور بہو قبول نہیں کرے گا ورنہ شروع میں انہوں نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ روبی کو تلاش کر کے خود اس کے ساتھ شادی کر لیں گے مگر اب وہ چاہتے تھے بس ایک بار روبی مل جائے تو وہ اس کو ساتھ لے کر شمشاد خالہ کے گھر جائیں گے۔ شمشاد خالہ کے پاؤں پکڑ کر سلمان کو سمجھا کر نصیر صاحب کو اللہ رسول کا واسطہ دے کر روبی کو معاف کر دینے کا کہیں گے اور بلال کو پورا یقین تھا کہ وہ اس میں کامیاب رہیں گے آخر وہ ان کا اپنا خون تھی۔ اور بلال کے ضمیر کا بوجھ بھی ہلکا ہو جائے گا اور وہ سکون سے امریکہ جا سکیں گے لیکن اب ماں نے جب یہ بات کی تو ان کو غصہ تو بے حد آیا مگر انہوں نے ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"امی جان! آپ اچھی طرح جانتی ہیں میں نے کبھی آپ سے تو کیا کسی سے بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ میرا مقصد صرف روبی کی تلاش ہے۔ اگر آپ نے دوبارہ یہ بات کی تو پھر روبی کے ساتھ شادی کے لیے میں سنجیدگی سے سوچوں گا۔ بہتر ہے آپ پہلے ہی اپنے رویے پر غور کر لیں۔" اور بلال کی یہ دھمکی سن کر بیگم اخلاق سمجھ گئیں وہ جو کہہ رہا ہے وہی کر گزرے گا۔ اس لیے اب کے بار ساری شادی وادی کی بات بھول کر نرمی سے بولیں۔

"بیٹا اگر تم شادی نہیں کرنا چاہتے تو ٹھیک ہے مگر روبی کی تلاش میں اپنا مستقبل تباہ مت کرو۔ اب مجھے تمہاری بات پر یقین آ گیا ہے اور سنو بیٹا! اب تم بھی اپنی ماں پر یقین کرو۔ تم امریکہ جاؤ یہ میرا تم سے وعدہ ہے کہ اب روبی کو میں اور کمال مل کر تلاش کریں گے اور ملنے پر میں شمشاد سے مل کر خود کہہ کر روبی کو معاف کروا دوں گی۔"

"امی جان! آپ سچ کہہ رہی ہیں۔" بلال نے بے یقینی سے پوچھا۔ کیونکہ امریکہ جانے کی بلال کی اپنی خواہش تھی، بلکہ خوشی۔

"اگر تم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تو کیا کبھی ماں کو جھوٹ بولتے ہوئے دیکھا ہے۔" بیگم اخلاق نے تھوڑی تلخی سے کہا۔

"سوری امی جان!" بلال نے معذرت کی۔ اب اس کو ماں کی بات پر پورا یقین آ گیا تھا۔ مگر اچانک پریشان ہو کر پوچھا۔

"امی جان! اگر روبی کے گھر والوں نے اس کا پتا نے سے انکار کر دیا تو۔" بلال دل کا خدشہ زبان پر لے آئے۔

بیگم اخلاق بچی نہیں تھیں جو بلال کی یہ کیفیت نہ سمجھتیں۔ انہوں نے زندگی میں پہلی بار بلال کو کسی لڑکی کے بارے میں پریشان اور بے تاب ہوتے دیکھا تھا۔ انہوں نے سوچا تین ماہ ان کے گھر رہا تھا۔ ہو سکتا ہے اچھی لگی ہو۔ خوبصورت بھی تو بہت زیادہ تھی۔

"میں نے کہا تو ہے کہ میں خود شمشاد سے کہوں گی وہ بچی کو معاف کر دیں۔"

انہوں نے بلال کو پھر یقین دلانے کی کوشش کی۔

"او کے امی جان! میں امریکہ چلا جاتا ہوں۔ تاہم اگر انہوں نے روبی کو معاف نہ کیا تو پھر آپ اس کو یہاں کمال بھائی کے گھر لے آئے گا۔ ٹھیک ہے نا۔" بلال نے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک۔" بیگم اخلاق ان کی ہر شرط مان کر فی الحال ان کو جلد از جلد امریکہ بھیجنا چاہتی تھیں۔

روبی کو انہوں نے تین برس پہلے دیکھا تھا۔ تب ان کو معلوم نہیں تھا کہ یہ بچی ایسی بدمعاش نکلے گی اور اپنے گھر والوں کے ساتھ ساتھ ان کو بھی پریشان کرے گی۔ ان کو جو کچھ خود شمشاد نے اپنی زبانی بتایا تھا اسی پر یقین تھا اور شمشاد ایسی ماں تھی کہ بیگم اخلاق کو آصف اور توصیف کے بارے میں بھی صاف صاف بتا دیا تھا۔ یہی وجہ تھی بلال کی روبی میں دلچسپی ان کو ایک آنکھ نہ بھا رہی تھی۔ اور وہ دل پر جبر کر کے ان کی ہر شرط مان رہی تھی۔ شادی تو امریکہ واپسی پر بھی ہو سکتی تھی لیکن اگر وہ روبی کی تلاش کو بہانہ بنا کر امریکہ نہ گئے تو پھر روبی سے شادی پکی بات تھی اور وہ یہ نہیں چاہتی تھیں۔ اس لیے کہا وہ روبی کو خود تلاش کریں گی۔

بلال روبی کو بھول کر ماں کو ان کا روبی کے بارے میں وعدہ یاد دلاتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ ان کو رخصت کرنے خان اخلاق خان بھی لاہور آ گئے تھے۔ ان کے جانے پر شمشاد بھی ملنے آئی تھیں اور روبی کے بارے میں ان کو اپنا پروگرام بتا دیا تھا۔ بیگم اخلاق نے کہہ دیا تھا وہ جیسا چاہیں گی ویسا ہی ہوگا۔ اور پھر اسی رات وہ بلال سے روبی کے حوالے سے کیا ہوا ہر وعدہ بھول کر اپنے شوہر کے ساتھ ایبٹ آباد واپس چلی گئیں۔ ان کا روبی کو تلاش کرنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔

☆☆☆

روبی کو معلوم تھا صبح وہ شوبز کی دنیا کی جانب پہلا قدم بڑھا رہی تھی۔ ملک کے سب سے مشہور فلمی پرچے کا فوٹوگرافر رسالے کے سرورق کے لیے اس کی تصویر لینے آ رہا تھا اور روبی نے پہلی بار سنجیدگی سے سوچا تھا کیا اس کو یہ سب قبول کر لینا چاہیے۔ گھر والوں کو جب پتہ چلے گا وہ شوبز میں چلی گئی ہے تو وہ کیا سوچیں گے؟

اونہہ! جو بھی سوچیں۔ روبی نے نفرت سے سر جھٹکا پھر سوچا۔

بہن بھائی کی غیرت ہوتی ہے اور جب بھائی خود ہی بہن کو آوارہ کہہ دے تو غیرت اپنے آپ مر جاتی ہے۔ بیٹی باپ کی عزت ہوتی ہے اور اگر باپ ہی بیٹی پر شک کر کے اس کو بدچلن کہہ دے تو عزت خود ہی روٹھ کر کہیں چلی جاتی ہے۔ بیٹی ماں کی آبرو ہوتی ہے اور جب ماں خود بیٹی کو چیخ چیخ کر مار مار کر آوارہ، بدکردار، بے غیرت کہنے لگے تو آبرو لٹ جاتی ہے اور جہاں بہن بھی اپنے ذاتی مفاد کے لیے بہن کی دشمن بن جائے تو سب کچھ ختم ہو جاتا ہے اور یہ سب حادثے روبی کے ساتھ گزر چکے تھے۔ ان سب باتوں کے بعد محبت کی گنجائش کہاں باقی رہ جاتی ہے۔

روبی کے لیے بھی ان سب کی محبت ہمیشہ کے لیے مر گئی تھی اور بہت کچھ سوچنے کے بعد اس نے شوبز جوائن کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ اس قدر مشہور ہو جائے کہ اس کے ایک ایک پل ایک ایک حرکت کی خبر اس کے والدین اس کے بہن بھائیوں تک پہنچتی رہے۔ اس کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا اخباری سرخیوں کی زینت بننے لگے۔ وہ ان سے دور رہ کر بھی

خبروں کی صورت میں ان تک پہنچتی رہے اور اس کے لیے شوبز جوائن کرنا ضروری تھا۔ صبح وہ فلمی رسالے کی ایک تصویر کے لیے زہرہ خانم کے ساتھ جا کر باہر سے تیار ہو کر آئی تھی اور رسالہ مارکیٹ میں آتے ہی اس کی خوبصورتی کی ہر جانب دھوم مچ گئی تھی۔

* ☆☆☆ *

شمشاد بیگم نے جب بیگم اخلاق خان سے بات کرلی تو پھر گھر جا کر سب کو کہہ دیا کہ اب ایک ہفتہ بعد سب خاندان والوں کو فون کر کے کہہ دیں گے روبی مرگئی ہے۔ پھر چند روز سوگ منانے کے بعد سلمان، گڈو کو جا کر چھوڑ آئے گا۔ اس بار بھاوج کا فون آنے پر حمیدہ نے صاف صاف کہہ دیا تھا...... میں ایبٹ آباد جا کر روجی کو گھر لے آؤں پھر روجی، عامر اور شوہر کے ساتھ سلمان کے لیے گڈو کا ہاتھ مانگنے آؤں گی اور بھاوج نے اس کی بات پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"تمہاری ہی بیٹی ہے جب جی چاہے آجانا میرے لیے سلمان پہلے ہے باقی لوگ بعد میں۔" کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی بیٹی سلمان سے محبت کرتی تھی۔ ویسے بھی اس رشتے میں کوئی برائی نہیں تھی لڑکا نا صرف اپنے گھر کا دیکھا بھالا تھا بلکہ پڑھا لکھا بھی۔ اس پر بے حد محنتی اور پھر اکلوتا بھی۔ شمشاد کا جو کچھ بھی تھا...... مطلب گھر وغیرہ بمعہ کیش یہ سب سلمان ہی کا تو تھا۔ بیٹیاں تو ویسے بھی شادی کے بعد پرائی ہو جاتی ہیں۔ ان کی اپنی بھی شروع سے یہی خواہش تھی کہ وہ سلمان کو اپنی بیٹی دیں گی۔ مگر یہ نہیں سوچا تھا کوئی اور اب بڑی بیٹی کا ہی رشتہ سلمان سے طے ہو گیا تھا۔

* ☆☆☆ *

غزالہ نے پرویز سے کہا تھا۔ "سنو پرویز! اب دو چار روز میں نہ آسکوں گی۔ پرسوں رات چونکہ آنے کا وعدہ کر رکھا تھا اس لیے برستی بارش میں بھی اپنا وعدہ نبھانے چلی آئی تھی۔ صرف یہ سوچ کر کہ تم کھانا سامنے رکھے میرا ویٹ کر رہے ہو گے اور میرے نہ آنے کی صورت میں بھوکے ہی رہ جاؤ گے مگر اب میں تمہیں بتا رہی ہوں آج رات میں نہ آسکوں گی میرا انتظار مت کرنا۔"

"کل کی بات چھوڑو۔ یہ بتاؤ کیا میں واقعی کھانا سامنے رکھے تمہارا ویٹ نہیں کر رہا تھا اور پھر تمہارے آنے پر کھانا تمہارے ساتھ مل کر ہی کھایا تھا۔ کیونکہ مجھے پورا یقین تھا میری جان ضرور آئے گی۔" پرویز نے محبت بھری نگاہوں سے غزالہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں! معلوم ہے۔ ویٹ کر رہے تھے۔ بتانے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے آج کہہ رہی ہوں آج رات میرا ویٹ نہ کرنا۔ موسم فی الحال اچھا ہوتا دکھائی نہیں دے رہا۔ بارشوں کا سلسلہ کچھ زیادہ ہی تیز ہو گیا ہے۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے موسم سرما ہی پھر لوٹ کر آرہا ہے۔ سیزن بارشوں کا تو نہیں پھر بھی بارشیں ہو رہی ہیں۔ خیر میں آج رات نہیں آؤں گی۔ ہو سکتا ہے کل آجاؤں مگر آج بالکل نہیں یاد رکھنا۔"

غزالہ نے بھی پیار بھری نظروں سے پرویز کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ بس یکدم ہی وہ روجی کی شادی کے بعد محسوس کرنے لگی تھی جیسے اس کو بھی پرویز سے سچی محبت ہو گئی ہے۔ یہی وجہ تھی اب تو پرویز کے بغیر زندگی بسر کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ بس وہ چاہتی تھی جلدی سے اس کی بھی شادی ہو جائے تو وہ سکون سے اپنے شوہر کے گھر رہے۔

"اگر موسم اچھا ہو گیا تو......" پرویز نے لیٹے لیٹے اس کو دیکھا۔

"پھر بھی سوچوں گی پکا وعدہ نہیں۔ اگر آنا ہوا تو گیارہ بجے تک آجاؤں گی اور اگر گیارہ بجے تک نہ آئی تو پھر میرا ویٹ نہ کرنا کھانا کھا لینا۔ اچھے بچوں کی طرح اور پھر سو جانا۔" یہ کہتے ہوئے غزالہ اٹھ گئی تھی۔

پھر رات آئی تو نہ چاہتے ہوئے بھی پرویز اس کا ویٹ کرنے لگا۔ باہر آسمان پر بادل ضرور تھے مگر موسم خشک تھا۔ یعنی بارش نہیں ہو رہی تھی۔ پرویز کو پکا یقین تھا کہ غزالہ ضرور آئے گی۔ اس لیے کھانا نہیں کھایا تھا۔

غزالہ نے کہا تھا صرف گیارہ بجے تک میرا انتظار کرنا۔ پھر کھانا کھا لینا۔ مگر گیارہ بجنے کے باوجود پرویز نے کھانا نہیں کھایا تھا کہ وہ غزالہ کے ساتھ کھانے کا عادی ہو چکا تھا۔ بے حد ٹوٹ کر چاہنے لگا تھا اس کو۔ اگر وہ نہ ہوتی تو یہ تنہائی اس کو بہت اذیت دیتی۔ مگر اس نے پرویز کی زندگی میں آکر اس کی تنہائی کو ختم کر ڈالا تھا۔ اس کی ہر بات وہ مان لیتی تھی۔

گیارہ بجے کے بعد بارہ بھی بج گئے۔ پھر ایک، دو، تین مگر غزالہ نہ آئی اور وہ کھانا سامنے رکھ کر اس کا انتظار کرتا رہا اور سوچتا رہا۔ فجر کے قریب سوچتے سوچتے اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ

بھوکا ہی سو گیا تھا۔اپنی محبت کا انتظار کرتے۔

تاہم آفس جانے کے ٹائم پر آنکھ خود بخود ہی کھل گئی تھی کیونکہ وہ ہر روز سوتا ہی اس وقت تھا۔غزالہ کو اس کے گھر چھوڑ کر آنے کے بعد۔تاہم وہ الارم لگا کر سوتا تھا۔مگر آج بغیر الارم کے بھی آنکھ کھل گئی تھی۔ طبیعت میں کچھ بے چینی سی محسوس ہو رہی تھی۔آنکھ تو ٹائم پر ہی کھل گئی تھی۔مگر گھر سے نکلتے نکلتے بھی تھوڑی دیر ہو گئی تھی۔رات اچھی نہیں بیتی تھی۔سارا وقت غزالہ یاد آتی رہی تھی۔پرویز نے اکیلے کھانا کھایا ہی نہ تھا اور وہ بھوکا ہی سو گیا تھا۔اب ناشتہ کیے بغیر ہی آفس چلا آیا تھا کہ آفس کی کینٹین سے ناشتہ منگوا کر کرے گا۔اس نے ایسا کیا بھی تھا۔بہر حال روز کی طرح یہ دن بھی گزر گیا اور وہ اپنا کام ختم کر کے آفس سے اٹھ کر باہر آ گیا۔شام ہو رہی تھی۔سبھی گھروں میں جانے کی تیاری میں تھے۔ہر جانب رش ہی رش تھا۔

گھر آتے ہوئے حسب معمول وہ کھانا لے کر آیا تھا۔حالانکہ کل رات والا کھانا بھی وہ آفس آتے ہوئے فریج میں رکھ کر آیا تھا۔مگر وہ باسی کھانا غزالہ کو کھلانا نہیں چاہتا تھا۔اس کو یقین تھا غزالہ آج لازمی آئے گی۔اس نے پرسوں جاتے ہوئے کہا تھا کہ آج رات نہ آئی تو کل رات لازمی آؤں گی۔

مگر ہوا یہ کہ غزالہ اس رات بھی نہ آئی تھی اور عرصہ بعد پرویز کو آج غزالہ پر شدید غصہ آیا تھا۔غصے میں کھانا کھانے کی بجائے اٹھا کر پرے پھینک دیا تھا۔غصے سے کھولتا ہوا وہ سو گیا۔دل میں سوچ لیا آج رات اگر غزالہ آئی بھی تو بات نہیں کرے گا۔وہ ابھی تک اس بات سے بے خبر تھا کہ غزالہ اب اس کو ملنے کبھی نہیں آئے گی۔وہ اس کو تو کیا یہ دنیا ہی چھوڑ کر جا چکی تھی۔

صبح وہ شدید غصے کی حالت میں تیار ہو کر آفس آیا تھا۔رات اس نے کھانا نہیں کھایا تھا۔اپنی خفگی غزالہ پر ظاہر کرنے کو پرویز نے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔کرسی پر بیٹھ کر وہ فائلیں چیک کرنے کی بجائے سوچوں میں گم ہو گیا۔موڈ غزالہ کے نہ آنے سے سخت آف تھا۔کچھ وقت یونہی گزرا پھر اس نے اپنے معمولات کا آغاز کیا۔سب سے پہلے میز پر رکھا نیوز پیپر اٹھا کر کھولا۔پھر حسب معمول سب سے پہلے فرنٹ کی ہیڈ لائن پر نظر دوڑانے لگا۔اس کی نظریں یکدم اخبار میں لگی غزالہ کی تصویر پر آ کر رک گئیں۔فرنٹ پیج پر ہی غزالہ کی تصویر اور اس کی شرمناک اور اذیت ناک موت کی خبر موجود تھی۔

پرویز کو پہلے تو یقین ہی نہیں آیا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔مگر ایسا ہو چکا تھا۔اس نے ایک بار نہیں کئی بار یہ خبر پڑھی اور بالآخر اس کو یقین کرنا پڑا یہ سب سچ ہے۔غزالہ اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔اس کے بعد مزید آفس میں رکنا فضول تھا۔ جسم کام کرنے والی حالت میں نہیں رہا تھا۔اس کی محبت،اس کی جان،اس کے دل کا سکون اس دنیا کو چھوڑ کر جا چکی تھی۔وہ اپنی مری ہوئی محبت پر غصہ کھاتا رہا،کھولتا رہا تھا حالانکہ گھر بیٹھ کر غصہ کرنے سے بہتر تھا کہ اس کی تلاش میں نکل جاتا اور ہو سکتا ہے وہ بچ جاتی۔مگر وہ خود ہی آتی تھی۔یہاں چھوڑنے وہ اس کو لازمی جاتا تھا۔اس نے کئی بار غزالہ سے کہا تھا وہ اس کو لینے بھی آ جایا کرے۔مگر وہ نہیں مانی تھی،بولی تھی۔

"اگر مجھے کچھ دیر ہو جائے اور تمہیں کوئی محلے والا دیکھ لے یہ اچھی بات نہیں۔اس لیے میں خود ہی آ جایا کروں گی۔"وہ فوراً اٹھا اور اخبار ساتھ لے کر گھر واپس آ گیا۔گھر واپس آنے سے پہلے اس نے راستے میں رک کر چھوٹے بڑے کئی اخبار اور بھی خرید لیے تھے تا کہ اچھی طرح جان سکے غزالہ کے ساتھ کیا بیتی۔

سارا راستہ وہ یہی سوچتا آیا تھا یعنی وہ پرسوں رات ملنے آئی تھی مگر افسوس مجھ تک نہ پہنچ سکی۔کون تھے وہ لوگ جنہوں نے اسے اٹھایا اور پھر یہ حالت کرنے کے بعد موت دے کر بے رحمی سے گندے نالے کے کنارے اس کے نرم و نازک جسم کو ڈال گئے اور یہ سب بالکل اچانک یا اتفاقیہ نہیں ہوا تھا۔یقیناً کسی نے باقاعدہ پلاننگ کر کے غزالہ کو شکار کیا تھا۔پہلے وہ کئی روز تک غزالہ کی روٹین چیک کرتے رہے۔پھر موقع پا کر پکڑ لیا۔یہ کام کسی فرد واحد کا نہیں وہ ایک دو نہیں تعداد میں اس سے بھی زیادہ تھے۔پولیس اندازے کے مطابق چار یا پانچ۔حتمی بات پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے بعد ہی کی جا سکتی ہے۔یہ سب اخبار میں لکھا تھا۔مگر وہ سب تھے کون؟بہت زیادہ سوچنے کے بعد پرویز کا سب سے پہلا خیال اسی گھر کی جانب ہی گیا تھا جو زیر تعمیر تھا۔پرویز کو یقین تھا اس کا خیال غلط نہیں ہو سکتا۔وہاں ہو سکتا ہے کچھ مزدور رات کو رہتے ہوں۔یقیناً یہ حرکت ان لوگوں کی ہو سکتی ہے۔غزالہ ہر روز اس گھر کے سامنے سے ہو کر پرویز کے پاس آتی تھی۔وہ لوگ ہر رات اس کو آتے جاتے دیکھتے ہوں گے اور آخر پلان بنا کر پکڑ لیا۔مگر یہ پکی بات نہیں کہی جا سکتی اور پکی بات ہو بھی تو مجھے ان کو پکڑتے ہوئے خود اپنا خیال بھی رکھنا ہوگا کہ ہر رات غزالہ کو اس کے گھر چھوڑنے میں خود جاتا تھا۔جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔اب خواہ مخواہ جان بوجھ کر خود کو مشکل میں ڈالنے کا فائدہ کہ جانے والی کبھی نہ لوٹ کر آنے کے لیے دنیا چھوڑ کر جا چکی تھی۔کسی کے پکڑنے سے وہ واپس نہ آ سکتی تھی۔پھر دوسروں کو پکڑتے ہوئے خود کو رسوا کرنے کا فائدہ۔یہ تو تھی پرویز کے دماغ کی

سوچ۔

اور دل کی بے چینی، بے قراری اس کو بے سکون کرتی جا رہی تھی۔ اس نے سنا تھا کالی سیاہ ان گنت راتیں عورت کے وجود سے چاندنی راتوں میں ڈھل جاتی ہیں۔ پھر غزالہ نے اس کا یہ سنا ہوا سچ کر دکھایا تھا۔ اس نے اپنی قربت سے پرویز کی بے نور راتوں کو پر نور بلکہ دن بنا کر رکھ دیا تھا۔ ورنہ تنہائی میں مارے وحشت کے پرویز کا کیا حال ہوتا۔ وہ دل کی گہرائیوں سے اسے چاہنے لگا تھا اور وہ اس کو تنہا چھوڑ گئی تھی۔ وہ جو اس کی محبت، اس کی زندگی، اس کے دل کا سکون تھی اب اس کے بارے میں اخبار میں لکھا تھا وہ اچھے چال چلن کی لڑکی نہیں تھی۔ اس کی بہت سے لڑکوں سے دوستی تھی۔ جن سے ملنے کے لیے وہ روزانہ گھر سے باہر جاتی تھی۔ وہ ایک لوز کریکٹر لڑکی تھی۔ اور یہ تو صرف پرویز ہی جانتا تھا کہ وہ ہر رات صرف اس کے لیے گھر سے نکلتی تھی۔ اس رات بھی جب شکاری کتے اس کو شکار کرنے کا پروگرام بنا کر بیٹھے تھے وہ محبوب سے ملنے ہی گھر سے آئی تھی مہینوال کی سوہنی کی طرح خراب موسم کی پرواہ کیے بغیر۔ مگر اپنے محبوب تک نہ پہنچ سکی کہ راستے میں گھات لگا کر بیٹھے شکاری کتوں نے اس کو شکار کرنے میں کامیابی حاصل کر لی تھی۔ پرویز سوچ رہا تھا تب غزالہ کی کیا حالت ہوئی ہو گی۔ کیا اس نے اپنے آپ کو خطرے میں دیکھ کر اس کو پکارا ہو گا کہ آگے چند فرلانگ کے فاصلے پر اس کا گھر تھا۔ مگر وہ تعداد میں زیادہ تھے۔ انہوں نے اس کو چیخنے کا موقع بھی نہیں دیا ہو گا۔

ایک ہفتہ وہ آفس نہ جا سکا۔ ایک تو غزالہ کی ناگہانی موت کے صدمے کی وجہ سے۔ دوسرا پولیس کے خوف سے کہ وہ اس کو پکڑ نہ لے۔ غزالہ کی اکلوتی سہیلی روحی اس کے بارے میں سب جانتی تھی۔ غزالہ نے اس کو ایک بار بتایا تھا وہ روحی سے کوئی بات اپنی نہیں چھپاتی۔ اب غزالہ کی اس اذیت ناک موت کے بعد وہ غزالہ کے گھر والوں کو اس کے بارے میں بتا سکتی تھی۔ مگر جب ایک ہفتہ خیریت سے گزر گیا تو طبیعت بھی کچھ حد تک سنبھل گئی تو پرویز نے آفس جانا شروع کر دیا۔ جب اس کا دل پولیس کے خوف سے مکمل طور پر نکل گیا تب ایک شام جب وہ غزالہ کی یاد میں گم سوگوار اور تھکا تھکا سا گھر واپس آ رہا تھا پولیس نے گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس کو غزالہ کے قتل کے جرم میں گرفتار کیا اور پھر تھانے لے گئی۔

پرویز نے پولیس سے کوئی بات بھی چھپائی نہیں تھی۔ چھپانے کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔ اس نے اپنی محبت کے بارے میں بتاتے ہوئے کھل کر اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ ہاں وہ ہر رات آج کل اس کو ملنے آتی تھی۔ مگر وہ اس کی محبت تھی۔ وہ اپنی محبت کو قتل کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ تو اگلے ماہ اپنے والدین کی آمد پر اس کے ساتھ شادی کرنے کا پروگرام رکھتا تھا۔ پھر پرویز نے زیر تعمیر گھر کے بارے میں اپنے شک و شبہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔ غزالہ کے راستے میں یہی ایک گھر آتا تھا۔ باقی پلاٹ تھے۔ اس گھر میں ٹھہرے ہوئے مستریوں، مزدوروں کو پکڑا جائے۔ غزالہ کی اس موت کے ذمہ دار یقیناً یہی لوگ ہوں گے۔

"اوئے! اس گھر میں کوئی مستری مزدور نہیں رہتا۔ جن لوگوں کا گھر بن رہا ہے ان کا ایک لڑکا صبح کام شروع ہونے پر مستریوں، مزدوروں کی نگرانی کے لیے آتا تھا اور شام ختم ہونے پر مستری مزدوروں کے جانے کے بعد وہ بھی اپنے گھر چلا جاتا تھا۔ تاہم اس کے باوجود ہم نے مستری بھی پکڑے اور مزدور بھی مگر وہ سب بے گناہ نکلے، اس لیے چھوڑ دیئے۔ پرویز نے وضاحت سے بتایا۔

"وہ لڑکا جو مستریوں مزدوروں کی نگرانی کرنے کیلئے آتا تھا اس کو بھی پکڑیں ہو سکتا ہے یہ حرکت اس کی ہو۔" پرویز نے اپنا شک ظاہر کیا۔

"اس کو بھی پکڑا تھا بابا۔ اس کو بھی پکڑا تھا۔ مگر وہ بھی بے گناہ تھا۔ اس لیے اس کو بھی چھوڑ دیا۔" انسپکٹر نے اس کی لمبی جرح سے اکتا کر کہا۔

مگر یہ نہیں بتایا کہ اس لڑکے کا تایا ایک بڑے اخبار کا ایڈیٹر تھا اور اس کی ایک فون کال پر بغیر تفتیش کیے فوراً اس کو معذرت کر کے چھوڑنا پڑا۔ لوگ کہتے ہیں پولیس بڑی خراب ہے، بڑی بدمعاش ہے، وردی کا فائدہ اٹھا کر غنڈہ گردی کرتی ہے مگر اصل خرابی تو میڈیا کے ان لوگوں میں تھی جو پولیس سے بھی زیادہ خراب اور بڑے بدمعاش تھے۔ قلم کے زور پر بدمعاشی کرتے تھے۔ میڈیا کے سارے نہیں مگر یہ چند لوگ جن کی ایک کال پر اصلی مجرم کو چھوڑنا بھی پولیس کی مجبوری بن جاتا تھا کہ میڈیا والے ان کے بارے میں کچھ غلط سلط لکھ کر ان کی نوکری کے لیے خطرہ نہ بن جائیں۔

وکی نے یہ کھیل کھیلا بھی تایا کے قلم کی طاقت پر تھا اور اس کو پکا یقین تھا کہ وہ یہ سب کر کے صاف بچ جائے گا اور وہ صاف بچ نکلا تھا۔ اس کی ماں نے خود اپنے جیٹھ سے کہا تھا وکی اس رات گھر کے اندر ان کے پاس موجود تھا۔ پولیس پیسے کھانے کے چکر میں وکی کو پھانس رہی ہے۔ بھابی کی بات سنتے ہی انہوں نے وکی کے لیے پولیس کو فون کر کے چھوڑنے کا کہہ دیا تھا۔

"سنو! کہ ہم نے سب کو چھوڑ دیا ہے مگر تمہیں چھوڑنے کا اب کوئی ارادہ نہیں کہ تم نے خود اعتراف کیا ہے کہ وہ روز تجھ سے ملنے آتی تھی۔"

"صاحب! ساتھ میں یہ بھی تو کہا ہے کہ ہم شادی کرنے والے تھے اور یہ کہ میں غزالہ سے محبت کرتا تھا۔ میں نے اس کو قتل نہیں کیا۔" پرویز نے بھی تیزی سے کہا تو انسپکٹر دھاڑا۔

"اوئے! تم نے قتل کیا ہے یا نہیں اس کا پتہ بھی چل جائے گا اور اعتراف کرانا بھی ہمیں آتا ہے اور پھر وہی ہوا جو اس معاشرے میں ہوتا آیا تھا۔ پرویز کو غزالہ کے قتل میں جیل بھیج دیا گیا جبکہ اصل مجرم اپنے قلم کی طاقت کے بل بوتے پر بچ گئے تھے۔

☆☆☆

ادھر خاندان میں روبی کی موت کا اعلان کرنے کا ٹائم بھی آ پہنچا تھا۔ شمشاد نے نصیر صاحب، سلمان، گڈو، زوبی کو سب کچھ وضاحت سے سمجھا دیا تھا۔ محلے، خاندان میں کوئی روبی کے بارے میں پوچھے تو کیا کہنا ہے۔ صبح خاندان میں سلمان نے روبی کی موت کی خبر دینے جانا تھا اور اسی شام جب وہ کھانے کے بعد اپنے پروگرام پر آخری ڈسکس کر رہے تھے تو شمشاد کا دیور، دیورانی اور بڑی نند اچانک ان کے گھر چلے آئے تھے۔ حمیدہ نے ان کو دیکھتے ہی چہرے پر سوگواری طاری کر لی۔ یہ سوچ کر کہ جو خبر سلمان نے ان کو دینی تھی اب خود ہی ان کو سلمان سے ذرا بہتر انداز میں دے دیں اور کہہ دیں کہ آج ہی ہم لوگ ایبٹ آباد سے واپس آئے ہیں۔ ہماری روبی مر گئی۔ ہم پر قیامت گزر گئی۔ مگر ان کے کچھ بھی کہنے سے پہلے ہی بڑی نند نے پوچھا۔

"شمشاد روبی ابھی ایبٹ آباد میں ہی ہے۔ آخر کب لینے جاؤ گی اس کو۔ اب تو وہ صحت مند ہو چکی ہو گی۔ ایبٹ آباد ایک پر فضا مقام ہے۔"

"شمشاد روبی کی ناگہانی موت کی خبر دینے کے لیے مناسب الفاظ سوچ رہی تھی کہ اتنا بڑا جھوٹ بولنا تھا کہ اس کی دیورانی نے اپنی بے چین طبیعت کے باعث اس کو ایک بڑی شرمندگی اور ذلت سے بچایا اور بغل میں دبایا ملک کا مشہور فلمی رسالہ نکال کر شمشاد کے سامنے رکھتے ہوئے طنزیہ کہا۔

بھابی شمشاد! روبی ایبٹ آباد گئی تھی اور پھر وہاں جا کر بیمار ہو گئی۔ یہ کیوں نہ بتایا کہ وہ روبی کی شادی سے پہلے ہی گھر سے بھاگ گئی تھی۔" شمشاد کی جیسے کسی نے جسم سے جان ہی نکال لی تھی کہ ان کے سامنے جو فلمی رسالہ ان کی دیورانی نے رکھا تھا اس کے سرورق پر روبی کی فل سائز کی تصویر لگی ہوئی تھی۔ روبی اپنے پورے بال کھول کر ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی مسکرا رہی تھی۔ تصویر خاصی بڑی تھی اور نہ پہچاننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ یوں بھی وہ کوئی غیر تو نہ تھی۔ انہوں نے پہچان لیا تھا۔ وہ ان کی روبی ہی تھی۔ تب تک سلمان اور نصیر صاحب بھی اندر سے اٹھ کر باہر آ چکے تھے۔ انہوں نے بھی روبی کی یہ تصویر دیکھ لی تھی۔ اب اس وقت سب ہی گم سم اور خاموش بیٹھے تھے۔ آنے والے بھی اور گھر والے بھی۔ کچھ وقت یونہی خاموشی کی نظر ہوا پھر شمشاد کی نند نے پوچھا۔

"اگر تم لوگ ہم پر اعتبار کر کے ہمیں بتا دیتے تو یہ ذلت ہمارے خاندان کو نہ اٹھانی پڑتی جواب اٹھانی پڑی ہے۔ اب تو سب جاننے والوں کو پتہ چل جائے گا کہ روبی گھر سے بھاگ گئی۔ یہ بات بھلا چھپائی جا سکتی تھی جو تم لوگوں نے چھپائی۔ وہ کوئی سوئی تھوڑی تھی جو تم پہلے نہیں بعد میں کہہ دیتے۔ گم ہو گئی ہے پوری جوان لڑکی تھی۔"

شمشاد نند کی باتیں سن کر خاموش ہی رہی۔ کہتی تو کیا۔ روبی نے ان کو کسی کے سامنے کچھ کہنے کے قابل کب چھوڑا تھا۔ شمشاد کو خاموش دیکھ کر نند صاحبہ بھائی کو ڈانٹتے ہوئے بولیں۔

"بیوی نے نہیں بتایا تھا۔ تم تو بتا سکتے تھے۔ مگر بیوی کی بات حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ خاندان کی عزت کی اہمیت نہیں۔ اب بولو کیا کہتے ہو تم لوگ۔ کب بھاگی وہ ذلیل لڑکی گھر سے۔ اپنی خوشی سے کوئی گھر سے نہیں بھاگتا۔ جب تک گھر کے اندر کوئی کسی کی زندگی عذاب نہ بنا دے۔ کیا ہوا تھا۔ کیا کہا تھا تم لوگوں نے اس کو۔ اس نے گھر سے بھاگنے کا اتنا بڑا فیصلہ کیا۔ ورنہ ہمارا خون اتنا گندہ نہیں ہو سکتا کہ اپنی خوشی کے لیے پورے خاندان کے منہ پر کالک مل دے۔" اس پر شمشاد نے بہت سوچ کر کہا۔

"آپا! ہمارا یقین کریں ہمیں خود معلوم نہیں وہ گھر سے کیوں بھاگ گئی؟ اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوتی تو ہم اس کی نگرانی نہ کرتے۔ ہاں اس کو فلموں میں کام کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اس لیے اس نے مجھ سے کئی بار اجازت بھی مانگی تھی جو میں نے دینے سے یہ صرف انکار کیا تھا بلکہ مارا بھی کہ بات ہی اس نے مار کھانے والی کی تھی اور میرا خیال ہے اب وہ فلموں میں کام کرنے کے لیے ہی گھر سے بھاگ گئی ہے اور بتایا اس لیے نہیں کہ الزام ہم پر ہی آئے گا۔"

شمشاد کی بات سن کر وہ لوگ چپ ہو گئے۔ پھر بہت دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ دیور اور نند کا خیال تھا اس کو جا کر واپس لے آئیں مگر نصیر نے خود ہی کہہ دیا۔

"ہمارے ساتھ جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب وہ ہمارے لیے مر گئی ہے اور میری زندگی میں وہ اس گھر میں قدم بھی نہیں رکھ سکتی۔" یہ سن کر وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ سلمان غصے سے کھول رہا

تھا۔ان کے جاتے ہی بولا۔

”وہ ارم اور کرن کے گھر پر ہی گئی تھی۔مگر ان لوگوں نے کہا وہ یہاں نہیں آئی۔اب رسالے میں تصویر لگنے سے سب کو پتہ چل گیا۔“پھر وہ روبی کے ساتھ ساتھ ارم اور کرن کو بھی گالیاں دینے لگا۔

اگلی صبح روحی کو بھی عامر ان کے گھر چھوڑ گیا تھا بلکہ روحی نے خود ہی کہا تھا آفس جاتے ہوئے اس کو امی جان کے گھر چھوڑ کر جائیں اور وہ باہر ہی سے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔صبح کا ٹائم تھا اور اس کو آفس بھی جانا تھا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی روحی ماں کے گلے لگ کر رونے لگی۔پھر روتے ہوئے بولی۔

”امی جان!ان کو روبی کے بارے میں سب پتہ چل گیا ہے۔یہ دیکھیں۔“روحی نے اپنا بیگ کھول کر ان کو بھی فلمی رسالہ نکال کر دیا جس پر روبی کی تصویر تھی حیران کرنے کو۔حمیدہ تو کیا سارے گھر والے یہ رسالہ رات کا ہی دیکھ چکے تھے۔شمشاد نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

”تم امید سے ہو۔اس طرح رونے اور پریشان ہونے سے بچے پر برا اثر پڑ سکتا ہے۔یہ بتاؤ عامر نے تم سے کیا کہا اور تم نے ان سے کیا کہا۔“تب تک گڈو بھی ان کے قریب آ کر بیٹھ گئی تھی جبکہ زوبی سکول اور نصیر صاحب کے ساتھ سلمان بھی گھر سے جا چکے تھے اپنے آفس۔

ابھی وہ رات کو گھر آئے تو رسالہ ان کے ہاتھ میں تھا اور ساتھ میرا دیور بھی تھا۔پھر سب گھر والوں نے وہ رسالہ دیکھ کر پوچھا۔

”تم لوگ تو کہتے تھے روبی ایبٹ آباد گئی تو بیمار ہو گئی اور اس کی یہ تصویر بتا رہی ہے وہ لاہور میں ہی موجود ہے۔“تب میں نے کہہ دیا۔

”وہ فلموں میں کام کرنا چاہتی تھی۔مگر ہم نے اجازت نہ دی جس کی وجہ سے وہ میری شادی سے چار دن پہلے زوبی کے ساتھ مینا بازار دیکھنے گئی پھر واپس نہ آئی۔شادی سر پر تھی پھر لوگوں سے اور کیا کہتے۔اس کے بعد اس کو بہت ڈھونڈا وہ ملی ہی نہیں۔اب میرے سسرال والے آپ سے پوچھیں تو آپ بھی یہی کہیے گا۔ویسے مجھے یقین ہے وہ آپ سے نہیں پوچھیں گے۔اگر پوچھیں تو آصف تو صیف اور بلال کا قصہ نہ سنانے بیٹھ جائیے گا جیسے بلال کی امی کو سب بتا دیا تھا۔عامر کو بتایا تو وہ سوچیں گے۔بڑی بہن ایسی ہو گئی تو چھوٹی بھی ایسی نکلی۔اگر بڑی اچھی تھی تو چھوٹی کیسے خراب ہو سکتی تھی۔امی آپ ان مردوں کو نہیں جانتیں۔اگر ان کے دل میں ذرا سا بھی شک پڑ گیا تو میری ساری زندگی عذاب بن جائے گی۔“

”اب میں اتنی بھی پاگل نہیں۔مگر اس حرامزادی ارم کی ماں کو دیکھو۔کنجری کہہ رہی تھی روبی یہاں نہیں۔اگر ذرا سی ہمت کر کے ان کے گھر کی زبردستی تلاشی لے لیتے تو روبی نے مل جانا تھا۔پر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا۔وہ اب بھی ان ہی کے گھر ہو گی۔“پھر وہ روحی کو بتانے لگی کہ انہوں نے روبی کے بارے میں کیا پلان بنایا تھا مگر بات پہلے ہی کھل گئی۔”رات تمہارا چچا،چچی اور بڑی پھوپھو بھی آئی تھیں۔“کہہ کر انہوں نے ساری بات بتانے کے بعد کہا وہ تو روبی کی تلاش میں جانا چاہتے تھے مگر تمہارے باپ نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی۔

”وہ اب ہمارے لیے مر چکی ہے اور یہ کہ میری زندگی میں اب وہ اس گھر میں قدم بھی نہیں رکھ سکتی۔“

”اچھا کیا۔“روحی نے کہا۔”جب اس کے بھاگنے کی ذلت اٹھا ہی لی ہے پھر گھر لانے کا فائدہ۔بس آپ اب جلدی سے سلمان کی شادی کر دیں تا کہ گڈو اس کا دھیان بٹانے کا سبب بنے۔“اتنے میں گڈو روحی کے لیے تازہ سیب کا جوس بنا کر لے آئی اور حمیدہ نے کہا۔

”شادی تو اب لازمی کرنی ہی ہے۔گھر سے باہر بھی بندے کو سو کام ہوتے ہیں۔اب گھر کو تالا لگا کر تو جانے سے رہے۔“گڈو چپ چاپ بیٹھی ان کی باتیں سنتی رہی،پھر خود کچھ بھی نہ بولی تھی۔

جس روز رسالہ مارکیٹ میں آیا تھا۔اسی وقت پومی ماں کے کہنے پر جا کر بازار سے لے آیا تھا اور رسالے پر اپنی تصویر دیکھ کر روبی بے حد خوش ہوئی تھی۔باقی گھر والے تو خوش تھے ہی مگر اس سے بھی بڑی خوشی دو دن بعد ملی تھی۔جب ارم نے گھر آتے ہی سونے کی بجائے ماں کو جگا کر بتایا تھا کہ ملک کے ایک بڑے ہدایتکار نیاز نے فلمی پرچے پر روبی کی تصویر دیکھتے ہی پرچے کے ایڈیٹر کو فون کر کے روبی کے بارے میں پوچھا۔

کون لڑکی ہے؟کہاں رہتی ہے؟تب اس نے بتا دیا ٹی وی کی آرٹسٹ ارم کی کزن ہے اور آج فلمی پرچے کے ایڈیٹر نے مجھے فون پر ساری بات بتانے کے بعد کہا۔

”نیاز صاحب کہتے تھے ارم سے کہیے گا وہ مجھ سے فون پر بات کریں اور اب کل میری ان سے بات ہوئی۔مجھے یقین ہے وہ جو دو نئی فلمیں بنانے کا اعلان کر چکے ہیں ان دونوں

میں سے ایک میں لازمی روبی بطور ہیروئن کاسٹ کریں گے اور فلم کامیاب ہونے کی صورت میں ہم سب لاکھوں میں کھیلیں گے۔"

"یہ تو واقعی بہت بڑی خوشخبری ہے۔" زہرہ خانم کے ساتھ ابو بھی خوش ہو کر بولے تھے۔ کتنی دیر وہ تینوں آنے والے خوبصورت وقت کی باتیں کرتے رہے۔ پھر ارم اٹھ کر اپنے روم میں سونے کے لیے چلی گئی تھی مگر زہرہ خانم کافی دیر تک شوہر کے ساتھ بیٹھی باتیں کرتی رہی تھی۔

ادھر ارم بستر میں لیٹی سوچ رہی تھی اگر روبی کو فلم میں کام مل گیا تو پھر ہو سکتا ہے مجھے بھی اس فلم میں کوئی چھوٹا موٹا رول مل جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہو گا اور روبی کے ہیروئن بننے کی صورت میں گھر کے خرچے کا جو سارا بوجھ مجھ پر ہے وہ بھی ذرا ہلکا ہو جائے گا۔ مگر روبی کا فلمی نام کیا رکھیں گے۔ پھر اس نے فوراً ہی سوچ لیا ہنی رکھیں گے۔ چھوٹا سا بھی ہے۔ پیارا بھی اور ابھی فلم انڈسٹری میں اس نام کی کوئی لڑکی موجود نہیں۔ ان ہی خوش کن سوچوں میں روز دیر سے آئی تھی اور یہی حال زہرہ خانم کا بھی تھا۔

اگلے روز ناشتے کے بعد ارم نے ہدایتکار کو فون کیا۔ پہلے تو اس نے پوچھا۔ کون ارم؟ اور جب ارم نے فلمی رسالے کے ایڈیٹر کا حوالہ دینے کے بعد اپنے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔

"ماڈل وادا کارہ ارم۔ اب میں اتنی بھی گمنام ہرگز نہیں کہ آپ پوچھیں کون ارم؟"

"نام یاد نہیں پر چہرہ آپ کا یاد ہے۔ دیکھتے ہی پہچان لوں گا مگر اس وقت بات کوئی اور ہے۔ یہ بتائیں نام کیا ہے اس لڑکی کا جس کی تصویر فلمی رسالے پر لگی ہے۔"

"روبی۔" ارم نے جلدی سے بتایا۔

"ارم! میں اس کو دیکھنا چاہتا ہوں۔" ہدایتکار نیاز نے فوراً کہا۔

"کب۔" ارم نے خوشی سے کانپتے لہجے میں کہا۔

"دیکھو اگر اس کو فلم میں کام کرنے کا شوق ہے تو آج رات ہی لے آؤ۔ گیارہ بجے تک میں فارغ ہو جاؤں گا۔ یا پھر ابھی لے کر آ سکتی ہو تو ابھی آ جاؤ نہیں میرا خیال ہے رات کو ہی مناسب رہے گا۔ ابھی تو میں شوٹنگ میں مصروف ہوں اور آؤٹ ڈور بھی جانا ہے۔ رات گیارہ بجے تک میں فارغ ہو جاؤں گا تب آ جائیں۔" نیاز نے سوچتے ہوئے کہا۔ تو ارم بولی۔

"جی آ جاؤں گی۔ آپ ایڈریس سمجھا دیں۔"

نیاز نے کہا دفتر لے آنا۔" پھر اس کو کوٹھی کا نمبر بتا دیا جس میں فلمی لوگوں سے ملنے کے لیے دفتر قائم کیا گیا تھا۔ جہاں رت جگے ہوتے تھے۔ ارم نے ایڈریس نوٹ کرنے کے بعد فون بند کیا۔ پھر ماں سے کہا۔

"آپا! ہمیں کئی سال ہو گئے ماڈلنگ کرتے اور ٹی وی کی نوکری کرتے مگر دیکھو روبی کی خوش قسمتی کتنے بڑے ہدایتکار نے خود ملنے کے لیے بلایا ہے۔ مجھے یقین ہے اپنی فلم میں ہیروئن کاسٹ کرے گا۔ مبارک ہو روبی!" روبی خاموش ہی رہی اور کرن نے کہا۔

"ارم آپی! رسالے والے سے کہیے گا اگلی بار میری تصویر بھی رسالے میں لگا دے۔ ہو سکتا ہے اس طرح میرا کام بھی بن جائے۔" یہ سن کر ارم نے کہا۔

"آپا! آپ کرن کی بات سن رہی ہیں۔ کہتی ہے میری تصویر بھی اسی فلمی رسالے میں لگا دیں۔ جس میں روبی کی لگی ہے۔ اس طرح ہو سکتا ہے میرا کام بھی بن جائے۔ اس کا کام بنے نا بنے رسالے والے کا ضرور بگڑ جائے گا۔ کرن کی تصویر دیکھ کر کسی نے پرچہ ہی نہیں خریدنا۔" ارم کی بات پر سبھی ہنسنے لگے اور پوپی نے فخر سے روبی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"روبی...... روبی ہے۔ کیوں آپی۔" اور ارم نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔ پوپی دل ہی دل میں یہ سوچ کر خوش ہو رہا تھا شادی تو روبی کی میرے ساتھ ہی ہونی ہے۔ چلو ساری زندگی کے لیے کمانے کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ذرا میری روبی سے شادی ہو جائے پھر دیکھتا ہوں آپی کیسے مجھے گالیاں دیتی ہے۔ 35 برس کی ہو چکی ہے اور سب سے کہتی ہے پچیس برس کی ہوں۔ پھر وہ ارم کی بات سن کر چونک پڑا۔ وہ روبی سے پوچھ رہی تھی۔

"یہ تو پکی بات ہے کہ تمہیں فلم میں کام لازمی مل جائے گا۔ آخر اتنے بڑے ہدایتکار نے بلایا ہے تو کچھ نہ کچھ سوچتے اور فائل کرنے کے بعد ہی بلایا ہو گا۔ یہ بتاؤ تم اپنا فلمی نام کیا رکھنا پسند کرو گی۔ حالانکہ میں نے تو رات سونے سے پہلے ہی تمہارا فلمی نام سوچ بھی لیا تھا۔"

"کیا سوچا تھا؟ آپی جلدی سے بتائیں۔" کرن نے پوچھا جبکہ پوپی کہنا چاہتا تھا روبی اس کی ہونے والی بیوی ہے اس لیے روبی کا فلمی نام وہ خود رکھے گا۔ مگر اچھی جانتا تھا ایسا کہنے

سے نا صرف ارم آپی اس کو گالیاں دیں گی بلکہ شادی بھی مشکوک ہو جائے گی۔ اس لیے خاموش رہنے میں ہی اپنی عافیت تھی۔

"میں نے نیا نام رکھا ہے۔ کیسا ہے؟" ارم نے پوچھا۔

"اچھا ہے۔ سب نے کہا۔" پوپی کو بھی یہ نام پسند آیا تھا۔ مگر روبی خاموش تھی۔ یہ دیکھ کر زہرہ خانم نے خود پوچھا۔

"کیوں روبی تم کیوں چپ ہو۔ کیا نام پسند نہیں آیا۔ اگر یہ بات ہے تو تم اپنی پسند کا نام بتا دو۔ ہم وہی رکھ لیں گے۔"

"یہ بات نہیں آپا! نام اچھا ہے مگر میں اپنا نام بدلنا نہیں چاہتی۔ جتنی تکلیفیں مجھے میرے خاندان والوں نے دی ہیں اس کے بعد میں اپنے اصلی نام یعنی روبی نصیر ہی کے نام سے کام کرنا پسند کروں گی۔" روبی نے وضاحت سے کہا۔

"چلو اگر یہی تمہاری خوشی ہے تو یہ تو اور بھی اچھی بات۔" زہرہ خانم نے جلدی سے کہا کہ روبی تو ان کو سونے کے انڈے دینے والی تھی۔ پھر وہ اس کی بات سے انکار کیسے کر سکتی تھی۔ انہوں نے تین ماہ روبی کی خدمت نہیں کی تھی بلکہ سونے کے ان انڈوں کی حفاظت کی تھی جو روبی کی جانب سے انہیں ملنے والے تھے اور اب یہ وقت زیادہ دور نہیں تھا۔

ارم نے آج شوٹنگ پر جانے کا پروگرام ہی کینسل کر دیا تھا۔ وہ ٹھیک دس بجے روبی کو تیار کر کے گھر سے نکل پڑی تھی۔ روبی سے کہا تھا وہاں گھبرانا نہیں۔ جو بات پوچھیں صاف صاف بتا دیں۔ مگر یہ بات یاد رکھنا ہر جگہ میں نے یہی کہا ہے کہ تم میری امی کی سگی بھانجی ہو اور پتوکی سے لاہور آئی ہو۔ یہ بات ہر وقت یاد رکھنا۔" اور روبی نے جی اچھا، کہہ دیا تھا۔

ٹھیک گیارہ بجے وہ اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ گئی تھی۔ تھوڑی دیر ان کو ویٹنگ روم میں بیٹھنا پڑا۔ پھر نیاز صاحب نے ان کو اپنے روم میں بلوا لیا۔ مگر وہ اکیلے نہیں تھے۔ ان کے ساتھ ایک صاحب اور بھی تھے۔ ارم کے ساتھ روبی کے علاوہ زہرہ خانم بھی آئی تھیں۔ نیاز صاحب زیادہ تر اردو فلمیں بناتے اور پنجابی فلم کو کم بناتے تھے مگر آٹے میں نمک کے برابر۔ آج کل وہ دو نئی فلمیں بنا رہے تھے بلکہ بنانے کی تیاری کر رہے تھے۔ ایک اردو، ایک پنجابی۔ اور ان دونوں فلموں میں وہ نئی لڑکی بلکہ نئی لڑکیاں چاہ رہے تھے۔ نئے چہرے وہ اکثر متعارف کرواتے ہی رہتے تھے۔ اس ہفتے رسالے پر روبی کی تصویر دیکھ کر انہوں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا تھا اپنی نئی فلم میں اسی لڑکی کو ہیروئن لے لیں گے۔ رسالے کا ایڈیٹر ان کا بہت گہرا دوست بھی تھا۔ دوست نا بھی ہوتا پھر بھی لڑکی کے بارے میں وہ اس سے پوچھ ہی سکتے تھے کہ رسالے پر دفتر کا فون نمبر موجود ہوتا ہے۔

بہر حال انہوں نے اسی وقت رسالے کے ایڈیٹر اپنے دوست کو فون کر کے سرورق پر دی گئی تصویر والی لڑکی کے بارے میں پوچھا۔ جب اس نے بتایا وہ مشہور ٹی وی اداکارہ ماڈل کرن کی کزن ہے تو انہوں نے کہا تھا تم میرا نمبر ارم کو لکھوا کر کہو وہ فوراً مجھ سے بات کرے۔ اب اس وقت ارم، زہرہ خانم اور سرورق والی لڑکی ان کے سامنے بیٹھی تھیں۔ ان کو معلوم تھا ارم ایک کامیاب ماڈل تھی اور اداکارہ بھی مگر زیادہ تر وہ اپنا دھندا کرنے میں مشہور تھی۔ نیاز صاحب کے پاس ایک اور شخصیت بھی موجود تھی اور یہ تھے ان کی دونوں فلموں کو فنانس کرنے والے حاجی سردار محمد۔ نیاز نے ارم اور دوسرے لوگوں کو عزت کے ساتھ بٹھایا تھا پھر روبی کو دیکھتے ہوئے روبی سے پوچھا۔

"میری فلم میں کام کرو گی؟"

"جی۔" روبی نے آہستگی سے کہا۔ نیاز صاحب نے پہلی نظر میں ہی محسوس کر لیا تھا لڑکی کسی شریف خاندان کی ہے۔ اس لیے ارم کی والدہ سے پوچھا۔ "کہاں سے اڑا کر لائی ہو اس ہیرے کی کنی کو؟" نیاز صاحب رضوی کو اچھی طرح جانتے تھے جو فلم میں چھوٹے چھوٹے رول میں آتا تھا۔ زیادہ ولن کا، مار کٹائی والا ساتھی بن کر۔ اور ان کو یہ بھی معلوم تھا زہرہ خانم سے شادی کے بعد رضوی نے اس کو دھندے پر لگا دیا تھا۔ اس کے بعد اس کی بیٹی کو چھوٹی عمر میں ہی اسٹوڈیو لے آیا تھا۔ مگر فلمی اداکارہ کی بجائے وہ ماڈل اور ٹی وی اداکارہ بن گئی اور پھر اس نے بھی ماں والا دھندا شروع کر دیا تھا کہ ٹی وی ڈرامے کا معاوضہ ہی کتنا ملتا ہے اور پھر یہ دھندا تو بڑی چھوٹی ہر اداکارہ کی مجبوری تھی۔ اس میں کوئی حیرانی کی بات نا تھی۔

"توبہ کریں نیاز صاحب توبہ! آپ نے کیسی بات کہہ دی۔ یقین کریں میری اپنی سگی بھانجی ہے۔ چھ ماہ پہلے اس کی ماں مر گئی تو میں اس کو اپنے ساتھ لاہور لے آئی کہ اور کوئی بہن بھائی اس کا تھا نہیں اور باپ دوسری شادی کی تیاری میں لگ گیا تھا۔ پہلے تو یہ اپنی ماں کی ناگہانی موت کے صدمے کی وجہ سے گھر سے نکلتی ہی نہ تھی پھر اس دن پروڈیوسر آمنہ خان کی پارٹی میں اس کا دل بہلانے کو زبردستی اپنے ساتھ لے گئی اور وہاں رسالے کے ایڈیٹر کو روبی پسند آ گئی اور سرورق کی تصویر کے لیے انہوں نے خود بات کی تھی ارم سے اور پھر ہماری خوش قسمتی کہ آپ نے تصویر دیکھ کر ہمیں یاد کیا اور آپ کا حکم ملتے ہی ہم چلے آئے۔ آپ میری بھانجی سے میری باتوں کی تصدیق کر سکتے ہیں۔" زہرہ خانم نے ہونٹوں پر ہلکی مسکراہٹ سجا کر بڑی ادا اور انکساری سے کہا۔

نیاز صاحب نے ان کی باتوں کا اعتبار نہیں کیا تھا مگر مزید کچھ کہا بھی نہیں تھا۔ ان کو لڑکی سے انٹرسٹ تھا جس کی ایک ہی تصویر نے فلم انڈسٹری میں ہل چل مچادی تھی۔ بہت سارے فلم ساز اور ہدایتکار اس کو اپنی فلم میں لینے کا سوچ رہے تھے۔ نیاز صاحب نے سوچنے کی بجائے عملی طور پر لڑکی سے ملنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اب فلمی رسالے کے سرورق کی زینت بننے والی لڑکی ان کے سامنے بیٹھی تھی۔ نیاز صاحب نے زہرہ خانم سے بات کرنے کی بجائے اپنے پاس بیٹھے حاجی سردار سے پوچھا۔

"کیا خیال ہے آپ کا لڑکی کے بارے میں۔" روبی کی جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے بس فوراً بھی اسی وقت اس لڑکی کو میری اردو فلم کے لیے بک کر لو۔"

حاجی سردار نے سرتاپیر روبی کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ روبی جب سے آئی تھی حاجی سردار کی نظریں تب سے اس کے جسم پر جمی تھیں۔ حاجی صاحب کی بات سن کر نیاز صاحب نے ان کا تعارف بے حد احترام سے زہرہ خانم اور روبی سے کروایا۔ یہ ہمارے نئے فلم ساز حاجی سردار صاحب ہیں۔ بہت پیسے والے ہیں اور ساتھ بہت بڑے دل والے بھی۔

"السلام علیکم!" اور زہرہ خانم نے جلدی سے سلام کیا۔ پھر روبی سے زہرہ خانم نے کہا بیٹی تم بھی سلام کرو۔ تب روبی نے بھی سلام کیا۔ حاجی سردار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "مجھے لڑکی پسند ہے اور اردو کے لیے اس کو لے لو، پنجابی کے لیے کسی اور کا انتخاب کر لو میرا خیال ہے۔ ابھی کہانی بتا کر پیپر سائن کروا لو" اور نیاز نے ارم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں معلوم ہوگا میں مشکل کہانیوں پر فلم میکنگ کا ماسٹر ہوں۔ اس فلم کی کہانی بھی یکی آرٹ کلاسک میوزیکل فن پارہ ہے۔ موسیقی کے حوالے سے بھی یہ ایک اہم فلم ہے۔ فلم کی کہانی بے حد منفرد ہے اور اہم بات یہ ہے کہ اس فلم کی تنہا ہیروئن روبی ہوگی۔" پھر روبی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھی ہے پیاری ہے۔ تماشائی بھاری، بڑی عمر کی ہیروئن دیکھ دیکھ کر اکتا چکے ہیں۔ یہ فلم جس کا نام ابھی نہیں سوچا گیا کامیاب ہونے کی صورت میں روبی شہرت کے آسمان کو چھو لے گی۔ حاجی صاحب دبئی سے پاکستان آئے ہیں اور اس فلم انڈسٹری اور فن کاروں کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ مگر لڑکی کافی شرمیلی اور اناڑی ہے اور فلم میں کام کرنے کے لیے بے شرم ہونا ضروری ہے۔"

"درست فرمایا آپ نے۔ فلم میں کام کرنے کیلئے شرم کو خود سے الگ کرنا پڑتا ہے۔ پر آپ کو بتایا تو ہے چھ ماہ پہلے گاؤں سے آئی ہے۔ آپ کے زیر سایہ رہی تو سب کچھ جلد ہی سیکھ جائے گی۔" ارم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بہت ساری باتیں طے کرنے کے بعد نیاز صاحب نے بتایا۔ "ہیروئن کی عمر اتنی ہی ہوتی ہے جتنی روبی کی اس وقت ہے۔ مجھے روبی اس رول کے لیے مناسب معلوم ہوئی۔" پھر روبی فلم کے پیپر سائن کر کے ہی وہاں سے اٹھی تھی۔ پیپر سائن ہوتے ہی فلم ساز حاجی سردار نے ان کو آدھی رقم کی ادائیگی بھی کر دی تھی اور نیاز صاحب نے ارم سے کہا تھا۔

"اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم روبی کو اپنے ساتھ یہاں لے کر آؤ تا کہ روبی شوٹنگ دیکھ دیکھ کر اپنی جھجک دور کر سکے اور اگر ابھی یہاں نہ لا سکو تو اپنے ساتھ ٹی وی سٹیشن ہی لے جایا کرو بلکہ میرا خیال ہے افتتاح تک خود نہ آ سکو تو اپنی امی کے ساتھ ادھر بھیج دیا کرو کہ ٹی وی پر گانا وغیرہ نہیں ہوتا۔ ویسے تھوڑا بہت ڈانس وغیرہ تو آتا ہی ہوگا روبی کو؟" نیاز صاحب نے ارم سے پوچھا۔

"ڈانس وغیرہ ابھی اس کو نہیں آتا۔ ابھی آپ کو بتایا تو ہے ابھی چھ ماہ پہلے گاؤں سے لاہور آئی ہے اور پھر شرمیلی بھی بہت ہے۔" ارم کی بات سن کر نیاز صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "حیرت ہے روبی کو ڈانس نہیں آتا۔ ورنہ آج کل ہمارے یہاں شادی بیاہ پر شریف لڑکیاں جو ڈانس کرتی ہیں وہ بھی سرعام ویسی پھرتی اور مہارت سے تو کوٹھے پر بیٹھی طوائف بھی نہیں ناچتی۔ طوائفیں بے چاری تو اب صرف نام کی طوائفیں رہ گئی ہیں۔ ورنہ ان کے سارے کام تو اس معاشرے کے معزز سنبھال چکے ہیں۔" دبا دبا اشارہ ارم اور زہرہ خانم کی جانب بھی تھا مگر وہ دونوں برا منانے کی بجائے شرمندگی سے مسکراتی ہوئی بولیں۔

"جی جی! درست فرمایا آپ نے۔ اب ہمارے یہاں شادی بیاہ پر ایسے ہی ہوتا ہے۔ شریف لڑکیاں جو ڈانس سرعام کرتی ہیں خدا کی پناہ۔ اب بیٹی ہی ناچ کر پوچھتی ہے ڈیڈی میں نے کیسا ڈانس کیا۔ حالانکہ پہلے شادی بیاہ پر بڑے لوگ طوائف کو بلاتے تھے ناچ دیکھنے کو۔" زہرہ خانم نے کہا۔ اب کے نیاز صاحب چپ ہی رہے تھے۔ اس پر زہرہ خانم نے کہا۔

"خیر اب ہمیں اجازت دیں، کافی دور جانا ہے اور رات بھی کافی گہری ہو چکی ہے اور ہم ہیں بھی صرف لڑکیاں۔" زہرہ خانم کے لڑکیاں کہنے پر نیاز صاحب چونکے تھے اور نہ حاجی

سردار کہ جب وہ لوگ بات کرتے تھے تو وہ بھی ہمیشہ یہی کہتے تھے اسی منڈیاں منڈیاں نے مل کرائے پروگرام بنایا۔ یعنی ہم لڑکوں لڑکوں نے مل کر فلاں پروگرام بنایا۔"
بہر حال نیاز صاحب نے ان کو جانے کی اجازت دے دی تھی اور وہ تینوں سلام کرتی ہوئی اٹھ کر باہر آ گئی تھیں۔

●☆☆☆●

واپسی کا یہ سفر بڑا خوشگوار تھا۔ اس پر موسم بھی بہت سہانا تھا۔ اوپر آسمان ستاروں سے بھرا ہوا تھا اور ستاروں کے درمیان پہلی پہلی راتوں کا باریک سا چاند بھی چمک رہا تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ فضا میں خنکی بکھری پڑی تھی۔ ہلکی ہلکی سردی محسوس ہو رہی تھی۔ سڑک کے دونوں کنارے لگے درخت بجلی کی ٹیوب لائٹ میں پیارے لگ رہے تھے۔ شاید اس لئے کہ سب اچھا اچھا ہو گیا تھا۔
گاڑی کے اندر اس وقت تین "لڑکیاں" موجود تھیں۔ اس کے باوجود خاموش تھیں۔ تینوں ہی اپنی اپنی جگہ سوچوں میں گم تھیں۔ ارم اور زہرہ خانم کی سوچ ایک ہی تھی۔ اس وقت دماغ الگ الگ ہونے کے باوجود دونوں ماں بیٹی کے دل مارے خوشی کے بلیوں اچھل رہے تھے۔ انہوں نے تو اس حد تک سوچا بھی نہیں تھا جیسا ہو گیا۔ ناقابل یقین بات لگتی تھی۔ پہلی ہی ملاقات میں سب کچھ کتنی آسانی سے ہو گیا تھا۔ روبی نے بغیر کسی بڑی اور طویل جدوجہد کے اپنی پہلی فلم بطور ہیروئن سائن کر لی تھی۔
وہ بھی ملک کے بے حد مشہور و معروف ہدایت کار نیاز صاحب کی جو فلم انڈسٹری میں اچھی اور معیاری فلمیں بنانے میں بلند مقام رکھتے تھے۔ ان کی بنائی ہوئی فلمیں کم کم ہی ناکامی سے دوچار ہوتی تھیں۔ وہ ہمیشہ مضبوط کہانی لے کر کام شروع کرتے تھے۔ کہانی فلم کی کامیابی کی اساس ہوتی ہے اور یہ سب کچھ ارم اور زہرہ خانم کی موجودگی میں ہوا تھا۔ اس کے باوجود ان کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا ہو چکا ہے۔ ارم مشہور و معروف ماڈل و ٹی وی اداکارہ تھی اور پچھلے کئی برسوں سے کوشش کرنے کے باوجود فلم میں ہیروئن تو کیا سائیڈ ہیروئن کا کردار حاصل کرنے میں بھی ناکام رہی تھی۔ اپنی تمام تر کوشش اور مشہوری کے باوجود اس کو کسی فلم ساز نے لفٹ نہیں کرائی تھی اور روبی نے ایک تصویر فلمی رسالے میں لگتے ہی اپنی پہلی فلم سائن بھی کر لی تھی۔ شاید اس کو قسمت یا مقدر کہتے ہیں۔ ارم نے یہ سب سوچنے کے بعد بیک مرر میں روبی کو دیکھا وہ بہت چپ چپ سی پچھلی سیٹوں پر تنہا بیٹھی تھی۔ سوچوں میں گم یہ دیکھ کر ارم نے پوچھا۔
"روبی! اس خوشی کے موقع پر تم کن سوچوں میں گم ہو۔ دیکھو بغیر کسی محنت اور کوشش کے اللہ نے تمہیں کتنی بڑی کامیابی سے نوازا ہے کیا تم خوش نہیں ہو۔"
"میں خوش ہوں آپی بہت زیادہ خوش ہوں۔" روبی نے کہا۔ آواز دھیمی تھی اور چہرہ بھی خوشی کے تاثر سے محروم تھا۔
"مگر یہ خوشی تمہارے چہرے پر نظر نہیں آ رہی۔" ارم نے ہنس کر کہا۔ اور روبی کے مزید کچھ کہنے سے قبل ہی زہرہ خانم نے محبت سے روبی کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"بچی ہے تھک گئی ہوگی رات بھی تو زیادہ ہو چکی ہے۔ کیوں روبی یہی بات ہے نا۔" انہوں نے اپنی بات کی تائید چاہی۔
"جی آپا درست فرمایا آپ نے۔" روبی نے کہا اور پھر پورا منہ کھول کر ایک جمائی لے کر گاڑی کی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ یہ دیکھ کر زہرہ خانم ارم سے باتیں کرنے لگیں۔ روبی خاموشی سے سنتی رہی۔ خود ان کی بات چیت میں حصہ نہیں لیا۔ اس کا بولنے کا موڈ نہیں تھا۔ گھر پہنچتے ہی وہ گاڑی سے باہر آئی اور سونے کا کہہ کر ان دونوں ماں بیٹی کو شب بخیر کہہ کر اپنے روم کی جانب چل دی۔ مسلسل بیٹھ بیٹھ کر وہ تھک چکی تھی۔ اب آرام سے اپنے نرم بستر میں لیٹ کر پرسکون ہونا چاہتی تھی۔ اس لئے ان کے ساتھ جانے کے بجائے اپنے روم میں آئی تھی اس نے محسوس کر لیا تھا مارے خوشی کے ان دونوں ماں بیٹی کا فی الحال سونے کا دور دور تک کوئی پروگرام نہیں تھا۔
ارم کو واقعی آج رات نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی گاڑی لاک کرنے کے بعد وہ اپنے روم میں جانے کے بجائے ماں کے روم میں چلی آئی۔ وہاں رضوی صاحب ابھی تک ان کے انتظار میں جاگ رہے تھے۔ ان کو بھی روبی کی مکمل کامیابی کا یقین تھا۔ اس لئے زہرہ خانم کو دیکھتے ہی بڑی بے صبری سے پوچھا۔
"کیا بنا روبی کا؟ بات کچھ بن گئی یا......" انہوں نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی۔
"رضوی خدا نے ہماری سن لی۔ روبی کی قسمت دیکھو پہلی ہی ملاقات میں فلم انڈسٹری کے نامور ہدایت کار نیاز صاحب نے روبی کو اپنی نئی آنے والی اردو فلم میں بطور ہیروئن کاسٹ کر لیا ہے۔ فلم ساز حاجی سردار ہیں جو نئے نئے دبئی سے پاکستان آئے ہیں اور بہت بڑے سرمایہ دار ہیں اور ہم فلم کے پیپر سائن کرنے کے بعد گھر آئے ہیں۔" زہرہ خانم نے ان

کے قریب بیٹھتے ہوئے بتایا۔ جبکہ ارم مارے خوشی کے بیٹھنے کے بجائے کمرے میں ٹہلتی جا رہی تھی۔

”اگر فلم کے پیپر سائن کرنے کے بعد آئی ہو تو پھر تو آدھی رقم بھی ساتھ مل گئی ہوگی بہنا۔“ انہوں نے اب کے زبیدہ خانم کے بجائے کمرے میں مارے جوش کے ٹہلتی ہوئی ارم سے پوچھا۔

اس نے بھی ایک لمبا عرصہ فلم انڈسٹری میں بسر کیا تھا اور وہاں کے اصول جانتا تھا۔ ان کی بات سن کر ارم رک گئی تاہم رضوی کو جواب دینا اس نے مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اپنا بیگ کھول کر فلم ساز حاجی سردار نے اس کو جو رقم دی تھی بلکہ حاجی صاحب نے تو روبی کو اپنے پاس بلا کر یہ رقم اس کو پکڑانی چاہی تھی مگر روبی نے معصومیت سے ان کا ہاتھ پرے کرتے ہوئے کہا تھا۔

”سردار صاحب یہ رقم میری خالہ کو دیں یا آپی ارم کو پکڑا دیں کہ میں اس وقت جو بھی ہوں ان کی محبت اور مہربانی سے ہوں۔“ روبی کی بات سن کر حاجی سردار نے مسکرا کر نیاز صاحب کی سمت دیکھا۔ پھر رقم زبیدہ خانم کی جانب بڑھائی مگر درمیان میں بیٹھی ارم نے جلدی سے اٹھ کر یہ رقم ان سے خود وصول کر لی تھی۔ پھر فوراً اپنا بیگ کھول کر اس میں رکھ کر بیگ کی زپ کھینچ کر بند کر دی تھی۔

زبیدہ خانم کو ناگوار تو گزرا تھا مگر موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے مسکرا کر رہ گئیں۔ اب وہ رقم ارم نے بیگ سے نکال کر آدھی ماں کو دی اور پھر حکم دینے والے لہجے میں کہا۔

”اس میں تھوڑی رقم روبی کو بھی لازمی دیجئے گا۔“ باقی آدھی ایک دم اپنے بیگ میں رکھ کر وہ ان دونوں میاں بیوی کو شب بخیر کہہ کر اپنے روم میں چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی رضوی نے شدید غصے سے کہا۔

”میں نے تم سے کئی بار پہلے بھی کہا تھا کہ تمہارا بیٹا میری چرس چرا کر لے جاتا ہے مگر تم مانتی ہی نہیں تھیں کہ وہ حرامزدہ تمہارے سامنے بڑی بڑی قسمیں اٹھا لیتا ہے مگر آج میرے پاس وہ چرس کی آخری ڈلی تھی اور وہ الو کا پٹھا اس کو بھی اڑا لے گیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ شام کے بعد میں لازمی پیتا ہوں کہ اس وقت میری طلب شدید ہوتی ہے۔ میں سارا دن برداشت کر سکتا ہوں مگر اس وقت نہیں اور آج شام سے لے کر اس وقت تک جبکہ رات آدھی سے بھی زیادہ گزر چکی ہے۔ میں نے ایک بھی سگریٹ نہیں پیا۔ اب میری جو حالت ہو رہی ہے وہ میں ہی جانتا ہوں۔ تمہارے پاس اگر چرس موجود ہے تو فوراً مجھے دے دو۔ ورنہ یقین کرو تمہارے لئے بڑا مسئلہ ہو جائے گا کہ میرا نشہ ٹوٹ رہا ہے اور اگر میں نے فوراً چرس بھری سگریٹ نہ پی۔“ رضوی اتنا کہہ کر خاموش ہو کر زبیدہ خانم کو دیکھنے لگے جس کا موڈ آف ہو گیا تھا۔

زبیدہ خانم کو شوہر کی یہ بکواس سن کر غصہ بہت آیا مگر خوشی کے اس موقع پر جب روبی کی پہلی کمائی گھر آئی تھی وہ بدکلامی، بدزبانی کر کے نحوست پیدا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ یہی وجہ تھی ضبط کرتے ہوئے اٹھی کہ ایسی ہی صورت حال کو فیس کرنے کیلئے وہ تھوڑی بہت چرس لازمی اپنے پاس رکھتی تھی۔ انہوں نے اپنی ذاتی سیف کھول کر ایک ڈلی نکال کر شوہر کو تھماتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔

”ارم بات کرے تو بہت غصہ آتا ہے تمہیں۔ میں کہتی ہوں کہ تم میں رتی بھر بھی غیرت ہو تو خود ہی سوچو ایک تو تم کماتے نہیں۔ اس پر سو طرح کے نشے اور پھر تمہارا عذاب ہی کیا کم تھا کہ اب بیٹے کو بھی نشہ لگا دیا۔ پتا نہیں وہ کون سا منحوس بھرا تاریک دن تھا میری بدقسمتی کا جب میں نے تم سے شادی کرنے کی ناقابل تلافی غلطی کی اور ساری زندگی شریف لوگوں میں بیٹھنے کے قابل نہ رہی۔“

”میں نے تمہارے بیٹے کو نشہ لگایا ہے یا تمہارے بیٹے کے دوستوں نے اس کو لگا دیا ہے۔“ رضوی زبیدہ خانم کی باتوں کا برا منائے بغیر چرس پکڑ کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

”جو باپ خود بیٹے کے پاس بیٹھ کر نشہ کرے گا تو پھر ظاہر ہے بیٹا بھی لازمی نشہ کرے گا۔“ زبیدہ خانم نے نفرت بھری نگاہوں سے گھورتے ہوئے شوہر سے کہا۔ جو سگریٹ میں چرس بھر کر پینے میں مصروف تھا۔ پھر ایک طویل کش لگاتے ہوئے بولا۔

”واہ مزہ آ گیا۔“ پھر مزید تین چار کش اوپر تلے لگا کر پوچھا۔

”میری جان! یہ تو تم نے بتایا ہی نہیں کہ شوٹنگ کا آغاز کب ہو رہا ہے۔“

”ابھی تو پہلے نمبر پر روبی نے پیپر سائن کئے ہیں ابھی کاسٹ مکمل ہونا باقی ہے بلکہ ابھی تک تو اس فلم کا نام تک نہیں رکھا گیا وہ تو بس یہ سمجھو ہماری ہی قسمت اچھی تھی جو روبی ان کو اتنی زیادہ پسند آئی کہ انہوں نے پہلی ہی ملاقات میں ساری تفصیلات طے کر کے پیپر سائن کرا لئے جہاں تک میرا اپنا خیال ہے مجھے لگتا ہے روبی کی فلمی رسالے پر لگنے والی تصویر نیاز

صاحب کے علاوہ بھی کچھ اور لوگوں کو پسند آئی ہوگی۔ظاہر ہے روبی خوبصورت بھی اتنی زیادہ ہے پھر عمر کی بھی چھوٹی ہے۔نیاز صاحب نے تصویر دیکھ کر سوچا ہوگا قبل اس کے کہ کوئی اور ہدایت کار روبی کو اپنی فلم میں کاسٹ کر کے فائدہ اٹھائے ہمیں ابھی سے سارا کام کر لینا چاہئے۔اور ان کے اس طرح سوچنے اور پھر عمل کرنے سے ہماری لاٹری نکل آئی ہے۔مجھے پورا یقین ہے ابھی کچھ اور فلم ساز، ہدایتکار روبی سے رابطہ کریں گے۔ذرا نیاز صاحب کی فلم کی رسم افتتاح ہو لینے دو۔"

زہرہ خانم نے خاصے پر جوش لہجے میں کہا۔وہ بے حد خوش تھیں۔اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اب دن بدن ارم کا رویہ تلخ ہوتا جا رہا تھا۔وہ محسوس کرنے لگی تھیں کہ اگر آج کل میں ارم کو کوئی اچھا مرد مل گیا تو وہ شادی کر کے ان کو بے سہارا چھوڑ جائیں گی اور کرن کی شکل اور اس پر قد ایسا نا تھا کہ ٹی وی ڈراموں میں کام ملتا اور نا ہی وہ کوشش کے باوجود ماڈل بن سکی تھی اور کالج پڑھنے چلی گئی تھی۔دھندے پر تو وہ بھی لگ سکتی تھی مگر ارم نے سختی سے کہا تھا۔

"میری بہن کے بارے میں کسی نے ایسا سوچا کہ دھندا کرے گی تو میں اس کمینے کی آنکھیں نکال لوں گی۔"اس نے ماں اور رضوی کو گھورتے ہوئے کہا۔"مجھے بچانے والا کوئی نہیں تھا مگر میں زندہ ہوں اپنی چھوٹی بہن کی عزت کی حفاظت کیلئے۔"اس کے بعد بات ختم ہو گئی تھی۔وہ اگر کچھ زبردستی کرتے تو ارم نے کرن کو ساتھ لے کر چلی جانا تھا۔اس لئے زہرہ خانم کے ساتھ ساتھ رضوی نے بھی صبر کا گھونٹ پی لیا تھا۔

مگر روبی کی صورت میں اللہ نے ان کو عمر بھر کی پکی پکی روٹی روزی کا بندوبست کر کے زہرہ خانم کی فکر دور کر دی تھی۔اب اگر ارم شادی کر بھی لیتی تو ان لوگوں کو کچھ خاص فرق نہ پڑتا۔

"میری جان زہرہ روبی لڑکی نہیں قسم خدا کی قیامت ہے قیامت۔میں نے بہت غور سے دیکھا ہے روبی کو۔"رضوی کش لگاتے ہوئے بولا۔

"فضول بکواس کرنے سے گریز کرو اور سنو لڑکی کے ساتھ کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کر دینا تمہاری ہونے والی بہو ہے۔پومی کہتا ہے وہ روبی سے شادی کرے گا۔تمہارے سامنے ہی تو کہا تھا اور تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو۔"زہرہ خانم چونکہ رضوی کی فطرت کو اچھی طرح جانتی تھی اس لئے اس کو گھورتے ہوئے کہا۔

"توبہ توبہ تم نجانے کیا سمجھی ہو یقین کرو میں تو یونہی تعریف کر رہا تھا۔میں سمجھتا ہوں میں روبی کو بہو تو بہت بعد میں بنے گی۔"رضوی نے زہرہ خانم کے خفا ہو جانے کے ڈر سے جلدی سے وضاحت کی۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے ختم کرو اس بات کو جو پریشانی مجھے بے سکون کر رہی ہے اب وہ سنو۔"زہرہ خانم نے سنجیدگی سے کہا۔

"تمہیں اب کیسی پریشانی اور بے سکونی ہے؟ابھی ابھی تو ارم ایک لمبی رقم تمہارے حوالے کر کے گئی ہے پھر بھی کوئی پریشانی ہے تو کہو۔"رضوی نے بغور اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو اب اس بات کی فکر کھائے جا رہی ہے کہ روبی کے مشہور ہوتے ہی اس کے گھر والے آ کر اس کو ہمارے یہاں سے لے نہ جائیں اگر ایسا ہوا تو ہمارے ساتھ بہت برا ہوگا۔"زہرہ خانم نے کھل کر اپنی پریشانی بتا دی۔

"اور مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ کبھی نہیں آئیں گے۔بیکار میں پریشان نہ ہو۔"رضوی نے اپنی آخری سگریٹ سلگاتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

"رضوی پیسے میں بڑی طاقت ہوتی ہے جب ان کو یہ پتا چلے گا کہ ان کی بیٹی لاکھوں کما رہی ہے تو کیا وہ یونہی اس کو ہمارے پاس چھوڑ دیں گے ذرا سوچو۔"زہرہ خانم واقعی پریشان تھیں۔

"اگر یہ بات ہے تو ایک کام کرو۔"رضوی نے سوچتے ہوئے کہا۔

"کونسا کام.......؟"زہرہ خانم نے بے صبری سے پوچھا۔

"تو پھر یہ کام کرو کہ خود روبی کے ہاتھوں سے ہی اس کے گھر والوں کو ایک سخت قسم کا خط لکھوا کر پوسٹ کرنے کے بجائے دستی ہی ان کے گھر بھجوا دو اس طرح یہ تو یقین ہوگا کہ خط ان کو مل گیا ہے اور خط پڑھ کر روبی کے پاس آنا تو دور کی بات وہ روبی کے بارے میں کبھی سوچیں گے بھی نہیں۔"رضوی نے اپنا مشورہ دے دیا۔جی بھر کر چرس پینے کے بعد وہ عقل مندوں والی باتیں کرنے لگتا تھا۔

"مگر خط میں لکھواؤں کیا۔اب ذرا یہ بھی بتا دو۔"زہرہ خانم کو شوہر کی بات بے حد پسند آئی تھی اس لئے جلدی سے پوچھا۔

خط میں چند سخت قسم کی باتیں لکھوانا۔" یہ کہہ کر رضوی نے خط کا پورا مضمون زہرہ کو سمجھا دیا بلکہ ساتھ یہ بھی کہہ دیا۔ روبی جب میرے پاس بیٹھی تھی تو اس نے گھر والوں کے رویئے کے بارے میں کھل کر مجھے بتا دیا تھا۔ تم اگر خود خط لکھوانے میں مشکل محسوس کرو تو روبی سے کہنا وہ کاغذ قلم لے کر میرے پاس بیٹھ جائے تو یہ خط میں اس کو لکھوا دوں گا۔" مگر خبردار ارم کرن کو اس خط کے بارے میں بتانہ چلے۔ وہ شاید اس بات کو پسند نہ کریں۔ رضوی نے آخری سگریٹ پی کر بچا ہوا ٹکڑا ایش ٹرے میں مسل کر بجھاتے ہوئے کہا۔

"میرا دماغ خراب نہیں جو ان کو بتاؤں گی۔ مگر میرا خیال ہے تمہارا خط لکھوانا مناسب نہیں۔ میں خود ہی لکھوا دوں گی اور یہ کام آج ہی ہوگا۔ ارم کے جاتے ہی جب روبی اپنے روم میں جائے گی تو میں بھی اس کے پیچھے چلی جاؤں۔" ساری بات طے کرنے کے بعد سکون سے سونے کیلئے لیٹ گئی۔ سارا روم چرس کی ناگوار بو اور دھوئیں سے بھرا ہوا تھا مگر زہرہ خانم کسی ناگواری کا اظہار کئے بغیر ایسے سو گئی تھی جیسے وہ اس چیز کی عادی ہو۔ مگر رضوی کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا روبی کی پہلی کمائی جو زہرہ خانم کے پاس آئی ہے اس میں سے اپنا حصہ کیسے وصول کرے۔

ادھر روبی اپنے بستر میں لیٹی ابھی تک جاگ رہی تھی۔ اس نے پیپر سائن کر کے باقاعدہ فلم لائن جوائن کر لی تھی۔ ایک نئی زندگی کا آغاز ہو گیا تھا۔ گمنام روبی سے وہ مشہور روبی بننے والی تھی۔ گو کہ ابھی شوٹنگ کا شیڈول طے نہیں ہوا تھا مگر کام تو اب یہی کرنا تھا۔ وہ بہت خوش تھی مگر ساتھ ساتھ تھوڑی افسردہ بھی تھی۔ مگر افسوس بالکل نہیں تھا۔ اس کا اپنے گھر والوں نے اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور راستہ چھوڑا ہی نہ تھا۔ تین ماہ سے کرن اور اس کے گھر والے اس کو بستر پر بٹھا کر کھلا رہے تھے بھی لوگ ہر طرح سے اس کا خیال رکھ رہے تھے۔ مگر روبی ساری عمر یوں بیٹھ کر کھاتے ہوئے تو ان لوگوں کے گھر نہیں گزار سکتی تھی۔ اس کو خود بھی تو اپنے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ہی تھا۔

یہی کیا کم تھا کہ انہوں نے اسے محبت کے ساتھ قبول کیا تھا۔ ورنہ اگر ان کا سہارا نہ ہوتا تو اس کو خودکشی کرنی پڑتی کہ زندہ رہنے کیلئے کوئی صورت تھی ہی نہیں۔ ان اچھے لوگوں کی وجہ سے وہ حرام موت مرنے سے بچ گئی تھی۔ اس نے سوچا زندگی یوں بھی گزر جائے تو بری نہیں۔ پتا نہیں گھر والوں نے میری تصویر والا فلمی رسالہ دیکھا ہے یا نہیں اور اگر دیکھ چکے ہیں تو پھر ارم، کرن اور ان کی والدہ کو خوب گالیاں پڑتی ہوں گی امی اور سلمان بھائی سے۔ مگر کیا فرق پڑتا ہے جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اور اب ہوتا ہی رہے گا۔ پھر وہ سب کچھ بھول کر سونے کی کوشش کرنے لگی اور جلد ہی سو بھی گئی۔

اگلے روز ناشتے پر گویا جشن کا سماں تھا۔ کرن تو سو چکی تھی جب وہ لوگ ہدایتکار نیاز صاحب سے مل کر آئے تھے اور پوپی اس وقت تک گھر واپس ہی نہیں آیا تھا۔ اب کرن کے ساتھ ساتھ پوپی بھی ناشتے کی میز پر موجود تھا اور یہ خوشخبری سنتے ہی کہ روبی بطور ہیروئن رات اپنی پہلی فلم سائن کر آئی ہے دونوں مارے خوشی کے اچھل پڑے۔ پوپی تو یہ سوچ کر خوش ہوا تھا کہ ساری زندگی کیلئے روزی روٹی کا سلسلہ حل ہو گیا اور کرن کی وہ بہرحال دوست تھی اس لئے روبی کو اپنائیت سے دیکھتے ہوئے مسکرا کر حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مبارک ہو روبی پہلی کامیابی۔ اللہ تمہیں ہر ہر قدم پر کامیابی بلکہ ڈھیروں کامیابیاں عطا کرے۔ مگر اس کے بعد مجھے نہیں بھولنا۔ میں ہمیشہ سے تمہاری اچھی دوست ہوں اور رہوں گی۔" بات ختم کر کے اس نے روبی کا ہاتھ پکڑ لیا تو روبی نے اپنا دوسرا ہاتھ محبت سے اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔

"کرن میں ساری دنیا کو بھول سکتی ہوں مگر آپ سب لوگوں کو ہرگز نہیں بھول سکتی اور نہ ہی آپ لوگوں کی محبت اپنائیت بھولنے والی چیز ہے۔ یہ تم نے کیسی بات کی ہے۔ میں آپ لوگوں کو بھولنا تو دور کی بات آپ لوگوں سے دور ہونا بھی اپنی زندگی میں گوارہ نہیں کروں گی۔ آپ سب کے ساتھ رہوں گی۔"

"روبی ڈیئر! میں سب کی نہیں اپنی بات کر رہی ہوں سمجھی۔" کرن نے پھر مسکرا کر کہا تو پوپی کا جی چاہا ابھی ایک اس کمینی لڑکی کے چہرے پر لگا دے۔ بہت اہم بتانا چاہ رہی ہے اپنی دوستی کو مگر وہ چپ رہا۔ ارم آپی کی جوتی کے ڈر سے اور روبی نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا اچھا یار! تم سب سے پہلے۔" پھر سب ناشتہ کرنے لگے۔ ناشتے سے فارغ ہو کر ارم آپی جلدی چلی گئی۔ تب زہرہ خانم نے روبی سے کہا۔

"روبی بیٹی! گڑیا! اگر تم برا نہ مناؤ تو ایک بات کہوں۔"

"آپا آپ کیسی باتیں کرتی ہیں؟ میں آپ کی کسی بھی بات کا کبھی بھی برا نہیں منا سکتی۔ جتنی چاہے کہیں۔" روبی نے کہا تو زہرہ خانم بولیں۔

"بیٹی! اب تم ایک مشہور ہستی بننے والی ہو میں چاہتی ہوں تم اپنے گھر والوں کے نام ایک لیٹر لکھ دو صرف اس لئے کہ وہ تمہیں فلم میں کام کرتا دیکھ کر سمجھیں گے چونکہ ارم ماڈلنگ کرتی ہے اداکاری کرتی ہے اس لئے تم ہمارے ہی گھر ہو۔ اب ان کو خط لکھ کر بتا دو کہ تم ہمارے گھر میں نہیں ہو اور یہ کہ یہ میری زندگی ہے میں جو چاہے کروں تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے

والے اور اگر روکنے کی کوشش کی تو انجام بہت برا ہوگا۔یاد رکھیں آپ سب میرے لئے مر چکے ہیں۔"
"مگر آپا مجھے معلوم نہیں کیسے لکھنا ہے۔" روبی نے اپنی مجبوری بتائی۔
"میں لکھوا دوں؟" زہرہ خانم نے چالاکی سے پوچھا۔
"جی آپا آپ بتاتی جائیں میں لکھتی جاؤں گی۔" روبی نے کہا تو زہرہ خانم نے پوپی کو قلم کاپی لانے کا اشارہ کیا۔جب وہ کاپی قلم لے کر آ گیا تو اس کو جانے کا اشارہ کرتے ہوئے زہرہ خانم نے روبی سے کہا۔
"یہ خط میں صرف تمہاری حفاظت کیلئے لکھوا رہی ہوں۔اگر تمہیں کوئی بات بری لگے تو تم مجھے ٹوک سکتی ہو۔" روبی نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کاپی قلم سنبھال لیا۔
گھر سے بھاگنے کے چند ماہ بعد روبی کا خط گھر والوں کے نام آیا تھا اور یہ خط پوسٹ مین لے کر نہیں آیا تھا بلکہ دستی آیا تھا۔دروازے پر زور دار دستک ہونے کی صورت میں حمیدہ بیگم اٹھ کر باہر آئیں تو دروازے کے سامنے چبوترے پر ایک خط پڑا تھا۔ویسے یہ ابھی پوسٹ مین کے آنے کا ٹائم بھی نہیں تھا۔صبح کے دس بجے تھے۔شمشاد بیگم خط اٹھا کر دروازہ بند کر کے اندر آئی پھر خط گڈو کو دیتے ہوئے روحی سے کہا۔
"ابھی ڈاکئے کے آنے کا وقت شروع نہیں ہوا یہ خط کوئی خود پھینک کر گیا ہے۔گڈو پڑھ کر دیکھو کس کا ہے۔" شمشاد نے کہا اور خود چھولیا بنانے لگی۔روحی نے کہا امی چھولیا پلاؤ کھانے کو دل چاہتا ہے۔اور شمشا فوراً جا کر چھولیا لے آئی تھی۔
گڈو نے خط دیکھا باہر شمشاد بیگم کا نام تھا اور دوسری جانب لکھا تھا منجانب روبی آوارہ۔گڈو کی سمجھ میں نا آیا اب کیا کرے۔اگر روحی اس وقت سامنے نہ ہوتی تو وہ کہہ دیتی پھوپھو کوئی یونہی کاغذ پھینک گیا ہے۔مگر اب سنانا مجبوری تھی۔اس کے باوجود وہ سوچ میں گم تھی۔
"کس کا ہے گڈو پڑھتی کیوں نہیں ہو؟" حمیدہ نے اسے خاموش دیکھ کر پوچھا۔
"پھوپھو جان یہ خط روبی نے بھیجا ہے۔" گڈو کا اتنا کہنا تھا کہ روحی نے خط اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا پھر کھول کر اونچی آواز میں پڑھنے لگی۔روبی نے بہت بے ادبی اور طنزیہ انداز میں لکھا تھا۔

"بے حد نیک اور شریف شمشاد صاحبہ!
میں اگر سلام کروں تو کیا قبول کرو گی؟ نہیں شاید۔آپ ایک ماں ہیں شاید میری بھی ماں ہیں کہ مجھے پیدا کرنے کا جرم بہرحال آپ نے کیا ہے۔میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ حدیث نبوی ہے کہ ہر ماں جنت کی حق دار نہیں ہوتی اور مجھے پورا یقین ہے یہ حدیث صرف آپ کیلئے ہے۔آپ مجھے برا بھلا کہتے ہوں گے کہ وہ تھی ہی آوارہ اس لئے بالآخر گھر سے بھاگ گئی۔میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں۔میں گھر سے کبھی نہ بھاگتی مگر کیا کروں برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔مگر آپ لوگوں نے تو ہر حد کو توڑ ڈالا۔میں گناہ گار ہوتی تو پھر بھی میں یہ سب گوارہ کر لیتی مگر مجرم میں نہیں کوئی اور تھی۔آوارہ میں نہیں کوئی اور تھی اگر آپ خود ابھی تک سمجھ نہیں پائیں تو میں بھی اس آوارہ اور مجرم کا نام بتانا پسند نہیں کرتی۔آپ نے میرے سا تھ بے گناہ تھی۔یہ بات میں جانتی ہوں یا میرا خدا یا پھر وہ اصل مجرم جو اپنے ہو کر جو کچھ میرے ساتھ کیا وہ کوئی اپنے دشمن کے ساتھ بھی نہیں کرتا۔وہ بھی اس صورت میں جبکہ میں اب بھی سب کی نگاہوں میں محترم ہی ہوگی۔آپ لوگ کہتے تھے کہ یہ آوارہ گھر سے بھاگ گئی تو ہماری عزت خاک میں مل جائے گی۔اس آوارہ کا بطور خاص خیال رکھا کرو۔
آپ مجھے برا بھلا کہنے اور میری نگرانی کرنے کے بجائے اگر مجھ سے محبت کرتے تو میں شاید یہ قدم کبھی نہ اٹھاتی مگر جب آپ لوگوں نے ظلم کی حد کر دی تو پھر میں بھی سب کچھ بھول گئی۔معلوم ہو چکا ہوگا آپ لوگوں کو کہ آپ لوگ تب تک عزت دار تھے جب تک میں گھر سے بھاگی نہیں تھی۔اب کہاں ہے آپ کی عزت؟ کیسے میں عین شادی سے چار دن پہلے بھاگ گئی تھی؟ خوشی برباد کی ہے؟ خاندان اور محلے والے میرے بارے میں پوچھتے تو ہوں گے تو پھر کیا جواز پیش کیا آپ نے۔اس اہم موقع پر میری عدم موجودگی کے بارے میں بہت سخت نگرانی تھی میری۔میں چھت پر اکیلی نہیں جا سکتی تھی پھر دیکھ لیا اپنی نگرانی کا انجام؟ کر لی میری نگرانی؟ روک لیا مجھے گھر سے بھاگنے کو؟
اور سلمان! تم کہاں ہو بے غیرت! کوئی جانور کو بھی اتنی بے رحمی سے نہیں مارتا جیسے تم اپنی چھوٹی بہن کو مارتے تھے۔بے غیرت انسان! خود گھر میں ماموں کی بیٹی کو ساری رات اپنے بستر میں رکھتے تھے۔یہ تو بے حد گھٹیا بات ہے کہ غیرت مند ہونے کے دو انداز ہوں۔اپنے لئے اور دوسروں کیلئے اور اوئے بے غیرت تم ابھی تک زندہ کیسے ہو! جو ذلت گھر

سے بھاگ کر تم لوگوں کو دی ہے اس کے بعد تم زندہ کیسے ہو؟ بے غیرت تمہیں تو یہ سنتے ہی کہ تمہاری بہن گھر سے بھاگ گئی ہے خودکشی کر لینی چاہئے تھی۔ مگر تم سب بے غیرت ہو اس لئے زندہ ہو اور میں چونکہ بے گناہ تھی اس لئے تم سب کو چھوڑ کر نا صرف زندہ ہوں بلکہ بہت خوش بھی ہوں۔ زندگی میں بھی تم منحوس لوگوں کی شکلیں دیکھنے کا ارادہ نہیں۔

تم تو کہتے تھے اگر میں نے کچھ غلط ملط کیا تو جان سے مار دو گے اب مارتے کیوں نہیں ہو حالانکہ میں اسی شہر میں موجود ہوں۔ بزدل! بے غیرت اب پھانسی کے ڈر سے مجھے زندہ چھوڑ کر اپنی جان بچائے بیٹھے ہو۔ میں تم لوگوں سے ملنا پسند نہیں کرتی اس کے باوجود میں تمہاری بہن اور اس خاندان کی بیٹی ہوں وہ جو کہتی ہیں۔

ہاتھی پھرے گراں گراں جس کا ہاتھی اس کا ناں

سو میں تمہاری بہن ہوں لوگ تم سے میرے بارے میں پوچھتے ہوں گے۔ کیسی کالک پھیر دی میں نے گھر سے بھاگ کر اور اب فلموں میں کام کر کے مزید کالک تمہارے منہ پر پھیرتی رہوں گی۔ اپنی ماں سے بھی پوچھو وہ اب تک زندہ کیوں ہے خودکشی کیوں نہیں کرتی۔ زبان دراز عورت تربیت تو میری کر نا سکی۔ باقی مارنے کا کام ٹھیک ٹھاک کرتی تھی۔ پھر کیسی سزا دی میں نے تم لوگوں کو۔ تمہاری ان زیادتیوں کی اب اور دیتی رہوں گی یقیناً۔ ساری زندگی یاد رکھو گے۔ ایک کے بعد ایک ذلت تم لوگوں کو دیتی رہوں گی۔

اور نیک پروین تمہارا کیا حال ہے یقیناً اچھا ہی ہوگا اور سلمان اب میں فلموں میں کام کرنے لگی ہوں۔ مجھے مار کر دکھاؤ۔ ارے مجھے مارنا تو دور کی بات میری جانب میلی آنکھ سے دیکھنے والوں کی بھی میرے باڈی گارڈ آنکھیں نکال لیں گے۔ فلموں میں کام کرنے کا سن کر یہ نا سمجھنا کہ میں ارم کرن کے گھر پر موجود ہوں۔ وہ تو ساری زندگی میں ایک فلم میں بھی کام حاصل نا کر سکی جبکہ میں بہت ساری فلموں میں کام کر رہی ہوں اور بے حد خوش ہوں۔ مگر تم لوگوں کو اب کبھی خوش رہنا نصیب نا ہوگا۔ جب میری فلم ریلیز ہوگی تو خاندان اور محلے والے میرے بارے میں تم لوگوں سے ضرور پوچھیں گے۔ آج کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔

شمشاد صاحبہ! باقی پھر کبھی ہاں میرے باپ سے کہنا انہوں نے کبھی اپنی آنکھوں سے میری کوئی غلط حرکت دیکھی تھی جو انہوں نے کہا شمشاد زیادہ سختی اچھی نہیں ہوتی ایسا نا ہو وہ تنگ آ کر گھر سے بھاگ جائے اور ہماری ساری عزت خاک میں مل جائے۔ ان کو میرے بارے یہ کہتے ہوئے شرم نا آئی اور میں نے گھر سے بھاگ کر ان کی عزت خاک میں ملا دی۔ اب کیا حال ہے اس بے وقوف بڈھے کا مر او بھی نہیں ہوگا۔ اونہہ باپ۔ فقط آوارہ روبی۔۔

روبی کا خط سن کر شمشاد کا غصے سے برا حال تھا۔ وہ تو پہلے ہی دہ مرچکی ہوئی غزالہ کی طرح۔ مگر جب اس کی تصویر والا فلمی رسالہ گھر آیا تو وہ کبھی اب وہ ارم کی طرح ماڈلنگ کرے گی مگر وہ فلموں میں کام کر رہی تھی۔ بجائے اپنی حرکت پر شرمسار ہونے کے وہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ انہوں نے منہ بھر بھر بددعائیں دینی شروع کیں۔ اگر ہماری خوشی بربادی ہے تو اللہ تمہاری تمام عمر کی خوشیاں برباد کر دے۔ ہمیں بے عزت کیا ہے خود بھی ساری زندگی بے عزت ہوتی رہو۔ عزت کو ترستی رہو ہمارے منہ پر کالک پھیری ہے تو ایسی ہزاروں کالکیں اللہ تمہارے منہ پر پھیرے۔ ہمیں ذلت دی ہے تو تمہاری ساری عمر ذلتیں اٹھاتے ہوئے گزر جائے۔ وہ بددعائیں دینے کے ساتھ ساتھ روتی بھی جا رہی تھیں۔

جبکہ روحی دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہی تھی کہ کہیں روبی نے خط میں اس کے بارے میں اور اس کے دوستوں کے بارے میں کچھ نہیں لکھ دیا۔ اگر وہ لکھ دیتی تو کیا ہوتا۔ لکھ بھی دیتی تو میں نے ماں سے کہنا تھا ذلیل لڑکی اپنے یاروں کے داغ دھونے کیلئے مجھ پر الزام رکھ رہی ہے۔ امی میں بھلا ایسی ہو سکتی ہوں۔

ادھر گڈو بھی اپنی جگہ شرمندہ شرمندہ سی بیٹھی تھی کہ روبی نے اس کے بارے میں بھی ٹھیک ہی لکھا تھا۔ شمشاد نے اچانک روحی کے ہاتھ سے خط پکڑا پھر اس کے پرزے پرزے کر کے گڈو کو دیتے ہوئے بولیں۔

"اس کو ڈسٹ بن میں ڈال دو اور سنو ہم تینوں کے سوا گھر میں کسی اور کو بھی پتہ نہ چلے کہ روبی کا خط آیا تھا۔ خاندان کی عزت کی قاتلہ اب باپ اور بھائی کی جان لینا چاہتی ہے۔ بے غیرت۔" وہ پھر روبی کو بددعائیں اور کوسنے دینے لگیں جبکہ گڈو خط کے پرزے ڈسٹ بن میں ڈالنے چلی گئی تھی۔ روحی وہیں صوفے پر لیٹ گئی تھی۔

٭ ☆☆☆ ٭

زہرہ خانم جب ارم کی شادی کے بارے میں سوچتی تھی تو ان کو گھبراہٹ ہونے لگتی تھی کہ اب حالات خراب ہوئے تو کیا ہوگا۔ یہی وجہ تھی وہاں ہونے کے باوجود یہ دعا کرتی تھی کہ اللہ کرے ارم کو شادی کیلئے اچھا مرد کبھی نہ ملے مگر اب ارم کی شادی سے پہلے ہی اللہ نے اس کی سن لی تھی اور روبی کو اس کے گھر بھیج کر ان کو ہمیشہ کیلئے خوشحال کر دیا تھا اب اس کو اس بات کی پروا نہ رہی تھی کہ ارم کب شادی کرتی ہے بلکہ جتنا تلخ رویہ اس کا دن بدن ہوتا جا رہا تھا اب وہ چاہتی تھی ارم کو جلد ہی کوئی اچھا مرد مل جائے اور وہ شادی کر کے یہاں سے دفعان

ہو جائے کہ وہ پرسکون ہو سکیں۔

ایک مسئلہ ان کو پریشان کر رہا تھا۔ روبی فلم لائن کی لڑکی نہیں تھی۔ وہ شرم و حیا والی لڑکی تھی۔ اس کی یہ شرم دور کرنا بے حد ضروری تھا۔ اب وہ سوچ رہی تھی شوٹنگ میں جانے کا ابھی ٹائم ہے۔ وہ کل سے گھر کے اندر ہی اس کو اداکاری کرنے کا کہیں گی۔ بلکہ سب ملی کر اس کو سکھائیں گے تو وہ لازمی اپنی جھجک دور کرے گی وہ تو ایسی لڑکی تھی کہ سلیولیس قمیض پہننے سے اس نے انکار کر دیا تھا اور فلم میں پتہ نہیں کیا کیا لباس زیب تن کرنا پڑتا ہے۔

اور رہا پومی ایک تو وہ سب سے چھوٹا تھا۔ پھر بیٹا بہر ماں کو عزیز ہوتا ہے ان کو بھی عزیز تھا۔ مگر اس وقت جو کچھ کہہ کر گیا تھا ان کے دل سے اتر گیا تھا مگر اس کے باوجود نہیں ضبط ہی کرنا تھا۔ ارم پہلے ہی باپ بیٹے کو اب کچھ زیادہ پسند نہیں کرتی تھی۔ چند ماہ پہلے رضوی کو دل کا دورہ پڑا تو ہسپتال لے جانا پڑا۔ مجبوری تھی علاج پر اچھی خاصی رقم لگ گئی تھی۔ ارم کی اخبار میں خبر لگ گئی تھی کہ ارم کے والد علیل ہیں صحت مند ہو کر اب رضوی گھر آیا تو ارم نے نفرت آمیز لہجے میں ماں سے کہا تھا۔ میں تو سمجھی تھی بڈھا مر جائے گا۔ اب تو ہماری جان اس نحوست سے چھوٹ جائے گی۔ کتنی دعا کی تھی اس کی موت کی مگر برے کی رسی اللہ دراز فرماتا ہے اس لئے یہ برائی بھی بچ کر واپس ہمارے گھر آگئی ہے۔“ زہرا اس کی بات سن کر چپ رہی تھی اور اب ارم ویسے ہی پومی سے خار کھائی تھی۔ اگر وہ بھی اس کو بتا کر ساری بات پومی کے خلاف کان بھرتی تو پھر یہ دونوں باپ بیٹا اس گھر میں نہیں رہ سکتے تھے۔ سو رو دھو کر اپنے کمرے میں آگئی۔ مگر اپنے روم میں آنے سے پہلے وہ روبی کو سمجھا آئی تھی کہ وہ ارم کو اس دس ہزار کی رقم کے بارے میں نہ بتائے جو لساری سے گم ہو چکی ہے۔

اگلی سہ پہر زہرہ خانم کا پروگرام خاک میں ملاتے ہوئے ارم روبی کو اپنے ساتھ ٹی وی سٹیشن لے گئی تھی۔ اس کے ڈرامے کی یہ آخری قسط تھی۔ اس دن روبی نے پہلی بار اپنی آنکھوں سے شوٹنگ دیکھی تھی۔ ارم نے کہا ہر چیز غور سے دیکھنا اور سمجھنا۔ پھر واپسی پر مجھے کر کے دکھانا۔ روبی نے ان کی بات مان لی تھی۔ اس کے بعد ارم تو اپنا سکرپٹ پکڑے مصروف ہو گئی۔ اس کو اپنے مکالمے یاد کرنے تھے۔ سیٹ پر اور بھی کافی لوگ موجود تھے مگر ارم نے کسی سے بھی روبی کا تعارف کروانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

رات گئے تک شوٹنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ درمیان میں کئی دفعہ چائے پی گئی۔ پھر ارم کا کام مکمل ہو گیا اور وہ سب کو خدا حافظ کہتے باہر چلی آئی۔ بلکہ اب تو باری باری سب ہی رخصت ہونے لگے تھے۔ ارم روبی کو گھر لانے کے بجائے کھانا کھلانے ہیرا منڈی کے نواح میں بنے ریسٹورنٹ میں لے آئی تھی۔ ٹی وی سٹیشن کی عمارت سے باہر نکلتے ہی ارم نے روبی کو محبت سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

”کیا خیال ہے روبی کھانا باہر ہی نہ کھا لیا جائے۔“

”میرے خیال میں گھر چل کر کھایا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔“ روبی نے اس خیال سے کہا کہ کہیں آپا اور کرن خفا نہ ہوں کہا۔

”گھر نہیں گھر کے باہر۔“ ارم نے کہتے ہوئے پوچھا۔

”یقیناً تم نے پہلی بار شوٹنگ دیکھی ہو گی کیسی لگی؟“

”اچھی لگی۔“ روبی کا جواب مختصر تھا پھر وہ ریسٹورنٹ پہنچ گئیں۔ جونہی باتیں کرتے ہوئے وہ ریسٹورنٹ پہنچیں ارم کا اس دن والا دوست پہلے سے ہی میز پر موجود تھا۔ ارم نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ہیلو۔“ اور وہ ارم کو ہیلو کہہ کر روبی کو دیکھنے لگا چند ثانیے دیکھتا رہا پھر پوچھا۔

”کیسی ہو روبی؟“ اور اپنا ہاتھ روبی کی جانب بڑھایا۔ روبی پچھلی ملاقات میں اس کا رویہ بھولی نہ تھی۔ اس لئے جواباً ہاتھ بڑھائے بغیر سرد لہجے میں کہا۔

”اچھی ہوں۔“

وسیم نے شرمندہ ہوئے بغیر ہاتھ پیچھے کر لیا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے انگلیوں میں دبے سگریٹ کا ایک طویل کش لے کر دھواں سارا منہ کھول کر روبی کے چہرے پر اچھال دیا۔

روبی نے گھور کر پہلے وسیم کو دیکھا پھر ارم کو اور ارم محبت سے وسیم کو دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ روبی کی خفگی محسوس کرتے ہوئے مزید مسکرا کر بلکہ ہنس کر کہا۔

”روبی! وسیم تمہیں چڑاتا ہے اور تم چڑ جاتی ہو۔“ پھر مزید کہا۔ ”ابھی تک میں نے کسی کو نہیں بتایا بس پہلی بار تمہیں بتا رہی ہوں۔ وسیم کے ساتھ میں شادی کرنے والی ہوں اس برس ہم منگنی کر لیں گے۔ وسیم کے گھر والے ابھی راضی نہیں ہو رہے۔ وہ مان گئے تو منگنی دھوم دھام سے ہوگی ورنہ ہم دونوں چپکے سے نکاح کر کے اپنی نئی زندگی کا آغاز کریں گے۔ تم میری

بہن ہو اب سوچو میرے حوالے سے تمہارا وسیم سے کیا رشتہ بنتا ہے۔ یہ بہت اہم اور شرارتی رشتہ ہوتا ہے۔ جانتی ہوں سالی کو آدھی گھر والی کہا جاتا ہے۔ وسیم جان بوجھ کر تمہیں تنگ کرتا ہے اور تم پریشان ہو جاتی ہو۔" ارم مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ وسیم بھی مسکرا رہا تھا۔ مگر روبی روحی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

روحی اچھی طرح جانتی تھی روبی بے گناہ ہے۔ اس کے باوجود وہ ماں کے سامنے کتنی ڈھٹائی سے بلکہ بے غیرتی سے کہہ رہی تھی۔ "امی مجھے تو اب یہ خوف رہتا ہے اگر روبی نے عامر کے ساتھ بھی کوئی ایسی ویسی حرکت کردی تو میرا کیا ہوگا۔" ماں نے بجائے اس کو سمجھانے کے الٹا روبی کے خلاف ہی زہر اگلا تھا۔ کیا وہ ان کی بیٹی نہیں تھی؟

"تم کن سوچوں میں پڑ گئی روبی! وسیم پوچھ رہا ہے کیا کھانا پسند کرو گی۔" روبی ارم کی بات سن کر چونکی پھر کہا۔

"آپی آپ کا جو جی چاہتا ہے منگوالیں۔" ارم نے اپنی پسند کا آرڈر نوٹ کروانے کے بعد روبی کو دیکھا۔ وسیم سے کہنے لگی۔ "وسیم تم نے فلمی رسالے پر روبی کی تصویر دیکھی تھی نا روبی نے ایک تصویر کی وجہ سے نامور ڈائریکٹر نیاز صاحب کی اردو فلم سائن کرلی ہے۔ فلم کا نام ابھی نہیں رکھا گیا اور فلم کی تنہا ہیروئن روبی ہے۔"

"اچھا؟ حیرت ہے۔ کب سائن کی۔" وسیم نے چونکتے ہوئے روبی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تین دن پہلے۔" ارم تفصیل سے ساری بات وسیم کو بتانے لگی۔ جب اس نے بات ختم کی تب تک کھانا بھی آ گیا اور کھانے کے بعد کافی پی کر وہ تینوں خاموشی سے اٹھ گئے مگر ارم کے یہ بتانے کے باوجود کہ وہ وسیم سے شادی کرنے والی ہے روبی نے محسوس کیا تھا وسیم آج بھی اس کو بغور دیکھ رہا تھا۔ باہر آتے ہی وہ ان دونوں کو خدا حافظ کہہ کر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا تھا۔ اس کے بعد روبی ارم کے ساتھ اس کی گاڑی میں آ بیٹھی اور گاڑی سٹارٹ کر کے باہر سڑک پر لانے کے بعد ارم نے روبی کو دیکھا۔ پھر پوری سنجیدگی سے کہا۔

"روبی گھر میں تم آپا یا کرن کو یہ بات نہیں بتاؤ گی کہ میں وسیم کے ساتھ شادی کرنے والی ہوں۔ اس کی ایک وجہ ہے جو میں ابھی تمہیں نہیں سمجھا سکتی بس تم میری اور وسیم کی شادی والی بات اپنے تک ہی محدود رکھو گی اوکے۔"

"جی آپی آپ نے جیسا کہا ہے میں ویسا ہی کروں گی۔" روبی نے کہا تو ارم بولی۔

"آپا نے جو پروگرام تمہارے بارے میں طے کیا ہے میرا خیال ہے اس پر کل سے پورا عمل ہونا چاہئے تاکہ تمہاری جھجک دور ہو سکے۔ سب سے پہلے تو تم مجھے یہ سب کر کے دکھاؤ گی جو مجھے بولتے اور کرتے دیکھا ہے سیٹ پر۔ اس کے بعد تم گھر میں ہی اداکاری کرو تمہیں آپا نے بتا دیا ہوگا ابو بھی فلموں میں کام کرتے رہے ہیں ان کا شمار فلم انڈسٹری کے چھوٹے ہنرمندوں اور آرٹسٹوں میں ہوتا تھا۔" یہی بات کرتی وہ گھر پہنچ گئیں۔ چوکیدار نے ان کو دیکھتے ہی گیٹ کھول دیا تھا۔ ارم گاڑی اندر لائی پھر انجن بند کر کے گاڑی سے باہر آئی۔ روبی نے بھی ان کی تقلید کی پھر دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے شب بخیر کہہ کر اپنے اپنے روم کی جانب چل دیں۔

اگلے روز ارم سو رہی تھی جب نیاز صاحب کا فون آ گیا۔ "بارہ بجے تک روبی کو ساتھ لے کر سٹوڈیو آ جاؤ میں آج ایک گانا فلما رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں روبی اپنی آنکھوں سے دیکھے گانا کیسے فلمایا جاتا ہے۔"

"جی ٹھیک میں بارہ بجے روبی کو لے کر آپ کے پاس موجود ہوں گی۔ ویسے میں کل اس کو اپنے ساتھ ٹی وی سٹیشن لے کر گئی تھی۔" ارم نے مؤدبانہ بتایا اور نیاز صاحب نے ایڈریس بتا کر فون بند کر دیا۔ اب سونے کا سوال ہی پیدا نا ہوتا تھا۔ دس بجنے والے تھے۔ وہ جلدی سے اٹھ کر چپل پہن کر باہر آئی۔ سب سے پہلے روبی کو اٹھا کر نیاز صاحب کا میسج دیا پھر کہا۔ "بس جلدی سے اپنا فیروزی والا ڈریس پہن کر تیار ہو جاؤ۔ ہری اپ!" اور پھر واپس اپنے روم میں آ گئی۔ سبھی گھر والے ابھی سو رہے تھے۔ وہ ان کے اٹھنے سے پہلے ہی روبی کو ساتھ لے کر گھر سے نکل پڑی۔ ناشتہ راستے میں کرنے کا پروگرام تھا۔ گو کہ وہ تلی ہوئی چیزیں زیادہ پسند نہ کرتی تھی۔ مگر آج جب روبی سے ارم نے اس کی پسند کے ناشتے کا پوچھا تو روبی نے کہا تھا۔ وہ حلوہ پوری کا ناشتہ کرے گی۔ راستے میں حلوہ پوری کا ناشتہ کر کے سٹوڈیو پہنچ گئی تھیں۔ سٹوڈیو فلور پر اس وقت ہدایت کار نیاز بے حد مصروف تھے۔ اس کے باوجود وہ ارم اور روبی کو دیکھتے ہی اٹھے تھے اور پھر اپنی مشہور فلمی اداکارہ نسیم سے تعارف کروانے لگے جو اس فلم کی ہیروئن بھی جو مکمل ہونے کے قریب تھی۔

"روبی یہ ہماری ہر پنجابی فلم کی ہیروئن ہوتی ہیں اور ہمارے ملک کی مشہور اداکارہ بھی ہیں۔ ان کو پہچانتی ہو گی نام بتاؤ گی ان کا۔"

"نسیم!" روبی نے فوراً پہچان لیا۔ بلکہ اس وقت اپنے سامنے دیکھ کر خوش بھی ہوئی تھی۔ اس کے بعد نیاز صاحب نے نسیم سے کہا۔

"نسیم یہ ہے ہماری نئی فلم کی نئی ہیروئن روبی۔" نسیم نے مسکرا کر روبی سے ہاتھ ملایا پھر کہا۔ "جس فلم کی تم ہیروئن بنائی گئی ہو اس کی کہانی بہت زبردست ہے۔ مجھے پورا یقین ہے

تمہاری یہ پہلی فلم ہی تمہیں شہرت کے ساتویں آسمان پر پہنچا دے گی۔" روبی اس کی بات سن کر خوش ہو گئی تھی۔نسیم سے مل کر ایک نیا جوش اس کے اندر آیا تھا۔وہ سارا دن روبی کا سیٹ پر گزرا تھا۔پھر گانا فلمایا گیا۔نسیم نے بہت خوبصورتی اور مہارت سے ڈانس کیا تھا۔ایک تو وہ اداکارہ تھی۔پھر اس کا تعلق اس شاہی محلے سے تھا جہاں پیدا ہوتے ہی ڈانس کی تربیت شروع ہو جاتی ہے۔جہاں پیدا ہوتے ہی اذان کی آواز کے ساتھ گھونگھرو کی آواز بھی سماعتوں میں جاتی ہے۔یہ سیٹ دولہا کی شادی کا تھا جس میں ہیروئن بطور طوائف بلائی جاتی ہے ناچنے کیلئے۔اپنے کام سے فارغ ہو کر یعنی گانا فلمانے کے بعد نسیم اپنی دوسری فلم کے سیٹ پر چلی گئی تھی۔جو اسی سٹوڈیو میں لگا ہوا تھا۔نیاز صاحب بعد میں بھی کام کرتے رہے۔دوپہر کا کھانا انہوں نے روبی اور ارم کو اپنے ساتھ کھلایا تھا۔رات گئے وہ رخصت ہو کر واپس آ گئیں۔ارم نے گھر سے جانے کے بعد سٹوڈیو سے آپا کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ وہ روبی کے ساتھ اس وقت سٹوڈیو میں موجود ہے فکر نہ کریں۔"آپ سو رہی تھیں اس لئے ہم بتائے بغیر چلے آئے۔اب فون اس لئے کر رہی ہوں کہ آپ یہ سوچ کر پریشان نہ ہوں کہ ہم شاید رات کو گھر واپس نہیں آئیں۔رات جب ہم آئے تھے تب بھی آپ سو رہی تھیں۔" کہہ کر ارم نے فون بند کر دیا تھا۔دس بج رہے تھے جب وہ گھر پہنچیں تب سبھی ہال کمرے میں بیٹھے گپ شپ میں مجو تھے۔روبی نے ہال میں داخل ہوتے ہی پر جوش لہجے میں کرن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"کرن! آج میں نے مشہور اداکارہ نسیم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔مجھے ان سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔وہ میری فیورٹ اداکارہ ہیں۔ان پر آج ایک گانا فلمایا گیا اور انہوں نے اتنا اچھا ڈانس کیا کہ کیا بتاؤں۔یار مزہ آ گیا۔"

"واقعی!" کرن نے بھی خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اس کو بھی فلموں میں کام کرنے کا بے حد شوق تھا۔پھر ارم سے بولی۔

"آپی اگر آپ سٹوڈیو جا رہی تھیں تو مجھے بھی ساتھ لے جاتیں۔"

"مجھے کیا پتہ کہ تم گھر پر ہو۔میں بھی تم کالج جا چکی ہو۔" ارم نے ماں کے قریب بیٹھتے ہوئے جواب دیا تو زہرہ خانم نے کہا۔

"اچھا کیا جو تم نے فون کر دیا ورنہ میں تو بہت پریشان تھی کہ تم شاید رات کی واپس نہیں آئی ہو۔تمہارا فون آیا تو مجھے سکون ملا ورنہ میں ٹی وی سٹیشن فون کرنے ہی والی تھی۔"

"آپا! نیاز صاحب نے کہا ہے روبی کو روز لے کر آیا کرو۔ابھی تو چند روز تک میں بھی فارغ ہوں۔روبی کے ساتھ چلی جایا کروں گی پھر بعد میں آپ کو روبی کے ساتھ جانا ہو گا۔" ارم نے کہا تو پوپی نے پوچھا۔

"آپی ساتھ میں بھی چلا جایا کروں اگر آپ اجازت دیں۔"

"تم۔" ارم نے اس کو دیکھا پھر کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے جب آپا کے ساتھ جانا شروع کرے تو تم بھی چلے جایا کرنا تب۔" کرن نے کہا۔

"آپا کل میں بھی آپ کے ساتھ سٹوڈیو جاؤں گی شوٹنگ دیکھنے۔"

"اور کالج کون جائے گا۔" ارم نے محبت سے بہن کو دیکھا۔

"آپی! کل چھٹی کر لوں گی۔ایک دن چھٹی کرنے سے کیا ہوتا ہے۔" کرن نے لاڈ سے کہا تو ارم نے اس کو ساتھ لے جانے کی حامی بھر لی۔

ہال میں اس وقت رضوی صاحب بھی تھے مگر اب وہ بولتے کم ہی تھے۔صرف سنتے تھے۔بولنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔ارم کے چہرے اور آنکھوں اور لہجے میں ان کیلئے ہمیشہ شدید نفرت ہوتی تھی۔ان کو اس جگہ بیٹھ کر چرس پینے کی بھی اجازت نہ تھی۔جہاں ارم موجود ہوتی۔وہ بس حالات حاضرہ سے باخبر رہنے کیلئے تھوڑی دیر ہال میں ان سب میں بیٹھتے تھے۔

پھر اٹھ کر چلے جاتے تھے۔اس وقت بھی انہوں نے یہی کیا تھا۔اگلے روز ارم اور روبی کے ساتھ کرن بھی سٹوڈیو گئی تھی۔جانا تو پوپی بھی چاہتا تھا مگر ارم نے اس کو ساتھ لے جانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔اس کے بعد تو روبی روز سٹوڈیو آنے لگی۔یہاں تک کہ خود اس کی اپنی فلم کی رسم افتتاح آن پہنچی تھی روبی کے ملک کا مشہور اداکار آزر ہیرو لیا گیا تھا۔روبی کو ہدایتکار سے زیادہ ارم کرن اور زہرہ خانم نے وہ سکرپٹ یاد کرایا تھا اور سمجھایا تھا۔کیسے بولنا ہے؟ اور کیا کرنا ہے؟

فلم کے لئے روبی کا یہ پہلا سین پہلی بار ہی او کے ہو گیا تھا۔رسم افتتاح کے بعد ایک بڑی ضیافت کا اہتمام بھی سٹوڈیو کے فلور پر کیا گیا تھا۔رسم افتتاح سے لے کر ضیافت کے

اختتام تک حاجی سردار سٹوڈیو میں موجود رہے تھے۔ پھر اس ضیافت کے اختتام پر جب روبی رخصت ہونے لگی تو نیاز صاحب نے زہرہ خانم سے رازداری سے کہا۔
"حاجی صاحب! روبی کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ ساتھ آپ بھی چلی جانا۔" زہرہ خانم کو معلوم تھا ایسا لازمی ہوگا۔ کیونکہ شہرت کی ایک قیمت ہوتی ہے جولازمی ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس کی اسی وجہ سے رسم افتتاح میں شامل نہ ہوئی تھی۔ وہ دونوں حاجی سردار صاحب کی گاڑی کی پچھلی سیٹوں پر بیٹھ گئی تھیں۔ حاجی سردار آگے اپنے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے تھے۔ گاڑی ان کی کوٹھی میں پہنچ کر رک گئی۔ روبی زہرہ خانم کے ساتھ گاڑی سے باہر آئی۔ زہرہ خانم یہ کہہ کر گئی تھیں کہ حاجی سردار کہتے ہیں روبی سے کوئی ضروری بات کرنی ہے۔ رہائشی حصے میں پہنچ کر حاجی نے ان دونوں کو ایک روم میں بٹھایا پھر خود اپنے روم میں چلے گئے۔
"یہاں اتنی دور لاکر جو بات کرنی ہے وہ وہاں سیٹ پر نہیں کر سکتے تھے۔" روبی نے کچھ خفا لہجے میں کہا تو زہرہ خانم بولیں۔
"میری گڑیا بڑے لوگوں کی بڑی باتیں۔ ہم انکار کرنے کا حق نہیں رکھتے کہ انہوں نے تمہیں اپنی پہلی فلم میں ہیروئن لیا ہے۔ نئی لڑکی ہونے کے باوجود۔ نیاز صاحب بتا رہے تھے۔ وہ کہتے ہیں میری ہر اردو فلم کی ہیروئن روبی ہی ہوگی۔" روبی اب کے چپ ہی رہی۔ زہرہ خانم ہی اس کا دل بہلانے کو باتیں کرتی رہی تھی۔ اچانک حاجی سردار کے ملازم نے روم میں داخل ہو کر کہا۔
"حاجی صاحب روبی بی بی کو بلا رہے ہیں۔" یہ سنتے ہی زہرہ خانم نے روبی سے کہا۔
"جاؤ بیٹی حاجی صاحب تمہیں بلا رہے ہیں۔"
"آپ بھی ساتھ آئیں نا۔" روبی نے دوپٹہ سنبھال کر اٹھتے ہوئے کہا۔
"بیٹی انہوں نے تمہیں بلایا ہے میرا ساتھ جانا مناسب نہیں۔" زہرہ خانم کو تو معلوم تھا حاجی سردار کیوں ان کو یہاں لے کر آئے ہیں۔
"مگر میں! مجھ اکیلے جاتے گھبراہٹ ہوتی ہے۔" روبی نے انکار کرتے ہوئے کہا۔
"ارے بیٹی! حاجی صاحب بہت نیک انسان ہیں۔ گھبرانے کی بالکل ضرورت نہیں جاؤ میری بچی۔" اور روبی ملازم کے ساتھ چلی گئی۔ کئی راہداریاں گھومنے کے بعد ملازم اس کو سردار صاحب کے بیڈروم میں لایا تھا۔ حاجی سردار سامنے صوفے پر بیٹھے تھے۔ روبی کو دیکھتے ہی اپنے پاس صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے ملازم سے کہا۔
"اب تم جاؤ اور جو کہا تھا ویسا کرتے جانا۔"
ملازم جی اچھا کہہ کر چلا گیا تو حاجی سردار نے روبی کی جانب دیکھا۔ مگر روبی ان کے بجائے صوفے کے سامنے رکھی میز پر برف، پانی وسکی کی بوتل کو دیکھ رہی تھی۔ آدھا بھرا وسکی کا گلاس بھی تھا۔ اور سوچ رہی تھی۔ آپا کہتی ہیں حاجی صاحب بہت نیک انسان ہیں اور یہ شراب پی رہے ہیں۔ کتنا بڑا گناہ ہے شراب پینا۔
یکدم وہ یوں اچھلی جیسے بجلی کے ننگے تاروں کو چھولیا ہو۔ حاجی سردار نے اچانک اس کی کلائی تھام لی تھی۔ روبی نے ان کی طرف چہرہ گھما کر دیکھا۔ پھر گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"یہ کیا کرنے لگے ہیں انکل! آپ؟"
"انکل!" حاجی سردار نے پہلی بار اس کے سامنے پورا منہ کھول کر قہقہہ لگایا۔ پھر کہا۔ "تمہیں پیار کرنے لگا ہوں۔" انہوں نے ہاتھ میں مضبوطی سے تھامی کلائی کھینچ کر روبی کو اپنے قریب کر لیا۔
"انکل! آپ ہوش میں تو ہیں میں آپ کی بیٹی جیسی ہوں۔" روبی نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔
"میں نے شادی ہی نہیں کی پھر بیٹی کہاں سے آگئی۔" وہ منہ پھاڑ کر ہنسا تو روبی نے جلدی سے کلائی چھڑا کر اٹھنے کی کوشش کی۔ مگر حاجی سردار نے اس کو مضبوطی سے جکڑ لیا۔ اب مجھے انکل نہیں کہنا بے بی اور نہ میں تمہارے منہ پر کس کر ایک تھپڑ ماروں گا۔" بات ختم کرتے ہی وہ اپنا چہرہ روبی کے قریب لایا تو روبی نے روتے ہوئے کہا۔
"پلیز انکل! میں شریف لڑکی...." بات پوری ہونے سے پہلے ہی حاجی سردار نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا اور غرایا۔
"انکل!! نہیں کہنا سنا۔ انکل!! نہیں کہنا طوائف۔ اور شریف لڑکیاں فلموں میں کام نہیں کرتیں۔" کہتے ہوئے اس نے کسی بچی کی طرح روبی کو اٹھایا اور اپنے بستر میں لے آیا۔ روبی نے خود کو بچانے کیلئے مزاحمت شروع کی مگر سب بے کار ثابت ہوا۔ پھر اپنا مطلب مقصد پورا ہونے کے بعد حاجی سردار تو فرنش ہو کر گہری نیند سو گیا اور روبی جہازی سائز کے اس بیڈ

پر ایک جانب بے حس و حرکت پڑی کی پڑی رہ گئی تھی۔

●☆☆☆●

کتنی ہی دیر وہ بے حس و حرکت پڑی رہی۔ جیسے مر گئی ہو۔ جسم سے جیسے کسی نے جان نکال لی ہو۔ آج کی رات اس کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ سب نا قابل یقین لگتا تھا۔ مگر اس کے باوجود یہ سب اس کے ساتھ ہو چکا تھا۔ ایک نا قابل فراموش سانحہ۔ یہ ایک بہت بڑا سانحہ ہی تو تھا۔

اب وہ ایک عزت دار لڑکی نہیں رہی تھی اس کی عزت ناموس شرافت و پاکیزگی لٹ چکی تھی۔ کسی نے اپنی ناپاک خواہش پوری کرنے کیلئے اس کو ناپاک کر ڈالا تھا۔ زندگی میں ایسا ذلت آمیز مقام بھی آئے گا اس نے تو کبھی تصور نہ کیا تھا۔ اب یہ ذلت اس کے پور پور پر مل دی گئی تھی۔ ابھی چند روز پہلے ہی تو اس نے ماں کے نام اپنے پہلے خط میں بڑے حقارت آمیز انداز میں لکھا تھا۔

تم لوگ تب تک عزت دار تھے جب تک میں گھر سے بھاگی نہیں تھی۔ پھر اس نے کہا تھا۔ گھر سے بھاگ کر کیسی کالک پھیر دی میں نے تم سب کے چہروں پر؟ کیسی ذلت دی تم لوگوں کو؟ کبھی نہ چھوٹنے والی اور ہمیشہ یہ دیتی رہوں گی یاد رکھنا اب تم لوگ عزت دار نہیں رہے۔

اور اب وہ خود بھی عزت دار نہ رہی تھی۔ چند ماہ پہلے جو کالک اپنے خاندان کے منہ پر پھیری تھی۔ وہی کالک آج رات اس کے چہرے پر بھی پھیر دی گئی تھی۔ چند ماہ پہلے جو ذلت دن کے روشن اجالوں میں اس نے اپنے خاندان والوں کو دی تھی۔ وہی ذلت آج رات کی تاریکی میں اس کے وجود کا حصہ بنا دی گئی تھی۔ یہ بات اپنے آپ طے ہو گئی تھی نا کہ وہ بھی صرف تب تک ہی عزت دار تھی جب تک اپنے خاندان کے ساتھ اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر تھی۔ گھر سے بھاگنے کے بعد آج رات وہ بھی عزت سے محروم ہو کر عزت دار نہ رہی تھی۔

اچانک روم کی خاموشی میں زور دار خراٹوں کی آواز آئی تو وہ چونک پڑی۔ چہرہ اٹھا کر اس خبیث بڈھے ذلیل بد کردار مکار حاجی سردار کو دیکھا جو چت لیٹا گہری نیند سو رہا تھا۔ منہ کتے کی طرح پورا کھل گیا تھا۔ روبی نے بے حد نفرت سے بڈھے بدمعاش کتے کو دیکھا پھر خود کو دیکھا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ کتنی ہی دیر وہ سسک سسک کر روتی رہی پھر چپکے سے اٹھی اور لباس پہن کر روم سے باہر نکل آئی۔ اس کو ٹھیک سے یاد نہیں تھا کہ زبیدہ خانم کس کمرے میں موجود تھی۔ ملازم بہت ساری راہداریاں گھمانے کے بعد اس کو بڈھے کے کمرے میں لے کر گیا تھا۔ لیکن اگر وہ کوشش کرتی تو زبیدہ خانم کے روم کو تلاش کر ہی سکتی تھی۔ یہی سوچ کر وہ روم سے باہر نکل آئی تھی۔ اور اب اس کو زبیدہ خانم پر بھی غصہ عود کر آیا تھا کہ اس نے ان سے کہا بھی تھا کہ میرے ساتھ چلیں مگر وہ نہیں آئی تھیں۔ ان کے ساتھ نہ آنے کی وجہ سے روبی کو اپنی عزت سے محروم ہونا پڑا تھا۔ کم عمر تھی اناڑی تھی ورنہ سمجھ جاتی وہ سب کچھ جانتی تھی جو اس کے ساتھ ہونے والا تھا۔ اس لئے ساتھ نہیں آئی تھی۔ بہر حال کافی ساری راہداریاں گھومنے کے بعد اس نے زبیدہ خانم کا کمرہ تلاش کر ہی لیا۔ وہ دروازہ کھول کر روم میں داخل ہوئی تو زبیدہ خانم صوفے پر لیٹے لیٹے سو رہی تھی۔ روبی کچھ دیر کھڑی ان کو دیکھتی رہی پھر ان کے پیروں کی طرف بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ضبط کے باوجود یہ آنسو خود بخود آنکھوں سے بہہ بہہ کر باہر آ رہے تھے۔

پہلے تو زبیدہ خانم سوتی بن گئی کیونکہ وہ ایک تجربہ کار عورت تھی۔ سمجھ گئی تھی کہ حاجی اپنی خواہش پوری کر کے سو چکا ہے جو روبی ان کے پاس واپس آئی ہے۔ پہلے تو جان بوجھ کر سوتی بنی رہی مگر کب تک۔ جب روبی نے رونے دھونے کا سلسلہ جاری رکھا تو چونکنے کی اداکاری کرتی ہوئی ہڑ بڑا کر اٹھی اور جلدی سے روبی کی جانب لپکتے ہوئے لہجے میں محبت بھر کر پوچھا۔

"ارے ارے روبی بیٹی کیوں رو رہی ہو۔" مگر روبی ان کو جواب دینے کے بجائے روتی رہی۔ یہ دیکھ کر زبیدہ خانم نے اس کو کھینچ کر گلے سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

"کیا ہوا میری بچی اس طرح رو کیوں رہی ہو مجھے بتا۔ میں تو تمہارے جاتے ہی سو گئی۔ سارا وقت وہاں سٹوڈیو میں بیٹھ بیٹھ کر میں بری طرح تھک چکی تھی۔ آخر بوڑھی عورت ہوں۔ بتاؤ کیا ہوا؟ کب واپس آئی؟ ارے کہیں انہوں نے فلم سے جواب تو نہیں دیدیا جو تم یوں رو رہی ہو۔" انہوں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"کاش کہ ایسا ہوتا۔ وہ مجھے فلم سے جواب دے دیتے۔ مگر انہوں نے ۔۔۔۔" روبی اور بھی شدت سے رونے لگی۔

"ارے اگر انہوں نے فلم سے انکار نہیں کیا تو پھر ایسا کیا ہوا کہ تم رہی ہو؟ کچھ پتہ تو چلے؟" زبیدہ خانم نے پوچھا۔

"انہوں نے.....انہوں نے....." روبی ہچکیوں کے درمیان اتنا کہہ کر پھر رونے لگی۔ زہرہ خانم اس کے ذاتی نقصان اور صدمے کو سمجھ رہی تھی اور جب روبی خوب جی بھر کر رو چکی تو پوچھا۔

"اب بتاؤ کیا کیا انہوں نے؟ کیا کہا انہوں نے؟"

"آپا جی انہوں نے میری عزت..... "بات پوری کئے بغیر وہ ایک بار پھر رونے لگی۔

"ہائے میں مر گئی۔ ہائے ہائے یہ کیسا ظلم ہو گیا؟ یہ کیا قیامت توڑی انہوں نے معصوم بچی پر؟ کاش کہ میں تمہارا کہا مان کر تمہارے ساتھ چلی جاتی۔ پر مجھے کیا معلوم تھا وہ ذلیل بڈھا کھوسٹ ایسا کرے گا۔ ارے تمہاری عمر کی تو اس حرامزادے کی پوتی نواسی ہو گی۔ اس کو شرم نہ آئی تمہارے ساتھ یہ ظلم کرتے ہوئے۔" وہ روبی کو بہلانے کیلئے حاجی سردار کو برا بھلا کہتی رہی۔ پھر ڈرائیور کے روم کا نمبر ملایا جو سردار صاحب کا ملازم روبی کے سردار صاحب کے روم میں جانے کے بعد ان کو دے گیا تھا۔ اور جاتے ہوئے کہہ گیا تھا۔ "حاجی صاحب کہتے ہیں صبح تک رکنا چاہیں تو خوش آمدید۔ اگر جانا ضروری ہو تو ڈرائیور کو فون کر کے بلا لیجئے گا۔ وہ آپ کو گھر چھوڑ آئے گا۔" زہرہ خانم نے اس کمرے میں رکھے فون سے نمبر ڈائل کئے اور اس کی آواز سنتے ہی فوراً گاڑی نکالنے کا کہتے ہوئے روبی کو لے کر پورچ کی جانب چل دی۔ ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی ڈرائیور وہاں پہنچ چکا تھا۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی اس نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور ان کے بیٹھتے ہی دروازہ بند کر کے خود سٹیئرنگ پر آ بیٹھا۔ پھر گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے ڈرائیور نے روبی کو بغور دیکھا۔ وہ زہرہ خانم کے ساتھ بیٹھی ابھی تک رو رہی تھی۔ ڈرائیور کو اس کے رونے پر حیرت تھی۔ کیونکہ یہ پہلی لڑکی تھی جو رو رہی تھی۔ ورنہ لڑکیاں تو حاجی سردار کی خواہش اور خوشی پوری کرنے کے بعد یوں اٹھلاتی اور مسکراتی ہوئی ان کے روم سے باہر آتی تھیں جیسے پتا نہیں کتنا بڑا کارنامہ انجام دے کر آ رہی ہوں۔ اس نے سوچا۔ شریف خاندان کی لگتی ہے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر فلم لائن میں آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اس کے بعد وہ ان کو ان کے گھر کے باہر اتار کر بنگلے کی جانب روانہ ہو گیا۔ چوکیدار نے ان کو دیکھتے ہی گیٹ کھول دیا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب سورج طلوع ہو رہا تھا۔ زہرہ خانم کو بہت زور کی نیند آ رہی تھی۔ وہ روبی کا ہاتھ تھام کر اندر آئی اور اندر آتے ہی پوچھا۔

"اپنے بیڈ روم میں چلی جاؤ گی یا میں بھی تمہارے ساتھ بیڈ تک چلوں۔" انہوں نے اس کا ہاتھ تھامے تھامے محض رسمی طور پر پوچھا۔

اور پھر وہ ان کا ہاتھ چھوڑ کر اپنے بیڈ روم کی جانب چل دی۔ زہرہ خانم چند لمحے وہیں کھڑی اس کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچتی رہی پھر سر جھٹک کر اپنے روم میں چلی آئیں۔ پہلے ڈریس چینج کیا پھر اپنے بیڈ پر لیٹ گئیں۔ سارے دن رات کی تھکی ہوئی تھیں۔ بیڈ پر لیٹتے ہی نیند نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

ادھر روبی نے اپنے روم میں داخل ہو کر دروازہ بند کیا۔ پھر ڈریس چینج کئے بغیر ہی بیڈ پر اوندھے منہ لیٹ کر پوری شدت سے رونے لگی۔ اس نے سوچ لیا کہ وہ فلم میں کام نہیں کرے گی۔ صاف صاف ارم آپی اور آپا کے سامنے انکار کر دے گی۔ ورنہ یہ بڈھا کتا جب جی چاہے اس کو لوٹ کھسوٹ لیا کرے گا۔ یہ سوچ کر وہ سو گئی تھی۔ وہ بھی اس وقت شدید تھکن کا شکار تھی۔ سارا دن تو کیا اس کی ساری رات بھی بری گزری تھی۔

ابھی وہ سو رہی تھی جب دروازہ ناک ہوا۔ روبی نے آنکھیں کھول کر دیکھا ملگجی اندھیرا کمرے میں پھیلا ہوا تھا۔ نجانے کب سے مسلسل اس کے کمرے کا دروازہ ناک کیا جا رہا تھا۔ کچھ دیر یہ دستک سنتی رہی۔ اٹھنے کا موڈ بالکل نہیں تھا۔ سارا جسم ابھی تک تھکن کی زد میں تھا۔ مگر پھر اٹھنا پڑا۔ پہلے روم کی لائٹ آن کی پھر دروازہ کھولا۔ نا صرف ارم کرن بلکہ ساتھ میں پومی اور زہرہ خانم بھی سب کھڑے تھے۔ سب بہت پریشان تھے۔ روبی کو دیکھ کر سب کی جان میں جان آئی اور ارم نے اس کے روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"اگر تم ایک منٹ اور دروازہ نہ کھولتی تو ہم سب نے مل کر تمہارے روم کا دروازہ توڑ دینا تھا۔ کیا ہوا تمہارے ساتھ جو ابھی تک سو رہی ہو؟" یہ بات سنتے ہی روبی نے پہلے آپا کو دیکھا۔ انہوں نے ابھی تک ارم آپی کو کچھ نہیں بتایا جبکہ اس پر رات ایک قیامت آ کر گزر گئی تھی۔ پھر ارم کو دیکھا مگر چپ رہی کہ روم کے اندر پومی بھی موجود تھا۔

"کیا ہوا بھئی یوں کیا دیکھ رہی ہو؟" ارم نے پوچھا اور روبی منہ سے کچھ بھی کہے بغیر ان سے لپٹ کر رونے لگی۔ اپنی ہمدرد اور بڑی بہن سمجھ کر اپنا دکھ ہلکا کرنے لگی تھی۔

"ارے ارے کیا ہوا؟" گو کہ آپا اس کو ساری سٹوری سنا چکی تھی اور اس کو خود بھی معلوم تھا جو اس کے ساتھ ہونا تھا۔ اسی لئے وہ رسم افتتاح میں شامل نہ ہوئی تھی۔ مگر حیرانی کا اظہار ضروری تھا۔ اس کو ارم سے لپٹا دیکھ کر زہرہ خانم نے پومی کو کمرے سے جانے کا اشارہ کیا۔

پومی روبی کو روتے دیکھ کر بے چین ہو رہا تھا۔ ماں کے اشارے پر ضبط کرتا ہوا روم سے باہر چلا گیا تو زہرہ خانم نے ارم سے کہا۔

"میں بھی تو ابھی ابھی اٹھی تھی اور پھر وہاں سبھی موجود تھے اس لئے مجھے تمہیں یہ سب بتانے کا موقع نہیں ملا۔ ارے وہ حاجی سردار بڑا خراب اور بدمعاش بندہ نکلا۔ ارے اس نے رات روبی کی عزت خراب کردی۔ میں تو سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ وہ بے غیرت ایسا بھی کرسکتا ہے۔"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" ارم نے کہا۔ پھر روبی کو ساتھ لے کر ایک ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر دوسرے ہاتھ سے روبی کے بکھرے بال سنوارتے ہوئے محبت سے کہا۔

"تو یہ رونا دھونا اس کی وجہ سے ہے۔ میں یہ کہوں گی جو ہونا تھا ہو گیا گو کہ برا ہوا۔ از حد برا ہوا مگر افسوس ہو گیا۔ سو اب تم بولڈ لڑکی ہو۔ یہ رونا دھونا بند کرو۔ شہرت کیلئے بہت قیمت چکانی پڑتی ہے۔ بغیر قیمت کے یہاں کچھ نہیں ملتا۔ کچھ پانے کیلئے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔ یہی دستور ہے اس دنیا کا۔ بھول جاؤ جو کچھ رات ہوا۔ شاباش اور خود کو سنبھالو۔"

روبی حیرانی سے ان کو دیکھ رہی تھی۔ بھلا عزت بھی کوئی چھوٹی موٹی یا عام چیز تھی کہ کھوئی اور بھول جاؤ۔ عورت کی زندگی کا گوہر نایاب ہوتا ہے۔ مگر وہ پھر ارم کو دیکھ رہی تھی جو کہہ رہی تھی۔

"سب کچھ بھول کر یہ کل ہونے والی رسم افتتاح کے فوٹو گراف دیکھو۔ کتنی خوبصورت اور پیاری آئی ہیں تصویریں۔" کہتے ہوئے ارم نے تصویریں اس کے سامنے رکھیں تو روبی نے دیکھے بغیر ان کو ہاتھ سے پرے کرتے ہوئے نفرت اور غصے کے ساتھ کہا۔

"سوری آپی! مجھے نہیں دیکھنی یہ تصویریں۔ پرے کریں بلکہ ان کو پھاڑ دیں۔"

"کیوں......؟" اب کہ واقعی ارم نے حیرانی سے پوچھا۔

"آپی جی میں نے بہت سوچ سمجھ کر اب فلم میں کام نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ پھر یہ تصویریں دیکھنے کا فائدہ۔" روبی نے ڈرتے ڈرتے ان کو کہہ دیا۔

"کیا کہا فلم میں کام نہیں کروگی؟" ارم نے چونک کر اس کو دیکھا۔

"جی آپی! مجھے نفرت ہو گئی ہے اس کام سے۔" روبی نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"روبی! کہا تو ہے جو ہونا تھا ہو گیا۔ جب گئی چیز واپس آ ہی نہیں سکتی تو پھر فضول میں افسوس کرنے یا رونے دھونے کا فائدہ۔ اس لئے گڑیا! سب کچھ بھول کر شوٹنگ پر جانے کی تیاری کرو۔" ارم نے ایک بار پھر روبی کو نرمی اور محبت سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"جو بھی ہے آپی! بہرحال مجھے فلموں میں کام نہیں کرنا۔ آپ ہدایتکار نیاز صاحب کو فون کر کے میری طرف سے صاف صاف انکار کردیں۔" روبی نے اب کے ڈرنے کے بجائے جرأت سے کام لے کر صاف صاف انکار کردیا۔

روبی کا یہ کھلا انکار سن کر سب حیرت سے اسے تکنے لگے اور دل میں سوچنے لگے اب کیا ہوگا۔ سوچ تو ارم بھی رہی تھی کہ اب کیا کرے پھر خود ہی ایک فیصلہ کرتے ہوئے خاصے تند و تیز لہجے میں پوچھا۔

"فلم میں کام نہیں کروگی تو پھر اور کیا کروگی؟ یہ بتاؤ مجھے۔"

"کچھ بھی کرلوں گی مگر یاد رکھیں فلم میں کام ہرگز نہیں کروں گی۔" روبی نے شدید نفرت سے کہا تو ارم نے گھور کر روبی کو تھوڑے غصے سے پوچھا۔

"مثلاً اور کیا کچھ کرلوگی۔ مجھے بھی تو پتا چلے۔ تعلیم تمہاری شاید میٹرک بھی نہیں۔ ڈپلومہ کسی چیز یعنی ہنر کا تم نے نہیں لے رکھا کہ جاب کرلو پھر اور کیا کروگی اور سنو! اچھے برے لوگ تو ہر فیلڈ میں ہوتے ہیں۔ تم اپنا گھر چھوڑ چکی ہو۔ اکیلی لڑکی ہو۔ ایسے میں کس کس سے بچوگی۔ معاشرہ اتنا خراب ہو چکا ہے کہ سبھی مردوں کا باطنی روپ ایک سا ہے۔ جو عورت کو ہاتھ لگا کر چھونے میں ناکام رہتے ہیں وہ آنکھوں سے اندر تک عورت کو چھو لیتے ہیں۔" روبی حیرت سے دیکھ اور سن رہی تھی۔ ارم خاصے تلخ لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"جو پیپر تم سائن کر کے آئی ہو ان کی اہمیت جانتی ہو؟ تمہارے انکار کی صورت میں نیاز صاحب ہم پر لاکھوں کے ہرجانے کا کیس دائر کردے گا اور کہاں سے آئے گا ہرجانے کا یہ لاکھوں روپیہ۔ آپا تو وہ پہلے پیسے بھی خرچ کر چکی ہیں جو حاجی سردار نے دیئے تھے۔ اب بولو کیا کہتی ہو۔" ارم نے پوچھا۔ اور روبی کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا ہی نہیں۔ اپنا گھر چھوڑ چکی تھی اور ظاہر ہے جہاں رہنا تھا وہاں وہی کرنا مجبوری تھی جو وہ کہتے۔ وہ ارم آپی کی ایک ایک بات سمجھ گئی تھی اور مطلب اور مقصد بھی جان گئی تھی کہ وہ روبی سے کیا چاہتی ہیں۔

"بھول جاؤ وہ سب کچھ جو رات ہوا۔ یاد رکھنا اب تمہیں صرف فلموں میں ہی کام کرنا ہے۔ شاباش اور انکار نہیں کرنا۔" ارم نے کہا اور پھر فوراً ہی اٹھ کر باہر چلی گئی۔ روبی نے کرن کو

دیکھا پھر اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ یہ دیکھ کر زہرہ خانم جلدی سے اس کے قریب آئی مگر اس سے پہلے کرن اس کو گلے لگا چکی تھی۔ پھر بھی زہرہ خانم نے روبی کے سر پر ہاتھ رکھ کر تسلی دیتے ہوئے نرمی اور محبت سے کہا۔

”نا رو میری بچی! نا رو۔ تمہیں تو اپنی ارم آپی کے مزاج اور عادت کا پتہ ہے جب اس کو غصہ آتا ہے تو وہ میرا بھی لحاظ نہیں کرتی۔ دو منٹ میں ماں ہونے کے باوجود وہ بے عزت کر کے رکھ دیتی ہے۔ تم تو اس کی چھوٹی بہن ہو اور چھوٹی بہن کو بڑی بہن ڈانٹ بھی سکتی ہے مگر پھر بھی میں یہی کہوں گی کہ ارم نے تمہیں جو کچھ بھی کہا اس کو بھول جاؤ۔ میں اس کے ساتھ اب تمہاری بھی ماں ہوں۔ اگر تم فلموں میں کام نہیں کرنا چاہتی تو ٹھیک ہے دفع کرو۔ ماں ہوں میں خود نیاز صاحب سے بات کر لوں گی۔ ارے بات کیا میں ان کے پاؤں پکڑ کر صاف کہہ دوں گی نیاز صاحب! میری بچی کے ساتھ بڑا ظلم ہوا۔ آپ کے حاجی صاحب کو شرم نہ آئی بچی کی عزت برباد کرتے ہوئے۔ میری بچی کا دل ہی اچاٹ ہو گیا ہے اس کام سے۔ میری بچی کو معاف کر دیں اور اپنی اس فلم کے لئے نئی لڑکی ڈھونڈ لیں۔ مجھے یقین ہے وہ میری بات مان لیں گے۔“ بات کرتے ہوئے وہ روبی کے تاثرات بھی نوٹ کرتی جا رہی تھیں۔ آخر میں بولیں۔

”بس ذرا پیسوں کا مسئلہ ہو گا کہ وہ میں خرچ کر چکی ہوں جب تو آئی تھی تو پچاس ہزار کی تو تمہارے لئے شاپنگ کی تھی۔ خیر ان کا میں کسی نا کسی طرح بندوبست کر لوں گی مگر روبی بیٹی! تو یوں نا رو میرے دل کو کچھ ہوتا ہے کہ بیٹی کہا ہے تمہیں اور میری موجودگی میں روئیں تمہارے دشمن۔ ارم کو بھی میں خود سنبھال لوں گی بس اب چپ ہو جاؤ۔“ یہ سن کر روبی رونے سے تو چپ نہ ہوئی تاہم اس نے آہستگی سے کہا۔

”آپا جی پلیز! آپ آپی ارم سے کچھ نا کہئے گا۔ وہ ٹھیک کہتی ہیں۔ نا میرے پاس تعلیم ہے نہ کوئی ہنر میں فلموں میں ہی کام کروں گی۔ یہ تو ہے نا اس کام میں جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔“ زہرہ خانم کی باتوں نے اس پر اثر کیا تھا۔

روبی کی بات سن کر زہرہ خانم چند لمحے اس کو دیکھتی رہی۔ پھر کہا۔

”جیسے تمہاری مرضی۔ میں نے تو کہا تھا میں نیاز صاحب کے پاؤں پکڑ کر ان کو راضی کر لوں گی اور تمہاری ارم آپی کو بھی۔“ بات کرتے ہوئے ہی وہ روم سے باہر نکل گئی۔ کرن وہیں تھی بلکہ ابھی تک روتی ہوئی روبی کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ ماں کے جانے کے بعد بولی۔

”اب رونا دھونا بند کرو ورنہ میں بھی رونا شروع کر دوں گی۔ یار! شہرت یونہی نہیں مل جاتی۔ آخر آپی نے بھی کچھ نہ کچھ قیمت چکائی ہو گی۔ پلیز کچھ غلط نہ میرے بارے میں سوچنا گھر والوں کے بارے میں جو بھی سوچو مجھے اعتراض نہیں مگر میری دوستی پر شک مت کرنا۔ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے کاش کہ ایسا نا ہوتا۔ مجھے تمہارے دکھ اور صدمے کا احساس ہے۔ مگر افسوس میں تم کو تسلی دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتی۔“

”مجھے معلوم ہے تم ہمیشہ سے میری اچھی دوست ہو۔“ روبی نے کہا تو کرن بولی۔

”اب رونا بند۔ دیکھو تو سہی آزر کے ساتھ تمہاری تصویریں کتنی پیاری آئی ہیں۔“ اور روبی محض کرن کی خاطر تصویریں دیکھنے لگی تھی۔ حالانکہ دل چاہ رہا تھا سب کی سب پھاڑ ڈالے۔

پھر کرن بھی اٹھ کر چلی گئی۔ حالانکہ وہ اس کو بھی ساتھ باہر لے جانا چاہتی تھی۔ مگر روبی کا تو جیسے رات کا دل ہی مر گیا تھا۔ اس نے باہر جانے سے معذرت کر لی۔ اور پھر کرن کے جانے کے بعد اس نے ان سب گھر والوں کے رویے پر غور کیا اور جب غور کر چکی تو آخر میں سوچا۔

ارم آپی ٹھیک ہی کہہ رہی تھیں۔ وہ کر بھی کیا سکتی ہے۔ نہ تعلیم ہے۔ نہ ہنر اور پھر ارم آپی تو کسی کا بھی لحاظ نہیں کرتی۔ مجھے تو جو کچھ بھی انہوں نے کہا نرمی سے کہا اور پھر کون ساری زندگی کسی کو بستر پر بٹھا کر کھلاتا ہے۔ اپنے لئے مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ ویسے بھی اب ان لوگوں کے سوا میرا ہے ہی کون۔ میں اپنا سارا خاندان چھوڑ چکی ہوں۔ مگر اب ان کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گی۔ سبھی مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ ابو میرے سگے باپ سے زیادہ شفقت و محبت سے میرے ساتھ پیش آتے ہیں۔ آپا نے ماں کے پیار کی تشنگی مٹا ڈالی۔ کرن نے بہن کی اور ارم آپی ذرا غصے والی ہیں صرف۔ ان کا موڈ خراب ہو جائے تو ان کا رویہ سب کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور پوپی وہ میرا دوست بنا ہوا ہے۔ اس رات جو بدتمیزی اس نے میرے ساتھ کی اس کی اس نے باقاعدہ معافی مانگ لی ہے۔ پھر میری عزت جانے میں ان کا کیا قصور۔

گھر سے بھاگنے والی لڑکیوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ مگر میں نے اپنا گھر اپنی مرضی سے تو نہیں چھوڑا تھا۔ ہاں ماں کو جو خط لکھا تھا۔ وہ شاید بہت غلط بات تھی۔ میرا خط پڑھ کر ماں نے یقیناً مجھے بہت بددعائیں دی ہوں گی جس کی وجہ سے میری عزت لٹ گئی۔ لٹی عزت کا خیال آتے ہی وہ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس بڈھے بدمعاش کی اس ذلالت اور بے غیرتی پر۔ دوسری جانب ہال کمرے میں سب ہی اس وقت جمع تھے۔ سب ہی چپ چاپ کسی سوچ میں گم تھے۔ بہرحال زہرہ خانم نے ہی اس گمبھیر خاموشی کو توڑنے کی کوشش کی اور بولنے میں پہل کرتے ہوئے تنبیہی انداز میں ارم سے کہا۔

"تم روبی کو پیار سے بھی گائیڈ کر سکتی تھیں۔ مگر تم نے اس کے ساتھ بہت نامناسب رویہ اختیار کیا۔ بلکہ سخت لب ولہجہ اختیار کیا۔ جانتی ہو تمہارے اس رویئے سے متنفر بھی ہو سکتی ہے۔"

"ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ اس کو آئندہ قابو میں رکھنے کیلئے ابھی سے یہ لب ولہجہ اختیار کرنا بہت مجبوری اور ضروری تھا۔ اگر میں یہ رویہ اختیار نہ کرتی تو روبی نے کبھی فلموں میں کام کرنے کی حامی نہیں بھرنی تھی۔ وہ بہرحال ایک شریف خاندان کی بیٹی ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کس وقت کیا کرنا ہے اور کس سے کیا کہنا ہے۔ کس لب ولہجے میں کہنا ہے۔ میں نے جو بھی کیا' مطلب کہا خوب سوچ سمجھ کر کہا۔" ارم نے مسکرا کر ماں کو دیکھتے ہوئے وضاحت کی تو سبھی مسکرانے لگے۔ سوائے کرن کے۔

"بہرحال اب اگر تم اپنے رویئے کی اس کے ساتھ معذرت کر لو تو شاید مزید اچھا ہو جائے۔" ماں نے ارم کو مشورہ دیا۔

"معذرت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" ارم نے ہلکی ناگواری سے کہا۔ "تاہم میں اس کو بہلا لوں گی۔ آپ میرے حوالے سے بے فکر رہئے۔" حاجی سردار نے جو کیا تھا ان کو اس پر حیرت نہیں تھی۔ اس فیلڈ میں ایسا ہی ہوتا تھا۔

کچھ دن بعد روبی کی شوٹنگ کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ حاجی سردار اپنی اس فلم کو جلد از جلد مکمل کر کے عید الفطر پر عام نمائش کیلئے پیش کرنا چاہتے تھے۔ زہرہ خانم ہر روز روبی کو خود ساتھ لے کر سٹوڈیو جاتی تھی۔ عزت لٹنے کے بعد جب روبی کا سٹوڈیو کے فلور پر حاجی سردار سے سامنا ہوا تو وہ روبی کو دیکھتے ہی اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرایا تھا۔ روبی نے مارے نفرت کے منہ پھیر لیا۔ پھر اس بدمعاش بڈھے کی آواز پر چونکی جو ہدایتکار نیاز کو ہنستے ہوئے بتا رہا تھا۔

"فلم کی رسم افتتاح والی رات بہت پرلطف اور یادگار رہی۔ بہت انجوائے کیا میں نے۔"

نیاز صاحب نے جواب میں صرف مسکرانے پر ہی اکتفا کیا تھا کہ سیٹ پر اس وقت اور لوگ بھی موجود تھے۔ زہرہ خانم حاجی کی ذومعنی باتوں کو سمجھ رہی تھی۔ روبی کے چہرے پر لحظہ بہ لحظہ پھیلتی نفرت بھی دیکھ رہی تھی۔ مگر چپ تھی اور پھر ہدایتکار کے کہنے پر اس کو میک اپ روم میں لے گئی تھی۔

کافی دن سٹوڈیو کے اندر لگے سیٹ پر ہی شوٹنگ ہوتی رہی۔ پھر آؤٹ ڈور شوٹنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس دن روبی نے فلم کی شوٹنگ کیلئے یونٹ کے ساتھ سوات جانا تھا ارم آپی نے اس کو سمجھاتے اور پیار کرتے ہوئے کہا تھا۔

"کاش کہ میں تمہارے ساتھ جا سکتی۔ سوات کے موسم کو بھی انجوائے کرتی اور شوٹنگ بھی دیکھتی۔ مگر میری نئی سیریل کی شوٹنگ دن رات ہو رہی ہے اس لئے میں نہ جا سکوں گی۔" یہ سن کر کرن نے کہا تھا۔ "آپی چھٹیاں ہو چکی ہیں آپ نہیں تو میں تو جا سکتی ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو۔ پلیز انکار مت کیجئے گا۔" اور ارم نے روبی کو ساتھ جانے کی اجازت دیدی تھی۔

جانا تو پومی بھی چاہتا تھا۔ مگر زہرہ نے ارم کے منع کرنے سے پہلے ہی خود انکار کر دیا تھا۔ اچھی طرح سمجھتی تھی وہاں صرف روبی کو ایک روم ملے گا۔ اور وہ پومی کا اپنے روم میں سونا پسند نہیں کرے گی۔ کرن تو اس کی دوست تھی اور پھر لڑکی بھی تھی اور زہرہ کو تو ساتھ جانا ہی تھا۔

فلم کے ہیرو آزر کو روبی ذاتی طور پر بے حد پسند آئی تھی۔ اس کو دس برس ہو چکے تھے فلم انڈسٹری جوائن کئے۔ اس وقت آزر کا شمار ملک کے مشہور اور نامور ہیروز میں ہوتا تھا بلکہ مصروف ترین ہیرو تھے۔ مگر ابھی تک غیر شادی شدہ تھے عمر بھی ابھی ان کی زیادہ تیس تھی۔ وہ روبی کو ہدایتکار سے زیادہ خود گائیڈ کرتے تھے۔ ان کی ایک آدھ فلم چھوڑ کر ہر فلم ملک گیر کامیابی حاصل کر رہی تھی۔ روبی ان کو اچھی لگی تھی۔ وہ بہت شرمیلی لڑکی تھی مگر آزر کی وجہ سے وہ ذرا سی بولڈ ہونے لگی تھی۔

وہ اسے بہت اچھے طریقے اور پیار سے سمجھاتے تھے کہ یہ جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ یہ ہدایتکار یا فلم ساز کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ کہانی کی ڈیمانڈ ہوتی ہے۔ اب اگر فلم لائن جوائن کر

ہی لی ہے تو یار ذرا سی بولڈ بھی ہو جاؤ اور روبی مان گئی تھی۔
سوات میں روبی کا پہلا دن بہت اچھا گزرا تھا۔ کرن بھی ساتھ تھی۔ اور شوٹنگ سٹوڈیو کے فلور پر لگے سیٹ کے بجائے اوپن پہاڑوں پر ہو رہی تھی۔ روبی کو یہ سب بہت اچھا لگ رہا تھا۔ پھر شوٹنگ کے دوران ہی بارش شروع ہو گئی تو ان سب کو اپنا سارا سامان سمیٹتے ہوئے واپس ہوٹل بھاگنا پڑا تھا۔ سارا یونٹ ہی ہنستے مسکراتے موڈ کے ساتھ واپس آیا تھا۔ ہدایتکار البتہ پریشان تھا۔ اس طرح اس کی دوسری فلموں کا شیڈول متاثر ہو سکتا تھا۔ جن کی ہدایتکاری وہ دے رہا تھا۔ مگر یہاں جو کام مکمل کرنے آیا تھا نامکمل چھوڑ کر واپس نہیں جا سکتا تھا۔ بس دعا کر سکتا تھا کہ موسم بہتر ہو جائے۔
ادھر کرن اور روبی بہت خوش تھیں۔ حالانکہ خوش تو صرف کرن تھی۔ گھومنے کا موقع ملا تھا اور روبی افسردہ ہو کر اس کی خوشی خراب کرنا نہیں چاہتی تھی۔ آہستہ آہستہ وہ حالات سے کمپرومائز کرتی جا رہی تھی۔ اس میں آزر کا ہاتھ سب سے زیادہ تھا۔ بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ وہ رات کا کھانا کھا کر ابھی تینوں لیٹی ہی تھیں کہ دروازہ ناک ہوا۔ زہرہ خانم خود اٹھ کر باہر گئیں۔ پھر وہیں کھڑے کھڑے روبی کو آواز دے کر کہا۔
”روبی نیاز صاحب تمہیں بلا رہے ہیں۔ کہانی پر کچھ بات کرنی ہے۔“
ان کی بات سن کر روبی خاموشی سے اٹھی اور چپل پہن کر باہر آ گئی۔ آج اس نے زہرہ خانم کو ساتھ چلنے کا نہیں کہا تھا۔ رات کے کھانے پر نیاز صاحب نے آزر اور اس کو کہا تھا کھانے کے بعد میرے روم میں آنا۔ کہانی پر بات کرنی ہے۔ وہ جانے لگی تو زہرہ خانم نے خود ہی چالاکی سے پوچھا۔
”بیٹی میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں تمہارے.....“
”اس کی ضرورت نہیں۔ آپ دروازہ بند کر لیں۔“ روبی نے کہا اور روم سے باہر چلی آئی۔
دروازے کی چابی وہ اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ اس کو وہاں دیر بھی ہو سکتی تھی۔ وہ لڑکے کے ساتھ نیاز صاحب کے روم میں آئی تو وہاں صرف آزر ہی نہیں چند اور فنکار بھی موجود تھے۔ جو اس فلم میں کام کر رہے تھے۔ روبی کو دیکھتے ہی سب نے مسکرا کر ویلکم کہا۔ اور آزر نے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔
”سو گئی تھی جو خود نہیں آئی۔ ویٹ کرنے کے بعد لڑکا بھیجنا پڑا۔“
”میں دراصل بھول گئی تھی۔“ روبی نے شرمندگی سے کہا۔ نیاز صاحب نے اس کو اپنے پاس بیٹھنے کے لئے جگہ دی۔ پھر کہانی پر کافی دیر تک ڈسکس ہوتی رہی۔ پھر بات ختم ہو گئی تو سب سے پہلے اٹھ کر جانے والا آزر تھا۔ اس نے مسکرا کر سب کو شب بخیر کہا اور چلا گیا۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے باقی لوگ بھی اٹھ کر چلے گئے تھے۔ جانے کیلئے تو روبی بھی آزر کے ساتھ ہی اٹھی تھی۔ مگر نیاز صاحب نے بہت آہستگی سے اس کو کہا تھا۔
”تم ابھی رکو مجھے تم سے چند اور باتیں کرنی ہیں۔“ یوں روبی رک گئی تھی اور باقی سب لوگ چلے گئے تھے۔ اب وہ تنہا نیاز صاحب کے پاس بیٹھی تھی۔ دل تھوڑا سا گھبرانے لگا تھا۔ یہ سوچ کر کہ کہیں آج یہ نیاز صاحب بھی حاجی سرداروالی حرکت تو نہیں کرنا چاہتے۔ مگر نیاز صاحب کہانی کا مسودہ سامنے رکھے محویت سے مطالعہ کر رہے تھے۔ وہ جیسے روم میں روبی کی موجودگی کو بھول چکے تھے۔ یہی سوچ کر روبی نے پوچھا۔
”سر کیا بات کرنی ہے آپ نے۔ مجھے سخت نیند آ رہی ہے۔“ روبی کی بات سن کر نیاز صاحب نے یوں چونک کر چہرہ اٹھا کر اس کو دیکھا جیسے اب تک روبی کی موجودگی سے بے خبر ہی رہے تھے۔ پھر ایک گہری سانس لے کر چشمہ اتار کر سامنے میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔ ”تمہیں نیند آ رہی ہے جبکہ میرا پروگرام کچھ اور ہے۔“
”کیسا پروگرام سر؟“ روبی نے کچھ نا سمجھتے ہوئے پوچھا۔
”بتاتا ہوں۔“ نیاز صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی روبی بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ نیاز صاحب نے پہلے جا کر دروازے کو لاک لگایا پھر مڑ کر مسکراتی نظروں سے روبی کو دیکھنے لگے۔ روبی ان کے اس طرح دیکھنے سے نروس ہو گئی۔ پھر گھبرا کر دروازے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔
”سر! یہ آپ نے دروازہ کیوں بند کر دیا۔“
نیاز صاحب جواب دیئے بغیر روبی کے قریب آئے۔ پھر کہا۔ ”روبی! میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ تم فلمی لائن کی لڑکی نہیں ہو۔ تمہیں انڈسٹری میں نہیں آنا چاہئے تھا۔ اب بھول کر

تم نے فلمی لائن جوائن کر لی ہے پھر تم پسند کرو یا نا کرو تمہیں وہی کرنا ہے جو یہاں کا دستور ہے۔ آؤ میرے ساتھ بستر میں۔"

"کیا مطلب؟" روبی ہکلائی اور دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"اب تم اتنی بھی چھوٹی نہیں ہو کہ اس روم میں اپنی موجودگی اور بستر کا مطلب نہ سمجھ سکو" نیاز صاحب نے کہا۔ پھر روبی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"سر میں شریف لڑکی!" روبی نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ نیاز صاحب ہنس دیئے۔ پھر کہا۔

"شکر ہے تم نے مجھے انکل نہیں کہا۔ ویسے اگر تم مجھے فادر بھی کہتیں تو میں برا نہ مناتا۔ میں نے کونسا بن جانا تھا۔ حاجی سردار بہت بے ذوق، بے رحم انسان ہے جس نے تمہیں تھپڑ مارا مگر میں ایسا نہیں کروں گا" وہ اس کا ہاتھ تھام کر اپنے بستر پر لے آئے...... اور روبی پھٹی پھٹی نگاہوں سے نیاز صاحب کو دیکھ رہی تھی۔ حاجی سردار ساٹھ برس کا تھا تو نیاز پچپن کے قریب تھا۔ روبی نے سوچا تھا۔

چلو جو ہونا تھا ایک بار ہو گیا۔ مگر وہ سب آج دوبارہ ہونے لگا تھا۔ اس نے سوچا وہ کونسی منحوس گھڑی تھی جب میں نے گھر چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ وہ روبی کی جانب مڑے پھر اس کی آنکھوں میں آئے آنسو دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔

"اب یہ آنسو بے کار ہیں۔ یہ فلموں میں آنے سے پہلے سوچنا تھا" یہ کہہ کر وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ نیاز صاحب سگریٹ سلگا رہے تھے اور روبی ایک طرف پڑی ضبط کے باوجود آنسو بہا رہی تھی کہ یہ اس کے اختیار کی بات نہ تھی۔ نیاز صاحب نے روتی ہوئی روبی کو دیکھا اور تنبیہی انداز میں کہا۔

تم جس نگری جن لوگوں میں آئی ہو ان کے نزدیک تمہارے ان آنسوؤں کی اہمیت پانی سے زیادہ نہیں۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہو گا انہیں بے مول ہو کر بہنے سے روکو۔ ضبط کرنا سیکھو۔ اس فیلڈ میں کیا اس جیسی ہر فیلڈ میں مرد کے نزدیک عورت کے جسم کی تو اہمیت ہوتی ہے مگر آنسوؤں کی نہیں۔ تم جسم کے بھوکے کسی بھی مرد کو آنسوؤں سے متاثر نہیں کر سکتیں پھر اپنے آپ کو بے مول کرنے کا فائدہ؟ اب تم اپنے روم میں جا سکتی ہو۔ اور سنو یہ میرا دوستانہ مشورہ ہے کہ یہاں اس روم میں جو کچھ ہوا اسے کہانی بنا کر دوسروں کو سنا کر نا خود کو مزید بے عزت کرنا اور نہ ہی دوسروں کو پریشان کرنا۔ یہ جو کچھ میں نے کیا یا کہا۔ زہرہ خانم کو یا کرن کو بھی مت بتانا۔ جیسے حاجی سردار کے بارے میں رو رو کر بتایا تھا۔ زہرہ خانم حاجی کے رویئے کے حوالے سے مجھ سے شکایت کر رہی تھی۔ ہر بات سب کو بتانے کیلئے نہیں ہوتی کچھ باتیں قبر میں ساتھ لے جانے کیلئے ہوتی ہیں۔ اٹھو اور اب جاؤ اور جب تک عکسبندی کے سلسلے میں ہم سوات میں ہیں تم خود ہی ہر رات میرے روم میں آ جایا کرنا۔ مجھے لڑکا نہ بلانے کیلئے بھیجنا پڑے۔ سمجھی؟" آخر میں ان کا لہجہ دھمکی آمیز ہو گیا۔

روبی اٹھی اور پھر آنسو صاف کرتی ہوئی اپنے روم میں چلی آئی۔ وہ جب روم میں داخل ہوئی کرن اور زہرہ خانم گہری نیند سو رہی تھیں۔ روبی پہلے واش روم گئی ڈریس چینج کیا پھر باہر آ کر بستر پر لیٹ گئی۔ روم میں ڈبل بیڈ موجود تھا مگر زہرہ خانم زمین پر گدا بچھائے سو رہی تھی اور کرن بیڈ پر۔ روبی نے تو زہرہ خانم سے کہا تھا وہ بھی بیڈ پر ہی سو جایا کرے کہ بیڈ خاصا بڑا تھا۔ مگر زہرہ نے کہا تھا۔

"اس طرح مجھے بے آرامی ہو گی۔ میں زمین پر سکون سے سوؤں گی۔" اور روبی نے ان کی بات مان لی تھی۔

حالانکہ وجہ کچھ اور تھی۔ زہرہ خانم کو معلوم تھا وہاں لاہور میں حاجی سردار تھا تو یہاں نیاز۔ وہ روبی کو ضرور بلائے گا۔ پھر وہ روتی ہوئی واپس آئے گی تو میں کیسے کن الفاظ میں تسلی دوں گی؟ اس لئے وہ زمین پر سوئی تھی۔ اگرچہ وہ اس وقت جاگ رہی تھی۔ مگر روبی کو دیکھ کر سوئی بن گئی۔ یہی نہیں روبی کی عزت لٹنے کی زہرہ نے حاجی سردار سے ایک لمبی رقم لی تھی اور جب نیاز نے ان سے کہا رات کو روبی کو میرے روم میں بھیجنا تب زہرہ خانم نے ان کو ساری بات بتانے کے بعد کہا تھا۔

"لڑکا بھیج کر خود بلانا اور پھر اچھی طرح سمجھا کر واپس بھیجنا تا کہ وہ بعد میں مجھے رو کر پریشان نہ کرے اور باقی ساری بات بھی سمجھا کر اپنے روم میں آئی تھی۔ یہ زہرہ کی باتیں ہی تھیں جن کی وجہ سے اپنی خواہش پوری کرنے کے بعد نیاز نے کھل کر روبی کو سمجھایا تھا۔ اب جب روبی ان کو اٹھائے بغیر بیڈ پر لیٹ گئی تو وہ سمجھ گئیں نیاز کی باتوں کا روبی پر اثر ہو چکا ہے اور وہ مطمئن ہو گئی۔

روبی ذرا سی بھی آواز پیدا کئے بغیر بیڈ پر لیٹی تھی کہ کسی کی نیند خراب نا ہو۔ اس کے ساتھ تو جو ہونا تھا ہو چکا۔ مزید اپنے آپ کو رسوا کرنے کا فائدہ۔ مگر تھی تو چھوٹی۔ چوٹ پر پھر چوٹ لگی تھی۔ لیٹتے ہی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ وہ چپکے چپکے بے آواز روتی رہی کہ کسی کے سامنے نہیں مگر تنہائی میں تو آنسو بہائے جا سکتے تھے۔ بلکہ وہ تو خود بخود ہی موتی بن کر

آنکھوں سے گرتے جا رہے تھے۔ضبط کرنے کے باوجود پھر یونہی روتے روتے وہ سو گئی تھی۔
وہ لوگ ایک ہفتے کا پروگرام بنا کر آئے مگر بارش کی وجہ سے یہ سلسلہ کچھ لمبا سا ہو گیا تھا۔جس کی وجہ سے حاجی سردار خود بھی فلمی یونٹ سے آ ملے تھے۔وہ رات کو اس وقت آئے تھے جب سب لوگ رات کا کھانا کھا کر جا چکے تھے۔روبی نیاز صاحب کی ہدایت کے مطابق جب رات کو ان کے روم میں آئی تو وہاں نیاز صاحب کے پاس حاجی سردار بھی بیٹھے تھے۔روبی ان کو دیکھ کر تھوڑا گھبرا گئی اور وہیں دروازے کے قریب ہی رک گئی۔یہ دیکھ کر نیاز صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"آؤ آؤ روبی رک کیوں گئی۔یہ فلم ساز حاجی سردار صاحب ہیں کیا تم نے پہچانا نہیں۔" اس کے لہجے میں شرارت تھی۔روبی کو نہ حاجی سردار بھولا تھا نہ اس کا تھپڑ۔وہ درندہ تھا جس نے پہلی بار اس کو اس کی عزت سے محروم کر کے شریف لڑکی سے طوائف بنایا تھا۔اس کے بس میں نہیں تھا کہ وہ ان دونوں کتوں کو مار دیتی۔اس وقت اس کا آگے جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔مگر مڑ کر واپس نہیں جا سکتی تھی۔اس لئے آہستہ آہستہ چلتی ہوئی مرے قدموں سے ان کے پاس آ کر رک گئی۔حاجی سردار نے چہرہ اٹھا کر روبی کو دیکھا۔پھر کہا۔
"نیاز بہت انجوائے کر لیا تم نے آج یہ میرے ساتھ جائے گی۔" اپنی بات ختم کرتے ہی وہ اٹھے اور روبی کا ہاتھ تھام لیا۔روبی نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ نیاز صاحب نے لوفرانہ انداز میں آنکھ مارتے ہوئے کہا۔
"مجھ سے زیادہ تم پر حاجی سردار کا حق ہے کہ یہ نہ ہوتے میں نہ ہوتا۔ان کے پیسوں سے فلم بن رہی ہے۔آج تم ان کے ساتھ جاؤ۔ہاں اگر جلدی فارغ ہو جاؤ تو میرے روم میں آ جانا۔"
نیاز کی بات سن کر روبی نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی تھی اور حاجی سردار یونہی اس کا ہاتھ تھام کر اپنے روم میں لے آئے۔پھر اپنے روم میں آ کر انہوں نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔
اس رات پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا در حقیقت تمہارے انکل کہنے پر مجھے غصہ آ گیا تھا اور میرا ہاتھ اٹھ گیا۔مجھے افسوس ہے۔ورنہ عورت تو صرف پیار کیلئے بنائی گئی ہے۔اب میں تمہیں کبھی تھپڑ نہیں ماروں گا۔
روبی نے ان کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔مگر ان کے روم سے واپسی پر نیاز کے روم میں جانے کے بجائے وہ اپنے روم میں آئی اور ڈریس چینج کرنے کے بعد بستر پر لیٹ کر روتے ہوئے سوچا کہ آنسو پر تو کسی کا اختیار نہیں۔
جو اس کے ساتھ ہو رہا ہے۔اس کا ذمہ دار کون ہے؟ وہ خود اس کے گھر والے یا بلال اور بلال روبی کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔کاش تم میری زندگی میں نہ آتے۔تم نے خود ہی مجھے اپنی جانب متوجہ کیا اور جب میں تمہاری محبت میں گرفتار ہو گئی تو تم نے اپنا رویہ بدل لیا۔بات اگر تمہارے بدلے رویے تک ہی رہتی تو ٹھیک تھا۔مگر تم نے تو روحی کو سٹوری بنا کر پہلے مجھ سے میرا خاندان چھینا پھر میری محفوظ پناہ گاہ اور اب عزت بھی میری مجھ سے چھین لی گئی ہے۔یہ سب صرف اور صرف تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔
ہاں ہاں میری عزت لٹنے کے قاتل تم ہو صرف تم۔بلال میں پوری دنیا کو معاف کر سکتی ہوں مگر تمہیں نہیں۔اللہ کرے زندگی بھر تم کو خوشی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہو۔میرا گھر چھیننے والے تم کو بھی عمر بھر اپنا گھر آباد کرنا نصیب نہ ہو۔میری راتوں کو بے آرام بنانے والے۔پرسکون نیند سونا تمہیں بھی نصیب نا ہو۔کتنی بڑی قیمت ادا کرنی پڑی ہے مجھے تم سے محبت کرنے کی۔کاش کہ تم میری زندگی میں کبھی نا آتے۔مجھے عمر بھر کی تنہائی سونپنے والے اللہ کرے تمہاری تخلیں تمہارا مقدر کبھی نا بن سکیں۔مجھے میرے خاندان سے جدا کرنے والے اپنے خاندان میں مل جل کر بیٹھنا تمہیں کبھی نصیب نہ ہو۔تم کبھی نا جان سکو گے تم نے روحی کو ساری سٹوری سنا کر ایک معصوم اور بے گناہ لڑکی کو مجرم بنا کر کتنا بڑا گناہ کیا ہے۔تم لوگوں کو یونہی صدا تبلیغ کرتے رہو گے مگر اس کے باوجود یہ ایک گناہ ہی تمہاری ان سب نیکیوں سے بھاری ہے جو تم نے انجانے میں ہی سہی مگر کیا تو ہے۔وہ روتی رہی بلال کو بد دعائیں دیتی رہی پھر یونہی بد دعائیں کرتے کرتے اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔سو رات کی ہر رات سوتے وقت وہ اسی کیفیت سے دوچار ہوتی رہی۔
ایک ہفتے کے بجائے وہ دو ہفتے بعد واپس لاہور آئے اور باقی ماندہ فلم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔کبھی کبھی جب ارم کے بجائے وہ زبیدہ خانم کے ساتھ سٹوڈیو جاتی تو پوپی بھی ساتھ چلا جاتا۔چھٹی والے دن کرن بھی اس کی شوٹنگ دیکھنے ساتھ جاتی تھی۔وہ سب گھر والے بے حد خوش تھے۔اور خوش تو بظاہر روبی بھی تھی۔مگر اندر کی حالت اب اندر تک ہی رہتی تھی۔ہونٹوں پر ہمیشہ کیلئے چپ کے تالے لگ گئے تھے۔

سوات میں جو پندرہ روز اس نے گزارے تھے وہ سب اس کے اندر ہی رہا تھا۔ سوات میں زہرہ خانم تو کیا اپنی دوست کرن کو بھی اس نے کچھ بتانا مناسب نہ سمجھا تھا۔ تاہی لاہور واپس آ کر آپی کو بتایا تھا۔ نیاز صاحب نے جو اس کو سمجھایا وہ اس نے اپنے دل پر لکھ لیا تھا کہ خود کو رسوا کرنے کا فائدہ۔

تاہم اس کو جو یہ خطرہ تھا کہ لاہور آ کر بھی ہدایت کار اس کو رات میں طلب نا کرنے لگے تو ایسا نہیں ہوا تھا۔ ہاں حاجی سردار بھی کبھار جب رات کی شوٹنگ ہوتی تھی تھوڑے ٹائم کیلئے اس کو ساتھ ضرور لے جاتا تھا۔ اور اب وہ حاجی سردار کے ساتھ جاتے ہوئے زہرہ خانم کو ساتھ لے جانا پسند نا کرتی تھی۔

وقت یونہی گزرتا گیا اور فلم بن کر تیار ہو گئی۔ اس ایک فلم کو مکمل کرتے ہوئے اس نے کتنے لوگوں کو خوش کیا تھا وہی جانتی تھی۔ ادھر فلم کی شوٹنگ مکمل ہوئی۔ ادھر بابرکت مقدس عبادت والے مہینے کا آغاز ہو گیا تھا۔ مگر زہرہ بیگم کے گھر میں جیسے کسی کو اس مہینے کی اہمیت کا احساس ہی نہیں تھا۔ روبی چونکہ دن رات شوٹنگ میں مصروف رہی تھی۔ رمضان سے ایک روز پہلے اس کی شوٹنگ مکمل ہوئی تھی۔ چاند نظر آنے کے بعد جب قریبی مسجد سے اعلان ہوا تب وہ سب ہال میں بیٹھے مکمل ہونے والی روبی کی فلم کے بارے میں ڈسکس کر رہے تھے۔ اعلان سن کر روبی نے چونکتے ہوئے ان سب سے کہا۔

"ارے مجھے پتا نہیں چلا اور رمضان کا مقدس مہینہ سر پر آ پہنچا" روبی کی بات سن کر سب خاموش رہے البتہ زہرہ خانم نے روبی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں رمضان کا مہینہ آ گیا ہے۔ ادھر رمضان جاتا ہے ادھر آ جاتا ہے۔ سال گزرتے تو اب پتہ ہی نہیں چلتا کہ کب پرانا سال ختم ہوا اور کب نیا برس شروع ہوا۔ جب ہم چھوٹے تھے تو ترس جاتے تھے۔ اماں جی سے اکثر پوچھ پوچھ کر کہ عید کب آئے گی۔ رمضان کے آتے ہی عید کی تیاری گھر کے اندر شروع ہو جاتی۔ خدا خدا کر کے رمضان رخصت ہوتا پھر جس خوشی سے عید منائی جاتی وہ بھی دیکھنے کے لائق ہوتی۔ ہم جو صبح عیدی لے کر گھر سے نکلتے پھر شام کو ہی گھر واپس آتے تھے۔ وہ زمانے بھی اچھے تھے۔ نہ ماں باپ کو فکر ہوتی کہ بچے گم ہو جائیں گے۔ اور نہ بچے ڈرے سہمے کہ کوئی ان کو اٹھا کر لے جائے گا۔ مگر اب تو سب کچھ ہی بدل گیا ہے۔ اب تو رمضان کا پتا ہی نہیں چلتا" زہرہ خانم لمبی بات کر کے چپ ہوئیں تو ارم نے ہنس کر کہا۔

"آپا اس وقت عید کی عید بچوں کو نئے کپڑے پہننے کو ملتے تھے اور بچے سارا سال عید کا شدت سے انتظار کرتے تھے۔ اب کے ہمیشہ ہی عید ہوتی ہے۔ ورنہ عید تو اب بھی اپنے ٹائم پر آتی ہے" ارم خاموش ہوئی تو روبی نے پوچھا۔

"آپ میں سے روزہ کون کون رکھتا ہے"

"کوئی بھی نہیں" کرن نے فوراً بتا دیا۔

"کیا مطلب......؟" روبی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یار! کوئی بھی نہیں۔ ہمارے گھر میں کوئی بھی روزہ نہیں رکھتا" اب کے کرن نے ہنس کر کہا۔

"کیا واقعی تم میں سے کوئی بھی روزہ نہیں رکھتا؟" روبی نے سب کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو پومی نے مارے جوش کے کہہ دیا۔

"روبی اس گھر میں صرف میں روزے رکھتا ہوں"

"جھوٹ مت بولو اس" کرن نے مسکرا کر کہا۔ پومی کے جی میں تو یہی آیا کہ وہ اٹھ کر ایک زوردار مکا اس کرن کی بچی کے منہ پر جڑ دے مگر ضبط کرتے ہوئے ماں سے کہا۔

"مما روبی کو بتائیں نا میں نے پچھلے برس روزے رکھے تھے نا"

"ہاں بھئی روبی! سارے نہیں مگر چند روزے پومی نے بھی رکھے تھے" زہرہ خانم نے پومی کی عزت رکھ لی۔ حالانکہ پچھلے برس پومی نے مارے جوش کے دو روزے رکھے تھے اور افطاری سے پہلے ہی دوپہر کے وقت دوسروں کو ناشتہ کرتے دیکھ کر توڑ لیا تھا۔ زہرہ خانم نے محسوس کیا تھا کہ روبی نے روزہ نہ رکھنے والی بات کو کچھ زیادہ پسند نہیں کیا۔ اس لئے بڑی ہوشیاری سے بولی۔

"روبی بیٹی تمہارے ابو دل کے مریض ہیں۔ وہ روزہ نہیں نبھا سکتے۔ میں شوگر کی مریض ہوں اس لئے مجھے بھی ڈاکٹر نے روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ تمہاری ارم آپی عید شو اور پھر عید پر پیش کئے جانے والے ڈراموں کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی مصروف ہوتی ہے۔ وہ بھی نہیں رکھتی اور پھر ہماری دیکھا دیکھی کرن بھی روزہ نہیں رکھتی۔ کہ میں اکیلی روزہ رکھ کر کیا کروں گی

اور اب تم بھی نہ رکھنا۔ کتنے ہفتوں سے مسلسل عکسبندی میں حصہ لے کر تھک چکی ہو اب آرام کرو۔“

”آپ میں سے بے شک کوئی بھی روزہ نہ رکھے مگر میں سارے ہی روزے رکھوں گی۔ میں خود اٹھ کر سحری بنا لیا کروں گی۔“ روبی نے حتمی لہجے میں کہا تو زہرہ خانم نے محبت سے کہا۔

”تمہیں سحری پکانے کی ضرورت نہیں۔ ملازمہ خود بھی روزے رکھتی ہے وہ تمہارے لئے سحری بنا دیا کرے گی اور افطاری پر ہم بھی تمہارے ساتھ شامل ہو جایا کریں گے۔“

”مما مجھے بھی روزہ رکھنا ہے۔ اور ہم اکٹھے ہی سحری کھا لیا کریں گے۔“ کومی نے سوچا ویسے تو دن میں تنہائی میں روبی کے پاس بیٹھنے کا موقع نہیں ملتا اب رات کو سحری کے بہانے ہی سہی وہ میرے قریب پورا مہینہ بیٹھے گی تو پھر میں آہستہ آہستہ فری ہونے کی کوشش کروں گا اور پھر چاند رات پر میں اس کو صاف صاف بتا دوں گا تمہاری شادی میرے ساتھ کرنے کا مما نے فیصلہ کیا ہے۔ مگر روبی نے یہ کہہ کر اس کا پروگرام خاک میں ملا دیا وہ کہہ رہی تھی۔

”آپ ملازمہ سے کہہ دیں میں سحری اپنے روم میں کیا کروں گی اور افطاری بھی اپنے روم میں کیا کروں گی۔ آپ کو میرے لئے اپنی روٹین چینج کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“ اور پھر ان سب کو شب بخیر کہہ کر اپنے روم میں چلی گئی۔ روم میں آ کر اس نے سب سے پہلے دروازہ بند کیا پھر بستر پر اوندھے منہ گر کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ پچھلے سال تک وہ اپنے گھر اپنے خاندان میں موجود تھی اور تب وہ روبی لڑکی تھی۔ آج وہ بغیر نکاح کے زبردستی عورت بنا دی گئی تھی۔ بلکہ طوائف اور تب وہ صرف روبی تھی۔ اب وہ صرف روبی نہیں فلم سٹار روبی تھی۔

کو کہ اس کے فلمی مستقبل کا فیصلہ عید پر ریلیز ہونے والی اس کی پہلی فلم ”ایک بار چلے آؤ“ نے کرنا تھا مگر فلم ریلیز ہونے سے پہلے ہی روبی دو نئی فلمیں سائن کر چکی تھی۔ جن کے ابھی چند شاٹ ہی شوٹ ہوئے تھے۔ مگر یہ دونوں فلمیں پنجابی تھیں۔ روبی کو اچھی طرح یاد تھا۔ رمضان سے دو ہفتے پہلے ہی ان کے گھر رمضان کی تیاری شروع ہو جاتی تھی۔ سارے گھر کے کمروں کے پردے بیڈ شیٹ تک کی دھلائی ہوتی کہ عبادت والا مہینہ آ رہا ہے۔ پھر خوب اچھی طرح گھر کی صفائی ہوتی۔ پکوان کے بارے میں طے کیا جاتا۔ افطاری پر کیا بنانا اور سحری میں کیا کھانا ہے۔ عید سے پہلے چاند رات کی تیاری۔ پھر عید پر تو تینوں دن خوب اہتمام کیا جاتا تھا۔ پہلے دن ان کے گھر مہمان آتے دوسرے دن وہ مہمان بن کر جاتے۔ مگر یہ سب اب اس کی زندگی میں نہ رہا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر روتی رہی۔ پھر اٹھ کر وضو بنانے چلی گئی کہ عشاء کی نماز کا ٹائم ہو رہا تھا۔

کو کہ روبی نے کہہ دیا تھا گھر والے اس کی خاطر اپنی روٹین نہ بدلیں۔ مگر اس کے باوجود ان سب نے سہ پہر کی چائے کو افطاری میں بدل لیا تھا۔ البتہ سحری ملازمہ اس کو اس کے روم میں دے جاتی تھی۔ مگر افطاری پر سارا خاندان موجود ہوتا۔ یہاں تک کہ ابو بھی اور بوبی محض روبی کو دکھانے کیلئے سارے روزے رکھ رہا تھا۔ ایک بات روبی نے محسوس کی تھی کو کہ کوئی بھی ان میں سے روزہ نہیں رکھ رہا تھا۔ مگر عید کی تیاریاں پورے زور شور سے جاری تھیں۔ ایک نہیں کئی کئی سوٹ بنانے کے پروگرام بن رہے تھے۔ اس کی شاپنگ پہلے زہرہ خانم خود کرتی تھیں۔ لیکن جب سے روبی نے فلمی لائن جوائن کی تھی تو شاپنگ کی ذمہ داری خود ارم نے اٹھا لی تھی۔ ایک تو اس لئے کہ روبی کو ٹی وی پر ہونے والے لائیو شو پر انوائٹ کیا گیا تھا۔ اور اس شو کی ریکارڈنگ عید سے ایک ہفتہ پہلے ہونی تھی۔ پھر عید پر اس کی فلم بھی ریلیز ہو رہی تھی۔ اس کے بعد عید پارٹیوں کے سلسلے کئی روز تک چلنے تھے۔ فلم کے گانے فلم کی ریلیز سے پہلے ہی لوگوں کو اس فلم کی جانب متوجہ کر چکے تھے۔ سب فلم بین جو دیکھنے کا مزاج رکھتے تھے بڑی بے تابی سے اس فلم کے منتظر تھے۔

بہر حال وہ سب عید کی تیاریوں میں محو تھے۔ روبی عبادت میں گم۔ یہ الگ بات ہے کہ روزے رکھنے اور کثرت سے عبادت کے باوجود وہ ذہنی سکون سے ابھی تک محروم تھی۔ دل کی بے چینی کم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ عبادت کر رہی تھی۔

عید والا مبارک دن بھی آ پہنچا تھا مگر وہ سب عید والے دن بھی حسب معمول سوئے ہوئے تھے۔ نہ کسی عورت نے عید کی نماز پڑھی نا کوئی مرد نماز عید پڑھنے گھر سے باہر گیا۔ ڈاکٹر نے روزے رکھنے کے ساتھ ساتھ کیا نمازیں پڑھنے سے بھی منع کر دیا تھا۔ وہ اپنے روم میں بیٹھی یہی سوچ رہی تھی کہ ملازمہ شیر خرمہ کا پیالا لئے اس کے روم میں داخل ہوئی۔ پہلے سلام کیا پھر عید مبارک کہہ کر پیالہ اس کے سامنے میز پر رکھا۔ روبی نے جواباً عید مبارک کہتے ہوئے اٹھ کر ایک ہزار کا نوٹ پرس سے نکال کر ملازمہ کو دیا۔ ملازمہ نے شکریہ کہتے ہوئے نوٹ تھام لیا تو روبی نے پوچھا۔ ”گھر والے کب تک اٹھیں گے؟“ اس کو معلوم تھا کہ یہ ملازمہ بہت پرانی ہے۔ ورنہ کھانے پکانے کو تو کچن میں خانسامہ موجود تھا۔

”وہ تو روز والی اپنی روٹین کے مطابق ہی اٹھیں گے۔“ ملازمہ یہ کہہ کر چلی گئی۔ وہ پھر اپنے گھر والوں کے بارے میں سوچنے لگی کہ عید سے دو تین دن قبل ہی عید کے سوٹ استری

وغیرہ کر کے رکھ لئے جاتے تھے۔عید نماز سے پہلے ہی امی خود شیر خرمہ بناتی اوراس کو کھانے کے بعد عید والے سوٹ پہن کر مرد مسجد چلے جاتے اور گھر کی عورتیں بھی نماز پڑھنے لگ جاتی تھیں۔ایک دوسرے کو اپنے اپنے کپڑے دکھانے کیلئے عید کی نماز کے بعد عید ملتیں۔پھر وہ روحی آپی کے ساتھ کچن میں مصروف ہو جاتی کہ دوپہر کے کھانے پر کافی مہمان انوائٹ ہوتے تھے۔چند چیزیں تو بنا کر پہلے ہی فریج میں رکھ لی جاتیں۔آنے والے مہمان بھی بچوں کو عیدی دیتے تھے۔وہ سب چچی پھوپھو لوگ ہی تو ہوتے تھے اور یہاں ابھی تک سبھی سو رہے تھے۔

روبی نے کو کہ دو فلمیں سائن کی تھیں۔ایک تو نیاز صاحب کی ہی تھی۔دوسری ایک نئے ہدایتکار کی مگر اس نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ ان کی شوٹنگ میں حصہ عید کے بعد لیں گی۔کو کہ دونوں فلموں کی رسم افتتاح ہو چکی تھی۔نیاز صاحب کی فلم کا صرف ایک لانگ شاٹ عکسبند ہوا تھا۔وہ بھی افتتاح والے دن اور دوسری فلم کے مڈ شاٹ اس پر عکس بند کئے گئے تھے۔

ملازمہ نے کہا تھا کہ وہ حسب معمول یعنی گیارہ بجے اٹھیں گے۔روبی شیر خرمہ کھا کر روم میں ہی ٹہلنے لگی تھی کہ سب سے پہلے زہرہ خانم روم میں داخل ہوئیں۔سب سے پہلے روبی کو عید مبارک کہا۔پھر گلے سے لگا لیا اور روبی کو بے ساختہ ماں یاد آ گئی۔ماں عید کی نماز پڑھ کر جب آتی تھی تو گھر والوں کے ساتھ ساتھ روبی کو بھی بہت محبت سے گلے لگاتی تھی۔

"ارے آج خوشی کا موقع ہے اور تم رو رہی ہو۔بری بات۔"

"یونہی۔" روبی نے جلدی سے آنسو صاف کر لئے۔یہ دیکھ کر زہرہ نے شکوہ کرنے والے انداز میں کہا۔

"اگر تمہیں مجھے دیکھ کر ماں یاد آئی ہے تو یہ قدرتی بات ہے کہ وہ تمہاری ماں ہے مگر اتنا ضرور کہوں گی کیا میں نے ماں بن کر نہیں دکھایا؟ کیا بیٹی نہیں سمجھتی؟"

"ماں سے زیادہ ماں بن کر دکھایا ہے۔" کہتے ہوئے روبی ایک بار پھر ان سے لپٹ گئی۔اتنے میں ارم کرن بھی عید مبارک کہتے ہوئے باری باری اس کے گلے ملیں تو روبی نے کہا۔

"میں نے سنا ہے آپ عید والے دن بھی گیارہ بجے سے پہلے سو کر نہیں اٹھتے۔آج کیسے جلدی اٹھ گئے ذرا یہ راز بھی بتا دیں۔"

"تمہارے لئے۔" کرن نے ہنس کر کہا اور ارم آپی نے کہا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے جو گیارہ بجے سو کر اٹھتے۔آج گیارہ بجے تو تمہاری فلم کا پہلا شو ہے۔کیا بھول گئیں تم کہ یہ شو ہم سب گھر والوں نے ایک ساتھ دیکھنا ہے۔"

"سوری آپی! میں تو آپ کے ساتھ نہ جا سکوں گی۔" روبی نے معذرت کرتے ہوئے کہا تو کرن بول پڑی۔

"ارے تمہاری فلم کا پہلا شو ہے اور تم نہیں دیکھو گی۔سبھی اداکار ہیرو ہیروئن اپنی پہلی فلم کا پہلا شو لازمی دیکھتے ہیں۔ہم سب جائیں گے اور محترمہ روبی صاحبہ آپ بھی میرے ساتھ جائیں گی۔" مگر روبی نے کرن کو جواب دینے کے بجائے ارم آپی سے کہا۔

"آئی ایم سوری آپی! میرا موڈ نہیں۔آپ چلے جائیں اور آ کر مجھے بتائیں فلم فلاپ ہوئی یا-----" مگر روبی بات پوری نہ کر سکی۔

"ارے ارے۔" ارم نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔"کتنی بری بات منہ سے نکالنے لگی تھی۔تمہاری فلم ریلیز ہونے سے پہلے ہی بہت شہرت حاصل کر چکی ہے۔اور نیاز صاحب کی فلمیں تو ویسے بھی کم فلاپ ہوتی ہیں۔اس برس تمہاری فلم سے پہلے جو تین فلموں کی نمائش ہوئی ان تینوں نے بہت زبردست کامیابی حاصل کی۔آج کو کہ سات فلمیں نمائش کی جارہی ہیں۔وہ بھی بہت بڑے بڑے آرٹسٹوں کی۔مگر مجھ سے شرط لگا لو سب سے زیادہ کامیابی تمہاری فلم حاصل کرے گی۔بہتر ہو گا اگر تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔"

"نہیں آپی آپ جائیں اور آ کر مجھے بتا دیں۔"

"وہ تو ہم نہ بھی جائیں تو تمہارا ہدایتکار تم کو فون کر کے بتا دے گا۔" ارم نے ہنس کر کہا۔پھر وہ تینوں چلی گئیں تو تھوڑی دیر بعد پومی اس کے دروازے کو ناک کرتے ہوئے روم میں داخل ہوا۔روبی جو بستر پر لیٹ چکی تھی۔رات ارم آپی کے ساتھ مارکیٹ اور سڑکیں ناپتے ہوئے گزری تھی۔پومی کو دیکھتے ہی روبی جلدی سے اٹھ بیٹھی۔پومی بڑی تیزی سے روبی کے قریب آیا۔پہلے عید مبارک کہا پھر ایک گفٹ پیک اس کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔"یہ میری جانب سے عید کا گفٹ۔روبی میں زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی کو گفٹ دے رہا ہوں۔"

"شکریہ پومی!" روبی نے جواباً عید مبارک کہتے ہوئے گفٹ تھام لیا تو پومی روم سے باہر چلا گیا۔حالانکہ دل روبی کو گلے ملنے اور اپنے سینے سے لگانے کو چاہ رہا تھا مگر پھر وہی ارم آپی

کا خوف۔ اپنی خواہش دل میں دبائے روم سے باہر چلا گیا۔

ٹھیک دس بجے وہ سب روبی کی فلم کا پہلا شو دیکھنے سینما چلے گئے تھے۔ جب دو بجے کے بعد گھر واپس آئے تو سبھی خوشی سے ناچ رہے تھے۔ کیونکہ روبی کے کیریئر کی پہلی فلم جو ملک بھر میں عام نمائش کیلئے پیش کی گئی تھی باکس آفس پر کامیاب رہی تھی۔ پہلا شو ختم ہوتے ہی جنگل میں لگی آگ کی طرح فلم "ایک بار چلے آؤ" کی کامیابی کی خبر پھیل گئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ روبی کے کردار کے ناقابل فراموش چرچے۔ روبی نے اپنی پہلی فلم میں ہی لاجواب یادگار بہترین اور کبھی نہ بھولنے والی سپر کلاس پرفارمنس دی تھی۔ روبی کی اس پہلی فلم نے ہی روبی کو فلم انڈسٹری کی سپر کلاس ہیروئن بنا دیا تھا۔ ہر طرف روبی کی لاجواب اداکاری کی دھوم تھی۔

فلم دیکھنے والے تماشائی یہ نہیں جانتے تھے کہ فلم کی کہانی روبی کی اداس زندگی سے ملتی جلتی ہے۔ اس کے چہرے پر جو گھنی اداسی تھی وہ گو کہ کہانی کی ڈیمانڈ بھی تھی۔ مگر یہ اداکاری نہیں حقیقت تھی۔ ان دنوں روبی اپنی زندگی کے دردناک موڑ سے گزر رہی تھی اور یہ درد اور گہری اداسی اس کے چہرے سے عیاں ہوتی تھی۔ اور پھر فلم کا ہیرو بھی آزر تھا۔ جس کی فلم میں موجودگی فلم کی کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی تھی۔ یہ ایک رومانی فلم تھی جو ہر لحاظ سے باکس آفس پر کامیاب رہی تھی۔ ہدایتکار نیاز تو ویسے بھی کامیاب فلمیں بنانے میں ایک اونچا مقام رکھتے تھے۔

ارم کے گھر اس وقت جشن کا سماں تھا۔ گو کہ فلم کا پہلا شو ختم ہوتے ہی ارم لوگوں کے گھر پہنچنے سے پہلے ہی ہدایتکار نیاز کا فون آ گیا تھا۔ جب ملازمہ نے روبی کو بتایا کہ نیاز صاحب آپ کو بلا رہے ہیں تو روبی نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ان سے کہو میڈم سو رہی ہیں اور یہ پیغام خود وصول کر لو۔" ملازمہ نے پیغام وصول کر کے اس کو بتا دیا تھا کہ وہ کہتے ہیں فلم نے زبردست کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کامیابی کا سن کر روبی کو رتی بھر خوشی نہ ہوئی تھی۔ اپنے اس فلمی کیریئر کی جو قیمت روبی نے چکائی تھی وہ صرف وہی جانتی تھی۔ حاجی سردار نے جب پہلی بار اس کی عزت برباد کی تھی تب یہ داستان اس نے زہرہ خانم کو روتے ہوئے سنا دی تھی اور جو نتیجہ نکلا تھا اس کے بعد باقی کی ذلتیں جو اس نے سوات میں ہر رات اٹھائی تھیں وہ اپنی ذات تک ہی محدود رکھی تھیں۔ اب اس وقت کرن کیا ارم آپی بھی ڈانس کر رہی تھیں۔ پھر روبی کے قریب آئیں اور منہ چوم کر کہا۔ "بہت زبردست روبی! بہت بہت مبارک ہو یار! تم نے تو بڑی بڑی ہیروئن سے بھی اچھی پرفارمنس دی ہے۔" جواب میں روبی خاموش ہی رہی تھی۔

مبارکباد کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ روبی نے ارم سے کہہ دیا تھا وہ نہ تو کسی سے بات کرے گی اور نہ ہی کسی پارٹی میں جائے گی اور اپنے روم میں چلی گئی جبکہ ارم فون سنبھال کر بیٹھ گئی تھی کہ ایک فون ختم ہوتا تھا تو دوسرا آ جاتا۔ فلم ساز حاجی سردار کا بھی آیا ہدایتکار نیاز کا بھی ہیرو آزر کے علاوہ بھی فلم یونٹ کے بہت سارے لوگوں نے فون کئے۔ حاجی سردار اور ہدایتکار کی جانب سے تو مٹھائی کے ٹوکرے بھی آئے تھے۔

آزر نے بھی روبی کو مٹھائی کے بجائے کیک بھجوایا تھا۔ ارم کو تو کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ وہ کئی برسوں کی محنت کے بعد بھی وہ مقام حاصل نہ کر سکی تھی جو روبی نے ایک ہی فلم کرنے کے بعد حاصل کر لیا تھا۔ ہر کوئی روبی سے بات کرنی چاہ رہا تھا۔ اور ارم بتا رہی تھی کہ وہ سو رہی ہیں۔ کرن پومی رضوی اور زہرہ خانم ارم سے کم خوش نہیں تھے۔ مگر اچانک پھر ایک ایسا فون آیا جس نے ان سب کی خوشی پل بھر میں خاک میں ملا دی تھی۔ ارم نے سب کو اس فون کے بارے میں بتانے کے بعد زہرہ خانم سے بہت فکرمندی سے پوچھا تھا۔ اب کیا ہو گا۔

●☆☆☆●

یہ فون تھا اسلام آباد سے مشہور سیاسی و سماجی شخصیت چودھری نواز کی طرف سے جو خیر سے لاہور ہی کے رہائشی تھے۔ ان کے پرائیویٹ سیکرٹری قدیر نے فون کیا تھا۔ فون چونکہ ارم نے خود ریسیو کیا تھا اس لئے ارم کا نام سنتے ہی سیکرٹری صاحب نے بغیر کسی تمہید کے کھل کر بات کرتے ہوئے کہا۔

چودھری نواز صاحب کا حکم ہے کہ رات ایک بجے تک فلم سٹار روبی کو ان کے بنگلے پر بھیج دیں اور اگر کنوینس کا کوئی مسئلہ ہو تو پھر چودھری صاحب کی اپنی گاڑی روبی کو لینے آ سکتی ہے۔"

فون گو کہ بہت اہم تھا مگر ارم کی سمجھ میں نا آیا کہ وہ فوری طور پر اس بات کا سیکرٹری صاحب کو کیا جواب دیں۔ کچھ اور نا سوجھا تو کہا۔

"قدیر صاحب! اس وقت عید کی وجہ سے گھر پر کافی سارے مہمان آئے ہوئے ہیں پلیز مائنڈ نہیں کیجئے گا۔ مناسب سمجھیں تو ایک گھنٹے بعد دوبارہ فون کر لیں۔" اور فون بند کر دیا۔ پھر ہاتھ پر تھوڑی ٹکا کر سوچ میں پڑ گئی۔ اگر یہ بلاوا خود اس کے اپنے لیے ہوتا تو وہ مارے خوشی کے اچھل پڑتی۔ اس کو چوہدری نواز کے بنگلے پر جانے پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ اتنے بڑے بندے نے اگر طلب کیا ہے تو ظاہر ہے گفٹ بھی تو اپنی حیثیت کے مطابق دے گا۔ مگر اب بات روبی کی تھی۔ چوہدری نواز نے روبی کو طلب کیا تھا۔ اور روبی کو اس کام سے شدید نفرت تھی۔ اس نے تو فلم میں کام تک کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے بعد پھر کچھ زہرہ خانم کے نرم رویے اور تھوڑے سے ارم کے سخت رویے سے اس نے فلم میں کام کرنے کی دوبارہ حامی بھری تھی کہ اس کی دانست میں جو کچھ ہوا اس میں ان کا کوئی قصور نہیں تھا۔ نہ ہی وہ اس معاملے میں ملوث سمجھتی تھی۔ مگر اب

اب روبی سے یہ کہنا کہ فلاں بندہ تمہاری رفاقت شب کا خواہش مند ہے۔ بہت مشکل کام تھا۔ وہ سوچے گی بلکہ کہے گی آپ نے میری کمائی کھانے کیلئے مجھے دھندے پر لگانے کیلئے بنا دی تھی۔ بلکہ یہ بھی کہہ سکتی تھی کہ یہ سب کام کروانے کیلئے مجھے گھر سے بھگایا تھا۔ ارم نے فون بند کر کے ساری بات ماں کو بتا دی تھی۔

ارم کی بات سن کر بھی پریشان ہو گئے تھے۔ کیونکہ وہ سب اچھی طرح جانتے تھے۔ اول تو چوہدری صاحب نے ان کا یا انکار قبول ہی نہیں کرنا تھا۔ کر بھی لیتا تو پھر ان کے سارے خاندان کی خیر نہیں تھی۔ چوہدری نواز ان سب کو جیل میں بند کراتا تو چھوٹی بات ان کے پورے خاندان کو قتل کرانے کی طاقت رکھتا تھا۔ اب وہ بھی معذرت کرنے کا کوئی ایسا طریقہ سوچ رہے تھے جس کو چوہدری صاحب خندہ پیشانی سے قبول کر لیں۔

روبی کا تو ان کے بنگلے پر جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ وہ پہلے والی عام روبی نہیں تھی جو ان سے ڈر جاتی۔ اپنی پہلی ہی فلم کی باکس آفس پر کامیابی سے وہ سپر سٹار بن چکی تھی۔ یہ نہ ہو کہ اس بات سے خفا ہو کر ان کا گھر ہی چھوڑ کر چلی جائے۔ پھر وہی بات۔ یہ تو طے تھا کہ انکار ہی کرنا تھا مگر کیسے کیا جائے۔ سب یہی سوچ رہے تھے کہ فون کی بیل پھر سے ہونے لگی۔ سی ایل آئی پر نمبر دیکھا تو چوہدری نواز کے سیکرٹری کا تھا۔ یعنی کہ ایک گھنٹہ اتنی جلدی بیت گیا تھا ان کو پتہ بھی نہ چلا تھا۔ نا ہی وہ ابھی تک اس مسئلے کا حل سوچ سکے تھے۔ اب ان میں سے کوئی بھی فون اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ فون خاموش ہو گیا۔ مگر چند لمحے توقف سے بیل پھر ہونے لگی۔ پھر ہوتی ہی چلی گئی مگر ریسیور پھر بھی کسی نے نہ اٹھایا تھا۔ یہ دیکھ کر رضوی نے کہا۔

میرے خیال میں چوہدری کو انکار کرنا مناسب بات ہوگی۔ روبی کو بگری کرنے کا کوئی طریقہ سوچو۔ میرے خیال میں تو روبی کو بگری کرنے کا فریضہ آپ کرن کو سونپ دیں۔ روبی کرن کی دوست ہے۔ وہ کسی نا کسی طریقے سے بہلا پھسلا کر روبی کو چوہدری نواز کے بنگلے پر لے جانے کیلئے بگری کر ہی لے گی۔ انہوں نے کرن سے محبت سے پوچھا تو باقی سب کی نگاہیں کرن کی جانب اٹھ گئیں۔ کرن نے سب کو امید بھری نگاہوں سے اپنی جانب دیکھتے پایا تو خاصے خشک لہجے میں کہا۔

"مجھے تو آپ اس کام کیلئے معاف ہی رکھیں آئی ایم سوری۔"

"جذباتی ہوئے بغیر ذرا سوچو کرن بیٹی! اگر تمہارے سمجھانے سے روبی مان جاتی ہے تو ہمیں آج ہی کتنی بڑی رقم مل سکتی ہے؟ جتنی روبی نے دس فلموں میں کام کرنے کے بعد کمائی ہے۔" رضوی نے منت کرنے والے انداز میں کرن سے کہا۔

"پھر بھی ہرگز نہیں۔ روبی میری دوست ہے۔ یہ بات روبی سے کبھی نہیں کہوں گی۔" کرن نے زبان کے ساتھ سر بھی ہلایا تھا۔

"کرن بات صرف پیسوں کی نہیں جان کی بھی ہے۔ ہمارا انکار سن کر کیا وہ وفاقی وزیر ہمیں معاف کر دیں گے؟ تم اچھی طرح جانتی ہو وہ صرف وفاقی وزیر ہی نہیں بہت بڑی مشہور اور سیاسی شخصیت بھی ہیں اور خاندانی جاگیردار بھی ہیں۔ وہ تو ہمیں اٹھوا لینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ ہمارا انکار سن کر وہ سمجھیں گے ہم جان بوجھ کر انکار کر رہے ہیں۔ شاید بات کہیں اور طے کر چکے ہیں۔ پھر وہ برداشت نہیں کریں گے۔ تم بات کر کے دیکھو تو میری بیٹی!" اب کے زہرہ خانم نے بھی کہا تو کرن نے ماں کو جواب دینے کے بجائے ارم کو مخاطب کرتے ہوئے سخت اور تلخ لہجے میں کہا۔

"آپی! آپا سے کہہ دیں مجھے اس معاملے میں نا گھسیٹیں۔ آپ کے جو جی میں آتا ہے کریں مگر مجھے اس سلسلے میں معاف ہی رکھیں تو بہتر ہے۔ میں نے کہا نا میں روبی سے اس حوالے سے کچھ بھی نہ کہوں گی۔"

کرن کی بات سن کر زہرہ خانم کو غصہ آ گیا۔ مگر ان کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ارم نے کرن کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے ماں سے کہا۔

"کرن کو آپ اس معاملے سے الگ ہی رہنے دیں۔ چوہدری نواز ہمارا دردِ سر ہے۔ کرن کا نہیں۔ اور میری بات غور سے سنیں اب اگر چوہدری صاحب کے سیکرٹری کا فون آیا تو فون تو خیر لازمی آئے گا...... ہاں تو اب جب فون آئے تو آپ خود ریسیو کر کے بات کریں اور میرا خیال ہے آپ ان کو صاف صاف بتا دیں اور کہہ دیں کہ وہ آپ کی سگی بھانجی ہے۔ وہ گاؤں سے شہر آئی ہے۔ فلموں میں کام کرنا اس کا شوق ہے۔ مگر دوسری باتوں کو وہ پسند نہیں کرتی۔ ہاں اگر آپ پسند کریں تو روبی کی جگہ میری بیٹی ارم حاضر ہو جائے گی۔ اگر انہوں نے آپ کی یہ بات مان لی تو ٹھیک ہے ورنہ بات اچھے طریقے سے ختم تو ہو ہی جائے گی۔" یہ تھی ارم کی رائے۔ ادھر دونوں باپ بیٹا بے چینی سے صوفے پر بیٹھے پہلو پہ پہلو بدل رہے تھے۔ پوپی کے بس میں نہیں تھا ورنہ اس کا جی چاہ رہا تھا وہ روبی سے جا کر کہتا۔ روبی یہ ایک بہت بڑی آفر ہے پلیز انکار کر کے میرا اور اپنے ہونے والے بچوں کا مستقبل تباہ مت کرو۔ تمہیں آخر فکر کس بات کی ہے میں تم سے شادی کرنے کو تیار ہوں۔

پریشان تو زبیدہ بھی تھیں انکار کا سوچ سوچ کر۔ یہ واقعی ایک بڑی آفر تھی اگر روبی مان جاتی تو وہ کرائے کا گھر چھوڑ کر اپنے گھر والے تو بن سکتے ہیں۔ اتنی بڑی شخصیت تھی مگر یہ نہ ہو کہ زیادہ کھانے کے چکر میں یہ تھوڑا بھی ہاتھ سے نکل جاتا۔ یہی سوچ کر انہوں نے ارم کی بات مان لینے کا فیصلہ کیا تھا اور جب انہوں نے اس بات سے ارم کو آگاہ کیا تو رضوی جوان کی باتیں سنتے ہوئے کچھ سوچ بھی رہے تھے جلدی سے بولے۔

"ارے دور کو انکار ہرگز نا کرنا۔" یہ کہہ کر وہ چند پل ارم کو دیکھتے رہے پھر ایک طویل سانس کھینچتے ہوئے بولے۔

"ارم بیٹی اگر تم ہمت کرو تو بات بن سکتی ہے۔ یہ کام ہو سکتا ہے۔ وزیر صاحب کو انکار کرنا بہت بڑی ناشکری ہوگی۔ اگر اللہ نے ہم پر یہ فضل کیا ہے تو ہمیں اس کو شکریئے کے ساتھ قبول کرنا ہوگا۔ اور یہ سب کام تمہاری جرأت سے ہوگا۔"

"مثلاً مجھے کیا ہمت اور جرأت کرنا ہوگی۔" ارم نے سنجیدگی سے پوچھا۔ انکار کرنے کو خود اس کا بھی دل نہیں چاہتا تھا۔ مگر یہ انکار کرنا مجبوری تھی۔ تب رضوی نے ان کو اپنا پروگرام بتاتے ہوئے کہا۔

"اب جب وزیر صاحب کے سیکرٹری کا فون آئے تو تمہاری ماں صاف ان سے وہی بات کہہ دے جو تھوڑی دیر پہلے تم نے کہی تھی۔ یعنی وہ میری بھانجی ہے، بہت شریف لڑکی ہے فلموں میں کام کرنا اس کا شوق ہے مگر ان باتوں کو یعنی اس کام کو وہ پسند نہیں کرتی۔ اگر ہم نے زبردستی اس کو آپ کے بنگلے پر جانے کا کہا تو وہ مارے خفگی کے فوراً ہمارا گھر چھوڑ کر چلی جائے گی۔ ہاں اگر آپ ہمارے یہاں آ جائیں تو ہو سکتا ہے آپ کی بات بننے کی کوئی صورت نکل آئے۔"

"فرض کریں وہ یہ بات مان کر ہمارے یہاں آ گئے تو پھر کیا ہوگا۔" ارم نے بے صبری سے پوچھا۔

"پھر تم ان کو روبی کے روم میں لے جانا اور روبی سے کہنا تم سے ملنے ایک بہت بڑی ہستی آئی ہے۔ وزیر صاحب کو اپنے یہاں آنے پر کھل کر ساری بات بتا دینا کہ کیسے ان کا کام یا بات بن سکتی ہے۔ اس تعارف کے بعد تم چوہدری صاحب کو روبی کے روم میں یہ کہنے کے بعد چھوڑ کر آ جانا کہ چوہدری صاحب آپ بیٹھیں میں ابھی آتی ہوں۔ اس کے بعد چوہدری صاحب جانے اور ان کا کام۔ وہ اس میدان کے پرانے کھلاڑی ہیں۔ حالات کو اچھے طریقے سے ڈیل کر لیں گے۔ روبی کو شور کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔" رضوی صاحب اپنی بات ارم کو بتا کر خاموش ہو گئے۔

اور صبح کیا ہوگا؟ کچھ یہ بھی سوچا ہے آپ نے؟" ارم نے پوچھا۔

وہی جو پہلے کہا ہے۔ یہاں پر ہی تو تم نے ہمت اور جرأت دکھانی ہے۔ صبح تم سخت کو بن جانا اور تمہاری ماں نرم۔ تم روبی سے کہہ سکتی ہو یہ سب کرنا ہماری مجبوری تھی۔ وہ خود ہی چل کر ہمارے گھر آ گئے تھے۔ اگر ہم چوہدری صاحب کی بات نہ مانتے تو انہوں نے ہمارے سارے خاندان کو قتل کروا دینا تھا۔ مزید کیا کیا کہنا ہے تم خود بھی سوچ سکتی ہو۔ ماشاءاللہ خوب سمجھدار ہو۔ روبی چھوٹی سی ہے۔ وہ تمہاری باتیں سن کر ڈر جائے گی۔ مجھے یقین ہے خاموشی اختیار کر لے گی۔" یہ سب سنتے ہی ارم کا رنگ مارے جوش کے سرخ ہو گیا۔ اس نے فوراً کہا۔ "فلم انڈسٹری میں بھی بہت سارے لوگ روبی کو ہمارے خلاف بہکا سکتے ہیں۔ اس کو ہمیشہ اپنے قابو میں رکھنے کیلئے میرا اب مستقل سخت رویہ اختیار کرنا ضروری ہے۔" صرف چوہدری صاحب کے حوالے سے نہیں بعد میں بھی سخت رہنا ضروری ہے۔ آپا آپ کا بعد میں نرم ہو کر روبی کو سنبھالنا ضروری ہے۔ پھر جب ساری بات طے ہو گئی۔ سارا پروگرام سیٹ کر لیا تو لگے بے تابی سے سب چوہدری صاحب کے سیکرٹری کے فون کا انتظار کرنے۔ زیادہ لمبا ویٹ نہیں کرنا پڑا تھا۔ جلد ہی سیکرٹری صاحب کا فون آ گیا تھا۔ ارم نے

خود ہی ماں کے بجائے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور ریسیور اٹھا لیا۔ ارم کی ساری بات سننے کے بعد سیکرٹری نے کہا۔
میں ابھی چودھری صاحب سے بات کر کے آپ کو دوبارہ فون کرتا ہوں۔ چند منٹ بعد ہی سیکرٹری صاحب کا فون آ گیا۔ وہ کہہ رہا تھا دو بجے رات کو چودھری صاحب آپ کے گھر آ جائیں گے اور پھر گھر کا ایڈریس پوچھ کر فون بند کر دیا فون بند کرتے ہی ارم نے کہا۔
"لو بھئی آپا کام بن گیا۔ چودھری صاحب رات دو بجے تشریف لا رہے ہیں۔" یہ سن کر سب ہی خوش ہو گئے تو ارم نے پھر کہا۔
"اب مسئلہ یہ ہے کہ روبی نے نہیں مگر ہمیں تو عید ملن پارٹی میں بھی لازمی جانا ہے۔" تو اس میں پریشان ہونے والی کونسی بات ہے۔ آپ وہاں زیادہ دیر رکنے کے بجائے ایک بجے تک واپس گھر آ جائیں۔" پومی نے جلدی سے کہا۔ پومی کی اس بات کو سب ہی نے پسند کیا تھا۔ روبی کو کہ پارٹی میں جانے سے انکار کر چکی تھی۔ اس کے باوجود ایک بار رسمی طور پر اس کو ساتھ چلنے کا کہنا ضروری تھا۔ یہی سوچ کر کرن کو روبی کے روم میں بھیجا۔ مگر روبی نے پارٹی میں جانے سے معذرت کر لی تھی۔ یوں عید ملن پارٹی کے ٹائم پر وہ تینوں ماں بیٹیاں تیار ہو کر چلی گئی تھیں۔
ان کے جانے کے بعد روبی صرف رات کا کھانا کھانے ہی اپنے روم سے باہر آئی تھی۔ کھانا کھاتے ہی وہ دوبارہ اپنے روم میں چلی گئی تھی۔ گھر پر صرف پومی اور ابو ہی رہ گئے تھے۔ روبی نے کھانا پومی ابو کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر اس لئے کھایا تھا کہ ارم جاتے ہوئے تاکید کر کے گئی تھی کھانا پومی ابو کے ساتھ کھانا۔ عید کا کچھ تو اہتمام کر لینا۔ ورنہ روبی نے کھانا اپنے روم میں کھانا تھا۔ اس نے تو عید پر سلوائے گئے بطور خاص سوٹوں میں سے ایک بھی سوٹ نہیں پہنا تھا۔ وہ سادہ سوٹ میں ملبوس تھی۔ کتنی دیر وہ بند روم میں ٹہلتی رہی۔ پھر جب تھک گئی تو سونے کیلئے لیٹ گئی۔ نجانے سوئے ہوئے کتنی دیر ہوئی تھی کہ دروازہ ناک ہونے لگا۔ روبی کی آنکھ فوراً ہی کھل گئی۔ بے سکونی کی نیند تھی اس کی۔ جس کی وجہ سے سارا گھر خوش و خرم تھا وہ خود اس خوشی سے محروم تھی۔ اس وقت کون ہو سکتا ہے۔ وہ اٹھنے کے بجائے لیٹی سوچتی رہی۔ اٹھنے کا موڈ بالکل نہیں تھا مگر جب بار بار دروازہ ناک کیا گیا تو روبی کو اٹھنا پڑا۔ وہ بے زاری سے اٹھ کر دروازے کے قریب آئی۔
"کون ہے بھئی اس وقت۔" لہجے میں ہلکی ناگواری تھی۔
"ارے روبی، بہت ضروری کام ہے پلیز جلدی سے دروازہ کھولو۔" ارم آپی کی آواز سن کر روبی نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ باہر ارم اکیلی ہی کھڑی تھی۔ دروازہ کھلتے ہی ارم نے روم میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔
"سو چکی تھی کیا؟"
"جی آپی!" روبی نے آہستہ سے کہا تو ارم بولی۔
"روبی ڈیئر! میں اس وقت تمہیں کبھی ڈسٹرب نہ کرتی مگر تم سے ملنے ایک بہت بڑی ہستی خود چل کر ہمارے گھر آ رہی ہے۔ اس وجہ سے مجھے اس وقت تمہاری نیند خراب کرنی پڑی۔ اب تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"
"اس وقت؟" روبی نے وال کلاک پر ٹائم دیکھتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔ جو ایک بجا رہا تھا۔
"یار! ابھی ایک ہی تو بجا ہے۔ چلو آؤ میں تمہیں خود اپنے ہاتھوں سے تیار کرتی ہوں۔" پھر عید کیلئے بطور خاص سلوائے گئے سوٹوں میں سے ایک سوٹ کا انتخاب کرتے ہوئے بولی۔
"یہ لو پکڑو اور جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر پہن کر آ جاؤ۔" یہ سن کر روبی نے کہا۔
"آپی اس وقت رات کو تیار ہونا کیا ضروری ہے؟ ویسے ہی مل لیتی ہوں میں آپ کی اس بہت بڑی ہستی سے۔" روبی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ آنے والی ہستی میل ہے۔ وہ یہی سمجھی کہ ارم آپی کی کوئی سہیلی ملنے آ رہی ہے۔
"ارے ایسے کیسے مل لو گی تم۔ کیا عام لڑکی ہو۔ سپر کلاس پرفارمنس دینے والی سپر سٹار ہو۔ اور جو بہت بڑی ہستی سپر سٹار سے ملنے آ رہی ہے۔ اس کو فلم سٹار والے روپ میں ہی دیکھنا پسند کرے گی۔ چلو شاباش یہ سب جلدی سے پہن کر آ جاؤ۔" ارم نے کہا تو روبی نے بے دلی سے ان کے ہاتھ سے سوٹ لیتے ہوئے سوچا۔

"اے کاش کہ گمنام ہی رہتی۔" وہ سوٹ چینج کر کے باہر آئی تو ارم آپی نے بڑی محنت سے اس کا میک اپ کیا۔ پھر بس ابھی آئی کہہ کر باہر چلی گئی۔ روبی پریشان سی ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ کونسی ہے وہ مشہور ہستی جو دن کے بجائے رات کو آ رہی ہے۔ تبھی ارم پھر چلی آئی۔ لیکن اب وہ اکیلی نہیں تھی۔ اب اس کے ساتھ ایک مرد بھی تھا جس کی عمر 55 اور 60 کے درمیان ہوگی۔ ارم اس کو ساتھ لئے روم میں داخل ہوئی۔

وہ سمجھ گئی آدھی رات کو یہ مرد اگر اس کے روم میں آیا ہے تو اس کا کیا پروگرام ہوگا۔ وہ اس وقت صرف اس کو دیکھنے نہیں آیا ہوگا۔ روبی نے جوابات سوچی وہ یہی تھی کہ اس کو اس وقت جب آدھی رات ہو رہی ہے تیار ہونے سے پہلے ہی ارم آپی سے پوچھ لینا چاہئے تھا کہ آدھی رات کو آنے والی یہ مشہور ہستی میل ہے یا فی میل۔ مگر ارم آپی نے جلدی ہی اتنی مچائی تھی کہ وہ آنے والی ہستی کے بارے میں وضاحت سے نہ پوچھ سکی۔ اب اس غلطی کا نتیجہ روبی کے سامنے تھا وہ مرد ارم کے ساتھ خود بھی روم میں داخل ہو چکا تھا۔ ارم کھڑی مسکرا کر تعارف کروا رہی تھی۔

"روبی یہ ہیں وہ مشہور سیاسی شخصیت جاگیردار اور وفاقی وزیر چوہدری نواز صاحب جو اس وقت اپنے قیمتی ٹائم سے وقت نکال کر صرف اور صرف تم سے ملنے آئے ہیں۔ تم نے اخبارات میں اکثر ان کی تصویریں دیکھی ہوں گی اور ان کے بڑے بڑے سیاسی جلسوں کی خبریں پڑھی ہوں گی۔"

"میں نے ان کو کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی کبھی ان کے بارے میں پڑھا ہے۔" روبی سمجھ گئی تھی دال میں ضرور کچھ کالا ہے جو چوہدری نواز اس وقت آیا ہے۔ آخر فلم انڈسٹری کے مردوں میں گھومتے پھرتے کچھ نا کچھ سمجھ تو آ گئی تھی اس کو بھی۔ بے شک ابھی وہ پورے بیس کی بھی نہ تھی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو روبی؟" ارم نے خفا ہو کر اس کو دیکھا۔ قبل اس کے کہ وہ سرزنش کرتی چوہدری نواز نے ہاتھ کے اشارے سے ارم کو خاموش رہنے کا کہتے ہوئے روبی کو مسکرا کر دیکھا پھر کہا۔

"اگر تم نے مجھے پہچاننے کیلئے کہا ہے تو بھی کوئی بات نہیں۔ اس عمر میں اکثر لڑکیاں ہری مرچ ہوتی ہیں اور میں ایسی ہی لڑکیوں کو پسند کرتا ہوں اور اگر تم واقعی مجھے نہیں جانتیں کہ ابھی چھوٹی سی ہو تو پھر بھی میں یہی کہوں گا کہ مجھے تمہارا یہ سچ اچھا لگا۔ میں اپنا تعارف تم سے خود کرواؤں گا۔ ابھی ارم نے جو کروایا وہ رسمی تعارف تھا۔" یہ کہتے ہوئے چوہدری نواز نے ارم کی جانب یوں دیکھا جیسے کہہ رہا ہو تم ابھی تک یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو چلتی پھرتی نظر آؤ۔ ارم ان کی نظروں کا مطلب فوراً ہی سمجھ گئی اور روبی کو دیکھتے ہوئی بولی۔

"روبی میں چائے کا کہہ کر ابھی آتی ہوں۔" قبل اس کہ روبی انہیں رکنے کا کہتی۔ وہ جلدی سے روم سے باہر نکل گئیں۔ ارم کے جاتے ہی چوہدری نواز نے پہلے دروازے کو لاک لگایا پھر روبی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کو آواز دے کر روکنے کی ضرورت نہیں۔ وہ اگر اس وقت مجھے تمہارے روم میں چھوڑ کر چلی گئی ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ میرا پروگرام جانتی ہے۔"

"پروگرام! کیسا پروگرام؟" روبی نے پوچھا۔ چوہدری نواز اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے گہری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے قریب آ کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"تم میرے اندازے سے زیادہ خوبصورت اور پیاری ہو۔ بہت بیوٹی فل۔" چوہدری نے کہا۔ روبی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ اب کچھ بھی کہنا فضول تھا۔ نہ وہ اس وقت حاجی سردار کے گھر میں تھی اور نہ ہی سوات کے ہوٹل میں۔ وہ تو اپنے گھر کے اندر موجود تھی۔ گھر والی خود لٹیرے کو اس کے روم میں چھوڑ کر گئی تھی پھر بچنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

یہ گھر تھا مگر اسے اپنا گھر کہنا شاید نامناسب بات تھی۔ چوہدری نواز صرف ایک رات نہیں تین روز ان کے گھر رہا تھا اور ان تین روز میں نا تو کوئی گھر کا فرد روبی کے روم میں آیا تھا اور نہ ہی چوہدری نواز نے روبی کو روم سے باہر جانے کی اجازت دی تھی۔ ہاں ملازمہ آ جاتی تھی ناشتہ کھانا لے کر اور چوہدری نواز کو جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی ملازمہ سے کہہ دیتے تھے۔ تیسرے روز جب چوہدری نواز جانے لگے تو روبی سے کہا۔

"میں جب تک زندہ ہوں اب تمہیں چھوڑنے یا تم سے جدا رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اچھی لگی ہو تم مجھے دل کے اندر تک اتر گئی ہو میرے۔ لیکن میں تم سے ملنے روز روز یہاں اس گھر اس ایریا میں نہیں آ سکتا۔ اب تم سے میری ملاقات نئے گھر میں ہوگی۔ ہاں کوئی ضرورت ہو تو مجھ سے کہو۔" روبی نے منہ سے کچھ کہنے کے بجائے ان کی جانب دیکھتے

ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔ چودھری نواز نے روبی کے رخسار کو نرمی سے چھو کر کہا۔
"بہت بولتی ہیں لڑکیاں خاص کر اس عمر میں اور تم نے ان تین یوم میں بمشکل چند باتیں کی ہوں گی بلکہ خود سے تم نے ایک بات بھی نہیں کی۔ میری باتوں کے جواب ہی دیئے تھے۔ کہو تو گن کر بتا سکتا ہوں۔" آخر میں انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ روبی پھر بھی خاموش ہی رہی اور وہ خدا حافظ کہہ کر باہر چلے گئے۔
باہر آئے تو لاؤنج میں ارم ان کی منتظر تھی۔ چودھری نواز نے اک نگاہ اس کو دیکھا اور نفرت سے سوچا یہ وہ کال گرل ہے۔ جو ہر وقت ہر کسی کیلئے خود کو تیار رکھتی ہے۔ کہتی تھی آپ میرے لئے کہتے تو میں خوشی خوشی آ جاتی۔
"مجھے یقین ہے یہ تین دن بہت خوشگوار گزرے ہوں گے۔" چودھری نواز کو دیکھتے ہی ارم نے مسکرا کر بے باکی سے پوچھا۔
"یقیناً۔" چودھری نواز مسکرائے پھر کہا۔
"میرا یہاں روز روز آنا مناسب نہیں۔ میڈیا والے ویسے ہی میرے خلاف لکھتے رہتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے اس ملک میں ایک میں ہی برا آدمی ہوں۔"
"تو کیا ہم لوگ یہ گھر بدل لیں۔" ارم نے فوراً ہی پوچھا۔
"ہاں وہ تو بدلنا ہی ہوگا۔ گلبرگ میں میری ایک کوٹھی خالی پڑی ہے۔ وہاں آج کل میں شفٹ ہو جائیں۔ سیکرٹری ابھی میرے جانے کے بعد فون کر کے بتا دے گا۔" بات ختم کرتے ہی وہ باہر چلے گئے۔ ان کا ڈرائیور گاڑی لے کر آ گیا تھا مگر جاتے جاتے بھی ان کو ارم کی ایک بات کا جواب مزید دینا پڑا۔ ارم نے پھر بے باکی سے پوچھا تھا۔
"روبی پسند آئی کیسی لگی؟"
"جو سوچا تھا روبی کی تصویریں دیکھ کر اس سے زیادہ پیاری لگی۔" چودھری نواز نے کہا اور چلے گئے۔ ارم کچھ دیر وہیں کھڑی سوچتی رہی۔ روبی کے روم میں جائے یا نہ پھر سر جھٹک کر ماں کے روم کی جانب چل دی۔ وہ بہت خوش تھی کوٹھی کا سن کر۔ زہرہ خانم کے روم میں سب ہی موجود تھے۔ پوئی کرن اور ابو نے تو ظاہر ہے ماں کے روم میں ہی ہونا تھا۔ ارم کو دیکھتے ہی زہرہ خانم نے پوچھا۔
"چلے گئے چودھری صاحب!"
"جی ہاں چلے گئے۔" ارم نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو زہرہ خانم نے جلدی سے پوچھا۔
"مجھے تو کچھ نہیں دیا روبی کو یقیناً کچھ نہ کچھ دے کر گئے ہوں گے۔"
"مجھے صرف ایک خوشخبری دے کر گئے ہیں۔ بھلا بوجھیں تو سہی۔ وہ خوشخبری کیا ہو سکتی ہے؟" ارم نے بڑے پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔
ارم کی بات سن کر سبھی سوچ میں پڑ گئے۔ مگر بہت سوچنے پر بھی جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو پھر ارم ہی سے پوچھا۔ تب ارم نے ہنستے ہوئے بتایا۔
"وہ کہتے تھے میں روز روز یہاں نہیں آ سکتا اس لئے ہم سب ان کی کوٹھی میں شفٹ ہو جائیں جو گلبرگ میں ہے۔"
"ارے کیا واقعی؟" زہرہ خانم نے پوچھا۔ پھر ارم کے جی ہاں کہنے پر بولیں۔
"کوٹھی روبی کے نام کرنے کا ارادہ ہو گا ان کا۔"
"یہ تو فی الحال پتہ نہیں۔ مگر شفٹ ہونے کا ضرور کہہ گئے ہیں۔" ارم نے پھر بتایا۔ "ارے چلو جو بھی ہے عارضی طور پر ہی سہی اس کرائے کے گھر سے بلکہ کرائے سے تو جان چھوٹ جائے گی۔ ادھر مہینہ جاتا ہے ادھر آ جاتا ہے۔ یہ بتاؤ چلنا کب ہے آج ہی یا------" زہرہ خانم نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا۔
"آج ہی اگر ان کے سیکرٹری کا فون آ گیا تو۔ ورنہ خیر آج نہیں تو کل پرسوں ترسوں۔" ارم اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی تو زہرہ خانم نے فکرمندی سے پوچھا۔
"اب روبی کا کیا کرنا ہے یہ بھی سوچا ہے تم نے؟"
"سوچنا کیا آپا جی! ابھی دیکھ لیجئے کیا کرتی ہوں میں روبی کا۔" یہ کہہ کر ارم نے سارا پروگرام ان کو بتایا پھر ملازمہ سے کہا۔
"روبی کے پاس جاؤ اور اس کو بولو ارم آپی کہتی ہیں جلدی سے تیار ہو کر آپا جی کے روم میں آ جاؤ کہ سٹوڈیو جانا ہے بری اپ۔"

چودھری نواز کے جانے کے بعد روبی پھر سے بستر پر لیٹ گئی تھی۔ جو بھی ہوا تھا یا ہو رہا تھا وہ اب اس کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ نا ہی اب اس پر رونا چاہتی تھی۔ رونے کا فائدہ تھا نہ سوچنے کا۔ ہدایتکار نیاز نے سوات کے ہوٹل میں اس کو سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔

"روبی تم ایک ایسی دلدل میں اتری ہو جس سے باہر آنا اب تمہارے لئے بے حد نا ممکن ہے۔ مرد کے نزدیک عورت کے جسم کی اہمیت ہے آنسوؤں کی نہیں۔ تم فلمی لائن کی لڑکی نہیں ہو روبی! تمہیں فلم لائن جوائن نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اب اگر کر چکی ہو تو بھگتو۔ یہ لوگ تمہیں بھاگنے نہیں دیں گے۔" روبی کم سن تھی فلم میں کام کرنے سے پہلے وہ بالکل بھی نہیں جانتی تھی کہ اس کی قیمت بار بار عزت خراب کروا کر لٹا کر چکانی ہو گی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا ارم آپی نے چودھری نواز کو اس کے روم میں لانے اور پھر چھوڑ کر جانے کی جرات کیسے کی۔ کیا وہ طوائف تھی یا کال گرل؟ وہ آپا سے صاف صاف کہہ دے گی دوبارہ ایسا ہوا تو وہ گھر چھوڑ کر چلی جائے گی۔ خود بھی تو لڑکی ہی تھی۔ اپنے روم میں لے جاتی یا پھر اپنی بہن کرن کے روم میں لے جاتی۔ وہ انہی سوچوں میں بیٹھی کھول رہی تھی کہ ملازمہ نے روم میں داخل ہو کر روبی کو ارم کا میسج دیا۔

"ارم بی بی آپ کو بلا رہی ہیں۔" اور واپس چلی گئی۔ روبی تھوڑی دیر سوچتی رہی پھر دوپٹہ لے کر ان کے روم کی جانب چل دی۔ مگر وہ وہاں نہیں تھی۔ روبی نے سوچا آپا جی کے روم میں ہوں گی اور پھر آپا کے روم کی جانب چل دی۔ ابھی وہ آپا کے روم سے تھوڑی دور ہی تھی کہ ارم آپی کو گرجتی برستی آواز سنائی دی۔ وہ شاید آپا پر ہی گرج برس رہی تھی۔ "آپ کو روبی کی فکر پڑی ہے اور مجھے پورے خاندان کی۔ آپ اچھی طرح ان چودھریوں کو جانتی ہیں۔ انکار سننے کی ان کو عادت نہیں ہوتی۔ ان کے سیکرٹری سے جب میں نے کہا سوچ کر بتاتی ہوں تو اس نے کہا سوچنے کی گنجائش۔ اجازت وہاں ہوتی ہے جہاں چوائس کی اجازت ہو۔ آپ نے صرف ہاں کہنا ہے کہ انکار سننا چودھری نواز کی عادت نہیں۔ آپ کا انکار خود آپ کے تو کیا آپ کے خاندان کے حق میں بھی اچھا نہیں ہو گا۔ میں نے تو پھر بھی آخری کوشش کی کہ روبی کی جگہ میں خود آ جاؤں مگر وہ نہ مانے۔ انہوں نے کہا فورا لڑکی لے کر بنگلے پر آ جاؤ مگر میں نے انکار کر دیا۔ تو وہ خود ہی گھر آ گئے پھر میں مرتی کیا نہ کرتی۔" ارم نے بات ختم کی تو پومی نے کہا۔

"مجھے بتانا تھا میں اس چودھری کی ایسی تیسی کر دیتا۔"

"شٹ اپ!" ارم غرائی اور ایک زوردار تھپڑ پومی کے منہ پر رسید کرتے ہوئے مزید کہا۔ "تم مجھ سے زیادہ بولڈ ہو؟" روبی نے بس اتنا ہی سنا اور روم میں جانے کے بجائے واپس اپنے روم میں چلی آئی اور بستر پر لیٹ گئی۔ اس کے دل کو اس وقت کچھ کچھ ہونے لگا۔ جس گھر سے بھاگ کر وہ یہاں کرن کے گھر آئی تھی۔ وہاں روحی آپی تھی وہ ان سے ہمیشہ دبتی رہی ڈرتی رہی خوفزدہ رہی۔ ان کے خط ان کے دوستوں کو دینے کے باوجود مجرم ہو کر وہ معتبر رہی اور روبی کو آوارہ بنا دیا گیا۔

اب اس وقت روبی فیل کر رہی تھی۔ وہ جس روحی کو چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔ وہ بھی اس کے ساتھ آ کر ارم کے جسم میں گھس گئی تھی۔ اس نے جو ارم آپی اور آپا سے کہنا تھا وہ سب بھول گئی تھی۔ اس کو اس وقت ارم آپی کا سوچ کر ہی خوف آ رہا تھا۔ ان سے کوئی بات کہنا اب دور کی بات تھی۔

☆☆☆

ملازمہ کے جانے کے بعد ارم نے پومی سے کہا تھا۔

"تم کھڑکی میں کھڑے ہو جاؤ اور جیسے ہی روبی آتی دکھائی دے مجھے ہاتھ سے اشارہ کر دینا۔ میں شروع ہو جاؤں گی۔" اور ایسا ہی ہوا تھا۔ روبی کو آتے دیکھ کر پومی نے اشارہ کر کے بتا دیا تھا۔ اب اس کو جاتے دیکھ کر وہ بتا رہا تھا۔

"آپی! روبی روم میں آنے کے بجائے واپس اپنے روم میں جا رہی ہے۔"

"کیا......؟" ارم کو امید نہیں تھی وہ ان کے پاس آنے کے بجائے واپس چلی جائے گی۔ گھبرا کر ماں کو دیکھا پھر پوچھا۔

"آپا! اب کیا کرنا ہے۔ کہیں وہ گھر چھوڑنے کا فیصلہ نہ کر لے۔ اب ایک بار پھر ملازمہ بھیجو اس کے بعد دیکھتے ہیں۔" اور ملازمہ پھر روبی کو بلانے گئی تو روبی نے کہا۔

"ان سے بولو میری طبیعت ٹھیک نہیں میں آرام کر رہی ہوں۔" ملازمہ یہ سب سن کر واپس چلی گئی۔ جب یہ بات ارم کو بتائی تو اس نے ماں کو گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہائے اللہ آپا جی! مجھے تو معاملہ گڑبڑ والا لگ رہا ہے اب کیا کرنا ہے۔"

"اب جو بھی کرنا ہے خود مجھے ہی کرنا ہے۔ تمہارا کام ختم۔ میں روبی کے روم میں جارہی ہوں۔ مگر تم میں سے کوئی میرے پیچھے نہ آئے۔" زہرہ خانم نے کہا اور روم سے نکل کر روبی کے روم کی جانب چل دی۔ وہ روبی کے روم میں آئی تو روبی بستر پر لیٹی آرام کر رہی تھی۔ ان کو دیکھتے ہی اٹھنے کی کوشش کی تو زہرہ خانم نے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے اگر طبیعت خراب ہے تو بیٹی لیٹی رہو۔" پھر روبی کے قریب آئیں اور اس کے سرہانے بیٹھتے ہوئے اس کا سر پیشانی چوم کر اپنی گود میں رکھتے ہوئے محبت میں چور لہجے سے بولی۔ "اگر تمہاری طبیعت خراب نہ ہوتی تو میں نے تمہارے روم میں بالکل نہیں آنا تھا۔ ارم نے مجھے تمہارے پاس آنے کے لائق چھوڑا ہی نہیں۔ ارے مجھے تو پتا ہی نہیں چلا کب وہ کمینہ چودھری نواز ہمارے گھر آیا اور ارم اس کو تمہارے روم میں چھوڑ گئی۔ وہ تو تڑوا لے دن جب تم ناشتے پر نہ آئیں تو میں نے تمہارے بارے میں دریافت کیا۔ تب ارم نے مجھے بتایا تم بیزی ہو۔ میں تمہارے روم میں آنا چاہتی تھی لیکن ارم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ تم کیوں بیزی ہو۔ اس نے مجھے تمہارے روم میں آنے سے نہ صرف روک دیا بلکہ ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ جب تک میں اجازت نہ دوں آپ روبی کے روم میں نہیں جائیں گی۔ تم اس کی حکم دینے والی عادت کو تو جانتی ہو یہی وجہ ہے میں تمہارے روم میں نہ آئی۔ ارے وہ تو آج ہی ابھی مجھے اس بے غیرت چودھری کا پتہ چلا ہے اور میرا تو مارے غصے کے خون کھول کر رہ گیا۔" اتنا کہہ کر روبی کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے ضبط کے باوجود آنسو بہہ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر زہرہ خانم نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ندو میری بچی! ندو۔ ارم کہتی ہے اس نے یہ سب بے حد مجبور ہو کر کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو چودھری صاحب انکار کی صورت میں ہمارے ساتھ تمہیں بھی قتل کروا دیتا۔ پھر بھی ارم نے تمہیں بچانے کیلئے اپنا آپ چودھری صاحب کو پیش کرنا چاہا۔ مگر انہوں نے صرف تمہارا کہا کہ تم کو ان کی کوٹھی پر بھیج دیا جائے اور جب ارم نے انکار کیا تو وہ خود ہی گھر آ گئے۔ اس کے بعد جو بھی ارم نے کیا بہت مجبور ہو کر کیا۔ جو بھی ہوا غلط ہوا۔ مگر بے حد مجبوری کی حالت میں ہوا۔ پھر بھی میں تم سے معافی مانگتی ہوں۔ میری مجبوری سمجھ کر مجھے معاف کر دو۔"

بات ختم کر کے زہرہ خانم کو وہ وقت یاد آ گیا تھا۔ جب شریف خاندان کی ہونے کے باوجود انہیں اس کام پر لگایا گیا تھا۔ وہ بھی تو شروع شروع میں یونہی روتی تھیں۔ وہ بہت خوبصورت تھیں۔ انہیں پیسوں کیلئے ایسے ایسے مردوں کے ساتھ جانا پڑتا تھا جن پر تھوکنے کو بھی جی نہیں چاہتا تھا۔ ارم ان کی کمائی تھی اور کرن اپنے باپ کی۔ ان کے پہلے شوہر خوبصورت نہیں تھے۔ چھوٹا قد اور غیر پرکشش شخصیت تھی ان کی۔ مگر بے حد محبت کرنے والے غیرت مند شوہر تھے۔ ان کی زندگی میں زہرہ کو گھر سے باہر سبزی بھی خود جا کر لانے کی اجازت نہ تھی۔ ان کے بعد حالات نے خاص کر جس راہ پر رضوی نے ان کو لگایا تھا...... پھر ان کی بیٹی ...... یہ ایک دلدل تھی جس میں اترنے کے بعد کوئی اپنے آپ باہر نہیں آسکتا۔ باہر کھڑے لوگ بھی جب بچانے اور باہر نکالنے کے بجائے مزید اندر تک دھکیل دیں تو پھر بندہ کیا کر سکتا ہے۔ انہوں نے روتے اور سوچتے روبی کو دیکھا۔ وہ رو تو اب بھی رہی تھی مگر چپ چاپ۔ آج اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ زہرہ خانم اس کے بعد بھی کتنی دیر بیٹھی رہی پھر دوسرے تکیے کے نیچے رکھے نوٹوں کی گڈی پر نظر پڑی تو اٹھا کر روبی کو دکھاتے ہوئے پوچھا۔

"یہ رقم چودھری صاحب دے کر گئے ہیں؟" ان کی بات سن کر روبی نے چونک کر چہرہ اٹھایا۔ چودھری نے اس کو پیور گولڈ کی چند چیزیں گفٹ کی تھیں۔ مگر پیسے بڑے لوگوں کی بڑی باتیں اس کو دینا مناسب نہیں سمجھا ہوگا۔ جاتے جاتے تکیے کے نیچے رکھ گئے تھے۔ روبی کو خاموش دیکھ کر زہرہ نے پھر پوچھا تو روبی نے دھیمی اور نم آواز میں کہا۔

"مجھے نہیں دیئے تھے انہوں نے۔ جاتے ہوئے خود ہی رکھ گئے ہوں گے۔"

"ارے بڑے لوگوں کی بڑی باتیں بیٹی! اپنی ارم آپی کو معاف کر دو اور تیار ہو جاؤ تمہاری فلم کی آج شوٹنگ ہے۔" روبی پھر بھی چپ رہی تو زہرہ نے باقاعدہ ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"یہ دیکھ میں ماں ہو کر تیرے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔" اب کہ روبی اٹھ بیٹھی اور روتے ہوئے صرف اتنا کہا۔

"آپا جی ایسا نہ کریں مجھے آپ کی ہر بات پر یقین ہے۔ غلطی تو میری اپنی ہی ہے جب میں نے اپنے والدین اپنے خاندان کی عزت کا خیال نہ کیا تو پھر میری عزت کا خیال کون کر سکتا ہے۔ آپ جائیں میں تیار ہو کر آتی ہوں۔ میں تو اپنے گھر سے بھاگی تھی اس وقت بھی جب گھر میں پہلی خوشی تھی۔ لوگوں نے میری عدم موجودگی کا لازمی پوچھنا تھا۔"

"خیر بیٹی! تم نے خوشی سے تو وہ گھر نہیں چھوڑا تھا۔" اب کہ زہرہ خانم نے جتانے والے انداز میں کہا اور روم سے باہر چلی گئی۔ پھر جاتے جاتے واپس آتے ہوئے پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کچھ بھولی بن کر کہا۔

"اے لو میں تمہارے پیسے بھی ساتھ لے کر جا رہی تھی۔"

"آپا جی آپ لے جائیں میں نے کیا کرنے ہیں۔" روبی نے کہا تو زبرا آدھی رقم واپس رکھتے ہوئے بولیں۔

"اے لو آدھی میں لے جاتی ہوں اور آدھی تم رکھ لو۔" انہوں نے اب کے رقم روبی کو دینے کے بجائے تکیے پر رکھی پھر باہر چلی گئیں۔ روبی نے وہ رقم اٹھا کر الماری میں رکھ دی جہاں پہلے بھی کچھ رقم موجود تھی۔ ارم کی تاکید یا حکم تھا کہ آپا جی جب پیسے دیں تو انکار نا کیا کرو۔ سو لوگ مانگنے والے لے ہی لیتے ہیں خیرات دینے کیلئے ہی تھوڑی رقم اپنے پاس اور پرس میں رکھا کرو۔ تب سے وہ رقم اپنے پاس رکھنے لگی تھی۔ اسی لئے تو عید والے دن ملازمہ کو ایک ہزار دیا تھا اور پومی جو عید والے دن گفٹ اس کو دے کر گیا تھا وہ ابھی اس نے دیکھا ہی نا تھا۔

وہ تیار ہو کر روم سے باہر آئی تو ارم فوراً اس کو لے کر چل دی۔ راستے میں اس نے نرمی سے کہنا شروع کیا۔

"روبی! تمہارے دل میں اس وقت میرے لئے شدید نفرت ہوگی۔ میں دھوکے سے چوہدری صاحب کو تمہارے کمرے میں چھوڑ گئی۔ مگر میں نے یہ سب مجبوری کی حالت میں کیا۔ بڑے لوگوں کے سامنے ہماری حیثیت ہی کیا ہے۔ جب میں نے یہ لائن جوائن کی تھی تب یہ میرے ساتھ بھی ہوا تھا۔ اب تک ہو رہا ہے۔ اصل میں فلم انڈسٹری میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کا تعلق ہیرا منڈی سے ہے شاہی محلے سے ہے بازار حسن سے ہے۔ اس لئے جو شریف لڑکی بھی اس فیلڈ میں آتی ہے اس کو بھی لوگ طوائف ہی سمجھتے ہیں۔ میں ایکسکیوز نہیں کر رہی لیکن جو ہوا مجھے اس پر افسوس ہے۔ اگر وہ تمہاری جگہ مجھے قبول کر لیتا تب بھی میں تمہیں بچا لیتی۔ مگر اس کی ایک ہی ضد تھی صرف روبی اور پھر میں تمہیں کتنوں سے بچا سکتی ہوں۔ یہاں تو ہر قدم پر ایسے بیوپاری موجود ہیں۔"

روبی نے خاموشی سے ان کی ساری باتیں سنی تھیں اور پھر ان کی مجبوری سمجھ کر معاف کرتے ہوئے فقط اتنا کہا۔

"آپی مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں۔" اور پھر سٹوڈیو آ گیا۔

عید کی رات ٹی وی پر آنے والا عید شو دیکھنے کیلئے شمشاد نصیر صاحب، گڈو روحی، زوبی سب اس وقت ٹی وی آن کئے بیٹھے تھے۔ سلمان گھر سے باہر دوست کے پاس گیا ہوا تھا۔ شو شروع ہوا تو آگے والی چیئرز پر بیٹھی مہمان شخصیات پر کیمرہ ڈالا گیا تو ان میں روبی بھی شامل تھی۔ سبھی گھر والے چونک پڑے۔ یہ تو اس نے خود ہی خط لکھ کر بتا دیا تھا کہ وہ فلموں میں کام کرنے والی ہے۔ پھر اس کی فلم "اک بار چلے آؤ" کی رسم افتتاح کی خبر اور تصویریں بھی اخبار کے فلمی پیج کی زینت بنی تھیں۔ اب عید سے چند روز پیشتر اخبارات میں فلم کے اشتہارات اور بینرز تک آویزاں کر دیئے گئے تھے۔ جو سلمان اور نصیر صاحب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئے تھے۔ غصے کے ساتھ شدید دکھ اور صدمہ بھی ان کے چہرے سے عیاں تھا۔ مگر وہ اب کر ہی کیا سکتے تھے۔ وہ شہر بھر میں ان کی عزت نیلام کر رہی تھی۔ وہ گھر آ کر جب شمشاد کو ان بینرز کے بارے میں بتا رہے تھے تو آنکھیں گیلی ہو رہی تھیں۔ شمشاد کو تو غصہ ہی آیا تھا۔ انہوں نے پھر یہی کہا۔ "اللہ کرے تو بھی غزالہ کی طرح کتوں کے ہاتھوں ذلیل اور رسوا ہو کر مرے۔ جیسے ہمیں سارے شہر اور خاندان میں رسوا کر رہی ہو۔"

اس وقت وہ ٹی وی کے عید شو میں موجود تھی۔ شوخ لباس شوخ میک اپ اور ہنستی مسکراتی۔ شمشاد بیگم نے مارے غصے کے کہا۔ "ارے بند کرو ٹی وی میں اس حرامزادی کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔ دیکھو گھر سے بھاگ کر کتنی خوش ہے۔ خاندان کی عزت کی قاتل باپ اور بھائی کی جان کی دشمن اللہ کرے مر جائے مگر بروں کو موت بھی کب جلدی آتی ہے۔"

"اب پھوپھو جی شو تو دیکھنے دیں۔" روبی کے علاوہ بھی کتنے لوگ ہیں۔ گڈو نے کہا۔

"ارے اگر تم نے ٹی وی بند نا کیا تو میں کوئی چیز مار کر توڑ دوں گی۔" شمشاد نے دھمکی دی تو گڈو نے جلدی سے اٹھ کر ٹی وی بند کر دیا۔ یہ ٹی وی اس کے جہیز کا تھا۔ شمشاد سلمان کی منگنی کرنے کے بجائے شادی کر کے گڈو کو گھر لے آئی تھی۔ سلمان کا دل بہلانے اور دھیان بٹانے کو اور اپنی کوشش میں کامیاب رہی تھی۔ پھر آتے ہی اللہ نے اپنی رحمت بھی کر دی تھی۔ گڈو بھی روحی کی طرح امید سے تھی۔ اب سلمان روبی کو بھول کر بیوی بچے کا سوچنے لگا تھا۔ اب روبی پر وہ کم ہی برستا تھا۔ گڈو نے ٹی وی بند کیا تو روحی جو آج رات دعوت پر سسرال والوں کے ساتھ میکے آئی تھی عید کی دعوت کھا کر وہ سب لوگ تو چلے گئے تھے جبکہ روحی چند روز کے لئے رک گئی تھی۔ اب گڈو نے ٹی وی بند کیا تو روحی کہنے لگی۔

"امی ادھر عامر اور اس کے گھر والے ابھی یہ شو دیکھ رہے ہوں گے۔"

"مجبوری ہے دیکھتے رہیں۔ اب کیا کر سکتے ہیں ہم۔ سارے محلے اور خاندان والے ابھی تو دیکھتے ہوں گے۔ پتا نہیں کونسی منحوس گھڑی تھی جب یہ بے غیرت ہمارے گھر پیدا ہوئی

تھی۔" حمیدہ غصے سے بولنے لگیں اور نصیر صاحب اٹھ کر اپنے روم میں چلے گئے۔ وہ لوگ آج بھی یہی سمجھتے تھے کہ وہ سب درست تھا اور آج بھی وہ ٹھیک کہتے ہیں۔ روبی تھی ہی آوارہ اس لئے گھر سے بھاگ گئی۔

☆☆☆

چودھری نواز کے جانے کے دو ہفتے بعد ہی وہ لوگ ان کی کوٹھی میں شفٹ ہو گئے تھے۔ چودھری کے سیکرٹری نے تو فون دوسرے ہی دن کر دیا تھا۔ مگر کوٹھی کا رنگ و روغن خراب ہو رہا تھا۔ وہ چودھری صاحب نے نیا کروانے کا حکم دیا تھا۔ نیا رنگ و روغن مکمل ہوتے ہی وہ ان کی کوٹھی میں چلے آئے تھے۔ کوٹھی میں آنے سے پہلے تو نہیں مگر آنے اور سامان وغیرہ سیٹ کرنے کے بعد ارم نے روبی کو بتا دیا تھا کہ "یہ کوٹھی چودھری نواز کی ہے۔ انہوں نے وہ گھر چھوڑ کر اس میں شفٹ ہونے کا حکم دیا تھا۔ یہ بھی ان کا حکم تھا کہ تمہیں شفٹ ہونے سے پہلے نہیں بعد میں بتایا جائے۔ یہی وجہ ہے میں نے اب بتایا ہے اس میں میرا قصور نہیں۔"

اونہہ انہوں نے کہا تھا۔ ارم آپی یوں کہہ رہی ہیں جیسے وہ میرے شوہر ہیں' روبی نے صرف سوچا تھا کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ ارم آپی نہ بھی بتاتی تب بھی روبی کو معلوم تھا گھر چودھری نواز کی وجہ سے بدلا گیا ہے۔ اس نے خود روبی سے کہا تھا۔ اپنی زندگی میں اب میں تمہاری جدائی گوارہ نہیں کروں گا۔ یوں بھی جب وہ مزید دو نئی فلموں میں کام شروع کر چکی تھی تب اس نے دیکھا تھا اس جگہ صرف گندگی ہی گندگی تھی یا منافقت ہی منافقت۔

وہ اداکارہ جو فلم میں انسان دوستی کا کردار ادا کر رہی ہے۔ پوری دنیا کو وہ با اخلاق بننے کا درس دیتی ہے اور خود وہ ایسی سڑی اور بد اخلاق کہ سیٹ پر موجود اپنے سے جونیئر نئی اداکارہ کی بات کا جواب دینا تو دور کی بات اس پر اک نگاہ ڈالنا بھی پسند نہ کرتی۔ ابھی تک اداکارہ نسیم کے علاوہ کسی اداکارہ نے روبی سے سیدھے منہ بات نہ کی تھی۔ مطلب پرانی اور سینئر اداکارائیں سب سڑی سڑی رہتی تھیں روبی سے۔ روبی کو ان کے رویے پر حیرت ہوتی تھی۔ ابھی دنوں اس نے ایک ایسی فلم سائن کی جس میں دو ہیروئنیں تھیں۔ ایک وہ اور دوسری اتفاق سے نسیم۔ وہ رسم افتتاح پر بڑی محبت کے ساتھ روبی سے ملی۔ روبی سے رہا نہ گیا اور اس نے اداکارہ نسیم کا ہاتھ تھام کر محبت سے پوچھا۔

"فلمی لائن جوائن کرنے سے پہلے ہی آپ میری فیورٹ اداکارہ تھیں اور اب تو صرف آپ ہی میری فیورٹ اداکارہ رہ گئی ہیں۔"

"یہ تو میرے لئے بہت خوشی کی بات ہے۔" نسیم نے ہنس کر کہا پھر رازداری سے پوچھا۔

"ویسے وجہ بتانا پسند کرو گی کہ میں اکیلی ہی فیورٹ کیسے رہ گئی۔"

"باقی سب اداکارائیں سڑی ہوئی ہیں۔ کوئی مجھ سے بات تک کرنی پسند نہیں کرتا۔ بھلا میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔" روبی نے منہ بسورتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے ان کا ذاتی طور پر کچھ نہیں بگاڑا۔ کیریئر جس دھوم دھام سے تمہارا شروع ہوا ہے اس نے ان کو خوفزدہ کر دیا ہے۔ آنے والے دور میں تم ساری انڈسٹری پر چھا جاؤ گی۔ پتا نہیں ان کیلئے جگہ بچے گی یا نہیں۔ ہر آنے والی نئی ہیروئن کے ساتھ سینئر اداکارائیں ایسا ہی سلوک کرتی ہیں۔ صرف تمہارے ساتھ نہیں ہر دور میں یہی رویہ رہا ہے۔ جب نئی پرانی ہو جاتی ہے تو وہ خود بھی پھر وہی کچھ کرتی ہے جو اس کے ساتھ ہوا ہوتا ہے۔ یہ ہر دور میں ہوتا رہے گا۔"

"میں تو کبھی ایسا نہ کروں گی۔" روبی نے جلدی سے کہا۔

پھر پوچھا۔ "آپ بھی تو مجھ سے ان جیسا سلوک نہیں کرتیں۔ آخر آپ بھی تو بڑی ہیں مجھ سے اور پرانی بھی۔"

"بس تمہارے ساتھ نہیں کیا ایسا۔ پتا نہیں کیوں؟ باقی میں بھی ساری کی ساری ان جیسی ہوں۔ جو وہ کرتی ہیں وہی میں کرتی ہوں۔" نسیم نے ہنس کر کہا اور چلی گئی۔

☆☆☆

روبی کو چودھری صاحب کی کوٹھی میں شفٹ ہوئے وہ تیسرا ہفتہ تھا۔ جب چودھری نواز سے اس کی دوسری ملاقات ہوئی۔ آنے سے پہلے اب کی بار بھی انہوں نے روبی کو بتانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ ہاں کوٹھی میں شفٹ ہونے کے بعد انہوں نے اپنا بندہ چوکیدار رکھا تھا۔ اور روبی کی حفاظت کیلئے بھی دو باڈی گارڈ رکھے تھے۔ وہ اکثر ارم سے فون پر بات چیت کرتے رہتے تھے۔ آج آنے سے پہلے انہوں نے ارم کو بتانا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا۔ یہ ان کی اپنی کوٹھی تھی اپنا چوکیدار اور روبی کیلئے بھجوائے باڈی گارڈ۔ وہ سیدھے روبی کے بیڈ روم میں نہیں آئے تھے۔ ان کو معلوم ہی نہیں تھا کہ روبی کا بیڈ روم کہاں ہے۔ وہ رات کے ایک بجے آئے تھے اور اس وقت سب گھر والے جاگ رہے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ

روبی ان میں نہیں تھی۔ گاڑی کا ہارن سنتے ہی ارم نے کہا۔ آپا جی! لگتا ہے چودھری صاحب آ گئے۔ پھر وہ دونوں ماں بیٹی ان کے استقبال کیلئے روم سے باہر چلی آئیں۔ مگر چودھری صاحب ان کے پاس زیادہ نہیں رکے تھے۔ انہوں نے روبی کے روم کا پوچھا اور ارم ان کو روبی کے روم کی جانب لائی پھر روم کا دروازہ ناک کیا۔

اندر روبی سو چکی تھی۔ تین فلموں کا شیڈول کچھ اس طرح کا تھا کہ ہر روز صبح دس بجے سٹوڈیو جاتی تو رات دس گیارہ بجے کہیں فارغ ہوتی۔ پہلے عید الفطر پر حاجی سردار نے فلم اک بار چلے آؤ کی شوٹنگ دن رات لگا کر مکمل کروائی تھی۔ اب ان میں سے ایک یا دو فلمیں فلم پروڈیوسر بکرا عید پر ریلیز کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے مسلسل عکسبندی ہو رہی تھی۔ سارا دن شوٹنگ میں مصروف رہنے کی وجہ سے روبی بری طرح تھک جاتی۔ ان کے ساتھ تو کہ زہرہ خانم بھی لازمی جاتی تھیں۔ مگر وہ بیٹھی بیٹھی اونگھ کر نیند کی کمی پوری کر لیتی تھیں۔ مگر روبی کو تو گھر آ کر ہی سکون سے سونا نصیب ہوتا تھا۔ وہ گھر آتے ہی کھانا کھاتی پھر اپنے روم میں آ جاتی۔ اس وقت بھی روبی گہری نیند سو رہی تھی اس لئے تیسری چوتھی دستک پر اس کی آنکھ کھلی۔ مگر اٹھنے کا موڈ نہیں تھا۔ اس نے وہیں لیٹے لیٹے پوچھا۔

"کون ہے؟"

"روبی دروازہ کھولو۔" ارم کی آواز آئی۔ روبی کے جسم میں جیسے جان ہی نہ رہی۔ اس نے لیٹے لیٹے سوچا کیا آج پھر ارم آپی کسی مرد کو لے کر آئی ہے۔ پھر آدھی نیند میں ہونے کے باوجود خیال آیا۔ زہرہ خانم نے اس کو خود بڑے فخر سے بتایا تھا۔ روبی اب تو ہر فکر سے آزاد ہو جا۔ اب کوئی فلم ساز یا ایکٹر تمہیں ہاتھ نہ لگا سکے گا۔ چودھری صاحب نے اس لئے تو تمہارے لئے باڈی گارڈ بھجوائے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میرے علاوہ کسی نے اب روبی کو چھونے کی کوشش کی تو جان سے مروا دوں گا۔ اور اب پھر اس وقت ارم آپی کیوں دروازہ ناک کر رہی ہے۔ ارم نے دوبارہ آواز دی تو کسلمندی سے اٹھی۔ دروازہ کھولا تو پایا ارم اکیلی نہیں تھی۔ اس کے ساتھ چودھری صاحب بھی ہاتھ میں اپنا سیاہ بریف کیس لئے کھڑے تھے۔

"اتنی گہری نیند سو رہی تھی کیا اٹھتے اٹھتے دس منٹ لگا دیئے۔ دیکھو تو چودھری صاحب آئے ہیں۔ اتنا کہتے ہی وہ واپسی کیلئے مڑ گئی۔ مردوں کی طرح لمبے لمبے ڈگ بھرتی ہوئی جلدی سے روبی کی نظروں سے اوجھل ہو گئی تو روبی نے چودھری صاحب کی جانب نظر اٹھائی۔ وہ مسکراتی ہوئی نظروں سے روبی کو دیکھ رہے تھے۔ نظریں ملتے ہی پوچھا۔

"اندر آنے کا نہیں کہو گی۔"

روبی منہ سے کچھ کہنے کے بجائے ایک جانب ہٹ گئی۔ دل میں سوچا۔ اوہ یہ تو مجھے خیال ہی نہیں رہا کسی اور مرد کو وہ مجھے چھونے کی اجازت نہیں دیں گے کوئی اور مرد یہاں نہیں آ سکتا۔ مگر خود چودھری صاحب تو آ ہی سکتے تھے۔ چودھری صاحب روم کے اندر جا چکے تھے۔ مگر وہ ابھی تک دروازہ پکڑے وہیں کھڑی تھی۔ چودھری صاحب نے بریف کیس رکھنے کے بعد مڑ کر روبی کو دیکھا۔ پھر بستر پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"روبی کب تک دروازے میں کھڑا رہنے کا پروگرام ہے۔"

روبی نے مڑ کر ان کو دیکھا تو انہوں نے اس کی کیفیت سمجھتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"اب دروازہ بند کر کے یہاں آ جاؤ۔" روبی کا روم کے اندر آنے کے بجائے باہر بھاگ جانے کو دل چاہ رہا تھا۔ چودھری نواز اس کے والد سے بھی عمر میں بڑے ہوں گے مگر اس قدر عیاش۔ پیسہ ہونے کا مطلب یہ تو نہیں کہ آپ پیسے کے زور پر اپنی پوتی نواسی برابر لڑکیوں کی عزت سے کھیلتے رہیں۔ وہ بادل نخواستہ دروازہ بند کر کے ان کے قریب آئی۔

"نیند آ رہی ہے؟"

روبی نے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ سوچ کر کہ اگر وہ کہہ دے ہاں نیند آ رہی ہے تو کیا وہ اس کو سونے کی اجازت دے دیں گے۔ اس وقت وہ روبی کے گھر سونے کیلئے تو نہیں آئے تھے۔ چودھری نواز روبی کے تاثرات بغور نوٹ کر رہے تھے۔ اس کی خاموشی کا مطلب سمجھ گئے۔ یہی وجہ ہے بولے۔ "اچھا چھوڑو نیند کو اگر آ بھی رہی ہے۔ یہ بتاؤ خود کیسی ہو؟
"

ان کی بات سن کر روبی نے سوچا۔ اب یہ بھی کتنی فضول بات ہے کہ ایک شخص آپ کے سامنے ٹھیک ٹھاک بیٹھا ہے اور آپ پوچھیں کیسی ہو۔ اونہہ دکھائی نہیں دیتا کہ اچھی ہوں۔ عیاش انسان!' روبی نے کھولتے ہوئے صرف دل میں سوچا۔

"تھکا ہو نیند خراب ہونے پر۔ بولنے کا موڈ نہیں پیاری! میں نے پوچھا ہے کیسی ہو؟" چودھری صاحب نے روبی کا ہاتھ تھام کر مزید اپنے قریب کرتے ہوئے پوچھا تو روبی کو کہنا

پڑا۔

"جی اچھی ہوں۔"

"مجھ سے نہیں پوچھوگی میں کیسا ہوں؟" انہوں نے کہا تو روبی کو پوچھنا پڑا۔

"آپ کیسے ہیں؟" اور دل میں کہا۔الو کے پٹھے! ٹھیک تھے تو یہاں آئے ہو۔مگر وہ یہ بات صرف سوچ سکتی تھی۔جبکہ اس کے حال پوچھنے پر چودھری نواز مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"روبی! ایک تو فون تمہارے روم میں نہیں تھا۔پھر تم اتنی کم گو ہو روبرو گفتگو کی چند باتیں کی تھیں۔فون پر سوچا تمہیں مشکل میں ڈالنے کا فائدہ؟ اس لئے فون نہیں کیا مگر میں ہر وقت تمہیں مس کرتا رہا ہوں۔اب تو صبح ہی یہاں تمہارے روم میں فون لگ جائے گا۔ مجھے ایک ہفتہ یہاں قیام کرنا ہے۔میرے اپنے بھی کچھ ذاتی کام ایسے ہیں جن کیلئے فون کا ہر وقت میرے پاس ہونا ضروری ہے۔(ان دنوں موبائل ابھی پاکستان میں متعارف نہیں ہوا تھا۔) روبی ان کی بات سن کر چپ رہی تو چودھری صاحب اس کو چھوڑ کر اپنا بریف کیس کھولنے لگے۔اس میں سے ایک کاغذات والا بڑا لفافہ نکال کر روبی کی سمت بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ لو اور سنبھالو۔یہ صرف تمہارے لئے ہے۔"

"یہ کیا ہے؟" روبی نے لفافہ ان کے ہاتھ سے لیتے ہوئے پوچھا۔

"اس گھر کی رجسٹری۔یہ کوٹھی میں نے تمہارے نام کردی ہے۔" انہوں نے روبی کو خوش کرنے کو بتایا۔

"کیوں بھلا......؟" روبی نے ان کو حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔وہ واقعی حیران تھی کہ انہوں نے کیا سوچ کر یہ کوٹھی میرے نام کردی۔روبی کی بات سن کر چودھری صاحب نے محبت سے اس کو دیکھا پھر کہا۔

"تم بہت معصوم ہو روبی! لڑکیاں ایسی چیزیں دیکھ کر خوش ہوتی ہیں۔مگر اس پہلی ملاقات میں جو تمہیں چند چیزیں گولڈ کی میں نے گفٹ کی تھیں۔تب بھی تم نے خوشی کے بجائے حیرانی کا ہی اظہار کیا تھا۔محض اس وجہ سے واپس جاتے ہوئے پیسے تمہارے ہاتھ پر رکھنے کے بجائے میں تکیے کے نیچے رکھ گیا تھا۔وہ رقم تم نے اٹھائی تھی یا گھر کا کوئی اور فرد لے گیا۔"

"آپا جی نے دیکھ لی تھی۔آدھی مجھے دی اور آدھی خود رکھ لی تھی۔" روبی نے بتایا تو چودھری صاحب مسکرائے پھر کہا۔

"اگر تم سچ بولنے کا وعدہ کرو تو ایک بات پوچھوں۔"

روبی نے نگاہ اٹھا کر ان کو دیکھا۔مگر چپ رہی اور چودھری صاحب نے کہا۔

"اچھا چھوڑو رات بیتی جارہی ہے تاہم پہلے میں تمہیں یہ بتادوں اس دن میں پہلی بار تم سے ملنے آیا تو تم دلہن کی طرح بنی سجی بیٹھی تھی۔آج سوچا اچانک جا کر دیکھوں تو سہی سادگی میں کیسی لگتی ہو۔" ان کی بات سن کر روبی نے دل ہی دل میں سوچا بلکہ دانت پیس کر سوچا۔

"تین دن جیسے میں دلہن بن کر رہی تھی۔وہ لباس اتار کر میں نے دوبارہ وہ نہیں بلکہ سادہ سوٹ پہنا تھا مگر وہ چپ رہی۔یہ دیکھ کر چودھری صاحب اٹھے بریف کیس صوفے کے کونے میں رکھی تپائی پر رکھا۔یہ دیکھ کر روبی نے ہاتھ میں پکڑا لفافہ سائیڈ میز پر رکھا اور سوچا۔

"یہ میری بربادی کی قیمت ہے اور کسی مرد کے پاس نہ جانے کی وارننگ بھی ہے۔" مگر اس سے زیادہ وہ نا سوچ سکی کہ چودھری صاحب لباس بدل کر واپس بیڈ پر آگئے تھے۔

* ☆☆☆ *

اس بار چودھری صاحب ایک ہفتہ روبی کے پاس رہے تھے۔

فون کو کہ گھر میں پہلے ہی سے موجود تھا۔مگر اب روبی کے روم میں صرف اس کے استعمال کے لئے لگ گیا تھا۔چودھری صاحب نے کہا تھا۔

"اب میں تم کو فون کرتا رہوں گا۔" اس ایک ہفتے میں چودھری صاحب نے اس کے ساتھ بیشمار باتیں کی تھیں مگر روبی سے بھی چند باتیں بار بار پوچھی تھیں۔جن میں سب سے اہم

یہ تھی کہ زہرہ خانم تمہاری سگی خالہ ہے؟

"آپ کو کوئی شک ہے۔" روبی نے جواب دینے کے بجائے الٹا سوال کیا۔

"ہاں شک ہے۔" چودھری صاحب نے کہہ دیا۔

تو روبی کو کہنا پڑا۔

"جی وہ میری سگی خالہ ہیں۔ میری امی فوت ہو گئی تھیں (اللہ نا کرے روبی نے دل میں سوچا) اور میرے ابو نے دوسری شادی کر لی۔ میری دوسری ماں یعنی سوتیلی ماں کا سلوک مجھ سے اچھا نہیں تھا۔ میری سوتیلی ماں بہت تیز عورت تھی۔ وہ بڑی بدمعاش عورت تھی۔ میری خالہ مجھ سے ملنے آئیں تو میں نے ان کو بتا دیا۔ خالہ نے میری بات سن کر ابا سے شکایات کی تو انہوں نے کہا۔

"تم کو اگر زیادہ محبت ہے تو اپنے ساتھ لیتی جاؤ۔" اور میں خالہ کی سگی بہن کی بیٹی تھی۔ یعنی سگی بھانجی۔ اس لئے وہ مجھے ساتھ لے آئیں۔" چودھری نواز نے بہت غور سے روبی کی بات سنی پھر پوری سنجیدگی سے پوچھا۔

"سوتیلی ماں بدمعاش عورت تھی؟" رک کر ایک بار پھر روبی کو دیکھا اور اپنی پوری بات مکمل کی۔

"سوتیلی ماں بدمعاش عورت تھی اور زہرہ خانم کیا شریف عورت ہے۔ وضاحت کرنا پسند کرو گی۔ بلکہ ان کی بیٹی ارم بھی۔" ان کی بات بہت وزنی تھی۔ روبی کے پاس چپ رہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر چودھری صاحب نے پھر پوچھا۔

"کہاں کی رہنے والی ہو۔"

"پتوکی۔" روبی نے اب کے فوراً کہہ دیا۔

"ہوں پتوکی شہر یا کسی دیہات کی۔" انہوں نے پھر پوچھا۔

"گاؤں کی۔" روبی نے پھر کہا۔

"کون سے گاؤں کی؟ مجھے بس نام بتا دو۔ میرے بندے ایک منٹ میں سارا پتا کر لیں گے تم سچ کہہ رہی ہو یا......" انہوں نے روبی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

●☆☆☆●

"چودھری صاحب آپ کو آم کھانے سے مطلب ہونا چاہئے یا پیڑ گننے سے نہیں۔" روبی نے پہلی بار تلخ لہجے میں کہا۔ چودھری اس کے اس لہجے پر چونکے اور پھر ہنستے ہی چلے گئے اور روبی نے دل میں سوچا۔

"کیا یہ پاگل ہو گئے ہیں۔ میں نے ان کو کوئی لطیفہ تو نہیں سنایا جو وہ ہنسنے لگے ہیں۔" ہنستے ہنستے چودھری صاحب نے روبی کی کلائی تھام کر اپنی جانب کھینچ لیا۔

"کہاں تو بولنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتی ہو اور اب یہ لب ولہجہ۔ بھئی واہ مزہ آ گیا۔" مگر اس کے بعد روبی کا موڈ ضرور خراب ہوا تھا۔ اس ہفتے کے درمیان ارم اور زہرہ خانم صرف دو بار اس کے روم میں آئی تھیں۔ چودھری کی خیریت دریافت کرنے اور روبی کو دیکھنے۔ چودھری صاحب کے آتے ہی شوٹنگ کیلئے سٹوڈیو جانے کا سلسلہ رک گیا تھا۔ ایسے میں سائیڈ میز پر پڑے لفافے کو دیکھتے ہوئے زہرہ خانم نے روبی سے پوچھا تھا۔

"روبی گڑیا اس لفافے میں کیا ہے۔"

"اس کوٹھی کی رجسٹری۔" روبی نے بتایا۔ زہرہ خانم کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا تھا پھر بھی تصدیق کرنا ضروری تھا۔ مصنوعی حیرت سے پوچھا۔

"اس کوٹھی کی رجسٹری تمہاری میز پر کیوں؟"

"چودھری صاحب نے یہ کوٹھی میرے نام کر دی ہے۔" یہ بتا کر روبی نے رجسٹری والا لفافہ اٹھا کر زہرہ خانم کے حوالے کرنا چاہا۔ مگر چودھری نواز نے فوراً ہاتھ سے لفافہ پرے

کرتے ہوئے تنبیہی لہجے میں کہا۔
"اسے اپنے پاس رکھو۔" یہ دیکھ کر زہرہ خانم نے خود بھی جلدی سے کہا۔
"ہاں ہاں بیٹی اسے اپنے پاس رکھو۔ یہ تمہاری چیز ہے۔" روبی چپ رہی تاہم رجسٹری والا لفافہ اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ زہرہ خانم اب روبی کے بجائے چودھری نواز سے کہہ رہی تھی۔
"چودھری صاحب اگر یہ کرم کیا ہے تو ایک نوازش اور کر دیں۔"
"کیسی نوازش......؟" چودھری صاحب نے اپنا غیر ملکی سگار سلگاتے ہوئے پوچھا۔
"روبی کو ارم کی گاڑی میں سٹوڈیو جانا ہوتا ہے اور کبھی کبھار ارم خود بھی مصروف ہوتی ہے۔ اس وجہ سے پھر ٹیکسی میں جانا پڑتا ہے۔ اب آپ نے کوٹھی گفٹ کی ہے تو اس کوٹھی کے پورچ میں ایک گاڑی بھی روبی کے نام کی لا کر کھڑی کر دیں۔"
"مگر مجھے گاڑی چلانی نہیں آتی۔" روبی نے جلدی سے کہا تو ارم بھی جلدی سے بول پڑی۔
"ارے گاڑی چلانا کونسی مشکل بات ہے۔ میں سکھا دوں گی تمہیں۔"
"ہاں ہاں ارم سکھا دے گی۔" زہرہ خانم نے ارم کی بات کی تائید کی تو چودھری صاحب نے پہلے ان ماں بیٹی کو دیکھا پھر روبی کو جو ان کی بات سن کر چپ ہو گئی تھی۔ وہ کچھ دیر روبی کو دیکھتے رہے پھر سگار کا ایک کش لے کر پوچھا۔
"بیگم صاحبہ گاڑی چاہئے یا نہیں......؟" روبی پھر بھی خاموش ہی رہی۔ یہ سوچ کر کہ کیا کہا اپنی عزت کی قیمت چاہئے۔ کتنی بری بات کی ہے آپا جی نے۔ چودھری صاحب اس کو خاموش دیکھ کر خود ہی سوچ کر بولے۔
"میرے جاتے ہی نہ صرف نئی کار بلکہ ساتھ ڈرائیور بھی آ جائے گا۔" یہ سن کر زہرہ خانم نے کہا۔
"یہ بات ہوئی نہ۔ بڑے لوگوں والی۔ گاڑی آنے سے کوٹھی مکمل ہو جائے گی۔" پھر وہ روبی کو مبارکباد دیتے ہوئے اٹھ کر چلی گئیں تو چودھری نواز نے روبی کو شرارت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"زہرہ خانم تمہاری خالہ ہے نا وہ بھی سگی والی۔"
"بتا چکی ہوں سگی خالہ ہیں۔ پھر آپ کو شک کیوں ہے؟" روبی نے زچ ہو کر کہا تو چودھری صاحب بولے۔ "اگر وہ سگی خالہ ہیں تو تم نے ان کو خالہ کہنے کے بجائے آپا جی کیوں کہا۔"
"آپ تو بال کی کھال نکالتے ہیں۔ چونکہ ارم کرن ان کو ماں کے بجائے آپا جی کہتی ہیں اس لئے میں بھی آپا جی کہتی ہوں۔ کیونکہ وہ کہتی ہیں پہلے میری دو بیٹیاں تھیں مگر اب تین ہیں۔" روبی نے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی تو چودھری صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"بہت پکی ہو۔ چھوٹی ہونے کے باوجود۔" اور پہلی بار روبی کے ذہن و دل میں ایک گندی بات آئی اور اس نے سوچا کہہ دے۔
"آپ جیسے پکی عمر کے مردوں کے ساتھ رہنے سے۔" مگر وہ کہہ نہ سکی اور پھر چودھری صاحب چلے گئے۔ انہوں نے جو کہا تھا کر دکھایا۔ ان کے جانے کے دوسرے ہی دن گاڑی ان کی کوٹھی میں آ گئی تھی۔ ساتھ گاڑی کے کاغذات بھی۔ یہ گاڑی بھی روبی کے نام پر خریدی گئی تھی۔
چودھری صاحب کے رخصت ہوتے ہی ارم اور زہرہ خانم بڑی بے تابی سے کوٹھی کی رجسٹری دیکھنے روبی کے روم میں آئی تھیں۔ رجسٹری والا لفافہ بھی سائیڈ میز پر پڑا ہوا تھا مگر زہرہ خانم نے خود اٹھانے کے بجائے روبی سے کہا۔
"روبی بیٹی لاؤ ذرا مجھے بھی رجسٹری دکھانا۔" روبی نے لفافہ اٹھا کر رجسٹری نکال کر زہرہ خانم کو تھما دی۔ دونوں ماں بیٹی نے بڑے غور سے رجسٹری کو دیکھا پھر چند باتیں کرنے کے بعد یعنی کوٹھی کی مالک بننے کی مبارکباد دینے کے بعد جیسے رقم لے کر جاتی تھیں ویسے رجسٹری ساتھ لے کر جانے لگی تو روبی نے کہا۔

"رجسٹری مجھے واپس کرتی جائیں آپا جی! چودھری صاحب نے بہت تاکید کی تھی کہ رجسٹری کو کسی کے حوالے نہیں کرنا۔ اگر کسی کو دی تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔"

روبی کی بات سنتے ہی زہرہ خانم نے جلدی سے رجسٹری روبی کو واپس کر دی۔ روبی کی بات کا برا منائے بغیر کہ رجسٹری ان کے پاس ہوتی یا روبی کے ہاتھ ایک ہی بات تھی۔ وہ چودھری صاحب کو خفا نہیں کر سکتی تھیں اور ارم نے رجسٹری کو دیکھنے کے بعد حسرت سے کہا۔

"بہت خوش نصیب اور لکی ہو روبی اتنی چھوٹی عمر میں سب حاصل کر لیا۔ اے کاش تمہاری جگہ میں ہوتی۔ دیکھو کتنے برسوں سے میں بھی شوبز جوائن کئے ہوئے ہوں مگر نہ ایہ شہرت میر امقدر بنی اور نہ ہی کسی چودھری صاحب جیسی شخصیت کا قرب نصیب ہوا جو مجھے بھی شہرت کی بلندیوں تک پہنچا دیتا۔ دولت مند بنا دیتا۔"

روبی ان کی باتیں سن کر چپ ہی رہی۔ مگر ان کو ارم آپی کی بات اچھی نہ لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اٹھ کر جانے لگی تو زہرہ نے پوچھنے کے بجائے چودھری صاحب کوئی رقم بھی دے کر گئے ہیں۔ خود ہی تکیے اٹھا کر دیکھنے لگی۔ مگر آج ان کے نیچے کچھ نہ تھا۔ یہ دیکھ کر وہ واپس چلی گئیں۔ اور روبی کرن کے بارے میں سوچنے لگی جو اس کی دوست تھی۔

جب چودھری نواز پہلی بار اس کے روم میں تین یوم رہ کر گیا تھا تب اس نے روبی سے بطور خاص کہا تھا۔

"تمہارے ساتھ جو بھی ہوا بہت برا ہوا۔ مگر یہ سب کچھ مجبوری کی حالت میں ہوا اور جب تک تم شوبز میں ہو ایسا ہوتا رہے گا۔ میرے ساتھ ایک مہربانی کرو میں ہاسٹل جانا چاہتی ہوں۔ پلیز مجھے ہاسٹل بھجوا دو۔ جب تم روتی ہو تو میرے دل کو کچھ ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے گھر والوں کے ساتھ ساتھ تم مجھے بھی اپنا مجرم سمجھتی ہو اور میں زیادہ وضاحت کرنے کے بجائے اتنا ہی کہوں گی میں تمہاری مجرم ہوں یا دوست اس کا فیصلہ وقت کرے گا۔ فی الحال تو میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"

مگر اس بار تو میں نہیں روئی کسی کے بھی سامنے۔ روبی نے ساری باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف رونے والی بات کا جواب دیتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"پھر بھی اب اکیلے میں اس گھر کی سنسان خاموشی میں میرا دل گھبراتا ہے۔ جب کالج سے گھر آتی ہوں تو آپی ٹی وی سٹیشن جا چکی ہوتی ہے۔ آپا تمہارے ساتھ سٹوڈیو گئی ہوتی ہیں اور میں گھر میں اکیلی ہوتی ہوں۔ اس تنہائی سے ڈرنے لگی ہوں میں۔"

"ابو اور بوبی تو گھر پر ہی ہوتے ہیں پھر تم گھر میں تنہا کیسے ہوئی۔" روبی نے کہا۔

"مجھے ان دونوں باپ بیٹے سے شدید نفرت ہے۔" کرن نے پہلی بار روبی سے کہا۔

"کیسی بری بات کرتی ہو تم کو اپنے باپ بھائی سے نفرت ہے۔" روبی نے حیرت سے کہا تو کرن نے تنک کر جواب دیا۔

"مجھے تو صرف باپ اور بھائی سے نفرت ہے تم کو تو اپنے پورے خاندان سے نفرت ہے۔ یار میرے ہاسٹل کا خرچہ اٹھا لو۔ اب کے کرن نے منت کرنے والے انداز میں کہا تو روبی بولی۔

"یار! کیسی باتیں کر رہی ہو۔ میرا جو کچھ بھی ہے تم لوگوں کا ہی ہے۔ مجھے تم لوگوں کو چھوڑ کر اور کہاں جانا ہے؟ مگر تمہارے ہاسٹل جانے سے میں تنہا رہ جاؤں گی۔ میرا بھی تو سوچو۔ مگر کرن نے روبی کی ایک نہ مانی اور ہاسٹل چلی گئی۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ سمجھتی تھی یہ کوٹھی چودھری صاحب کی ہے۔ وہ شاید ہر روز ہی آیا کریں گے جبکہ چودھری نواز تین ہفتے بعد آیا تھا۔ اس ایک ہفتے میں وہ چودھری نواز سے تھوڑی بہت فری ہو گئی تھی مگر چودھری نواز کے بار بار پوچھنے کے باوجود روبی نے ان کو اپنے خاندان کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ نہ ہی بتانے کا پروگرام تھا۔

چودھری نواز نے کہا تھا اس کی زندگی میں کوئی مرد اس کو چھو نہیں سکتا۔ مگر ایک دن فلمساز تو کیا روبی کے میک اپ مین نے میک اپ کرتے ہوئے روبی سے کہا۔

"میڈم ہمیں کب خوش کریں گی آپ؟" روبی سمجھی اس کا اشارہ پیسوں کی جانب ہے۔

"بولو کب سے کیا مطلب؟ ابھی کر دیتی ہوں۔" روبی کی بات سنتے ہی میک اپ مین حد سے بڑھنے لگا تو روبی نے ایک زور کا تھپڑ اس کے منہ پر مارا پھر میک اپ روم سے باہر آ گئی۔

پھر ایسی ہی ایک دن فضول بات جب اس کے کیمرہ مین نے بھی اس کو تنہا دیکھ کر کہہ دی تو وہ اس کو تھپڑ تو نہ مار سکی البتہ خوب جی بھر کر برا بھلا کہا اور شوٹنگ چھوڑ کر طبیعت خراب ہونے کا بہانہ بنا کر زہرہ خانم کے ساتھ گھر آ گئی تھی۔

دو دن بعد وہ آئی اور ہدایتکار سے میک اپ مین کی شکایت کی۔ ہدایتکار نیازی تھے۔ بولے اچھا اور چپ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر روبی نے کہا۔
"آپ اس کو سمجھائیں ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔"
یہ سن کر ہدایتکار نے کہا۔ "اچھا میں اس کو سمجھاتا ہوں۔ مگر ابھی تو جاؤ۔" وہ زہرہ خانم کو ساتھ لے کر میک اپ روم میں آئی۔ میک اپ مین نے میک اپ کرنے سے انکار نہیں کیا تھا۔ تاہم جب وہ میک اپ کروا کر باہر سیٹ پر آئی تو اداکارہ نسیم نے جو اس فلم کی دوسری ہیروئن تھی اس کو دیکھتے ہوئے آہستہ سے مسکرا کر پوچھا۔
"کیا میک اپ مین سے تمہاری ناراضی چل رہی ہے آج کل روبی!"
"آپ کو کس نے بتایا۔" روبی نے جلدی سے پوچھا۔
"تمہارے خراب میک اپ نے۔" نسیم نے ہنس کر کہا۔ وہ بہت خوش اخلاق اور اچھی تھی۔ روبی کو ایک جانب لے جا کر سمجھاتے ہوئے بولی۔
"کل تم تو آئی نہیں تھی۔ فلم کا کیمرہ مین بھی ڈائریکٹر سے تمہارے رویے کی شکایت کر رہا تھا۔ ان لوگوں سے ناراضی اچھی نہیں ہوتی۔ ان کے بغیر ہم سٹار بن ہی نہیں سکتے۔"
"کیا مطلب؟" روبی نے کچھ نا سمجھتے ہوئے پوچھا۔ نسیم نے پوری سنجیدگی سے دوستانہ انداز میں سمجھاتے ہوئے کہا۔
"دیکھو ابھی تمہاری ایک فلم ریلیز ہوئی ہے اور فلم انڈسٹری میں ایک مضبوط مقام بنانے کیلئے ایک لمبے عرصے تک راج کرنے کیلئے ابھی تم کو بڑوں کے ساتھ ساتھ چھوٹے لوگوں کو بھی خوش کرنا پڑے گا۔ ہاں جب تمہاری مارکیٹ ویلیو مضبوط ہو جائے جب صرف ایک فلم نہیں بہت ساری تمہاری فلمیں کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں جب تم ہر فلمساز اور ہدایتکار کی ضرورت بن جاؤ پھر ان چھوٹے لوگوں کو تو کیا بڑے لوگوں کو بھی جوتے کی نوک پر رکھ سکتی ہو۔ لیکن ابھی تمہارا رویہ تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔" نسیم کی پوری بات سن کر اور پھر اس کا مطلب سمجھ کر روبی نے تلخ لہجے میں کہا۔
"میں طوائف نہیں ہوں کہ سب کو خوش کرتی پھروں۔ کبھی فلمساز، کبھی ہدایتکار اور اب میک اپ مین اور کیمرہ مین۔" وہ نہیں جانتی تھی نسیم کا تعلق بھی بازار سے تھا۔ وہ پیدائشی طوائف تھی۔ نسیم نے بڑے تحمل سے روبی کی بات سنی پھر برا مانے بغیر کہا۔
"تم ابھی چھوٹی ہو روبی! اور پتا نہیں کیوں مجھے اچھی بھی لگتی ہو۔ اگر تمہارا تعلق شریف خاندان سے تھا تو پھر فلم انڈسٹری کو جوائن نہیں کرنا تھا۔ اور اب اگر کر چکی ہو اور عزت بھی گنوا چکی ہو تو پھر اس لائن کے جو تقاضے ہیں وہ تمہیں لازمی پورے کرنے ہوں گے۔ ہمیشہ نہیں صرف تھوڑے عرصہ کیلئے۔ جب تک تمہارا ایک مقام نہیں بن جاتا۔ پیر نہیں جم جاتے۔ ورنہ میں تم کو صاف صاف بتا دوں اگر تم کیمرہ مین کو ناخوش رکھو گی تو وہ فلم میں تمہارے چہرے کا کلوز اپ اچھے طریقے سے پیش نہیں کرے گا۔ تمہارے ساتھ جونیئر چہرے کو اہمیت دے گا۔ مگر تم کو نہیں اور میک اپ مین ایسی مہارت سے تمہارا میک اپ خراب کرے گا کہ جب سینما میں فلم شروع ہوگی تو لوگ تم کو ہیروئن کے بجائے چڑیل سمجھ کر چیخیں مار کر بھاگ جائیں گے۔ اگر فلم میں اچھا کام کرنا ہے اور خوبصورت بھی نظر آنا ہے تو پھر شروع شروع میں پتا نہیں کس کس کو خوش کرنا پڑے گا۔ جب مقام بنا لو تو پھر سب کو جوتے کی نوک پر رکھو۔ مگر پھر بھی میں تم کو بتا دوں روبی ڈیئر! جب کوئی غیر ملکی وفد آئے گا پاکستان تو تم کو پرفارم کرنے کیلئے بلایا جائے گا اور ایک فلم کے بجائے دوسری تیسری فلم کے سونگ پر پرفارم کرنا ہی پڑے گا۔ تم کتنی بھی بڑی بن جاؤ حکومت کے آگے انکار نہیں کر سکتی۔ وہ تم کو زبردستی اٹھا کر لے جائیں گے۔ اب تم خود ہی خوب اچھی طرح سوچ لو کہ کام کرنا ہے تو پھر سب کو خوش بھی کرنا ہوگا۔ ورنہ فلم انڈسٹری چھوڑ دو۔" اور فلم انڈسٹری کو نہ چھوڑنا اس کی مجبوری تھی۔ وہ اپنی ساری ہی کشتیاں جلا کر اپنی دوست کرن کے گھر آئی تھی مگر کیا وہ گھر تھا۔
چودھری نواز کے یہ کہنے کے باوجود کہ جب تک وہ روبی کے ساتھ ہے کوئی اور مرد روبی کو چھو نہیں سکتا۔ مگر اسے پتا نہیں اپنی فلموں کی کامیابی کیلئے کتنوں کو خوش کرنا پڑا تھا۔ اور سب کو خوش کرنے کے بعد اس نے ایک بار روتے ہوئے سنجیدگی سے سوچا تھا۔
"کیا اپنی بار بار کی بربادی کی ذمہ دار وہ خود تھی۔ رسوائی اور تباہی کے جس مقام پر آج وہ تنہا کھڑی تھی؟ کیا واقعی اس کی ذمہ دار وہ خود تھی؟ یا وہ ماحول جس میں اس کی پرورش ہوئی تھی۔ تربیت ہوئی تھی۔ یا پھر اس کی ماں کہ بیٹی ہونے کے ناطے وہ ان کی اولین ذمہ داری تھی یا پھر بڑی بہن کہ ماں کے بعد وہ اس کی زیر تربیت رہی۔ وہ بڑی بہن کی ذمہ داری تھی۔ مگر ان دونوں میں سے کوئی بھی اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے نہ نبھا سکا تھا۔ بلکہ الٹا اس کو مجرم بنا دیا گیا تھا۔ کیا وہ واقعی مجرم تھی؟ وہ سب اپنی ذمہ داری بھول کر اس کو غلط سمجھے اور پھر پوری سختی سے اپنے اس غلط فیصلے پر قائم بھی رہے۔ سب اس کا نام بھول کر اس کو آوارہ آوارہ کہہ کر پکارنے لگے۔ ماں بجائے دوسروں کو سمجھانے کے اس نام سے اس کو مخاطب کرنے میں پیش

پیش تھی۔وہ سب صبر سے دیکھتی رہی۔خاموشی سے سنتی رہی اور ضبط بھی کرتی رہی۔لیکن جب اس کے محبوب نے بھی اس کو آوارہ کے لقب سے نوازا تو وہ مارے دکھ اور صدمے کے پاگل ہو گئی۔پہلی بار اس نے سنجیدگی سے سوچا۔

آوارہ تو پھر آوارہ ہی سہی اور شاید اسی بات کو ثابت کرنے کیلئے وہ بغیر سوچے سمجھے گھر سے نکل بھاگی۔گھر سے بھاگنے والی لڑکیوں کی باقی کی ساری عمر پھر بھاگتے بھاگتے ہی بسر ہوتی ہے۔گھر سے بھاگنے والی لڑکیوں کو پھر خاندان تو کیا معاشرہ بھی قبول نہیں کرتا۔گھر سے بھاگنے والی لڑکیوں کی کوئی بھی عزت نہیں کرتا۔ان کو پھر ہر جگہ نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے۔خاندان کی عزت کی چادر تار تار کرنے والیوں کے اپنے سر سے بھی عزت کی یہ چادر زبردستی چھین لی جاتی ہے۔اور یہی روبی کے ساتھ ہوا تھا۔

شوبز بظاہر روشنیوں کی دنیا تھی مگر در حقیقت اندر سے غلاظت کا ڈھیر۔روبی کو اگر یہ سب پہلے سے معلوم ہوتا تو وہ گھر سے بھاگنے والی یہ بھیانک غلطی کبھی نہ کرتی۔مگر دور کے ڈھول سہانے لگتے ہیں قریب آنے پر اب جب روبی کو اس تلخ ترین حقیقت کا ادراک ہوا تو گھر واپسی کا ہر راستہ بند ہو چکا تھا۔بلکہ وہ خود بھی بے خبری میں ایک ایسی دلدل میں دھنس چکی تھی جس سے باہر نکلنا اب اس کیلئے ناممکن تھا۔اب تو بس اندر ہی اندر دھنستے ہوئے یہ ذلتیں اٹھاتے ہوئے اس کو ختم ہونا تھا۔وہ تو اپنے گھر سے نکل کر ایک دوسرے گھر میں آئی تھی۔مگر افسوس وہ ایک گھر نہیں ایک بازار تھا۔جس میں وہ آ بیٹھی تھی۔اپنی مرضی سے۔مگر اس گھر سے جانا اس کی مرضی کی بات نہ رہی تھی۔اس نے اپنے بھی دیکھ لئے تھے اور غیر بھی اور اس کے بعد جیسے سارے رشتے' سارے ناطے سارے جذبے روبی کے اندر سے مر گئے تھے۔شاید وہ خود بھی مر چکی تھی۔کبھی کبھی انسان زندہ لاش بن کر بھی تو چلتا پھرتا ہے۔

مگر ان سب حالات کا ذمہ دار کون تھا؟ اس نے سوچا اور ایک بار پھر سسک پڑی۔

"او بلال! او بلال! کاش تم میری زندگی میں نہ آئے ہوتے۔"بلال کا خیال آتے ہی اس نے ایک بات محسوس کی تھی کہ اس کے اندر سے تو کہ سب کچھ ہی مر گیا تھا مگر بلال کیلئے نفرت اور ایک خواہش اب بھی زندہ تھی۔کاش کہ وہ ایک بار اپنی زندگی میں اپنے محبوب کو دیکھ سکے۔جس کی وجہ سے وہ گھر چھوڑنے پر مجبور ہوئی اور پھر تنہائی بربادی اور تباہی کے اس مقام پر آ کھڑی ہوئی تھی جہاں نہ کوئی منزل رہی تھی اور نہ ہی راستہ۔

وہ جب بھی نئی ذلت' نئے صدمے سے آشنا ہوتی تو بے ساختہ بلال یاد آ جاتا۔وہ روتے ہوئے اسے کوسنے لگتی۔وہ اب چاہتی تھی اک بار بلال اس کو ملے تو وہ بھی اس کے ساتھ ویسا ہی حقارت بھرا رویہ اختیار کرے جیسا کبھی اس نے روبی کے ساتھ کیا تھا۔وہ اس کو بتائے کہ تم نے آوارہ کہا تھا۔آوارہ تو پھر آوارہ ہی سہی۔مگر وہ ملتا بھی تو کہاں؟ وہ تو امریکہ جا چکا تھا اور روبی چلتے پھرتے شہر بھر میں اس کو تلاش کرتی تھی۔

اس دن وہ سٹوڈیو فلور پر تنہا بیٹھی تھی۔آج اس پر اور نسیم پر ایک گانا فلمایا جانا تھا۔مگر نسیم ابھی تک نہیں آئی تھی۔ہدایتکار کئی فون اس کے گھر کر چکا تھا۔یہی جواب ملتا تھا گھر سے سٹوڈیو جانے کیلئے نکل چکی ہے۔آخری بار فون کرنے کے بعد نیاز نے زیر لب ایک گالی دیتے ہوئے کہا۔رات کہیں مجرے پر گئی ہوگی اور اب اپنی نیند پوری کر رہی ہوگی۔اداکارہ بننے سے طوائف کا پیشہ تو نہیں بدل جاتا۔بلکہ مجرے کا ریٹ پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

تب روبی کو پہلی بار پتہ چلا تھا کہ نسیم بھی طوائف ہے۔اس کو یہ بھی یاد آیا کہ اس نے کیسے منہ بھر کر نسیم کے سامنے ہی کہہ دیا تھا کہ میں طوائف نہیں کہ سب کو خوش کرتی پھروں۔اور نسیم نے برا تک نہیں منایا تھا۔تھوڑی دیر بعد نسیم آ گئی۔ہدایتکار نیاز نے خوب بے عزت کیا۔وہ جواب دیئے بغیر میک اپ روم میں چلی گئی۔اس کا میک اپ مکمل ہوتے ہی شوٹنگ شروع ہو گئی۔جب شوٹنگ میں ایک وقفہ آیا تو نسیم نے روبی سے باتیں کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے اس دن کہا تھا میں طوائف نہیں کہ سب کو خوش کرتی پھروں۔تم لوگ طوائف کو پتا نہیں برا کیوں کہتے اور سمجھتے ہو۔میرا اپنا تعلق بھی بازار سے تھا۔جہاں سگے ماں باپ اپنی بیٹیوں سے پیشہ کرواتے ہیں۔بھائی بہنوں کی کمائی کھاتے ہیں۔ماموں بھانجیوں کی۔لوگوں کی نگاہ میں جو طوائف ہے۔وہ کتنے لوگوں کا پیٹ پالتی ہے یہ صرف وہی جانتی ہے۔بازار سے اٹھ کر فلم انڈسٹری میں آنے پر اس کے پیشے پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ریٹ بڑھتا ہے مگر حیثیت نہیں بدلتی۔فلم انڈسٹری میں شریف لڑکیوں کو مشکل پیش آتی ہے۔طوائف کو نہیں کہ وہ عزت کا مطلب ہی نہیں سمجھتی۔

جسم بیچنا اس کا کام ہے۔جہاں بڑے بڑے لوگ اس کے ساتھ لیٹتے ہیں وہاں فلمساز ہدایتکار کے ساتھ ساتھ میک مین' کیمرہ مین بھی اس کے ساتھ لیٹ جائے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ان دونوں کے خلاف جانے پر میک اپ مین جیسے کہ میں نے تم کو پہلے بتایا تھا تمہارا میک اپ خراب کر کے تم کو چڑیل بنا دے گا اور کیمرہ مین اول تو تمہارے چہرے کا کلوز اپ ہی

ٹھیک سے پیش نہیں کرے گا یا پھر کوئی ایسی تکنیکی خرابی کر دے گا کہ سینما میں تمہارا فیس دیکھتے ہی لوگ ڈر کر چیخیں مار کر بھاگ جائیں گے۔شریف لڑکیوں کو شوبز میں نہیں آنا چاہئے اور اگر آئیں تو باقی سب کچھ بھول جائیں۔شہرت کی قیمت تو چکانی ہی پڑتی ہے اور میری سنو۔

تمہیں پتا ہے نا کہ میں اس فلم میں ایک ایسی غیرت مند لڑکی کا کردار ادا کر رہی ہوں جو عزت پر موت کو ترجیح دیتی ہے۔آج رات میں نے تین مردوں کو نمٹایا ہے۔یہاں سٹوڈیو سے فارغ ہو کر گھر گئی تو باپ ایک مرد لیکر بیٹھا تھا۔اس کو فارغ کیا ہی تھا کہ بھائی ایک بندہ لے کر آ گیا۔اس کو فارغ کر کے سونے کیلئے لیٹی تو ماموں اپنا گاہک لے کر آ گیا۔میری یہ جرأت نہیں تھی کہ انکار کرتی۔سو تیسرے کے جانے کے بعد سونے کیلئے لیٹی تو جلدی آنکھ نا کھل سکی۔یہاں ہدایتکار نے جو سب کے سامنے بے عزتی کی وہ الگ تم نے دیکھی ہی ہے۔"

"آپ ان کو چھوڑ دیں۔" روبی نے مشورہ دیا۔

"گھر چھوڑنے کا کام شریف لڑکیاں کرتی ہیں۔طوائف پر پورے خاندان کا ایسا سخت پہرہ ہوتا ہے کہ بس کیا بتاؤں۔یہاں تمہارے ساتھ تمہارے باڈی گارڈ یا زہرہ خانم ہے میرے ساتھ میرا ماموں اور دو بھائی ہیں۔میں ذرا سا بھی ادھر ادھر ہونے کی کوشش کروں گی تو وہ مجھے شوٹ کر دیں گے یا اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔" نسیم نے یہ بات کی تھی کہ ہدایتکار نیاز نے ایک بار پھر ان دونوں کو بلا لیا تھا۔دونوں دوبارہ سیٹ پر آ گئیں۔

• ☆☆☆ •

عیدالفطر پر روبی کی ایک فلم نمائش کیلئے پیش کی گئی تھی تو بکرا عید پر دو فلمیں ریلیز ہو رہی تھیں۔ایک پنجابی ایک اردو۔اردو فلم میں تو ایک بار پھر اس کے ساتھ آزر تھا۔جبکہ پنجابی فلم میں مشہور پنجابی ہیرو تھا۔پہلی فلم کی طرح ان دونوں فلموں نے بھی زبردست کامیابی حاصل کی تھی۔اس بار پھر سارا خاندان خوش تھا۔کرن بھی ہاسٹل سے گھر آئی ہوئی تھی۔چاند رات وہ تینوں یعنی ارم، کرن اور روبی لانگ ڈرائیو نگ کرتی رہیں۔فجر کے قریب گھر آ کر سو گئی تھیں۔پھر بھی ایک فلم کا پہلا شو دیکھنے وہ سب گئے تھے۔روبی کو چھوڑ کر۔روبی نے تو ویسے بھی نہیں جانا تھا۔اس کی طبیعت بھی دن رات عکسبندی میں حصہ لینے سے بہتر نہیں تھی۔وہ بہت تھکاوٹ محسوس کر رہی تھی۔اور ٹھیک بھی ہوتی تو وہ اپنی پہلی فلم دیکھنے نہیں گئی تھی۔یہ تو پھر دوسری اور تیسری فلم تھی۔بڑ دوالے دن چوہدری نواز نے بھی آنا تھا۔بے آرام کرنے۔روبی نے آرام کرنا ہی بہتر سمجھا تھا۔

بکرا عید پر روبی کی دو فلموں نے شاندار کامیابی حاصل کر کے اس کی مقبولیت میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔روبی نے بھی کہانی وغیرہ پر غور کئے بغیر ایک درجن کے قریب فلمیں سائن کر لی تھیں۔ان میں دو فلمیں ایسی بھی تھیں جن میں ہیروئن کے بجائے روبی کا رول سائیڈ ہیروئن کا تھا۔ایک فلم ایسی بھی تھی جس میں وہ صرف ایک ہی گانا کر رہی تھی۔ارم کو جب ان باتوں کا پتا چلا تو اس نے روبی کو نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو روبی اب جب اوپر تلے اپنی تین فلموں کی شاندار کامیابی سے تم ہیروئن بن چکی ہو تو ایسے میں تم کو سائیڈ ہیروئن والی فلمیں سائن نہیں کرنی چاہئیں تھیں۔اب بھی ٹائم ہے تم یہ معاہدے کینسل کر دو۔بلکہ میں خود ہی ان فلموں کے ڈائریکٹرز سے بات کر کے ان کو سمجھاتی ہوں۔مجھے یقین ہے وہ مان جائیں گے۔ورنہ یہ دو فلمیں تمہارے اس شاندار کیریئر پر برا اثر ڈال سکتی ہیں۔

اور سنو یہ جو تم نیاز صاحب کی فلم میں صرف ایک ہی گانا کر رہی ہو تو یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں۔آخر تم خود کیوں نہیں سمجھتی ہو؟ اب جب تم مکمل ہیروئن بن چکی ہو تو ڈیئر کسی فلم میں صرف ایک گانا گانے سے تمہاری مارکیٹ ویلیو کم ہو جائے گی۔اس کیلئے تو تم ابھی میرے سامنے نیاز صاحب کو فون کر کے معذرت کر لو۔

"مگر آپی میں ان سے وعدہ کر چکی ہوں اور آپ کو بتاؤں انہوں نے مجھے اپنی تین نئی آنے والی فلموں میں بطور ہیروئن لینے کا وعدہ کیا ہے۔" روبی نے خاصے جوش سے بتایا۔

"یہ وعدہ پتہ نہیں وہ روز کتنی لڑکیوں سے کرتا ہے عیاش انسان۔"

"بس میں نے کہہ دیا تم یہ گانا نہیں کرو گی۔ہرگز نہیں۔چلو ابھی اسی وقت فون کر کے معذرت کرو۔" ارم نے حکم دینے والے لہجے میں خاصے غصے سے کہا تو روبی نے جلدی سے نیاز صاحب کو فون کر کے یہ ایک گانا کرنے سے معذرت کر لی۔حالانکہ وہ ارم آپی سے کہنا چاہتی تھی پہلے بھی تو میں نے ان کی دو فلموں میں کام کیا ہے۔مگر اس کو ارم آپی کے سامنے بولتے ہوئے ہمیشہ ڈر لگتا تھا۔اس لئے گانے کیلئے انکار کر دیا۔پھر اس نے سنجیدگی سے یہ بھی سوچ لیا کہ آئندہ وہ انہی فلموں میں کام کرے گی یعنی وہی فلمیں سائن کرے گی جن کی وہ تنہا ہیروئن ہو گی۔

ایک خاص بات یہ بھی ہوئی کہ ان ایک درجن فلموں میں سے تین فلموں کی گلوکارہ بھی وہ خود تھی۔ یعنی اپنی تین فلموں میں وہ گلوکاری بھی خود کر رہی تھی۔ آواز اس کی بہت خوبصورت اور سریلی تھی۔ یہ دیکھ کر دو میوزک ڈائریکٹرز نے اس کو گلوکاری کی آفر دی جس کو روبی نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا تھا۔ ارم آپی تو اس کو بہت پہلے جب سکول کے مینا بازار میں سنا تھا تبھی اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"تمہاری آواز بہت خوبصورت اور سریلی ہے۔ اداکارہ نہیں تو تم گلوکارہ بن کر بھی دھوم مچا سکتی ہو۔" اور اب اس نے گلوکارہ بننے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ارم یہ سب سن کر بے حد خوش ہوئی تھی۔ اس کی تین فلموں کی سپر کلاس کامیابی سے فلمی رسالوں اور اخبارات میں تو روبی کے انٹرویوز مسلسل چھپ رہے تھے لیکن اہم بات یہ ہوئی کہ اب بکرا عید پر روبی کی مزید دو فلموں کی سپر ہٹ کامیابی کے بعد پاکستان شوبز سٹار کلب کی جانب سے روبی کے ساتھ ایک شام منانے کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک مشہور سیاسی سماجی شخصیت ارشاد شاہ نے روبی کو بیوٹی ورلڈ کا تاج پہنانے کا بھی اعلان کیا تھا۔ تاج پوشی کی یہ رسم لاہور کے ایک بڑے ہوٹل میں ہونا تھی۔ یہ سب باتیں روبی کی شہرت میں مزید اضافہ کر رہی تھیں۔ وہ ان سب باتوں سے خوش تھی یا اداس یہ اندازہ کوئی نہیں کر سکتا تھا۔

فلموں کی کامیاب ہیروئن بن جانے کے بعد ہیروئن کو اپنی حفاظت کا بھی بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ کبھی کوئی ایک جگا ٹیکس لینے آتا ہے تو کبھی کوئی دوسرا جگا پریشان کرنے لگتا ہے۔ اور ان بہت سارے حملوں سے بچنے کیلئے ہر اداکارہ کو کسی نا کسی بڑے جگے کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر روبی کے ساتھ ایسا بالکل بھی کوئی مسئلہ نہ تھا۔ پہلی فلم کی کامیابی کے پہلے دن سے ہی وہ چوہدری نواز کے زیر سایہ آ گئی تھی۔ یوں بھی روبی کے ساتھ ہر فلمی غیر فلمی تقریب میں زہرہ خانم کے ساتھ ساتھ ارم خود بھی لازمی جاتی تھی۔

ایک اور اہم بات یہ تھی کہ جو روبی نے ایک درجن فلمیں سائن کی تھیں۔ ان میں آدھی درجن فلموں میں اس کے مقابل صرف آزر ہی اکلوتے ہیرو تھے۔ ان چھ فلموں کی عکسبندی کے دوران آزر اور روبی کی دوستی کے چرچے ساری فلم انڈسٹری میں ہونے لگے تھے۔ فلمی صحافت نے ہمیشہ کی طرح نمک مرچ لگا کر اس دوستی کو محبت کا نام دے کر سکینڈل بنانے شروع کر دیئے۔ آزر کو تو نہیں مگر روبی کو یہ سب پڑھ کر بے حد غصہ آیا تھا۔ جانتی تھی اس شہر میں اس کے خاندان والے ابھی اپنی زندگی بتا رہے تھے۔ وہ بے شک ان کو چھوڑ چکی تھی مگر بیٹی تو اس خاندان کی تھی۔ مگر فلمی صحافی اپنے اخبار میں لمبی چوڑی خبر لگانے کے چند روز بعد ایک چھوٹی سی تردید چھوٹے سے کونے میں لگا کر روبی سے فون پر معذرت کر لیتے تھے۔ روبی سوائے دانت پیسنے کے اور کچھ نہ کر سکتی تھی۔ اس ذلالت پر۔ آزر مرد تھا۔ کنوارہ بھی اس لئے وہ یہ سکینڈل پڑھ کر صرف مسکراتا رہتا تھا۔ اور گھر میں ارم حسرت بھرے لہجے میں کہتی۔

"ارے بدنام ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔ یہ سکینڈلز تم کو مزید مشہور کر رہے ہیں۔ اس لئے ان سے پریشان ہونے کی بجائے تم کو انہیں انجوائے کرنا چاہئے۔" روبی یہ سن کر چپ ہی رہتی۔

ایک درجن فلموں میں سے چونکہ تین چار میں اداکارہ نسیم بھی اس کے ساتھ کام کر رہی تھی۔ اور فلم انڈسٹری کی یہ واحد اداکارہ تھی جس کے ساتھ روبی کی دوستی تو نہیں مگر تھوڑی فری ضرور تھی۔ یا پھر ہلکی پھلکی دوستی بھی کہی جا سکتی تھی۔ باقی تو سب روبی کو دیکھ کر سڑی سڑی رہتی تھیں۔ بلکہ تپی تپی تھیں کہ روبی نے انڈسٹری میں آتے ہی میدان مار لیا تھا۔

اداکاری کی طرح روبی گلوکاری میں بھی خاصی کامیاب رہی تھی۔ فلم انڈسٹری جوائن کرنے کے پہلے ہی برس روبی کی پانچ عدد فلمیں ریلیز ہوئی تھیں۔ جن میں سے دو فلموں میں اس نے گلوکاری بھی خود کی تھی۔ یہ پانچوں فلمیں کامیابی سے ہمکنار ہوئیں اور پھر روبی سب کچھ بھول کر آگے ہی آگے بڑھتی گئی۔ زندگی کو آخر کسی نا کسی طرح گزارنا ہی تھا۔ ان ہی دنوں میں جب وہ شہرت کی بلندیوں پر تھی بلکہ بلندیوں کی جانب گامزن تھی۔ چوہدری نواز کا قتل ہو گیا۔ سارا گھر سوگ میں ڈوب گیا تھا۔ روبی کی سمجھ میں نا آیا وہ کیا کرے کیا کہے۔ اس کو نہ تو چوہدری نواز کے مرنے کی خوشی ہوئی تھی اور نا ہی غم۔ وہ روبی کا دشمن تھا اور نا ہی دوست اور نا ہی شوہر۔ دشمن اس لئے نہیں سمجھا تھا کہ وہ اکیلا ہی تو اس کی عزت سے نا کھیلا تھا۔ اس نے اگر اس کو اپنے تک محدود رکھا تو اس کا ہر طرح سے خیال بھی رکھا۔ کہ وہ عورت کے ساتھ عزت کے ساتھ محبت کرنے والا مرد تھا۔ عورت کا خیال رکھنے والا کیئر کرنے والا مرد۔ مگر بہر حال وہ اس کا شوہر نہیں تھا کہ وہ اس کی موت کا سوگ مناتی۔ وہ تو صرف چوہدری نواز کی رکھیل تھی۔ اور وہ مر گیا تھا۔ روبی کی جان ایک اچھے بڈھے سے چھوٹ گئی تھی۔ باوجود اس کے کہ اس نے روبی کو کبھی کوئی تکلیف نہ دی تھی۔ ہمیشہ اس کے سکھ اور آرام کا خیال رکھا تھا۔ مگر پھر وہی بات شوہر نہیں تھا۔ روبی نے سوچا جو بھی ہوا اچھا ہی ہوا۔

بہر حال پھر یہ وقت بھی گزر گیا۔ وہ اپنے کام میں ایک بار پھر بری طرح جڑی ہوئی۔ او...... را آزر کے ساتھ صرف اس کی دوستی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ سنجیدگی سے محسوس کرنے لگی تھی آزر اب اس سے کچھ زیادہ ہی فری اور مہربان ہونے لگا تھا۔ روبی کو آزر کے اس رویئے پر حیرانی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کیا بات وہی ہے جو وہ سمجھ رہی ہے یا یہ اس کی خوش فہمی ہے۔ مگر یہ

اس کی خوش فہمی نہیں تھی۔ آزر واقعی اس کے بارے میں کوئی پروگرام طے کر چکا تھا۔ کیونکہ ایک دن اس نے روبی کو چائے پر انوائٹ کر لیا۔ ایسا شاید پہلی بار ہوا تھا۔ کیونکہ روبی پہلے کم کم ہی اکیلی کہیں آتی جاتی تھی۔ مگر نسیم کے سمجھانے پر کہ ہر وقت زہرہ خانم کو اپنا پلو بنا کر نہ رکھا کرو۔ کبھی کبھی ان کے بغیر بھی ادھر ادھر آیا جایا کرو۔ اس کے بعد روبی لانگ ڈرائیونگ پر اکیلی جانے لگی تھی۔ اب جب آزر نے چائے پر انوائٹ کیا تو روبی نے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"روزانہ ہی تو عکسبندی کے درمیان ہماری ملاقات ہوتی ہے اب کوئی خاص بات ہے جو چائے پر بلا رہے ہو۔"

"خاص بات ہی سمجھ لو۔" آزر نے ہنس کر کہا اور سنو آنا لازمی۔ اور روبی نے حامی بھر لی۔ پھر زہرہ خانم سے اجازت لے کر وہ ہوٹل چلی آئی۔ آزر اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ بلکہ یوں خوش ہوا جیسے زندگی میں پہلی بار مل رہا ہو۔ پھر چائے آنے سے پہلے تو وہ روبی کے ساتھ ادھر ادھر کی باتیں ہی کرتا رہا۔ مگر چائے پینے کے بعد اس نے روبی سے اظہار محبت کر ڈالا۔ روبی کے لئے یہ اظہار محبت بے حد حیران و ششدر کر دینے والا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ آزر کو اچھی طرح معلوم تھا کہ روبی کا چوہدری نواز کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ روبی کے پاس یہ جو گھر، گاڑی اور بینک بیلنس تھا۔ یہ سب چوہدری نواز کی مہربانی کا نتیجہ تھا۔ روبی کا بینک اکاؤنٹ چوہدری نواز نے کھلوایا تھا۔ انہوں نے روبی سے کہا تھا۔ یہ سب تم کو لوٹ لوٹ کر اور نچ نچ کر کھا جائیں گے۔ اپنا کچھ پیسہ بینک میں بھی رکھا کرو تا کہ جب اکیلی رہ جاؤ تو تمہارے کام آسکے۔ روبی ان کی کسی بات سے انکار کر ہی نہ سکتی تھی۔

یہ سب جانتے ہوئے بھی آزر کا یہ اظہار محبت اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی آزر کا تعلق ایک بے حد معزز خاندان سے تھا۔ آزر نے روبی کو یوں حیران ہوتے دیکھا تو پوچھا۔

"اس طرح کیا دیکھ رہی ہو؟ کیا میں نے کوئی انوکھی بات تم سے کہہ دی ہے جو یوں گم صم سی ہو گئی ہو۔"

"تمہیں معلوم ہے نا آزر میری جو لائف ہے۔" روبی نے کھل کر بات کرنے کے بجائے ذو معنی بات کی۔

"ہاں چوہدری نواز سے جو تمہارا تعلق تھا میں جانتا ہوں۔ مگر اب چوہدری نواز زندہ نہیں رہا۔ اب تم میری ہو صرف میری۔" آزر نے محبت سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ سنتے ہی روبی رو پڑی۔ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اب زندگی کے کسی موڑ پر کسی معزز خاندان کا کوئی مرد اس کے ساتھ محبت بھی کر سکتا ہے۔ وہ تو فلم لائن جوائن کرنے کے بعد صرف ایک جسم بن کر رہ گئی تھی۔ بلکہ ہڈی بن کر رہ گئی تھی جس پر ہر گندہ کتا منہ مارتا تھا۔ اس کو یوں روتے دیکھ کر۔ آزر نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام لیا کچھ دیر اس کو دیکھتا رہا۔ پھر بہت محبت سے پوچھا۔

"یوں رونے کا مطلب بتاؤ گی مجھے یا میں سمجھوں کو تم کو میری محبت پر یقین نہیں ہے؟ مگر یقین کرو میں نے جو بھی کہا وہ سب سچ ہے۔"

"تمہاری محبت پر یقین ہے۔ مگر شاید میں اس محبت کے لائق نہیں ہوں۔ یا پھر کوئی مجھ سے محبت بھی کرے گا؟ ان حالات میں؟ میں اب سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ خاص کر کسی معزز خاندان کا کوئی فرد۔" روبی نے وضاحت سے کہہ دیا۔

آزر اس کی بات سن کر چند ثانیے اس کو دیکھتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر کہا۔ اگر میں معزز خاندان کا بیٹا ہوں تو تعلق تمہارا بھی بازار سے نہیں۔ کسی شریف خاندان سے ہی ہے۔ رضوی کا شمار فلم انڈسٹری کے چھوٹے آرٹسٹوں میں ہوتا تھا۔ رضوی کو جاننے والوں نے مجھے بتایا ہے جب رضوی نے زہرہ خانم سے شادی کی تو اس کی پہلے شوہر سے صرف دو بیٹیاں ہی تھیں۔ پھر رضوی سے ایک بیٹا ہوا۔ مزید اولاد نہ ہو سکی کہ رضوی نے زہرہ کو دھندے پر لگا دیا تھا۔ ان کے معاملے میں میری دلچسپی اور محبت صرف تم سے ہے۔ مجھے پورا یقین ہے تم زہرہ کی بھانجی نہیں ہو۔ وہ تمہیں کہاں سے اڑا کر لائی ہے۔ یہ بات صرف تم مجھے بتا سکتی ہو۔ تمہارا یہ معصوم چہرہ بتاتا ہے کہ تم ایک شریف خاندان کی بیٹی ہو۔ پھر زہرہ خانم کے ہاتھ کیسے لگی۔ فلم لائن کیوں جوائن کی۔ تمہاری خاندانی شرافت تمہارے چہرے پر لکھی ہوئی ہے۔

روبی کا دل چاہا وہ آزر کو سب کچھ سچ بتا دے کہ گھر سے بھاگنے کے بعد یہ پہلا مرد تھا۔ جس نے اس کے جسم کے بجائے محبت کی بات کی تھی۔ مگر رام آپی اور زہرہ خانم نے سختی سے منع کر رکھا تھا کسی کو بھی ہرگز اپنے گھر والوں کے بارے میں نہ بتانا۔ صرف یہی کہنا ہے میری بھانجی ہو۔ یہی خیال آتے ہی روبی نے آنسو صاف کرتے ہوئے آزر سے کہا۔

"میں ان کی سگی بھانجی ہوں۔ میرا یقین کرو اور زہرہ خانم کو بھی برے کام پر رضوی نے لگایا تھا۔"

"تم کچھ بھی کہو۔ مجھے یقین نہیں۔" آزر نے کہا تو روبی چپ رہی۔ آزر نے مزید کہا۔

"مجھے یقین ہے تم اپنے گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی ہو۔جس کو پناہ دے کر زہرہ خانم نے فائدہ اٹھایا۔تم گھر سے کیوں بھاگیں مجھے بتاؤ۔" آزر مرد تھا۔جس کو عورت پر برتری دی گئی ہے اور پھر وہ بھی فلم انڈسٹری میں کام کرنے والا۔روبی نے اس کی ساری باتیں سننے کے بعد کہا۔

"میں تم سے کچھ چھپانا نہیں چاہتی۔مگر بتانا بھی نہیں چاہتی۔صرف اتنا ہی کہوں گی وہ جو منیر نیازی نے کہا ہے اور میں سمجھتی ہوں انہوں نے شاید میرے ہی بارے میں کہا ہے۔

کجھ انج وی راہواں اوکھیاں سن
کجھ گل وچ غم دا طوق وی سی
کجھ شہر دے لوگ وی ظالم سن
کجھ مینوں مرن دا شوق وی سی

بات ختم کرتے ہی پھر وہ تیزی سے اٹھی اور کرسی دھکیل کر اپنی گاڑی میں آ بیٹھی اور سیدھی گھر چلی آئی۔اس نے آزر کی کسی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔نا ہی محبت کا۔بلکہ اس کے اظہار محبت پر حیرت کا اظہار کیا تھا۔گاڑی ملنے کے چند ہفتوں بعد ہی روبی نے گاڑی چلانی سیکھ لی تھی۔مگر خود کم ہی ڈرائیو کرتی تھی۔چودھری نواز نے اس کے لئے ڈرائیور رکھ دیا تھا۔لیکن جب چودھری نواز نہ رہا تو ڈرائیور کی روبی نے چھٹی کرادی۔خود ہی گاڑی ڈرائیو کرنے لگی تھی۔تاہم باڈی گارڈ اب اس کی ضرورت تھے۔اس لئے ان کو رکھ لیا تھا۔اب وہ ان کو تنخواہ خود دیتی تھی۔چودھری نواز کے ساتھ اس کا تعلق تین برس رہا تھا۔یہ تعلق روبی کو ایک گاڑی اور کوٹھی کا مالک بنانے کے ساتھ اچھا خاصا بینک بیلنس روبی کے ساتھ ساتھ زہرہ خانم اور ارم کے پاس بھی جمع ہو گیا تھا۔گو کہ اب چودھری نواز زندہ نہ رہا تھا۔مگر اس کی دی ہوئی نوازشات کی یہ بارش اب بھی ان پر برس رہی تھی۔

روبی ہوٹل سے نکل کر سیدھی گھر آئی تو سب لوگ چائے پی رہے تھے۔اس کو دیکھتے ہی چائے میں شامل ہونے کا کہا۔مگر وہ معذرت کر کے اپنے روم کی جانب چل دی تو ارم نے آواز دے کر روکتے ہوئے پوچھا۔

"کہاں گئی تھی روبی؟" کیونکہ وہ ان کو بتا کر نہیں گئی تھی۔

"آزر نے چائے پر انوائٹ کیا تھا۔" روبی نے بغیر رکے جواب دیا۔اور اپنے روم میں آ گئی۔وہ آزر کے اظہار محبت پر غور کرنا چاہتی تھی۔یہ سچ ہے اگر وہ بھی ابھی سوچنا نہیں چاہتی تھی۔محبت سے اب اس کو شدید نفرت تھی۔یہ محبت ہی تو تھی جو اسے گھر سے بھگا کر اس مقام پر لائی تھی۔

روبی کے جاتے ہی زہرہ خانم نے ارم کو رازداری سے بتایا۔آزر کی شوٹنگ ہو نہ ہو وہ روبی کے سیٹ پر آتا ضرور ہے۔سارا فارغ وقت کسی کی بھی پروا کئے بغیر باتیں کرتا رہتا ہے۔کہیں شادی کا پروگرام نہ بن جائے یا بنا لیں۔ایسا ہوا تو ہم کہاں جائیں گے۔

"میں مر گیا ہوں جو روبی آزر سے شادی کرے گی۔" پومی نے فوراً غصے میں کہا تو ارم نے ماں کو دیکھتے ہوئے ہنس کر فخر سے کہا۔

"روبی مجھ سے خوف کھاتی ہے۔اس میں یہ جرأت نہیں کہ ہماری بلکہ میری اجازت کے بغیر شادی کا فیصلہ کر سکے۔باقی آزر کے ساتھ اس کے سکینڈل لگتے ہی رہتے ہیں۔اب اگر اس نے آزر کے ساتھ چائے پی لی تو کیا ہوا۔ہیرو ہے اس کی ہر کامیاب فلم کا اور پھر وہ جس خاندان کا بیٹا ہے وہاں روبی کے لئے گنجائش نہیں۔"

"میں نے تم کو کتنی بار کہا ہے بلکہ بتایا ہے۔روبی کی دوستی دن بدن نسیم سے گہری ہوتی جا رہی ہے۔وہ طوائف اس کو بہکا سکتی ہے۔ہمارے خلاف کر سکتی ہے۔" زہرہ خانم نے آہستہ سے کہا۔تو ارم بولی۔

"وہ بہت تیز ہے۔آپ کو معلوم ہے اس کی ماں بھی بہت بڑی چیز ہے۔مگر آپا میں روبی کو نسیم کے ساتھ بات نہ کرنے یا دوستی ختم کرنے کا نہیں کہہ سکتی کہ یہ بہت غلط بات ہے۔وہ ہماری غلام نہیں کہ دوستی بھی ہماری پسند سے کرے۔ہاں آپ محبت سے روبی کو سمجھا سکتی ہیں کہ یہ بازار کی رہنے والی طوائف ہے بیٹی! اس کے ساتھ تمہاری دوستی مناسب بات نہیں کہ ہم گھر میں رہنے والے لوگ اور وہ بازار کی رہنے والی......"

تمہارے کہنے سے پہلے ہی میں نے روبی کو سمجھایا تھا کہ بیٹی وہ طوائف ہے۔اس کے ساتھ تمہاری یہ دوستی کچھ مناسب نہیں۔میری بات سن کر روبی نے کہا۔

"آپا جی وہ مجھے اچھی لگتی ہے۔کیا میں اپنی مرضی سے ایک دوست بھی نہیں بنا سکتی۔" تب میں نے مزید سمجھاتے ہوئے کہا۔

"بیٹی وہ طوائف ہے۔ بازار کی رہنے والی۔" میری بات سن کر روبی کتنی دیر میری جانب یوں دیکھتی رہی جیسے بے لفظی زبان میں کہہ رہی ہو۔

"وہ اگر بازار کی رہنے والی طوائف ہے تو ہم گھروں میں رہنے والی طوائفیں۔" پھر بولی تو صرف اتنا کہا۔

"آپا جی کوئی اور بات کریں میں نسیم کو نہیں چھوڑ سکتی۔ پھر بھی آپ نسیم کے حوالے سے میرے سے بات نہ کریں۔ میں نے کہا نا وہ مجھے اچھی لگتی ہے۔" اب تم خود ہی بات کرو۔ زہرہ خانم نے ساری بات بتانے کے بعد کہا۔

"ابھی کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں۔ بس اس کو اکیلے سٹوڈیو اب نہ جانے دیں۔ بلکہ کہیں بھی ہر جگہ خود اس کے ساتھ جائیں۔" ارم نے کہا تو زہرہ خانم بولیں۔

"تم کرن کو ہاسٹل سے گھر کیوں نہیں بلا لیتی۔ وہ آ جائے تو سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ میرے ساتھ نہ جانے کی صورت میں وہ تو ساتھ جا سکتی ہے۔ آج ہی دیکھ لو جب وہ جا رہی تھی تو میں نے پوچھا کہاں جا رہی ہو تو بولی۔

"ایک دوست کے پاس۔"

"میں نے پوچھا کون سے دوست کے پاس؟" تو بولی۔

"آپا کیا میں آپ کو بتائے بغیر اپنے کسی دوست کے ہاں بھی نہیں جا سکتی۔ جبکہ ارم آپی سارا وقت اکیلی ہی گھر سے باہر جاتی ہیں۔ وہ تو اب تم نے خود پوچھا ہے تو روبی نے بتا دیا۔ میں کہتی ہوں کرن کو گھر بلا و سٹوڈیو میں چلی جایا کروں گی اور ادھر ادھر کہیں جانا ہو تو کرن...... وہ کالج کے بعد اب یونیورسٹی گئی ہے تو پھر ہاسٹل چلی گئی ہے۔ اس کو بلا و ایسا نہ ہو روبی ہمارے ہاتھ سے نکل جائے۔ ہمارے بتائے بغیر ہی نکاح نہ پڑھا لے۔" زہرہ خانم نے خاص فکر مندی سے کہا۔

"آپا! میں نے کرن سے کہا بھی تھا۔ اب گھر میں دو دو گاڑیاں ہیں۔ تم کو ہاسٹل میں رہنے کی ضرورت نہیں۔ مگر وہ نہیں مانی خیر میں ایک بار پھر بات کرتی ہوں۔" ارم نے کہا اور اٹھ کر گاڑی کی جانب چل دی۔ آج اس نے وسیم کے ساتھ شادی کا فائنل کرنا تھا۔

٭ ☆☆☆ ٭

اگلے روز آزر کے ساتھ روبی کی شوٹنگ تھی۔ روبی کو دیکھتے ہی آزر نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔

"روبی تم میری باتوں کا جواب دیئے بغیر ہی اٹھ کر چلی گئیں۔ یہ تو کوئی بات نہیں۔ مگر تم نے جو قطعہ مجھے جانے سے پہلے سنایا وہ تمہاری کہانی سمجھنے کیلئے کافی تھا۔ میرا یقین کرو میں کل سے لے کر اس وقت تمہارے پاس آنے تک تمہارے ہی بارے میں سوچتا رہا۔ اور بہت بے چین رہا ہوں۔

"سوئے بالکل نہیں۔" روبی نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"سویا تھا۔ مگر سوتے میں خواب بھی تمہارے حوالے سے دیکھے ہیں۔" آزر نے بھی جواباً شرارت سے ہنستے ہوئے کہا۔ اتنے میں زہرہ خانم نے آواز دی۔

"روبی بیٹی ہدایتکار کہہ رہا ہے جلدی سے میک اپ کروا کر آؤ۔" اور روبی آزر کو وہیں چھوڑ کر میک اپ روم کی جانب چل دی۔ پیچھے پیچھے زہرہ خانم بھی تھی۔ مگر مجبوری یہ تھی کہ سیٹ پر وہ روبی کے ساتھ نہیں جا سکتی تھی۔ وہ صرف سامنے بیٹھ کر ان کو شوٹنگ کرتے دیکھتی اور ایک سین او کے ہوتے ہی آزر روبی کے ساتھ سرگوشیوں میں مگن ہو جاتا۔ روبی اپنی عادت کے مطابق زیادہ تر خاموش ہی رہتی یا پھر مسکراتی۔ کبھی کبھار ہنس پڑتی تو زہرہ خانم کے دل کو کچھ ہونے لگتا کہ فلم انڈسٹری جوائن کرنے کے بعد وہ بہت سنجیدہ ہو گئی تھی۔ بلکہ ہنسنا تو کیا مسکرانا بھی بھول چکی تھی۔ اور اب مسکرانا تو کیا ہنسنے بھی لگی تھی۔ یہ بات زہرہ خانم کو پریشان کر رہی تھی۔

آزر نے روبی کو چائے کے بجائے رات کے کھانے پر انوائٹ کرنا چاہا تو روبی نے ارم آپی کے خوف سے معذرت کر لی۔ پھر کل رات اس نے آزر کے بارے میں بالکل بھی نہ سوچا تھا۔ کیونکہ اس کو آزر کی محبت پر یقین نہیں آیا تھا۔ آج پھر آزر نے کہا تھا۔

"روبی آئی لو یو۔ گو کہ تم سے پہلے بھی ہو سکتا ہے چند لڑکیوں سے کہا ہو۔ مگر تم کو سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ پلیز جانے سے پہلے صرف اتنا بتا دو کہ تم کو میری محبت پر یقین آیا کہ نہیں جبکہ میں بالکل سنجیدہ ہوں۔"

"بالکل نہیں کل بھی تو کہا تھا۔" روبی یہ جواب دے کر گھر آ گئی تھی۔ مگر آج وہ سوچ رہی تھی اگر آزر واقعی مجھ سے محبت کرتا ہے تو پھر یہ پوچھنا بہت ضروری ہے کہ کیا وہ مجھ سے شادی

بھی کرے گا۔یا پھر دل بہلانے کو محبت ہی کرتا رہے گا۔مگر یہ پوچھنے کا ٹائم نہیں تھا۔اس رات وہ اپنی ایک دوسری فلم کی عکسبندی کیلئے لیٹ نائٹ فلائٹ سے کراچی چلی گئی۔اس فلم کے ایک سونگ کو ساحل سمندر پر فلمانا تھا۔چند شاٹ سونگ کے علاوہ بھی تھے۔فلم کا ہیرو جو تھا اس کے چند فائٹ کے لانگ شاٹ تھے اور گانا جو فلمایا جا رہا تھا اس میں روبی کے علاوہ دو نئی اداکارائیں بھی پرفارم کر رہی تھیں۔فلم کے ڈائریکٹر نے ان تینوں کو برابر ایکسپوز کرنے کے بجائے سینئر ہونے کے باوجود روبی کو زیادہ تر کیمرے کی زد سے باہر رکھا تھا۔رات اس کی روبی سے ہلکی تلخ کلامی ہو گئی تھی۔ڈائریکٹر کو روبی پر غصہ تو بہت آیا تھا مگر فلم تقریباً مکمل ہونے کے قریب تھی۔بس تھوڑا سا کام باقی رہ گیا تھا۔روبی کی ناراضی کی صورت میں یہ تھوڑا کام لمبا بھی ہو سکتا تھا۔اپنے غصے پر تو اس نے قابو پا لیا تھا مگر فلم کے اہم سونگ میں روبی کے چہرے کا اہم کلوزاپ کم کم ہی پیش کیا تھا۔روبی کے نزدیک اب یہ چھوٹی چھوٹی باتیں اہمیت نہ رکھتی تھیں۔فلم کا یہ تھوڑا سا کام کراچی کے اندر ہی مکمل ہونا تھا۔روبی ہر روز ساحل سمندر جاتی۔ایک شاٹ او کے ہونے کے بعد وہ دوسرے کے انتظار میں تھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے سمندر کو دیکھتی رہتی۔اس کو سمندر اچھا لگتا تھا۔وہ پہلے بھی کئی فلموں کی شوٹنگ کیلئے یہاں آ چکی تھی۔بہر حال اب اس نے اس فلم میں اپنا کام مکمل کروایا۔پھر فلم یونٹ کی واپسی سے پہلے ہی خود لاہور چلی آئی۔لاہور آتے ہی آزر ایک بار پھر اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔اس نے روبی کو سٹوڈیو کے لان میں لے جا کر چائے پلائی۔پھر پوچھا۔

”تم آخر میری محبت کا جواب کیوں نہیں دیتی۔ہاں ناں کچھ تو کہو یوں خاموش نہ ہو۔“

”یہی تو سمجھ نہیں آتا کہ کیا کہوں۔“ روبی نے کہا تو آزر نے اس کو دیکھتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”اچھا آج پہلے مجھے یہ بتاؤ کیا تم اپنی اس زندگی سے خوش ہو۔تم کو آخر شک کیوں ہے۔ہاں میں خوش ہوں اپنی اس زندگی سے۔“ روبی نے آہستگی سے کہا۔”لیکن میری یہ دعا ہے کہ اللہ ایسی خوشی کسی کو نہ دے۔“ کہتے ہوئے روبی کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔یہ دیکھ کر آزر نے ایک بار پھر پوچھا۔

”تمہاری آنکھوں کی یہ نمی کہتی ہے کہ تم اس زندگی سے خوش نہیں ہو۔اگر یہ بات ہے تو پھر میری محبت کا جواب کیوں نہیں دیتی ہو۔کیوں یہ خاموشی اختیار کئے ہوئے ہو۔“

”محبت پر اعتبار نہیں رہا۔“ روبی نے صاف صاف کہہ دیا۔

”ایک بار کر کے تو دیکھو۔ایک بار آزماؤ تو سہی۔پلیز میری بے قراری کو سمجھو تو سہی۔“ آزر نے جذباتی ہوتے ہوئے کہا۔

”چھوڑو آزمانے کو۔یہ بتاؤ محبت کے بعد کیا کرو گے۔“ روبی نے نجانے کیا سوچ کر پوچھا۔

”ظاہر ہے شادی ڈیئر!اور حقیقت میں تم سے شادی ہی کرنا چاہتا ہوں۔مگر براہ راست شادی کا کہنے سے پہلے اظہار محبت بھی ضروری تھا۔یہ محبت ہی تو مجھے تم سے ہو چکی ہے۔میرا خیال ہے ہماری محبت کے سکینڈل مشہور ہوئے تھے۔“ آزر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”شادی؟اور مجھ سے؟سب کچھ جانتے ہوئے بھی۔“ روبی نے آزر کی بات سن کر ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ اس کو دیکھا تو آزر نے ایک دم جذباتی ہو کر کہا۔

”سنو روبی اللہ بھی قرآن میں فرماتے ہیں جو ہو چکا سو ہو چکا۔میں بھی تم سے یہی کہوں گا جو ہونا تھا ہو چکا۔میں تمہارے کل کی نہیں آج کی بات کرتا ہوں۔ہاں مجھے تم سے محبت ہے اور میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔وہ بھی فوراً۔“

روبی کے جواب دینے سے پہلے ہی زہرہ خانم چلی آئیں۔روبی پھر ایک بار آزر کی بات کا جواب دیئے بغیر چپ چاپ اٹھ کر ان کے ساتھ سیٹ پر آ گئی۔پھر زہرہ خانم نے ایک منٹ کیلئے بھی روبی کو تنہا نہیں چھوڑا تھا۔گھر آتے ہی سیدھی ارم کے روم میں گئی۔اور پھر ساری بات بتا دی کہ آزر اس کو سیٹ سے لان میں لے گیا تھا۔میں ذرا سا اونگھ گئی تھی۔اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اور آنکھ کھلتے ہی اس کو جا کر لے آئی۔اس سے پہلے کہ وہ نکاح پڑھا کر چپکے سے گھر چھوڑ کر چلی جائے کچھ کرو۔“

”آپا آپ کیوں ہلکان ہوتی ہو۔وہ حرامزادی کوئی ایسی ویسی بات یا حرکت کر کے دیکھے تو سہی۔جس طرح پوپی کو جوتیاں پڑتی ہیں ویسی ہی جوتیاں مار مار کر دماغ درست کر کے رکھ دوں گی۔آپ خوامخواہ مجھے ڈسٹرب نہ کریں۔میں پہلے ہی بہت ٹینشن میں ہوں۔اور زہرہ خانم خاموشی سے روم سے باہر آ گئیں۔مگر باہر آتے ہی بولیں۔”بدمعاش کو ابھی تک اپنے یار کا سوگ پڑا ہے۔وسیم نے شادی سے انکار کر دیا ہے تو کیا قیامت آ گئی۔سارا کام چھوڑ کر کمرہ بند کر کے پڑی رہتی ہے۔کیا دنیا میں ایک وسیم ہی اکلوتا مرد تھا۔ارے وہ اگر والدین کی پسند پر خاندان کے اندر شادی کر رہا ہے تو تم بھی کوئی اور ڈھونڈ لو۔ورنہ تم یہاں بند کمرے میں اپنا سوگ مناتی رہنا اور وہ چپکے سے نکاح پڑھا کر بھاگ جائیگی۔آخر اپنے گھر سے بھی تو وہ بھاگ کر آئی تھی۔اس کیلئے بھاگنا کون سی مشکل بات ہے۔“

☆☆☆

روبی رات کا کھانا کھا کر سونے کیلئے ابھی لیٹی ہی تھی کہ سرہانے ٹیلی فون سٹینڈ پر رکھا فون بولنے لگا۔ روبی چند لمحے دیکھتی اور سوچتی رہی اٹھائے یا نا اٹھائے۔ اس کو پورا یقین تھا یہ فون آزر کا ہی تھا۔ وہاں سٹوڈیو لان میں زہرہ خانم کی اچانک آمد سے ان کی بات ادھوری رہ گئی۔ وہ ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ فون ریسیو کرے یا نا کرے کہ فون بند ہو گیا۔ مگر چند لمحاتی توقف کے بعد بیل پھر ہونے لگی تو روبی نے ہاتھ بڑھا کر فوراً فون اٹھا لیا۔ دوسری جانب واقعی آزر تھا۔ روبی کی آواز سنتے ہی بولا۔

"فون اٹھانے میں اتنا توقف کیوں کیا؟"

"یونہی کچھ خاص وجہ نہیں تھی۔" روبی نے جواب دیا تو آزر نے اب کے بغیر کسی تمہید کے کہا۔

"زہرہ خانم کے آنے سے میری بات بلکہ ہماری بات ادھوری رہ گئی۔ یہ تمہاری آپا جی تو اب تمہارا سایہ ہی بن کر رہ گئی ہے۔ سوچا فون کا سہارا لے کر ہی اپنی بات مکمل کر دوں۔"

روبی یہ سن کر چپ رہی۔ آزر نے پھر پوچھا۔

"روبی! مجھے ابھی اور اسی وقت تمہارا جواب چاہئے۔ بتاؤ مجھ سے شادی کرو گی۔ بولو شادی کرو گی میرے ساتھ۔"

"آزر نجانے تمہاری اس بات پر یقین کیوں نہیں آتا۔ کیا واقعی؟ کیا واقعی تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔" یہ کہتے ہوئے روبی ایک بار پھر رو پڑی۔

"ہاں یار! میں واقعی تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ مگر سنو یہ آنسو بہت انمول موتی ہیں ان کو اکیلے بیٹھ کر نہیں بہانا چاہئے۔ ارے اشک اس وقت بہاؤ جب کوئی ان انمول موتیوں کو اپنی انگلیوں سے چننے والا سامنے موجود ہو۔ مجھ سے دور بیٹھ کر آنسو مت بہاؤ۔ جہاں میں ان کو چن نہیں سکتا۔ یار! آؤ اور میرے کاندھے پر سر رکھ کر یہ آنسو گراؤ تو میں اپنی انگلیوں سے چن لوں گا۔ مگر مجھ سے دور بیٹھ کر ان کو آنکھوں سے گرا کر ان انمول موتیوں کی توہین مت کرو۔ مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے تم کو روتا دیکھ کر۔ پلیز چپ ہو جاؤ۔" آزر نے کچھ بے چینی سے کہا تو روبی نے ایک بار پھر جواب دیئے بغیر فون بند کر دیا۔

فون بند کرنے کے بعد اس نے سنجیدگی سے سوچا۔ اگر آزر واقعی سنجیدہ ہے تو پھر یہ گندی زندگی گزارنے سے بہتر ہے کہ وہ آزر سے شادی کر لے۔ تا کہ گھر کے اندر بیٹھ کر عزت کی روٹی تو کھا سکے گی۔ مگر ارم آپی کیا وہ مجھے شادی کرنے دیں گی۔ میں ان کو انکار کرنے کا موقع ہی نہیں دوں گی۔ شادی کی بات کرنے سے پہلے ہی کہہ دوں گی۔ آپی آپ یہ گھر اور گاڑی اپنے پاس رکھ لیں مگر مجھے شادی کرنے کی اجازت دے دیں۔ مجھے پورا یقین ہے یہ سب سن کر وہ مجھے شادی کرنے کی اجازت دے دیں گی۔ مگر پہلے آزر کو آزماؤں گی۔ اگر وہ ثابت قدم رہا تو ٹھیک ہے۔ ورنہ یہ نہ ہو آج شادی ہو اور کل طلاق۔ میں اس کو صاف صاف بتا دوں گی کہ شادی کے بعد میں فلموں میں کام نہیں کروں گی۔ یہ سوچتے ہی وہ مطمئن ہو کر سو گئی تھی۔

اس کے بعد جب آزر سے اس کا سامنا ہوا تو آزر نے فوراً ہی پھر شادی کی پیشکش کی۔ اتفاق سے زہرہ خانم نے بھی سن لیا۔ وہ اب روبی کا سایہ بنی رہتی تھی۔ مگر روبی کو اس بات کا پتہ نہ چلا تھا کہ زہرہ خانم بھی آزر کی بات سن چکی ہے۔ رات کو زہرہ خانم ارم کے روم میں آئی اور کہا۔

"آخر وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا۔ آزر نے روبی کو شادی کی آفر دی ہے۔ یہ سب میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ تم یہاں بیٹھی رہنا اور وہ چپکے سے نکاح پڑھا کر اڑ جائے گی۔ پھر ہاتھ ملنے سے کیا فائدہ۔"

ماں کی باتیں سن کر ارم فوراً اٹھ کر روبی کے روم میں آئی۔ وسیم کی شادی اپنے ہی خاندان میں ہو جانے کے بعد وہ ویسے ہی سارا وقت غصے سے بھری رہتی تھی۔ ارم روم میں داخل ہوئی اور بغیر کسی تمہید کے پوچھا۔

"یہ میں کیا سن رہی ہوں تم آزر سے شادی کر رہی ہو۔ وہ بھی ہمیں بتائے بغیر۔ تمہاری جرأت کیسے ہوئی مجھ سے پوچھے بغیر شادی جیسا بڑا فیصلہ کرنے کی۔" یہ سن کر روبی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"آپی ابھی تو صرف آزر نے ہی بات کی ہے بلکہ آفر دی ہے۔ میں تو آپ سے بات کرنے کے بعد ہی آزر سے بات کرنا چاہتی تھی۔ مجھے آپ کی قسم میں نے ابھی تک آزر کو شادی والی بات کا جواب نہیں دیا۔" یہ سنتے ہی ارم نے اپنا پروگرام بدل لیا اور لہجہ نرم کرتے ہوئے بولی۔

"اب اگر آزر شادی کے حوالے سے کوئی بات کرے تو صاف صاف اس کو کہنا مجھ سے بات کرنے کے بجائے میری آپا اور آپی سے بات کرو۔ شادی کی بات بڑے طے کرتے ہیں۔ جب وہ ہم سے بات کرے گا تو پھر ہی سوچیں گے کہ اس کو کیا جواب دینا ہے۔ جواب کیا دینا ہے اگر تم کو بات پسند ہے تو پھر تمہاری شادی کر کے رخصت کر دیں گے۔"

"جی بہتر آپی!" روبی نے حیرانی سے ان کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ جس لہجے میں ارم آپی نے روم میں داخل ہوتے ہی بات شروع کی تھی۔ اس کے بعد روبی نے یہ سوچا تھا کہیں آج پوی کی طرح اس کو بھی جوتیاں نہ پڑ جائیں۔ مگر خیریت رہی تھی وہ نرم ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا وہ ابھی آزر کو فون کر کے یہ خوشخبری سنا دے۔ مگر سوچا صبح فیس ٹو فیس بات کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اور وہ کل ہی آزر سے بات کرے گی۔

ادھر ارم روبی کے روم سے نکلتے ہی ہال کمرے میں آئی تھی کہ باقی لوگ اس وقت وہیں تھے۔ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"آپا میں نے سوچ لیا ہے روبی کی شادی پوی سے ہوگی۔"

"کیا واقعی۔" پوی نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا اور ارم نے اس کو جواب دینے کے بجائے ماں سے کہا۔

●☆☆☆●

"کل رات جب روبی سٹوڈیو سے واپس آئے گی تو یہ رسم نکاح سادگی سے ہوگی۔ ہاں بعد میں شادی دھوم دھام سے کریں گے۔" پھر تحکمانہ انداز میں رضوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مولوی اور گواہوں کا انتظام کرنا اب آپ کی ذمہ داری ہے۔ ورنہ یہ کام لیٹ ہونے کی صورت میں روبی ہاتھ سے نکل جائے گی۔" پھر وہ باقی کا پروگرام طے کرنے لگیں۔ اب سب کو ہی پریشانی لگ گئی تھی کہ سونے کا انڈے دینے والی یہ مرغی کہیں ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

کرن سپیر کے بعد ہاسٹل سے گھر آئی تھی اور آتے ہی وہ سیدھی ارم کے روم میں آئی تھی۔ آپا نے فون پر اس کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ جب سے وسیم نے ارم کو چھوڑ کر اپنے خاندان میں شادی کر لی تھی تب سے تمہاری آپی سارا وقت اپنے کمرے میں بند اداس اداس سونگ سنتی اور روتی رہتی ہے۔ گھر سے باہر جانا بالکل چھوڑ دیا ہے۔ مگر اس وقت ارم کا روم خالی تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ گھر پر نہیں ہے۔ حالانکہ پورچ میں اس کی گاڑی نہ پا کر بھی کرن یہ سوچ سکتی تھی کہ آپی گھر پر نہیں ہے۔ مگر آپا کی باتوں کی روشنی میں کرن نے سوچا گاڑی خراب ہو کر ورکشاپ میں بھی تو جاتی رہتی ہے۔ ہو سکتا ہے گاڑی ورکشاپ گئی ہو۔ اور روبی کا تو پکا پتا تھا وہ سٹوڈیو میں ہوگی۔ ظاہر ہے اس کے ساتھ آپا بھی جاتی ہے۔ پوی اور رضوی سے ملنا تو دور کی بات کرن کا ان کی شکل دیکھنے کا بھی موڈ نہیں تھا۔ اس لئے وہ اپنا بیگ یونہی اٹھائے اٹھائے اپنے روم میں آئی اور پھر سو گئی۔ امتحان میں مصروف رہنے کی وجہ سے تھکن ہو رہی تھی۔ اب وہ جی بھر کر سونا چاہتی تھی۔ اس لئے سو گئی۔ جب آنکھ کھلی تو کمرہ گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ کتنی دیر لیٹی رہی۔ تاریکی میں ہی آنکھیں گھماتی رہی۔ پھر اٹھی اور چپل پہن کر اپنے روم سے باہر آ گئی۔ اب اس کا رخ ہال کمرے کی جانب تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ اس وقت سب لوگ وہیں ہوتے ہیں۔ وہ ابھی روم سے کچھ دور ہی تھی کہ ارم آپی کے تیز تیز بولنے کی آواز سنائی دی۔ اس وقت پتہ نہیں کس کی شامت آئی ہوئی ہے۔ کرن نے مسکراتے ہوئے سوچا اور دروازے کے قریب پہنچتے ہی روبی کا نام سن کر رک گئی۔ ان کا سارا پروگرام سننے کے بعد روم کے اندر جانے کے بجائے وہ مڑی اور واپس اپنے روم میں جانے کے بجائے روبی کے روم میں آئی۔ دروازہ کھلا ہی تھا۔ وہ بے پاؤں روم میں داخل ہوئی اور پھر دروازے پر ہی رک گئی۔ روبی بیڈ پر لیٹی کسی سوچ میں گم تھی۔ کرن نے آہستہ سے دروازہ بند کر کے لاک لگایا۔ پھر مڑ کر روبی کو دیکھا اور دھیمی آواز میں پکارا۔

"روبی!" اس کی آواز سنتے ہی روبی مارے حیرت کے اچھل پڑی۔ اس بار کرن نے آنے سے پہلے بتایا نہیں تھا کہ وہ آ رہی ہے۔ ورنہ وہ آنے سے پہلے لازمی فون کرتی تھی کہ گاڑی بھیج دیں یا پوی کو۔

"ارے کرن!" وہ جلدی سے اٹھی۔ اور اس کے ساتھ لپٹ گئی۔ پھر گلے ملنے کے بعد الگ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کیسی ہو کرن!؟ آنے سے پہلے فون کر کے بتایا کیوں نہیں کہ آ رہی ہو۔" روبی نے ایک ہی سانس میں یہ ساری باتیں کی تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں۔ یہ بتاؤ تم کیسی ہو؟" کرن نے اس کے بستر پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔ تم بتاؤ کیسی ہو؟ بلکہ میں تو بہت ہی ٹھیک ہوں۔" روبی نے اپنی شادی کا سوچتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔

تب کرن نے بہت غور سے اس کو دیکھا اور پوچھا۔

"بہت خوش ہو وجہ بتانا پسند کرو گی۔ میں نے یہ خوشی تمہارے چہرے پر بہت لمبے عرصے بعد دیکھی ہے۔"

"ہاں میں خوش ہوں۔"

"کیونکہ میری شادی ہو رہی ہے۔" روبی نے شرمانے کی اداکاری کی تو کرن نے دکھ سے اس کو دیکھا پھر پوچھا؟

"کس سے کر رہی ہو یہ شادی ذرا یہ تو بتاؤ۔"

"میں نہیں کر رہی یار! وہ آزر مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے مجھ سے محبت ہو گئی ہے۔" روبی نے بتاتے ہوئے کہا۔

"اور کیا تم بھی آزر سے محبت کرتی ہو۔" کرن نے پوچھا۔

"نہیں میں نے بلال سے جو محبت کرنے کی قیمت چکائی ہے وہی کافی ہے۔ اگر میں خود سے اس کے سینے سے لگ گئی تھی تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ میرے ساتھ وہ رویہ اختیار کرتا یا وہ سب مجھ سے کہتا جو کہا ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں صرف بلال سے محبت کی اور میرا یقین کرو میں اب بھی پوری دنیا میں نفرت بھی صرف بلال ہی سے کرتی ہوں۔ آزر سے شادی عزت کی زندگی گزارنے کے لیے کر رہی ہوں۔ شادی کے بعد میں فلموں میں کام کرنا چھوڑ دوں گی اور گھریلو عورت بن جاؤں گی۔ شوہر اور بچوں کی خدمت کرنے والی۔" روبی نے ایمانداری سے ساری بات بتادی تو کرن نے شرارت سے کہا۔

"بچوں کا بھی ابھی سے سوچ لیا ہے۔"

"تم کو یقین ہے کہ آزر سنجیدہ ہے۔ اور شادی کے بعد تم عزت کی زندگی گزار سکو گی؟ کیا آزر نے یہ کہہ دیا ہے کہ شادی کے بعد وہ تم سے فلموں میں کام نہیں کروائے گا۔ تم کو گھر بٹھا کر کھلائے گا۔ یہ شوبز ہے یہاں ہر کام حتیٰ کہ شادی بھی بزنس کے زمرے میں آتی ہے۔" کرن نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیسی باتیں کرتی ہو کرن۔ تمہیں معلوم ہے کہ وہ کتنے معزز خاندان کا بیٹا ہے۔" روبی فوراً آزر کی فیور میں بولی تو کرن نے کہا۔

"روبی میں اس وقت تم سے مذاق نہیں کر رہی۔ میری بات پوری سنجیدگی سے سنو۔ گھر والے تمہاری شادی پومی سے کر رہے ہیں اور تم یہاں بے خبر بیٹھی ہو۔ کسی پر اتنا اندھا اعتبار بھی اچھی بات نہیں۔ جہاں اپنے سگے قابل اعتبار نہ ہوں وہاں دوسروں پر سوچ سمجھ کر اعتبار کرنا چاہیے۔"

"کرن یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" روبی نے حیرانی سے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ میں ابھی ابھی ان کا سارا پروگرام سننے کے بعد آ رہی ہوں۔ کل شام مطلب رات میں تمہاری پومی کے ساتھ رسم نکاح ہو گی۔ اب تم صبح اس گھر سے جاؤ تو واپس تب ہی آنا جب آزر سے نکاح پڑھا لو پھر تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ہاں پھر اس کو ساتھ لے کر ہی اس گھر میں آنا۔ اگر تم اس کے بغیر آئی تو یہ لوگ زبردستی تمہارا نکاح پومی سے پڑھا دیں گے۔ یہ تو سب لوگ اپنے اپنے مفاد کی جنگ لڑنے والے لوگ ہیں۔" کرن نے ایمانداری سے کہا۔

"کرن تم....." روبی گلے لگ گئی تو کرن نے اس کو پرے کرتے ہوئے کہا۔ "میں جب سہ پہر کے بعد آئی تو گھر میں نہ تم تھی نہ آپی۔ اور نہ ہی آپا۔ اس لئے میں اپنے روم میں جا کر سو گئی۔ ابھی اٹھ کر ہال کی جانب گئی اور باہر سے ہی ان کا پروگرام سن کر اندر جانے کے بجائے سڑ کر تمہارے روم میں آ گئی ہوں۔ پہلے کی طرح تم یہ نہ سمجھو کہ میں بھی ان کے ساتھ اس پروگرام میں شامل ہوں۔ ہاں ایک بات جو میں نے تم کو کبھی نہیں بتائی آج اس وقت بتا رہی ہوں۔ رضوی میرے سگے والد نہیں ہیں۔ میرے والد تو میری پیدائش سے بھی پہلے فوت ہو گئے تھے۔ یہی وہ انسان ہے جس نے میری ماں کو گندے کام پر لگایا اور پھر میری بہن کو بھی اور جب بندہ خود گندگی میں رہنے کا عادی ہو جائے تو پھر دوسروں کو بھی اس میں گھسیٹتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتا۔ میں خوبصورت ہوتی تو میٹرک کے بعد میں بھی فلموں میں چلی جاتی۔ کیونکہ مجھے فلموں میں کام کرنے کا شوق بھی تھا۔ اور پھر اس دھندے پر لگ جاتی۔ لیکن اب مجھے سب سے نفرت ہے۔ آج تک آپی میری عزت بچانے کی بات اس لئے کر رہی تھی کہ وہ ایک امیر خاندان کے بیٹے سے شادی کر رہی تھی۔ لیکن اب جب تمہاری شادی کے بعد کھانے کو روٹی نہیں ملے گی تو وہ خود ہی مجھے دھندے پر بٹھا دیں گی۔ آخر سب نے روٹی بھی تو کھانی ہے۔ جب ماں یہ کام کرتی رہی۔ میں نے بھی کیا ہے تو پھر تم کو کرتے ہوئے کیا تکلیف ہے۔" روبی خاموشی سے سن رہی تھی اور کرن کہہ رہی تھی۔

"اب میں صبح تک اس گھر میں رہوں گی۔ پھر تمہارے جانے کے بعد کبھی نہ لوٹ کر اس گھر میں آنے کیلئے جس خاموشی سے میں آئی تھی' چوکیدار کو سمجھاتے ہوئے اسی خاموشی سے واپس ہاسٹل لوٹ جاؤں گی۔ جانتی ہو یونیورسٹی میں ایک لڑکا مجھ سے محبت کرنے لگا ہے۔ ارے محبت تو کیا وہ کہتا ہے شادی بھی میرے ساتھ ہی کرے گا۔ وہ بھی اس دنیا میں بالکل اکیلا ہے اور خود ہی محنت مزدوری کر کے پڑھ رہا ہے۔ لیکن بہت اچھا' بہت غیرت مند ہے۔

میں صبح تمہارے سٹوڈیو جانے کے بعد گھر سے جاؤں گی۔ صرف اس لئے کہ تم ان سب سے ڈرتی بہت ہو۔ ابھی تک تو یہی پروگرام تھا ان کا جو میں نے تم کو بتایا ہے۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے رات میں وہ اپنا پروگرام بدل لیں۔ میں تمہاری دوست ہوں میں نہیں چاہتی کہ تمہارا مزید کوئی نقصان ہو۔ اگر تم کو عزت کی زندگی گزارنے کا موقع مل رہا ہے تو اس کو مس مت کرو۔ پومی بے غیرت باپ کی بے غیرت نسل ہے۔ باپ بھی نشئی اور بیٹا بھی۔ وہ خود ہی تمہارے ساتھ شادی کرنے کے بعد بندے تلاش کر کے لایا کرے گا اور میری ماں ان کو اپنے کھانے پینے کا خیال ہر چیز سے بڑھ کر ہے لیکن پومی سے محبت بھی سب سے زیادہ کرتی ہیں۔ جب تمہاری پومی کے ساتھ شادی ہو جائے گی تو وہ وہی کرے گی جو پومی کہے گا۔ اور سنو میں تمہیں کبھی نہیں بھولوں گی۔ تم سے ملنے نہ آ سکی تو فون ضرور کرتی رہوں گی۔ اور روبی تم بھی میرے لئے اللہ سے دعا کرنا۔ وہ مجھے اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔ ان لوگوں سے مجھے بھی بچا لے۔"

روبی حیرت سے کرن کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ ساری رات ان دونوں نے باتیں کرتے ہوئے ہی گزاری تھی۔ صبح ہوتے ہی کرن روبی سے گلے مل کر اپنے روم میں چلی گئی تھی۔

کرن کے جانے کے بعد روبی تیار ہوئی۔ بیگ کھول کر گھر کی رجسٹری اور گاڑی کے کاغذات بیگ میں رکھنے کے بعد چیک بک اور چند اہم کاغذات رکھنے کے بعد بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے باہر نکل آئی۔

* ☆☆☆ *

ناشتے کی میز پر زہرہ خانم خاصے پرجوش انداز میں موجود تھی۔ ان دونوں نے حسب معمول ناشتہ کیا۔ اور پھر روبی ان کے ساتھ گاڑی کی جانب آئی۔ وہاں اس کے دونوں باڈی گارڈ موجود تھے۔ روبی نے گاڑی کے لاک کھولے وہ دونوں پیچھے بیٹھ گئے۔ زہرہ خانم فرنٹ سیٹ پر اس کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ وہ اس وقت بہت خوش تھیں۔ یہ خوشی ان کے چہرے سے چھپائے بھی نہیں چھپ رہی تھی۔ روبی نے پوچھنے کی زحمت گوارہ نہ کی تھی۔ ہاں اگر کرن نے ان کا سارا پول نہ کھول دیا ہوتا تو وہ ضرور پوچھتی۔ رات کرن نے کہا تھا۔

"میری ماں کو ہم بہنوں سے محبت نہیں ان کو صرف پومی عزیز ہے۔ وہ ان کیلئے سب سے اہم ہے۔ بیٹا ہر ماں کیلئے اہم ہوتا ہے۔ ہم کو کمانے کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔ ہم سے چوری اس کو پیسے دیتی رہتی ہیں۔ میں نے خود کئی بار سنا ہے پیسے دینے کے بعد کہیں گی۔ 'ارم' کرن کو بتانا چلے ورنہ دونوں بھونکیں گی۔ پہلے باپ چرس پیتا تھا اب بیٹا بھی پیتا ہے۔ یاد رکھنا اب آزر کے ساتھ نکاح پڑھانے کے بعد ہی واپس آنا۔ مستیک کی گنجائش نہیں اب تمہارے پاس۔ روبی نے بھی سوچ لیا تھا وہ سٹوڈیو جاتے ہی آزر کو الگ لے جا کر ساری بات بتا دے گی اور پھر اس کے بعد وہی کرے گی جو آزر کہے گا۔ لیکن جب وہ سٹوڈیو پہنچی تو آزر ابھی تک نہیں آیا تھا۔ روبی نے آزر کے بارے میں ڈائریکٹر سے پوچھا تو معلوم ہوا وہ آؤٹ ڈور عکسبندی میں حصہ لینے رات کا کراچی جا چکا ہے۔ یہ سنتے ہی روبی کی رنگت زرد پڑ گئی۔ روبی نے سوچا اب کیا ہو گا۔

آزر کے کراچی جانے کا سن کر روبی کا سارا پروگرام خاک میں مل گیا تھا' جو کرن اور روبی نے بنایا تھا۔ اب کیا کروں وہ سارے پریشانی کے سوچتی جا رہی تھی۔ مگر کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ دماغ جیسے یکدم ہی ماؤف ہو گیا تھا۔ ادھر گھر والے رات کو اس کا پومی کے ساتھ نکاح پڑھانے کا پروگرام بنا کر بیٹھے تھے۔ ادھر آزر کراچی کیلئے روانہ ہو چکا تھا۔ اب وہ کس کو بتائے اور کہاں جائے۔ سیٹ پر اس وقت نسیم بھی موجود تھی۔ روبی کو یوں پریشان دیکھا تو پوچھا۔

"کیا بات ہے جو یکدم ہی اس قدر پریشان ہو گئی ہو۔ آزر سے کوئی بہت ضروری کام تھا۔"

"جی بہت ضروری۔ از حد ضروری کام تھا۔" روبی بمشکل بول سکی۔

"تو ڈیئر! اتنا پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ شوٹنگ مکمل کروا کر وہ آ ہی جائے گا تب تک ویٹ کر لو۔" نسیم نے مشورہ دیا۔

"تب تک سب کچھ تباہ ہو جائے گا' فنا ہو جائے گا۔" اب کہ روبی نے رو دینے والے لہجے میں کہا تو نسیم نے حیران ہو کر اس کو دیکھا پھر پوچھا۔

"کیا فنا ہو جائے گا۔ مجھے تو بتاؤ۔"

روبی نے نسیم کو جواب دینے کے بجائے دور بیٹھی زہرہ خانم کو اک نگاہ دیکھا۔وہ روبی کی جانب ہی دیکھ رہی تھی۔روبی نے فوراً نظریں ان کے چہرے سے ہٹالیں اور پھر نسیم کی جانب دیکھنے لگی۔

نسیم روبی کی اب بہت اچھی دوست بن چکی تھی۔باوجود اس کے کہ وہ روبی سے چند برس بڑی تھی۔روبی کبھی نسیم کو آپ اور کبھی تم کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔اب اس وقت روبی سوچ رہی تھی آزر تو نجانے کراچی سے کب آئے جبکہ اس کا مسئلہ آج ہی حل ہونا ضروری ہے۔کیوں نا نسیم کو ساری بات بتا کر مدد مانگی جائے۔آزر کے بعد ایک نسیم ہی رہ گئی تھی جس پر اس وقت وہ اعتبار کرسکتی تھی۔کیونکہ وہ نسیم کو اپنے گھر سے بھاگنے کا سارا واقعہ سنا چکی تھی۔بلکہ وہ زبردستی روبی کو سنوارنے پر مجبور کرچکی تھی۔

ہوا یوں کہ باہر آؤٹ ڈور شوٹنگ پر اس کو زہرہ کے بغیر جانا پڑا۔اور عکسبندی کے دوران نسیم نے روبی کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"روبی کیا تم زہرہ خانم کی سگی بھانجی ہو۔"

"جی بالکل۔" روبی نے اس کی بات سن کر فوراً کہا تو نسیم ہنس کر بولی۔

"روبی تم سو بار بھی کہو یہ بات تو میں یقین نہیں کرسکتی۔مجھے پورا یقین ہے زہرہ خانم تمہیں کہیں سے بھگا کر لائی ہیں۔میں سچ کہہ رہی ہوں نا جواب دو۔"

"آخر آپ کو میری بات پر شک کیوں ہے؟" روبی نے پوچھا۔

زہرہ خانم اور ارم نے روبی کو گھر سے باہر متعارف کروانے سے پہلے ہی خوب اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ یہاں کے لوگ بہت تیز ہیں۔وہ تم کو ہزاروں طریقوں سے پوچھیں ہمارے بارے میں تمہارے بارے میں۔مگر تم نے کسی کی باتوں میں نہیں آنا۔سب سے یہی کہنا ہے کہ تم میری سگی بھانجی ہو۔مگر نسیم بھی بڑی تیز تھی اور پھر نائیکہ چشمہ بائی کی بیٹی تھی۔روبی کم عمر بھی تھی۔اس لئے نسیم نے روبی سے ساری بات اگلوالی تھی۔اور پھر گھر سے بھاگنے کے بعد ایک نسیم ہی تھی جس کو روبی نے اپنے بارے میں سب کچھ صاف صاف بتا دیا تھا۔وہ گھر سے کیوں بھاگی بلال اور اپنے خاندان کے بارے میں بھی۔مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کا خاندان رہتا کہاں ہے۔ نسیم کہتی تھی چلو میں خود تمہارے گھر چھوڑ آتی ہوں۔وہ اب اپنے گھر جانا نہیں چاہتی تھی۔اس لئے خاندان کی رہائش کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔اور آخر میں یہ تاکید بھی کی تھی نسیم کو کہ وہ یہ باتیں اپنے تک ہی رکھے۔کسی اور کو اس کے بارے بتانے کی ضرورت نہیں۔نسیم نے وعدہ کرلیا تھا کہ وہ اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتائے گی۔نسیم نے یہ اپنا وعدہ نبھایا بھی تھا۔اب پھر روبی نسیم پر اعتبار کرنے کا سوچ رہی تھی۔پھر وہ نسیم کی آواز سن کر چونکی تھی۔

"روبی کیا بات تم کو پریشان کررہی ہے؟ کیا ہوا جو یوں مڑ مڑ کر زہرہ خانم کو دیکھ رہی ہو۔" نسیم نے اس کو پریشان دیکھ کر خود ہی پوچھ لیا۔روبی نے ایک منٹ بھی مزید ضائع کئے بغیر ایک ہی سانس میں اپنی ساری پریشانی نسیم کو بتانے کے بعد کہا۔

"آزر لاہور میں موجود نہیں ہے۔وہ آؤٹ ڈور شوٹنگ کیلئے لاہور سے باہر گیا ہے۔اب بس آپ ہی ہو جس پر میں اعتبار کرسکتی ہوں۔پلیز کسی بھی طریقے سے مجھے زہرہ خانم کے ساتھ واپس گھر جانے سے روک لو۔مجھے ان دونوں ماں بیٹی سے ڈر لگتا ہے۔میں خود سے ان کے ساتھ گھر جانے سے انکار نہیں کرسکتی۔انکار کرنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں۔انہوں نے ذرا سا بھی ڈانٹا تو میں خود ہی بھاگ کر گاڑی میں بیٹھ کر ان کے ساتھ گھر واپس چلی جاؤں گی۔پلیز میری مدد کرو۔"

"پروا نا کرو۔سمجھو تمہارا یہ کام ہوگیا۔" مگر روبی نے یہ سب سننے کے باوجود جواباً مسکرا نہ سکی تھی۔پھر مڑ کر زہرہ خانم کو دیکھنے لگی تھی۔دور بیٹھی زہرہ خانم نے فاصلہ ہونے کے باوجود محسوس کرلیا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔جو روبی یوں مڑ مڑ کر دیکھ رہی ہے۔اور نسیم کے ساتھ آہستہ آہستہ باتیں کررہی تھی۔وہ بہت تیز عورت تھی۔پہلا خیال یہی ان کے ذہن میں آیا کہیں وہ رات والی ان کی ساری باتیں سن تو نہیں چکی لگتا تو یہی ہے۔اگر یہ بات ہے تو دیر کرنا خطرناک ہوگا۔ابھی چیک کرتی ہوں۔یہ سوچتے ہی وہ جلدی سے اٹھی اور روبی کو آواز دے کر اپنے پاس آنے کا کہا۔

"لگتا ہے تمہارے آہستہ آہستہ باتیں کرنے اور مڑ مڑ کر ان کو دیکھنے سے زہرہ کو تم پر شک ہوگیا ہے۔جو وہ تمہیں بلا رہی ہے۔" نسیم نے زہرہ خانم کے خاموش ہوتے ہی کہا۔

"پھر اب میں کیا کروں؟" روبی نے پریشان ہوکر پوچھا۔

"کرنا کیا ہے اس نے بلایا ہے تو اب جاؤ۔" نسیم نے کہا۔

زہرہ خانم نے روبی کو دیکھتے ہی ہائے ہائے کر کے کہا۔
"اکیلی۔" روبی نے بے بسی سے نسیم کو دیکھتے ہوئے کہا تو نسیم اس کو دیکھ کر ہنس پڑی پھر کہا۔
"اکیلی کیوں چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔" نسیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر وہ دونوں اٹھ کر زہرہ خانم کے قریب آئیں اور زہرہ خانم نے روبی کو دیکھتے ہی کہا۔
"روبی بیٹی! میری طبیعت ٹھیک نہیں تم ڈائریکٹر کے ساتھ معذرت کر کے مجھے گھر واپس لے چلو۔" ان کی بات سنتے ہی روبی نے گھبرا کر نسیم کو دیکھا تو نسیم نے کہا۔ اگر "طبیعت زیادہ خراب ہے تو آپ ٹیکسی پکڑ کر گھر چلی جائیں۔ روبی کے ساتھ چند آخری سین فلمانے ہیں ڈائریکٹر نے۔ اور میں ان چند سین کیلئے اپنی دوسری شوٹنگ کا شیڈول خراب نہیں کر سکتی۔" نسیم کی بات سن کر زہرہ خانم سمجھ گئیں کہ گڑبڑ ہو چکی ہے کیکی۔ نسیم کو دیکھتے ہوئے بولیں۔
"بی بی یہ تمہارا مسئلہ ہے یا ڈائریکٹر کا۔ روبی اس وقت میرے ساتھ گھر چلے گی۔ چلو روبی۔" اب کے انہوں نے حکم دینے والے لہجے میں کہا تو روبی نے کہا۔
"میں شوٹنگ چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ آپ مجھ سے کرایہ لیں اور چلی جائیں۔" روبی کی بات سن کر زہرہ خانم دوبارہ اس کو کچھ کہنے کے بجائے خاموشی کے ساتھ سٹوڈیو فلور سے باہر چلی گئی تھیں۔ سمجھ گئی تھیں اب روبی سے مزید کچھ بھی کہنا بے کار تھا۔ وہ یقیناً رات والی ساری باتیں سن چکی تھی۔ اور نسیم کو بھی بتا چکی تھی کہ وہ کتنی دیر سے نسیم کے ساتھ سرگوشیوں میں مصروف تھی۔ روبی یہی سمجھی کہ وہ گھر چلی گئی ہیں۔ مگر تھوڑی دیر بعد ہی وہ واپس آ گئی تھیں۔ نسیم نے زہرہ خانم کو واپس آتے دیکھ کر روبی سے کہا تھا۔ تم یقین کرو یا نہ کرو مگر مجھے یقین ہے زہرہ خان کو تم پر شک ہو گیا ہے اور جہاں تک میں اندازہ کر سکتی ہوں۔ وہ اپنی بیٹی ارم کو فون کر کے آئی ہے۔ تمہارے رویئے کے بارے میں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو یہاں سٹوڈیو بلایا ہو۔ بڑی توپ چیز سمجھتی ہیں اپنی بیٹی کو۔ مگر مجھے نہیں جانتی میں بھی چشمک کی بیٹی ہوں چشمہ کی۔"
"تمہارا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔" روبی نے کہا۔ مگر رنگت ارم کے آنے کا سن کر زرد پڑ گئی تھی۔ اب نسیم کچھ کر سکیں گی۔ اگر ارم آ رہی ہے تو وہ مجھے پومی کی طرح جوتیاں مار کر اپنے ساتھ گھر لے جائے گی واپس اور پھر۔
"نہیں میرا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا۔ میں طوائف ہوں اور ہمارا دھندا ہی یہ اندازہ لگانے سے شروع ہوتا ہے کہ کون کتنا مالدار ہے؟ کس کی جیب میں کتنا مال ہے؟ ہماری تو تربیت ہی اندازہ لگانے سے شروع ہوتی ہے۔ تم یقین کرو وہ ارم کو فون کر کے آئی ہے۔" نسیم نے پورے یقین سے کہا۔
"اگر تمہارا اندازہ درست ہے تو پھر ارم آپی واقعی یہاں آ گئی تو بہت برا ہو گا۔ وہ مجھے جوتیاں مارتی ساتھ لے جائے گی۔" روبی نے خوف بھرے لہجے میں کہا تو نسیم بولی۔
"اگر یہ بات ہے تو تم نہیں بولنا سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔" نسیم کی بات سن کر روبی اس کو دیکھنے لگی تو نسیم نے کہا۔
"اب تک شریف لوگوں پر اعتبار کر کے لٹی ہو۔ اب ذرا ایک طوائف پر بھی اعتبار کر کے دیکھو کہا ہی تو ادھر بھی ہے اور اب ادھر بھی سہی۔"
"میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں۔ میں تو خیر سب کی عزت کرتی ہوں۔ خاص کر آپا اور ارم آپی کی مگر افسوس میری عزت کسی نے نہ کی۔ میری عزت کا خیال کسی نے نہ رکھا۔ میں سب کچھ آپ پر چھوڑتی ہوں۔ آپ کے جو جی میں آتا ہے کریں۔ بس مجھ کو ان کے ساتھ نہ جانے دیں۔ اگر ارم آپی زبردستی مجھے ساتھ لے جانا چاہے تو کسی بھی طریقے سے روک لیں۔" روبی نے اتنا کہا اور خاموش ہو گئی۔ شوٹنگ پھر شروع ہو گئی۔ ابھی چند شاٹ ہی او کے ہوئے تھے کہ ارم طوفان بن کر سٹوڈیو فلور میں داخل ہوئی اور چیخ کر نسیم کے پاس بیٹھی روبی کو بلایا۔ آواز دے کر وہ سمجھتی تھی جس طرح روبی گھر کے اندر ان سے ڈرتی اور دبتی تھی اب بھی ڈر جائے گی۔ اور کرن نے کہا تھا۔
"دیکھو ڈرنا نہیں اور بغیر نکاح اور آ زر کے اس گھر میں واپس نہیں آنا۔ ورنہ باقی کی ساری زندگی بھی تباہ کر بیٹھو گی۔ روبی اٹھ کر ان کے قریب آئی تو ساتھ نسیم بھی آئی تھی۔ روبی تو پاس آ کر خاموشی سے کھڑی ہو گئی اور نسیم نے ارم سے پوچھا۔
"جی فرمایئے کیا بات ہے؟"
"محترمہ! میں تم سے نہیں روبی سے بات کر رہی ہوں۔ تم کون ہوتی ہو مجھ سے پوچھنے والی؟" ارم نے نفرت سے نسیم کو گھورتے ہوئے کہا۔ پھر روبی کو دیکھا اور سخت لہجے میں پوچھا روبی کو ڈرانے کیلئے۔
"آپا جی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ انہوں نے کہا گھر چلو تو تم نے جانے سے انکار کر دیا کیا وہ تمہاری ماں نہیں تھی؟ مرتی ہیں تو مر جائیں۔" ان کی بات سن کر روبی تو چپ ہی رہی کہ وہ

سارا معاملہ نسیم کے سپرد کر چکی تھی۔یہی وجہ تھی نسیم نے ارم کی بات سن کر کہا۔

"یہاں سیٹ لگا ہے شوٹنگ کیلئے۔ان سے روبی نے کہا تو تھا کہ کرایہ لیں اور ٹیکسی پکڑ کر گھر چلی جائیں۔ظاہر ہے وہ شوٹنگ ادھوری چھوڑ کر گھر نہیں جا سکتی تھی۔"

"میں تم سے نہیں روبی سے بات کر رہی ہوں۔تم کو بیچ میں بڑبڑ کرنے کی ضرورت نہیں۔" ارم نے غصے سے اس کو گھورتے ہوئے کہا۔پھر روبی کو دیکھا اور حکم دینے والے مخصوص انداز میں بولی۔

"چلو روبی تم آپا جی کو لے کر گاڑی میں بیٹھو۔میں ابھی تمہارے ڈائریکٹر سے بات کر کے آتی ہوں۔"

"ڈائریکٹر سے بات کرنے کی اب کیا ضرورت ہے۔اب آئی ہو تو اپنی والدہ کو خود اپنی گاڑی میں گھر لے جاؤ اور روبی کو شوٹنگ کرنے دو۔"نسیم نے اب بھی نرمی سے صرف یہی کہا تھا۔

"او ئے تم کون ہوتی ہو ہمارے درمیان بات کرنے والی۔اپنا منہ بند رکھو۔ورنہ میں تمہارا منہ نوچ لوں گی سمجھی۔" ارم نے سخت لہجے میں نسیم کو ڈانٹا پھر روبی کو گھورتے ہوئے بولی۔

"تم یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو اور میرا منہ کیوں دیکھ رہی ہو۔آپا کو لے کر جاتی ہو یا میں پاؤں سے جوتی اتار کر تمہارا بگڑا ہوا دماغ درست کروں۔"

اب کھل کر سامنے آنا مجبوری بھی تھی اور ضروری بھی۔سو نسیم نے دونوں ماں بیٹی کو دیکھتے ہوئے صاف اور دو ٹوک بات کرتے ہوئے کہا۔

"روبی آج تم لوگوں کے ساتھ نہیں جائے گی۔"

"کیا مطلب......؟" زبیدہ خانم نے پہلی بار بات چیت میں حصہ ڈالتے ہوئے پوچھا۔اور اندر سے دل دھک سے رہ گیا۔وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔

"مطلب بھی وہی ہے جو کہا ہے۔روبی اب تم لوگوں کے ساتھ نہیں جائے گی۔" نسیم نے پھر نرمی سے کہا۔مگر ارم کو یہ سب سن کر غصہ آ گیا۔بلکہ غصہ تو پہلے ہی سے آیا ہوا تھا اب شدید ہو گیا۔

"مگر کیوں نہیں جائے گی؟ اور تم کون ہوتی ہو ہم سے بات کرنے والی؟" پھر آگے بڑھ کر روبی کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"چلو روبی ہمارے ساتھ گھر۔" مگر نسیم نے درمیان سے ارم کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے اب کے ذرا سخت لہجے میں کہا۔

"تمہاری سمجھ میں ابھی تک میری بات نہیں آئی تو سنو۔میں تم کو کھل کر بتا دوں کہ خود روبی ہی اب تم لوگوں کے ساتھ جانا نہیں چاہتی۔نا ہی اب وہ تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔تم نے پوچھا ہے میں کون ہوں بیچ میں بات کرنے والی۔تو میں تم کو بتا دوں ایک تو میں روبی کی دوست ہوں اور پھر یہ بات بھی روبی کی خواہش پر ہی کر رہی ہوں۔کیونکہ وہ خود تم لوگوں سے بات کرنا نہیں چاہتی۔کیونکہ ڈرا دھمکا کر تم لوگوں نے رکھا ہوا تھا روبی کو۔اس لئے اب بات ختم ہو گئی ہے۔وہ تمہارے ساتھ نہیں جائے گی۔یہ بات اب پکی ہے۔"

"روبی تم ہمارے ساتھ کیوں نہیں جانا چاہتی۔" زبیدہ خانم نے پوچھا۔صاف پتا چل چکا تھا کہ وہ رات والی ساری باتیں سن چکی ہے۔جبکہ اب ارم مسلسل نسیم کو گھورتی جا رہی تھی۔روبی نے زبیدہ خانم کی بات سن کر خود جواب دینے کے بجائے نسیم کو دیکھا اور نسیم نے کہا۔

"اس لئے کہ وہ آپ لوگوں کا آج رات کا پروگرام جانتی ہے۔وہ پومی سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔"نسیم کی باتیں سن کر زبیدہ خانم نے روبی کو دیکھتے ہوئے لہجے میں ظاہری طور پر محبت اور مروت بھرتے ہوئے کہا۔

"ارے بس اتنی سی بات پر خفا ہو کر گھر چھوڑ رہی ہو۔چلو ٹھیک ہے تم پومی سے شادی نہیں کرنا چاہتی تو نا سہی۔میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہاری مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہوگا چلو شاباش اب ہمارے ساتھ اپنے گھر چلو۔"

"آپ کچھ بھی کہیں۔روبی اب آپ کے ساتھ نہیں جائے گی۔" اب کے نسیم نے مزید سخت لہجے میں کہا تو ارم مارے غصے کے آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

"دیکھتی ہوں کیسے نہیں جائے گی۔اور تم کیسے روکو گی۔چلو روبی ہمارے ساتھ جو بھی شکوہ شکایت ہے تم کو ہم سے گھر کے اندر بیٹھ کر بھی کر سکتی تھی۔یہاں سٹوڈیو میں تماشا لگانے کی کیا ضرورت تھی۔چلو۔" کہتے ہوئے ایک بار پھر روبی کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو روبی جلدی سے نسیم کے پیچھے ہو گئی۔

سٹوڈیو فلور پر موجود سب لوگ تماشائی کی حیثیت سے ان کو دیکھ اور سن رہے تھے۔جیسے یہ بھی کسی فلم کی شوٹنگ ہو رہی ہو۔ابھی تک کسی نے ان کے درمیان مداخلت نہیں کی تھی۔ابھی تک کوئی کچھ سمجھ ہی نہ سکا تھا۔سوائے اس کے کہ روبی ارم اور زبیدہ خانم کے ساتھ جانا نہیں چاہتی اور وہ زبردستی لے جانا چاہتی ہیں۔نسیم چونکہ روبی کی دوست تھی اس لئے وہ اس کے

حق میں بول رہی تھی۔ روبی کو نسیم کے پیچھے ہوتے دیکھ کر ارم نے نسیم سے کہا۔

"تم پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔ تمہیں روبی کو روکنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ ہمارے گھر کا مسئلہ ہے۔"

"روبی کو زبردستی اپنے ساتھ تم کسی طرح بھی نہیں لے جا سکتیں۔ ہاں زبردستی کوشش کرنا اور روبی کو ساتھ لے جانا تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔ تم اچھی طرح جانتی ہو میں کون ہوں؟ اور کتنی طاقت رکھتی ہوں۔" نسیم نے جتانے والے انداز میں کہا۔

"ہاں بہت اچھی طرح جانتی ہوں میں۔ تمہیں اور تمہاری طاقت کو بھی۔ مگر یہ بھی بتا دوں میں شریف خاندان کی بیٹی ہوں کہ تم جس بازار کی رہنے والی ہو میں نے وہ دیکھا تک نہیں۔ ایک شریف لڑکی کسی طوائف کا بازاروالی کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے۔" ارم نے کھل کر چوٹ کرتے ہوئے کہا۔ نسیم کو شرمندہ کرنے کیلئے۔ مگر وہ بھی چشمہ بائی کی بیٹی تھی۔

"بازار دیکھا نہیں مگر دھندا تو بازار والوں جیسا ہی کرتی ہو۔" نسیم نے مسکراتے ہوئے پرسکون انداز میں جوابی چوٹ کی۔ تب تک نسیم کے دونوں بھائی، ماموں اور روبی کے دونوں باڈی گارڈ ان کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ زہرہ خانم سمجھ گئی اب وہ روبی کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتی۔ ہاں یہاں ایک بڑا فساد ضرور ہو جائے گا۔ نسیم کے بھائی روبی کے گارڈ اور ماموں کے تیور اچھے نظر نہیں لگ رہے تھے۔ بات بڑھنے پر یعنی روبی کو زبردستی اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کرنے پر وہ ان دونوں ماں بیٹی کی بے عزتی کر دیتے۔ مار مار کر حلیہ بگاڑ کر رکھ دیتے۔ بھلا کنجر لوگوں کو کس بات کا ڈر؟ کس چیز کی شرم؟ یہی سوچ کر ارم کا ہاتھ تھام کر روبی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"روبی! خوب اچھا صلہ دیا تم نے ہماری نیکی احسان اور ہماری محبتوں کا۔ ارے جب تو اپنے سگے ماں باپ کے گھر سے بھاگ کر پناہ کیلئے ہمارے گھر آئی تو تیرے پاس نہ کھانے کو کچھ تھا اور نہ پہننے کو۔ سوائے ایک اس سوٹ کے جو تمہارے بدن پر تھا۔ ہم سب گھر والوں نے تم کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔ بستر پر بٹھا کر کئی مہینے کھلایا اور تو آج ہم کو ایک ایسی عورت کیلئے چھوڑ رہی ہے۔ جو گھر کی نہیں بازار کی رہنے والی ہے۔" پھر وہ حسرت بھری نگاہوں سے روبی کو دیکھتے ہوئے روتے ہوئے یونہی ارم کا ہاتھ پکڑے چلی گئی۔ روبی درحقیقت روبی نہیں ایک بلینک چیک تھی ان سب کیلئے۔ جس کو کیش کروا کر وہ سب عیش کر رہے تھے۔ مگر اب وہ جانے کو مڑی تو نسیم نے اونچی اونچی آواز میں کہا۔

"سنو ارم! ایک ہفتے کے اندر اندر روبی کی کوٹھی خالی کر دینا۔ ورنہ میں بازار کی رہنے والی ہوں اور بازار کے لوگ ہی تم سے کوٹھی خالی کرانے آئیں گے۔ اور وہ کیسے کوٹھی خالی کروائیں گے تم اچھی طرح سمجھ سکتی ہو۔" ارم مڑ کر جواب دینا چاہتی تھی۔ مگر زہرہ خانم اچھی طرح جانتی تھی یہ نیا نیا جوش میں آنے کا نہیں ہوش میں رہنے کا ہے۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ اس لئے ارم کو بولنے کا موقع دیئے بغیر اس کا ہاتھ تھام کر رکے بغیر چلتی گئی۔ بغیر پیچھے مڑ کر دیکھے۔ جہاں نسیم ہنس رہی تھی اور ہنسی کی آواز دیر تک ان کی سماعتوں میں تلخی پیدا کرتی رہی تھی بلکہ زہر گھولتی رہی تھی۔

روبی گھر سے بھاگنے کے بعد آج ایک بار پھر نئے دوراہے پر کھڑی تھی۔ پہلے گھر چھوٹ گیا تھا اب یہ لوگ بھی جن کو وہ پہلے اپنا محسن سمجھتی تھی۔ مگر اب معلوم ہوا تھا وہ سب شکاری تھے۔ انہوں نے باقاعدہ جال بچھا کر روبی کو شکار کیا تھا۔ بہرحال محسن تھے یا شکاری اب ان سب کا یہ ساتھ بھی پکا پکا چھوٹ رہا تھا۔ بلکہ چھوٹ گیا تھا۔ وہ اس کو چھوڑ کر واپس جا چکی تھیں۔ ان کے جانے کے بعد اب اس کے سامنے صرف ایک ہی ہستی تھی اور وہ تھی نسیم۔ ایک طوائف۔ کیا وہ اس پر اعتبار کرے کہ آ ز رتے تو پتا نہیں کب آنا تھا واپس۔ تب تک تو وہ سٹوڈیو میں تو نہیں رہ سکتی نا اکیلی۔ اس کو اب کیا کرنا چاہئے۔ وہ انہی سوچوں میں گم صم کھڑی تھی۔ یہ دیکھ کر نسیم نے پوچھا۔

"کیا تم کو ان لوگوں کا ساتھ چھوٹنے کا افسوس ہے۔"

یہ سن کر روبی چند پل نسیم کو دیکھتی رہی اور سوچتی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "ایک حد تک تو وہ ٹھیک ہی کہتی تھیں۔ جب میں اپنے سگے والدین کے گھر سے بھاگ کر ان کے گھر آئی تو میرے پاس صرف وہی ایک سوٹ تھا جو میرے بدن پر تھا۔ جس دن میں آئی اسی دن آپا کرن کو ساتھ لے کر مارکیٹ گئی اور پچاس ہزار کی شاپنگ صرف میرے لئے کی۔ وہ بھی پہلے ہی دن اور پھر جب تک میں نے فلم لائن جوائن نہیں کی انہوں نے مجھے بستر پر بٹھا کر کھلایا۔ کبھی کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیا بلکہ ہمیشہ میرا خیال رکھا۔"

"ارے بس بس رہنے دو یہ فضول باتیں۔" نسیم نے ہاتھ اٹھا کر اس کو روکتے ہوئے کہا۔

"پہلے ہی دن پچاس ہزار تم پر اس لئے خرچ کئے کہ بعد میں تمہیں فلموں میں بھیج کر دھندے پر لگا کر تمہارے پچاس لاکھ کھا سکیں۔ مجھے تو کرن پر حیرت ہے وہ ان دونوں ماں بیٹیوں کے شر سے کیسے بچ گئی۔ لوگ تو کہتے ہیں جیسی کوکو ویسے بچے اور سچی بات تو یہ ہے اگر ارم تم کو اپنے گھر پناہ دینے کی آفر۔ دیتی تو بلال نے خواہ جو بھی کہا تھا تم اپنے گھر سے

بھاگنے کی جرأت کبھی نہ کرتیں۔انہوں نے تمہاری کمائی کھانے کیلئے تم کو دھندے پر لگانے کیلئے محبتوں کا جال بچھایا تھا۔اور تم پھنس گئیں۔اگر یہ آپشن تمہارے پاس نہ ہوتا تو تم کبھی گھر سے بھاگنے کی غلطی نہ کرتیں۔اور نہ آج اس حال کو پہنچتی۔دیکھو ہم خاندانی طوائف ہیں بازار میں رہنے والے لوگ اپنا دھندا خود کرتے ہیں۔شریف بن کر شریف گھروں میں نقب نہیں لگاتے اور نہ ہی شریف لڑکیوں کو بہکاتے ہیں۔بازار میں بیٹھ کر اپنا دھندا کھل کر کھیلتے ہیں اور کرتے ہیں۔کسی کو دھوکا نہیں دیتے۔بازار میں کوٹھے پر آنے والے مال دار کا پتا ہوتا ہے۔کوٹھے والی کی محبت ان کی شخصیت سے نہیں بھری ہوئی جیب سے ہوتی ہے۔جیب ادھر خالی ہوئی ادھر طوائف کی محبت ختم ہوئی۔مگر یہ دونوں ماں بیٹی بظاہر معاشرے میں شریف بن کر رہتی ہیں مگر اندر خانہ دھندا بازاروں میں کرتی ہیں۔بے غیرت عورتیں۔نسیم اتنا کہہ کر خاموش ہوئی پھر کچھ توقف کے بعد بولی۔

”اب بھی دیکھو ہمارے یہاں بہت ساری اداکارائیں ایسی ہیں جنہوں نے شادی نہیں کی اور یتیم خانے سے دو دو تین تین بچیاں لے کر پرورش کر رہی ہیں۔وہ یہ کام نیکی کے حوالے سے ہرگز نہیں کر رہیں۔صرف اپنے بڑھاپے کو شاندار طریقے سے انجوائے کرنے کیلئے۔یعنی ان کی کمائی کھانے کیلئے ورنہ ایسی ہی اولاد کی محبت ہے تو ہر عورت بیٹے کی خواہش رکھتی ہے بیٹی کی نہیں جبکہ چوائس بھی آپ کے پاس موجود ہو۔ارے یہ اب سے نہیں ہر زمانے سے چلا آ رہا ہے۔بہت لوگ بچیاں لے کر خود پال پوس کر جوان کرتے ہیں اور پھر دھندے پر لگا دیتے ہیں۔نسیم ایک بار پھر خاموش ہو گئی تھی۔جبکہ روبی اس کے چپ ہونے پر چپ چاپ سوچ میں گم کھڑی تھی۔یہ دیکھ کر نسیم نے اس کی کیفیت سمجھتے ہوئے محبت سے کہا۔

”یقیناً اب تمہارا مجھ پر بھی اعتبار کرنے کو دل نہیں چاہتا ہوگا۔تمہارا رویہ غلط نہیں ہے۔جن حالات سے تم اب تک گزری ہو جہاں اپنے بھی قابل اعتبار نہ ہوں۔وہاں مجھ جیسی طوائف پر بھروسہ کرنا بہت دشوار بات ہے۔مگر میں کہتی ہوں ایک اور رِسک لینے کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔جہاں اتنے دھوکے کھائے ہیں۔وہاں ایک دھوکا اور سہی۔مگر ابھی میرا یقین کرو کہ ثابت تو آنے والا وقت ہی کرے گا۔میں طوائف ضرور ہوں مگر تمہارے اعتبار کو مجھ سے ٹھیس نہیں لگے گی۔“

روبی پھر بھی خاموش ہی رہی تھی۔نسیم ڈائریکٹر سے شوٹنگ ملتوی کرنے کی ریکوئسٹ کرنے کے بعد واپس آئی۔

پھر روبی کا ہاتھ تھام کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔روبی نے بھی اب کے ہاتھ چھڑانے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔نسیم نے گاڑی کے قریب پہنچ کر روبی سے اس کی گاڑی کی چابی لے کر اپنے بھائی کے حوالے کی اور پھر اپنی گاڑی کا لاک کھول کر سب سے پہلے فرنٹ ڈور اوپن کر کے روبی کو بیٹھنے کی دعوت دی۔پھر خود بھی اندر آ بیٹھی۔گاڑی جیسے ہی سٹوڈیو سے باہر روڈ پر آئی تو روبی نے پوچھا۔

”آپ مجھے اس وقت لے کر اپنے بازار جا رہی ہیں۔“

روبی کی بات سن کر نسیم نے ایک نگاہ اس کے پریشان چہرے پر ڈالی۔پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

”ابھی تو اپنے گھر اپنی کوٹھی میں لے کر جا رہی ہوں۔جو ایک پوش اور شریف ایریا میں ہے۔بازار میں تو رات کو جب کبھی مجرے کی محفل ہو تب جاتی ہوں لیکن اگر بازار بھی لے کر جاتی تو کوئی تمہاری جانب میلی نظر سے بھی نہ دیکھتا۔بہت سارے شریف گھرانوں سے یہ بازار اچھا ہے۔“اس کے بعد گھر پہنچنے تک دونوں میں کوئی بات نہ ہوئی تھی۔

* ☆☆☆ *

ارم نے اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہوئے ماں کو گھورتے ہوئے شدید غصے سے کہا۔

”یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا۔میں نے کہا بھی تھا اومی کے ساتھ نکاح ہونے کے بعد ہی اب روبی کو گھر سے باہر جانے کی اجازت دیں۔ایسا نہ ہو کچھ غلط ہو جائے۔آپ نے میری ایک نہ مانی اور کہا شوٹنگ ملتوی کرنا مناسب نہیں۔رسم نکاح تو رات کو ہی ہوگی۔اب دیکھا روبی کو گھر سے باہر لے جانے کا انجام۔وہ طوائف چشمہ بائی کی بیٹی تھی بھلا اس سے ہم جیت سکتے تھے۔“

”میری وجہ سے نہیں۔یہ سب تمہاری اپنی غلطی سے ہوا۔رات غصے سے بری طرح تم چلا رہی تھیں۔اس کے بعد یہی ہونا تھا۔روبی ضرور تمہارے پیچھے پیچھے آئی ہوگی اور ساری باتیں سن کر چپکے چپکے واپس اپنے روم میں چلی گئی۔مجھے یقین ہے گھر کے اندر جو اس کا کیش تھا رجسٹری گاڑی کے کاغذات چیک بک وغیرہ وہ سب اپنے ساتھ لے گئی ہوگی۔“زہرہ خانم نے بھی غصے سے جواب دیتے ہوئے کہا تو ارم نرم ہو کر بولی۔

”مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ میرے پیچھے آ جائے گی۔وہ لیٹی ہوئی تھی۔جب میں اس کو چھوڑ کر باہر آئی اور پھر میں نے آزر کے ساتھ اس کی شادی کرنے سے انکار تو نہیں کیا تھا جو وہ تو

لگا نے میرے پیچھے آتی۔ باقی رہی گھر کی رجسٹری تو اب وہ اتنی بھی ذہین نہیں کہ جاتے ہوئے ہر چیز ساتھ لے کر جائے۔ وہ پومی کے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے صرف اپنی جان بچا کر بھاگی۔ اگر رجسٹری گھر کے اندر موجود ہے تو آپا پھر میں دیکھتی ہوں یہ نائیکہ چشمکی طوائف بیٹی مجھ سے کوٹھی خالی کیسے کرواتی ہے۔ یہ کہتے ہوئے ارم کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ پھر گھر آتے ہی وہ دونوں ماں بیٹی روبی کے روم میں آئیں اور پھر ایک ہی منٹ میں سارے روم کے چپے چپے کی تلاشی لے کر ہارے ہوئے جواری کی طرح روبی کے بیڈ پر ہی بیٹھ کر مارے غصے کے دانت پیسنے لگیں۔ روبی رجسٹری، گاڑی کے کاغذات کیا کیش کے ساتھ ساتھ سارا گولڈ بھی لے گئی تھی۔ جو بہت زیادہ تھا۔ چوہدری نواز جب بھی آتے تھے اس کیلئے گولڈ کی کوئی نہ کوئی چیز لازمی لے کر آتے تھے۔ اس وقت گولڈ کے سارے ڈبے خالی پڑے ان کا منہ چڑا رہے تھے۔ وہ بیگ میں ڈال کر سب کچھ ساتھ لے گئی تھی۔ اب صرف اس کے کپڑے جوتے ہی رہ گئے تھے۔ زہرہ خانم کا جی تو چاہ رہا تھا جس طرح ارم پومی کو جوتیاں مارتی تھی آج ایک جوتی وہ بھی ارم کے سر پر مار کر توڑ دیں۔ اگر وہ رات اونچی اونچی بکواس نا کرتی تو یہ سب نہیں ہوتا تھا۔ مگر وہ یہ جرأت نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے چپ چاپ بیٹھی کھولتی رہی پھر بہت سوچنے کے بعد بولیں۔

"ابھی بھی روبی گھر آ سکتی ہے۔ اگر کوشش کی جائے۔ ارم نے نگاہیں اٹھا کر ان کی جانب دیکھا۔ یوں جیسے پوچھ رہی ہو کیسے؟ مگر منہ سے چپ ہی رہی تھی کہ بولنے کی سکت ہی نہ خود میں پا رہی تھی۔ ابھی وسیم کی جدائی کا صدمہ ہی کم نہ ہوا تھا کہ ایک اور بڑا نقصان ہو گیا تھا۔ یہ نقصان ہی تو تھا۔ سونے کے انڈے دینے والی مرغی ان کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔

"اگر کرن کو فون کر کے بلایا جائے تو وہ جا کر یقیناً روبی کو منا کر گھر واپس لا سکتی ہے۔ روبی اس کی دوست ہے۔" زہرہ خانم نے اپنی رائے ظاہر کی۔ مگر ان کا لہجہ زیادہ پرجوش نہیں تھا۔ صاف پتہ چل رہا تھا کہ بازی ان کے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ ارم نے ان کی اس بات کو رد کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی بہت بڑا نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے بولی۔

"اگر اس طرح کرنے سے روبی آ سکتی ہے تو یہ بھی کر دیکھیں۔ مگر مجھے لگتا ہے ہم بازی ہار چکے ہیں۔ ایک ہفتہ پورا ہونے سے پہلے ہی یہ گھر بھی ہم کو چھوڑنا پڑے گا۔ اب اٹھیں یہاں سے اور ابو، پومی کو تو ساری بات بتا دیں۔ انہوں نے ظہر کی نماز کے بعد مولوی کو کہنے جانا تھا روک دیں۔"

یہ سنتے ہی زہرہ جلدی سے اٹھی۔ ان کے ساتھ ارم خود بھی اٹھی تھی۔ وہ دونوں رضوی کے روم میں آئیں تو وہاں پومی بھی موجود تھا۔ دونوں باپ بیٹا بہت خوش تھے۔ اور اپنا پروگرام طے کر رہے تھے۔ ارم تو چیئر پر بیٹھ گئی کہ روبی کے گھر چھوڑنے کی وجہ سے چلنے پھرنے میں دقت محسوس کر رہی تھی۔ جسم سے جیسے جان نکل رہی تھی۔ اس کو دیکھتے ہی پومی باپ کے قریب سے اٹھتا ہوا بولا۔

"ہم نے سارا پروگرام طے کر لیا ہے۔ ابو صرف مسجد میں مولوی صاحب کو خود کہنے جائیں گے۔ گواہوں کیلئے میرے دوست ہی کافی ہیں۔ میں نے اپنے چند دوستوں کو فون کر دیا ہے وہ رات کو پہنچ جائیں گے۔" پومی بہت زیادہ خوش اور پرجوش تھا۔

"اب کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں۔" زہرہ نے شوہر کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ "سارے پروگرام اب کینسل کر دیں۔ آنے جانے کی ضرورت نہیں۔ نا کسی کو بلانے کی۔ سب کچھ فنا ہو گیا ہے۔"

"کیوں مگر......؟" پومی نے فوراً پوچھا۔

زہرہ خانم نے ساری بات بتا دی۔ یہ سن کر دونوں باپ بیٹوں کا رنگ اڑ گیا۔ پھر پومی نے کہا۔

"یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا۔ ارم آپی نے کہا بھی تھا کہ پومی کے ساتھ نکاح کے بعد ہی اب روبی کو گھر سے باہر جانے کی اجازت دیں مگر...... مگر آپ نے۔" پومی نے مارے غصے کے بات نامکمل چھوڑ دی۔

"جو بھی ہونا تھا ہو گیا۔ اب آپس میں جھگڑ کر مزید اس طرح کی بکواس کرنا فضول ہے۔ تاہم کرن کی صورت میں امید کی ایک کرن چمک رہی ہے۔ تم یہاں فضول بکواس کر کے ٹائم ویسٹ کرنے کے بجائے جلدی سے جا کر بہن کو ہاسٹل سے گھر لے آؤ۔ اب بس کرن ہی روبی کو منا کر گھر لا سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے روبی، کرن کی بات مان جائے اور گھر واپس آ جائے۔" زہرہ نے کہا تو پومی فوراً ہی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا۔

رات کے اس نے کتنے ہی خواب دیکھ لئے تھے۔ ماں نے روبی کے گھر چھوڑنے کی بات کر کے ہر خواب چکنا چور کر ڈالا تھا۔ وہ طوفانی رفتار سے کرن کے ہاسٹل آیا تو گیٹ سے باہر آتی کرن کی دوست کو دیکھ کر بولا۔

"پلیز ہما! کرن کو بلا دو میں اس کو لینے آیا ہوں۔"

"خیریت!" ہما نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں اور سب خیریت ہے۔ وہ بس مما اداس ہو رہی ہیں اور کرن سے ملنا چاہتی ہیں۔" پوپی نے موٹر بائیک سے اترے بغیر بتایا۔

"لیکن وہ آج ہی تو گھر سے واپس آئی ہے۔ کیا اس کے آتے ہی آنٹی اداس ہو گئی ہیں۔" ہما نے کہا تو پوپی چونک پڑا۔

"کرن گھر کب گئی تھی۔ میں تو تین دن کے بعد قصور سے لاہور آیا ہوں۔ یہاں سے گزرتے ہوئے سوچا جب میں جا رہا تھا تو مما کرن کیلئے اداس ہو رہی تھیں۔ اب جاتے جاتے بہن کو بھی ساتھ لیتا جاؤں۔" پوپی نے چالاکی سے بات بناتے ہوئے پوچھا۔

"وہ کل گھر گئی تھی۔ آج صبح ہی تو واپس آئی ہے۔ خیر میں بلا کر لاتی ہوں۔ مگر وہ دیکھیں میرا ڈرائیور گاڑی لئے کھڑا ہے مجھے جانا ہے۔ آپ چوکیدار سے کہیں وہ بلا لائے گا۔" ہما یہ کہتے ہوئے چلی گئی اور پوپی اندر جانے کے بجائے گھر کی جانب روانہ ہو گیا۔ اب وہ دل میں کھولتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

مما کہتی ہے روبی نے ارم آپی کی رات ساری باتیں سن لی تھیں۔ اس لئے جاتے ہوئے سبھی کچھ ساتھ لے گئی۔ اب ہمارے گھر واپس آنے سے انکار کر دیا ہے۔ اونہہ اس میں اب ذرا سی بھی شک کی گنجائش نہیں کہ یہ سب باتیں روبی نے نہیں کرن نے سنی تھیں۔ خود کرن نے سنی تھیں اور پھر حق دوستی ادا کرتے ہوئے اس کو گھر سے بھگا دیا۔ تبھی وہ جاتے وقت ہر چیز گھر سے لے گئی تھی۔

رجسٹری، گاڑی کے کاغذات چیک بک اور کیش کے ساتھ ساتھ سارا گولڈ بھی لے گئی۔ یہ سب کرنے کا مشورہ اسی نے دیا ہوگا۔ وہ بدھو خود اتنی ذہین نہیں تھی۔ ہرگز نہیں وہ تو بہت بے وقوف اور ڈرپوک لڑکی تھی۔ وہ سب گھر والے اس کو جو بھی جھوٹ کہتے تھے وہ سب سچ سمجھ کر یقین کر لیتی۔ اگر روبی خود گھر چھوڑنے کا فیصلہ کرتی تو یہ سب کچھ بھی نہ ساتھ لے کر جاتی۔ وہ صرف خود کو بچا کر لے جاتی۔ اگر کرن تعاون نہ کرتی تو روبی کو اس کے ساتھ شادی کرنے سے بھی انکار کی جرأت نہ ہوتی۔ وہ ارم آپی سے بہت ڈرتی تھی۔ یہ کرن ہی ہے جس نے حق دوستی نبھاتے ہوئے روبی کو گھر سے بھگایا ہے۔

اس کو حق دوستی نبھاتے ہوئے روبی کو گھر سے بھگانے کی عبرت ناک سزا دوں گا۔ زندہ نہیں چھوڑوں گا اس کمینی کو۔ مگر کچھ بھی کرنے سے پہلے چوکیدار سے پوچھنا ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اپنے کسی یار کے ساتھ رات بسر کر کے واپس ہاسٹل گئی ہو اور ہما کو گھر جانے کا کہہ دیا ہو۔ مگر نہیں وہ گھر ہی آئی تھی۔ میرا مستقبل تباہ کرنے۔ وہ جس طوفانی رفتار سے گھر سے نکل کر ہاسٹل روانہ ہوا تھا اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ گھر واپس آیا۔ دل میں یہ بھی سوچتا آیا تھا کہیں وہ چوکیدار کو بتانے سے منع نہ کر گئی ہو۔ خیر مجھے پوچھنے کا طریقہ آتا ہے پھر گیٹ کے باہر ہی موٹر بائیک روکتے ہوئے چوکیدار سے پوچھا۔

"کرن بی بی کل کتنے بجے گھر واپس آئی تھیں اور صبح واپس کتنے بجے گئیں۔" پوپی کی بات سن کر چوکیدار نے چونک کر پوپی کو دیکھا تو پوپی کو پورا یقین ہو گیا کرن کل گھر ہی آئی تھی اور جاتے ہوئے یقیناً چوکیدار کو منع کر گئی ہے۔ اس لئے چوکیدار کو غور سے دیکھا پھر گھورتے ہوئے کہا۔

"دیکھو جھوٹ نہیں بولنا۔ ورنہ میں ابھی ارم آپی کو بلاتا ہوں۔" اور پوپی کے پروگرام سے بے خبر ارم کا نام سن کر چوکیدار ڈر گیا۔ اور بتا دیا کل سہ پہر کے بعد آئی تھیں اور صبح روبی بی بی کے جاتے ہی وہ بھی چلی گئیں۔ یہ سب سنتے ہی پوپی نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔ پھر گھر کے اندر جانے کے بجائے وہ اپنے ایک بدمعاش دوست کی جانب چلا گیا تھا۔ وہ اب کرن کو اس کی جرأت کی سزا دینا چاہتا تھا۔ جس نے اس کا شاندار مستقبل ایک منٹ میں تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کو اچھی طرح معلوم تھا وہ دونوں بہنیں پوپی سے شدید نفرت کرتی تھیں۔ مگر ماں کی وجہ سے اس کو برداشت کرتی تھیں۔ کرن تو اس کو کچھ نہیں کہتی تھی مگر ارم جب چاہتی تھی پاؤں سے جوتی اتار کر اس کو ایک منٹ میں بے عزت کر کے رکھ دیتی تھی۔ اب روبی کے ساتھ شادی تو محض اپنے مطلب کیلئے کر رہی تھی خود نہیں کر سکتی تھی۔

مگر پوپی نے بھی سوچ لیا تھا ذرا شادی ہو جائے پھر وہ ارم آپی کے سارے کس بل نکال دے گا۔ پھر وہ پوپی کو جوتیاں مارنا تو دور ڈانٹ کر بھی دکھائے۔ یہ گھر اس کی بیوی روبی کے نام تھا۔ وہ ایک منٹ سے پہلے ارم اور کرن کو چوٹی سے پکڑ کر نکال باہر کرتا۔ مگر روبی بیوی بننے سے پہلے ہی چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ یہ سب کرن کی وجہ سے ہوا تھا۔ پوپی کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور وہ خونی لہجے میں بڑبڑایا تھا۔

"روبی کو گھر سے بھگانے والی! حق دوستی نبھانے والی بدمعاش لڑکی! اس حق دوستی ادا کرنے کی سزا بھگتنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ روبی گھر چھوڑ کر گئی ہے۔ تم کو کرن یہ دنیا چھوڑ کر جانا ہوگا۔ وہ دوست کے پاس آیا اور پھر ساری بات کھل کر دوست کو بتادی۔ پومی کا یہ دوست پہلے ہی اشتہاری تھا فوراً ہی پومی کا ساتھ دینے پر تیار ہو گیا۔ پھر وہ دونوں دوست سارا پروگرام طے کرنے کے بعد کرن کے ہاسٹل آئے اور چوکیدار سے پومی نے کہا۔

"کرن بی بی کو بلاؤ وکولوان کی والدہ کی طبیعت خراب ہے۔ جلدی سے آئیں۔ بولیں پومی لینے آیا ہے تمہارا بھائی۔" جب چوکیدار گیا تو دل میں نفرت سے سوچا میرا مستقبل تباہ کرنے والی! آج میں تم کو ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا اور پھر دوست سے کہا۔

"جیسے ہی وہ میرے قریب آ کر ماں کا حال پوچھے گی میں اس کو شوٹ کر کے موٹر بائیک پر بیٹھ جاؤں گا تم اس کو ابھی سے سٹارٹ کر کے رکھو۔" دوست نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ مارے غصے کے وہ پاگل ہو رہا تھا۔

☆☆☆

کرن نے اپنے روم کی کھڑکی میں سے روبی کو اپنی ماں کے ساتھ جاتے دیکھا۔ پھر گاڑی سٹارٹ ہونے کی آواز آئی تو کرن نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ اس کو یہ خوف تھا کہیں ان لوگوں نے اپنے پروگرام میں ترمیم نہ کرلی ہو۔ یعنی صبح روبی کو سٹوڈیو جانے کی ضرورت نہیں اب وہ نکاح کے بعد ہی گھر سے باہر آ جا سکے گی۔ ایسی صورتحال میں کرن نے روبی کی جانب سے خود ماں اور بہن کے مقابلے پر آنا تھا۔ مگر خیریت رہی اور روبی ان لوگوں کے چنگل سے نکل گئی تھی۔ عزت کی زندگی گزارنے کیلئے۔

ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ہی کرن بھی اپنے روم سے باہر چلی آئی۔ سارا گھر خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ پومی، رضوی ہی نہیں ارم بھی ابھی سو رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی بڑی بے فکری اور اطمینان سے گیٹ کی جانب چل دی۔ گیٹ کی کھڑکی کھول کر وہ گھر سے ہمیشہ کیلئے باہر نکل آئی تھی۔ دو تین منٹ چوکیدار کے پاس رک کر سمجھایا کہ اس کے بارے میں گھر میں کسی کو بتانا نہیں کہ وہ آئی تھی۔ اب تم کو بھی کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی پوچھے تب بھی بتانے کی ضرورت نہیں۔ کہنا نہیں آئی تھی اور پھر وہ ٹیکسی پکڑ کر اپنے ہاسٹل کی جانب روانہ ہو گئی۔

وہ خوش تھی، بے حد خوش کہ اس نے روبی کی زندگی مزید تباہ ہونے سے بچالی تھی۔ مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ روبی کو تو اس نے بچالیا ہے۔ مگر خود اپنی زندگی داؤ پر لگادی تھی۔ بہر حال اس وقت اس نے حق دوستی ادا کر دیا تھا۔ اور پھر وہ خیریت سے ہاسٹل پہنچ کر اپنے روم میں جاتے ہی سو گئی تھی۔ ساری رات اس نے روبی کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے گزاری تھی۔ اس وقت سوتے سے اٹھا کر ہی کرن کو بتایا گیا تھا کہ اس کی والدہ سخت علیل ہیں اور اس کا بھائی پومی اس کو لینے آیا ہے۔ کرن سمجھ گئی روبی گھر چھوڑ چکی ہے اور ماں کی طبیعت تو خراب ہونا ہی تھی۔ سونے کے انڈے دینے والی مرغی گھر سے بھاگ گئی تھی۔ اب ماں چاہتی ہوگی میں روبی کو منا کر گھر واپس لے آؤں۔ وہ میری دوست ہے۔ میری بات سے انکار نہیں کرے گی۔ مگر ماں یہ نہیں جانتی کہ روبی کو گھر سے بھگانے والی بھی میں ہوں۔ وہ گھر واپس نہیں جانا چاہتی تھی۔ وہ خود بھی اس گھر کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ آئی تھی۔ مگر اس وقت پومی کے ساتھ بات کرنا ضروری تھا۔ ورنہ چوکیدار کیا سوچتا؟ وہ چوکیدار کے ساتھ گیٹ کی جانب آتے ہوئے یہی سوچ رہی تھی۔ پومی کے ساتھ جانے سے انکار کیسے کیا جائے۔

☆☆☆

پومی کو کرن کا زیادہ طویل ویٹ نہیں کرنا پڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ چوکیدار کے ساتھ پومی کی جانب آتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ ذرا سی بھی پریشان نہیں تھی۔ اس کو دیکھ کر پومی نے سوچا۔

اس کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ چوکیدار کو منع کر آئی تھی اور سمجھ رہی ہوگی گھر میں کسی کو اس کی اس چالا کی کا پتہ ہی نہیں چلے گا۔ وہ کبھی پکڑی نہیں جائے گی۔ وہ تو سوچ رہی ہوگی روبی کے گھر چھوڑنے سے ماں پریشان ہوگی۔ اس لئے پومی اس کو لینے آیا ہے۔ اس کو نہیں معلوم کہ میں اس کو موت دینے آیا ہوں۔ تب تک اپنی موت سے بے خبر کرن پومی کے نزدیک پہنچ چکی تھی۔

"کیا ہوا آپا کو؟" کرن نے اس کے قریب رکتے ہوئے پوچھا۔ اور پومی ضبط نا کر سکا۔ پوری قوت سے کس کر ایک تھپڑ کرن کے منہ پر رسید کرتے ہوئے غرایا۔

"روبی کو گھر سے بھگانے کے بعد بھی مجھ سے یہ پوچھتی ہو کہ ان کو کیا ہوا؟"

کرن پوپی کو مارنے جھپٹی مگر پوپی اپنی بات ختم کرتے ہی جیکٹ کی پاکٹ سے موزر نکال چکا تھا۔یہی وجہ تھی پوپی کو مارنا دور کی بات کرن اپنی بات بھی پوری نا کر سکی اور پوپی نے یہ کہتے ہوئے کہ۔

"روبی گھر چھوڑ کر گئی ہے تو تم اب دنیا ہی چھوڑ جاؤ" سارا موزر کرن پر خالی کر دیا۔

فائرنگ کی آواز سن کر چوکیدار نے مڑ کر دیکھا پھر بھاگ کر بڑی تیزی سے کرن کی جانب آیا۔مگر تب تک وہ زخمی ہو کر زمین پر گر چکی تھی۔کرن پر موزر خالی کرتے ہی پوپی بھی اچھل کر موٹر بائیک پر دوست کے پیچھے جا بیٹھا تھا۔اس کے بیٹھتے ہی دوست نے بائیک آگے بڑھا دی تھی۔اب وہ دونوں ہوا سے باتیں کرتے اڑتے جا رہے تھے۔یعنی وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

☆☆☆

گھر آتے ہی نسیم روبی کو ساتھ لئے سیدھی اپنے روم میں آئی تھی۔روم میں داخل ہوتے ہوئے روبی نے دیکھا تھا اچھا خاصا بیڈروم تھا۔مگر اس میں ایک خوبصورت اور قیمتی قالین بچھا کر اس پر ایک ڈبل بیڈ رکھ دیا گیا تھا۔اس ڈبل بیڈ کے علاوہ اس کشادہ روم میں اور کوئی چیز نا تھی۔مثلاً نا تو صوفہ تھا اور نا ہی بیڈروم چیئرز اور نا ہی فلور کشن روم میں رکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی تھی۔روبی حیران ہوتے ہوئے یہی سوچ رہی تھی کہ نسیم نے کہا۔

"بیٹھو روبی یوں کھڑے کیا دیکھ رہی ہو۔"

"مگر بیٹھوں کہاں؟ نا صوفہ ہے؟ نا چیئرز اور نا ہی فلور کشن۔" روبی نے سارے روم میں اپنی نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"یار! یہاں میرے بستر پر بیٹھو اور کہاں بیٹھنا ہے۔" نسیم نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔اور روبی بستر پر بیٹھ گئی تو مزید کہا۔

"دراصل میں اپنے بیڈروم میں کسی کو ملنا پسند نہیں کرتی۔بلکہ سچی بات تو یہ ہے میں اس روم میں اپنے گھر والوں کا بھی آنا پسند نہیں کرتی۔اس لئے صوفہ، چیئرز، فلور کشن وغیرہ نہیں رکھتی۔"

"پھر مجھے کیوں یہاں لائی ہو۔" روبی نے اس کی بات سن کر حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"تم کو اپنے وجود کا حصہ سمجھ کر یہاں لائی ہوں۔" نسیم نے فوراً کہا تو روبی نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"اور وہ جب لوگ آتے ہیں تمہارے پاس تب۔"

"وہ یہاں نہیں دوسرے روم میں آتے ہیں۔" کہتے ہوئے نسیم اس کے پاس بیٹھ گئی۔پھر روبی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم کو آزر سے محبت ہے۔مجھے سچ سچ بتاؤ۔"

"کیا مطلب......؟" روبی نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ تم نے وہاں سٹوڈیو میں بتایا تھا نا کہ آزر کو تم سے محبت ہو گئی ہے۔وہ تمہارے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے۔میں یہ پوچھ رہی ہوں کیا تم کو بھی آزر سے محبت ہو چکی ہے جو تم نے اس کے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔" نسیم نے کھل کر بات کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے محبت صرف بلال سے کی۔پھر مجھے محبت سے بھی نفرت ہو گئی اور اب آزر نے خود محبت کا اظہار کیا اور خود ہی شادی کی آفر بھی دی اور میں نے عزت کی زندگی گزارنے کیلئے یہ سب قبول کر لیا۔کیونکہ میں نے سوچ لیا ہے شادی کے بعد میں اپنی ساری فلمیں مکمل کر کے کام چھوڑ دوں گی اور کوئی مزید نئی فلم سائن نہیں کروں گی۔" روبی نے سب کچھ صاف صاف بتا دیا تو نسیم نے پوچھا۔

"تمہیں یقین ہے آزر سنجیدگی سے یہ شادی کر رہا ہے۔یعنی وہ تم سے محبت کرنے میں سنجیدہ ہے۔"

"ظاہر ہے سنجیدہ ہی ہو گا۔شادی غیر سنجیدہ کام تو نہیں۔کچھ سوچ کر ہی اس نے اظہار محبت کیا ہو گا۔" روبی نے کہا تو نسیم چند لمحے اس کو دیکھتی رہی پھر کہا۔

"فلم لائن میں کوئی سنجیدہ محبت نہیں کرتا۔آج فلم میں اپنی جوڑی قائم رکھنے کی خاطر لوگ شادی کرتے ہیں اور کل کوئی نئی لڑکی آئی اور جب اس کے ساتھ جوڑی بن گئی تو نا صرف

پہلی جوڑی ٹوٹ گئی بلکہ طلاق بھی ہوجاتی ہے۔کوکہ سب لوگ ایسا نہیں کرتے مگر یقین کرو اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔دیکھو میری بات کا غلط مطلب نہیں لینا۔ہوسکتا ہے تمہارے ساتھ ایسا نہ ہو مگر تم سے زیادہ میں آزر کو جانتی ہوں اور تمہارے لئے میرا ایک مشورہ ہے اگر تم مانو تو۔ہوسکتا ہے تمہارے ساتھ ایسا نہ ہو پھر بھی میرا مشورہ ہے۔"

"کیا مطلب......؟اور کیسا مشورہ؟"روبی نے پوچھا تو نسیم نے کہا۔

"تم آزر کو صاف صاف بتا دو کہ نا تو تمہارے پاس کوئی بینک بیلنس ہے اور نا ہی یہ گھر تمہارے نام پر ہے اور نا ہی تم شادی کے بعد فلموں میں کام کرو گی۔اس کے بعد بھی وہ اگر تم سے شادی کرے تو کر لینا۔شادی کر کے طلاق لینے سے بہتر ہے بندہ دوسرا خصم کرنے کے بجائے پہلا ہی نا کرے۔ شادی کے بعد بھی اگر شوہر کے ساتھ اور لوگوں کو بھی خوش کرنا ہے تو پھر شادی کے بغیر ہی بندہ دوسروں کو خوش کر سکتا ہے۔اور ایک حد تک خود بھی خوش رہ سکتا ہے۔

دراصل فلم لائن میں شادی کے بعد بیوی کے جسم کے ساتھ ساتھ ہر اس چیز پر بھی شوہر صاحب کا قبضہ ہو جاتا ہے جو بیوی کی ملکیت ہو۔مطلب خود بھی خوش ہوگا اور دوسروں کو بھی خوش کرنے کا موقع دے گا اور اس خوشی کی جو رقم تم کو ملے گی۔اس پر بھی اسی کا قبضہ ہو جائے گا تم میرا مطلب سمجھ رہی ہو یا مزید کھل کر سمجھاؤں۔"نسیم نے پوچھا۔وہ اس وقت بے حد سنجیدہ تھی۔روبی کے جواب دینے سے پہلے ہی دروازے پر دستک ہوئی تو نسیم نے کہا۔

"آجاؤ"اور فوراً ہی ایک ملازمہ ٹرے میں جوس کے دو گلاس رکھے روم میں داخل ہوئی تو روبی نے یہ دیکھتے ہی نسیم سے پوچھا تم تو کہتی ہو اس روم میں تمہارے علاوہ کوئی نہیں آتا۔"

"یہ میری ذاتی ملازمہ ہے اور میرے ساتھ والے روم میں ہی رہتی ہے۔اب میں اپنی ضرورت کیلئے خود تو روم سے بار بار نہیں جا سکتی۔"نسیم نے جوس کا ایک گلاس اٹھا کر اس کو تھماتے ہوئے کہا۔پھر دوسرا خود اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ان کے جوس پینے تک ملازمہ چپ چاپ ٹرے لئے کھڑی رہی تھی اور پھر خالی گلاس لے کر ہی واپس گئی تھی۔

☆☆☆

"اب بتاؤ میری باتوں کی سمجھ آئی یا نہیں۔"ملازمہ کے جاتے ہی نسیم نے پوچھا۔

"آئی ہے۔میں آج ہی آزر سے بات کر لوں گی۔"روبی نے کہا۔

"اچھا اب یہ بتاؤ تمہارے گھر والے کہاں رہتے ہیں؟"نسیم نے پوچھا۔

"یہ بھی نہیں بتاؤں گی کسی کو بھی۔"روبی نے جلدی سے جواب دیا تو نسیم مسکرا دی پھر ہنستے ہوئے بولی۔

"اچھا چلو اتنا ہی بتا دو کیا تم لاہور ہی کی رہنے والی ہو یا لاہور سے باہر کی۔اب یہ تو کسی نہ کہہ دینا۔"

"شہر کا بھی کبھی نہیں بتاؤں گی کیونکہ میں آپ کا مطلب سمجھ رہی ہوں۔"روبی نے فوراً کہا تو نسیم اس کے گھر اور خاندان کو چھوڑ کر رام اور زبیرہ کی باتیں کرنے لگی۔روبی نے بتایا۔

"اگر وہ لوگ جلد بازی سے کام نہ لیتے تو میں نے سوچ لیا تھا آزر کے ساتھ شادی سے پہلے ہی گھر آیا یا آپی کے نام کر دوں گی۔گاڑی بھی ان لوگوں کو دے دوں گی۔مگر انہوں نے زبردستی پوپی کے ساتھ میری شادی کا پروگرام بنا کر سب کچھ ہی کھو دیا۔خیر میں تو پھر بھی گھر ان کو ہی دینا چاہتی تھی مگر کرن نے اپنی قسم دیکر مجھ سے کہا تھا۔گھر گاڑی تو کیا کیش گولڈ سب ساتھ لے کر جانا بلکہ اس نے خود ہی احتیاط سے ہر چیز میرے بیگ میں ڈال دی۔باقی سارا سامان نکال دیا۔"

"کرن اچھی لڑکی ہے۔اس نے دوست ہونے کا حق ادا کر دیا۔ورنہ آج کل تو اپنے سگے پیدا کرنے والے بھی یہ حق ادا نہیں کرتے۔"وہ دونوں باتوں میں محو تھیں کہ اچانک پردہ ہٹا کر ایک دس برس کا بچہ روم میں داخل ہوا۔اس کے شولڈر پر سکول بیگ تھا۔روبی نے حیران ہو کر اس بچے کو دیکھا۔

بچے نے روبی سے بھی زیادہ حیران ہو کر روبی کو دیکھا تھا۔اتنے میں نسیم اپنی جگہ سے اٹھ چکی تھی۔اس نے بچے سے ہاتھ ملایا پھر کاندھوں سے بیگ اتارا تو بچے نے حیران ہو کر پھر روبی کو دیکھا۔اور نسیم سے پوچھا۔

"یہ کون ہیں؟اور ہمارے روم میں کیوں ہیں۔"

"یہ آپ کی خالہ ہیں۔چلو ہاتھ ملاؤ ان سے۔"کہتے ہوئے نسیم بچے کو روبی کے قریب لائی۔اور بچے نے روبی کو سلام کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی سمت بڑھایا۔روبی نے سلام کا

جواب دیتے ہوئے ہاتھ ملایا پھر نسیم سے پوچھا۔

"یہ بچہ کون ہے؟"

"یہ میرا بیٹا نوی ہے۔" نسیم نے محبت سے بیٹے کو دیکھتے ہوئے کہا پھر یونیفارم چینج کروانے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ روبی مارے حیرت کے آنکھیں پھاڑے نسیم کو دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی کہ اس کو اچھی طرح معلوم تھا کہ نسیم غیر شادی شدہ ہے۔

نسیم بھی جاتے جاتے اس کی حیرت دیکھ کر مسکرائی تھی۔ جلد ہی وہ بچے کو ڈریس چینج کروا کر لے آئی اور پھر وہ دونوں ہی روبی کے پاس بیٹھ گئے۔ اتنے میں ملازمہ بھی آ گئی۔ اس نے زمین پر دسترخوان چنا پھر کھانا لا کر رکھا۔ جب وہ چلی گئی تو نسیم بچے کو ساتھ لے کر اٹھتے ہوئے بولی۔

"آؤ روبی کھانا کھاتے ہیں۔" روبی ابھی تک بیٹے والی حیرت میں گم تھی۔ وہ کھل کر پوچھنا چاہتی تھی مگر بچے کی موجودگی میں یہ بات پوچھنا مناسب نہیں تھا کہ شادی تو کی نہیں مگر یہ بچہ کیسے آ گیا؟ وہ خاموشی سے دسترخوان پر آ بیٹھی۔ خاموشی سے کھانا شروع ہوا اور خاموشی کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ کھانا کھانے کے بعد روبی تو روم میں ٹہلنے لگی اور نسیم بچے کو سلانے کیلئے خود بھی اس کے ساتھ بستر پر لیٹ گئی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد نسیم بستر سے اٹھی۔ بچہ سو گیا تھا پھر روبی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آج پہلی بار اس روم میں صوفے یا چیئر یا فلور کشن کی کمی محسوس ہوئی ہے۔ اب تمہیں کہاں بٹھاؤں۔"

"کہاں سے کیا مطلب؟ قالین پر بیٹھ جاتے ہیں۔" روبی نے فوراً اس کی مشکل حل کرتے ہوئے کہا۔ روم چونکہ کافی کشادہ تھا اس لئے وہ دونوں بیڈ سے دور ایک کونے میں جا بیٹھیں۔ کونے میں بیٹھتے ہی روبی کو جو بات پریشان کر رہی تھی۔ اس کے بارے میں پوچھنا ضروری سمجھا۔ نسیم کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا یہ آپ کا سگا بیٹا ہے؟" نسیم اس کا مطلب سمجھ کر مسکرائی اور آہستہ سے ہنس کر کہا۔

"ہاں بالکل سگا ہے۔ پورے نو مہینے میں نے اس کو اپنے پیٹ میں رکھا تھا۔ آخر تم کو اس کا میرا بیٹا ہونے پر شک کیوں ہے؟" نسیم کی یہ بات سن کر روبی نے بے حد حیران ہو کر نسیم کو دیکھا۔ پھر اسی حیرانی سے نسیم کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"مگر آپ کی تو ابھی تک شادی نہیں ہوئی۔ یہ بات آپ نے خود مجھے بتائی تھی۔ پھر یہ بچہ۔" روبی نے بات ادھوری چھوڑ دی تو نسیم نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"تم فلم انڈسٹری میں چند برس بتانے کے باوجود بہت معصوم ہو روبی! ہاں میری شادی نہیں ہوئی۔ مگر تم یہ کیوں بھول گئی ہو کہ میں ایک طوائف بھی تو ہوں اور میرا یہ بچہ میری نتھ اترائی کا گفٹ سمجھ لو۔ ارے سمجھ کیا لو یہ بس ہے ہی میری نتھ اترائی کا تحفہ۔ طوائف کی قسمت میں شوہر نہیں ہوتا مگر بچے لازمی ہوتے ہیں۔ یہ بچے چھوٹے لوگوں کے نہیں وزیر جاگیردار اور ان جیسے بڑے بڑے افسروں اور بیوروکریٹ کی اولاد ہوتے ہیں۔ یہاں کبھی کبھی بیٹا اپنی ہی ماں کے کوٹھے پر آتا ہے۔ اپنی ہی بہن کے ساتھ لیٹ کر چلا جاتا ہے۔ یا پھر اس کا مجرا سن کر چلا جاتا ہے۔"

"اس بچے کا مستقبل کیا ہوگا یہ بھی سوچا ہے آپ نے۔"

"کم از کم اس کے اپنے ماموں جیسا نہیں ہوگا۔ باہر بھیج دوں گی پڑھنے کیلئے اور کہہ دوں گی پھر یہاں لوٹ کر نہ آئے۔" نسیم نے جذباتی ہو کر کہا۔ روبی مارے صدمے کے بول ہی نہ سکی۔ نسیم نے کہا۔ "اگر میں فلم انڈسٹری میں نہ آتی تو اب تک مزید چار بچے اور پیدا کر کے اپنے مستقبل کو مزید شاندار بنا لیتی۔ مگر اب میں نے طے کر رکھا ہے بچہ پیدا نہیں کروں گی کیونکہ اگر میرے یہاں بیٹی پیدا ہوئی تو میں اس سے وہ سب نا کرا سکوں گی جو میرے والدین اور بھائی ماموں مجھ سے کرواتے ہیں۔ ماں کہتی ہے ارے کیوں اپنا بڑھاپا خراب کرنے پر تلی بیٹھی ہو اور میں کہتی ہوں طوائف بن کر پیدا ہونا میرا مقدر تھا۔ مگر میرے پیٹ سے کوئی طوائف پیدا نہیں ہوگی۔ بس مجھ میں اور تم میں یہی فرق ہے کہ تین برس تم کو اپنے پاس رکھنے کے باوجود چوہدری نواز تم کو کوئی بچہ دے کر نہیں گیا۔ مگر طوائف کے پاس کچھ مرد بچہ دینے والے بھی آتے ہیں۔"

"آپ شادی کریں گی؟" روبی نے نجانے کیوں پوچھا۔

"کبھی نہیں جب شادی کر کے بھی یہی کام کرنا ہے تو پھر شادی کئے بغیر ہی کرنا چاہئے۔ ایک فلم ڈائریکٹر کافی عرصہ مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے شادی کے لئے پیچھے پڑا رہا مگر میں نہیں مانی۔

"کیوں؟ وہ سنجیدہ تھا تو شادی کا پیغام دیا۔" روبی نے کہا۔

"تم ابھی بھی بہت بھولی ہو روبی۔ یہ شادی نہیں کیپر وائز ہوتا ہے۔ طوائف شادی کے بعد بھی طوائف ہی رہتی ہے۔ وہ شادی کر کے میری کمائی پر قبضہ کر لیتا اور اس کے بدلے مجھے اپنا نام اور ایک دو بچے دے دیتا۔ ابھی تم چھوٹی ہو۔ مجھے یقین ہے ابھی تم پورے پچیس کی بھی نہیں ہو۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تمہیں پتا چل جائے گا۔ تم ایک دلدل میں اتری ہو اور یہ بڑی گندی جگہ اور زندگی ہے۔ تم بہت بدنصیب ہو جو ایک شریف خاندان کی بیٹی ہونے کے باوجود گھر چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ میں کہتی ہوں اب بھی وقت ہے تم گھر واپس جا سکتی ہو۔ تم چاہو تو میں خود تم کو تمہارے گھر چھوڑنے جا سکتی ہوں۔ میں تمہاری امی کے پاؤں پکڑ کر ان کو منا لوں گی۔" نسیم نے روبی کو سمجھاتے ہوئے پورے خلوص سے کہا۔

"تم میرے خاندان کو نہیں جانتی۔ اول تو وہ مجھے قبول ہی نہیں کریں گے اور فرض کر و وہ لا کرنے پر مجھے قبول کر لیتے ہیں۔ مگر تمہارے آنے کے بعد وہ جو پہلے ہی مجھے آوارہ کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ اب ساتھ یہ بھی کہیں گے تو سوچو ہے کھا کر بلی گھر واپس آ گئی ہے۔ وہ لوگ کبھی بھی نہیں بدل سکتے۔ میری واپسی کا تو خیال ہی ذہن سے نکال دو۔ اب میرا جو بھی انجام ہو مگر میں گھر واپس کبھی بھی نہیں جاؤں گی۔" روبی کی بات سن کر نسیم نے پھر مزید کچھ پوچھنا نہیں چاہا تھا۔

نسیم کا پروگرام تو صبح شوٹنگ پر جانے کا تھا۔

اس نے سوچا تھا جب تک روبی کا گھر خالی نہیں ہو جاتا تب تک وہ روبی کو اپنے گھر رکھے گی۔ دونوں یہاں سے اکٹھی شوٹنگ پر جایا کریں گی۔ مگر پھر ایک ایسا سانحہ ہو گیا کہ اس نے خود بھی ایک ہفتہ کیلئے سٹوڈیو نہ جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ سانحہ تھا کرن کی موت کا۔

نسیم کو رات ہی کو کرن کے قتل کی خبر مل گئی تھی۔ مگر اس نے یہ خبر روبی کو بتانے کے بجائے چھپالی تھی۔ جانتی تھی روبی کا وہاں جانا مناسب نہیں۔ مرنے والی دوستی کا حق ادا کرنے کے جرم میں بھائی کے ہاتھوں قتل ہو گئی تھی۔ اب اگر روبی وہاں جائے گی تو ارم زبیدہ اس کو پھر ایک بار اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کریں گی۔ اس نے سوچ لیا تھا جب تک وہ لوگ کوٹھی خالی نہیں کرتے تب تک وہ روبی کو کرن کی موت کی خبر نہیں دے گی۔ بعد میں بتانے پر بے شک روبی اس کے ساتھ ناراض ہو جائے۔ مگر وہ بچی ہے وہ اسے جذباتی فیصلہ کرنے سے بچائے گی۔ اس کو دوبارہ ارم زبیدہ کے جال میں پھنسنے کی اجازت نہیں دے گی۔

☆☆☆

ارم ماں کے ساتھ کرن کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ جب ہاسٹل سے فون آیا کہ کرن کا بھائی کرن پر فائرنگ کر کے فرار ہو گیا ہے۔ کرن کو شدید زخمی حالت میں جنرل ہسپتال پہنچا دیا گیا ہے۔ آپ فوراً آ جائیں۔

ارم کی سمجھ میں بالکل بھی نہیں آیا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ پومی تو بڑی محبت سے کرن کو ہاسٹل سے لینے گیا تھا۔ پھر یہ فائرنگ وغیرہ مگر مزید کچھ سوچنے کا ٹائم نہیں تھا۔ وہ فوراً ماں اور رضوی صاحب کو ساتھ لے کر جنرل ہسپتال کی جانب روانہ ہوئی۔ مگر ان کے ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی کرن زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ چکی تھی۔ کرن کی موت ارم کو پاگل کر گئی۔ ان کے ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی پولیس بھی پہنچ چکی تھی۔ پہلے تو ارم کی سمجھ میں یہی نہیں آ رہا تھا پومی نے کرن کو کیوں قتل کیا؟ وہ تو بہت بزدل اور ڈرپوک لڑکا تھا مگر چونکہ یہ سب چوکیدار کی موجودگی میں ہوا تھا۔ اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ پومی کرن کا بھائی ہے۔ وہ پہلے بھی کئی بار اس کو لینے جا چکا تھا۔ یہ پتا چلتے ہی کہ یہ قتل پومی ہی نے کیا ہے ارم نے کچھ دیر سوچا۔ پومی قتل کر کے بھاگ چکا ہے۔ مگر اس کا شتی بے غیرت باپ یہاں موجود ہے۔ پکڑا تو وہ بھی جائے گا کہ میں اپنی بہن کے قاتل کو آزاد ہرگز نہ چھوڑوں گی۔ آج اگر موقع آ گیا ہے اس بے غیرت بڈھے کو سزا دینے کا تو یہ میری اور میری ماں کی زندگی تباہ کرنے والا اب باقی کی تمام عمر جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزارے گا۔ یہ فیصلہ کرتے ہی وہ پولیس کی جانب بڑھی اور کہا۔

"میری بہن کے قتل میں پومی اور اس کے والد رضوی کو گرفتار کر لیں۔ یہ قتل ان دونوں نے باقاعدہ پلان بنا کر کیا ہے۔"

ارم کی بات سن کر رضوی تو مارے حیرانی کے کچھ بول ہی نہ سکا۔ اچھی طرح جانتا تھا وہ ان دونوں باپ بیٹے سے شدید نفرت کرتی ہے۔ مگر اس نفرت میں وہ اس حد تک جائے گی۔ اتنا بڑا الزام ان پر رکھتے ہوئے بہن کے قتل میں ملوث کرے گی۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا اس کی موجودگی میں ہی تو پومی کرن کو لینے گیا تھا۔ بلکہ اس نے خود پومی کو ہاسٹل بھیجا تھا کہ وہ جا کر کرن کو لے آئے۔ ہو سکتا ہے روبی سے صلح کی کوئی صورت بن جائے۔ اور ان کو تو پومی پر بھی حیرت تھی۔ آخر ایسی کیا بات ہوئی جو پومی نے کرن کو قتل کر دیا۔ کیا پومی کے ساتھ کرن نے

آنے سے انکار کر دیا تھا؟ روبی کو منانے سے انکار کر دیا تھا یا مطلب تو صاف تھا کہ ان دونوں میں ضرور کسی بات پر جھگڑا ہوا۔ جس کا نتیجہ کرن کے قتل کی صورت میں نکلا۔ اور اب ارم پوپی کے ساتھ ساتھ اس کو بھی پولیس کے حوالے کر رہی تھی۔ رضوی تو چپ رہا تھا مگر کرن کا چہرہ چومتی روتی زبیرہ خانم نے ارم کی بات سن کر چونک کر ارم کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ارم یہ کیا کہہ رہی ہو؟ یہ کیا کرنے جا رہی ہو۔"

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ پلیز آپ چپ رہیں۔ یہ قتل ان دونوں باپ بیٹے نے پلان بنا کر کیا ہے۔ ان کے بغیر پوپی ایسا قدم نہیں اٹھا سکتا۔" ارم نے یہ سوچ کر کہا کہ بیٹا تو گیا اب اس نشئی بے غیرت ذلیل بڈھے سے بھی نجات حاصل کر لوں گی۔ بلکہ سخت سزا بھی دوں گی۔ یہی سوچنے کے بعد وہ پولیس کے پاس گئی اور پوری سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"یہ دونوں باپ بیٹا میری بہن کو دھندے پر لگانا چاہتے تھے۔ مگر وہ نہیں مانی اور اس کے انکار کی وجہ سے یہ غصے میں بھرے رہتے تھے۔ اس لئے باقاعدہ پلان بنا کر میری معصوم بہن کو قتل کر دیا ہے۔ یاد رہے یہ رضوی صاحب میرے سگے والد نہیں ہیں اور پوپی ان کا بیٹا ہے۔ میرا سگا بھائی نہیں ہے۔"

ارم کی بات سنتے ہی پولیس رضوی کو لے گئی۔ تب ارم پھر کرن کی میت کے قریب آئی۔ چہرہ بچ گیا تھا۔ ساری گولیاں دل کا نشانہ لے کر ماری گئی تھیں۔ بس یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سو رہی تھی۔ ارم چند پل اس کو دیکھتی رہی پھر جھک کر بہن کی پیشانی چومی تو آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ اس نے روتے روتے ماں سے سرد لہجے میں کہا۔

"یاد رکھئے گا اگر آپ نے رضوی یا پوپی کی حمایت میں ایک لفظ بھی کسی سے یا پولیس سے کہا تو آپ کو بھی پولیس کے حوالے کر دوں گی۔ آپ نے ہر بات کے جواب میں خاموش رہنا ہے۔" اور زبیرہ خانم گم صم سی اس کو دیکھتی رہ گئی۔ جانتی تھی وہ بہت زہریلی لڑکی ہے۔ جو کہہ رہی ہے ویسا کر بھی گزرے گی۔ وہ کرن کو مری دیکھ کر پاگل ہو رہی تھی۔ وہ اس کی چھوٹی بہن تھی تو کیا کرن ان کی بیٹی نہ تھی؟ کیا ان کو اپنی بیٹی کی موت کا صدمہ دکھ نہیں تھا کہ وہ ماں تھی۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ پوپی کیلئے بھی پریشان تھی۔ وہ بیٹا تھا۔ ارم کرن کا سوتیلا بھائی تھا مگر ان کا تو سگا بیٹا تھا۔ وہ اس کیلئے بھی دکھی ہو رہی تھی۔ ابھی تک ان کو بھی اس بات کی سمجھ نہ آئی تھی کہ پوپی نے کرن کو قتل کیوں کیا تھا؟ وہ تو روبی کے ساتھ شادی کرنے کیلئے اس کو لینے گیا تھا۔ کیا ساری بات سن کر کرن نے آنے سے انکار کر دیا تھا؟ کیا دونوں میں وہاں جھگڑا ہو گیا تھا؟ جو اتنا بڑھا کہ بات کرن کے قتل تک جا پہنچی۔ مگر موزر پوپی کے پاس آیا کہاں سے۔ وہ تو بزدل ڈرپوک لڑکا تھا۔ اس کی جیب میں چرس سگریٹ تو ہو سکتی ہے۔ مگر اسلحہ نہیں۔ پھر یہ سب کیسے ہوا؟ ان کو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ روتی جا رہی تھیں۔ نا صرف کرن کیلئے بلکہ پوپی کیلئے بھی کہ نجانے اس وقت وہ کہاں ہوگا؟ ارم اس کو بھی نہ چھوڑے گی۔"

جب وہ میت لے کر گھر گئے تو ساری بات کھل گئی۔ چوکیدار نے ارم اور زبیرہ خانم کو کرن کے کل گھر آنے اور پھر واپس جانے اور آج ابھی تھوڑی دیر پہلے پوپی کا کرن کے گھر آنے کے بارے میں پوچھنا۔ سب بتا دیا تھا۔ اب ساری بات کھل کر ان دونوں ماں بیٹی کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ فوراً ہی سمجھ گئی تھیں کہ رات باتیں روبی نے نہیں کرن نے سنی ہوں گی اور اس کے بعد روبی کو گھر سے بھاگنے کا مشورہ دے دیا ہوگا۔ بلکہ خود بھگا کر گئی ہوگی کہ روبی کے گھر سے سٹوڈیو جانے تک وہ گھر کے اندر موجود تھی۔ روبی اس کی دوست تھی اور وہ کئی بار روبی کی وجہ سے ان کے ساتھ جھگڑا کر چکی تھی۔ اب پوپی کے ساتھ روبی کی شادی کا پروگرام سنتے ہی اس کو گھر سے بھگا دیا۔ روبی سے اگر کرن کو محبت تھی تو پوپی سے شدید نفرت اور یہ سب جاننے کے بعد کہ روبی کو کرن نے گھر سے بھگایا ہے۔ پوپی اس کو کیسے زندہ چھوڑ سکتا تھا۔ روبی کے گھر سے جانے کی وجہ سے اس کا شاندار مستقبل تاریک ہو گیا تھا۔

کرن کا جنازہ اٹھنے سے پہلے ہی پولیس نے پوپی کو اس کے دوست کے ساتھ گرفتار کر لیا تھا۔ ارم کیلئے یہ خبر خوشی کا باعث تھی جبکہ زبیرہ پریشان ہو گئی تھی یہ سب سن کر۔

☆☆☆

رات روبی نے نسیم کے روم میں سو کر گزاری تھی۔ اس کے ساتھ بیڈ پر نسیم اور اس کا بیٹا بھی سوئے تھے۔ کل دوپہر جب نسیم کا بیٹا سو کر اٹھا تو ٹیوشن پڑھانے والا آ گیا تھا۔ نومی بیگ لے کر ملازمہ کے ساتھ روم سے باہر چلا گیا تو نسیم نے روبی کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"آؤ اب ہم بھی لان میں چل کر بیٹھتے ہیں۔" روبی انکار کئے بغیر نسیم کے ساتھ لان میں آ گئی تھی۔ صبح کی وہ روم میں بند تھی۔ لان نہ صرف خاصا وسیع تھا بلکہ بہت خوبصورت سرسبز و شاداب بھی۔ ہر رنگ کے پودے لان میں موجود تھے۔ جن پر پھول کھلے ہوئے تھے۔ روبی کا اتنا پیارا لان دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ وہ چند منٹ کھڑی چاروں طرف دیکھتی رہی پھر لان میں رکھی بید کی کرسیوں پر بیٹھ گئی۔ نسیم اس کے بیٹھنے کے بعد بیٹھی تھی۔ اس کے بیٹھنے کے بعد روبی نے تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"بہت خوبصورت لان ہے آپ کا۔"

روبی جواباً کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اچانک لان میں ایک ہستی داخل ہوئی۔ روبی سب کچھ بھول کر چونک کر اس کو دیکھنے لگی۔ یہ ایک بزرگ عورت تھیں۔ جن کا چہرہ بہت پرنور اور نورانی تھا۔ انہوں نے فل سفید ڈریس پہن رکھا تھا۔ روبی کو انہیں دیکھ کر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سیدھی جائے نماز سے اٹھ کر آ رہی ہوں یا پھر حج کر کے آ رہی ہوں۔ وہ بہت باوقار انداز میں چل رہی تھی۔ روبی بے حد عزت اور عقیدت سے ان کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔ کون ہو سکتی ہیں یہ؟ وہ سیدھی روبی اور نسیم کی سمت آئیں اور پھر جب ان کے قریب کرسی پر بیٹھ گئیں تو نسیم نے روبی کو دیکھتے ہوئے بتایا۔

"روبی! یہ میری والدہ ہیں۔"

"کیا.....؟" روبی نے چونکتے ہوئے اس پرنور چہرے والی خاتون کو دیکھا۔ وہ کسی طور پر بھی ایک طوائف کی ماں نہ لگ رہی تھی۔ وہ تو بہت نیک، شریف اور معصوم شرمیلی بہت سیدھی سادی گھریلو قسم کی خاتون لگ رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سیدھی حج کر کے آ رہی ہوں یا جائے نماز سے اٹھ کر آ رہی ہوں۔ روبی نے یہی سوچتے ہوئے ان کو سلام کیا اور وہ روبی کے سلام کا جواب دیتے ہوئے روبی کا حال پوچھنے لگیں۔ ان کی آواز میں بہت نرمی تھی اور یہ سب باتیں روبی کو حیران کر رہی تھیں۔ تبھی وہ نسیم کی آواز سن کر چونکی جو کہہ رہی تھی بلکہ روبی کو بتا رہی تھی۔

"روبی! میری والدہ تمہاری فلمیں بہت شوق سے دیکھتی ہیں۔ مگر ان کو تمہارا ڈانس ذرا بھی پسند نہیں۔ ان کا خیال ہے تم کو کسی اچھی ناچنے والی سے ڈانس سیکھنا چاہئے۔ کیا خیال ہے اب یہاں آئی ہو تو کچھ سیکھ لو۔" روبی نسیم کی بات سن کر چپ رہی۔ دل میں نہ چاہتے ہوئے بھی سوچا۔ "میں کیا خاندانی طوائف ہوں جو شاہی محلے جا کر ڈانس سیکھوں گی؟"

نسیم کی والدہ جو محض روبی سے ہی ملنے آئی تھیں۔ چند باتیں کرنے کے بعد اٹھ کر چلی گئیں۔ کیونکہ ان کے بھائی اور بیٹوں نے بتایا تھا کہ آج روبی کی وجہ سے نسیم کا ارم اور اس کی والدہ زہرہ خانم سے جھگڑا ہو گیا ہے۔ اب وہ روبی کو اپنے ساتھ ہی لے آئی ہے۔ اس کے بعد چشمہ بائی نے سوچا وہ روبی سے مل لے کہ وہ مہمان ہے۔ یہ نہ ہو کہ بعد میں نسیم خفا ہو کہ آپ روبی سے ملنے کیوں نہیں آئیں؟ نسیم کے بیڈ روم میں تو وہ جا ہی نہ سکتی تھیں۔ اس لئے اب ان کو لان میں بیٹھے دیکھا تو فوراً یہاں ملنے چلی آئی تھیں۔

نسیم کی والدہ اٹھ کر گئیں تو روبی تب تک ان کی جانب دیکھتی رہی جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئیں۔

"یوں کیا دیکھ رہی ہو؟" نسیم نے روبی کی نگاہوں کو مسلسل اپنی ماں کی تعاقب میں دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں۔" روبی نے اپنی حیرت کو ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا تھا۔ مگر نسیم شاید سب کچھ سمجھ رہی تھی کیونکہ وہ روبی کو دیکھتے ہوئے مسلسل مسکراتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

روحی میکے آئی تو بہت خوش تھی۔ وہ دو بچوں کی ماں بن چکی تھی۔ اور ایک بے حد عملی زندگی گزار رہی تھی۔ عامر بہت اچھا شوہر ثابت ہوا تھا۔ پھر اللہ نے پہلے بیٹے سے نوازا تو بعد میں بیٹی عطا کر دی۔ یہ دونوں بچے عامر کی جان تھے۔ وہ ان کی ایک دن کی دوری بھی برداشت نہیں کرتا تھا۔ جب روحی نے میکے جانا ہوتا تھا تو عامر صبح آفس جاتے ہوئے ان کو چھوڑ جاتا۔ پھر شام آفس سے واپس سیدھے سسرال آتے رات کا کھانا وہاں سب گھر والوں کے ساتھ مل کر کھاتے۔ کھانے کے بعد گڈو کے ہاتھ کی مزیدار کافی پیتے اور پھر روحی اور دونوں بچوں کو ساتھ لیکر اپنے گھر واپس آ جاتے۔ آج جب عامر روحی اور بچوں کو چھوڑ کر گیا تو روحی بہت خوش تھی۔ مسکراتی ہوئی گھر کے اندر آئی تو شمشاد پوتا گود میں لے کر بیٹھی تھی۔ گڈو کچن میں ناشتے کے بعد برتن صاف کرنے میں مصروف تھی۔ جبکہ نصیر صاحب اور سلمان اپنے اپنے آفس جا چکے تھے۔ زوبی بھی کالج جا چکی تھی۔ شمشاد روحی اور بچوں کو دیکھتے ہی خوش ہو گئی اور کہا۔

"ارے لو ابھی تمہارا ہی ذکر ہو رہا تھا اور تم چلی آئیں۔" پھر کچن کی جانب منہ کر کے بولیں۔

"ارے گڈو دیکھو تو روحی آئی ہے۔" گڈو جلدی سے ہاتھ صاف کرتی کچن سے باہر نکلی۔ روحی کا بیٹا تین برس کا تھا۔ اور وہاں کے آگے آگے ہاتھوں میں چھوٹی گن پکڑے چلا آ رہا تھا۔ بیٹی گو کہ دو برس کی تھی وہ بھی چلتی تھی مگر روحی نے اس کو گود میں اٹھا رکھا تھا۔ گڈو نے آگے بڑھ کر بیٹے کو اٹھایا تو اس نے جلدی سے سلام کیا۔ گڈو نے جواب دیتے ہوئے اس کو پیار کرتے ہوئے روحی کو پوچھا۔

"عامر اندر نہیں آئے؟" کبھی کبھار وہ اندر ایک دو منٹ کیلئے بھی آ جاتا تھا۔

"نہیں باہر ہی سے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ رات کو آئیں گے اور کھانا یہیں کھائیں گے۔" روحی نے جواب دیا۔ پھر ماں کو سلام کرتے ہوئے بولی۔

"امی جان آپ کیلئے ایک خوشخبری لے کر آئی ہوں۔سنیں گی تو خوش ہو جائیں گی۔"

"کیا روبی مر گئی......؟" انہوں نے پوتے کو جھولے میں ڈالنے کے بعد کہا۔"میرے لئے تو خوشی کی خبر یہی ہو سکتی ہے کہ سارے شہر میں ہماری رسوائی کا اہتمام کرنے والی مر جائے۔اس کی وجہ سے تو ہم نے اخبار لینا ہی بند کر دیا ہے۔ایک صفحہ تو اس کی فلموں کے اشتہارات سے بھرا ہوتا ہے۔اس پر ہر ہفتے فلمی صفحے پر اس کے بارے میں کوئی نئی چٹ پٹی خبر۔سلمان کا تو خون کھولنے لگ جاتا تھا یہ سب پڑھ کر۔تنگ آ کر اخبار ہی بند کروا دیا۔"شمشاد نے نواسی کو گود میں لیتے ہوئے کہا۔

"امی خبر تو موت ہی کی ہے مگر روبی کی نہیں کرن کی موت کی۔"یہ دیکھیں روحی نے اخبار کھول کر ان کے سامنے کی اور مزید بتایا کرن کو اس کے بھائی پومی نے قتل کر دیا ہے۔

"اچھا ہوا۔بہت اچھا ہوا۔تھی تو چنڈال۔کیسے میرے ہی گھر میں میرے سامنے زبان چلا کر گئی تھی۔پر ہوا کیا۔"حمیدہ نے نواسی کو بھی گود میں بٹھا کر پیار کرتے ہوئے پوچھا۔

"امی ارم اور اس کی امی روبی کی شادی پومی سے کرنا چاہتی تھیں۔مگر کرن نے روبی کو گھر سے بھگا کر ان کی امید پر پانی پھیر دیا۔وہ بہر حال روبی کی دوست تھی۔پہلے تو پومی کو پتہ ہی نہ چلا اور جب پتا چلا تو اس نے یونیورسٹی ہاسٹل جا کر اس کو شوٹ کر دیا۔"روحی نے مزید تفصیلات بتائیں۔

"اچھا اور اب خود کہاں ہے؟ اگر کرن کو بھگانے کے جرم میں قتل کیا ہے تو بھاگنے والی کو بھی پکڑ کر ختم کر دیتا۔"حمیدہ نے کہا۔

"امی! ارم نے پومی کے ساتھ ساتھ اس کے باپ کو بھی قتل میں ملوث کر کے پولیس کے حوالے کر دیا ہے۔خود اپنی ماں کو ساتھ لے کر لاہور چھوڑ کر کراچی چلی گئی ہے۔"روحی نے صبح کی پڑھی ہوئی خبر ان کو زبانی سنادی۔"اور روبی؟"شمشاد نے نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھا۔

"وہ ارم وغیرہ کو چھوڑنے کے بعد آج کل اداکارہ نسیم کے گھر رہ رہی ہے۔اور امی آپ کو پتا ہے نسیم طوائف ہے۔"روحی نے ہمیشہ کی طرح یہ بات کر کے ان کو مزید روبی سے متنفر کرنا چاہا۔

"ارے میں کہتی ہوں نسیم طوائف ہے تو روبی کون سی شریف رہ گئی ہو گی۔نسیم تو پھر طوائف ہے اور یہ شریف خاندان میں پیدا ہونے کے باوجود اپنی گندی کرتوتوں سے طوائف بن کے مردوں کے ساتھ ننگے بازوؤں کے ساتھ کھڑی ہوتی ہے۔ہمیشہ اخبار میں جو تصویر آتی تھی بغیر بازو والی قمیض پہنی ہوتی تھی۔اور پھر ناچتی ہوئی کی تصویریں آتی ہیں۔میں تو کہتی ہوں اللہ کرے کوئی اس کو بھی قتل کر دے۔"شمشاد نے نفرت سے کہا تو روحی نے کہا۔

"اس کو کون قتل کرے گا؟ دو باڈی گارڈ اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔اور پھر وہ تو آزر سے شادی کرنے والی ہے۔یہ سارا فساد آزر کے ساتھ شادی کا فیصلہ کرنے پر ہی تو ہوا ہے۔"

"اور یہ آزر کون ہے؟"حمیدہ نے پوچھا۔

"امی بڑا مشہور فلمی اداکار ہے۔آپ کو یہ بھی نہیں پتا۔"روحی نے جلدی سے کہا۔آزر اس کا پسندیدہ اداکار تھا۔

"دفع کرو۔"حمیدہ نے اخبار گڈو کو تھماتے ہوئے کہا۔گڈو نے کرن کی تصویر دیکھنے کے بعد روتی ہوئی ارم اور زہرہ خانم کی تصویر دیکھی پھر روحی سے پوچھا۔

"دوپہر کے کھانے میں کیا پسند کرو گی روحی!"

"جو جی میں آتا ہے پکا لو۔مگر رات کو مٹن کڑائی بنانا۔عامر نے رات کا کھانا ادھر ہی کھانا ہے۔"روحی نے کہا۔پھر چونک کر بولی۔

"بچے پلاؤ کھائیں گے۔پلاؤ ضرور بنانا۔"گڈو اس کی بات سن کر واپس کچن میں چلی گئی تھی اور روحی ماں کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئی۔

ارم نے کرن کے ساتویں کا ختم روبی کی کوٹھی میں کیا تھا۔پھر اگلے روز وہ صرف روبی کی کوٹھی ہی نہیں۔لاہور کو بھی چھوڑ کر ہمیشہ کیلئے ماں کو ساتھ لے کر کراچی چلی گئی تھی۔کیونکہ وہ ایک ڈرامہ سیریل میں ان دنوں کام کر رہی تھی۔جس میں اس کا تھوڑا کام باقی تھا۔ارم نے کہہ دیا تھا وہ یہ کام پھر آ کر مکمل کروا جائے گی۔کرن کو پومی نے قتل کیا تھا اور اب اس کے قتل میں ارم نے ان دونوں باپ بیٹے کو پولیس کے ہاتھوں پکڑوا کر ہمیشہ کیلئے ان دونوں سے نجات حاصل کر لی تھی۔اب صرف ماں تھی جس کو ساتھ لے کر وہ کراچی چلی آئی تھی۔

ان حالات میں ماں اس کا سہارا تھی تو وہ ماں کا۔دونوں ایک دوسرے کی وجہ سے زندہ رہنے کی کوشش کر رہی تھیں۔زہرہ خانم کے پاس چونکہ اُس یا کوئی اور آپشن تھا ہی نہیں ارم کے سوا۔اس لئے وہ بھی چپ چاپ اس کے ساتھ چلی آئی تھیں۔تاہم آنے سے پہلے انہوں نے روتے ہوئے ارم کی منت کی تھی کہ وہ صرف ایک بار جانے سے پہلے پومی سے ملاقات کروا دے۔زندگی کا کیا بھروسہ؟ کیا خبر کبھی دوبارہ پھر اس شہر میں آنا نصیب ہو گا بھی یا نہیں۔مگر ارم نے سخت نفرت سے ان کی پومی کے ساتھ جیل میں آخری ملاقات کی خواہش کو

مسترد کر دیا تھا۔ اور شدید نفرت سے کہا تھا۔

"میں ان بے غیرت باپ بیٹے کی اب شکل دیکھنا تو دور کی بات ان کے بارے سوچنا بھی گوارہ نہیں کرتی۔ اور آپ ملاقات کا کہہ رہی ہیں۔ یاد رکھیں میں ان کی بات سننا بھی پسند نہیں کرتی۔ ذلیل' بے غیرت' احسان فراموش۔ آپ نے اگر ان سے تعلق رکھنا ہے تو پھر اچھی طرح سوچ لیں میں اکیلی کراچی چلی جاتی ہوں۔ آپ یہاں رہ کر ناصرف ملاقاتیں کرتی رہیں بلکہ پیسے بھی کافی آپ کے پاس ہیں۔ جن کو دے دلا کر ان کی رہائی کیلئے بھی کوشش کریں۔" یہ سب سننے کے بعد زہرہ خانم نے خاموش رہنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی تھی۔ مگر ان کا دل تڑپ رہا تھا پوتی کو دیکھنے کیلئے۔ رضوی کی اب ان کو پرواہ تھی۔ مگر پوتی بیٹا تھا۔ مگر صبر کا گھونٹ پی کر چپ چاپ ارم کے ساتھ کراچی چلی آئیں تھیں۔

☆☆☆

ایک ہفتے سے روبی نسیم کے گھر مقیم تھی۔ نہ نسیم خود سٹوڈیو جا رہی تھی اور نہ ہی روبی کو جانے دیا تھا۔ روبی نے کہا بھی تھا۔

"اب تم کو کس بات کا خوف ہے۔ وہ دونوں ماں بیٹی تم سے ڈر کر چلی گئی تھیں۔ ورنہ ارم آپی تو کسی سے بھی نہیں ڈرتی۔ مجھے تو حیرت ہے وہ تم سے ڈر کیسے گئیں۔"

"بس دیکھ لو پھر میری طاقت کو۔" نسیم مسکرائی پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔

"میں تمہیں ابھی ساری بات نہیں بتا سکتی لیکن جب تک وہ دونوں کوٹھی خالی نہیں کرتیں تب تک ہم سٹوڈیو نہیں جائیں گے۔" تب روبی خاموش ہو گئی تھی۔ یہ دیکھ کر نسیم نے پوچھا۔

"یہاں سارا وقت روم میں بند رہنے سے اکثر بوریت محسوس کرنے لگی ہو تو میں نے تم کو کہا بھی تھا گھر والوں کے پاس نہیں مگر باہر لان میں جب چاہو واک کیلئے جا سکتی ہو۔ میں نے سب گھر والوں کو کہہ دیا ہے کہ جب تک تم یہاں ہو تب تک ان میں سے لان میں کوئی بھی نہیں جائے گا۔"

"اپنی امی کو بھی منع کر دیا۔" روبی نے بے ساختہ پوچھا۔

"نہیں ان کو منع نہیں کیا مگر وہ خود ہی لان میں کم کم آتی ہیں۔ رہائشی حصے میں ہی کافی کام ہوتے ہیں ان کے کرنے کیلئے۔" نسیم نے ذومعنی انداز میں مسکرا کر کہا۔

"امی کیا کام کرتی ہیں۔ وہ تو بوڑھی ہیں۔"

"اپنی دو پوتیوں نازیہ اور نادیہ کو آسمان کی ایک تا کی اتارنے دوسری لگانے کے آسمان سے ستارے توڑ کر لانے کے طریقے سکھاتی ہیں اور کیا کرتی ہیں۔" نسیم نے ہنستے ہوئے کہا تو روبی نے کچھ نا سمجھ کر نسیم سے کہا۔

"کیسی خراب بات کر رہی ہو۔ تمہاری امی کو دیکھ کر تو یہ پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ تمہاری امی ہیں۔"

"مطلب......؟"

مطلب روبی کی سمجھ میں نہ آیا کہ اپنی بات نسیم کو کیسے سمجھائے مگر نسیم اس کی بات سمجھ چکی تھی۔ سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولی۔

"میری والدہ تم کو بہت سیدھی سادی محسوس ہوئی ہوں گی۔" روبی نے اثبات میں سر ہلایا تو نسیم نے روبی کو بغور دیکھتے ہوئے پھر سنجیدگی سے کہا۔

"طوائف کی ماں طوائف سے زیادہ تیز اور ہوشیار ہوتی ہے۔ جبھی تو بیٹی کی کمائی کھاتی ہے۔ میری ماں کتنی تیز عورت ہے تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔ نتھ اتروائی کی رسم سب کی ایک بار ہوتی ہے اس کا مطلب ہے طوائف جوان ہو گئی ہے۔ اور میری نتھ اتروائی کی رسم میری ماں کی چالاکی اور ہوشیاری کی وجہ سے دوبارہ ہوئی۔ پھر میری ماں سارے خاندان کو فخر سے اپنی عقلمندی اور اس بڈھے کی بے وقوفی کے قصے سناتی رہی ہے۔ کیسے بے وقوف بنایا گیا تھا۔ اب تک سناتی ہیں اور پھر خوب ہنستی ہیں۔ جانتی ہو ہماری ہیرا منڈی میں جب کسی کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اسے گھٹی چشمہ بائی سے دلائی جائے تا کہ بڑی ہو کر وہ بھی چالاکی' ہوشیاری' عیاری' مکاری میں چشمہ بن سکے۔ ایک ایسی رسم جو ایک بار ہی ہوتی ہے دوبارہ کروائی اور میری دونوں بھتیجیاں ابھی سے اپنی دادی کی کاپی ہیں۔" روبی یہ سب سن کر خاموش ہی رہی کہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا وہ کیا بولے۔ اور اس کو خاموش دیکھ کر نسیم نے ہی پھر کہا۔

"تب میں بھی یہ سارے قصے سن کر ناصرف ہنستی تھی۔ بلکہ خوش ہوتی تھی۔ لیکن پھر یہ سب میرے اندر سے ختم ہو گیا۔" نسیم خاموش ہو گئی پھر طویل سانس لے کر بولی۔

"تمہاری عقل میں اضافے کیلئے یہ باتیں میں تمہیں بتا رہی ہوں۔ میری ماں کا نام چشمہ ہے اور کہتے ہیں چشمہ نام کی عورتیں بڑی خطرناک' تیز' ہوشیار اور پتا نہیں کیا کیا ہوتی

ہیں۔ ہوسکتا ہے یہ بات سچ نا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے چشمہ نام کی ساری عورتیں ایسی خوبیوں کی مالک نہ ہوں۔ مگر میرا مشاہدہ بھی ہے اور ماں کی شکل میں تجربہ بھی۔ میں اپنی زندگی میں جتنی بھی چشمہ نامی عورتوں سے ملی ہوں ان کو نمبر ون کی بدمعاش خطرناک پایا ہے۔ جس بازار کی میں رہنے والی ہوں اس کے علاوہ بھی میں نے اگر کسی چشمہ کو دیکھا ہے تو کانوں کو ہاتھ لگایا ہے کہ میں نے بازاروالوں سے بڑھ کر اسے خطرناک اور بدمعاش و آوارہ پایا ہے۔

ہاں ایسی عورتوں کی ایک خوبی یہ ہوتی ہے کہ چہرے سے بظاہر بڑی شریف نظر آتی ہیں اور اندر سے اتنی ہی بدمعاش ہوتی ہیں۔ میں نے ایک چشمہ دیکھی ہے۔ موقع ملے تو طوائف کو بھی بیچ کر کھا جائے۔ بدمعاشی اور مکاری میں، میں نے اس کو طوائف سے بھی چار ہاتھ آگے نہیں سو ہاتھ آگے پایا ہے۔ بظاہر سب کے سامنے شریف۔ آپ کسی کے سامنے اس کے خلاف بات کریں تو لوگ آپ سے باقاعدہ جھگڑنے لگیں گے کہ وہ شریف ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ ہر بات جھوٹی کرتی ہے۔ مگر خوبی اس سے کرتی ہے کہ لوگ اس کو سچی اور سچے کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ چشمہ نام کی عورتوں کے سائے سے بھی بچ کر چلو۔"

"تمہیں اپنی امی سے نفرت ہے؟" نسیم کی ساری باتیں سننے کے بعد روبی نے پوچھا۔

"میں کسی سے نفرت نہیں کرتی مگر محبت بھی نہیں کرتی۔" یہ بات کہتے ہوئے نجانے نسیم کے لہجے میں کیا تھا۔ چہرہ البتہ سپاٹ تھا۔

"اپنے بیٹے سے بھی محبت نہیں کرتی ہو۔" روبی نے پوچھا۔

یہ سنتے ہی نسیم بول پڑی۔

"میرا بیٹا میری جان ہے۔ بس میں اپنے بیٹے ہی سے اس دنیا میں محبت کرتی ہوں۔ صرف اپنے بیٹے سے اپنے نواسے۔"

"اور میں بھی تمہیں سمجھا رہی وغیرہ سے بچا کر یہاں لائی ہو تو مجھ سے بھی محبت ہو گئی ہو گی۔" روبی نے ہنستے ہوئے شرارت سے کہا۔

"روبی یہ کیا کہہ دیا تم نے؟" نسیم نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام لیا۔ چند پل اس کو دیکھتی رہی۔ پھر کہا۔

"میں سب سے زیادہ محبت اپنے بیٹے سے کرتی ہوں۔ وہ میرے زندہ رہنے کا جواز ہے۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں یا نہیں اس بات کو چھوڑ کر صرف یہ سوچو مجھے تمہارا خیال تھا تو میں ان لوگوں سے لڑ جھگڑ کر تمہیں یہاں لائی ہوں۔ میرا خیال ہے خیال رکھنا محبت سے زیادہ اہم ہے اور میرا تم سے یہ وعدہ ہے۔ بے شک میں چشمہ بائی کی بیٹی ہوں۔ طوائف بھی ہوں مگر اب ہمیشہ تمہارا خیال رکھوں گی۔ تمہیں جب کوئی بھی چھوٹی موٹی بات پریشان کرے مجھ سے کہہ سکتی ہو۔"

"ارے ارے میں تو مذاق کر رہی تھی اور آپ سنجیدہ ہو گئیں۔ مگر ایک بات بتائیں آپ اپنی امی سے خفا لگتی ہیں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں نا۔" روبی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں ہوں۔ حالانکہ ہونا تو نہیں چاہئے کہ میں شریف خاندان میں نہیں کوٹھے پر پیدا ہوئی اور ماں نے میرے ساتھ وہی کیا جو ہر کوٹھے پر رہنے والی ماں اپنی بیٹی کے ساتھ کرتی ہے۔ مگر سچ میں ایک آدھ ماں نہیں بھی کرتی وہ سب جو کوٹھے پر رہنے والی مائیں کرتی ہیں۔ دراصل میرا بیٹا نومی سندھ کے ایک بہت بڑے وڈیرے کا تحفہ ہے۔ وہ نتھ اترائی کے بعد باقاعدہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ عمر میں مجھ سے بیس برس ہی بڑا تھا مگر ماں نہ مانی باقی خاندان کے ماننے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

نانی کو اپنی فکر تھی۔ ماموں کو اپنی بھائیوں اور باپ کو اپنی۔ لیکن ماں سب کو چاہتی تو راضی کر سکتی تھی کہ وہ ایک بڑی موٹی رقم ماں کو دینے کیلئے تیار تھا۔ میرے ساتھ شادی کرنے کیلئے۔ مگر ماں نہ مانی اور وہ تو اتنی لالچی ہیں کہ جو رسم ایک بار ہی ہوتی ہے۔ اس کو بھی اپنی ہوشیاری سے دوبار کیا۔ تب مجھے بھی شادی کی پروا نہ تھی۔ اب یہ میرا بیٹا اپنے باپ کے پاس ہوتا تو اس کی جو حیثیت ہوتی وہ یہاں ساری زندگی نہیں بن سکتی۔ میں نومی کا خاندان کے بچوں کے ساتھ بات کرنا، کھیلنا بھی پسند نہیں کرتی۔ وہاں بیٹھ کر اس نے چشمہ بائی اپنی نانی کی باتیں لازمی سنتی ہیں۔ بہن کی کمائی تمام عمر کیسے کھائی جاسکتی ہے۔ بیٹی، بہن کو لمبے عرصے تک کنٹرول میں کیسے رکھا جاسکتا ہے۔ بہت ساری مزید ایسی باتوں سے بچانے کیلئے میں نے اپنے بیٹے کو خاندان کے رہائشی حصے میں جانے سے روک رکھا ہے۔ یہ جو میری ملازمہ ہے یہ ایک شریف خاندان کی پڑھی لکھی لڑکی ہے۔ میری غیر موجودگی میں میرے بیٹے کے پاس صرف اسی کو میرے روم میں رہنا ہوتا ہے۔

نانی سے بھی میں اپنے بیٹے کو ملنے نہیں دیتی۔ اس لئے تو کہتی ہوں میں جلد ہی اس کو پڑھنے کیلئے باہر بھیج دوں گی اور کہہ دوں گی۔ اگر عزت کی زندگی چاہتے ہو تو پھر ہمیشہ کیلئے ادھر ہی رہ جاؤ۔ آخر تو اس کو پتا چلنا ہی ہے کہ وہ طوائف کا بیٹا ہے اور اداکارہ کا بھی۔" نسیم چپ ہوئی تو پھر روبی بھی کچھ نہیں بولی تھی۔ کمرے میں ہر جانب گہری اداسی پھیل رہی تھی۔ یہ بھی

ایک طوائف کی کہانی جو دنیا کے سامنے طوائف تھی اور اندر سے ہزاروں شریف زادیوں سے زیادہ اچھی نیک۔ مگر اس کے باوجود وہ طوائف ہی کہلائے گی۔

روبی کا یہ ایک ہفتہ نسیم کے ہاں اچھا ہی گزر رہا تھا۔ خاص کر نسیم کے بیٹے کی وجہ سے وہ اس کے ساتھ بہت فری ہو گیا تھا۔ بہت گھل مل کر رہتا تھا۔ روبی کو بچے اچھے لگتے تھے مگر وہ حرامی بچہ پیدا کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کی آزر سے فون پر بات ہوئی تھی۔ روبی نے آزر سے نسیم کے کہنے کے مطابق کہہ دیا تھا کہ نہ تو اس کے پاس کوئی کیش ہے اور نا ہی یہ گھر جس میں وہ رہتی ہے۔ یہ کوٹھی زہرہ خانم کے نام ہے اور یہ بھی کہ وہ شادی کے بعد فلموں میں کام نہیں کرے گی۔ ایک بار پھر بتا دو کیا واقعی تمہیں مجھ سے محبت ہے۔ آزر اس کی بات سن کر چند لمحے خاموش رہا پھر کہا۔

"یار! میں شادی تم سے گھر آباد کرنے کیلئے کر رہا ہوں کوٹھی اپنے نام کروانے یا فلموں میں کام کروانے کیلئے نہیں۔ تمہیں ابھی تک میری محبت پر شک کیوں ہے؟ آئی لو یو۔ آئی لو یو۔" پھر وہ کتنی دیر باتیں کرتا رہا۔ روبی روتے ہوئے سنتی رہی۔ یعنی اس دنیا میں کوئی مرد تو ایسا تھا جو اس کے بارے میں سب کچھ جاننے کے باوجود بغیر کسی لالچ کے نا صرف اس سے محبت کرتا تھا بلکہ شادی کر کے عزت بھی دینا چاہتا تھا۔ عورت کیلئے مرد کی محبت بہت ضروری ہے۔ اگر سچی ہو۔ بہر حال آزر سے بات کرنے کے بعد اس نے نسیم کو ساری بات بتا دی تھی۔ نسیم اس کی بات سن کر بہت خوش ہوئی اور کہا تھا تم کو پارلر سے دولہن بنا کر اپنے ہاتھوں آزر کے ساتھ رخصت کروں گی۔ اللہ کرے تم ہمیشہ خوش رہو۔ میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں۔ بے شک نسیم کی دعائیں روبی کے ساتھ تھیں۔ مگر ماں کی بد دعائیں بھی تو روبی کے تعاقب میں تھیں۔ آدمی جو دیتا ہے آدمی جو لیتا ہے۔ زندگی بھر وہ دعائیں اور بد دعائیں انسان کا پیچھا کرتی ہیں فوراً بد دعائیں نا بھی اثر کریں مگر زندگی کے کسی نا کسی موڑ پر آپ اس بد دعا کی زد میں ضرور آتے ہیں۔ کبھی نہ کبھی وہ بد دعا آپ کو ضرور پکڑتی ہیں اور شمشاد تو سارا وقت ہی روبی کیلئے بد دعائیں کرتی تھیں پھر وہ خوش کیسے رہ سکتی تھی۔

ارم نے کوٹھی خالی کرنے کی اطلاع خود نسیم کو نہیں دی تھی۔ مگر جاتے ہوئے چوکیدار کو ہدایت کار نیاز کا نمبر دینے کے بعد کہہ گئی تھی کہ اس نمبر پر فون کر کے پیغام دے دے کہ کوٹھی خالی کر دی گئی ہے۔ سچی بات تو یہ تھی کہ اب ارم کو نہ تو روبی پر غصہ باقی رہا تھا نہ ہی کوئی شکوہ۔ صرف یہ سوچ کر کہ وہ کرن کی فرینڈ تھی اور جب کرن نے حق دوستی نبھاتے ہوئے اپنی جان دے دی ہے تو پھر اب خود اس کو بھی روبی پر خفا ہونے کا کوئی حق نہیں۔ ہاں اس کو یہ حیرت ضرور تھی کہ اخبار میں یہ خبر پڑھنے کے باوجود کہ کرن کی جان محض اس کی وجہ سے گئی تھی۔ وہ اپنی ہی کوٹھی میں نہ تو کرن کا چہرہ آخری بار دیکھنے آئی تھی اور نہ ہی ارم زہرہ سے افسوس کرنے۔ پھر اس نے سوچا یقیناً نسیم نے اس کو نہیں آنے دیا ہوگا۔ نسیم کو نہ صرف سٹوڈیو سے کوٹھی خالی ہونے کی اطلاع مل گئی تھی۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی پتا چل گیا تھا کہ ارم اپنی والدہ کو ساتھ لے کر مستقل کراچی چلی گئی ہے۔ یہ سب سنتے ہی اس نے شوٹنگ پر جانے کا فیصلہ کر لیا کہ ڈائریکٹر بھی فون پر فون کرتا جا رہا تھا۔ اب مسئلہ کرن کی موت کا تھا۔ روبی کو کیسے بتایا جائے؟ یہاں گھر پر ہی بتا دیا جائے یا سٹوڈیو جا کر؟ پھر اس نے یہی مناسب سمجھا کہ سٹوڈیو جا کر ہی بتایا جائے۔ زیادہ لوگ ہونے کی وجہ سے ضبط کرے گی۔ ورنہ یہاں تو روم میں رو رو کر اپنا حشر کر لے گی۔ بہر حال کرن حق دوستی ادا کرتے ہوئے ہی قتل ہوئی تھی تاہم کوٹھی خالی ہونے کے بارے میں اس نے بتا دیا تھا۔ مگر ساتھ یہ نہیں بتایا تھا کہ ارم لاہور ہمیشہ کیلئے چھوڑ گئی ہیں۔

صبح نومی کے سکول جانے سے پہلے ہی روبی نے اس کو بتا دیا تھا کہ وہ آج چلی جائے گی۔ نومی نے اس کی بات سن کر بڑوں والی متانت کے ساتھ کہا تھا۔

"آنٹی! آپ اوکے! چلی جائیں مگر کبھی کبھار ملنے آ جایا کیجئے گا۔" اور روبی کو اللہ حافظ کہہ کر سکول چلا گیا۔ اس کے بعد وہ دونوں بھی تیار ہو کر سٹوڈیو آ گئی تھیں۔ راستے میں روبی کرن کے بارے میں ہی سوچتی رہی۔ اگر وہ ساری باتیں سن کر اس کو گھر سے جانے کا مشورہ نا دیتی تو اب تک وہ پومی کی بیوی بن چکی ہوتی۔ ارم آپی کے سامنے انکار کرنے کی جرأت کر ہی نا سکتی تھی۔ وہ سٹوڈیو آئی تو معلوم ہوا آزر بھی آ چکا ہے۔ سٹوڈیو میں ہے۔ ڈائریکٹر کے روم میں بیٹھا ہے۔ روبی کا دل دھڑک اٹھا۔ اس نے نسیم سے پوچھا۔

"میں ذرا آزر کو مل آؤں وہ بھی آیا ہوا ہے۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔" نسیم نے کہا اور روبی دھک دھک کرتے دل کو سنبھالتے ہوئے ڈائریکٹر کے روم کی جانب چل دی۔ دروازے پر پہنچ کر جیسے اس کے قدم جم ہی گئے تھے اندر شاید ڈائریکٹر آزر سے پوچھ رہا تھا۔

"سنا ہے تم روبی سے شادی کر رہے ہو۔"

"پروگرام تو یہی تھا مگر اب بدل دیا ہے۔" وہ لا پرواہی سے کہہ رہا تھا۔

”کیوں اب کیوں بدل لیا؟“ ڈائریکٹر نے پوچھا تو آزر بولا۔ ”میں سمجھا تھا تین کروڑ کی جس کوٹھی میں رہتی ہے وہ اس کے نام ہے اور تین برس چودھری نواز نے اس کو رکھا ہے تو بینک بیلنس بھی اچھا خاصا ہوگا۔ پھر میری اس کی جوڑی بھی خوب مقبول ہے۔ عیش ہی عیش ہیں مگر ایک ہفتہ پہلے اس نے مجھے بتا دیا۔ یہ کوٹھی جس میں وہ رہتی ہے وہ ارم کی والدہ کے نام ہے۔ کیش بھی کوئی نہیں اور شادی کے بعد وہ فلموں میں کام بھی بالکل نہیں کرے گی۔ اس کے بعد روبی سے شادی کر کے میں نے اس کا اچار ڈالنا ہے۔ میں اس کو کھانا چاہتا تھا اور وہ گھر بیٹھ کر مجھے کھانا چاہتی ہے۔ اگر خود ہی کما کر کھلانا ہے تو پھر ایک آوارہ اداکارہ سے شادی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ گھر والے پہلے ہی میری بات فیصل آباد کے ایک رئیس خاندان میں طے کر رہے تھے۔ اگر خود کما کر کھلانا ہے تو پھر بیوی تو شریف، خاندانی ہو اور پھر جہیز بھی وہ ٹھیک ٹھاک لا رہی ہے۔ ایک ہی بیٹی ہے۔ باپ کی تمام جائیداد اور مل کی اکلوتی وارث۔ میں نے شادی کیلئے گھر والوں کو اپنی رضامندی دے دی ہے۔“ اس کے بعد وہ مزید روبی کے بارے میں بکواس کرنے لگا تو روبی واپس جانے کو مڑی تو سامنے جس فلم کی اس وقت وہ شوٹنگ کرنے آئی تھی اس کا ولن کھڑا تھا۔ روبی کو دیکھتے ہی بولا۔

”بہت زیادہ افسوس ہوا مجھے آپ کی دوست کرن کی موت کا سن کر۔ وہ اکثر آپ کے ساتھ سٹوڈیو آتی رہتی تھی۔“ روبی نے بہت حیران ہو کر اس کی بات سن کر پوچھا۔

”کیا کہہ رہے ہو؟ کرن مر گئی۔“ روبی تو ابھی آزر والے شاک سے ہی سنبھل نا پائی تھی اور وہ دوسرا لگا رہا تھا۔

”کمال ہے آپ کی وجہ سے وہ قتل ہوئی ہے اور آپ اس کی موت سے بے خبر ہیں۔ ساری کہانی تو اخبار میں چھپ چکی ہے۔ آپ نے نہیں پڑھی۔ کہاں تھیں آپ ایک ہفتے سے۔“

روبی اس کو کوئی بھی جواب دیے بغیر دوڑتی ہوئی نسیم کی جانب آئی۔ اب سمجھ آ رہی تھی نسیم نے بغیر کوئی وجہ بتائے اس کو اپنے گھر کیوں رکھا؟ کیوں وہ ایک ہفتہ شوٹنگ پر نہ خود آئی تھی نا ہی اس کو آنے دیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کرن میری وجہ سے قتل ہوئی۔ کرن میری وجہ سے کیوں قتل کی گئی؟ وہ یہی سوچتی نسیم کے پاس پہنچی۔ جب کرن کے قتل کے بارے میں پوچھا تو نسیم نے اب کچھ بھی چھپانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ سب کچھ صاف صاف بتا دیا۔ یہ بھی کہ ارم ماں کے ساتھ لاہور چھوڑ کر اب کراچی چلی گئی ہے۔ یہ سارے انکشافات ایسے تھے جن کو سننے کے بعد روبی کا مزید اپنے قدموں پر کھڑا رہنا ممکن نا رہا تھا۔ وہ چکرائی اور قبل اس کے کہ کوئی اس کو سنبھالتا وہ زمین پر گر کر دنیا جہان سے بے خبر ہو چکی تھی۔

نسیم پاس حیران و ششدر کھڑی تھی۔ وہ کرن کی موت کا اتنا زیادہ اثر لے گی۔ یہ تو وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی۔ وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ کرن کی موت سے پہلے اس نے محبت کے نام پر ایک اور صدمے کا ذائقہ پھر سے چکھا تھا۔ کئی برسوں بعد آج پھر کسی نے اس کو آوارہ کہہ کر بلال کی یاد دلا دی تھی۔

* ☆☆☆ *

روبی اپنے بیڈ پر خاموش لیٹی تھی۔ طبیعت تو کہ پہلے سے کافی بہتر تھی۔ مگر ابھی پوری طرح بہتر نہیں ہوئی تھی۔ ایک ہی دن میں ایک ہی پل میں اس کو دو بہت بڑے صدمات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس نے آزر سے محبت نہیں کی تھی کہ بلال کے بعد وہ کسی اور سے محبت کر ہی نہ سکتی تھی۔ ہاں مگر اس گندگی سے ہمیشہ کیلئے نکلنے کیلئے اور باقی کی زندگی عزت سے گزارنے کیلئے اس نے آزر کی اس محبت پر یقین کر لیا تھا۔ اس کی طرف سے شادی کی پیشکش قبول کر لی تھی۔

نسیم نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ فلم لائن میں کوئی کسی سے سنجیدہ محبت نہیں کرتا۔ لوگ اپنے مطلب اور مفاد کا خیال کرتے ہیں۔ کتنے لمبے عرصے بعد لفظ آوارہ کسی نے پھر اس کے لئے استعمال کیا تھا۔ اب روبی کا خون کھول رہا تھا۔ بلال اس کا محبوب تھا۔ اس لئے وہ چپ تھا کر گئی تھی۔ شاید اس لئے کہ وہ چھوٹی تھی اور بلال سے محبت بھی کرتی تھی۔ مگر یہ آزر اس کی حیثیت ہی کیا تھی کہ وہ روبی کو آوارہ کہتا۔ اس لئے روبی نے اس کو اس جرم کی سخت تر سزا دینے کا پکا پکا فیصلہ کر لیا تھا۔

آئندہ وہ آزر کے ساتھ کسی فلم میں کام نہیں کرے گی۔ صرف پہلے والی فلموں کا کام مکمل کروائے گی کہ یہ مجبوری تھی۔ دو ہفتے پہلے اس نے آزر کے ساتھ جو نئی فلمیں سائن کی تھیں ان کے معاہدے بھی کینسل کر دے گی یا پھر ڈائریکٹر سے کہے گی فلم کا ہیرو بدلے اگر مجھ سے کام کروانا ہے۔ میں اب آزر کے ساتھ کام کرنا نہیں چاہتی۔ دیکھتی ہوں میرے ساتھ جوڑی ٹوٹنے سے کتنے مہینے فلم انڈسٹری میں رہتا ہے۔ میرے بغیر کتنی فلمیں اس کو ملتی ہیں۔ بہت امیر ہے بیوی تو گھر بیٹھ کر اس کی کمائی کھائے۔ فلم انڈسٹری اب میں اس کی نہ لگنے دوں گی۔

اس کے ساتھ ساتھ روبی نے اب کی بار فیصلہ کر لیا تھا کہ کسی سے محبت کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں آئندہ میرے پاؤں پر سر رکھ کر بھی کوئی اپنی محبت کا یقین دلائے گا تو بھی ہرگز یقین نہ کروں گی۔ شادی کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس نے سوچ لیا تھا وہ کبھی بھی شادی نہیں کرے گی۔ ہمیشہ تنہا ہی رہے گی۔ وہ پیدا ہی شاید تنہا رہنے کیلئے ہوئی

تھی۔ مگر دھوکا نہیں کھائے گی۔

پھر وہ کرن کے بارے میں سوچنے لگی۔ جو محض اس کی دوستی کی بھینٹ چڑھادی گئی تھی۔ اس آخری رات اس نے کہا تھا۔ ”میں تمہارے سٹوڈیو جانے تک گھر میں موجود ہوں گی تاکہ ایسی ویسی بات ہونے کی صورت میں تمہاری مدد کرسکوں۔ یعنی اگر وہ تمہیں گھر کے اندر روکنے کی کوشش کریں تو تم کو بچاسکوں۔ مجھے دوستی ہر رشتے سے زیادہ عزیز ہے۔ اگر تم بخیریت گھر سے نکلنے میں کامیاب ہوگئی تو تمہارے جانے کے بعد میں بھی باقی سب کے اٹھنے سے پہلے ہاسٹل چلی جاؤں گی۔ اور جاتے ہوئے چوکیدار کو منع کرتی جاؤں گی کہ وہ میرے گھر آنے جانے کے بارے میں کسی کو نہ بتائے۔ اگر ان کو پتا چل گیا کہ تم کو گھر سے میں نے بھگایا ہے تو یہ لوگ مجھے قتل کردیں گے۔“ آخر وہی ہوا تھا۔ جو کرن نے کہا تھا۔ ان کو پتا چل گیا تھا کہ روبی کو گھر سے بھگانے والی کرن تھی۔ یہ معلوم ہوتے ہی نومی نے اس کو شوٹ کردیا تھا۔ وہ دوست جس کے ساتھ وفاداری دوستی نبھاتے ہوئے کرن نے اپنی جان دی تھی وہ آخری بار اس کا چہرہ بھی نہ دیکھ سکی تھی۔ کرن کا بے جان چہرہ نہ دیکھنے کا افسوس بھی روبی کو نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ہر وقت کرن کے ساتھ اس آخری ملاقات والا ہنستا مسکراتا پرعزم چہرہ رہتا تھا۔ مگر اس کو کرن کی موت کا بے حد افسوس ہوا تھا۔ اس وقت تو وہ کرن کی موت کا سن کر بے ہوش ہوگئی تھی۔ مگر ہوش آنے پر اس کو یاد کرکے جی بھر کر روئی تھی بلکہ اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنے بھی گئی تھی۔ محض نسیم کی وجہ سے وہ آخری بار کرن کا چہرہ نہ دیکھ سکی تھی۔ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس نے روبی کو ایک ہفتہ تک ہر بات سے بے خبر رکھا تھا۔ لیکن روبی کو نسیم پر کوئی گلہ شکوہ نہ تھا۔ اس نے بڑی بہن کا حق ادا کرتے ہوئے اس کو دوبارہ ارم اور زہرہ کے جال میں پھنسنے سے بچانے کیلئے یہ سب کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ میں تم سے محبت کا دعویٰ نہیں کرتی۔ مگر یہ وعدہ ہے جب تک تم یا میں زندہ ہوں ہمیشہ تمہارا خیال رکھوں گی۔ یہی وجہ ہے جب وہ بے ہوش ہوکر سٹوڈیو میں گری تو اس کو ہاسپٹل لے کر جانے والی نسیم تھی۔ وہ ایک بار پھر روبی کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے جانا چاہتی تھی۔ مگر روبی ضد اور انکار کرکے اپنے گھر آگئی تھی اور نسیم نے ان حالات میں روبی کو تنہا چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اور خود بھی ہاسٹل سے اس کے ساتھ اس کی کوٹھی چلی آئی تھی۔ پھر بعد میں اپنے بیٹے اور ملازمہ کو بھی وہیں بلالیا تھا۔ نومی کے آجانے سے کافی حد تک روبی کا دل بہل گیا تھا۔ وہ سارا وقت نومی کے ساتھ کھیلتی رہتی تھی اور نسیم یہ سب دیکھ کر خوش ہوتی تھی۔

نسیم نے زہرہ خانم کے رکھے ہوئے سارے ملازمین نکال دیئے تھے۔ حتیٰ کہ خانساماں بھی چوکیدار بھی بدل دیا تھا۔ روبی کا کھانا پکانے کیلئے اس نے ایک اماں کو بلالیا تھا۔ چوکیدار اپنی کوٹھی والا یہاں رکھوا دیا تھا اور صفائی کیلئے ہفتہ وار ایک لڑکی رکھی تھی۔ سارے روم بند کردیئے تھے۔ ایک روبی کے پاس تھا تو اس کے ساتھ والا اماں کو دے دیا گیا تھا۔ یا پھر ڈرائنگ روم کھلا رہنے دیا تھا۔ باقی سب لاک لگادیئے گئے تھے اور پھر روبی کی طبیعت بہتر ہونے پر نسیم خود بھی واپس چلی گئی تھی۔ اور جاتے ہوئے بظاہر اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”یار! میں طوائف ہوں۔ میں ہر کام اپنے فائدے کیلئے کرتی ہوں۔ مگر تمہاری دوستی کی وجہ سے میرا نقصان ہورہا ہے۔ جس رات میں تمہارے ساتھ ہاسپٹل رہی اس رات ملتان کی ایک شادی میں میرا مجرا طے تھا۔ میں اس میں نہ جاسکی۔ تمہارا خیال رکھنے کو اور میری جگہ دوسری خاندان کی لڑکیوں کو وہاں جاکر پرفارم کرنا پڑا تھا۔ کہتے ہیں بہت مال لے کر وہ سب واپس آئی ہیں۔ میرا تو نقصان ہوگیا۔ بس بہت ہوگئی۔ اب میں جاتی ہوں۔ اور سنو پریشان نہیں ہونا فون پر میں اور نومی تم سے بات کرتے رہیں گے۔ مگر ملاقات اب صرف سٹوڈیو میں ہی ہوا کرے گی۔“ پھر وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی تھی۔ روبی نے یہ سوچ کر کہ جب ساری زندگی تنہا ہی اس دنیا میں رہنے کا فیصلہ کرلیا ہے تو پھر اس گھر میں تنہا کیوں نہیں رہ سکتی۔ یہی سوچ کر وہ نسیم کے ساتھ اس کے گھر جانے کی بجائے ہاسپٹل سے سیدھی اپنے گھر آئی تھی۔

چند روز آرام کرنے کے بعد روبی نے باقاعدہ سٹوڈیو جانا شروع کردیا تھا۔ پہلے روز سٹوڈیو جاتے ہی روبی نے سب سے پہلے آزر کے ساتھ فلموں میں کام نہ کرنے کا اعلان کردیا۔ یہ اعلان سن کر سبھی حیران ہوئے تھے۔ روبی سے بہت سے لوگوں نے پوچھا تھا کہ وہ کیوں آزر کے ساتھ فلموں میں کام نہیں کرنا چاہتی؟ کیا آزر سے جھگڑا ہوگیا ہے؟ مگر یہ جھگڑا ہوا کس بات پر ہے؟ جو آپ نے یکدم ہی اتنا بڑا فیصلہ کرلیا ہے۔ مگر روبی نے وضاحت کرنے کی زحمت گوارہ نہ کی تھی۔ دو نئی فلموں کے معاہدے بھی کینسل کردیئے تھے۔ گو کہ روبی نے بذات خود کسی قسم کی وضاحت نہیں کی تھی کہ وہ کیوں آزر کے ساتھ مزید فلموں میں کام نہیں کرے گی۔ اس کے باوجود اگلے روز فلمی صحافیوں نے خوب نمک مرچ لگا کر روبی کے اس اعلان کو چھاپ دیا تھا۔ نسیم نے ایک بار جب وہ آزر کے ساتھ بننے والے اپنے سکینڈل پر ایک فلمی صحافی کو پکڑ کر برس رہی تھی۔ نسیم کے ساتھ ساتھ بلکہ ارم اور زہرہ خانم نے بھی روبی کو سمجھایا تھا۔ یار فلمی صحافی سے تعلقات ہمیشہ اچھے ہونے چاہئیں ارے شوبز کی دنیا میں سکینڈل بنتے ہی رہتے ہیں اور ان کا سٹار کو نقصان نہیں فائدہ ہی ہوتا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں بدنام ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔ درحقیقت سکینڈل سٹار کو سپر سٹار بنانے میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

مجھے نیوز میں ان رہنے کا کوئی شوق نہیں۔ اگر میرے خلاف کسی نے لکھا تو میں اس کا منہ نوچ لوں گی۔ روبی کی اس وارننگ پر اس کے بعد کم کم ہی لکھا گیا تھا۔ مگر اب آزر کے ساتھ فلمیں نہ کرنے کا اعلان سن کر صحافیوں نے سب کچھ کھل کر لکھا تھا۔

کئی برس کی محبت اور دوستی کا انجام علیحدگی پر۔ آزر نے روبی کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کیا تو روبی نے اس کے ساتھ مزید فلمیں کرنے سے انکار کر دیا۔ نئی فلموں کے معاہدے بھی کینسل کر دیئے۔ چونکہ یہ سب کچھ سچ تھا۔ اس لئے روبی احتجاج کرنے کے بجائے خاموش ہی رہی تھی۔ وہ سچ لکھنے سے کسی کو منع نہ کر سکتی تھی۔ یہ خبر سنتے ہی کہ روبی نے میرے ساتھ مزید فلموں میں کام کرنے سے انکار کر دیا ہے آزر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ روبی اس وقت فلم انڈسٹری کی نا صرف بے حد مقبول ہیروئن تھی۔ بلکہ اب اس کو ہر فلم کی کامیابی کی ضمانت سمجھا جاتا تھا۔

آزر نے تو دل میں سوچ رکھا تھا فلموں میں اپنی جوڑی قائم رکھنے کیلئے وہ روبی سے معذرت کرتے ہوئے سوگواری شکل بنا کر کہہ دے گا کہ بہت کوشش اور منت سماجت کے باوجود گھر والے تمہارے ساتھ شادی کیلئے راضی نہیں ہوئے۔ الٹا مجھ سے پوچھے بغیر امی نے میرا رشتہ اپنی پسند پر فیصل آباد طے کر دیا ہے۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔ وہ لوگ بے شک میری شادی اپنی پسند پر طے کر دیں۔ مگر میں نے محبت تم سے کی ہے۔ تم سے ہمیشہ کرتا رہوں گا۔ وہ یہ سب روبی کو کہنے کیلئے فون کرنے ہی والا تھا مگر اس سے قبل ہی روبی نے فوراً اس کے ساتھ فلموں میں کام نہ کرنے کا اعلان کر کے اس کو پریشان کر ڈالا تھا۔ مگر یہ سب کیوں؟ کیسے روبی نے کیا تھا۔ وہ کوشش کے باوجود سمجھ نہ پا رہا تھا۔ وہ سمجھتا تھا عورت بے وقوف ہوتی ہے۔ وہ یہ سب کہہ کر روبی کو بہلا لے گا۔ مگر سب الٹا ہو گیا تھا۔ سب گڑبڑ ہو گیا۔ آخر اس نے روبی کو فون کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ رات کو خود روبی کو فون کر کے پوچھے گا کہ یہ سب کیا ہے؟ جو اخبارات میں لکھا ہے۔ میری جان! آخر کیا سوچ کر میرے ساتھ فلمیں نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے؟ مجھ سے خفا ہو؟ کچھ مجھے بھی تو پتا چلے؟ پھر رات کو آزر نے روبی کو فون کیا اور بڑی محبت سے پوچھا۔

"روبی میری جان! یہ سب کیا ہے؟ جو اخبارات میں لکھا گیا ہے۔ کیا یہ سب سچ ہے؟ تو ڈیئر! مجھے بھی تو پتا چلے کیا سوچ کر تم نے اتنا بڑا فیصلہ کیا ہے؟ بولو بتاؤ مجھے۔"

روبی کو یقین تھا آزر فون کر کے مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کرے گا۔ یہی وجہ تھی وہ آزر کی بات سن کر بولی۔

"سوچ سمجھ کر نہیں تمہاری وہ بکواس سن کر کیا ہے جو تم ڈائریکٹر عماد کے کمرے میں کر رہے تھے۔ اب تم آوارہ خاندان کے غلیظ انسان! مجھے ایک برس انڈسٹری میں رہ کر دکھانا۔ نئی فلمیں سائن کر کے دکھاؤ تمہارا دیکھو میں حشر کیا کرتی ہوں؟ دوبارہ مجھے کبھی فون نہ کرنا میں تھوکتی ہوں تمہاری شکل پر۔ فلموں میں کام کرنا تو دور کی بات۔" اور فون بند کر دیا۔

روبی کے آزر کے ساتھ کام نہ کرنے کے اعلان کے بعد فلمسازوں نے آزر کے ساتھ اپنی روایتی بے حسی کا سلوک کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر آزر نے صلح کرنے کیلئے بہت سارے لوگوں کو بیچ میں ڈالا۔ مگر روبی کی ناں ہاں میں نہ بدلی اور پھر روبی نے بار بار دیکھا کہ اس کو آوارہ کے نام سے مخاطب کرنے والا بھکاریوں کی طرح فلمساز اور ڈائریکٹر سے کام مانگتا پھرتا۔ مگر روبی کی وجہ سے کوئی اس کو کام دینا پسند نہیں کرتا تھا۔ روبی ہر فلم کی ڈیمانڈ تھی اور وہ اب اپنی جوڑی نئے آنے والے ہیرو ذیشان سے بنا چکی تھی۔ اسی وجہ سے آزر فلم منظر سے غائب ہونا شروع ہوا اور پھر آہستہ آہستہ ہمیشہ کیلئے فلم سٹوڈیو سے آؤٹ ہو گیا۔ آزر کا یہ انجام دیکھ کر روبی از حد خوش ہوئی تھی۔ اس کیلئے روبی نے محنت بھی بہت کی تھی کیونکہ۔

آزر کی اصل شکل دیکھنے کے بعد کبھی شادی نہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے وہ پوری سنجیدگی سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔ آزر کو بتانے کیلئے اپنی جوڑی سٹیج اور ٹی وی سے فلموں میں آنے والے نئے اداکار ذیشان سے بنائی تھی۔ یہ جوڑی آزر سے زیادہ مقبول ہوئی تھی۔ اس میں روبی کی پوری کوشش اور تعاون ذیشان کو حاصل تھا۔ بس یہی وجہ تھی آزر مکمل طور پر فلم لائن چھوڑ گیا تھا۔ انہی دنوں جب ذیشان اور روبی کی جوڑی بے حد مقبول اور مشہور ہو چکی تھی جب وہ دونوں ہی شہرت کے ساتویں آسمان کو چھو رہے تھے۔ ذیشان روبی پر بری طرح فریفتہ ہو گیا تھا۔ اور اندر کی بات یہ تھی کہ روبی کے ساتھ اپنی پہلی فلم کے دوران ہی روبی پر مرمٹا تھا کہ فلم میں آنے سے پہلے ہی روبی ذیشان کی فیورٹ اداکارہ تھی۔

☆☆☆

پہلی فلم کے بعد جس طرح روبی ذیشان کے ساتھ جوڑی بنانے کیلئے ذیشان کو فلمیں دلانے کیلئے ڈائریکٹرز کی منت کرتی تھی۔ ذیشان کیلئے سفارشیں کرتی تھی۔ وہ بھی بھولنے والی بات نہیں تھی۔ یہی وجہ تھی ذیشان کے دل میں روبی کے لئے بہت عزت اور محبت تھی۔ بہت سوچنے کے بعد ایک دن موقع پا کر بجائے اظہار محبت کرنے کے سیدھے سادھے طریقے سے روبی کو شادی کی پیشکش کر ڈالی۔

روبی کو ذیشان کی پیشکش سن کر حیرت نہیں ہوئی تھی۔ فلم انڈسٹری میں رہتے ہوئے وہ اب اس ماحول کو اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ کبھی پرانا نئے آنے والے کو استعمال کرتا تھا تو کبھی نیا آنے والا پرانے کو استعمال کر کے یکدم ہی شہرت کی بلندیوں کو چھونا چاہتا تھا۔ کبھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہتا ہے۔ اور کبھی ناکام بھی ہو جاتا ہے آزر کی طرح۔

مگر ذیشان کی روبی کے ساتھ عقیدت مصنوعی بات نہیں تھی۔ سب ہی جانتے تھے کہ وہ دل سے روبی کی عزت کرتا ہے۔ مگر اہم بات یہ تھی کہ روبی نے اب کبھی شادی نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ عمر بھر تنہا رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ اب شادی کے موضوع پر بات کرنا سننا پسند نہیں کرتی تھی۔ مگر ذیشان کی یہ پیشکش سن کر روبی نے تلخی سے جواب دینے کے بجائے نرمی اور بڑے تحمل سے ذیشان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو ذیشان رنگ و روشنیوں کی اس دنیا میں آئے ہوئے ابھی تمہیں بہت تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ اس لئے تم کچھ نہیں سمجھتے۔ میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں۔ بلکہ سمجھانا چاہتی ہوں اگر فلمی ہیرو ہیروئن اپنی اس فنی زندگی کے آغاز میں ہی شادی کر لیں تو ان دونوں کی مارکیٹ ویلیو متاثر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ شادی شدہ ہیرو کی فلم لڑکیاں ذرا کم کم ہی دیکھتی ہیں۔ مجھے تو شاید زیادہ فرق نہ پڑے کہ میں اپنا مقام بنا چکی ہوں۔ مگر تم شاید پھر کبھی ان بلندیوں کو نہ چھو سکو جن کو چھونے کی خواہش رکھتے ہو کو کہ شادی شدہ ہیروئن کی بھی مارکیٹ ویلیو کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شادی سے پہلے ہر تماشائی مرد ہیروئن کو اپنی ہیروئن سمجھتا ہے۔ اور شادی کے بعد وہ اپنی اہمیت کھو دیتی ہے۔ تمہارے لئے میرا پر خلوص مشورہ یہی ہے کہ ابھی تم شادی کے چکر میں نہ ہی پڑو تو بہتر ہے۔ فلم انڈسٹری میں اپنا ایک مقام بنا لو۔ اس کے بعد شادی کا سوچنا۔ ابھی تو ان فضول باتوں کیلئے ایک عمر پڑی ہے تمہارے پاس۔" روبی کے نزدیک اب شادی فضول چیز ہی تھی۔ ذیشان نے بہت غور سے روبی کی یہ باتیں سنی تھیں اور برا بھی نہیں منایا تھا۔

"آپ کا اتنی وضاحت کے ساتھ سمجھانے کا بہت بہت شکریہ۔" ذیشان شرمندہ سا ہو کر ہنس پڑا۔ مگر پھر فوراً ہی سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔

"یقین کرو روبی میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اس لئے شادی کی پیشکش کی تھی۔"

"مگر میں محبت پر یقین نہیں رکھتی۔" اب کہ روبی نے ہلکی ناگواری سے کہا۔

"آپ سب کو آزر جیسا نہ سمجھیں میں......" ذیشان نجانے کیا کہنا چاہتا تھا۔ مگر روبی نے اس کو بات مکمل نہیں کرنے دی تھی۔

"پلیز میں آزر کا نام سننا پسند نہیں کرتی۔ خاموش ہو جاؤ۔" روبی نے غصے سے چلا کر کہا تو ذیشان خاموش ہو گیا۔

تاہم اس نے روبی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا روبی کون ہے؟ یہ تو وہ خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ روبی فلم انڈسٹری میں اداکارہ ماڈل ارم اور اس کی والدہ زہرہ خانم کی معرفت آئی تھی۔ اور یہ کہ روبی کا تعلق ہیرا منڈی سے نہیں۔ ایک شریف خاندان سے بتایا جاتا ہے۔ مگر اس کے خاندان والے کون تھے؟ اور کہاں رہتے تھے؟ اس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔ تھک ہار کر ذیشان نے براہ راست جب پوچھنے کی کوشش کی تو اس نے ذیشان کو دیکھتے ہوئے فقط ایک شعر سنا کر اس بار بھی بات ہمیشہ کیلئے ختم کر دی تھی۔

مت پوچھو مجھ سے میری بربادیوں کی داستان
شاہینہ کچھ اپنا ذکر آئے گا اس فسانے میں

شعر سن کر ذیشان نے گہری نظروں سے روبی کو دیکھا۔ پھر دکھ سے کہا۔

"روبی! تم نے خود کو لوگوں سے چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ مگر خدا کیلئے مجھ سے نہ کچھ مت چھپاؤ۔ میں تو تم سے محبت کرتا ہوں۔ تم کو سہارا دینا چاہتا ہوں۔ میرا یقین کرو جب بھی فارغ ہوتا ہوں صرف تمہارے بارے میں ہی سوچتا ہوں۔ پلیز پلیز مجھے بتاؤ تم کس خاندان کی بیٹی ہو۔ یقیناً تمہارا تعلق شریف خاندان سے ہے۔"

روبی نے سکون سے ذیشان کی یہ تمام باتیں سنیں پھر مسکرا کر کہا۔

"پہلی بات تو یہ کہ دوبارہ کبھی میرے سامنے محبت کا نام نہ لینا۔ تم صرف میرے دوست ہو اور تمہارے لئے یہی بات کافی ہونی چاہئے کہ میں تم کو اپنا دوست سمجھتی ہوں۔ باقی میں کون ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں؟ اور میرا کس خاندان سے تعلق ہے؟ یہ سب بھول جاؤ میرے خاندان کے بارے میں تم کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ورنہ ہماری یہ دوستی بھی ختم ہو جائے گی۔ محبت پر تو خیر میں یقین نہیں رکھتی۔ تاہم مجھے تمہاری دوستی ٹوٹنے کا بہت دکھ ہوگا۔ اب تم خود ہی سوچ لو دوستی رکھنی ہے یا توڑنی ہے۔"

یہ حقیقت تھی نسیم کے بعد ذیشان کی صورت میں بھی ایک پر خلوص دوست مل گیا تھا۔ وہ روبی کی ذرا ذرا سی تکلیف پر پریشان ہو جاتا تھا۔ آؤٹ ڈور شوٹنگ کے دوران اس کا از حد خیال رکھتا تھا۔ روبی کو ذیشان کی دوستی پر فخر تھا نسیم کے بعد بس وہی تھا جس کو وہ بلا جھجک ہر بات کہہ دیتی تھی۔ بتا دیتی تھی۔ مگر اپنے خاندان کے بارے میں وہ ذیشان کو بھی بتانا پسند نہیں کرتی تھی۔ ذیشان ہر حال میں اس کے خاندان کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔

روبی کی تنبیہ کے باوجود ذیشان نے ہمت نا ہاری تھی۔ گو کہ وہ اب روبی سے اس کے خاندان کے بارے میں نہیں پوچھتا تھا۔ مگر کام کے ساتھ ساتھ اپنے طور پر اب بھی روبی کے خاندان کے بارے میں جاننے کی پوری کوشش جاری رکھی ہوئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس سلسلے میں کامیابی حاصل نا کر سکا تھا۔

اس دن روبی میک روم میں بیٹھی حسب معمول اپنا میک اپ کروا رہی تھی۔ کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ یہ روبی کیلئے حیرانی کی بات تھی۔ روبی اب اس مقام پر پہنچ چکی تھی جہاں فلم ساز یا ڈائریکٹر اس کی ضرورت نا رہے تھے۔ بلکہ وہ خود ان کی ضرورت بن چکی تھی۔ اب وہ حکم دینے والے مقام پر پہنچ چکی تھی۔ سننے والے پر نہیں اور اب وہ سب کو اپنی جوتی کی نوک پر رکھتی تھی۔ اس مقام پر آتے آتے پہنچتے ہوئے روبی نے بے شمار ذلتیں اٹھائی تھیں۔ لیکن اب چھوٹوں کی چھوڑ بڑوں میں بھی یہ جرأت نا تھی کہ اس کو کہتے ہمیں خوش کرو۔ اب تو روبی کو میڈم میڈم کہتے سب کے منہ نہ تھکتے اور پہلے تو یہ بھی ہوتا تھا کہ جس کے جی میں آتا روبی سے بات کرنے میک اپ روم میں چلا آتا۔ مگر اب روبی نے سختی کے ساتھ سب کو منع کر دیا تھا کہ کوئی اس کو میک اپ روم میں ڈسٹرب کرنے نا آئے۔ روبی کے اس حکم کے بعد اب کوئی بھی میک روم کا رخ نا کرتا تھا۔ پھر آج یہ دستک کیسی؟ روبی نے میک اپ کرواتے ہوئے پلٹ کر اپنے پیچھے کھڑے لڑکے سے کہا۔

"جاؤ دیکھو۔ پوچھو کون ہے؟ مگر سنو دروازہ نہیں کھولنا۔"

لڑکے نے دروازے کے قریب جا کر آواز دی۔ "کون ہے؟" تو باہر سے بڑے تکبر کے ساتھ کہا گیا۔ "میں روبی کی نئی پانچ فلموں کا ہدایت کار عطا محمد ہوں۔ جلدی سے دروازہ کھولو مجھے روبی میڈیم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ روبی نے خود ہی عطا محمد کی بات سن لی تھی۔ اس لئے وہیں بیٹھے بیٹھے بولی۔

"عطا صاحب آپ ذرا سا ویٹ کریں میں بس ابھی فارغ ہو کر آتی ہوں۔ بس میں فارغ ہوا ہی چاہتی ہوں۔"

"روبی میرے ساتھ سر حیات خان صاحب بھی آئے ہیں۔ وہ بھی تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہی حیات صاحب جنہوں نے تمہاری نئی آنے والی فلموں کے حقوق حاصل کئے ہیں۔" عطا محمد نے اپنی بات کو وزن دار بنانے کیلئے روبی کو بتایا۔ یہ سن کر روبی کو غصہ آ گیا۔ مگر اس نے ضبط کرتے ہوئے فقط اتنا کہا۔

"عطا صاحب! آپ کو اچھی طرح معلوم ہے میں میک اپ روم میں کسی کو ملنا پسند نہیں کرتی۔ آپ حیات صاحب سے کہہ دیں کہ وہ سیٹ پر تشریف رکھیں۔ میں فارغ ہو کر ابھی آتی ہوں۔"

"روبی دروازہ کھولو تم آخر خود کو سمجھتی کیا ہو؟ تم دروازہ نا کھول کر حیات صاحب کی توہین کر رہی ہو۔ وہ سیٹ پر نہیں تم سے تنہائی میں ملنا چاہتے ہیں۔" کہہ کر عطا محمد زور زور سے دروازہ پیٹنے لگا تو روبی نے سختی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں تنہائی میں کسی سے ملنا پسند نہیں کرتی۔ آپ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"روبی جلدی سے بس اب دروازہ کھول دو ورنہ تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔" عطا محمد دھمکی دیتے ہوئے غرایا۔ روبی کا میک اپ اب تقریباً مکمل ہو چکا تھا۔ وہ اطمینان سے اٹھی اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ جہاں ہدایتکار عطا غصے میں بھرا کھڑا تھا قریب ہی ایک اور مرد بھی کھڑا تھا جس کی عمر پچاس برس کے قریب ہوگی۔ عام سی شکل و صورت تھی۔ وہ عوامی شلوار سوٹ میں ملبوس تھا۔ ایک کاندے پر سیاہ شال ڈال رکھی تھی۔ پاس اس کے دو باڈی گارڈ بھی کھڑے تھے۔ روبی سمجھ گئی یہی پروڈیوسر حیات ہے مگر اس وقت حیات کو نظر انداز کرتے ہوئے ہدایتکار عطا محمد کو گھورتے ہوئے دیکھا۔ پھر بے حد غصے سے کہا۔

"عطا صاحب! میں سب لوگوں کی عزت کرتی ہوں اور جواباً خود بھی یہی چاہتی ہوں کہ لوگ میری بھی عزت کریں۔ آپ آئندہ ذرا منہ سنبھال کر بات کیا کریں۔ میں یہاں کسی کے باپ کی نوکر نہیں اور نہ مجھے بے تکلفی پسند ہے خوامخواہ کی۔" اپنی بات ختم کرتے ہی وہ پاؤں پٹخ کر آگے بڑھی تو پروڈیوسر حیات نے جو ابھی تک اس کی باتیں سن کر خاموشی سے اسے گھورے جا رہا تھا۔ آگے بڑھ کر روبی کا راستہ روک لیا۔

روبی نے حیات کی اس حرکت پر نفرت سے اس کو دیکھا۔ پھر دانت پیستے ہوئے بولی۔
"مسٹر حیات آپ کو یہاں آئے ہوئے ایک عرصہ ہو چکا ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے میں خوامخواہ کی بے تکلفی پسند نہیں کرتی۔"
کہہ کر روبی آگے بڑھی تو حیات نے روبی کی کلائی پکڑلی۔ روبی نے اپنی کلائی چھڑاتے ہوئے ضبط کی آخری کوشش کرتے ہوئے کہا۔
"مسٹر حیات آپ بدتمیزی کر رہے ہیں۔ پلیز چھوڑدیں میری کلائی ورنہ۔"
"کب سے دیکھ رہا ہوں میں تم کو نخرے کرتے ہوئے۔ اب تو ہمیں تمیز سکھائے گی۔" حیات نے ایک زناٹے دار تھپڑ روبی کے منہ پر رسید کیا۔ پھر غرایا۔
"اپنی اوقات میں رہو لوا ورنہ ہمیشہ کیلئے یہ بولتی بند کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔"
"ذلیل انسان تمہاری یہ جرأت کہ تم مجھ پر یعنی روبی پر ہاتھ اٹھاؤ۔ میں تم کو تمہاری اس جرأت اور بدتمیزی کی بہت عبرت ناک سزا دوں گی۔ روبی نے پلٹ کر ایک الٹا ہاتھ حیات کے منہ پر رسید کیا۔ پھر ناگن کی طرح پھنکار کر بولی۔
"میں لعنت بھیجتی ہوں تم دونوں پر اور تمہاری فلموں پر بھی۔ یاد رکھنا عطا اور حیات جب تک تم دونوں باقاعدہ معافی نہیں مانگو گے میں تمہاری کسی بھی فلم کی عکسبندی میں حصہ نہیں لوں گی۔ وہ ٹائم بیت چکا جب مجھے تو جیسے کتوں کو خوش کرنا پڑتا تھا۔ اوئے تم لوگوں نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے۔ یہ وقت میرا ہے اور میں اب تم جیسے کتوں کو جوتے کی نوک پر رکھتی ہوں۔"
بات ختم کرتے ہی وہ مارے غصے کہ آگے بڑھی تو حیات نے نفرت سے روبی کو گھورتے ہوئے کہا۔
"معافی اور تم سے۔" بات ختم کرتے ہی اس نے زمین پر تھوک دیا۔
"بہت اکڑ رہے ہو۔ اگر مرد ہو تو اپنی بات اور اکڑ پر قائم رہنا۔ اپنے نقصان کی پروا کئے بغیر اور میں اپنی بات پھر ریپیٹ کرتی ہوں۔ جب تک تم دونوں ہی معافی نہیں مانگو گے میں تمہاری کسی بھی شوٹنگ میں حصہ نہیں لوں گی۔" پھر وہ سیٹ پر جانے کی بجائے اپنی گاڑی لے کر سیدھی اپنے گھر چلی آئی تھی۔ ہدایتکار عطا محمد اور پروڈیوسر حیات وہیں کھڑے مارے غصے کے کھولتے رہ گئے تھے۔ اگلے روز روبی اپنے کہنے کے مطابق عکسبندی میں حصہ لینے سٹوڈیو نہیں آئی تھی۔ گو کہ عطا محمد اور حیات اپنے سیٹ پر بیٹھے روبی کا ویٹ کرتے رہے۔ مگر روبی کے نہ آنے کو انہوں نے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ یہ سوچ کر کہ غصے سے بھری گئی تھی تو جب یہ غصہ اتر جائے گا تو خود ہی سٹوڈیو چلی آئے گی۔ روبی ان کی ایک دو نہیں پوری پانچ فلموں میں کام کر رہی تھی۔ مگر وہ یہ بھول گئے تھے کہ روبی نئی آرٹسٹ نہیں تھی۔ وہ اس وقت شہرت کے ساتویں آسمان پر تھی۔ وہ خود روبی کی نہیں اب روبی ان کی ضرورت تھی۔ خاص کر اس وقت جب وہ کثیر سرمایہ ان فلموں پر خرچ کر چکے ہوں۔
ایک ہفتہ یونہی بیت گیا تھا مگر روبی نے کسی بھی سٹوڈیو کا رخ نہ کیا تھا۔ عطا اور حیات کے علاوہ باقی جن ڈائریکٹرز کی فلموں میں کام کر رہی تھی۔ ان سب کو فون کر کے عطا محمد اور حیات کے رویئے کا بتانے کے بعد اپنا باقی کا سارا پروگرام بتاتے ہوئے ویٹ کرنے کا کہہ دیا تھا۔
جب ایک ہفتہ گزرنے کے بعد بھی روبی سٹوڈیو نہ آئی تو ڈائریکٹر عطا محمد اور پروڈیوسر حیات کو پہلی بار فکر لاحق ہوئی۔ بلکہ ان کے ہوش ٹھکانے پر آ گئے کہ روبی ان کی ایک دو نہیں بیک وقت پانچ فلموں میں پرفارم کر رہی تھی اور ان پانچ فلموں میں سے تین فلمیں تو تقریباً مکمل ہونے کے قریب تھیں۔ بلکہ مکمل ہو چکی تھیں۔ بس برائے نام روبی کا کام ان میں باقی تھا۔ یا پھر ڈبنگ ہونا باقی تھی۔ باقی کی دو فلمیں بھی نصف کے قریب مکمل ہو چکی تھیں۔ اچھا خاصا سرمایہ ان فلموں کو مکمل ہونے پر اٹھ چکا تھا۔ بلکہ کافی زیادہ خرچا ہو چکا تھا۔ اب روبی کا یوں ضد میں آ کر سٹوڈیو نہ آنا ان کو ارب پتی سے لکھ پتی بنا سکتا تھا۔ بلکہ سڑکوں پر بھیک مانگنے پر مجبور کر سکتا تھا۔
گو کہ روبی اپنے دوسرے ہدایتکاروں سے بات کر چکی تھی۔ اس کے باوجود وہ سب بھی پریشان تھے۔ ان میں بعض ایسے بھی تھے جن کی فلمیں تقریباً مکمل ہو چکی تھیں۔ بس ایک ایک دو دو شاٹ باقی تھے۔
یہی وجہ تھی وہ بہت پریشان تھے۔ بار بار روبی کے سیکرٹری کو فون کر رہے تھے۔ خود بھی جا جا کر سیکرٹری سے مل رہے تھے۔ اس کا سب کیلئے ایک ہی جواب تھا جو روبی اس کو اچھی طرح سمجھا چکی تھی۔
"جناب عالی عطا محمد اور حیات صاحب کے ساتھ جھگڑا ہو جانے کے بعد انہوں نے گھر جاتے ہی مجھے فون کر دیا تھا۔ جب تک عطا محمد اور حیات صاحب ان سے باقاعدہ معافی

نہیں مانگتے تب تک وہ سٹوڈیو میں قدم نہ رکھیں گی۔ اب اگر آپ لوگ چاہتے ہیں روبی میڈم سٹوڈیو آنا شروع کردیں تو پھر جو شرط میڈم نے رکھی ہے اس کو پورا کردیں۔ انہوں نے سختی کے ساتھ مجھے منع کیا تھا کہ جب تک وہ لوگ معافی مانگنے کیلئے ایگری نہیں ہوتے تب تک میں ان کو فون کرکے پریشان کرنے کی کوشش نہ کروں۔ اس کے باوجود میں نے آپ کی پریشانی کا خیال کرتے ہوئے کئی بار ان کو فون کیا ہے۔ مگر انہوں نے ریسیو نہیں کیا جس کا مطلب یہی ہے کہ وہ گھر پر موجود نہیں ہیں۔"

"تم گھر جا کر خود بھی تو دیکھ سکتے ہو۔" حیات نے جلدی سے کہا۔

"آپ شاید میری بات کا یقین نا کریں۔ مگر میں میڈم کے گھر کے بارے میں بالکل بھی نہیں جانتا۔ میرا خیال ہے نسیم کے علاوہ فلم انڈسٹری کا اور کوئی فرد بھی میڈم کی قیام گاہ کے بارے میں نہیں جانتا۔ میڈم نا تو خود کہیں جاتی ہیں اور نا ہی کسی کا اپنے گھر آنا پسند کرتی ہیں۔" سیکرٹری کی باتیں سننے کے بعد وہ سب لوگ اٹھ کر چلے گئے تھے۔

ادھر روبی عطا اور حیات کے ساتھ جھگڑے کے بعد بڑے آرام سے گھر میں بند ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ اس بات کا اکثر شکر ادا کرتی تھی کہ اس کی رہائش گاہ کے بارے میں انڈسٹری کا کوئی فرد بھی نہیں جانتا تھا۔ سوائے نسیم کے۔ ورنہ زندگی اجیرن ہو جاتی۔ جھگڑا تو اس کا صرف عطا محمد اور حیات کے ساتھ ہوا تھا۔ مگر روبی اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ان ڈائریکٹرز کو بھی سبق سکھانا چاہتی تھی۔ جو کبھی کبھار خواہ مخواہ دردِ سر بن جاتے تھے۔ فری ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ سٹوڈیو سے گھر آتے ہی روبی نے سب سے پہلے اپنے سیکرٹری کو ساری بات بتانے کے بعد تاکید کی تھی کہ جب بھی ان میں سے کوئی آئے تو ان کو صاف صاف بتا دینا۔ میڈم کہتی ہیں جب تک عطا اور حیات صاحب ان سے معافی نہیں مانگیں گے تب تک میڈم عکسبندی میں حصہ لینا تو دور کی بات سٹوڈیوز میں بھی قدم نا رکھیں گی۔

روبی کے سیکرٹری نے کہا تھا۔ نسیم کے علاوہ کوئی بھی روبی میڈم کی قیام گاہ کے بارے میں نہیں جانتا۔ عطا محمد اور حیات سیکرٹری کے ہاں سے اٹھ کر سٹوڈیو آنے کے بجائے سیدھے نسیم کے ہاں گئے۔ روبی کھل کر نسیم کو ساری بات بتا چکی تھی۔ یہ بات چند برس پہلے نسیم نے ہی روبی سے کہی تھی۔

"آج سب چھوٹے بڑوں کو خوش کرنا تمہاری مجبوری ہے۔ اگر فلم انڈسٹری میں بلند مقام پانا چاہتی ہو اور جب یہ مقام حاصل کر لو تو پھر چھوٹوں کے ساتھ ساتھ بڑوں کو بھی اپنے جوتے کی نوک پر رکھ لینا۔" اور آج روبی اسی مقام پر تھی۔ اس لئے اس نے معافی کی شرط رکھی تھی۔ وہ نسیم کے ہاں آئے۔ وہ خوش اخلاقی سے ملی کیونکہ یہ طوائف ہونے کے ناطے اس کی تربیت کا بھی حصہ تھا۔ اس کی ماں نائیکہ چشمہ کہتی تھی کبھی اپنے دشمن کی دشمنی میں دور تک نا جاؤ۔ ہو سکتا ہے کبھی اس دشمن ہی کی تم کو ضرورت پڑ جائے۔ عطا حیات کی دو فلموں میں تو وہ خود بھی کام کر رہی تھی۔ حیات نے ساری بات نسیم کو بتانے کے بعد کہا تھا۔ پلیز کچھ کرو کسی طرح روبی کو گھر سے نکال کر سٹوڈیو لاؤ۔ ورنہ ہم تو فقیر ہو کر سڑک پر بیٹھ جائیں گے۔ تباہ ہو جائیں گے۔

"اگر فقیر ہونے کی اتنی ہی فکر تھی تو پھر وہ سب نہیں کرنا تھا جو تم لوگوں نے کیا۔ روبی مجھے سب کچھ بتا چکی ہے۔ وہ نئی لڑکی نہیں تھی کہ آپ اس کے ساتھ یہ رویہ اختیار کرتے اور وہ برداشت کرتی۔ آپ روبی کے مقام کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ کیونکہ ایک دو نہیں وہ تو آپ کی ہی پانچ فلموں میں کام کر رہی ہے۔ اب اگر یہ سب کیا ہے اور آپ یہ بھی چاہتے ہیں کہ آپ کا مزید نقصان نا ہو جبکہ سیٹ لگے کتنے دن ہو چکے ہیں تو پھر میرا ایک مشورہ یہی ہے کہ جو روبی کہہ رہی ہے وہ کر لیں۔ اس کے بغیر وہ سٹوڈیو نہیں آئے گی۔ میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ مجھے افسوس ہے۔" نسیم آخر میں معذرت کرتی ہوئی اٹھ گئی تو چشمہ جو خود بھی نسیم کے ساتھ وہاں آ بیٹھی تھی وہ عطا اور حیات کو اچھی طرح جانتی تھی کیونکہ بہت پہلے وہ ان کے کوٹھے پر بڑی باقاعدگی سے آیا کرتے تھے۔ بلکہ کبھی کبھار تو اب بھی آ جایا کرتے تھے۔ نسیم کے جانے کے بعد بولی۔

"او ئے حیات اور عطا تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے۔ ارے بندہ مطلب کے وقت گدھے کو بھی اپنا باپ بنا لیتا ہے۔ ارے یہ انا عزت اکڑ میں تو کہتی ہوں پیسے کے سامنے ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ میرا نام نائیکہ چشمہ ہے اور میں نے کبھی کسی کو کوئی غلط مشورہ نہیں دیا۔ جب کسی کو مشکل پیش آتی ہے تو وہ سیدھا میرے پاس آتے ہیں۔ اور جب میرے کہنے کے مطابق عمل کرتے ہیں تو مشکل کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ میں کہتی ہوں تمہارے اس مسئلے کا حل صرف معافی ہی ہے۔ میں روبی کو بھی جانتی ہوں اور اس کے مقام کو بھی پہچانتی ہوں۔ زیادہ دن گزرنے پر بھی جب تم لوگوں نے معافی ہی مانگنی ہے تو پھر ابھی کیوں نہیں۔ میں کہتی ہوں ہر جنگ پوری قوت سے لڑو لیکن جب اپنی ہار آتی دکھائی دے تو پھر بازی جیتنے کیلئے جب ضرورت پڑے تو اپنا تھوکا ہوا خود بھی چاٹ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ جس کو کل جوتا مارا ہے اپنا دشمن سمجھ کر آج اگر اس کے ساتھ کوئی مطلب پڑا ہے تو اس کے پاؤں میں بیٹھ جانے سے بلکہ پیر پکڑ کر منا لینے میں کوئی حرج نہیں۔ نو کمپرومائز نو سرینڈر نو سوری یہ خودی انا عزت غیرت یہ سب باتیں اصول پرست شریف لوگوں کیلئے مخصوص ہوتی ہیں۔

بدمعاش اور مکار لوگوں کیلئے نہیں۔ تم دونوں تو پکے بدمعاش ہو میں اپنی جوانی کے زمانے سے تم کو جانتی ہوں۔ چھوڑو یہ ساری فضول باتیں۔ بازی جیتنی ہے تو صرف اپنا مطلب دیکھو۔ فوراً معافی مانگ لو۔ چشمہ کسی کو بھی غلط مشورہ نہیں دیتی۔ بازی جیتنی ہے تو پھر باقی سب کچھ بھول جاؤ۔ یہ غلط کی باتیں نہیں۔ یہ چشمہ کے اصول ہیں اور انہی باتوں اور اصولوں پر عمل کر کے میں آج مشہور اور مقبول عورت بنی ہوں۔ آج اس مقام پر ہوں کہ سب کو مشورے دیتی ہوں۔ تم بھی مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔"

"بالکل بالکل چشمہ بائی۔ لومڑی کی مکاری، ہوشیاری آپ کی چالاکی اور ہوشیاری کے سامنے کیا اہمیت رکھتی ہے۔ چشمہ بائی کی ہوشیاری کا اعتراف تو سارا بازار کرتا ہے۔ ارے آپ تو وہ نائیکہ ہیں جنھوں نے اپنی چالاکی اور ہوشیاری کی وجہ سے تسیم کی نتھ اتروائی کی رسم ایک کے بجائے دوبارہ ادا کی۔" حیات نے خاصے لفرانہ انداز میں کہا تو چشمہ نے ایک اونچا قہقہہ لگایا۔ کافی دیر تک خود ہی اکیلی خوب ہنستی رہی۔ یہی تو وہ واقعہ تھا جس کے بعد اس کی چالاکی اور ہوشیاری کے چرچے اور قصے لاہور کے بازار سے نکل کر ملتان اور کراچی کے بازاروں تک بھی جا پہنچے تھے۔ روبی اس وقت انہیں دیکھتی تو پتا چلتا وہ کتنا پرنور چہرہ رکھتی ہیں۔ بہر حال عطا اور حیات جب نائیکہ چشمہ کے پاس سے اٹھے تو ان کے مشورے کی روشنی میں ایکسکیوز کرنے کا پکا پکا پروگرام بنا چکے تھے کہ فقیر ہونے سے بچنے کیلئے معافی مانگنا ہی ان کے حق میں بہتر تھا۔ پہلے ہی بہت نقصان ہو چکا تھا۔ سیٹ لگے کتنے روز ہو چکے تھے۔

روبی نے اپنے سیکرٹری کو سختی سے تاکید کر رکھی تھی۔ جب تک وہ صلح کیلئے ایگری نہ ہوں خوامخواہ مجھے فون کر کے پریشان کرنے کی ضرورت نہیں۔ فلاں یہ کہتا ہے۔ ڈھمکان یہ کہتا ہے۔ ایک ہی بار مجھے فون کرنا اور وہ بھی اس وقت جب وہ لوگ معافی مانگنے پر ایگری ہو جائیں۔ ابھی ابھی اس کے سیکرٹری کا فون آیا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ لوگ معافی مانگنے کیلئے ایگری ہو گئے ہیں۔ وہ بتا رہا تھا ابھی ابھی حیات صاحب کا فون آیا تھا۔ حیات صاحب کہہ رہے تھے۔ میڈم سے کہہ دیں کل سٹوڈیو تشریف لے آئیں۔ ہم ان کی خواہش پوری کرنے کو تیار ہیں۔ ہم ان سے ایکسکیوز کر لیں گے۔ ہاں ان کے بعد ذیشان صاحب کا بھی فون آیا تھا۔ وہ بھی بتا رہے تھے ساری بات طے ہو گئی ہے۔ آپ کل سٹوڈیو آ جائیں سارا معاملہ خوش اسلوبی سے آپ کی خواہش کے مطابق حل ہو جائے گا۔ اب آپ بتائیں آپ کیا کہتی ہیں تا کہ میں ان سب کو بتا سکوں۔ کیا آپ کل آ رہی ہیں۔

"بالکل آ رہی ہوں۔ کہہ دو سب سے۔" روبی نے کہا پھر ریسیور واپس رکھا اور روم میں ٹہلنے لگی۔ یہ ایک بڑی فتح تھی جو اس نے ان مردوں پر حاصل کی تھی۔ جو کبھی اس کی توہین کرتے رہے تھے۔ اب اس واقع کے بعد تو ڈائریکٹرز اس سے بات کرتے ہوئے محتاط بھی رہیں گے۔ اگلے روز روبی نے ناشتہ کرنے کے بعد ایک خوبصورت سوٹ زیب تن کیا۔ پھر اچھا سا میک اپ کر کے گاڑی میں بیٹھ کر گھر سے باہر چلی آئی۔ ایک گھنٹے بعد وہ سٹوڈیو میں موجود تھی۔ سٹوڈیو میں بنے اس روم میں اس وقت کافی سارے لوگ موجود تھے۔ جن میں عطا محمد اور حیات نمایاں تھے اور اس وقت بھی کو صرف اسی کا انتظار تھا۔ اس کو دیکھتے ہی ذیشان جلدی سے اٹھا پھر آگے بڑھ کر روبی کا استقبال کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"تم آدھ گھنٹہ لیٹ آئی ہو اور ہم پریشان تھے کہ کہیں تم نے آنے کا پروگرام نہ بدل لیا ہو۔"

"وہ سڑک پر ٹریفک بلاک ہونے کی وجہ سے لیٹ ہو گئی۔ ورنہ گھر سے تو ٹھیک ٹائم پر ہی نکلی تھی۔" روبی نے مسکراتے ہوئے وضاحت کی۔ "اچھا خیر اب آؤ۔" ذیشان نے کہا۔ اور روبی آگے بڑھی۔ پھر سب کو سلام کرتے ہوئے ذیشان کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کے باڈی گارڈ صوفے کے پیچھے کھڑے ہو گئے تھے۔ روبی روم میں موجود سب لوگوں پر ایک نگاہ ڈالتے ہوئے ذیشان کو دیکھنے لگی۔ گو کہ رہی ہو دیر کس بات کی ہے۔ اب بات شروع کی جائے۔ جبھی فلم ایکٹرز ایسوسی ایشن کے صدر نے بات شروع کی۔

"میں زیادہ لمبی بات کر کے آپ کا قیمتی ٹائم ضائع نہیں کروں گا۔ روبی نے اس جھگڑے کے بعد مجھ سے بات کی تھی اور میں نے عطا محمد اور حیات صاحب سے اس حوالے سے بات کی۔ مگر تب وہ میری بات نہیں مانے تھے۔ بہر حال میں نے ان کو سوچنے کیلئے دو ہفتے دیئے تھے اور انہوں نے خوب سوچنے کے بعد مجھ سے رابطہ کر لیا اور وہ روبی کی جانب سے رکھی گئی شرط پوری کرنے پر تیار ہو گئے۔" اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گئے۔ گو سانس لینے کو تھوڑی دیر بعد پھر بات شروع کی اور کہا۔

"دیکھیں آپ لوگ خود ہی سمجھدار ہیں۔ آپ سب ایک دوسرے کی ضرورت ہیں۔ ایک دوسرے سے تعاون کئے بغیر آپ لوگوں کا کام چل ہی نہیں سکتا۔ اس جگہ کے بارے میں پہلے ہی لوگ اچھی رائے نہیں رکھتے۔ ایسے حادثات اس جگہ کو مزید بدنام کرنے کا باعث بنیں گے۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب آپ سب کچھ بھول کر ایک دوسرے کو معاف کر کے ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ یہی ہم سب کے حق میں بہتر ہے۔ ایکٹر ایسوسی ایشن کے صدر نے بات ختم کی اور ان کے خاموش ہوتے ہی ہدایتکار عطا محمد نے روبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ بات میری وجہ سے بڑھی تھی۔ میں اپنے اس رویئے پر شرمندہ ہوں۔ مجھے امید ہے میڈم روبی مجھے معاف کر دیں گی۔"

"تقریباً یہی خیالات میرے بھی ہیں۔" پروڈیوسر حیات نے انتہائی جلدی سے کہا اور چپ ہو گئے۔" تب روبی نے اسی دن کی کہی ہوئی اپنی بات کو دہرایا اور عطا حیات کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں کوشش کرتی ہوں سب کو عزت واحترام دوں اور جواباً خود بھی یہی چاہتی ہوں کہ لوگ مجھے بھی عزت اور احترام کے ساتھ مخاطب کریں۔" روبی اتنا کہہ کر چپ ہو گئی۔

"تم ٹھیک کہتی ہو روبی! مجھے یقین ہے دوبارہ پھر کبھی ایسا نہیں ہوگا۔" ایکٹرز ایسوسی ایشن کے صدر نے کہا۔ پھر روبی نے صدر کے کہنے پر عطا اور حیات سے ہاتھ ملایا اور شوٹنگ کیلئے تیار ہونے میک اپ روم میں چلی گئی۔ جب وہ تیار ہو کر میک اپ روم سے باہر آئی تو میک روم کے سامنے جو قدیم درخت تھا۔ ذیشان اس کے تنے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ روبی کو باہر آتے دیکھ کر مسکرایا۔ تو روبی نے بھی جواباً مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تم یہاں کس خوشی میں کھڑے ہو۔"

"تم کو جی بھر کر دیکھنے کیلئے۔ کافی دنوں بعد دیدار ہوا ہے نا۔" ذیشان نے ہنس کر کہا تو روبی بجائے برا ماننے کے اس کی شرارت کو سمجھ کر خود بھی قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔ مگر پھر فوراً ہی سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولی۔

"یہ بڑے اکڑتے تھے اور کہتے تھے معافی اور تم سے اب معافی کیلئے تیار کیسے ہو گئے۔"

"ہونا ہی پڑا کہ ایک تو وہ غلط تھے اور پھر سارے فنکار بھی تمہارے ساتھ تھے۔ ویسے بھی کروڑوں کا معاملہ تھا۔ بے چارے مرتے کیا نا کرتے۔ معافی مانگنی ہی پڑی کہ تمہارا رویہ بے لچک تھا۔ اسی وجہ سے تمہارا کافی رعب پڑ گیا ہے۔ ان دونوں پر ہی نہیں سب پر۔"

"واقعی؟" روبی مسکرائی تو ذیشان جی ہاں کہتے ہوئے مسکرا پڑا۔ اور پھر یونہی دونوں باتیں کرتے ہوئے سیٹ پر آ گئے۔ وہاں عطا محمد صلح کی خوشی میں سب کا منہ میٹھا کروا رہے تھے۔ روبی کو دیکھا تو ایک پیس لے کر فوراً آگے بڑھے اور ہاتھ بڑھا کر خود ہی روبی کے منہ کے سامنے کر دیا۔ اس نے بادل نخواستہ منہ کھول کر تھوڑا سا چکھا۔ اس کے بعد فوراً شوٹنگ کا آغاز ہو گیا۔ روبی تو یہی سمجھی تھی کہ اپنے نقصان سے بچنے کیلئے اور ایکٹرز ایسوسی ایشن کے صدر کے دباؤ پر عطا حیات نے معافی مانگی ہے۔ مگر وہ تو نسیم نے ملتان سے واپسی پر جب شوٹنگ میں حصہ لینے سٹوڈیو آئی تو روبی نے عطا حیات کے جھکنے کا بتایا۔

یہ سن کر نسیم نے ہنس کر کہا۔

"بعض مرد اپنا کروڑوں کا کیا اربوں کا نقصان برداشت کر لیتے ہیں۔ مگر عورت کے سامنے جھکنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ حیات کا شمار بھی انہی مردوں میں ہوتا ہے۔ میرے پاس آیا تھا کہ میں معافی نہیں مانگ سکتا تھا۔ تم روبی کو سمجھاؤ مگر میں نے معذرت کی۔ اس کے بعد میری امی نے ان کو سمجھا بجھا کر تم سے معافی مانگنے کیلئے رضامند کر ہی لیا کہ تم ان کو اچھی لگتی ہو۔ ویسے بھی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میری امی کسی سے کوئی بات کہیں اور وہ نہ مانے۔ آخر میری امی کا نام چشمہ ہے۔" بات ختم کر کے وہ پھر مسکرانے لگی تو روبی بھی مسکرا دی تھی۔

چند روز سیٹ پر عکسبندی ہوتی رہی۔ پھر فلم کی آؤٹ ڈور شوٹنگ کا آغاز ہو گیا۔ اس فلم کے ایک سین کیلئے عطا محمد کو حقیقی بارش کا انتظار تھا۔ مگر ساون کا مہینہ ہونے کے باوجود اس قسم کا موسم نہ بن رہا تھا۔ لگتا تھا اس بار ساون ترسا کر سوکھا ہی بیت جائے گا۔ بارش بالکل بھی نہیں ہوئی۔ ذیشان نے تو عطا محمد سے صاف صاف کہہ دیا تھا۔

وہ سٹوڈیو کے اندر ہی مصنوعی بارش سے کام چلا لے۔ اس ایک آخری سین کیلئے حقیقی بارش کے چکر میں فلم کو مزید لیٹ نا کریں۔ مگر عطا محمد رضامند نا ہوا تھا۔ وہ اس سین کو کہانی کی ڈیمانڈ کے مطابق حقیقی بارش میں ہی فلمانا چاہتا تھا۔

ایک دن یکدم آسمان کالے کالے بادلوں سے بھر گیا۔ یہ دیکھتے ہی عطا محمد اپنی تیاری مکمل کر کے پورے یونٹ کو ساتھ لے کر سٹوڈیو سے نکلے۔ یہ سین شہر لاہور کی خوبصورتی میں مزید اضافے کا باعث بننے والی لاہور کے درمیان بہنے والی نہر کے کنارے فلمایا جانا تھا۔ جب یہ لوگ سٹوڈیو سے باہر آئے تو سارا شہر بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ دن پر بھی اترتی ہوئی شام کا گمان ہونے لگا تھا لیکن نہر کے کنارے جا کر ان لوگوں نے اپنا سامان وغیرہ درست کیا کیمرہ سیٹ کیا تو ادھر تیز ہوا چلنا شروع ہو گئی۔ اس تیز ہوا نے چند منٹ میں بادل بھگا کر سارا آسمان خالی کر کے رکھ دیا۔

قدرت کی اس ستم ظریفی پر اور عطا محمد کی حالت دیکھ کر ہنس ہنس کر سب کا برا حال ہو گیا تھا۔ سب ہی عطا محمد کو چھیڑ رہے تھے۔ ذیشان پھر پوری سنجیدگی سے یہی مشورہ دے رہا تھا۔

"عطا صاحب آپ خوامخواہ نیچرل سین لینا چاہ رہے ہیں۔ پوری فلم تیار ہو چکی ہے اور صرف ان چند شاٹس کیلئے آپ فلم لیٹ کر رہے ہیں۔ یہ تو زیادتی ہے حیات صاحب کے ساتھ۔ ویسے بھی تماشائیوں کو اس بات سے کوئی انٹرسٹ نہیں ہوتی کہ سین نیچرل بارش میں عکسبند ہوا یا مصنوعی بارش میں۔ اب بھی ٹائم ہے آپ اپنی یہ ضد چھوڑ دیں۔"

"جس کام سے میں خود مطمئن نہیں ہوتا وہ نہیں کرتا۔ فلم بے شک ایک برس لیٹ ہو جائے مگر میں یہ سین نیچرل بارش میں ہی کروں گا" عطا محمد نے تھوڑے غصے سے ذیشان کا مشورہ رد کرتے ہوئے کہا تو روبی ذیشان کو دیکھتے ہوئے مسکرانے لگی۔

روبی چند روز بعد ایک دوسری فلم کے سیٹ پر کام کر رہی تھی۔ جب پتا چلا کہ باہر موسم بہت سہانا ہو رہا ہے۔ بارش بس ہوا ہی چاہتی ہے اور بارش کا سن کر روبی کو عطا محمد یاد آ گیا جس نے اس اصل بارش میں چند شاٹس کے لئے فلم روک رکھی تھی۔ روبی ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ عطا محمد کا پیغام ملا۔ پلیز فوراً چلی آؤ آج بارش نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عطا کے اصرار اور سین کی ڈیمانڈ کے پیش نظر اس نے ہدایتکار نیاز سے معذرت کی اور ایک بار پھر پورے یونٹ کے ساتھ نہر کی جانب روانہ ہو گئی۔

نہر پر پہنچتے ہی سامان سیٹ کرنے کے بعد کیمرہ درست کر کے بارش کا انتظار کرنے لگے۔ ہوا میں بھیگا پن تھا۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ بارش اس وقت لاہور کے کہیں آس پاس ہو رہی تھی۔ موسم لحظہ بہ لحظہ خراب سے خراب تر ہو رہا تھا۔ دن شام میں بدلنے کے بعد گہرے گہرے کالے بادلوں کی وجہ سے رات کی سیاہی میں ڈھل رہا تھا۔ روبی اس خراب ہوتے موسم کے اثرات سے بچنے کیلئے خود کو سنبھالنے کی کوشش میں ذیشان سے بے تحاشہ باتیں کئے جا رہی تھی۔ بے مقصد اور بے معنی باتیں۔ دراصل وہ اپنا دھیان اس خراب موسم کی جانب سے ہٹانا چاہتی تھی۔ کیونکہ ایسا ہی موسم اس کو ماضی میں لے جاتا تھا۔ اور بلال کی یاد دلا کر اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ کر ڈالتا تھا۔ ایسے موسم میں وہ اکثر گھر کے اندر ہوتی تھی۔ اگر گھر سے باہر ہوتی تو جلد از جلد گھر پہنچنے کی تیاری کرتی۔ مگر آج اس فلم کے چند شاٹس کیلئے جو اس بارش میں ہی اس پر فلمائے جانے تھے اس کا یہاں رکنا لازمی تھا۔ اس وقت روبی کے ارد گرد فلمی یونٹ کے علاوہ بھی کافی لوگ جمع ہو چکے تھے۔ محض شوٹنگ دیکھنے کے چکر میں۔ ان لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے وہ زیادہ گھبراہٹ محسوس نہیں کر رہی تھی۔ مگر دل ہی دل میں ڈر بھی رہی تھی۔

اچانک فضا میں بجلی چمکی اور اس کے ساتھ ہی بادلوں نے بھی ایک خوفناک آواز میں اپنی موجودگی کا احساس دلانا ضروری سمجھا۔ بادل تھے بھی ساون کے۔ وہ کچھ ایسی خوفناک آواز کے ساتھ گرجے کہ باتیں کرتے ہوئے روبی یکدم ہی گھبرا کر مضطرب انداز میں اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ذیشان جو اس کی باتیں سنتے ہوئے کافی دیر سے اس کی بدلتی ہوئی رنگت اور کیفیت کو دیکھ رہا تھا۔ اس کو اٹھتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

"کیا ہوا......؟"

"کچھ نہیں۔ کچھ بھی نہیں" روبی کی آواز بے حد مدہم تھی۔ وہ ذیشان کو وہیں چھوڑ کر نہر کے کنارے کنارے چلتے ہوئے آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔ ہوا جھکڑ کی صورت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ بادلوں نے نان سٹاپ اپنی پوری قوت سے گرجنا شروع کر دیا۔ پھر بارش بھی خاصی تیز شروع ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی روبی کی سماعتوں میں سرگوشیوں کی صورت میں بلال کی باتوں کی بازگشت ابھرنے لگی۔

"بلال!......" روبی نے بے بسی سے زیر لب کہتے ہوئے مڑ کر دیکھا۔ وہ سب لوگ بارش شروع ہونے پر اس کو پکار رہے تھے جبکہ سماعتوں میں بلال کی سرگوشیاں زہر گھولنے میں محو تھیں۔

"دیکھو میں مرد ہو کر تمہارے پاس نہیں آیا۔ ورنہ اس بھیگے موسم کے تقاضے میں بھی سمجھتا تھا۔ اور تم عورت ہو کر مجھ سے رفاقت کی بھیک مانگ رہی ہو۔"

"او بلال!...... او بلال!......" کہتے ہوئے روبی نے مارے کرب کے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ اور بے ساختگی میں بے تحاشہ بھاگنے لگی۔ ہمیشہ کی طرح اپنے آپ سے بیگانہ ہوئی تو اچانک پاؤں پھسلنے پر بغیر کسی رکاوٹ کے نہر میں جا گری۔ ذیشان جو اس کے اٹھ کر جانے کے بعد ابھی تک وہیں بیٹھا مسلسل اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس کو یوں پاگلوں کی طرح بھاگتے ہوئے دیکھ کر خود بھی تڑپ کر اٹھا۔ پریشان ہو کر پوری تیزی سے روبی کے پیچھے بھاگا۔ مگر اس کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی وہ پھسل کر نہر میں گر چکی تھی۔ ذیشان نے بھی اس کے پیچھے نہر میں فوراً چھلانگ لگا دی تھی اور پھر نہر کے کنارے ہی روبی کو لٹاتے ہوئے ذیشان نے بغور اس کی حالت دیکھتے ہوئے بڑے کرب سے پوچھا تھا۔

"ڈیئر! مجھے بھی تو بتاؤ آخر وہ کونسا دکھ ہے جس کو تم نے صرف اپنی ذات تک محدود کر رکھا ہے۔ کیوں نفرت ہے تمہیں محبت سے اور کیوں نہیں یقین کرتی ہو میری محبت پر؟ کبھی

انسانوں کو ایک جیسا مت سمجھو۔ ایک بار آزما کر تو دیکھو روبی! یقین کرو میں تمہارے دکھ شیئر کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز اپنے سارے دکھ ساری محرومیاں مجھے دے دو۔ صرف ایک بار مجھے اپنا سمجھ کر تو دیکھو۔ مجھے بتاؤ تو سہی تمہاری یہ حالت کس کی وجہ سے ہوئی۔" روبی نے ایک نظر ذیشان کو دیکھا پھر آنکھیں بند کر لیں۔ بند آنکھوں میں بلال کا سراپا تھا۔ روبی نے بلال کے اس سراپے کو دیکھتے ہوئے دل میں سوچا۔

کو مدتیں ہوئی ہیں کسی سے جدا ہوئے
دل کی مگر یہ آگ ابھی تک بجھی نہیں

پھر آنکھیں کھولتے ہوئے وہ بڑی پھرتی سے اٹھی۔ ذیشان کو یوں نظر انداز کرتے ہوئے جیسے پہلے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ بڑی تیزی سے عطا محمد کے قریب آ کر رکی اور صرف اتنا کہہ کر کہ مجھے افسوس ہے میں عکسبندی میں حصہ نہ لے سکوں گی۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں اور میں گھر جا رہی ہوں۔ مزید رکے بغیر وہ اپنے باڈی گارڈ کو لے کر چلی گئی۔ ذیشان روبی کے اس سرد رویے کے بارے میں وہیں بارش میں بھیگتے ہوئے بہت کچھ سوچتا رہ گیا تھا۔

اگلے روز جب فلم کا یہ سین مصنوعی بارش میں عکسبند ہوا تو ذیشان نے عطا محمد کو دیکھتے ہوئے ہنس کر کہا۔

"عطا صاحب میں نے پہلے بھی کئی بار آپ سے کہا تھا نقلی بارش سے کام چلا لیجئے گا۔ مگر افسوس آپ کی سمجھ میں میری بات نہ آئی۔ چلیں خیر دیر آئے درست آئے۔" ذیشان کی بات سن کر عطا محمد کے علاوہ سب لوگ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تھے۔ عطا اپنی خفت مٹانے کیلئے خواہ مخواہ ہی کیمرہ مین کو ڈانٹنے لگا تھا۔ روبی یہ سب دیکھ کر مسکراتی ہوئی ذیشان کے ساتھ باہر چلی آئی تھی۔ ذیشان نے روبی سے کل والے رویے کی شکایت نہیں کی تھی۔ بلکہ یوں ظاہر کیا تھا جیسے کل کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ حالانکہ جو کچھ ہوا سنجیدگی سے سوچتا تو بہت توہین آمیز ہوا تھا۔ مگر وہ چونکہ روبی سے محبت کرتا تھا اس لئے اس کی اس وقت کی کیفیت کو دل سے سمجھتے ہوئے روبی کے رویے کو نظر انداز کر چکا تھا۔

رہی روبی تو وہ ذیشان کے ساتھ اگرچہ بہت فری تھی اور دونوں میں گہری دوستی بھی تھی۔ ہر فلمی فنکشن میں اکٹھے دیکھے جاتے تھے۔ دیکھنے والوں کی اکثریت یہی سمجھتی تھی کہ دونوں عنقریب شادی کرنے والے ہیں۔ ذیشان کی پکی خواہش تھی۔ وہ تو بس روبی ہی رضامند نہ تھی۔ گو کہ روبی کی ذیشان سے بہت گہری دوستی تھی۔ اس کے باوجود روبی نے ابھی تک اپنی قیام گاہ کا نمبر تک بھی ذیشان کو نہیں دیا تھا۔ کیونکہ وہ ذیشان کا اپنے گھر آنا پسند نہیں کرتی تھی۔ شاید دل کے کسی حصے میں بلال کی محبت آج بھی زندہ تھی۔ اور محبت نہیں تو نا سہی نفرت تو یقیناً موجود تھی۔

آج کل روبی کی آؤٹ ڈور شوٹنگ کا کافی سلسلہ چل رہا تھا۔ صبح وہ شہر کے ایک حصے میں ہوتی تھی تو دوپہر کو دوسرے حصے میں۔ اور شام کو تیسرے حصے میں۔ ویسے بھی روبی آؤٹ ڈور کے علاوہ بھی آج کل اپنی ان تمام فلموں کا کام جلد از جلد مکمل کروا رہی تھی جن میں اس کے دو دو چار چار سین باقی رہ گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے جب سے فلم انڈسٹری کو جوائن کیا تھا تب سے وہ مسلسل کام کر رہی تھی۔ مسلسل کام اور صرف کام کی وجہ سے وہ بری طرح تھک چکی تھی۔ اب اس کا پروگرام ملک سے باہر جا کر دو تین ماہ آرام کرنے کا تھا۔ یہی وجہ تھی روبی نے اپنے ان تمام ڈائریکٹرز سے جن کی فلموں کا تھوڑا بہت کام باقی تھا کہہ دیا تھا کہ اس کے لندن جانے سے پہلے مکمل کروا لیں تا کہ بعد میں کوئی یہ شکوہ شکایت نہ کر سکے کہ میں نے جانے سے پہلے بتایا کیوں نہیں۔

اپنی آؤٹ ڈور شوٹنگ کے سلسلے میں اس دن روبی اپنے فلمی یونٹ کے ہمراہ ایک مقامی میڈیکل کالج میں بیٹھی تھی۔ کیمرہ مین سیاہ کپڑے کا اندر منہ لگائے لوکیشن کا جائزہ لے رہا تھا۔ یونٹ کے دوسرے لوگ بھی اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ فلم کا ڈائریکٹر ذیشان اور ابھرتے ہوئے ولن ظفر کو ضروری ہدایات دے رہا تھا۔ ساتھ میں چند لڑکے اور بھی کھڑے تھے۔ جنہوں نے اس سین میں ولن کے دوستوں کا رول پلے کرنا تھا۔ پہلے شاٹ کیلئے تمام تیاری مکمل ہو چکی تھی اور روبی کا کام بھی پہلے شاٹ کا ہی تھا۔ ہدایتکار ان کو ہدایات دے کر ایک جانب ہٹ گیا اور روبی جلدی سے آئینہ اٹھا کر اپنے میک اپ کا جائزہ لینے لگی۔

کالج کیلئے یہ سین کچھ اس طرح کا تھا کہ اس کالج میں روبی بھی پڑھتی ہے اور ولن ظفر اکثر آتے جاتے اس کو بہت تنگ کرتا ہے۔ جملے کستا ہے اور پھر اپنی محبت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ مگر روبی کو اس سے نفرت ہے اور وہ اس کے ساتھ بات کرنا تو دور کی بات نظر اٹھا کر اس کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی۔

اس دن وہ اپنی کلاسز سے فارغ ہو کر چھٹی کے بعد گھر جانے کیلئے کالج کی سیڑھیاں اتر رہی ہوتی ہے کہ ظفر اس کا راستہ روک کر لیتا ہے۔ اور اظہار محبت کرتے ہوئے زبردستی اپنے

ساتھ چلنے پر مجبور کرتا ہے۔ جب روبی اس کے ساتھ جانے سے انکار کرتی ہے تو وہ بڑی بے دردی سے روبی کا ہاتھ تھام لیتا ہے۔

ایسے میں ہیرو ذیشان جو اسی کالج میں ڈاکٹری پڑھ رہا ہے ظفر کو اس کے اس رویے پر سرزنش کرتے ہوئے دوبارہ ایسی حرکت کرنے سے منع کرتا ہے۔ جس پر ظفر کو غصہ آ جاتا ہے اور وہ ذیشان کو مکہ مارتا ہے۔ جس کے بعد ان دونوں میں لڑائی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اسی دوران ظفر کے چند دوست بھی وہاں آ جاتے ہیں اور پھر وہ بھی اس لڑائی میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ظفر کے ساتھ مل کر ذیشان کو خوب مارتے ہیں۔ جس کے بعد یہ بات اساتذہ تک پہنچ جاتی ہے۔ اور وہ آ کر ہیرو ولن دونوں کو سمجھا بجھا کر ان میں صلح کرا دیتے ہیں۔ جس کے بعد یہ معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے روبی کا سین تھا۔ روبی نے اپنا یہ شارٹ پوری اداکارانہ مہارت سے فلم بند کرایا تھا۔ سب نے اسی وقت تالیاں بجا کر روبی کو زبردست داد دی تھی۔

شاٹ دینے کے بعد روبی جلدی جلدی سیڑھیاں اترنے لگی۔ لیکن ابھی روبی نے چند سیڑھیاں ہی طے کی تھیں کہ اچانک نظر نیچے سامنے ہی کھڑے لڑکیوں کے ایک گروپ کی جانب اٹھ گئی۔ وہ چونک پڑی کہ اس گروپ میں اس کو ایک چہرہ شناسا سا لگا تھا۔ روبی نے اس چہرے کو مزید غور سے دیکھا تو گویا دل میں درد کی ایک لہر سی اٹھی تھی۔ ایک قیامت تھی جو پل بھر میں اس کے دل پر آ کر گزر گئی تھی۔ یا پھر تھم گئی تھی۔ روبی نے بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے ایک بار پھر اسی چہرے کی سمت دیکھا۔ اب شک کی بالکل بھی گنجائش نہ رہی کہ دشتہ دور کا نہیں بہت نزدیک کا تھا۔

ہاں وہ زوبی ہی تھی۔ وائٹ یونیفارم میں ملبوس۔ فائل سینے سے لگائے وہ بڑی محویت سے شوٹنگ دیکھ رہی تھی۔ روبی بغور اس کو دیکھنے لگی۔ زوبی جو اس شریف خاندان کی بیٹی تھی۔ جہاں روبی آوارہ کی گنجائش نہیں تھی۔ جہاں سے وہ آوارہ روبی بھاگ نکلی۔ اب وہ اس شریف خاندان میں واپس جانے کے قابل نہ رہی تھی۔ مگر معاً روبی کو اپنی جانب دیکھتا پا کر زوبی نے جلدی سے اپنی نگاہیں جھکا لی تھیں۔ یعنی وہ بھی اس کو پہچان گئی تھی۔ اس کو معلوم تھا اداکارہ روبی اس کی بہن ہے۔ روبی کا جی چاہا وہ بھاگ کر جائے اور اس کو سینے سے لگا کر جی بھر کے روئے۔ وہ کتنی بڑی ہو گئی تھی۔ مگر یہ نامناسب بات تھی۔ اس نے تو کبھی کسی کو اپنے خاندان کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ اب سب کے سامنے زوبی کے گلے مل کر اس بات کا اعتراف کیسے کرتی کہ وہ اس کی بہن ہے۔ شاید زوبی بھی اس بات کو پسند نا کرتی کہ روبی سے نگاہیں ملتے ہی اس نے جھکا لی تھیں۔ یعنی وہ آج بھی اس سے خفا تھے۔ اس کو آج بھی ناپسند کرتے تھے۔ بڑی مشکل سے روبی خود کو سنبھالتے ہوئے نیچے آئی اور ایک جانب بچھی کرسیوں پر جا کر بیٹھ گئی۔ پھر وہ لڑکیوں کا گروپ روبی کے قریب آ گیا۔ وہ سب روبی سے آٹوگراف مانگ رہی تھیں۔ مگر زوبی ان کے ساتھ نہیں آئی تھی۔ وہ وہیں ابھی تک درخت سے ٹیک لگائے کھڑی تھیں۔ روبی کے بجائے زمین کو دیکھ رہی تھی۔ جیسے کچھ سوچ رہی ہو اب پتا نہیں وہ واقعی کچھ سوچ رہی تھی یا روبی نے ہی ایسا محسوس کیا تھا۔ جب لڑکیوں نے روبی سے آٹوگراف مانگے تو روبی نے زوبی کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"ارے آپ کی ایک ساتھی ابھی تک وہاں درخت سے ٹیک لگائے کھڑی ہے۔ اپنی اس ساتھی کو بھی بلا کر یہاں لائیں۔ اس کے بعد ہی میں آپ کو آٹوگراف دوں گی۔" زوبی کی ایک سہیلی روبی کی بات سنتے ہی بھاگ کر زوبی کے پاس گئی۔ اگلے ہی لمحے مایوس سی واپس لوٹ آئی کہ زوبی نے اس کے ساتھ آنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے واپس آ کر روبی سے کہا۔

"وہ کہتی ہے میں نے نہیں آنا۔"

روبی نے زوبی کو تنگ کرنے کیلئے اس کی سب سہیلیوں کو دیکھا۔ اور مسکرا کر کہا۔ "ارے وہ بھی تو آپ کی فرینڈ ہے۔ اگر وہ کسی ایک کے کہنے پر یہاں نہیں آتی تو آپ سب جائیں اور اس کو زبردستی پکڑ کر لے آئیں۔ یاد رکھیں جب تک وہ نہیں آئے گی تب تک میں آپ کو آٹوگراف نہیں دوں گی۔"

روبی کی بات سن کر سب لڑکیاں حیران ہو کر ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ فلم سٹار روبی ایسا کیوں چاہتی ہے۔ ایک لڑکی جب اس کو ملنا نہیں چاہتی تو پھر وہ خود کیوں اس کو ملنا چاہتی ہے؟ کیوں کہتی ہے کہ جا کر زبردستی اس کو میرے پاس لے کر آؤ۔ بہرحال اب مجبوری تھی زوبی کو لانا۔ سو تین لڑکیاں بھاگ کر زوبی کی جانب گئیں اور پھر زبردستی اس کو پکڑ کر روبی کے پاس لے آئیں تو روبی نے مسکرا کر زوبی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم خود سے کیوں نہیں آئی ہو؟ کیا تم کو اداکاروں سے ملنا اچھا نہیں لگتا۔ شوق نہیں ہم جیسے شوبز کے مشہور لوگوں سے ملنے کا۔" روبی نے زوبی کی اندرونی کیفیت سمجھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

زوبی اس کی بات سمجھ کر خاموش ہی رہی تھی۔ جواب دینے کی زحمت گوارہ نہیں کی تھی۔ روبی حیران تھی زوبی کو دیکھ کر بجائے نفرت کے دل میں محبت کیوں امڈ کر آ رہی تھی۔ زوبی چپ چاپ اس کے سامنے کسی مجرم کی طرح نظریں جھکائے کھڑی تھی اور دل میں سوچ رہی تھی۔

اگر روبی میری سگی بہن نہ ہوتی تو سب سے پہلے میں اپنی کاپی پر آٹوگراف لیتی۔ اور پھر گھر جاتے ہی امی ابو بھائی کو دکھاتی اور بتاتی آج کتنی بڑی فلم سٹار ان کے کالج آئی تھی شوٹنگ کیلئے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔ اب تو اس وقت زوبی اس بات سے خوفزدہ تھی کہیں روبی زوبی کی فرینڈز کو یہ نا بتا دے کہ زوبی اس کی بہن ہے۔ یہ تو زوبی کی سوچ تھی۔ اور روبی کو اسے دیکھ کر یہ یاد آ رہا تھا۔ جب زوبی اس کے ساتھ کھیلنے سے انکار کرتی تھی تو روبی کتنے زور زور سے اس کے منہ پر تھپڑ مارتی تھی۔ زوبی نے روبی کے ان تھپڑوں کی امی سے شکایت کرنا تو دور کی بات کبھی روبی سے بھی شکوہ نہ کیا تھا کہ وہ کیوں اس کو بغیر وجہ کے مارتی ہے۔ آج اس وقت وہ سب باتیں یاد کر کے روبی کو زوبی پر ڈھیروں پیار آ رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا صرف پل بھر کیلئے یہ سب لوگ ادھر ادھر ہو جائیں تو وہ زوبی کو سینے سے لگا کر اس کو پیار کر کے اپنے ان تھپڑوں کا کفارہ ادا کر دے۔ مگر یہ ناممکن بات تھی۔ یہی وجہ ہے تھی اس نے سب کچھ بھول کر سامنے کھڑی زوبی کو دیکھا کر کہا۔

"میں نے کتنی باتیں پوچھی ہیں مگر تم خاموش ہو۔ لگتا ہے کسی بھلے گھر کی ہو جبھی ہم جیسے شوبز کے آوارہ لوگوں سے ملنا جلنا پسند نہیں۔" اپنی بات ختم کرتے ہی اس نے لڑکیوں کے اس گروپ کو آٹوگراف دیئے۔ پھر زوبی کو دیکھا وہ ابھی تک ویسی ہی گم صم کھڑی تھی۔ یہ دیکھ کر روبی نے پوچھا۔

"تم نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ اب کیا آٹوگراف بھی نہیں لوگی۔" روبی کی بات کا جواب دینے کے بجائے جلدی سے نفی میں سر ہلایا تو روبی نے کہا۔

"تم چاہو یا نا چاہو مگر میں تو تمہیں بھی آٹوگراف دینا چاہتی ہوں۔" روبی کی بات کا زوبی پر کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ سنی ان سنی کر کے اب روبی کے بجائے خوامخواہ دوسری جانب دیکھنے لگی۔ یہ دیکھ کر روبی کو غصہ آ گیا اور اس نے تھوڑے سخت لہجے میں کہا۔

"تم نے سنا نہیں میں نے کہا ہے۔ میں تم کو بھی آٹوگراف دینا چاہتی ہوں۔ نکالو اپنی کاپی جلدی کرو۔"

زوبی نے گھبرا کر روبی کو دیکھا اور پھر یہ سوچ کر جلدی سے فائل ہی روبی کے سامنے کر دی کہ کہیں بچپن کی طرح اس وقت بھی سب کے سامنے تھپڑ نہ مارنے لگ جائے۔ زوبی کے اس طرح ڈر جانے پر لڑکیاں حیران ہو کر پہلے زوبی پھر روبی کو دیکھنے لگیں۔ زوبی کے اس طرح ڈر کر کاپی کے بجائے فائل روبی کے سامنے کرنے کی وجہ نا سمجھ سکی تھیں۔ زوبی خود بھی اس حیرت کو سمجھ رہی تھی۔ مگر چپ رہنے پر مجبور تھی۔ وہ ان کو کھل کر نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ اداکارہ روبی سے ہرگز نہ ڈری تھی۔ وہ تو اپنی بڑی بہن روبی سے ڈری تھی۔ روبی نے زوبی کی فائل پر خلیل جبران کا صرف ایک فقرہ لکھا تھا جس کا مطلب کچھ یوں تھا۔

"کتنی عجیب بات ہے۔ میری پارسائی نے مجھے سوائے نقصان کے کچھ نہیں دیا اور میری گناہ گاری کبھی میرے مفاد کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنی۔ لیکن اس کے باوجود مجھے اپنی پارسائی سے مجنونانہ عقیدت ہے۔ آوارہ روبی"

اور پھر فائل بند کر کے زوبی کو تھماتے ہوئے آنکھوں میں آنے والے آنسو ضبط کرتی ہوئی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر فوراً ہی واپس چلی گئی تھی۔ زوبی اس دن کالج سے واپس گھر آئی تو خوش بھی تھی افسردہ بھی۔ روحی بھی آئی ہوئی تھی۔ زوبی نے اپنے روم جانے سے پہلے رک کر فائل ان کو کھول کر دکھائی۔ پھر بتایا یہ روبی آپی نے لکھا ہے۔ وہ آج ہمارے کالج آئی تھیں اپنی شوٹنگ کے لئے۔" یہ سنتے ہی شمشاد کا موڈ آف ہو گیا۔ انہوں نے زوبی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے بلایا تو نہیں اس آوارہ کو۔ کوئی بات تو نہیں کی نا اس نے۔"

"بس کریں امی آپ کے اسی رویئے کی وجہ سے وہ گھر سے بھاگی تھی۔ سارا وقت آپ اور آپی اس کے پیچھے پڑی رہتی تھیں۔ میری حیثیت ہی کیا ہے کہ میں ان کو بلاتی۔ وہ اس ملک کی ایک بڑی سٹار ہیں۔" زوبی نے اتنا کہا اور فائل لے کر اپنے روم میں چلی گئی۔

زوبی کو آٹوگراف دینے کے بعد روبی نم آنکھوں کے ساتھ اٹھ کر سیدھی گھر چلی آئی تھی۔ اس کے بعد وہ بہت دن تک کسی شوٹنگ میں حصہ نہ لے سکی۔ دل بہت اداس ہو رہا تھا۔ طبیعت خراب رہی۔ نجانے کیوں سب گھر والے شدت سے یاد آتے رہے۔ ورنہ وہ تو جب سے روشنیوں کی دنیا میں آئی تھی۔ تب سے سب کچھ بھول گئی تھی۔ تاریکیوں سے اب اس نے کوئی بھی واسطہ نہ رکھا تھا' کیونکہ اس کا ماضی تاریک تھا۔ یہی وجہ تھی وہ اس کو بھول چکی تھی۔ اپنے خاندان کو بھی بھول چکی تھی۔ پھر آج کیا ہوا تھا۔

ہاں اگر کوئی یاد رہ گیا تھا یا کسی کو یاد رکھا تھا تو وہ صرف بلال تھا۔ نجانے کیوں وہ ایک بار پھر سے بلال کو دیکھنا چاہتی تھی۔ شاید پہلی اور آخری چاہت کے روپ میں۔ وہ ابھی تک اس کے دل کے ایک حصے میں موجود تھا۔ بلال کو دیکھنے کے لئے یا پھر اپنا آپ دکھانے کیلئے وہ اس کی تلاش میں ایبٹ آباد کے سبزہ زاروں میں بھی گئی تھی۔ مگر وہ نہ مل سکا۔ شہر میں ہونے

والی تقریبات میں وہ محض اس لئے شامل ہوتی تھی کہ شاید کبھی اتفاق سے بلال سے سامنا ہو جائے۔ وہ بلال کا موجودہ ری ایکشن دیکھنا چاہتی تھی۔ یا پھر اس کو اپنا آپ دکھا کر بتانا چاہتی تھی کہ تم مسٹر نمازی، لوگوں کو تبلیغ کر کے بھلائی کی جانب بلاتے ہو۔ اور تمہاری وجہ سے ایک شریف لڑکی گھر سے بھاگ کر آج رسوائی اور تباہی کے جس مقام پر تنہا سب اپنوں سے دور کھڑی ہے۔ اس کے ذمہ دار صرف تم ہو صرف تم۔ اور تمہارا یہ ایک گناہ تمہاری عمر بھر کی تمام نیکیوں پر بھاری ہے۔ مگر بلال کو نجانے زمین نگل گئی تھی یا آسمان کھا گیا تھا۔ باوجود کوشش کے وہ اس کو کبھی نہ پا سکی تھی۔

اس دن وہ صبح سے لے کر رات بارہ بجے تک تیز روشنیوں میں شوٹنگ کرتی رہی تھی۔ حالانکہ رات نو بجے کے بعد کبھی فلم بندی میں حصہ نہیں لیتی تھی۔ مگر یہ فلم کے آخری شاٹس تھے اور ڈائریکٹر کی منت کرنے پر وہ عکسبندی مکمل کروانے پر راضی ہو گئی تھی۔ اب جب فارغ ہوئی تو بری طرح تھک چکی تھی۔ جب وہ گھر جانے لگی تو ذیشان نے روک لیا اور کہا سنو آج تم میرے ساتھ کلب چلو گی۔

روبی ذیشان کی بات سن کر خاموش ہی رہی۔ حالانکہ وہ اس وقت گھر جا کر فوراً آرام کرنا چاہتی تھی۔ ذیشان نے اس کو خاموش دیکھ کر اس کے موڈ کا اندازہ لگایا اور پوچھا۔

”کیا خیال ہے آج کلب نا چلیں۔ بہت دن ہو گئے کلب گئے ہوئے۔“

”چلو۔“ وہ ذیشان کا دل نہ توڑ سکی۔ اس لئے حامی بھر لی۔ پھر ڈریس چینج کئے بغیر ہی وہ اپنا میک اپ درست کرتی ہوئی ذیشان کے ساتھ باہر چلی آئی۔ جہاں ذیشان کا ڈرائیور اس کی گاڑی لئے کھڑا تھا قریب ہی روبی کی گاڑی بھی تھی۔ ذیشان نے ڈرائیور کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے روبی کی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ خود سنبھال لی۔ روبی فرنٹ سیٹ پر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ جبکہ روبی کے دونوں باڈی گارڈ پیچھے بیٹھ گئے تھے۔ پھر دونوں گاڑیاں آگے پیچھے کلب کی جانب روانہ ہو گئیں۔

یہ کلب اس شہر کا سب سے مشہور پرائیویٹ کلب تھا۔ جس میں معزز لوگ آتے تھے۔ جن میں سرمایہ دار تھے، سول آفیسر، بڑے بڑے ایکٹرز۔ خاص طور سے غیر ملکیوں کا یہ اس شہر میں پسندیدہ ترین کلب تھا اور روبی کو بھی یہ کلب بے حد پسند تھا۔ وہ ذیشان کے ساتھ اکثر یہاں آتی رہتی تھی۔ ان دونوں کی ٹیبل یہاں مستقل ریزرو رہتی تھی۔ وہ دونوں اندر آ کر اپنی مخصوص ٹیبل پر بیٹھ گئے۔ روبی تو بیٹھ کر ہال کا جائزہ لینے لگی اور ذیشان مینیو دیکھتے ہوئے ویٹر کو کھانے کا آرڈر نوٹ کروانے لگا۔ روبی کو کہ گھر سے باہر کھانا کم کم ہی کھاتی تھی۔ لیکن ذیشان کے کہنے پر اکثر یہاں آتی رہتی تھی کھانا کھانے کیلئے۔ یہی وجہ ہے اس وقت کھانے کا آرڈر نوٹ کرواتے دیکھ کر وہ خاموش ہی رہی تھی۔ کہ خود اس کو بھی سخت بھوک لگ رہی تھی۔ کھانا آنے تک انہوں نے ہلکی پھلکی بات چیت کی۔ پھر کھانا کھانے کے بعد انہوں نے کافی منگوائی اور پھر کافی پیتے ہوئے ذیشان نے کہا۔

”کب تک تنہا رہنے کا ارادہ ہے۔“

”ہمیشہ عمر بھر کیلئے۔ آخر تمہاری سمجھ میں میری بات کیوں نہیں آتی۔ جو ہر چند ہفتوں کے بعد یہی ٹاپک لے کر بیٹھ جاتے ہو۔“ روبی نے جواب دیتے ہوئے مسکرا کر ذیشان کو دیکھا۔

”بات تو سمجھ میں آتی ہے۔ مگر دل کو نجانے کیوں صبر نہیں آتا۔ اس لئے چند ہفتے گزرنے پر بات کرنی ہی پڑتی ہے۔“ ذیشان نے بھی مسکرا کر کہا۔ پھر فوراً ہی سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔

”یہی بات ہے تمہاری محبت میرے دل سے ختم نہیں ہوتی۔ بہت سمجھایا ہے دل کو میں نے۔ مگر وہ سمجھتا ہی نہیں۔ دل کی اپنی ضد ہے۔“

”تم دل کی ضد بھول کر اپنے خاندان میں کسی اچھی سی لڑکی سے شادی کر لو۔ یقین کرو اس کے بعد دل بھی بہل جائے گا اور تم بھی۔ مگر میری ناں یقین کرو کبھی ہاں میں نہیں بدلے گی۔“ روبی نے کافی کا خالی مگ واپس ٹرے میں رکھتے ہوئے کہا۔ ذیشان نے اس کی بات سنی مگر اب مزید کچھ بولنے کے بجائے سگریٹ کیس نکال کر روبی کے سامنے کی۔ کافی وہ روبی سے پہلے ہی ختم کر چکا تھا۔ روبی نے انکار کئے بغیر ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبائی تو ذیشان نے ایک سگریٹ اپنے ہونٹوں میں دباتے ہوئے سگریٹ کیس واپس رکھتے ہوئے لائٹر نکال کر پہلے روبی کی سگریٹ سلگائی پھر اپنی سلگا کر بولا۔

”یار دل کو بہت سمجھاتا ہوں۔ مگر وہ مانتا ہی نہیں۔ خیر ایک بار پھر آج سمجھا کر دیکھوں گا۔“ ذیشان اتنا کہہ کر چپ ہو گیا۔ روبی ہلکے ہلکے کش لینے لگی۔ ایسے میں اچانک اس کی نظر ایک ہستی کی جانب اٹھی۔ پھر جیسے جم کر رہ گئی۔ کیا یہ وہی ہے۔ اس نے سوچا تھا۔

بلال آج ہی امریکہ سے وطن واپس آئے تھے۔ان کے ساتھ ان کے دو امریکن دوست بھی آئے تھے۔پاکستان کی سیاحت کیلئے۔بلال نے ان کے سامنے اپنے وطن کی تعریف کچھ اس انداز میں کی تھی کہ جب بلال وطن واپس آئے تو وہ بھی بلال کے ساتھ ہی چلے آئے۔بلال نے آنے سے پہلے گھر والوں کو ان کی اپنے ساتھ آمد کے بارے میں تحریر کر دیا تھا۔اور گھر والوں نے بلال کی وطن واپسی کی خوشی میں اپنی روایت کے مطابق ایک شاندار دعوت کا اہتمام کیا تھا۔اس دعوت کا اہتمام لاہور میں کمال بھائی کے گھر پر کیا گیا تھا۔بلال جب آئے تو انہوں نے دیکھا تھا دعوت میں روبی کے سب گھر والے بھی موجود تھے۔حتیٰ کہ روحی بھی اپنے شوہر اور دو بچوں کے ساتھ موجود تھی۔زوبی بھی سلمان کے ساتھ اس کے بیوی بچے بھی تھے۔شمشاد نصیر صاحب وہ سب لوگ ہی بلال سے بہت محبت کے ساتھ ملے تھے۔روحی انسی بے تکلفی کے ساتھ بلال سے ملی تھی اور ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"اگر تم شادی کر کے امریکہ جاتے تو ایسے دو بچے تمہارے اپنے بھی ہوتے۔" بلال اس کی بات سن کر مسکرائے تو شمشاد نے بیگم اخلاق سے کہا۔

"اب بلال کی شادی میں دیر نہیں ہونی چاہئے۔"

"بالکل بھی نہیں ہوگی۔بس ہم یہاں سے ایبٹ آباد پہنچے تو آپ کو شادی کا کارڈ ملا ہی ملا۔" بیگم اخلاق نے محبت سے بیٹے کو دیکھتے ہوئے کہا تو بلال بھی مسکرا دیا۔اب انہیں اپنی شادی پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔"

مگر ان کو اس بات پر حیرت تھی کہ روبی دعوت میں کیوں نہیں آئی تھی۔پھر انہوں نے سوچا روبی کے گھر والے تو پہلے ہی روبی کا کہیں آنا جانا پسند نہیں کرتے تھے۔اب تو وہ گھر سے بھاگنے کا جرم بھی کر چکی تھی۔اس لئے اب تو گھر میں اس پر پہلے سے بھی زیادہ سختی ہوتی ہوگی۔پھر انہوں نے سوچا یہ بھی تو ہو سکتا ہے ان لوگوں نے روبی کی شادی کر دی ہو۔یہی وجہ تھی انہوں نے روبی کے بارے میں پوچھنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔مگر ان کو یہ الجھن پھر بھی رہی کہ اگر روحی اپنے شوہر بچوں کے ساتھ آ سکتی ہے تو پھر روبی کیوں نہیں۔نجانے کیوں وہ اس کو دیکھنا چاہتے تھے۔شاید یہ جاننے کیلئے کہ وہ اب کیسی ہے۔ویسی ہی گم صم جیسی آخری ملاقات میں انہوں نے دیکھا تھا یا......دعوت کے بعد جب سب مہمان رخصت ہو گئے تو ان کے دونوں فرینڈز نے کلب جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔چونکہ وہ لوگ یہاں کے راستوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔اس لئے ان کو خود کلب چھوڑنے آئے تھے۔ان کو ایک ٹیبل پر بٹھا کر وہ خود واپس جانے کو مڑے۔چند قدم ہی ابھی اٹھائے ہوں گے کہ معاً نظر ایک ٹیبل پر بیٹھی ایک ہستی پر پڑی تو بلال کو یا سکتے کی کیفیت سے دوچار ہو گئے۔ناقابل یقین بات تھی۔مگر سچ تھی۔وہ روبی ہی تھی۔وہ پہلی ہی نظر میں پہچان چکے تھے وہ یقیناً روبی ہی تھی۔وہ سب کچھ بھول کر اس کو حیرت سے دیکھنے لگے۔

●☆☆☆●

روبی اس وقت ریڈ کلر کی میکسی میں ملبوس تھی۔جس پر بے حد شوخ کام کیا گیا تھا۔یہ میکسی نا تو سلیولیس تھی اور نا ہی آستین والی۔بس برائے نام ہی آستین تھی میکسی کی۔اور اس کے ساتھ روبی نے میک اپ بھی بے حد شوخ اور گہرا کر رکھا تھا۔اس کے کھلے شولڈر کٹ سیاہ بال تیز جگ مگ کرتی روشنی میں کچھ زیادہ ہی چمک رہے تھے۔گو کہ وہ پہلے ہی بہت زیادہ خوبصورت تھی۔مگر اب مزید اس خوبصورتی میں اضافہ ہو چکا تھا۔پہلے جب بلال نے اس کو دیکھا تھا تو وہ بہت زیادہ دبلی پتلی ہوتی تھی۔مگر اب جسم ذرا بھر گیا تھا۔جسم کے اس بھرنے کو موٹاپا نہیں کہا جا سکتا تھا۔تاہم وہ اس وقت بہت زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔کافی بے باک بھی کہ میز پر موجود ساتھی اس کے ہونٹوں میں دبائی سگریٹ سلگا رہا تھا۔جس کے ساتھ کافی پیتے ہوئے وہ ہنستے مسکراتے ہوئے کافی بے تکلفی سے باتیں کر رہی تھی۔بلال اپنی جگہ گویا بت بن کر اس کو دیکھ رہے تھے۔اور سوچ رہے تھے کہ یہ جو مرد اس کے ساتھ ہے کیا وہ اس کا شوہر ہے۔مگر نہیں وہ جس حلئے میں تھی یوں کوئی شوہر اپنی بیوی کی سگریٹ نہیں سلگاتا۔تو پھر؟ وہ اس کے آگے سوچ نہ سکے۔

بلال کو یوں اچانک اپنے سامنے پا کر روبی کی حالت بلال سے مختلف نا ہوئی تھی نظر اس پر پڑتے ہی روبی یوں چونکی تھی جیسے بجلی کے ننگے تاروں کو انجانے میں چھو لیا ہو۔ناقابل یقین بات لگتی تھی کہ وہ جس کی تلاش میں اپنے شہر تو کیا ایبٹ آباد کے چپے چپے کی بھی خاک چھان آئی تھی۔وہ یکدم خود ہی نظروں کے سامنے آ گیا تھا۔

وہی داڑھی والا نورانی چہرہ۔آج یہ چہرہ دیکھ کر روبی کو نسیم کی ماں نائیکہ چشمہ بائی یاد آ گئی تھی۔یعنی ٹھیک ہی کہا تھا نسیم نے بعض چہرے ایسے ہوتے ہیں اندر سے کچھ باہر سے کچھ۔چہرے پر لکھی شرافت کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اندر سے بھی شریف ہیں۔اب ثبوت کی صورت میں روبی کے سامنے بھی اس وقت دو چہرے تھے۔ایک نائیکہ چشمہ کا اور دوسرا بلال کا۔بلال جس کو دیکھ کر لوگ سمجھتے ہیں شاید بہت کم گو ہے۔اس نے جو زبان اپنے سے آٹھ دس برس چھوٹی لڑکی کیلئے استعمال کی تھی۔وہ تو لوگ طوائف کیلئے بھی استعمال نہ کرتے ہوں

گے۔اچانک روبی کے دل میں بلال کیلئے بے حد نفرت اُمڈ کر آئی۔اس نفرت کے زیر اثر وہ فوراً اپنی میز سے اٹھی پھر ایک ہاتھ میں سگریٹ اور دوسرے ہاتھ سے ذیشان کا ہاتھ تھام کر خراماں خراماں چلتی ہوئی بلال کے مقابل آن کھڑی ہوئی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔
چند لمحے تمسخر اڑانے والے انداز میں مسکرا کر بلال کو دیکھتی رہی۔پھر بڑی ادا سے چہرے پر آنے والے بالوں کو پیچھے جھٹکتے ہوئے سگریٹ کا ایک طویل کش لیا۔پھر پورا منہ کھول کر دھواں بلال کے چہرے پر چھوڑتے ہوئے زہر خند سے کہا۔

"تم نے تو ایک ہی صدمے سے کیا تھا دو چار
خود کو ہر طرح سے برباد کیا ہے میں نے

آوارہ یہاں تو پھر آوارہ ہی سہی

آئی ایم فلم سٹار روبی۔" پھر حیران پریشان کھڑے بلال کو وہیں چھوڑ کر ذیشان کا ہاتھ تھامے یونہی کلب کے ہال سے باہر نکل گئی۔وہ تو بال جھٹک کر دھواں ان کے چہرے پر چھوڑ کر شعر سنا کر با قاعدہ اپنا تعارف کروا کر چلی گئی تھی اور بلال کا دل تو کیا دماغ تک جھنجلا اٹھے تھے۔اس کا حلیہ دیکھ کر اس کا تعارف سن کر۔
امریکہ جانے کے بعد وہ اپنے ہر خط میں روبی کے بارے میں دریافت کرتے تھے۔ اور گھر والے ہر بار ان کی اس بات کو نظر انداز یا گول کر دیتے تھے۔تنگ آ کر بلال نے با قاعدہ فون کر کے پہلے سب گھر والوں سے باتیں کیں اور پھر آخر میں ماں سے بات کرتے ہوئے روبی کے بارے میں پوچھا تو کچھ دیر کے بعد انہوں نے بلال سے کہا۔
"بلال تو آخر کیوں فکر کرتا ہے روبی کی۔وہ اپنے گھر کب کی واپس آ چکی ہے اور گھر والے بھی اس کی غلطی کو بھول کر معاف کر کے اس کو قبول کر چکے ہیں۔ہاں وہ خود ہی واپس آئی تھی۔"انہوں نے بلال کو پکا پکا یقین دلانے کو کہا۔
"بس مجھے ہی خط میں لکھوانا بھول جاتا تھا۔"
بلال پوچھنا چاہتے تھے کیسے ملی روبی؟مگر فون کی لائن کٹ گئی اور ابھی ابھی روبی ان کو بتا گئی تھی کہ وہ کون ہے اور اس وقت کس حال میں ہے؟شعر سنانے کا مطلب تو یہی تھا کہ تم نے آوارہ کہا تھا تو میں اس سے بھی بڑھ کر اس مقام پر ہوں کہ فلمسٹار کی جو زندگی ہوتی ہے وہ سب ہی جانتے ہیں۔سارے غصے کے وہ ہال سے باہر آئے اور پھر فل سپیڈ پر گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔
راستے میں وہ دکھ سے سوچ رہے تھے۔امی جان آپ کو مجھ سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا اس بات کا خوف تھا کہ روبی کے نہ ملنے کا سن کر میں وطن واپس آ جاؤں گا؟ گاڑی روک کر وہ سیدھے ہال روم میں آئے جہاں وہ سب گھر والوں کو بیٹھا چھوڑ کر گئے تھے۔وہ سب ابھی تک وہیں بیٹھے تھے۔سوائے بابا جان کے کہ وہ اپنے روم میں آرام کرنے جا چکے تھے۔بلال ماں کے پاس رک کر پھر کہا۔
"امی جان!میں آتے ہی آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا تھا۔مگر گھر میں مہمانوں کی موجودگی کی وجہ سے پوچھ نہ سکا۔"بلال اتنا کہہ کر رکے تو بیگم اخلاق نے فوراً پوچھا۔
"کونسی بات.....؟"بیگم اخلاق کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ ان سے اس وقت روبی کے بارے میں بھی پوچھ سکتا ہے یا روبی ان کو وطن واپسی کے پہلے ہی روز مل بھی سکتی ہے۔
"امی جان!آج کی دعوت میں روبی کے سارے گھر والے آئے ہوئے تھے۔روحی بھی اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ آئی۔مگر روبی ان کے ساتھ نہیں تھی۔کیا آپ نے روبی کو اس دعوت میں انوائٹ نہیں کیا تھا؟"بلال کی بات سنتے ہی بیگم اخلاق کے چہرے کی رنگت اڑ گئی۔انہوں نے بوکھلا کر پہلے کمال پھر گل کو دیکھا۔مگر وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے تھے۔جبکہ بلال ان کے سر پر کھڑے تھے۔پہلی بار انہوں نے بے بسی سے سوچا۔لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں جھوٹ نہیں بولنا چاہئے۔ورنہ ایک جھوٹ کو نبھانے کیلئے بہت سارے جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ایسی ہی صورتحال کا اس وقت ان کو سامنا تھا۔آج وہ جھوٹ نہ بول سکتی تھیں کہ یہ جھوٹ صرف ایک رات کیلئے ہی چل سکتا تھا۔صبح گھر آنے والے اخبارات میں بلال اس کی تصویریں دیکھ لیتا فرض کریں اگر اخبارات بھی میز سے اٹھا لیتے تو پھر گھر سے باہر جب جاتا تو سارے شہر میں اس کے فلم بینرز جو لگتے ہی رہتے تھے۔ان کو دیکھ لیتا تو تب بھی اس کو پتا چل جاتا۔وہ اس وقت سخت مشکل میں تھیں۔سچ بولنا نہیں چاہتی تھیں اور جھوٹ صرف ایک رات کیلئے ہی چل سکتا تھا۔
"آپ سب حیرت کی تصویریں کیوں بن گئے ہیں۔میرے سوال کا جواب دیجئے۔امی جان روبی کیوں نہیں آئی؟اور وہ اس وقت کہاں ہے؟"بلال نے اپنا غصہ ضبط کرتے

ہوئے پوچھا۔بیگم خلاق نے ٹھنڈی آہ بھر کر بیٹے کو دیکھا اور شکست خوردہ لہجے میں کہا۔
"بیٹا تمہارے جانے کے بعد میں نے روبی کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ مجھے نہیں ملی۔" اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گئیں۔
"وہ نہیں ملی۔" بلال نے ان سب کو طنزیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں بیٹا میری کوشش کے باوجود وہ نہیں ملی۔" انہوں نے آہستہ سے کہا۔
"امی جان! اس ملک کا بچہ بچہ روبی کو جانتا ہے۔اتنی مشہور ہستی بن چکی ہے وہ۔اور آپ کہتی ہیں وہ نہیں ملی۔صاف یہ کیوں نہیں کہتیں کہ آپ نے روبی کو تلاش کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔امی جان! میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ مجھ سے جھوٹ بول سکتی ہیں۔آپ نے زبردستی مجھے ملک سے باہر بھیجنے کیلئے مجھ سے جھوٹ بولا کہ آپ خود روبی کو تلاش کریں گی۔آپ نے یہ سب اچھا نہیں کیا امی جان! آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔" بلال کی باتوں کے جواب میں وہ سب خاموش تھے۔یہ دیکھ کر بلال نے کہا۔
"آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ میں ابھی ابھی روبی سے مل کر آ رہا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے وہ ہال سے نکل کر اپنے روم میں آ گئے۔مگر بستر پر لیٹنے کے بجائے وہ مارے پریشانی کے روم میں ٹہلتے ہوئے روبی کے بارے میں سوچتے جا رہے تھے۔اب ان کو کیا کرنا چاہئے۔وہ یہی سوچ رہے تھے۔دل میں پرانی محبت عود کر آئی تھی۔

☆☆☆

بلال کو دیکھنے کے بعد روبی بڑی مشکل سے خود کو سنبھالتے گھر تک آئی تھی۔گاڑی پورچ میں روک کر وہ اس کو لاک لگائے بغیر ہی بھاگتی ہوئی اپنے روم میں آئی تھی۔اور بیڈ پر گر کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔اس کو خود بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کیوں رو رہی ہے۔یہ اس کی اپنی ہی تو خواہش تھی کہ ایک بار صرف ایک بار بلال سے اس کا سامنا ہو اور وہ حقارت بھری نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھ جائے۔بلال حیرت زدہ سا اس کو دیکھتا رہ جائے۔اس سلسلے میں روبی نے ایک لمحے کے عنوان سے اپنی ڈائری میں ایک نظم بھی نوٹ کی تھی اور یہ نظم آج بھی اس کو لفظ بلفظ یاد تھی اس نے لکھا تھا۔

اک حسرت ہے کہ میں تم سے ملوں
تمہاری آنکھوں میں لہرائے آشنا سی چمک
یہ چمک لہرائے صرف ایک لمحے کو
اور بس یہی ایک لمحہ
میری زندگی کا حاصل ہو

اور اپنے منہ سے مانگا ہوا یہ لمحہ جب اس کی زندگی میں آ گیا تھا تو نجانے وہ کیوں بکھری گئی تھی۔ٹوٹ سی گئی تھی۔وہ انہی سوچوں میں گم تھی کہ اماں روم میں داخل ہوئی اور کھانا لگنے کی اطلاع دی تو روبی نے آنسو صاف کرتے ہوئے بتایا۔
"اماں کھانا آج میں نے باہر ذیشان کے ساتھ کھا لیا تھا۔" یہ سن کر اماں کچھ بھی کہے بغیر روم سے باہر چلی گئی تو روبی پھر بلال کے بارے میں سوچنے لگی۔بلال کو دیکھ کر کیا کیا یاد نہیں آ رہا تھا۔ایک ایک بات یاد آ رہی تھی۔صبح مسجد جاتے بلال کا خاموش نظروں سے روبی کو دیکھنا۔وہ کتنا بے تاب رہتا تھا۔صرف اس کی آواز سننے کیلئے۔یہ سب دیکھ کر ہی تو روبی اس کی محبت میں گرفتار ہوئی تھی۔اور پھر یہ محبت اس کو گھر سے نکال کر تباہی کے اس مقام پر لے آئی تھی۔جہاں اس میں اور بازار میں بیٹھی طوائف میں کوئی فرق نہیں رہ گیا تھا۔وہ جو اس کو کہتا تھا عورت کے پاس فقط ایک عزت ہی ہوتی ہے۔یہ بھی نہ رہے تو اس میں اور بازار میں بیٹھی عورت میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔یہ عزت اب اس کے پاس نہ رہی تھی۔فلم لائن جوائن کرنے کے بعد اس کی یہ عزت، بہت سارے کتے لوٹ کر لے گئے تھے۔اس کے باوجود وہ زندہ تھی۔جس کی وجہ سے یہ ہوا تھا۔وہ آج بھی ویسا ہی خوبصورت، سوبر اور باوقار تھا اور روبی اس کی محبت میں کہاں سے کہاں جا پہنچی تھی۔روبی نے سوچا۔
شکر ہے کہ وہ صبح کی فلائٹ سے لندن جا رہی ہے۔ورنہ اگر یہاں رہتی تو بلال کا سوچ سوچ کر پاگل ہو جاتی۔
بلال نے رات ہی سوچ لیا تھا کہ انہوں نے اپنے اس گناہ کا کیا کفارہ ادا کرنا ہے۔اس کے باوجود وہ رات پر سکون نیند نہیں لے سکے تھے۔صبح ناشتے کی ٹیبل پر سوائے بابا جان

کہ انہوں نے کسی سے بھی بات نہ کی تھی۔ ناشتے سے فارغ ہوتے ہی وہ روبی کی تلاش میں گھر سے نکل پڑے تھے۔ وہ ان کو کہاں مل سکتی تھی۔ وہ ایک فلم سٹار تھی۔ کسی سٹوڈیو میں ہی اب اس کے ساتھ ان کی ملاقات ہو سکتی تھی۔ کتنی نفرت تھی اس کی آنکھوں میں۔ جب اس نے ان کو دیکھا تھا۔ کتنی حقارت تھی اس کے لہجے میں۔ مگر روبی سے ملنا اور اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنا شاید ابھی بلال کے مقدر میں نہ تھا۔ روبی تو ان کو نہ ملی تھی۔ مگر یہ ضرور معلوم ہو گیا تھا کہ وہ چونکہ کئی برسوں سے مسلسل کام کر رہی تھی۔ اس لئے آج صبح کی فلائٹ سے آرام کرنے کی غرض سے تین ماہ کیلئے لندن چلی گئی ہے۔

بلال کو اس کے لندن جانے کی خبر سن کر بے حد افسوس ہوا تھا۔ اب افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ جانے والی تو جا چکی تھی۔ اور اب بلال بھی گھر واپس جانے کے بجائے اپنے دوستوں کے پاس ہوٹل چلے گئے تھے۔ سارا دن انہوں نے اپنے دوستوں کو لاہور گھماتے ہوئے اور لاہور کی تاریخی عمارات دکھاتے ہوئے گزار دیا۔ رات کا کھانا ان کو ایک اچھے ریسٹورنٹ میں کھلانے کے بعد وہ ان دونوں کو کلب چھوڑ کر رات گئے گھر واپس آئے تو سب گھر والے ابھی تک جاگ رہے تھے۔ بلال سمجھے وہ سب شاید انہی کیلئے جاگ رہے ہیں۔ کیونکہ رات ان کو بتا دیا تھا کہ وہ روبی سے مل چکا ہے۔ اس لئے یہ لوگ سوچتے ہوں گے میں آج بھی روبی سے ملنے گیا ہوں۔ شاید اس کو لے کر ہی اب گھر آؤں گا۔ یہ سچ بھی تھا۔ اگر روبی ان کو مل جاتی تو وہ کسی نہ کسی طرح اس کو سمجھا بجھا کر منا کر اپنے ساتھ گھر لے آتے۔ مگر وہ تو ان کے آتے ہی لندن روانہ ہو چکی تھی اور اب اس وقت گھر والوں سے رسمی طور پر ان کے جاگنے کا سبب دریافت کرنا ضروری تھا۔

"خیریت تو ہے آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں۔"

"تم صبح کے گئے اب تک کہاں تھے؟" گل نے اس کو گھورتے ہوئے غصے سے پوچھا۔

"کیا ہوا امی جان؟!" بلال نے گل کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے ماں سے پوچھا۔ رونے کی وجہ سے ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اب بلال پریشان ہوا تھا۔

"تمہاری بلا سے کوئی مرے یا جئے۔ تم اپنی آوارگی کرو۔ اس وقت آدھی رات کو بھی واپس آنے کی کیا ضرورت تھی؟" بیگم اخلاق نے ناراضی سے کہا۔

"امی جان! آپ اچھی طرح جانتی ہیں۔ میرے ساتھ امریکہ سے میرے دو دوست بھی آئے ہیں۔ سارا دن ان کو لاہور گھماتے اور لاہور کی تاریخی عمارات دکھاتے بیت گیا۔ اب کھانا کھانے کے بعد ان کو کلب چھوڑ کر سیدھا گھر واپس آ رہا ہوں۔" بلال نے ان کی خفگی دور کرنے کو وضاحت کی۔ پھر ماں کے بجائے گل سے پوچھا۔

"بات کیا ہوئی ہے۔ بھابی جان! کیوں پریشان ہیں آپ سب۔"

"بابا جان کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے اور کمال ان کو لے کر ہاسپٹل گئے ہیں۔ تمہارا تو معلوم ہی نہیں تھا کہ تم کہاں ہو۔ نہ ہی تم بتا کر گئے کہ دوستوں کے پاس جا رہے ہو۔" گل نے سوگواری سے بتایا۔

"اچھا۔" اب بلال کو اپنی غلطی کا احساس ہوا پھر کہا۔

"لیکن صبح جب میں گھر سے ناشتے کے بعد گیا تو وہ ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھے اخبار دیکھ رہے تھے اور بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔"

"بندے کا کیا بھروسہ مٹی کا کھلونا پل میں تولہ پل میں ماشہ۔" گل نے افسردگی سے کہا۔ بلال نے ان سے ہاسپٹل کا پوچھا پھر کہا۔

"اچھا تو میں بھی اس ہاسپٹل جاتا ہوں۔" وہ جلدی سے باہر جانے کو لپکے تو اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ بلال نے رک کر گل کو دیکھا پھر خود آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ دوسرے ہی لمحے ماؤتھ پیس سے کمال کی سوگوار آواز ابھری۔

"تم کہاں تھے اب تک میرے بھائی۔"

"بابا جان کیسے ہیں پہلے یہ بتائیں؟" بلال نے ان کی بات کاٹ کر پوچھا۔ دوسری جانب کچھ دیر سکوت رہا پھر کمال بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"بلال بابا جان ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔" بلال نے بڑے حوصلے سے یہ خبر سنی پھر بڑے ضبط سے پوچھا۔

"کب ہوا یہ سب۔"

"کیا ہوا؟" گل نے جلدی سے آگے بڑھ کر پوچھا۔ مارے صدمے کے بلال سے کچھ بولا ہی نہ گیا۔ گل نے کسی انہونی کا سوچ کر جلدی سے ریسیور اس کے ہاتھ سے چھین کر

خود چیخ کر پوچھا۔
"کیا ہوا؟ بابا جان کیسے ہیں؟"
"ان کی طبیعت بہت خراب ہے۔ بلال سے کہو بس فوراً یہاں ہاسپٹل میرے پاس چلا آئے۔" یہ کہہ کر کمال نے فوراً فون بند کر دیا۔ تا کہ گل مزید کوئی اور سوال نا کرے بابا جان کے بارے میں۔
"امی جان! بابا جان کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے۔" گل نے فون بند کر کے ان کو بتایا تو بیگم اخلاق اٹھتے ہوئے بولیں۔
"چلو ہم دونوں بھی بلال کے ساتھ ہاسپٹل چلتے ہیں۔" ان کی یہ بات سن کر بلال جو صدمے کی حالت میں گم صم کھڑے تھے ہوش میں آ گئے۔ اور جلدی سے آگے بڑھ کر ماں سے کہا۔
"امی جان! اس وقت اتنی رات گئے آپ لوگوں کا جانا مناسب نہیں۔ آپ صبح چلی جائیں۔ اس وقت میں جو جا رہا ہوں وہاں۔ جاتے ہی آپ کو فون کروں گا۔ اور بابا جان کی طبیعت کا بتا دوں گا۔"
"مگر ہم صبح تک نہیں رک سکتے۔ تمہارے بھائی بتا رہے تھے کہ ان کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے۔" گل نے روتے ہوئے کہا۔ وہ اخلاق خان کی سگی بھتیجی تھی اور پھر بہو بھی۔
"بھابی! آپ سمجھتی کیوں نہیں؟ اس وقت آپ دونوں کا جانا مناسب نہیں۔ اس وقت آپ گھر پر ہی رکیں۔ ہاں اگر ان کی طبیعت زیادہ ہی خراب ہوئی تو میں آپ کو آ کر لے جاؤں گا۔" پھر جلدی سے باہر چلا گیا۔ ہاسپٹل میں وہ کمال بھائی کے گلے مل کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ اور کہتا رہا اب میں آیا ہوں تو بابا جان ہمیشہ کیلئے چلے گئے ہیں۔ وہ چند روز تو مجھے اپنی خدمت کرنے کا، اپنے پاس بیٹھنے کا، اپنے دکھ سکھ کہنے سننے کا موقع دیتے۔ یہ کیا ہو گیا ہے۔" کمال کو کہ خود بھی دکھی ہو رہے تھے۔ مگر بڑے تھے اس لئے بلال کی یہ حالت دیکھ کر خود کو سنبھالتے ہوئے بھائی کو تسلی دی۔
"صبر کرو بلال! تم مرد ہو۔ زندگی خدا کی دی ہوئی امانت ہے۔ وہ جب بھی چاہے ہم سے اپنی امانت واپس لے جائے۔ ہم کون ہوتے ہیں اس کے سامنے شکوہ کرنے والے۔"
"بھائی جان! امی بھابی بہت پریشان ہیں۔ میں ان کو بابا جان کے رخصت ہونے کی خبر کیسے دوں گا؟ مجھ میں تو یہ حوصلہ نہیں۔" بلال کو کسی طور صبر نہیں آ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر کمال نے کہا۔
"ان کو یہ خبر میں دے دوں گا۔ مگر تم مرد بنو میرے بھائی! اور مردوں کی طرح ہی اس صدمے کو برداشت کرو۔ ہمیں بابا جان کو لے کر واپس ایبٹ آباد بھی جانا ہے۔" یہ سن کر بلال سنبھل گئے۔
اس کے بعد دونوں بھائی ٹرک کا انتظام کرنے کے بعد خان اخلاق خان کی میت لے کر گھر آئے تو پورا گھر ماتم کدہ بن گیا۔ سبھی روتے ہوئے یونہی میت لے کر ایبٹ آباد کی جانب روانہ ہو گئے۔ ساتھ شمشاد اور نصیر صاحب بھی تھے۔ بلکہ سلمان بھی۔ ایبٹ آباد میں ان کا اپنا آبائی قبرستان تھا۔ اور خان اخلاق خان کی وصیت کے مطابق ان کو انہی کے قبرستان میں دفن کرنا تھا۔ وہ وصیت نہ بھی کرتے تب بھی یہ تدفین ان کے اپنے علاقے میں ہی جا کر ہوتی تھی۔ لاہور میں تو وہ سب مسافر تھے۔ ایبٹ آباد تک خواتین تو گریہ زاری کرتے ہی گئی تھیں۔
خان اخلاق خان کی تدفین کے چند روز بعد ہی بلال ماں کو ڈھیروں تسلیاں دیتے ہوئے سعودیہ روانہ ہو گئے تھے۔ کیونکہ امریکہ سے پاکستان واپسی آنے سے پہلے ہی انہوں نے سعودیہ جانے کیلئے کمپنی کا ایگری منٹ سائن کر لیا تھا۔ اب سائن کردہ ایگری منٹ کے مطابق ان کا ڈیوٹی پر حاضر ہونا بہت ضروری تھا۔ سو وہ ماں کو تسلیاں دے کر چلے آئے تھے کہ ان کے رکنے یا چند روز مزید لیٹ ہونے سے بابا جان واپس تو نہیں آ سکتے تھے۔ سو وہ چلے آئے تھے۔
خان اخلاق خان کے چہلم کے بعد باقی سب گھر والے بھی لاہور آ گئے۔ ان میں بیگم اخلاق بھی شامل تھیں۔ اب مستقل طور پر کمال، گل کے پاس رہنے لاہور آ گئی تھیں کہ اب ایبٹ آباد کی بڑی حویلی میں ان کا دل نہیں لگتا تھا۔ نہ بلال تھا اور نہ ہی زندگی کا ساتھی پاس رہا تھا۔ وہ تو ایک منٹ میں منوں مٹی تلے جا سوئے تھے اور اب وہاں رہتے ہوئے دل گھبراتا تھا۔

* ☆☆☆ *

سعودیہ آنے کے بعد اگرچہ بلال بہت بزی ہو گئے تھے۔ مگر اس کے باوجود بابا جان کے ساتھ ساتھ اب ان کو روبی بھی شدت سے یاد آنے لگی تھی۔ کچھ بھی تھا روبی ان کی پہلی

محبت تھی۔ اگر ان کے اور روبی کے درمیان برسات کی وہ طوفانی رات نہ آجاتی تو وہ روبی کے ساتھ شادی کرنے کا پروگرام فائنل کر چکے تھے۔ اب سب کچھ جاننے کے بعد تو روبی کو بھولنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ وہ روبی جو دوسروں کیلئے آوارہ تھی۔ مگر ان کو پورا یقین تھا وہ آوارہ نہیں تھی۔ اس کو ماحول ہی ایسا ملا تھا کہ چھوٹی عمر ہونے کی وجہ سے وہ گمراہ ہوگئی تھی۔ اس کا ذہن بھٹک گیا تھا۔ ایک ایسا گھر جہاں ماں اپنی ذمہ داریاں محسوس کرنے کے بجائے زیادہ وقت گھر سے باہر رہتی ہو اور ایسی صورت میں بچہ اگر بھٹک جائے تو قصوروار بچہ نہیں ماں ہوتی ہے۔ جبکہ گھر میں بڑی بہن بھی لوز کریکٹر ہو۔ ان کی نظر میں تو مجرم روحی ہی تھی۔ جس کی وجہ سے روبی کا ذہن متاثر ہوا تھا۔ یا پھر وہ خود کو روبی کا مجرم سمجھتے تھے۔ روبی کو وہ نرمی سے سمجھا سکتے تھے یا پھر راہ راست پر لانے کیلئے اس کے ساتھ شادی کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے کیا تو وہ جرم جس کا کفارہ ادا نہ کر پا رہے تھے۔ اگرچہ وہ روبی سے ملے بغیر سعودیہ آئے مگر ان کے ارادے اب بھی وہی تھا۔

وہ اب ہر حال میں روبی کو اپنانا چاہتے تھے۔ حالانکہ وہ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے گھر والے انہیں کبھی روبی کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ وہ ہر حالت میں اس کی مخالفت کریں گے۔ مگر انہیں اب کسی کی پروا نہ ہی تھی کہ جو بوجھ ان کے دل و دماغ اور ضمیر پر تھا اس کو گھر والے نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اور پھر وہ ان کی محبت بھی تو تھی۔

اپنی محبت کو حاصل کرنے کیلئے وہ تین ماہ بعد ہی چھٹی لے کر پاکستان واپس آ گئے تھے۔ کیونکہ ان کو پتا چل چکا تھا کہ روبی پاکستان پہنچ چکی ہے۔ وہ سمجھتے تھے مزید دیر کرنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ چونکہ وہ گھر والوں کو اطلاع کئے بغیر پاکستان آئے تھے۔ اس لئے سب گھر والے ان کو یوں اچانک اپنے سامنے دیکھ کر حیران ہوئے تھے۔ ان کی والدہ نے پوچھا۔

”تم اچانک کیسے آ گئے خیریت؟“

”بالکل خیریت۔ آپ سب اپنی سنائیں کیا حال ہے آپ کا؟“ بلال نے سکون سے پوچھا۔

”ہم سب ٹھیک ہیں۔“ انہوں نے جواب دیا تو بلال نے کہا۔

”امی جان میں چینج کر کے آتا ہوں۔ آپ جلدی سے کھانا لگوا دیں۔ مجھے سخت بھوک لگی ہے۔ باقی سب باتیں کھانے کے بعد ہوں گی۔“ یہ کہہ کر وہ اپنے روم میں چلے گئے تھے۔

رات کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ قہوہ پی رہے تھے۔ بیگم اخلاق نے ان سے پوچھا۔

”ہاں بھئی اب کہو یہ تم تین ماہ بعد ہی کیسے چلے آئے؟“

بلال ایک تو جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ دوسرا انہوں نے کبھی ماں سے کوئی بات چھپائی نا تھی اور پھر وہ روبی سے شادی کر رہے تھے۔ یہ بات چھپانے والی تھی ہی نہیں۔ یہی وجہ تھی انہوں نے ان سے کچھ چھپانا مناسب نہ سمجھا اور اپنا سارا پروگرام صاف صاف بتا دیا کہ وہ روبی کے ساتھ شادی کرنے کیلئے تین ماہ بعد آئے ہیں۔ بیگم اخلاق کو پہلے ہی شک تھا کہ وہ روبی کی وجہ سے آئے ہیں۔

”بلال تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ میرے جیتے جی یہ نہیں ہو سکتا۔“ بیگم اخلاق نے غصے اور نفرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کہا۔

”امی جان! آپ کا غصہ بلاوجہ ہے۔ اگر آپ محسوس کریں تو قصور آپ ہی کا ہے۔ اگر آپ بروقت روبی کو تلاش کر کے اس کے والدین کے سپرد کر دیتیں تو یقین کریں میں کبھی بھی روبی سے شادی کی خواہش نہ کرتا۔ مگر اب تو یہ شادی ایک مجبوری ہے۔ آپ منع نا کریں کیونکہ اس طرح مجھے دکھ ہوگا کہ میں نے آپ کی بات نہیں مانی۔ میں شادی کا پکا پکا فیصلہ کر کے ہی پاکستان آیا تھا۔ جس کو میں کسی قیمت پر بدل نہیں سکتا۔“ بلال نے متانت سے کہا۔

”کیوں منع نہ کروں۔ میں تمہاری ماں ہوں اور مجھے وہ آوارہ لڑکی پسند نہیں۔“ بیگم اخلاق نجانے اور بھی کیا کہتی کہ کمال نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بلال سے پوری سنجیدگی کے ساتھ پوچھا۔

”کیا واقعی تم روبی سے شادی کرنا چاہتے ہو؟“

”آپ کو شک کیوں ہے؟ میں روبی سے شادی کرنا چاہتا نہیں ہوں بلکہ روبی کے ساتھ شادی کرنے ہی پاکستان آیا ہوں۔“ بلال نے تھوڑے خشک لہجے میں کہا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے اگر انہوں نے ذرا سی بھی نرمی دکھائی تو گھر والے سخت ہو جائیں گے۔ یہی وجہ ہے انہوں نے اپنا لہجہ پہلے ہی سخت اور خشک رکھا تھا۔ شادی ان کا ذاتی مسئلہ تھا اور روبی جو بھی تھی جیسی بھی تھی۔ وہ روبی سے خود شادی کر رہے تھے۔ کسی اور کو تو شادی کرنے کا نہیں کہہ رہے تھے۔

"بلال پلیز میرے بھائی! میری بات پر ذرا غور کرو۔ کہاں ہمارا صاف ستھرا گھرانا اور کہاں گھر سے بھاگی ہوئی وہ بدنام لڑکی؟" کمال نے ایک بار پھر سمجھانا چاہا۔
"پلیز بھائی جان! خاموش ہو جائیں۔ مزید ایک لفظ بھی نہ کہئے گا۔ آپ کچھ نہیں جانتے۔ وہ آج جو بھی ہے؟ جیسی بھی ہے؟ میری وجہ سے ہے۔ وہ گھر سے صرف میری وجہ سے بھاگی تھی۔ کتنے افسوس کی بات ہے وہ لوگ جو ایک معصوم لڑکی کی بربادی کے ذمہ دار ہیں۔ وہی اپنے آپ کو اس معاشرے کا صاف ستھرا اور شریف شہری سمجھتے ہیں۔"
"اچھی بات ہے۔" کمال نے سب کو خاموش کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ وہ سمجھ چکے تھے کہ بلال اب باز آنے والا نہیں ہے۔ تاہم وہ آخری بار اس کو پوری وضاحت کے ساتھ سمجھانا چاہتے تھے۔ اس لئے بہت سوچ کر بولے۔
"دیکھو بلال! گو کہ شادی تمہارا ذاتی مسئلہ ہے۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ کل جب تمہارے بچے ہوں گے تو پھر شاید تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہوگا۔ کیونکہ لوگ روبی کو گھر سے بھاگی ہوئی بدنام لڑکی کے حوالے سے جانتے ہیں۔ اور اس بات کا اثر تمہارے بچوں پر بھی پڑ سکتا ہے۔ دیکھو دنیا میں رہتے ہوئے دنیاداری کا خیال تو کرنا ہی پڑتا ہے۔"
"یہ میرا اور میرے بچوں کا مسئلہ ہوگا۔ میں ان کو بتا دوں گا کہ ان کی ماں ان کے باپ کی غلطی یا غلط رویئے کی وجہ سے گھر سے بھاگی تھی۔ پلیز آپ مجھے روبی سے شادی کرنے دیں۔ کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں۔ میں اگر سعودیہ سے اس وقت آیا ہوں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ مجھے ہر حال میں روبی سے ہی شادی کرنی ہے۔" بلال نے ٹھوس لہجے میں کہا اور پھر اٹھ کر اپنے روم میں چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی بیگم خلاق، کمال پر برس پڑیں۔
"یہ تم نے کیا کیا کمال؟ میں ہرگز روبی کو اپنی بہو تسلیم نہیں کروں گی۔ بلکہ میری زندگی میں یہ شادی کبھی نہیں ہوگی۔"
"صبر کریں امی جان! صبر۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ آپ نے دیکھا نہیں کس قدر سخت اور خشک لہجہ تھا اس کا۔ کتنا گستاخ ہو رہا تھا وہ۔ اگر آپ اس وقت مزید ڈانٹ ڈپٹ سے کام لیتیں تو بات بگڑ سکتی تھی۔ آپ سمجھتی کیوں نہیں بلال ایبٹ آباد سے نہیں سعودیہ سے آیا ہے۔ وہ بھی تین ماہ بعد روبی سے صرف شادی کرنے کیلئے۔ پھر وہ ہماری کوئی بات کیسے مان سکتا ہے۔"
"اگر وہ میری بات نہیں مانے گا تو میں جان دے دوں گی۔ مگر اس آوارہ لڑکی کو اپنے گھر میں کبھی گھسنے کی اجازت نہیں دوں گی۔ خان صاحب نہیں رہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں بلال کو اپنی من مانی کرنے دوں گی۔ ایسا میری زندگی میں کبھی نہ ہوگا۔ بے شک بلال ساری زندگی شادی نہ کرے۔" بیگم خلاق نے غصے سے کہا۔
"پلیز امی جان! آپ سے کہا تو ہے آپ صبر کریں۔ روبی سے شادی کرنا خود بلال کی خواہش ہے۔ روبی کی نہیں۔ ایسی لڑکی جو والدین، خاندان کی عزت تار تار کر کے گھر سے بھاگ گئی ہو اپنی آزاد زندگی گزارنے کیلئے وہ پابندی کی زندگی نہیں گزار سکتی۔ جب آوارگی کا چسکا پڑ جائے تو یہ بڑی مشکل سے چھوٹتا ہے۔ اس وقت بلال جذبات کی رو میں بہہ کر روبی کے ساتھ شادی کی ضد لگائے ہوئے ہے۔ آپ ذرا دیکھئے تو صحیح ہوتا کیا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے روبی خود ہی بلال کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دے گی۔ وہ اس وقت جو زندگی گزار رہی ہے شادی کے بعد یہ ممکن نہیں ہوگی۔" کمال نے ایک بار پھر ماں کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔
"اور اگر روبی نے بلال کے ساتھ شادی کرنے سے انکار نہ کیا تو؟" گل نے یوں خوف زدہ لہجے میں کہا جیسے روبی کا نہیں کسی چڑیل کا ذکر کر رہی ہو۔
"تو پھر میں خود ہی یہ شادی نہیں ہونے دوں گا۔ کسی بھی قیمت پر۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے میں ہر حال میں یہ شادی روکوں گا۔" کمال نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
"مگر تم یہ شادی روکو گے کیسے؟" بیگم اخلاق نے فوراً پوچھا۔
"امی جان! میں بھی پٹھان کا خون ہوں۔ صرف بلال کو پتہ نہیں چلنا چاہئے۔ آپ یقین کریں میں ہر جائز نا جائز طریقے سے یہ شادی روکنے کی کوشش کروں گا۔ کہا نا میں کسی طور پر شادی نہیں ہونے دوں گا۔ یہ میرا آپ کے ساتھ وعدہ ہے۔" کمال نے کہا تو بیگم اخلاق مطمئن ہو گئیں۔ ان کے ساتھ ساتھ گل بھی کہ اس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی جہاں وہ اور اس کی بیٹی رہتی ہے وہاں گھر سے بھاگ جانے والی اور طوائف بن کر فلموں میں ناچنے والی لڑکی بھی آ کر رہے۔
ادھر یہ تو تھے ان کے پروگرام۔ ادھر بلال تیار ہو کر ان لوگوں کو بتائے بغیر اس کلب میں چلے آئے تھے جہاں تین ماہ پہلے روبی ملی تھی۔ جہاں برسوں بعد روبی کی ایک جھلک دیکھی تھی۔ آخری ملاقات میں جو نفرت بلال کی آنکھوں میں اس کیلئے بھر گئی تھی۔ اب وہی نفرت روبی کی آنکھوں میں انہیں اپنے لئے نظر آئی تھی۔ وہ کلب آئے تو روبی کی میز ابھی خالی تھی۔ وہ رات گئے تک کلب میں بیٹھے رہے مگر روبی نہ آئی۔ بلال تو یہی سوچ کر آئے تھے کہ وہ روزانہ اس کلب میں آتی ہوگی۔ مگر وہ آج نہیں آئی تھی۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ وہ شاید

کبھی کبھار ہی یہاں آتی ہو اور پھر اس بات کی تصدیق بھی ایک ویٹر نے کر دی تو وہ رات گئے مایوسی سے اٹھ کر گھر آ گئے تھے۔

اگلی صبح ناشتے سے فارغ ہو کر گاڑی لے کر اس کی تلاش میں سٹوڈیو چلے گئے۔ مگر وہ نہیں ملی تھی۔ کتنے ہی سٹوڈیوز گھومنے کے بعد پتہ چلا کہ وہ اپنی آؤٹ ڈور شوٹنگ کیلئے مری گئی ہوئی ہے۔ اور چند روز ادھر ہی رکے گی۔

یہ سنتے ہی بلال نے گھر والوں کو بتائے بغیر گاڑی کا رخ مری کی جانب موڑ لیا۔ ان کو بتایا گیا تھا کہ وہ چند روز ادھر ہی رکے گی اور بلال تو اب ایک دن بھی ضائع نہیں کر سکتے تھے۔

یہی وجہ ہے گھر والوں کو بتائے بغیر مری کیلئے روانہ ہو گئے تھے اور پھر بہت تلاش اور جستجو کے بعد بال آخر روبی کو ڈھونڈنے اور اس تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

یہ لوکیشن ایک پہاڑی کی تھی۔ ایک شاٹ دینے کے بعد روبی سب سے الگ تھلگ بیٹھی آرام کر رہی تھی۔ اس وقت اس نے لباس بھی وہاں کی مقامی عورتوں کا سا پہن رکھا تھا۔ گہرے فلمی میک اپ کے باوجود وہ اچھی لگ رہی تھی۔ بلال آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اچانک دو ہٹے کٹے نوجوانوں نے ان کا راستہ روک لیا۔

"کہاں چلے صاحب!" ان میں سے ایک نے بلال کو گھورتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا۔

"سنو! مجھے ان سے یعنی روبی سے ملنا ہے۔" بلال نے ہاتھ سے روبی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اس کے باڈی گارڈز سے کہا۔

"مگر میڈم روبی کسی سے بات کرنا پسند نہیں کرتیں۔" انہوں نے بتایا۔

"دیکھو میں ان کا عزیز ہوں۔ وہ مجھے جانتی ہیں۔" بلال نے اب کے ذرا اونچی آواز میں مگر سنجیدگی سے کہا تا کہ ان کی آواز روبی تک پہنچ جائے۔ آواز واقعی روبی تک پہنچ گئی تھی۔

بلال کی آواز سن کر وہ چونک پڑی پھر پلٹ کر دیکھا تو تھکا تھکا سا بلال آج پھر اس کے سامنے تھا۔ لائٹ گرین کلر کے سوٹ میں وہ بڑا اجڑا اجڑا سا لگ رہا تھا۔ روبی اس وقت اسے یہاں دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔ وہ چند پل یونہی ان کی جانب دیکھتی رہی۔ بلال بھی اس کو دیکھ رہے تھے۔ اس کی ہاں کے انتظار میں وہیں کھڑے تھے۔ پھر نجانے کیا سوچ کر روبی نے ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت دیدی۔ بلال بے حد بوجھل قدموں سے چلتے ہوئے اس کے روبرو بیٹھ کر اس کو بغور دیکھنے لگے۔ پہلی ملاقات میں روبی نے بڑا تلخ شعر پڑھا تھا۔ مگر اس وقت وہ خاموش تھی۔ مگر یہ خاموشی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ پھر جو اس نے بولنے کیلئے منہ کھولا تو بند کرنا بھول گئی تھی۔

وہ کونسا نشتر تھا جو روبی نے ان کے دل پر نہیں آزمایا تھا۔ بظاہر اس نے وہ سب باتیں ہنستے ہوئے کی تھیں۔ مگر وہ باتیں نہیں زہر تھا۔ جو باتوں کی صورت میں اس نے بلال کو پلایا تھا۔ بلال چونکہ سمجھتے تھے کہ وہ روبی کے مجرم ہیں۔ ان کی وجہ سے وہ آج اس مقام پر تھی۔ اس لئے وہ ضبط سے یہ سب سنتے رہے اور سوچتے رہے۔

کیا عجیب اتفاق ہے وہ جب روبی سے محبت کرتے تھے تو اس کو اپنی محبت کے بارے میں نا بتا سکے اور آج اس کی یہ زہر آلود باتیں سننے کے باوجود یہ نہ کہہ سکے حالانکہ کہنا چاہتے تھے۔

تمہیں خبر نا ہو گی عقل و دانش کے باوجود
برسوں تیری تلاش میں پاگل پھرے ہیں ہم

کہتے بھی تو اس کو کونسا یقین کرنا تھا۔ اس لئے وہ کچھ کہنے کے بجائے اس کی باتیں سنتے ہوئے محویت سے اس کو دیکھتے رہے۔ یہ تو وہ سعودیہ ہی سے طے کر کے آئے تھے کہ وہ اگر روبی کی تلاش میں جا رہے ہیں تو پھر خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ وہ روبی کو شادی کیلئے منا کر ہی رہیں گے۔ وہ تب تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ جب تک وہ شادی کیلئے راضی نہیں ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے انہوں نے روبی کی ساری باتیں تحمل سے سنی تھیں۔ روبی نے ان کے بیٹھتے ہی ان سے پوچھا تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟" اس نے بلال کو مسلسل اپنی جانب دیکھتے پا کر پوچھا تھا۔ بلال اس کی بات سن کر چپ رہے۔ جانتے تھے اس کے دل میں ان کیلئے نفرت کا غبار بھرا ہوا تھا۔ بات کرنے کے بعد اس نے اپنے سگریٹ کیس کو کھول کر ایک سگریٹ نکال کر اپنے ہونٹوں میں دبائی پھر سگریٹ کیس بلال کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ پسند کریں۔" بلال نے منہ سے کچھ کہنے کے بجائے نفی میں سر ہلایا تو روبی نے سگریٹ کیس بند کرتے ہوئے کہا۔

"میں یہ تو بھول ہی گئی تھی کہ آپ بہت نیک شریف، پانچ وقت کے نمازی مرد ہیں۔ یہ کام یہ مشاغل تو ہم جیسے آوارہ لوگوں کے ہیں۔" اس نے سگریٹ کیس رکھ کر لائٹرز سے اپنی سگریٹ سلگائی۔ پھر لائٹرز بند کر کے ایک طویل کش لے کر سارا دھواں بلال کے چہرے پر ڈال کر ہنسنے لگی۔ وہ اس وقت بہت خوشگوار موڈ میں تھی۔ اس لئے اس سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لیتے ہوئے خود ہی اپنی کہی ہوئی بات کا جواب دیتے ہوئے بولی۔

"مجھے دیکھ کر یہی سوچ رہے ہو نا کہ میں بہت بدل گئی ہوں ہے نا۔" اور بلال ایک بار پھر سر ہلا کر رہ گیا۔ وہ کچھ دیر خاموش ہو کر صرف سگریٹ کے کش لیتی رہی پھر پوچھا۔

"ارے تم مہمان ہو کچھ پیو گے۔" بلال نے پھر نفی میں سر ہلا دیا۔ "کمال ہے۔" وہ ایک اونچا قہقہہ لگا کر بولی۔

"تم تو خوب بولنا جانتے تھے۔ وہ بھی نان سٹاپ پھر یہ چپ کیسی؟ کیا گلا خراب ہے؟" اور بلال جو مارے بے بسی کے اس کی باتیں سن رہے تھے بول پڑے۔

"روبی! میری سمجھ میں نہیں آتا کن الفاظ کا سہارا لے کر تم سے بات کروں۔"

مگر اس نے جلدی سے بلال کی بات کاٹ دی اور کہا۔

"روبی نہیں ارے کیا بھول گئے اس آخری ملاقات کو جس میں تم نے مجھے ایک نام عطا کیا تھا۔ وہی برسات کی طوفانی رات وہ رات بھولنے والی نہیں کہ۔"

"پلیز روبی! پلیز!" بلال نے یکدم تڑپ کر کہا۔

مگر روبی تو گویا پتھر کی ہو چکی تھی۔ شاید ہر احساس سے عاری بھی۔ اس لئے ایک بار پھر کہا۔

"روبی نہیں آوارہ۔" اس نے مسکرا کر ٹھنڈے لہجے میں ایک بار پھر تصحیح کی۔ پھر مزید وضاحت کرتے ہوئے بولی۔

"تمہارا رکھا ہوا یہ نام تو میرے لئے بہت لکی ثابت ہوا۔ میں گمنامی سے نکل کر شہرت کے اس مقام پر آ پہنچی۔ یہی وجہ ہے مجھے تمہارا یہ رکھا نام بہت عزیز ہے۔" بلال کچھ کہنے کی بجائے اذیت سے اس کو دیکھتا رہا اور وہ بولتی رہی۔

"دیکھو بلال! تمہارے اندازے کتنے غلط ثابت ہوئے ہیں۔ تم تو کہتے تھے دنیا کا کوئی مرد مجھ دن کے اجالے میں اپنی شناخت نہیں بنا سکتا۔ جبکہ آج ساری دنیا کے مرد میری ایک جھلک دیکھنے کو ترستے ہیں۔ ترپتے ہیں۔ میرا یقین جانو وہ مجھے صرف دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔ اپنی شناخت بھی بنانا چاہتے ہیں۔ وہ مجھے اس بازار سے اٹھا کر اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں۔ یہ بازار ہی تو ہے جہاں میں گھر سے نکل کر آ بیٹھی تھی۔ صرف تمہاری مہربانی سے اور اب میں تمہیں بتاؤں۔ وہ بے شک مجھے اپنی شناخت بنانا چاہتے ہیں۔ مگر میرے پاس وقت کب ہے ان فضول باتوں کیلئے۔ شادی فضول بات ہی تو ہے میرے جیسی آوارہ کیلئے۔"

وہ لفظ آوارہ پر زور دیتے ہوئے بولی۔ "یوں بھی آوارگی گھر کے باہر اچھی لگتی ہے۔ گھر کے اندر نہیں۔ ورنہ کم بخت ایک دفعہ آوارگی کی عادت پڑ جائے تو پھر چھوٹتی کب ہے۔ دیکھو بلال! عادت تو پھر عادت ہی ہوتی ہے۔ تمہیں میری باتوں کی سمجھ آ رہی ہے نا۔" وہ بے تکان بولتی رہی۔ بلال اس میں اس بچی کو اس لڑکی کو تلاش کرتے رہے جو بادل دیکھ کر ہی ڈر جاتی تھی۔ جو اندھیری رات اور طوفان سے خوفزدہ ہو کر ان کے پاس آئی تھی پناہ کیلئے۔ اس روبی میں اور اس روبی میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ وہ روبی ہر وقت ڈری ڈری سہمی سہمی رہتی تھی۔ مگر یہ روبی تو بہت نڈر اور بعد بے باک تھی۔ اس کا ذمہ دار کون تھا؟ وہ روبی کو دیکھتے ہوئے افسوس سے سوچ رہے تھے۔ اور پھر چونک پڑے۔ روبی ہنستے ہوئے ان سے پوچھ رہی تھی۔

"کیا اتنی دور سے تم مجھے صرف دیکھنے ہی آئے ہو۔ اگر یہی بات تھی تو پھر اتنی دور آنے کی کیا ضرورت تھی۔ لاہور کے ہر ایک سٹال پر میری تصویروں سے بھرے فلمی پرچے موجود ہوتے ہیں۔ ایک فلمی رسالہ خرید کر میری تصویر دیکھ لی ہوتی۔" پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔

"ویسے ایک بات تو مجھے بتاؤ تمہیں یہ کیسے پتہ چلا کہ میں یہاں ہوں۔ یقیناً تم نے وہاں لاہور کے سٹوڈیوز کے چکر لگائے ہوں گے۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا۔" وہ خود ہی سوال کرتی تھی خود ہی جواب دے دیتی تھی۔ اب پہلی بار بلال نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بے چینی سے کہا۔

"روبی پلیز! یہاں سے میرے ساتھ کسی اور جگہ چلو۔ میں تم سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتا ہوں جو یہاں سب کے سامنے نہیں ہو سکتیں۔"

"یہ کیا روبی روبی لگا رکھی ہے تم نے۔ سنا نہیں میرا نام آوارہ ہے۔ اور یہ تم نے رکھا تھا۔ اتنی جلدی اپنا رکھا نام بھول گئے۔" روبی نے اس کو گھورتے ہوئے کہا۔

"خدا کیلئے روبی! میرے ساتھ چلو۔ مجھے تم سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔ پلیز پلیز!" بلال نے یہ کہتے ہوئے منت بھری نظروں سے روبی کو دیکھا تو وہ بگڑ گئی۔

"سنو میں تمہاری کوئی بات سننا نہیں چاہتی۔ میرے پاس ٹائم ہی نہیں تم جیسے فضول لوگوں کی فضول باتیں سننے کا۔" روبی نے بے رخی سے کہا۔

"تم سمجھتی کیوں نہیں ہو روبی پلیز! میری بات مان لو۔" بلال نے التجا کرنے والے انداز میں کہا۔

"او ہو بھئی کیا سمجھانا چاہتے ہو۔" روبی نے بے دردی سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اور بلال کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی ہدایتکار نے اگلے شاٹ کیلئے روبی کو آواز دی تو روبی اٹھتے

ہوئے بولی۔
"چاہو تو تم بیٹھ سکتے ہو اور اگر جانا چاہو تو......" وہ دانستہ طور پر جملہ ادھورا چھوڑ کر چلی گئی۔ بلال وہیں بیٹھ کر اس کو دیکھنے لگے۔ سین فلم بند کروانے کے بعد روبی واپس آئی تو بلال وہیں بیٹھے تھے۔
"ارے ابھی تم گئے نہیں۔" روبی نے دوبارہ ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ بلال چند ساعتیں روبی کو دیکھتے رہے۔ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ وہ اکیلے میں ان کے ساتھ کبھی نہیں جائے گی۔ یوں وہ جس کام کیلئے اتنی دور سے آئے ہیں۔ اس کے ادھورا رہ جانے کا خدشہ تھا۔ اس لئے ایک گہری سانس لے کر بولے۔
"سنو روبی اپنی زیادتیوں کی معافی مانگنے کا تو اب شاید وقت نہیں رہا مگر......" بلال نے رک کر روبی کو دیکھا اور ٹھوس لہجے میں کہا۔
"مگر میں بہر حال تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بھی فی الفور۔"
روبی نے حیران ہو کر ان کی بات سنی۔ چند لمحے حیرت میں گم رہی پھر اس نے اپنی اس حیرت پر قابو پا لیا۔
"شادی اور مجھ سے۔" روبی اپنے چہرے پر جھک آنے والے بالوں کو ایک ادا سے پیچھے جھٹکتے ہوئے ہنس دی۔
"شادی۔" اس نے پھر ریپیٹ کیا۔ پھر مسکرا کر بلال کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"یعنی کہ میں یہ سمجھوں تم دن کے روشن اجالے میں مجھے اپنی شناخت بنانا چاہتے ہو۔ کالی رات کی کالک کو خود سے وابستہ کرنا چاہتے ہو۔ یہی مطلب ہے نا تمہاری اس بات کا۔" اس نے بڑی بے دردی سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں یہی مطلب ہے؟" بلال نے بڑے ضبط سے اس کو دیکھا۔
"بلال تم جانتے ہو میں جس پیشے سے وابستہ ہوں اس کے بارے عام لوگوں کا خیال ہے۔ بلکہ یہ تاثر عام ہے یہاں پر عورت اپنی عزت جیسی نایاب چیز سے محروم ہو جاتی ہے۔ ہو کیا جاتی ہے زبردستی کر دی جاتی ہے۔ صرف ایک بار نہیں کئی بار۔ دیکھو یہاں یہ سب کچھ یعنی یہ شہرت یہ دولت یونہی تو نہیں مل جاتی۔ اس کیلئے کچھ نا کچھ تو قربانی دینی ہی پڑتی ہے اور پھر خاص کر میرے جیسے آوارہ لوگوں کو تو بغیر ذلت اٹھائے کوئی مقام ملتا ہی نہیں۔ اب میں تمہیں کھل کر کیا بتاؤں۔" وہ رکی پھر کہا۔
"پر کیا کروں بتانا ہی پڑے گا۔ تو سنو مسٹر بلال! مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ میں اب تک کتنے مردوں کو خوش کر چکی ہوں۔ مگر یہ کام میں نے اپنی خوشی سے نہیں کیا مجبوری تھی کہ فلم سپر سٹار بننے کیلئے یہ سب کرنا بہت ضروری تھا۔ یعنی مردوں کو خوش کرنا۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا۔" وہ ایک ایک بات ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔
"میں سب جانتا ہوں۔ سب سمجھ رہا ہوں۔" بلال نے بڑے کرب سے کہا۔ وہ جانتے تھے روبی ان سے ایسی ہی جلی کٹی باتیں کرے گی۔ اور وہ ان باتوں کیلئے خود کو تیار کر کے آئے تھے۔ یوں بھی گھر سے بھاگنے والی لڑکیوں کا یہی حشر ہوتا ہے۔ وہ چونکہ اس کو اس مقام پر لانے کے ذمہ دار تھے۔ اس لئے اب کفارے کے طور پر شادی کر رہے تھے۔ اور پھر وہ ان کی پہلی محبت بھی تو تھی۔ جس کو بھولنا اب کم از کم اس حالت میں جب وہ تنہا رہ گئی تھی۔ بلال کے بس کی بات نہیں تھی۔
"اس کے باوجود تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔" اب کہ روبی نے شدید حیرانی سے پوچھا۔
"ہاں اس کے باوجود میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" بلال نے اذیت سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔
"ہوں۔" اس کی بات سن کر روبی نے سر ہلا کر کچھ دیر سوچا۔ پھر پوچھا۔
"کیا تم اس لئے مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو کہ میں ایک مشہور فلم سٹار ہوں۔ بہت دولت مند اور مجھے ملک گیر شہرت بھی حاصل ہے۔"
بلال نے روبی کی بات سن کر بڑے کربناک انداز میں اس کو دیکھا پھر کہا۔
"تم اچھی طرح جانتی ہو میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ مجھے جھوٹ بولنا سخت ناپسند ہے۔ نفرت کرتا ہوں میں جھوٹ بولنے سے۔"
"ہاں اچھی طرح جانتی ہوں۔" روبی نے تلخی سے کہا۔ "بھلا مجھ سے زیادہ یہ بات کوئی دوسرا کیسے جان سکتا ہے۔ یہ تمہارا سچ ہی تو تھا جو مجھے تباہی اور بربادی کے اس رسوا کن مقام پر لے آیا۔ میرے ساتھ یہ جو بھی ہوا سب تمہاری وجہ سے ہوا۔ اور تم آئے ہو مجھ سے شادی کرنے۔ گیٹ آؤٹ۔" وہ مارے غصے کے یک دم چلائی۔ مگر بلال نے اٹھنے کی بجائے تحمل

سے کہا۔
"سنو روبی! نہ تو تمہاری شہرت کی وجہ سے تمہیں اپنا رہا ہوں اور نہ ہی تمہاری دولت کی وجہ سے۔ تم جانتی ہو اللہ کا دیا ہمارے خاندان کے پاس بہت کچھ ہے۔ میں خود بھی امریکہ سے لاکھوں کما کر لایا ہوں۔"
"اچھا یہ وجہ نہیں اگر تو پھر اور کیا بات ہے۔ جو تم مجھ پر مہربان ہو رہے ہو۔" روبی نے طنزیہ نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اور بلال نے محبت پاش نظروں سے روبی کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"سچی بات تو یہ ہے روبی کہ میں تم سے محبت......"
"شٹ اپ بلال! جو تم نے محبت کا نام بھی لیا فوراً خاموش ہو جاؤ اور اب یہاں سے چلے جاؤ۔" وہ غصے سے اس کو تکتے ہوئے بولی۔
"تم جو سلوک بھی مجھ سے روا رکھو مجھے قبول ہے۔ اگر مجھے ذلیل کرنے میں تمہاری خوشی ہے تو مجھے یہ ذلت بھی گوارہ ہے۔ مگر اپنی بات مکمل کئے بغیر میں نہیں جاؤں گا۔ میں تم کو بتا رہا تھا کہ میں تم سے محبت......"
"میں کہتی ہو چپ ہو جاؤ اور فوراً یہاں سے دفع ہو جاؤ۔" روبی ہذیانی انداز میں چلائی تو دور بیٹھے سارے لوگ ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔
"روبی فور گوڈ سیک! میری بات سن لو۔" بلال نے آخری کوشش کی۔ "بکواس مت کرو میرے ساتھ۔" وہ بدتمیزی سے بولی۔ اتنے میں ذیشان اپنی شوٹنگ چھوڑ کر اس کے قریب چلا آیا۔ اور پھر بلال کو وہاں دیکھ کر چونک پڑا۔ اس رات جب وہ کلب میں ملا تھا روبی کو تب بھی وہ اس کو دیکھ کر نفرت سے بھر گئی تھی۔ ذیشان نے کلب سے باہر نکلتے ہی پوچھا تھا کہ وہ کون ہے؟ مگر روبی کچھ بھی بتائے بغیر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر فوراً چل گئی تھی۔
"کیا بات ہے ڈیئر!" ذیشان نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔
"موصوف شادی کے امیدوار ہیں۔" روبی بلال کی جانب تمسخرانہ انداز سے اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ پھر پلٹ کر اپنے باڈی گارڈ سے کہا۔
"ان کو ذرا نیچے کا راستہ دکھا دو خوامخواہ کب سے میرا دماغ چاٹ رہے ہیں۔"
بلال کسی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی خاموشی سے اٹھے اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے نیچے کی جانب چل دیئے۔ روبی نے ایک نظر جاتے ہوئے بلال پر ڈالی پھر پلٹ کر وہ پہاڑوں کے اس پار غروب ہوتے ہوئے سورج کو دیکھنے لگی۔ غروب آفتاب کی سرخی میں ڈھلتی ہوئی ساری کرنیں شفق بن کر اب تمام پہاڑوں پر پھیل گئی تھی۔ بہت خوبصورت اور پیارا منظر تھا۔ سب لوگوں کے نصیب میں سمندر کے اندر اترتا سورج اور پہاڑوں کے پیچھے چھپتا سورج دیکھنا ممکن نہیں ہوتا۔
روبی پہاڑوں کے پیچھے چھپتے ہوئے سورج کو دیکھتے ہوئے بلال کے بارے میں سوچنے لگی۔ بے شک اس کو یہاں تک لانے والا بلال ہی تھا۔ کتنی توہین کی تھی اس نے روبی کی اس طوفانی رات میں۔ کیا کیا الزام اس پر نہیں لگائے تھے؟ اس کی باتوں نے دل کے اندر وہ آگ لگائی تھی جو کبھی بجھ نہ سکی تھی۔ وہ دن رات میں کئی بار سوچتی' کاش! کبھی بلال مل جائے تو وہ کھل کر اس کے سامنے اپنی نفرت کا اظہار کر سکے۔ اور وہ ملا تو اس وقت جب وہ اگلے ہی روز لندن جا رہی تھی۔ بہر حال مسئلہ اظہار نفرت کا تھا اور وہ اپنی نفرت کا اظہار کرنے کے بعد ہی کلب سے باہر گئی تھی۔
چند روز پہلے لندن سے واپس آئی تو دل نے دعا کی تھی اے کاش! ایک بار پھر بلال اس کو ملے اور اس کو اپنانے کی درخواست کرے۔ اور پھر وہ اس کو اسی طرح ٹھکرا دے جس طرح کبھی بلال نے اس کو ٹھکرایا تھا۔ یہ سب کچھ عین اس کی دعا کے مطابق ہوا تھا۔ پھر نجانے اس نے بلال کی پوری بات کیوں نہ سنی تھی۔ لفظ محبت اس کے اندر آگ لگا گیا تھا۔ اب جب بلال جا چکا تھا تو وہ ایک بار پھر اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔
لندن وہ اکیلی نہیں نسیم اور اس کے بیٹے کے ساتھ گئی تھی۔ اس نے نسیم کو بتا دیا تھا کہ رات اتفاق سے بلال اس کو مل گیا۔
"پھر کیا کہا بلال نے تمہیں دیکھ کر۔" نسیم نے پوچھا۔
اس نے تو کچھ نہیں کہا۔ بس میں نے ہی ایک شعر پڑھا اور پھر کلب سے باہر آ گئی تھی۔ روبی نے بتایا تو نسیم چپ ہو گئی۔ پھر نسیم اپنے بیٹے کو وہاں کے ایک اچھے سکول میں ایڈمیشن

کروانے کے بعد ہی واپس آئی تھی۔ یعنی بیٹا وہاں ہاسٹل میں رہ گیا تھا اور وہ دونوں وطن واپس آ گئی تھیں۔ لندن میں دونوں کا یہ ٹائم کافی اچھا بلکہ بہت اچھا گزرا تھا۔ بلال کو بنی اس توہین کا احساس بالکل بھی نہیں تھا جو روبی نے اس کی، کی تھی۔ نہ ہی وہ دوسرے لوگوں کے آ جانے سے توہین کے ڈر سے اٹھ کر آئے تھے۔ وہ تو صرف اس لئے اٹھ آئے تھے کہ ان لوگوں کی موجودگی میں وہ روبی سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ مگر ان کا ارادہ بھی لاہور جانے کا بالکل بھی نہیں تھا۔ انہوں نے سوچ لیا تھا وہ کل پھر کوشش کریں گے۔ وہ روبی کو ہر حال میں بتا کر رہیں گے کہ وہ ان کی پہلی محبت ہے۔ اور پھر انہوں نے اسی ہوٹل میں اپنے لئے روم حاصل کر لیا جس میں روبی اور اس کا فلمی یونٹ مقیم تھا۔ یہ بھی محض اتفاق تھا کہ ان کا روم بالکل روبی کے روم کے سامنے تھا۔ رات کے کھانے کے بعد جب اوپر اپنے روم میں روبی آئی تو انہوں نے دروازہ ناک کیا۔ روبی نے کھانا اپنے ساتھی ذیشان کے ساتھ کھایا تھا۔ انہوں نے دیکھا تھا تین ماہ پہلے جب انہوں نے کلب میں اس کو دیکھا تھا تب بھی یہی فلمی ہیرو روبی کے ساتھ تھا۔

"کون......؟" روبی نے اندر سے پوچھا۔ بلال نے منہ سے کچھ کہنے کے بجائے پھر ڈور ناک کر دیا۔ ان کو معلوم تھا ان کی آواز سن کر وہ ہرگز دروازہ نہ کھولے گی۔ روبی نے دوبارہ دستک ہونے پر دروازہ کھولا۔ پھر بلال کو دیکھ کر جلدی سے بند کرنا چاہا مگر بلال پھرتی سے اس کو پیچھے دھکیل کر نہ صرف روم میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے بلکہ دروازہ بھی بند کر کے لاک بھی لگا لیا۔ جب لاک لگا کر روبی کی جانب مڑے تو روبی نے ان کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اس کا مطلب۔" بلال یہ سن کر بولے۔

"اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ وہاں پہاڑوں پر میری بات اور لوگوں کے آ جانے سے ادھوری رہ گئی تھی۔ اب میں اس کو پورا کرنے آیا ہوں۔ تم پسند کرو یا نا کرو میں اپنی بات پوری کر کے ہی جاؤں گا۔"

"ابھی میں فون کر کے کسی کو بلا کر تمہیں بے عزت کر کے روم سے نکلوا دوں تو کیسا لگے گا آپ کو؟" روبی نے ناگواری سے اس کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"فون کرنے دوں گا تو کر سکو گی نا۔ چلو بیٹھو۔" انہوں نے رعب سے کہا اور یہ دیکھ کر روبی کو غصہ آ گیا۔

"مجھے نہیں بیٹھنا۔ آپ میرے روم سے فوراً نکل جائیں۔ مجھے پہلے والی روبی نہ سمجھیں۔" روبی غرائی تو بلال بولے۔

"جب تک تم میری بات نہیں سنو گی میں تمہارا پیچھا چھوڑنے والا ہرگز نہیں۔"

روبی ان کو گھورتی ہوئی بستر پر جا بیٹھی۔ بلال چیئر گھسیٹ کر بیڈ کے قریب بیٹھتے ہوئے بولے۔

"اب سنو مجھ سے میری کہانی۔ جب میں نے تمہیں پہلی بار بیسن کے قریب کھڑا دیکھا تھا تو تم پہلی بار ہی مجھے اچھی لگیں۔ میں تو شروع میں یہ بھی سوچتا تھا کہ تم شاید آسمان سے اتری ہو کوئی آسمانی مخلوق ہو جو خاص اس وقت آسمان سے اترتی ہو کہ سارا دن تو تم گھر میں کہیں دکھائی نہ دیتی تھیں۔ نہ ہی تمہارا مجھ سے تعارف کروایا گیا تھا۔ بہر حال پھر تم جب دن میں پکڑی گئیں اور تمہیں میرے سامنے آنے کی اجازت مل گئی تو پھر مجھے تم سے محبت ہو گئی۔ میں نے تم سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا اور سوچا ابھی تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ جانے سے پہلے ہی تم سے تمہاری رائے پوچھوں گا۔ مگر پھر تمہاری حرکتیں دیکھ کر میرا دل تم سے خراب ہونے لگا۔ وہ برسات والی رات جو تم نے غلط کیا اس کے بعد۔"

"تو تم آج بھی یہی سمجھتے ہو کہ برسات والی رات میں غلط تھی۔" روبی نے فوراً غصے سے کہا تو بلال جلدی سے بول پڑے۔

"تم نہیں روبی! شاید میں ہی غلط تھا۔ میں اپنے آپ سے ڈر گیا تھا۔ مجھے خود پر کنٹرول رکھنا دشوار ہو رہا تھا۔ اور پھر بعد میں روحی نے تمہارے حوالے سے مجھے گمراہ کیا۔ مگر روحی کی شادی والے دن ساری بات کھل گئی۔ جب جمشید روحی کے محبت نامے اس کے سسرال والوں کو دینے آیا۔ اس کے آنے سے تمہاری بے گناہی ثابت ہو گئی۔ اس نے کہا تھا روبی چھوٹی تھی۔ میرا تعلق روحی سے تھا۔ وہی دن میرے سکون کا آخری دن تھا۔ اس کے بعد جو میں نے تمہاری تلاش شروع کی تو امریکہ جانے تک کرتا رہا۔ پھر یہ تلاش اپنی امی کے سپرد کر کے میں امریکہ چلا گیا۔ وہاں سے میں نے ان کو فون کر کے پوچھا تو انہوں نے بتایا تم گھر واپس آ چکی ہو۔

وہ تو جس دن میں امریکہ سے واپس آیا اس رات تمہیں کلب میں دیکھ کر مجھے پتا چلا ماں نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔ میں صبح ہی تمہاری تلاش میں گھر سے نکلا تھا۔ مگر معلوم ہوا تم تین ماہ آرام کرنے امریکہ چلی گئی ہو اور اب تم آئی ہو تو میں پھر تمہاری تلاش میں نکل پڑا۔ میں سمجھتا ہوں بے شک روحی نے مجھے تمہارے حوالے سے گمراہ کیا تھا۔ مگر میں مرد تھا مجھے اپنی عقل استعمال کرنی چاہیے تھی۔ اب تم جو بھی ہو جیسی بھی ہو مجھے قبول ہو۔ اس مقام پر تم صرف میری وجہ سے ہو۔"

"اوہ تو کفارہ ادا کرنا چاہتے ہو۔" روبی نے طنز کیا اور بلال نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔
"ہاں کفارہ بھی کرنا چاہتا ہوں میں۔ مگر حقیقت میں برسوں پہلے کھو جانے والی اپنی محبت کو پانا چاہتا ہوں۔ یقین کرو میں نے اپنی زندگی میں صرف تم سے محبت کی۔ مجھے زندگی میں کوئی لڑکی اچھی لگی تو وہ صرف تم ہو۔ آج بھی میں صرف تم سے ہی محبت کرتا ہوں اور اپنی زندگی کی آخری سانس تک کرتا رہوں گا۔ پلیز انکار نا کرو۔ شادی کیلئے ہاں کر دو روبی! ایک غلطی میں نے کی اور تم کو کھو دیا مگر اب تم یہ غلطی نا کرو۔ میرا یقین کرو میں اپنے ہر گناہ کا کفارہ ادا کر دوں گا۔ ایک بار ہاں کر دو۔"
روبی کو بلال کی یہ باتیں سن کر گویا سکتہ ہو گیا تھا۔ یعنی اگر اس نے بلال سے محبت کی تھی تو اس کا محبوب بھی اس سے محبت کرتا تھا۔ وہ اس کو بتا چکا تھا کہ وہ بھی اس کو پہلی نظر میں ہی اچھی لگی تھی۔ وہ اس سے محبت کرنے لگا تھا۔ بلکہ شدت سے اس کو چاہنے لگا تھا۔ مگر ایک غلط فہمی کی وجہ سے سب کچھ تباہ ہو گیا تھا۔
"کیا میری باتوں پر یقین نہیں آیا۔" بلال نے اس کو دیوانگی کے عالم میں مسلسل اپنی جانب دیکھتے پا کر پوچھا۔
روبی نے نظریں جھکا لیں پھر نجانے یکدم ہی اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ دل کے کسی بھی حصے میں بلال کیلئے کوئی شکوہ شکایت نہ رہی تھی لیکن اب وہ خود بھی تو بلال کے لائق نا رہی تھی۔ نجانے کتنے مرد اس کو چھو چکے تھے۔ خواہ وہ مجبور ہی تھی۔ مگر مردوں نے اس کو چھوا تو تھا۔ اب بلال کی محبت سے انکار فضول تھا مگر اقرار کرنے کا بھی نام نہ رہا تھا۔ روبی نے کچھ دیر سوچا پھر فیصلہ کرتے ہی وہ اٹھی۔ دل میں بے پناہ محبت تھی مگر بظاہر اس نے شدید نفرت سے کہا۔
"مسٹر تبلیغ کار امسٹر نمازی! پرہیز گار اور شریف زادے! تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ عشق کرتے ہو۔ تم جانتے ہو عشق محبت کا مطلب کیا ہوتا ہے؟" روبی نے نگاہوں میں حقارت بھر کر پوچھا۔
"میرے قریب آؤ تو بتا سکتا ہوں۔" بلال خفیف سا مسکرائے شرارت سے اور روبی نے چیخ کر کہا۔
"تم وہ گھٹیا انسان ہو جس کی وجہ سے میں اپنے گھر سے بھاگی اور آج اس مقام پر ہوں۔ تمہیں اب مجھ سے محبت ہے مگر مجھے تم سے شدید نفرت ہے۔ اتنی شدید کہ تم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔"
"اب نہیں روبی! میں نے تمہیں بتایا ہے کہ تم مجھے پہلی نظر میں ہی اچھی لگی تھیں۔" بلال نے جلدی سے وضاحت کی تو روبی نے کہا۔
"مجھ سے شادی کرنے کیلئے تو بڑے بڑے لوگ تڑپتے رہتے ہیں۔ تمہاری اوقات اور حقیقت ہی کیا ہے ان کے سامنے۔ میری طرف سے پکا پکا انکار سمجھو اور سنو پھر کبھی میرے پیچھے مت آنا اور نا ہی مجھے مخاطب کرنے کی کوشش کرنا۔ میری طرف سے جواب ہمیشہ انکار کی صورت میں ہی ملے گا۔"
"میں تمہارے اس انکار کو کبھی نہیں مانوں گا۔ ہمیشہ تمہارے تعاقب میں رہوں گا۔ تمہارے ہاں کرنے تک۔" بلال نے اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر روبی کے قریب آئے۔ کچھ دیر اس کو دیکھتے رہے پھر یکدم کلائی تھام کر اپنے قریب کرتے ہوئے بانہوں میں بھر کر اپنے لبوں سے اس کے ہونٹوں کو چھو کر روبی کو چھوڑتے ہوئے کہا۔ "جب تک میں زندہ ہوں تب تک اب میرے سوا تمہیں کوئی نہ چھو سکے گا۔ اگر کسی نے کوشش کی تو شوٹ کر دوں گا۔ آخر پٹھان کا بچہ ہوں۔ اس وقت تو میں جا رہا ہوں جب تک تم شادی کیلئے ہاں نہیں کرتی تب تک میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ ہر کام چھوڑ دوں گا میں تمہیں حاصل کرنے تک مگر تمہیں نہیں چھوڑوں گا سمجھیں۔" پھر وہ روبی کو وہیں چھوڑ کر دروازہ کھول کر روم سے باہر چلے گئے اور جاتے ہوئے دروازہ بھی بند کر گئے۔

●☆☆☆●

بلال کے باہر جاتے ہی اچانک روبی کا دل بلال کو پانے کیلئے مچل اٹھا۔ اس نے جاتے ہوئے بلال کو دیکھا تو دل چاہا بھاگ کر اس کے پیچھے جائے اور سینے سے لگ کر روتے ہوئے کہے۔ "مجھے معاف کر دو بلال! میں نے تو یہ سب یونہی کہا ہے۔ جھوٹ بولا ہے۔ بھلا روبی تمہیں ٹھکرانے کی جرأت کر سکتی ہے۔ وہ روبی جس نے تم سے محبت کی۔ تمہیں پانے کی کوشش کی۔ تم تو سب کچھ کہنے کرنے کے باوجود ہمیشہ میرے دل میں موجود رہے ہو۔ اور اب ایک بار پھر تم بری طرح میرے دل و دماغ پر چھا چکے ہو۔ یقین کرو آج کے بعد میں خود بھی تم سے وعدہ کرتی ہوں۔ یہ ہونٹ جن کو تم نے چھوا ہے اب کوئی اور ان کو کبھی نہ چھو سکے گا۔ اس تن من کے مالک اب صرف تم ہی رہ گئے صرف تم۔ مگر یہ تمہارے لائق نہیں رہا۔" مگر افسوس بلال چلا گیا اور وہ یہ سب اس کو نہ کہہ سکی۔

بے شک اس کی پہلی اور آخری محبت بلال ہی تھا۔ جاوید، آصف، توصیف اس کی محبت نہ تھے اور نہ ہی روبی کو ان سے محبت ہوئی تھی۔ وہ ذہنی اور جسمانی طور پر قبل از وقت جوان ہوئی تھی۔ یہ فطرت تھی۔ اس کو جاوید، آصف، توصیف نہیں ان کی صورت میں مرد اچھا لگتا تھا۔ وہ بھی اس لئے کہ جب غزالہ اور آپی کو جمشید اور پرویز کے حوالے سے باتیں کرتے سنتی تھی۔ تب اس کا دل چاہتا تھا۔ اس کا بھی کوئی محبوب ہو۔ جس کے خوشبودار سینے میں وہ بھی منہ چھپا کر بات کر سکے۔ اگر اس کو ان تینوں سے محبت ہوتی تو پھر اس کو بھولنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ مگر محبت کھیل نہیں کہ آپ سب سے کرتے رہیں۔ یہ صرف ایک بار ہوتی ہے اور پھر ہمیشہ رہتی ہے۔

جاوید کو محبت نامہ روبی نے کرن کے تعاون سے لکھا تھا۔ مگر وہ روبی کا محبت نامہ وصول کرنے سے پہلے بک کارنر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ پھر آصف اس کا کزن تھا تو جب روبی کی خالہ کی بیٹی نے اسے پھانسا تب روبی نے سوچا۔ پہلا حق میرا ہے کہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ یہ سوچتے ہی اس کو بھی محبت نامہ لکھ مارا۔ مگر نتیجہ جو نکلا وہ سب نے دیکھ لیا تھا۔ پھر ایک دن اس نے چھت کے اوپر سے سلمان بھائی کے دوست توصیف کو دیکھ لیا۔ مگر خط لکھنے کا نتیجہ چونکہ اچھا نہ نکلا تھا اس لئے اس نے توصیف کو خط لکھنے کے بجائے صرف ایک فلمی سونگ گا کر اظہار محبت کیا۔ نتیجہ اس کا بھی برا ہی نکلا تھا۔ نتیجہ تو بلال کے سینے میں منہ چھپانے کا بھی اچھا نہیں نکلا تھا۔ مگر بلال سے بہر حال روبی نے محبت کی تھی۔

یہی وجہ تھی بلال اس کے دل سے کبھی نہ نکل سکا۔ بھی محبت تو کبھی نفرت کی صورت وہ روبی کے دل کے کسی حصے میں ہمیشہ موجود رہا۔ بلال کی آمد کے بعد اس کے دل کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا تھا۔ اب ذیشان کے ہزار بار دستک دینے کے باوجود بھی نہیں کھلا تھا۔ شاید اس لئے کہ اس میں پہلے ہی سے بلال موجود تھا۔ اس بات کا احساس تو روبی کو اب اس وقت پوری شدت سے ہو رہا تھا۔ محبت ہمیشہ زندہ رہتی ہے مرتی نہیں۔ جس طرح بلال کی محبت ہمیشہ موجود رہی۔

اس محبت کے باوجود وہ بلال سے شادی کرنا نہیں چاہتی تھی۔ نجانے کیوں بلال کے اظہار محبت کے باوجود وہ یہی سوچ رہی تھی کہ وہ یہ شادی محض کفارے کے طور پر کر رہا ہے۔ اس دلدل سے روبی کو نکالنے کا کوئی اور ذریعہ جو اس کے پاس نہیں تھا۔ وہ ایک نیک فطرت انسان تھا۔ اس کو اپنی غلطی اور زیادتی کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔ وہ بلال کے جذبات احساسات اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ ایک بار پھر اس کی محبت میں گرفتار ہو چکی تھی۔

اس کے باوجود وہ بلال کے ساتھ شادی کر کے اس کو اور ان کے بے حد معزز خاندان کو رسوا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ لوگوں کو کیا معلوم اصل معاملہ کیا ہے؟ وہ تو یہی کہتے۔ دیکھو کتنے پرہیز گار گھرانے کا لڑکا کتنے گندے ماحول سے لڑکی لایا ہے۔ اور پھر اس بات کا کیا ثبوت تھا کہ بلال کے گھر والے اس کو قبول کرتے ہیں یا مارے غصے کے بلال کو بھی گھر سے باہر نکالتے ہیں۔ یہی وجہ تھی روبی نے بلال کو ٹھکرا دیا تھا۔

دو تین روز وہ عکسبندی میں حصہ لیتی رہی۔ بلال بھی روز وہاں آتا رہا۔ یہ اور بات ہے کہ روبی کو مخاطب نہیں کرتا تھا۔ پھر جیسے ہی روبی کا کام ختم ہوا وہ بے قرار دل کو لئے لاہور چلی آئی۔

چند روز وہ خود کو سنبھالتی ہوئی گھر پر ہی آرام کرتی رہی۔ بلال سے پیچھا چھڑانے کا حل سوچنے کیلئے بے تحاشا سگریٹ نوشی بھی کرتی رہی۔ جب اس نے پہلی بار ارم اور زہرہ خانم کو سگریٹ نوشی کرتے دیکھا تھا تو اس کو حیرانی کے ساتھ ساتھ برا بھی بہت لگا تھا۔ زہرہ خانم نے اس کی ناپسندیدگی کو محسوس کر لیا اور حل کر بتایا کہ وہ کیوں سگریٹ نوشی کرتی ہیں۔ یہ تک کہا کہ ہماری خالہ نانی وغیرہ بھی حقہ پیا کرتی تھیں۔ اب اس زمانے میں حقہ کون تازہ کرے اس لئے سگریٹ ہی ٹھیک رہتا ہے۔

روبی نے دیکھا جب وسیم نے ارم سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تو وہ اپنے روم میں بند ہو کر سارا وقت المیہ سونگ سنتی اور بے تحاشا سگریٹ نوشی کرتی۔ روبی ان کو تسلیاں دینے دو تین بار روم میں گئی تھی اور پوچھا تھا۔

”کیوں اپنی صحت خراب کر رہی ہیں۔ جو ہونا تھا ہو چکا۔ وہ ذلیل انسان شادی کر کے کینیڈا جا چکا ہے ہنی مون منانے۔ اور آپ یہاں اس کے سوگ میں بیٹھی ہیں۔“ تب ارم نے کہا تھا۔

”یہی بات تو مجھے بے سکون رکھتی ہے۔ وہ کہتا تھا مجھے نیاگرا فال دیکھنے کا از حد شوق ہے۔ مگر تنہا نہیں شادی کے بعد ہم دونوں ہنی مون کیلئے سیدھا کینیڈا جائیں گے۔ دونوں ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر اس خوبصورت جھیل کو دیکھیں گے۔ اور اب ------ اب وہ ------“ اتنا کہہ کر ارم آپی رونے لگیں۔ پھر سگریٹ کا طویل کش لیتے ہوئے بولیں تھیں۔

”بہت سکون ملتا ہے اس کو پی کر۔“

روبی نے پہلی بار سگریٹ نوشی کرن کی موت کے بعد اس وقت شروع کی جب ہاسپٹل سے گھر آنے پر نسیم چند روز اس کے پاس رہ کر واپس چلی گئی تھی۔ اس کے بعد اس سگریٹ

نوشی میں اضافہ ہی ہوا تھا کمی نہیں۔ اب بلال کی وجہ سے پریشان تھی۔ اس لئے سب کچھ بھول کر سگریٹ نوشی میں مصروف تھی۔ مگر سکون پھر بھی نہ مل رہا تھا کہ بلال نے کہا تھا۔ روبی ایک غلطی مجھ سے ہوگئی تھی اور میں نے تم کو کھو دیا۔ اب تم یہ غلطی نا کرنا پلیز شادی کیلئے ہاں کر دو اور روبی کیلئے اب بلال کے ساتھ شادی کرنا ممکن نہیں تھا۔

چند یوم بعد جب وہ سٹوڈیو شوٹنگ کیلئے آئی تو بلال وہاں پہلے ہی سے موجود تھا۔ روبی کو اس کو سٹوڈیو میں دیکھ کر بے حد دکھ ہوا تھا۔ وہ کار سے نکل کر سیدھی بلال کی جانب گئی اور پھر اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم اور یہاں خیریت تو ہے۔"

"ہاں میں اور یہاں باقی خیریت ہے یا نہیں اس کا مجھے پتا نہیں۔" بلال نے جواب دے کر اپنی گاڑی سے ٹیک لگا لی اور روبی کو دیکھنے لگا۔

"دیکھو بلال! تم ایک معزز شریف اور پرہیز گار گھرانے کے فرد ہو۔ تمہارے یہاں آنے سے تمہاری ہی نہیں تمہارے خاندان کی بھی بدنامی ہوگی۔ لوگ کیا کیا باتیں نہ بنائیں گے۔ ذرا سوچو تو سہی۔" روبی نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"اتنا ہی خیال ہے میرا اور میرے خاندان کا تو مجھ سے شادی کرلو۔ میرا یہاں آنے کا سلسلہ خود ہی ختم ہو جائے گا۔ باقی میں اگر معزز اور شریف خاندان کا ہوں تو تم خود بھی تو شریف خاندان کی ہو۔" بلال نے اس کی باتوں کا اثر لئے بغیر اس کو دیکھتے ہوئے سکون سے جتایا۔

"مگر اب شریف نہیں رہی اور ان لوگوں نے کونسی میری کمی محسوس کر کے مجھے ڈھونڈنے کی کوشش کی یا پھر وہ اب بھی کونسی میری کمی محسوس کرتے ہوں گے۔" روبی تلخی سے بولی۔

"وہ نہیں کرتے تو نا سہی۔ میں تو تمہاری کمی محسوس کرتا ہوں۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تم میری محبت ہو اور میں نے اب تک تمہاری وجہ سے شادی نہیں کی۔ پھر کیا خیال ہے میرے ساتھ شادی کرنے کے بارے میں۔" بلال نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں نے تم کو کہہ دیا تھا کہ مجھے تم سے نفرت ہے۔" روبی نے مصنوعی غصے سے بلال کو گھورتے ہوئے جتایا۔

"تم ایک بار شادی کر کے مجھ کو آزما لو۔ میں تمہاری اس نفرت کو محبت میں بدل دوں گا۔" بلال نے پھر مسکرا کر کہا۔

"میں تم سے کبھی شادی نہیں کروں گی۔ تم اس بات کو جتنی جلدی بھول جاؤ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔" روبی نے اب کے نرمی سے کہا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا تم میری بھول معاف کر دو۔" آخر بلال نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"معاف کر دوں؟ کیا تمہارا جرم اتنا معمولی ہے کہ میں تمہیں معاف کر دوں۔ گھر سے نکل کر جو ذلتیں میں نے اٹھائی ہیں ان کو میں ہی جانتی ہوں۔ تم سمجھ بھی نہیں سکتے۔ یاد رکھنا مجھے تم سے نفرت ہے۔ شدید نفرت۔ میں تم کو معاف نہیں کروں گی اور سنو آئندہ یہاں مت آنا۔ ورنہ بہت برا ہوگا۔" روبی نے آنسو ضبط کرتے ہوئے کہا۔ اور اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ سیٹ پر چلی گئی۔

وہاں سے وہ میک اپ کروانے اور ڈریس چینج کرنے چلی گئی۔ جب تیار ہو کر سیٹ پر آئی تو بلال وہاں شوٹنگ دیکھنے کیلئے موجود تھے۔ اس کو دیکھ کر روبی ڈائریکٹر سے ناساز طبیعت کا بہانا کر کے اور بلال کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر شوٹنگ کینسل کر کے گھر واپس چلی آئی تھی۔ بلال کی موجودگی روبی کو ذہنی طور پر ڈسٹرب کر گئی تھی۔ گھر آتے ہی روبی نے اپنے سیکرٹری کو فون کر کے کہہ دیا میرے تمام ڈائریکٹرز کو کہہ دو میڈم کہتی ہیں میں سٹوڈیو فلور پر دوسرے لوگوں کی موجودگی میں عکس بندی میں بالکل حصہ نہیں لوں گی۔ اس کی بات تو حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ فوراً ہی اس پر عمل ہوا۔ مگر بلال سٹوڈیو آنے سے پھر بھی باز نہ آئے۔ اندر سٹوڈیو فلور پر نہیں فلور سے باہر سٹوڈیو کے اندر ہی سہی ملاقات ہوتی تو ہے۔ وہ روبی کو دیکھ کر لپک کر روبی کی جانب آتے پھر بڑی امید سے پوچھتے۔

"پھر کیا سوچا ہے تم نے میرے ساتھ شادی کرنے کے بارے میں۔"

روبی اب جواب دینے کے بجائے زیادہ تر خاموش ہی رہتی۔ ورنہ شروع میں وہ بلال کو دیکھتے ہی مصنوعی غصہ طاری کر کے اس پر طنز کی بارش شروع کر دیتی تھی۔ چند روز یہ تماشا ہوتا رہا۔ اس کے باوجود جب بلال سٹوڈیو آنے سے باز نہ آئے تو روبی نے ایک نیا حکم جاری کیا۔ وہ یہ تھا کہ یہ بات کسی کو بھی نہ بتائی جائے کہ وہ کس وقت کونسے سٹوڈیو میں کام کر رہی ہے۔ یا کس فلم کے سیٹ پر عکس بندی میں حصہ لے رہی ہے۔ مگر یہ سب بھی پہلے حکم کی طرح بیکار ہی ثابت ہوا تھا۔ بلال دو تین روز سارے سٹوڈیوز کی خاک چھاننے کے بعد اس کو

ملنے یا پکڑنے میں کامیاب ہو ہی جاتے تھے۔ اور پھر بڑی معصومیت سے ایک ہی بات پوچھتے۔

"روبی پھر کیا سوچا ہے تم نے میرے ساتھ شادی کرنے کے حوالے سے۔"

یہ بات اب روبی کو تڑپانے لگی تھی۔ وہ بچہ نہیں تھا جو ایک ہی ضد پکڑ لی تھی۔ مجھ سے شادی کرلو یا پھر میرے ساتھ شادی کرنے کے حوالے سے تم نے کیا سوچا ہے۔ جب ایک بار نہیں کئی بار کہہ دیا ہے کہ نہیں کرنی تم سے شادی پھر کیوں اس کا تعاقب کرتا ہے؟ کیوں خود بھی پریشان ہوتا ہے اور اس کو بھی پریشان کرتا ہے؟ اس پریشانی میں روبی کی سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا وہ اب کرے تو کیا کرے۔ اس ضدی کو سمجھائے تو کیسے یہ تو تھے روبی کے مسئلے اور بلال مسئلے کے بغیر نہیں تھے۔

بلال کیلئے آج کل بڑا مسئلہ بلکہ مسائل پیدا ہو گئے تھے۔ ایک تو جب سے گھر والوں کو بتائے بغیر وہ روبی کی تلاش میں مری گئے تھے۔ تب سے گھر والے ان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ ایک تو وہ روبی کے پیچھے گئے اور پھر وہ بھی ان سب کو بتائے بغیر کیا روبی ان سب سے زیادہ اہم ہو گئی تھی کہ ماں کی پریشانی کا اتنا بھی خیال نا تھا کہ تم بتا کر جاتے کہ تم شہر سے باہر جا رہے ہو۔ بلال ماں کی ان سب باتوں کے جواب میں چپ رہے تھے۔ جانتے تھے وہ غلط ہیں اور پھر مری سے واپس آنے کے بعد ان کے قدم کونسے گھر کے اندر ٹکے تھے۔ سارا دن لاہور کے سٹوڈیوز کی خاک چھاننے کے بعد رات کو وہ جس حلئے میں واپس آتے تھے وہ بھی دیکھنے والا ہوتا تھا۔ گرد آلود لباس اور گرد آلود چہرہ اور بال۔ ماں ان کو دیکھتے ہی بولنے لگتی۔ اور وہ جواباً خاموش رہتے۔ کمال بھائی نے ان کو مری جانے پر ضرور ڈانٹا تھا کہ کم از کم جانے سے پہلے بتا جاتے تو کیا حرج ہوتا۔ مگر اب وہ خود تو کیا ماں کو بھی سمجھاتے تھے۔ امی جان! آپ چپ ہو جائیں وہ جس کام کیلئے آیا ہے اسے وہ کرنے دیں یہ تو تھے گھر والوں کے رویے اور بلال کی خاموشی۔

دوسرا مسئلہ خود روبی تھی۔ اول تو وہ ملتی ہی نا تھی اور اگر اتفاق سے مل جاتی تو پھر ان کی بات کا جواب دینا تو دور کی بات وہ نظر اٹھا کر ان کی جانب دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی تھی۔ یوں خاموشی کے ساتھ ان کے سامنے سے ہوا کے جھونکے کی طرح گزر جاتی۔ جیسے وہ روبی کیلئے اجنبی ہو اور بلال کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ روبی کو اپنے ساتھ شادی کرنے کیلئے آمادہ کیسے کریں کہ روبی کسی طور بھی ان کو معاف نہیں کر پا رہی تھی۔ روبی بلال سے جان چھڑانے کے طریقے سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی تھی۔ مگر کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ ایسے میں ایک روز نسیم کراچی اور مکران میں اپنی آؤٹ ڈور شوٹنگ مکمل کروانے کے بعد لاہور واپس آئی تو چند یوم بعد ٹائم نکال کر روبی کو بطور خاص ملنے آئی۔ پھر بیٹھتے ہی روبی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"روبی یہ میں کیا سن رہی ہوں؟" روبی کا موڈ بلال کا سوچ سوچ کر خراب ہو رہا تھا بیزاری سے پوچھا؟

"کیا سنا ہے؟"

"میں نے سنا ہے میری غیر موجودگی میں تمہارا ایک مجنوں نما سچا عاشق پیدا ہو گیا ہے۔ جو تمہاری ایک جھلک دیکھنے کیلئے تم سے ملنے کیلئے سارا دن لاہور کے تمام سٹوڈیوز کی خاک چھانتا رہتا ہے۔ اور تم اس کو ملنا یا منہ لگانا پسند نہیں کرتی ہو۔ کیا یہ سب سچ ہے؟" نسیم نے کچھ اس انداز میں بات کی تھی کہ بے ساختہ روبی کی ہنسی نکل گئی۔ اس نے ہنستے ہوئے نسیم کو بتایا۔

"نیا بالکل پیدا نہیں ہوا وہ تو بہت پرانا عاشق ہے میرا۔"

"پرانا کون......؟" نسیم نے روبی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں سمجھی۔" روبی نے پھر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل بھی نہیں۔ جلدی سے بتاؤ کون ہے پرانا؟" نسیم نے بے تابی سے پوچھا۔

"ارے بابا وہی جس کی وجہ سے آج میں اس مقام پر ہوں۔" اب روبی نے سنجیدگی اختیار کرلی تو نسیم نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"بلال کی بات کر رہی تم۔"

"بالکل اسی کی بات کر رہی ہوں۔" کہہ کر روبی نے ساری سٹوری نسیم کو سنا دی۔ ساری بات سننے کے بعد نسیم نے خفا ہو کر کہا۔

"کیا تکلیف ہے تم کو جو تم انکار کر رہی ہو۔ جب وہ خود تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ تمہیں تو شکر ادا کرنا چاہئے کہ وہ تم سے آج بھی محبت کرتا ہے۔"

"تم سمجھتی کیوں نہیں ہو؟ کیا میں اب اس کے لائق رہ گئی ہوں؟" روبی نے خود پر اک نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"تمہاری بات ٹھیک ہے۔ لیکن اس مقام پر تم آئی بھی تو اسی کی وجہ سے ہو۔"

نسیم نے سمجھایا۔
"ہاں ٹھیک...... لیکن تم بلال کے خاندان کو نہیں جانتی ہو۔ کتنا معزز شریف اور بے حد پرہیز گار گھرانہ ہے۔ وہ لوگ مجھے کبھی بھی قبول نہیں کریں گے۔ بلکہ میری وجہ سے وہ لوگ بلال کو بھی گھر سے نکال باہر کریں گے۔ پھر فائدہ اپنے ساتھ ساتھ اس کو بھی بے گھر کرنے کا۔ میں تو اب اس زندگی کی عادی ہو چکی ہوں۔ مگر وہ تو اپنے خاندان کے ساتھ سکون میں رہے۔"
"تو کیا ہوا تمہیں بلال سے مطلب ہونا چاہئے۔ گھر تمہارے پاس اپنا ہے۔ بینک بیلنس بھی اچھا خاصا ہوگا۔ بلال خود بھی پڑھا لکھا نوجوان ہے۔ خود بھی کمالے گا۔ دفع کرو خاندان کو اگر وہ تمہارا خیال نہیں کرتے تو تم بھی ان کی پرواہ مت کرو۔ میری مانو تو فوراً شادی کیلئے ہاں کردو اب اگر اللہ نے تم کو موقع دیا ہے شریف لوگوں کی دنیا میں واپس جانے کا' عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کا تو اس کو ضائع مت کرو۔" نسیم نے سمجھایا۔
"تم اب بھی نہیں سمجھیں۔ کہا نا میں عادی ہوں اپنی اس زندگی کی۔ مگر بلال جانتی ہو وہ لوگ پٹھان ہیں۔ میرے ساتھ شادی کرنے پر ہو سکتا ہے وہ بلال کو خود ہی قتل کروا دیں۔ ویسے بھی میری اس زندگی میں اب شادی کی گنجائش نہیں اور نا ہی میں عمر بھر شادی کروں گی۔" روبی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
"روبی میرے خیال میں تو تم بہت غلط کر رہی ہو۔ تمہاری جگہ اگر میں ہوتی تو یقین کرو فوراً سے بھی پہلے شادی کیلئے ہاں کر دیتی۔ ایسے سنہری موقعے زندگی میں روز روز نہیں آتے۔" نسیم نے پھر سمجھانے کی کوشش کی۔
"یار! کوئی اور بات کرو۔ میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔" روبی نے کہا تو نسیم اس کے ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔ پھر شام کی چائے پی کر وہ واپس چلی گئی تھی۔
اس کے جانے کے بعد روبی پھر بلال سے بچنے کا حل سوچنے لگی تھی۔ اچانک اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کیوں نا میں یہ فلمی دنیا چھوڑ کر ہمیشہ کیلئے ملک سے باہر چلی جاؤں۔ پھر آسانی سے بلال سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔ مگر یہ پروگرام ابھی پکا نہیں تھا۔ خیال تھا روبی کا ارادہ نہیں۔
اسی شام روبی سارا دن اپنی ایک نئی عکسبندی میں حصہ لینے کے بعد شام کو نسیم کے ساتھ جو اس فلم کی دوسری ہیروئن تھی۔ اپنی گاڑی کی جانب آ رہی تھی کہ بلال کی گاڑی بڑی تیزی سے روبی کے قریب آ کر رکی۔ انجن بند کرتے ہی بلال پھرتی سے دروازہ کھول کر گاڑی سے نکل کر روبی کے سامنے آن کھڑے ہوئے تو روبی کے ساتھ ساتھ نسیم بھی ان کو دیکھتے ہوئے حیرانی سے سوچنے لگی۔
"یہ کون ہے؟" حالانکہ معلوم بھی ہو چکا تھا کہ بلال ہی آج کل روبی کے تعاقب میں رہتا ہے۔
روبی شدید دکھ سے ان کو دیکھ رہی تھی جو اپنی انجانے میں کی ہوئی غلطی گناہ یا بھول کے کفارے کیلئے پاگل ہو رہے تھے۔ اس وقت گرد آلود لباس اور بکھرے بکھرے بے ترتیب بال شاید سارے سٹوڈیوز گھومنے کے بعد یہاں آئے تھے۔ جبھی حلیہ اتنا زیادہ خراب ہو رہا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر روبی کا دل درد سے بھر آیا۔ بمشکل اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے روبی نے ان کو دیکھا جو کہہ رہے تھے۔
"روبی میرے ساتھ آؤ مجھے تم سے تنہائی میں بات کرنی ہے۔ بلکہ پوچھنی ہے۔" یہ سنتے ہی نسیم سمجھ گئی کہ وہ بلال ہے۔ ادھر روبی نے دل کا درد دل کے اندر ہی دباتے ہوئے چہرے پر مصنوعی غصہ طاری کرتے ہوئے لہجے میں نفرت بھر کر کہا۔
"میرا ٹائم اتنا بے مول نہیں کہ آپ جیسے فضول لوگوں کے ساتھ ضائع کرتی پھروں۔ آپ بچے نہیں جو آپ کو میری باتوں کی سمجھ نہیں آتی۔ کتنی بار کہہ چکی ہوں جو آپ چاہتے ہیں وہ ناممکن ہے۔ کیونکہ مجھے آپ سے شدید نفرت ہے۔ یاد رکھئے گا میں نے آپ کو اپنے تعاقب میں یوں سٹوڈیو آتے دیکھا تو میں ایکٹرز ایسوسی ایشن کے صدر سے آپ کی شکایت کر کے آپ کے کسی بھی سٹوڈیوز میں داخلے پر نا صرف پابندی لگوا دوں گی۔ بلکہ ایسا بے عزت کروانے کے بعد آپ کو یہاں سے نکلواؤں گی کہ ساری زندگی نہ بھول سکیں گے۔ آپ کے حق میں یہی بہتر ہے کہ آپ خود ہی یہاں آنا چھوڑ دیں یا پھر بے عزت ہونے کیلئے تیار رہئے۔"
"جب تک تم میری بات نہیں مانو گی میں تمہارے پیچھے آتا رہوں گا۔ تمہارے جو جی میں آتا ہے کرو۔ میں ان باتوں سے ڈرنے یا گھبرانے والا نہیں۔" بلال نے اس کو دیکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا۔
"اچھی بات ہے اگر آپ کے یہی خیالات ہیں تو پھر اب سنجیدگی سے آپ کے سٹوڈیوز آنے کے بارے میں سوچنا ہی پڑے گا۔" روبی نے غصے سے کہا۔ پھر بلال کو وہیں چھوڑ کر

اپنے باڈی گارڈز اور نسیم کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ تب نسیم نے کہا۔
"بہت زیادتی کر رہی ہو تم اتنی شدید محبت کرنے والے بندے کے ساتھ۔"
"یہی اس کے حق میں بہتر ہے۔" روبی نے کہا۔ نسیم تو اپنے بھائی ماموں کے ساتھ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی۔ اور روبی اپنے باڈی گارڈز کے ساتھ اپنی گاڑی کی جانب چلی آئی۔ مگر بلال ابھی تک وہیں کھڑے تھے۔ جہاں روبی ان کے ساتھ بات کر کے چھوڑ آئی تھی۔
روبی دل ہی دل میں ان کی اس حالت پر افسوس کرتے ہوئے اب واقعی ان کے ہر سٹوڈیوز میں داخلے پر پابندی لگانے کا سوچ رہی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کل ہی ایکٹرز ایسوسی ایشن کے صدر سے بلال کی شکایت کرتے ہوئے کہہ دے گی بلال فلم لائن کا بندہ نہیں۔ وہ مجھے صرف تنگ کرنے ہر سٹوڈیو میں پہنچ جاتا ہے۔ برائے مہربانی بلال کے ہر سٹوڈیوز میں داخلے پر پابندی لگا دی جائے کہ اس کے بغیر بلال باز آنے والا نہیں تھا۔ وہ جیسے ہی گھر آئی نسیم کا فون آ گیا نسیم نے روبی سے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔
"روبی اتنی سچی محبت کرنے والے بندے کی قدر نہ کرنا بہت بڑی ناشکری ہے۔ حلیہ اور حالت دیکھی تھی تم نے بلال کی۔ میں کہتی ہوں اب بھی ٹائم ہے۔ بلال کی بات مان لو یوں اپنی زندگی کو مزید اپنے ہی ہاتھوں سے تباہ نا کرو اور شادی کر لو۔"
"یہ ممکن ہوتا تو میں اس کو کبھی انکار نہ کرتی۔" روبی نے کہا تو نسیم نے فوراً ہی فون بند کر دیا۔ آج اس کی مجرے کی رات تھی۔ فون بند ہونے کے بعد روبی نے پہلی بار سوچا کوٹھے اور گھروں میں رہنے والے خاندانی لوگوں کے رویے میں جو فرق ہوتا ہے۔ اس کو تم نہیں میں سمجھ سکتی ہوں۔ پھر وہ بلال کا سوچنے لگی۔ کوئی ایسا طریقہ سمجھ میں نہیں آتا تھا جو روبی کی بات سن کر وہ روبی کا پیچھا چھوڑ کر اپنی پرسکون دنیا میں واپس لوٹ جائے۔ اب خود بھی بے سکون ہو رہے تھے اور روبی کو بھی بے چین و بے قرار کر رہے تھے۔ وہ انہی سوچوں میں گم بیٹھی تھی کہ اماں روم میں داخل ہوئی اور کھانا لگنے کی اطلاع دی تو روبی جلدی سے اٹھ کر باہر کھانے والی ٹیبل پر آ بیٹھی۔
ادھر روبی اگر فلمی دنیا اور ملک چھوڑنے کا سوچ رہی تھی تو دوسری جانب بلال بھی روبی کی دھمکی کے بعد اس کو حاصل کرنے کیلئے اس کے قریب رہنے کا طریقہ سوچ رہے تھے۔ روبی تو ابھی اپنا پروگرام فائنل نہ کر پائی تھی۔ مگر بلال نے بہت زیادہ سوچنے کے بعد فیصلہ کر لیا تھا کہ روبی کے قریب رہنے کیلئے انہیں کیا کرنا ہے۔ یا کس طریقے سے وہ روبی کے قریب رہ سکتے تھے۔ پھر ایک حیرانی کی بات ہوئی اپنی دھمکی کے بعد ایک ہفتہ تک بلال اس کو اپنے تعاقب میں کسی بھی سٹوڈیو میں دکھائی نہ دیئے۔ یہ اچھی بات تھی۔ روبی یہ سوچ کر خوش اور مطمئن ہو گئی۔ بلال نے اس کی بات مان لی ہے۔ یہ بہت اچھی بات تھی۔ اس کو تو اب تمام عمر ہی تنہا رہنا تھا۔ اس بھری دنیا میں بلال تو کم از کم اپنی پرسکون دنیا میں رہتے۔
روبی کے پاس تو کوئی چوائس رہی نا تھی۔ مگر ان کے پاس اپنا خاندان تھا اور مزید کسی اچھے خاندان میں شادی کر کے وہ اس میں اضافہ کر سکتے تھے۔ وہ یہی ساری باتیں سوچتے ہوئے ہدایتکار نیاز کے روم میں آئی تھی کہ رات روبی کے سیکرٹری نے روبی کو فون کر کے بتایا تھا کہ ہدایتکار نیاز کا فون آیا تھا۔ وہ ایک نئی فلم بنانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ جس میں وہ آپ کو ہیروئن لینا چاہتے ہیں۔ آپ کل صبح شاہنور سٹوڈیو میں ان سے ضرور مل لیں۔ اب جب روبی روم میں داخل ہوئی تو نیاز صاحب اکیلے ہی صوفے پر بیٹھے تھے۔ سامنے ٹیبل پر شاید کہانی کا مسودہ تھا جس پر وہ نظر ڈال رہے تھے۔ روبی اس کو سلام کرتے ہوئے خود بھی وہیں ان کے قریب صوفے پر بیٹھ گئی تو نیاز نے کہانی پر سے نگاہ اٹھا کر اس کو دیکھا پھر کہنے لگے۔
روبی اس وقت جبکہ ہماری فلم انڈسٹری شدید بحران کی زد میں ہے۔ یہ ہماری بہت خوش نصیبی ہے کہ ایسے وقت میں انڈسٹری کو سہارا دینا ایک پڑھے لکھے نوجوان اس ادارے میں آئے ہیں۔ ابھی فی الحال تو انہوں نے ایک ہی فلم بنانے کا اعلان کیا ہے اور اپنی اس فلم میں وہ تمہیں تنہا ہیروئن کے طور پر لینا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں بات کرنے کیلئے آج میں نے تمہیں بلایا ہے۔ نیاز کی بات سن کر روبی نے بھی رسمی طور پر کہا۔
"میرے لئے یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ کوئی پڑھا لکھا بندہ اس ادارے کو فلم ساز کے روپ میں ملا ہے۔" یہ بات کہتے ہوئے روبی کی نگاہ اچانک جو سامنے دریچے کی جانب اٹھی تو وہ چونک پڑی۔ وہاں یقیناً وہی پڑھا لکھا نوجوان فلم ساز کھڑا تھا۔ اپنا چہرہ دوسری جانب کئے دریچے سے باہر دیکھ رہا تھا۔ تبھی نیاز نے ان کو آواز دی۔
"آیئے بلال صاحب! میڈم روبی آ چکی ہیں۔" بلال مڑے۔ ایک نظر نیاز صاحب کے پاس صوفے پر بیٹھی روبی پر ڈالی پھر نیاز اور روبی کے سامنے دوسرے صوفے پر آ بیٹھے۔ اس کے بعد نیاز نے بڑی عزت اور احترام سے ان کا تعارف روبی سے کروایا۔
"روبی یہ ہیں ہمارے نئے پڑھے لکھے نوجوان فلم ساز بلال خان۔" اور روبی کو گویا کسی نے بلندیوں سے اٹھا کر گہری کھائی میں دھکیل دیا تھا۔ بلکہ پوری قوت سے پٹخ دیا تھا۔ وہ تو

سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کو اس غلاظت سے نکالنے کیلئے وہ خود بھی اس گندگی میں اتر آئیں گے۔روبی نے نگاہ اٹھا کر سامنے بیٹھے بلال کو دیکھا۔وہ اس وقت بے حد سنجیدہ تھے اور روبی کو ہی دیکھ رہے تھے۔روبی کو اپنی جانب دیکھتے پایا تو سنجیدگی سے کہا۔

"ہیلو مس روبی!"

جواباً روبی خاموش ہی رہی۔حالانکہ فلمساز ہونے کے ناطے بلال کو پہلے سلام کرنا اس کا حق بنتا تھا۔اچانک وہ نیازی کی بات سن کر چونکی۔

"روبی یہ فلم کے پیپر سائن کر دو اور ہاں معاوضہ بھی تمہیں آج ہی مل جائے گا۔آدھا نہیں پورا۔بلال صاحب بہت اچھے ہیں۔یہ لو پن پکڑو اور پیپر سائن کر دو۔" یہ کہتے ہوئے نیاز نے پن روبی کی سمت بڑھایا اور روبی نے فوراً ہی انکار کرنے کا سوچ لیا تھا۔اس لئے بولی۔

"مجھے افسوس ہے نیاز صاحب! میں ان کی فلم میں کام نہ کر سکوں گی۔میرے پاس پہلے ہی کافی زیادہ فلمیں ہیں۔ابھی کل ہی میں نے تین نئی فلمیں سائن کی ہیں۔اب میرا فلمی شیڈول کچھ ایسا بن گیا ہے کہ مزید ایک منٹ بھی فالتو نہیں بچتا۔جو ادھر ادھر دے سکوں۔مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں آپ کی اس فلم میں کام نا کر سکوں گی۔اب مجھے اجازت دیں۔"

اپنی بات مکمل کرتے ہوئے روبی نے کہا اور پھر بلال کو دیکھتے ہوئے اٹھ کر باہر آ گئی۔مگر باہر آ کر وہ کہیں گئی نہیں تھی بلکہ نیاز کے روم سے ذرا ہٹ کر بلال کے انتظار میں کھڑی ہو گئی تھی۔چند منٹ بعد ہی بلال نیاز کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے باہر آئے۔پھر نیاز صاحب تو اپنے سیٹ پر چلے گئے اور بلال سیدھا اپنی گاڑی کی جانب آئے تھے۔ابھی لاک ہی کھول رہے تھے کہ روبی نے جلدی سے پیچھے آتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"میں پوچھتی ہوں یہ سب کیا کرتے پھر رہے ہیں آپ۔"

آواز سن کر بلال نے لاک میں کی گھماتے ہوئے مڑ کر اس کو دیکھا۔پھر سیدھا ہوتے ہوئے شان بے نیازی سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں تم کیا کہہ رہی ہو۔ویسے بائی داوے تمہیں مجھ سے پوچھ گچھ کا یہ حق کہاں سے مل گیا۔"

"اتنے سیدھے نہیں ہیں آپ اور نا ہی میں نے مشکل سوال کیا ہے۔جو آپ کو سمجھ نا آئی ہو۔" روبی نے ان کی بات کا آخری حصہ نظر انداز کرتے ہوئے تھوڑے غصے سے کہا۔

بلال نے بہت دلچسپی کے ساتھ اس کے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا۔صاف پتا چل رہا تھا اس کو بلال کا یوں فلمساز بننا اچھا نہیں لگا۔روبی کا اپنے لئے اس انداز میں سوچنا ان کو اچھا لگا بلکہ گہرا سکون دے گیا۔مگر بظاہر سنجیدگی سے بولے۔

"جو بھی کہنا چاہتی ہو صاف صاف اور ذرا کھل کر کہو۔میں واقعی نہیں سمجھا کہ تم نے کیا کہا ہے یا کیا چاہتی ہو۔"

"یہ فلم کیوں بنا رہے ہیں آپ؟" روبی نے اب کے بات کرتے ہوئے اپنی آواز دھیمی کر لی تھی۔

"صاف اور سیدھی بات تمہارے قریب رہنے کیلئے۔تم نے خود ہی تو کہا تھا تم میرا تمام سٹوڈیوز میں داخلہ بند کر دو گی۔تمہاری اس دھمکی کے بعد میں نے فلم ساز بننے کا فیصلہ کر لیا۔میرا خیال ہے اب جب میں خود بھی فلم بنا رہا ہوں تو کوئی مجھے سٹوڈیو آنے سے نہیں روک سکتا۔ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں۔" بلال نے بات ختم کر کے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بلال کیوں خود کو تباہ کر رہے ہو۔وہ بھی ایک آوارہ......" باقی کی بات روبی کے منہ میں ہی رہ گئی تھی کہ اچانک ہی بلال کا ہاتھ اٹھا تھا۔روبی کے گال پر ایک زوردار تھپڑ رسید کرتے ہوئے انہوں نے سخت اور سرد لہجے میں کہا تھا۔

"خبردار جو پھر کبھی میرے سامنے اپنے لئے اس لفظ کو استعمال کیا۔میں اول آخر انسان تھا فرشتہ نہیں کہ غلطی نہیں کر سکتا۔مجھ سے بھول نہیں ہو سکتی تھی۔معافی مانگ چکا ہوں میں اپنی اس غلطی اور بھول کی تم سے۔تم معاف نا کرو تو الگ بات ہے۔مگر کان کھول کر سن لو میرے سامنے پھر کبھی اس نام کو خود سے منسوب کیا تو نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔مار ڈالوں گا میں تمہیں۔اس وقت بہت زبان کھل گئی ہے گھر سے نکل کر تمہاری۔" روبی نے اپنے گال پر ہاتھ رکھ کر بلال کو دیکھا۔آنکھوں میں یکدم ہی نمی اتر آئی تھی۔پھر اس نے آہستہ سے کہا تھا۔

"بلال یہ جگہ آپ کے لائق نہیں۔کیوں خود کو تباہ کرنے یہاں آ گئے ہیں۔اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔آپ لوٹ جائیں اپنی پرسکون دنیا میں۔"

"اتنا ہی خیال ہے میری تباہی کا تو مجھ سے شادی کر لو۔میں خود ہی تباہ ہونے سے بچ جاؤں گا۔بس یہی صورت ہے مجھے تباہی سے بچانے کی۔ورنہ میں اب اس جگہ کو چھوڑنے والا نہیں۔"

"میں آپ سے شادی نہیں کرسکتی۔ یہ بات میں آپ کو بتا چکی ہوں۔" روبی نے پھر دھیمی آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہے پھر اس بات کو بھی بھول جاؤ کہ یہ جگہ میرے لائق ہے یا نہیں۔ یا میں یہاں آ کر تباہ ہو رہا ہوں۔ اگر تم میری وجہ سے تباہ ہوئی ہو تو بدلے میں اب میں بھی خود کو تباہ کروں گا۔ ویسے بھی تمہارے قریب رہنے کا اور کوئی ذریعہ میرے پاس نہیں مجبوری ہے۔"

"تو یہ آپ کا پکا فیصلہ ہے۔" روبی نے گویا آخری بار پوچھا۔

"میرا نہیں روبی یہ تمہارا فیصلہ ہے۔ تم ابھی شادی کیلئے ہاں کر دو تو تمہارے ساتھ میں بھی اس جگہ کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ دوں گا۔ یوں تمہاری پریشانی بھی ختم ہو جائے گی اور میرا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ پھر کیا خیال ہے۔" انہوں نے بات ختم کر کے پھر پوچھا۔

"مجھے آپ سے نفرت ہے اس لئے میں آپ سے کبھی شادی نہیں کروں گی۔" اب کے روبی نے پوری قوت سے چلاتے ہوئے نفرت سے کہا۔

"تو ٹھیک ہے پھر میرے لئے پریشان ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ اوکے اب جاتا ہوں۔ اب انشاءاللہ تم سے کل میری لازمی ملاقات ہوگی۔" بلال نے بات ختم کر کے پریشان کھڑی روبی کو دیکھا۔ پھر اللہ حافظ کہہ کر گاڑی میں بیٹھے اور یہ جا وہ جا۔ جلد ہی ان کی گاڑی روبی کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ مگر روبی بہت دیر تک وہیں کھڑی سوچتی رہی اور پھر وہیں کھڑے کھڑے روبی نے پکا فیصلہ کر لیا۔

اب وہ مزید فلموں میں کام کرے گی اور نہ ہی اب پاکستان میں رہے گی۔ بلال مرد ہیں وہ اپنی ضد چھوڑنے والے نہیں اور ان کو تباہی سے بچانے کیلئے اب روبی کا اپنا فلم انڈسٹری اور وطن چھوڑنا بہت ضروری ہو گیا تھا۔ اس کی اپنی زندگی تو تباہ ہو چکی تھی۔ مگر اپنے محبوب کی زندگی وہ اب تباہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ جب روبی نے یہ فیصلہ کر لیا تو پھر سب سے پہلے وہ اپنے ان ڈائریکٹرز کے پاس گئی۔ جن کی فلمیں اس نے سائن کی تھیں۔ ان سب سے بے حد معذرت کرتے ہوئے روبی نے یہ تینوں معاہدے کینسل کر دیئے تھے۔ اس کے بعد اسی دن روبی نے اپنے ان ڈائریکٹرز سے جن کی فلموں میں وہ کام کر رہی تھی۔ زور دے کر کہہ دیا تھا وہ سب جلد از جلد اپنی فلموں کا کام مکمل کروالیں۔ بے شک مجھے تین تین کی شفٹ میں کیوں نا کام کرنا پڑے میں انکار نہیں کروں گی۔ یہ تو تھے روبی کے پروگرام۔ اس نے کسی کو بھی بتائے بغیر ملک چھوڑنے کی تیاری شروع کر دی تھی۔ حتیٰ کہ ابھی نسیم کو بھی کچھ نہ بتانے کا فیصلہ کیا تھا۔

دوسرے روز بلال سٹوڈیو آتے ہی سیدھے نیاز کے روم میں آئے۔ پھر بیٹھتے ہوئے سب سے پہلے یہی پوچھا۔

"روبی صاحبہ کو ایگری کرنے میں کچھ کامیابی حاصل ہوئی آپ کو۔"

"بلال صاحب! انہوں نے پھر انکار کر دیا ہے۔ رات میں نے ان کے سیکرٹری سے پھر بات کی تھی اور سیکرٹری نے روبی سے بات کرنے کے بعد بتایا۔ روبی میڈم کسی طور پر بھی اس فلم میں کام کرنا نہیں چاہتی۔ ویسے مجھے تو حیرت ہے۔ وہ انکار کر کیوں رہی ہیں۔ میری فلم میں کام کرنا تو سب ہی فنکار باعث فخر سمجھتے ہیں۔ آپ تو روبی کو معاوضہ بھی منہ مانگا دے رہے تھے۔ پھر روبی کا انکار سمجھ میں نہیں آتا۔ یوں بھی آئی تو وہ یہاں میرے پاس فلم سائن کرنے ہی تھی انکار کرنا ہوتا تو سیکرٹری سے کہہ کر سکتی تھی کہ انکار کر دو۔ اب اللہ جانے یکدم ایسا کیا ہوا کہ اس نے انکار کر دیا۔"

"اس فلم انڈسٹری میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو روبی کو میری فلم میں کام کرنے کیلئے ایگری کر سکے۔" بلال نے ذیشان کا سوچتے ہوئے پوچھا کہ وہ اس کے ساتھ زیادہ انہوں نے دیکھی تھی۔ نیاز روبی کے انکار سے حیران تھا۔ اور بلال اب ان کو تو اندر کی بات بتانے سے رہے کہ یہ انکار روبی نے محض ان کی وجہ سے کیا تھا۔

"بلال صاحب! روبی بے حد تنہائی پسند لڑکی ہے۔ زیادہ تر اکیلے رہنا پسند کرتی ہے۔ اب تک فلم انڈسٹری میں کسی کو یہ پتا نہیں چل سکا کہ وہ کس خاندان کی بیٹی ہے۔ ہاں پوری فلم انڈسٹری میں اگر کسی سے اس کی گہری دوستی ہے تو وہ نسیم ہے۔ جو ہیرا منڈی کی لڑکی سے بھی زیادہ مکار اور خطرناک عورت نائیکہ چشمہ کی بیٹی ہے۔ یا پھر ذیشان سے ہلکی پھلکی دوستی ہے۔ اس کے علاوہ باقی کسی کو وہ منہ لگانا پسند نہیں کرتی۔ ہاں نسیم کی بات روبی ٹال ہی نہیں سکتی۔" نیاز نے بتایا۔

بلال کو یہ سن کر بے حد غصہ آیا تھا کہ روبی کی دوستی ایک طوائف سے ہے۔ مگر فوراً ہی یہ سوچ کر ان کا غصہ جاتا رہا کہ فلم انڈسٹری میں اکثریت ان اداکاراؤں کی تھی جو اس بازار سے اٹھ کر آئی تھیں۔ اسی لئے تو اس جگہ کو اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ روبی کو اب اپنی فلم میں کام کرنے کیلئے راضی کرنے کو انہوں نے خود بھی نسیم سے ملنے اور روبی کے حوالے سے مدد مانگنے کا

فیصلہ کرتے ہوئے نیاز سے نسیم کے گھر کا ایڈریس پوچھا۔ نیاز نے ایڈریس ان کو بتانے کے بعد کہا گھر جانے سے بہتر ہے آپ یہاں پر ہی نسیم سے ملاقات کر لیں۔ وہ آج عطا محمد کی فلم کے ایک گانے پر پرفارم کر رہی ہے۔ آپ پسند کریں تو وہاں سیٹ پر چلتے ہیں۔ آپ ذرا نسیم کا ڈانس بھی دیکھ لیجئے گا۔ بہت زبردست ڈانس کرتی ہے۔ ساری ہیرامنڈی میں نسیم کے پلے کی ایک بھی ڈانسر نہیں۔ بہت اونچا ریٹ ہے نسیم کے مجرے کا۔"

بلال کو نا تو نسیم سے دلچسپی تھی اور نا ہی اس کے ڈانس سے۔ ان کو اس فلم سے بھی کوئی دلچسپی نہ تھی جو وہ خود بنا رہے تھے۔ وہ تو محض روبی کے قریب رہنے کیلئے اس بظاہر روشنیوں کی دنیا مگر اندر سے غلاظت کے ڈھیر میں داخل ہوئے تھے۔ روبی کے قریب رہنے کا اور کوئی ذریعہ ان کے پاس نہ تھا۔ انہوں نے نیاز کی بات سن کر کہا۔

"میں وہاں نہیں جانا چاہتا۔ ہاں اگر نسیم کو یہاں بلا دیں تو از حد مہربانی ہوگی۔ وہ جب فارغ ہوں مجھ سے مل لیں۔ میں نسیم کا ویٹ کر لوں گا۔"

"بلال صاحب مہربانی کیسی۔ ہمارا تو کام ہی یہی ہے۔ ابھی لڑکا بھیجتا ہوں کہ وہ نسیم سے کہہ دے کہ وہ جب فارغ ہو مجھ سے مل لیں۔" نیاز نے اسی وقت اپنا ملازم لڑکا پیغام دے کر بھیجا۔ چند منٹ بعد ہی لڑکے کے ساتھ نسیم خود بھی چلی آئی اور آتے ہی کہا۔

"نیاز صاحب! میں تو گھر واپس جا رہی تھی جب آپ کا پیغام ملا۔ اور میں فوراً ہی چلی آئی۔ خیریت؟ ابھی تو دو دن بعد آپ کی فلم کی عکسبندی شروع ہونا تھی۔ باقی عطا کا پروگرام تو اب کل گانا فلمانے کا ہے۔" بات کرتے ہوئے اچانک اس کی نگاہ بلال پر پڑی۔ وہ دل میں چونکی مگر ظاہری طور پر خود کو نارمل رکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ صاحب کون ہیں؟" نیاز نے فوراً تعارف کرواتے ہوئے بتایا۔

"یہ ہمارے بہت زیادہ پڑھے لکھے فلمساز بلال خان ہیں۔ یہ اپنی پہلی ذاتی فلم بنا رہے ہیں۔ اس فلم میں روبی کو بطور ہیروئن لینا چاہتے تھے مگر روبی نے ان کی فلم میں کام کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اب تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ تم روبی کی واحد دوست ہو جس کی بات سے روبی انکار نہیں کر سکتی۔ اگر تم روبی کو بلال صاحب کی فلم میں کام کرنے کیلئے ایگری کر دو تو یہ تمہاری مہربانی ہوگی۔ بلال صاحب اس سلسلے میں خود تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے ذرا کام ہے میں ایک چکر سیٹ کا بھی لگا آؤں۔ تب تک بلال صاحب تم سے بات کرتے ہیں۔" اتنا کہنے کے بعد نیاز اجازت لینے کے بعد چلا گیا تو بلال نے پہلی بار نسیم کو بغور دیکھا۔ ان کو فلموں سے ذرا سا بھی انٹرسٹ نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے وہ کسی بھی فلمسٹار کے بارے میں نا ہی جانتے تھے۔ اور نا ہی پہچانتے تھے۔ اب نسیم کو دیکھا تو فوراً یاد آیا اس شام جب روبی نے ان کو دھمکی دی تھی کہ وہ تمام سٹوڈیوز میں ان کے داخلے پر پابندی لگا دے گی۔ تب نسیم بھی اس کے ساتھ تھی۔ اس وقت وہ گہرے میک اپ میں تھی۔ مگر اس وقت وہ بے حد عام سے سادہ لباس میں بالکل شریف لڑکی لگ رہی تھی۔ اس کو دیکھ کر یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ ایک طوائف ہے۔ انہوں نے سر جھٹک کر ایک گہری سانس لی پھر نسیم سے کہا۔

"نیاز صاحب بتا رہے تھے کہ آپ روبی کی بہت گہری دوست ہیں۔ روبی آپ کی بات کو کبھی نہیں ٹال سکتی اور میں چاہتا ہوں آپ اس کو میری فلم میں کام کرنے کے لئے ایگری کریں۔"

"مگر آپ فلم کیوں بنانا چاہتے ہیں بلال! یہ گندہ پیشہ آپ کے شایانِ شان نہیں۔" نسیم نے بلال کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اوہ تو روبی آپ کو یقیناً میرے بارے میں بتا چکی ہے۔ اُف میں یہ بھول گیا تھا کہ آپ روبی کی گہری دوست ہیں۔ پھر وہ یہ بات آپ سے کیسے چھپا سکتی تھی؟ اگر میری بات درست ہے تو پھر آپ ہی روبی کو سمجھائیں نا۔ وہ اپنی یہ فضول ضد چھوڑنے اور مجھے معاف کر کے شادی کیلئے ہاں کر دے۔ بہت پریشان ہوں میں اس کی وجہ سے۔" بلال نے کہا تو نسیم بولی۔

"آپ کے کہنے سے پہلے ہی میں نے اپنے طور پر روبی کو سمجھانے کوشش کی تھی۔ مگر وہ نہیں مانی۔ باقی رہی آپ کو معاف کرنے کی بات تو معاف تو وہ آپ کو کر چکی ہے۔ مگر شادی سے انکار اس وجہ سے کرتی ہے کہ خود کو آپ کے لائق نہیں سمجھتی۔" نسیم نے پوری بات بتا کر بلال کو گویا اندر تک ٹھنڈا اور پرسکون کر دیا تھا۔ چند منٹ تک وہ اس ٹھنڈک اور گہرے سکون کو محسوس کرتے رہے پھر نسیم سے پوچھا۔

"اگر یہ بات ہے تو مجھے بتائیں میں اس کو منانے کیلئے کیا کروں۔"

"نا آپ کے کچھ کرنے سے کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے اور نہ ہی میرے کوشش کرنے سے۔ وہ آپ کی فلم میں کبھی بھی کام نہ کرے گی اور اس کی سب سے بڑی اور اہم وجہ یہی ہے کہ وہ

آپ کا یہاں اس ماحول میں آنا پسند نہیں کرتی۔اس شام آپ کی جو حالت اور حلیہ تھا۔وہ اس کو ڈسٹرب کر گیا تھا۔خیر وہ تو میری بات نہیں مانتی مگر آپ مان لیں تو مہربانی ہوگی۔"نسیم نے کہا تو بلال نے پوچھا۔

"کون سی بات منوانا چاہتی ہیں آپ مجھ سے۔"

"اپنی فلم بنانے کا پروگرام کینسل کر دیں کہ یہ مجھے بھی اچھا نہیں لگا۔"

"یہ فلم تو صرف میں روبی کے قریب رہنے کیلئے بنا رہا ہوں۔"بلال نے جلدی سے بتایا۔

"اس کے بغیر بھی آپ اس کے قریب رہ سکتے ہیں۔آپ نیاز صاحب سے کہہ دیں جب تک روبی میری فلم میں کام کرنے کی حامی نہیں بھرتی تب تک میں فلم نہیں بناؤں گا۔ادھر میں بھی نیاز صاحب سے کہہ دوں گی کہ میں روبی کو راضی کرنے کی پوری کوشش کر رہی ہوں۔مجھے یقین ہے وہ جلد ہی میری بات مان جائے گی۔اس طرح چار پانچ ماہ تو آپ کے نکل ہی سکتے ہیں۔ہو سکتا ہے اس عرصہ میں روبی روزانہ آپ کو آتا دیکھ کر اپنے رویئے پر نظر ثانی کرے۔اپنی شادی نہ کرنے کا پروگرام بدل کر شادی کیلئے ہاں کر دے۔تب تک میں مصنوعی طور پر روبی کو آپ کی فلم میں کام کرنے کیلئے راضی کرنے کی کوشش کرتے ہوئے تنگ کرتی رہوں گی۔"نسیم نے مسکرا کر بلال کو دیکھا تو بلال نے کہا۔

"چلیں میں آپ کی یہ بات مان لیتا ہوں۔ورنہ آپ نہیں لگی دونوں ایک سے ضدی ہیں۔لیکن اس کے بعد کیا ہوگا۔"

"شکریہ مجھے یقین ہے اللہ یقیناً بہتر ہی کریں گے۔"نسیم نے کہا۔پھر مزید اپنا پروگرام بلال کو سمجھا کر وہ اجازت لے کر چلی گئی تھی۔

یہ تو تھے ان دونوں کے پروگرام۔

اور روبی کا اپنا پروگرام تھا۔جو وہ پکا پکا فائنل کر چکی تھی۔وہ دن رات ایک کر کے اپنی زیر تکمیل فلموں کو مکمل کروا رہی تھی۔وہ دن رات تین تین شفٹوں میں کام کر رہی تھی۔دن رات کے اس کام میں اب اس کو اپنے آپ کا بھی ہوش نہ رہا تھا۔ایسے میں ایک دن اپنے پروگرام کے مطابق نسیم نے روبی سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"روبی بلال اور نیاز نے مجھے اپنے پاس بلایا تھا کہ تمہیں میں بلال کی فلم میں کام کرنے کیلئے ایگری کروں۔تم کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ بلال اپنی ذاتی فلم بنا رہا ہے۔جس میں صرف وہ تمہیں ہیروئن لینا چاہتا ہے۔نیاز نے بلال کو بتایا تھا۔میں تمہاری دوست ہوں اور تم میری بات سے بھی انکار نہیں کر سکتیں۔اس لئے بلال نے مجھے بلایا تھا۔اب بتاؤ تم کیا کہتی ہو؟ کیا جواب دوں میں بلال کو۔"

"نسیم تم اچھی طرح بلال کے بارے میں میرے خیالات جانتی ہو۔پھر بھی یہ بات مجھ سے کہہ رہی ہو۔میں پہلے ہی بلال کے اس فیصلے سے بہت پریشان ہوں۔تم نے وہیں انکار کر دینا تھا۔"روبی نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔اس نے ابھی تک بات نکل جانے یعنی پھیل جانے کے ڈر سے نسیم کو بھی یہ بات نہیں بتائی تھی کہ وہ ملک چھوڑ کر جا رہی ہے کہ اس نے فلمی دنیا کو ہمیشہ کیلئے خیرباد کہنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔تاہم جانے سے پہلے وہ اس کو بتانے کا ارادہ لازمی رکھتی تھی۔

"میں فوراً انکار کیسے کر سکتی تھی۔ہاں اب کل ضرور کر دوں گی۔"نسیم نے کہا تو جواباً روبی خاموش ہی رہی تھی۔نسیم کتنی دیر اس کے ستائے ہوئے روئے ہوئے چہرے کو دیکھتی رہی پھر کہا۔

"اگر اتنی ہی پریشان ہو اس کیلئے تو پھر سیدھی طرح شادی کیلئے ہاں کر دو۔اس طرح تمہاری اپنی پریشانی بھی ختم ہو جائے گی اور بلال کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔بلکہ تم دونوں کے سارے مسائل ہی حل ہو جائیں گے۔وہ بھی بہت زیادہ پریشان نظر آتا ہے۔"

"کاش! یہ ممکن ہوتا۔"روبی نے کہا۔اور اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے مارے بے بسی کے۔

یہ دیکھ کر نسیم نے ایک بار پھر اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔مگر روبی کی ناں ہاں میں نہ بدل سکی۔یہ دیکھ کر نسیم مایوس ہو کر واپس چلی گئی تھی۔

* ☆☆☆ *

بلال آج ذرا جلدی گھر آ گئے تھے۔آج روبی بھی جلدی سٹوڈیو سے گھر واپس چلی گئی تھی۔روبی کے بعد ان کا سٹوڈیو میں رکنا بیکار ہی تھا۔اپنے روم میں جانے سے پہلے وہ ماں کے روم میں آئے اور روم کے اندر داخل ہونا ہی چاہتے تھے کہ اندر سے آتی شمشاد خالہ کی آواز سن کر دروازے کے باہر ہی رک گئے۔پھر اندر جانے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے واپس

مڑنا ہی چاہتے تھے کہ اندر سے آتی ماں کی تیز آواز نے ان کے قدم روک دیئے۔ وہ شمشاد سے کہہ رہی تھیں۔ بلکہ شکوہ کر رہی تھیں۔

"شمشاد تمہاری بیٹی روبی نے تمہاری عزت خراب کی ہی تھی۔ اب میرا گھر بھی تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ بلال روبی کو حاصل کرنے کیلئے پاگل ہو رہا ہے۔ نہ اپنا ہوش رہا ہے میرے بیٹے کو اور نہ ہی اپنے معزز اور شریف خاندان کی عزت کا وہ خیال کر رہا ہے۔ سارا دن روبی کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ سعودیہ میں لگی لگائی نوکری چھوڑ کر صرف روبی کی وجہ سے چھٹی لے کر واپس آ گیا ہے۔ اب میری ڈانٹ ڈپٹ کے باوجود واپس نوکری پر نہیں جاتا۔ ایک ہی بات کہتا ہے۔ روبی کے ساتھ شادی کرنے کے بعد ہی اب واپس جا سکوں گا۔ اچھی بات یہ ہے کہ روبی نے خود ہی بلال کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے روبی تمہاری بیٹی ہے۔ ذرا تم ہی بلال کو اس کے حوالے سے سمجھا کر دیکھو۔ ہو سکتا ہے وہ تمہاری بات مان کر روبی کا پیچھا چھوڑ کر واپس اپنی نوکری پر چلا جائے۔ میری تو وہ بالکل نہیں سنتا۔"

"میری بہن میری بات کا برا نہیں منانا۔ جب وہ تمہارا بیٹا ہو کر تمہاری بات نہیں مان رہا تو پھر میری بات کیسے مان سکتا ہے؟" حمیدہ نے صاف جواب دے دیا تھا۔ اس کو بلال سے بات کرتے ہوئے ویسے بھی ڈر لگتا تھا۔

"اچھا تو پھر مجھے ہی کچھ مشورہ دو۔ میں ایسا کیا کروں کہ بلال روبی کا پیچھا چھوڑ کر میری پسند پر شادی کرے۔ نوکری پر واپس چلا جائے۔" بیگم اخلاق نے پریشان سے کہا۔

"مشورے سے کچھ بھی ہونے کا نہیں ہم بھی دعا کرتے ہیں۔ تم بھی کرو اللہ روبی کو موت دے دے تا کہ ہم سب کی نجات ہو سکے۔ پتا نہیں وہ کونسی منحوس گھڑی تھی جب یہ آوارہ میرے گھر پیدا ہوئی۔" حمیدہ نے کہا پھر منہ بھر بھر کر دونوں عورتیں روبی کو بد دعائیں دیتے ہوئے کوستی بھی رہیں۔ بلال یہ باتیں سننے کے بعد واپس اپنے روم میں چلے آئے تھے۔ انہیں افسوس ہوا تھا۔ ان دونوں کی باتیں سن کر۔ انہیں آج بھی اپنی غلطی کا احساس نہیں تھا۔ وہ آج بھی خود کو بے گناہ اور روبی کو مجرم سمجھتے تھے اور یہ بہت غلط بات تھی۔

* ☆☆☆ *

نسیم روبی سے ملنے کے بعد اگلے ہی روز بلال کے پاس آئی تھی۔ روبی کے ساتھ ہونے والی نہ صرف ساری بات چیت اس کو بتا دی تھی۔ بلکہ روبی کی حالت بھی کھل کر سمجھا دی تھی۔

روبی کی حالت کا سن کر بلال نہ صرف پریشان ہوئے تھے۔ بلکہ بہت بے چین بھی۔ یہ دیکھ کر نسیم نے بلال سے کہا۔

"اب اگر آپ ایک کام کرنے کو تیار ہو جائیں تو روبی کی پریشانی بھی ختم ہو سکتی ہے اور آپ کا اپنا مسئلہ بھی حل ہو سکتا ہے۔"

"وہ کیا......؟" بلال نے پوچھا تو نسیم نے بہت زیادہ سنجیدگی سے کہا۔

"بلال میری بات کو مذاق نہیں سمجھنا۔ روبی کیلئے فلم ساز بننے سے بہتر ہے کہ تم اداکار بن جاؤ۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" بلال نے نسیم کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہی سمجھانے لگی ہوں۔" نسیم نے کہا۔ کچھ دیر سوچتی رہی پھر کہا۔ "میری بات بہت غور سے سنیں۔ روبی کس وقت کون سے سٹوڈیو میں ہے اور کس فلم کے سیٹ پر کام کر رہی ہے یہ بات میں خود آپ کو بتا دیا کروں گی۔ اپنے سیٹ پر آنے کی تو روبی آپ کو کبھی بھی اجازت نہ دے گی اور جب وہ سٹوڈیو آئے تب بھی نہیں۔ ہاں جب وہ شوٹنگ کرنے کے بعد واپس گھر جا رہی ہو تب آپ نے اسی حلئے میں آنا ہے جس حلئے میں اس شام آئے تھے۔ جب میں نے پہلی بار آپ کو دیکھا تھا مجھے مکمل یقین ہے۔ روبی زیادہ دن آپ کو اس حلئے میں برداشت نہ کر سکے گی۔ اور سرینڈر کرتے ہوئے شادی کیلئے ہاں کر دے گی۔ اب آپ بتائیں آپ ایسا کرنے کو تیار ہیں۔" نسیم کی بات سن کر بلال سنجیدگی سے بولے۔

"حواس گم کر کے رکھ دیئے ہیں روبی نے میرے۔ میں روبی کو پر سکون عزت کی زندگی دینے کیلئے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ یقین کریں اگر میرے ایسا کرنے سے روبی مان سکتی ہے۔ شادی کیلئے راضی ہو سکتی ہے تو میں کل ہی سے آپ کے کہنے پر عمل شروع کر دیتا ہوں۔" اس کے بعد مزید تفصیلات سے باتیں طے کرنے کے بعد نسیم چلی گئی تھی۔

اگلے ہی روز بلال نے اپنا جنونی مجنوں والا رول پلے کرنا شروع کر دیا تھا۔ روز یہ تماشا ہونے لگا جب روبی عکسبندی مکمل ہونے کے بعد سیٹ سے باہر آتی۔ کبھی اس وقت اور کبھی اس وقت جب وہ اپنے باڈی گارڈز کے ساتھ اپنی گاڑی کی جانب بڑھ رہی ہوتی۔ تب اور کبھی کبھار اس وقت جب وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ رہی ہوتی۔ بلال بھی گاڑی میں کبھی پیدل بھاگتے ہوئے روبی کو پکارتے ہوئے روبی کی جانب آتے۔ حلیہ ایسا ہوتا جیسا سارا دن تمام سٹوڈیوز گھومنے کے بعد اب روبی تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ چہرہ گرد آلود ہی نہیں تھکن زدہ بھی۔ بے ترتیب بکھرے بال اور گرد آلود لباس کے ساتھ تھکا تھکا لہجہ۔ "روبی پلیز میری بات سن لو پلیز روبی۔"

وہ لمحے روبی کیلئے بے حد اذیت ناک ہوتے تھے۔ ان کو اس حلئے میں دیکھ کر ان کی یہ حالت دیکھ کر روبی کے دل پر کیا گزرتی تھی۔ یہ صرف وہی جانتی تھی۔ وہ کسے بغیر ان کی بات سنے بغیر جلدی سے گاڑی میں بیٹھ کر گھر چلی آتی۔ اور سوچتی مارے دکھ کے جلدی جلدی فلموں کی عکسبندی کا سلسلہ مکمل ہو اور اس کی اس عذاب اس اذیت سے جان چھوٹ جائے۔ وہ ملک سے باہر چلی جائے تو بلال بھی سب کچھ بھول کر ایک بار پھر اپنی پرسکون دنیا میں لوٹ جائے گا۔ پاگل ہو رہا ہے اس کو اپنانے کیلئے۔ اپنی عزت اور حیثیت کا بھی خیال نہیں رہا۔
اس اذیت ناک صورتحال کو برداشت کرتے ہوئے روبی نے اپنی تمام فلموں کا کام مکمل کروا ہی لیا تھا۔ اب صرف ٹی وی کے لئے روبی کی آخری ریکارڈنگ باقی تھی۔ تبھی اخبار میں بلال کی خبر روبی کے سچے عاشق کی کہانی کے عنوان سے لگ گئی۔ خبر میں بلال کا نام بھی لکھا گیا تھا اور پوری وضاحت کے ساتھ بتایا گیا تھا۔ کیسے وہ روبی کو دیوانوں کی طرح پکارتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے بھاگتا اور پکارتا ہے۔ مگر روبی اس کو گھاس ڈالنا پسند نہیں کرتی۔ ساتھ یہ بھی لکھا تھا۔ وہ کتنے بڑے اور معزز خاندان کا بیٹا ہو کر سب کچھ چھوڑ کر روبی کی محبت میں پاگل ہو کر پھرتا ہے۔ روبی کیلئے یہ پہلے سے بھی زیادہ اذیت اور صدمے کی بات تھی۔ خبر پڑھ کر وہ کتنی ہی دیر روتی رہی تھی کہ اس کے علاوہ وہ کیا کر سکتی تھی۔ اخبار نے سب کچھ سچ ہی تو لکھا تھا۔ بلال اپنے ہوش وحواس سے بے خبر ہو کر کب سے یہی حرکتیں تو کر رہے تھے۔ خود بھی دکھ اٹھا رہے تھے اور روبی کو بھی ناقابل برداشت اذیت سے دوچار کر رہے تھے۔ لیکن اب تو سب ختم ہونے والا تھا۔ یہ سوچ کر روبی پرسکون تھی۔ اللہ اللہ کر کے وہ ٹی وی کیلئے اپنی آخری ریکارڈنگ مکمل کروانے کے بعد ذیشان سے مل کر گھر واپس آئی تو بہت پرسکون تھی۔ اس کے سارے ہی کام مکمل ہو گئے تھے۔ اور اب وہ کسی بھی وقت ملک چھوڑ کر جا سکتی تھی۔ مگر اب اماں نے اپنا نیا مسئلہ پیدا کر لیا تھا۔ ساتھ جانے کی ضد لگا کر۔
روبی نے سوچا وہ صبح اماں کو سمجھانے کی پوری کوشش کرے گی۔ اگر اماں اس کی بات مان لے گی تب بھی ٹھیک نا مانی تب بھی ٹھیک۔ اس بات کا بھی اس کو مکمل یقین تھا کہ اس کے مستقل ملک چھوڑ جانے کی خبر سن کر بلال نا چاہتے ہوئے بھی اپنی دنیا میں لوٹ جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ وہ کبھی نا لوٹ کر آنے کیلئے ملک چھوڑ کر جا رہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد ذیشان نے یہ بات سب کو بتا دی تھی۔ یعنی اخبار والوں کو۔ اس خبر کو پڑھ کر بلال کو خود بخود صبر آ جاتا۔ اس کو تو اب سب کو بتائے بغیر ہی جانا تھا۔ اب گھر سے باہر روبی کے سب کام مکمل ہو گئے تھے۔
بلال رات گئے گھر واپس آئے تو موڈ آف تھا۔ وجہ دو تین دن سے روبی سٹوڈیوز نہیں آ رہی تھی۔ نجانے کیوں جبکہ نسیم اپنے کسی ذاتی کام کے سلسلے میں مجرے کیلئے لاہور سے باہر گئی ہوئی تھی۔ وہ روبی کیلئے پریشان تھے۔ وہ جو مسلسل کتنے ہفتوں سے ایک ہی دن میں رات گئے تک تین تین چار چار شفٹوں میں کام کر رہی تھی۔ اب اچانک سٹوڈیو آنا چھوڑ دیا تھا۔ کہیں مسلسل کام کرنے کی وجہ سے بیمار نا پڑ گئی ہو۔ وہ فکر مندی سے سوچ رہے تھے۔ اب گھر آئے تو نا صرف ماں بلکہ کمال بھائی بھی ان کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ وہ دونوں سخت غصے میں تھے۔ بلال کو دیکھتے ہی کمال بھائی اپنی جگہ سے اٹھے اور ہاتھ میں پکڑا ہوا اخبار بلال کے سامنے کرتے ہوئے شدید غصے سے پوچھا۔
"بلال یہ سب کیا ہے؟ جو اخبار میں تمہارے بارے میں لکھا ہے۔"
بلال نے کمال بھائی کی بات سن کر خاموش رہنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی تھی۔ اخبار میں اپنے بارے میں چھپنے والی یہ خبر تو وہ خود بھی صبح پڑھ چکے تھے۔ ان کو خاموش دیکھ کر کمال بھائی کو مزید غصہ آ گیا۔ انہوں نے بلال کو گھورتے ہوئے کہا۔
"تم ذاتی طور پر جو بھی اس کو حاصل کرنے کیلئے کرو وہ تمہارا اپنا مسئلہ ہے۔ لیکن ہمارے خاندان کی عزت سے کھیلنے کا تمہیں کوئی حق نہیں بلال وہ بھی ایک ایسی بدنام اور آوارہ۔"
اب کے بلال خاموش نہیں رہے تھے۔ انہوں نے بھائی کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "پلیز کمال بھائی! یہاں پر ہی سٹاپ پکڑ لیں۔ جو کچھ بھی کہنا ہے مجھے کہیں۔ میں سن بھی لوں گا اور برداشت بھی کر لوں گا۔ بے شک پاؤں سے جوتا اتار کر مجھے مار لیں۔ میں اف تک نہیں کروں گا۔ مگر روبی کے بارے میں ایک غلط لفظ تو کیا ایک حرف بھی نہ سن سکوں گا۔ وہ میری ہونے والی بیوی ہے۔ صرف ایک لڑکی نہیں۔" اس کے بعد کمال بھائی تو غصے میں بھرے اپنے روم میں چلے گئے تھے۔ اور ان کے جانے کے بعد بیگم اخلاق نے ان کو گھورتے ہوئے پوچھا۔
"واپس نوکری پر جانے کا کب تک پروگرام ہے۔ یا باقی کی ساری عمر یونہی آوارہ کے پیچھے آوارگی کرنے کا پروگرام ہے۔" انہوں نے کمال بھائی کو تو آوارہ کہنے سے روک دیا تھا مگر ماں کو نہ روک سکے۔ مگر غصہ ان کو حد سے زیادہ آیا تھا۔
"جب روبی شادی کیلئے ہاں کر دے گی تب اس کے ساتھ شادی کرتے ہی فوراً ہی اس کو ساتھ لے کر یہاں سے واپس سعودیہ چلا جاؤں گا۔" بلال نے غصے سے کہا۔ پھر ماں کو وہیں

بیٹھی چھوڑ کر اپنے روم میں چلے گئے۔نہ ماں سے زیادہ باتیں سن کر اپنا موڈ خراب کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی ماں کی شان میں کوئی گستاخی کرنا چاہتے تھے۔

بیگم اخلاق کو تو کو اس بات کی بے حد خوشی تھی کہ روبی نے بلال کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔مگر بلال کا اس کے باوجود روبی کے پیچھے مجنوں بن کر پھرنا ان کو ایک آنکھ نہ بھا رہا تھا۔مگر وہ یہ سب دیکھنے پر مجبور تھیں کہ بلال نہ ان کی بات مانتا تھا اور نہ ہی بھائی کی۔

روبی تو ذیشان کے ساتھ بات کرنے کے بعد یہ سمجھی تھی کہ وہ اس کی امریکہ روانگی کی بات اس کے جانے کے بعد پریس کو بتائے گا۔مگر صبح کے اخبارات میں یہ خبر نمایاں تھی کہ مشہور اداکارہ روبی بہت جلد مستقل سکونت کیلئے امریکہ جارہی ہیں۔لکھا تھا رات اداکار ذیشان نے ایک پارٹی میں اخباری نمائندوں کو بات چیت کرتے ہوئے بتایا۔

روبی نے اپنی امریکہ روانگی کا کام بڑے خفیہ طریقے سے انجام دیا۔انہوں نے بتایا وہ روبی سے بے حد محبت کرتے ہیں۔انہوں نے روبی کو کئی بار شادی کی پیشکش بھی کی۔مگر روبی نے ہر بار ٹھکرا دی۔یاد رہے تین ماہ پہلے روبی نے تمام نئی فلمیں سائن کرنی چھوڑ دی تھیں اور تین تین چار چار شفٹوں میں دن رات شوٹنگ میں حصہ لے کر اس نے اپنی زیر تکمیل سب فلموں کا کام مکمل کروایا۔چار روز پہلے روبی نے اپنی آخری فلم مکمل کروائی۔اس کے بعد وہ سٹوڈیو نہیں آئی اور آج رات ٹی وی کے لئے اس کی آخری ریکارڈنگ تھی۔

بلال کا موڈ رات کمال بھائی کی باتوں کی وجہ سے خراب تھا۔وہ ناشتے کی ٹیبل پر آئے اور بغیر کسی سے بات کئے اخبار دیکھنے لگے۔اور پھر روبی کے حوالے سے لگی خبر پڑھ کر چونکے۔سوچا اچھا تو یہ وجہ تھی اس کے سٹوڈیو نہ آنے کی۔پھر یہ خبر انہوں نے ایک بار نہیں کئی بار پڑھی اور پھر اخبار ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"کہاں جا رہے ہو بغیر ناشتہ کئے؟" بیگم اخلاق جو کافی دیر سے ان پر نگاہ رکھے ہوئے تھیں۔بلال کو اٹھتے دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

"وہیں جہاں روز جاتا ہوں۔" بلال نے یہ کہتے ہوئے پاؤں کی ٹھوکر سے کرسی پیچھے کھسکائی اور سیدھے دروازے کی جانب بڑھے۔"روز جاتے ہو تو آج بھی چلے جانا۔مگر پہلے ناشتہ تو کر لو۔تمہیں معلوم ہے نا میں کسی کا ناشتے کی ٹیبل سے یوں اٹھ کر جانا پسند نہیں کرتی۔چلو پہلے ناشتہ کر لو پھر چلے جانا۔وہ جانتی تھیں رات کا اس کا موڈ آف ہے۔اس لئے اب کے اپنے لہجے کو کافی حد تک نرم رکھنے کی کوشش کی تھی۔

"سوری امی آج بھی ارجنٹ جانا بہت ضروری ہے۔" بلال نے کہا۔پھر ان کا جواب سنے بغیر ہی باہر چلے گئے تھے۔تب بیگم اخلاق نے گل سے کہا۔

"گل ذرا دیکھو تو سہی آج اخبار میں کیا لکھا ہے۔جس کو پڑھتے ہی بغیر ناشتہ کئے ہی چلا گیا۔یقیناً روبی کے بارے میں ہی کوئی خبر ہوگی۔" ان کی بات سنتے ہی گل نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر اخبار لیا۔اس پر تیزی سے نظر ڈالتے ہوئے بولی۔

"امی جان واقعی روبی کے بارے میں ایک خبر ہے جس کی وجہ موصوف ارجنٹ کہہ کر چلے گئے ہیں۔" گل نے بتایا۔

"آج کیا لکھا ہے اس آوارہ کے بارے میں؟" انہوں نے نفرت سے پوچھا۔گل نے سرخی پر نظر ڈالی اور بولی۔

"اخبار میں لکھا ہے روبی مستقل سکونت کیلئے امریکہ جا رہی ہے۔" گل نے خبر پڑھ کر ان کو سنا دی۔

●☆☆☆●

"شادی کر کے جا رہی ہے یا؟" بیگم اخلاق نے پوچھا۔

"نہیں امی جان! شادی نہیں کی۔تنہا ہی جا رہی ہے۔" گل نے کہا اور اخبار رکھ دیا۔

"اچھی بات ہے۔وہ اس شہر اس ملک سے ہمیشہ کیلئے جتنی جلدی دفع ہو سکتی ہے ہو جائے۔بدبخت نے اپنے گھر کا تو سکون برباد کیا ہی تھا۔ہمارے گھر کا چین بھی لوٹ لیا۔نجانے بے غیرت گئی کس پر ہے۔بڑی بہن اتنی نیک شریف اور اب چھوٹی روبی کو دیکھ لو کتنی پیاری اور سادہ بچی ہے۔اور یہ آوارہ نجانے کس پر گئی ہے۔خدا غارت کرے اس کم بخت کو۔موت بھی تو نہیں آتی۔پاگل کر رکھا ہے میرے بیٹے کو۔" وہ پھر روبی کو کوسنے لگیں۔

"چھوڑ دیجئے امی جان! اب تو روبی کا قصہ ہمیشہ کیلئے پاک ہو رہا ہے۔اب آپ کیوں پریشان و ہلکان ہوتی ہیں۔چائے پیجئے اور روبی کو دعا بھی دیجئے کہ بلال کی ہزار منت سماجت کے باوجود وہ شادی کیلئے راضی نہیں ہوئی۔ورنہ بلال کب کسی سے ڈرنے والے تھے۔بیاہ کر سیدھے گھر لے آتے۔کسی کا بھی لحاظ کئے بغیر۔" گل نے کہا تو وہ خاموش ہو کر چائے پینے لگیں کہ بات تو گل کی ٹھیک ہی تھی۔لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ آج کل بلال کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان رہتی تھیں۔رات جو رویہ اس نے روبی کیلئے بڑے بھائی کے

ساتھ اختیار کیا تھا۔ وہ بھی سوچنے کی بات تھی۔ ان کو غصہ تو بے حد آیا تھا۔ مگر بات بڑھ جانے کے ڈر سے زیادہ ڈانٹ ڈپٹ نہ کی تھی۔ وہ تو روبی کی محبت میں پاگل ہو رہا تھا مگر وہ سب تو ہوش میں تھے۔

نسیم لاہور میں نہیں تھی اور اس کے بعد اور کوئی ایسا نہیں تھا جس سے بلال روبی کے حوالے سے مدد لیتے۔ بس اپنے طور پر ہی اس کو رات گئے تک تلاش کرتے رہے۔ سارے سٹوڈیو گھوم لئے تھے۔ وہ نیاز صاحب کے پاس گئے یونہی تو انہوں نے بلال کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"آپ روبی کے بغیر فلم نہیں بنا رہے تھے اور وہ دیکھو کتنی چالاک نکلی۔ کسی کو بھی بتائے بغیر ہمیشہ کیلئے اس ملک کو چھوڑ کر جا رہی ہے۔ جس نے اس کو عزت دی نام دیا۔" بلال اتنا سنتے ہی باہر نکل آئے۔ بھوک پیاس سے بے نیاز وہ سارا دن اس کی تلاش میں پھرتے رہے۔ وہ وہاں بھی گئے جہاں نہیں جانا چاہئے تھا۔ مگر روبی نا ملی تھی۔ اس کی رہائش کے بارے میں کوئی بھی نہ جانتا تھا۔ اب وہ صرف نسیم کے جلد گھر واپس آنے کی دعا ہی کر سکتے تھے۔ سارا دن اس دشمن جان کی تلاش میں پھرنے کے بعد جب وہ رات کو گھر واپس آ رہے تو موسم ایک بار پھر ماضی میں لوٹ رہا تھا۔

سب سے پہلے تیز ہوائیں جھکڑ کی صورت میں چلنا شروع ہوئی تھیں۔ جو کسی طوفان کا پیش خیمہ تھیں۔ پھر بجلی کی چمک اور بادلوں کی گرج نے بلال کو وہ موسم یاد دلا دیا تھا جو بیت چکا تھا۔ ان کو شاید کبھی نا بھرنے والا ایک زخم دے کر۔ کبھی نا مٹنے والا داغ لگا کر۔ انہیں وہ وقت وہ رات یاد آ رہی تھی۔ جب روبی ان کے روبرو تھی۔ خوف سے کبھی کانپتی پناہ کی تلاش میں۔ مگر تب بتب ان سے وہ غلطی ہوئی جس کا کفارہ ابھی تک ادا نہ کر پا رہے تھے۔ اور پتا نہیں کبھی کر بھی پائیں یا نہیں۔ وہ انہی سوچوں میں گم کار پورچ میں روک کر جب اپنے روم کی جانب بڑھ رہے تھے تو خاصی تیز بارش شروع ہو چکی تھی۔ روم میں داخل ہوتے ہی بلال سیدھے دریچے کی جانب آئے تو پردے کھینچ کر پورا دریچہ کھول دیا۔ کچھ دیر کھڑے وہ موسم کی شدت محسوس کرتے رہے اور اپنے ذہن سے اس رات کو بھی نکالنے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر اپنی اس کوشش میں ناکام رہے تھے۔ ہر سمت روبی کی بازگشت تھی۔ وہ ان کو پکار رہی تھی۔ "بلال پلیز! پلیز! بلال دروازہ کھولو۔"

اف بلال سر تھام کر شکست خوردہ بیڈ پر جا بیٹھے۔ کتنی کوشش کی تھی مگر ان کو معاف کرنے کے باوجود ان سے محبت کرنے کے باوجود ان کی حالت پر تڑپنے کے باوجود وہ ہمیشہ کیلئے ان کو چھوڑ کر ملک سے باہر جا رہی تھی۔ اب اس بات کا بھی کچھ پتا نہیں تھا کہ روانگی کب ہے۔ ان کی وجہ سے وہ نسیم سے بھی خفا رہنے لگی تھی۔ اس لئے شاید نسیم کو بھی اپنے ملک چھوڑ کر جانے کی اطلاع نہ دی تھی۔ کیونکہ اگر نسیم کو اس کی روانگی کا علم ہوتا تو وہ لازمی ان کو بتا دیتی۔ باہر بارش مسلسل برس رہی تھی اور اندر وہ روبی کے بارے میں ہی سوچتے جا رہے تھے۔ انہوں نے سوچ لیا تھا وہ صبح نسیم کے گھر جائیں گے۔ ان کے گھر والوں کو تو معلوم ہوگا ہی نسیم کہاں پر ہے۔ وہ نسیم سے رابطے کا نمبر ان سے لے کر نسیم کو فون کریں گے۔ وہ جتنی جلدی ہو سکے لاہور آ جائے بغور ورنہ روبی ملک چھوڑ کر چلی جائے گی۔ ہاں یہی ٹھیک ہے۔ انہوں نے سوچا اور مطمئن ہو گئے۔ مگر اس کے باوجود نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ روبی کے اس رویے نے ان کو سلیپنگ پلز کا عادی بنا دیا تھا۔ نیند کی گولی کھائے بغیر ان کو اب نیند نہیں آتی تھی۔ انہوں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی سلیپنگ پلز کی شیشی اٹھائی پھر اس میں سے دو ٹیبلٹ نکال کر اس کو واپس رکھتے ہوئے پانی کا گلاس اٹھا لیا۔ ٹیبلٹ پانی کے ساتھ نگلنے کے بعد انہوں نے گلاس واپس رکھا اور تھکے تھکے سے بستر پر لیٹ گئے۔ اور آنکھیں بند کر لیں۔ چند منٹ بعد ہی ان کو کسی چیز کا ہوش نہ رہا نا موسم کی شدت کا۔ نہ ہی روبی کا اور نہ کسی اور چیز کا۔ وہ دنیا کے ہر احساس سے عاری ہو کر بے خبر سو رہے تھے۔ لیکن یہ الگ بات ہے سوتے میں بھی ان کے چہرے پر وحشت ہی برس رہی تھی۔ ان کو سوئے ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ان کی بھابی گل ان کے روم میں داخل ہوئی۔ سیدھی دریچے کی جانب گئیں سب سے پہلے دریچہ بند کیا۔ پھر پردے برابر کرنے کے بعد آہستہ آہستہ بلال کے بیڈ کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ وہ نیند کی گولی کھا کر دنیا جہان سے بے خبر بے سدھ پڑا سو رہا تھا۔ اس کے باوجود دل کی حالت چہرے پر لکھی تھی۔ وہ روبی کی تلاش میں ناکام لوٹا تھا۔ گل کتنی دیر دکھ سے کھڑی اس کو دیکھتی رہی کہ وہ صرف اس کا دیور نہیں کزن بھی تھا۔ پھر بلال کے پاؤں میں پڑا کمبل اٹھا کر اچھی طرح ان کے اوپر ڈال کر لائٹ آف کی۔ نائٹ بلب روشن کرنے کے بعد باہر آ کر آہستگی سے دروازہ بند کر کے بیگم اخلاق کے روم میں چلی آئی۔ "یقیناً وہ نیند کی گولی کھا کر سو رہا ہوگا؟"

گل کو اپنے روم میں داخل ہوتے دیکھ کر انہوں نے پوچھا۔ ان کے چہرے پر گہری فکرمندی کے آثار تھے۔ وہ اس وقت بہت زیادہ پریشان تھیں اپنے بیٹے کیلئے وہ صبح اخبار میں روبی کے امریکہ جانے کی خبر پڑھتے ہی بغیر ناشتہ کئے گھر سے چلا گیا تھا۔ اب گھر واپسی پر رات کا کھانا کھانے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ ان کو یقین تھا سارا دن وہ گھر سے باہر بھی بھوکا

رہا ہوگا یہی وجہ تھی کہ انہوں نے گل کو چیک کرنے بھیجا تھا کہ جاؤ دیکھو سو گیا ہے یا جاگ رہا تھا۔ اگر جاگ رہا ہے تو پھر کوشش کر کے اس کو کھانا کھلا دو۔ بلال کی یہ حالت دیکھ کر ہی ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ روبی کی تلاش میں ناکام رہا ہے۔ یہ بات ان کی خوشی اور سکون کا باعث تھی۔ مگر بلال کی یہ حالت بھی اب ان سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ وہ پچھلے کتنے ہفتوں سے مسلسل سلیپنگ پلز لے رہا تھا۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں تھی۔

"امی جان! وہ پھر سلیپنگ پلز کھا کر بے سدھ پڑا ہے۔ اللہ جانے کب تک اس کی یہ حالت رہے گی۔" گل نے پریشانی سے کہا۔

بیگم اخلاق ان کی یہ بات سن کر خاموش رہیں تو گل نے پھر کہا۔

"اگر یہی حالت رہی تو مجھے ڈر ہے کسی دن وہ پوری شیشی خالی نہ کر دے اور ہم لوگ تنہا بیٹھے سوچتے ہی رہ جائیں۔" گل نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ایسی باتیں مت کرو گل اللہ نا کرے جو کبھی ایسا ہو۔" بیگم اخلاق نے تڑپ کر کہا کہ آخر ماں تھی۔

"ایسی باتیں کیوں نا کروں امی جان جب کہ حالات بھی ایسے ہی ہیں۔ آپ بلال کیلئے کچھ کریں نا۔ وہ خفا ہوتا ہے تو ہو۔ آپ کھل کر اس کو سمجھائیں۔ اللہ نا کرے لیکن اگر ان مسلسل پریشانیوں سے تنگ آ کر کچھ الٹا سیدھا کر لیا تو ہمارا کیا ہوگا۔" گل ان سے کم پریشان نا تھی۔

"وہ ایسا ویسا کچھ نا کرے گا۔" اب کہ بیگم اخلاق نے مکمل سکون سے کہا۔ بلال کو معلوم ہے خودکشی حرام ہوتی ہے اور اللہ حرام موت مرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ تمہیں معلوم تو ہے وہ بچپن سے ہی اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرتا آیا ہے۔ میں نے اس کی تربیت بڑے خاص انداز سے کی تھی۔ بلال کی دینی تعلیم و تربیت پر میں نے سب سے زیادہ دھیان دیا۔ کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ مجھے معلوم تھا جب بلال جوان ہوگا تو پکا اور سچا مومن مسلمان ثابت ہوگا۔" وہ چپ ہو گئیں پھر بولیں۔

"آج اس بات پر پچھتاتی ہوں۔ انسان کو اس قدر بھی نیک اور مذہبی نہیں ہونا چاہئے کہ ساری زندگی گناہ اور ثواب کے چکر میں ضائع کر دے۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ وہ اسی راہ پر تو چل رہا ہے جس پر میں اس کو دیکھنا چاہتی تھی۔"

"مگر بالکل تنہا۔" گل بول پڑی۔ وہ ایسے حالات میں کب تک چل سکے گا۔ آخر ایک نا ایک دن تھک کر گر جائے گا۔ آج کے دور میں ایسے بے لچک اصول پرست لوگوں کی گنجائش ہی کہاں ہے۔ امی جان آج میں جو اس کی حالت دیکھ کر آئی ہوں۔ وہ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی۔ آپ بلال کے لئے جلد ہی کچھ کیجئے۔ آپ اپنی ممتا اپنی زندگی کا واسطہ دے کر اس کو شادی کیلئے راضی کریں۔ مجھے یقین ہے وہ انکار نہیں کرے گا۔"

"میں یہ بات کتنی بار کر چکی ہوں مگر وہ میری نہیں سنتا اور اب جو حالات ہیں ان میں تو یہ بات کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بس دعا کرو اللہ روبی کم بخت کو غارت کرے۔ اس ذلیل اور آوارہ لڑکی کو رات کے بعد دن دیکھنا نصیب نہ ہو۔ جب وہ نا رہی تو بلال خود بخود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔" بیگم اخلاق بات ختم کر کے سوچنے لگیں۔ گل اجازت لے کر اپنے روم میں آ گئی تھی۔

اگلی صبح جب وہ نارمل تھا۔ وائٹ بے داغ سوٹ پہنے وہ جب ناشتے والے روم میں آیا تو بیگم اخلاق کو روز سے کچھ زیادہ ہی اچھا لگا تھا۔ وہ بہت محبت سے بیٹے کو دیکھنے لگی تھیں۔

"آؤ بھئی بہت دیر کر دی آج۔ طبیعت تو ٹھیک تھی۔" کمال نے بھائی کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"طبیعت کو کیا ہو سکتا ہے۔ وہ اصل میں نماز پڑھنے کے بعد واک پر جانے کی بجائے لیٹ گیا آج۔ شاید اس لئے آپ کو ایسا فیل ہو رہا ہے بھائی جان!" بلال نے کہا اور بیٹھ کر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد آملیٹ والی پلیٹ اپنے سامنے کھسکاتے ہوئے پوچھا۔

"آج بھی تک اخبار نہیں آیا یا آپ لوگوں نے ٹیبل سے اٹھا لیا۔"

"ہم لوگ کیوں اٹھا دیتے۔ گھر کے اندر نہیں تو تم گھر سے باہر جا کر پڑھ لیتے۔" بیگم اخلاق نے قدرے ناگواری سے کہا۔ بلال کی بات سن کر ان کا موڈ آف ہو گیا تھا۔ صرف روبی کا سوچ کر۔

"امی جان اس میں بگڑنے والی کیا بات ہے؟ میں نے تو یونہی ایک عام سی بات کی تھی۔" بلال نے حیرت سے ان کے چہرے پر پھیلی ناگواری کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تب بیگم اخلاق نے رات گل والی باتوں کی روشنی میں کہا۔

"بلال اب میں مزید برداشت نہیں کرسکتی۔اپنی بڑھتی ہوئی عمر کا بھی کچھ خیال ہے۔کب تک مجھے پریشان کرتے رہو گے بیٹا!اب تو شادی کرلو۔کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری شادی کی حسرت دل میں لئے میں قبر میں اتر جاؤں۔" بیگم خلاق نے بات ختم کرکے چہرے پر اداسی طارق کرلی۔بلال کو متاثر کرنے کیلئے۔

"امی جان! اللہ جیسا لکھتا ہے۔ویسا ہی ہوتا ہے۔انسان کے اپنے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں۔ہوسکتا ہے کہ آپ سے پہلے میں خود ہی فوت ہو جاؤں۔موت کا کس کو پتا کہ کب کہاں آجائے۔" وہ بے رخی سے بولا۔ماں کے چہرے پر پھیلی اداسی بلال کو ذرا بھی متاثر نا کرسکی تھی۔اگر وہ ان سے روبی کی تلاش کا جھوٹا وعدہ نہ کرتیں تو آج نہ روبی اس مقام پر ہوتی اور نہ وہ اس کے لئے یوں پریشان پھر رہے ہوتے۔

"اللہ نہ کرے۔کیسی بدفال منہ سے نکال رہے ہو۔" بیگم خلاق اس کو ڈانٹنے لگیں۔"میں نے شادی کی بات کی ہے اور تم۔" وہ بات ختم کرکے بلال کو گھورنے لگیں۔

"شادی، شادی۔" وہ سب کے چہرے پر اک نگاہ ڈال کر نا گواری سے بولے۔"کردیجئے میری شادی۔مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر......" وہ رک کر ان سب کے چہروں کے تاثرات دیکھنے لگے۔

"مگر مگر کیا......؟" بیگم خلاق نے جلدی سے پوچھا۔

"مگر امی جان دلہن سے میرا کوئی تعلق نا ہوگا۔وہ اس گھر میں صرف آپ کی بہو ہوگی۔اگر آپ کو یہ سب منظور ہے تو بے شک کل ہی میری شادی کردیجئے۔مجھے کوئی اعتراض نہیں۔مگر یاد رکھئے گا میری بیوی صرف روبی ہی بن سکے گی اور کوئی نہیں۔" انہوں نے بات ختم ہی کی تھی کہ ملازم اخبار لے کر آگیا۔یہ دیکھ کر گل نے کہا۔

"لو بھئی تمہارا اخبار آگیا۔اب پڑھ لو۔" بلال نے لڑکے کے ہاتھ سے اخبار لے کر فوراً ہی کھول لیا۔ہوسکتا ہے آج پھر روبی کی امریکہ روانگی کے حوالے سے کوئی خبر ہو۔کم از کم اتنا ہی پتا چل جائے کہ وہ کب روانہ ہورہی ہے۔وہ جلدی جلدی اخبار پر نظر دوڑانے لگا اور پھر یکدم چلا اٹھے۔

"او میرے اللہ! یہ کیا ہوگیا ہے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ روبی! یہ تم نے کیا کردیا؟" ان کی آواز مدہم ہوگئی۔انہوں نے اخبار چھوڑ کر دونوں ہاتھوں میں اپنا سر تھام لیا تھا۔

"کیا ہوا بلال؟" کمال اپنی چیئر سے اٹھ کر جلدی سے بھائی کے قریب آئے تھے۔بلال تو چپ رہے مگر بلال کے سامنے رکھے اخبار کے پہلے ہی صفحے پر روبی کی موت کی خبر موجود تھی۔کمال نے ہاتھ بڑھا کر جلدی سے اخبار اٹھالیا اور پڑھنے لگے تھے۔

"اداکارہ روبی بھی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔امریکہ جانے والا پلین کریش ہوگیا ہے۔حادثے کی وجہ ابھی تک معلوم نہیں ہوسکی۔حادثے کی خبر ملتے ہی امدادی پارٹیاں روانہ کردی گئی ہیں۔معلوم ہوا ہے معروف اداکارہ روبی بھی اس پلین میں سفر کررہی تھیں۔وہ مستقل سکونت کیلئے امریکہ جارہی تھیں۔انہوں نے اپنے عروج کے زمانے میں ہی فلمی دنیا کو خیرباد کہہ دینے کا فیصلہ کرلیا تھا۔" مزید لکھا تھا۔

"یاد رہے روبی نے بطور اداکارہ ہی فلمی صنعت کی خدمت نہیں کی فلمی صنعت اور تجارت کی فلاح و بہبود کیلئے بھی بے حد جدوجہد کی۔فلم انڈسٹری کی نمائندہ کی حیثیت سے روبی نے اپنے فلمی دور میں حکام سے فلمی صنعت کی ترقی و ترویج کے سلسلے میں اکثر گفتگو کرکے بہت سارے فلمی مسائل حل کروائے۔یہی نہیں اداکارہ روبی اپنی رحم دلی اور انسان دوستی کیلئے بھی بہت مشہور تھیں۔خاص کر چھوٹے آرٹسٹوں اور غریب ہنرمندوں کی وہ بڑی خاموشی کے ساتھ مدد کیا کرتی تھیں۔اداکارہ روبی کی ایسی متعدد خوبیوں کی وجہ سے ان کو فلم انڈسٹری میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔روبی جیسی اداکارہ روز روز پیدا نہیں ہوتی۔روبی اپنی فلموں کے حوالے سے اپنی طبعی موت کے بعد بھی ہمیشہ زندہ رہے گی۔ہماری دعا ہے اللہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

اور ان کے عزیزوں اور چاہنے والوں کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔" (آمین)

کمال نے خبر پڑھنے کے بعد اخبار واپس ٹیبل پر رکھا۔پھر بھائی کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھ کر گویا تسلیاں دینے کیلئے مناسب الفاظ سوچتے ہوئے ماں کو دیکھنے لگے۔جو بڑی تیزی سے اخبار پڑھ رہی تھیں۔روبی کی موت والی خبر پڑھنے کے بعد انہوں نے اخبار واپس ٹیبل پر رکھتے ہوئے پرسکون لہجے میں کہا۔

"چلو خس کم جہاں پاک۔جان چھوٹ گئی آج ہماری اس آوارہ لڑکی سے۔"

"امی جان پلیز!" کمال نے چالاکی سے ان کو آنکھوں ہی آنکھوں میں سمجھانے کی کوشش کی۔خوشی تو روبی کی موت کا پڑھ کر ان کو بھی بے حد ہوئی تھی کہ ان کے گھر جو مسائل اس

کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے وہ اب ختم ہونے والے تھے۔ مگر اس خوشی کا اظہار بلال کے سامنے کرنا خطرناک ہو سکتا تھا۔ بہت سوچنے کے بعد وہ بلال سے مخاطب ہوئے۔
"دیکھو بلال موت برحق ہے۔ یہ بات تم خود بھی اچھی طرح جانتے ہو۔ موت جب آتی ہے تو اس کو کوئی بھی نہیں ٹال سکتا۔ میرے بھائی ہم نے تو محض تمہاری خوشی کیلئے دل پر پتھر رکھ کر تمہیں روبی کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ مگر افسوس روبی کے ساتھ شادی تمہارے مقدر میں نہ تھی۔ شاید اس لئے کہ روبی تمہاری محبت پر یقین کرنے کے بجائے بے اعتباری کا اظہار کرتے ہوئے مسلسل شادی سے انکار کرتی رہی۔ اب صبر کرو میرے بھائی کہ اب کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اب تو سب کچھ ہی ختم ہو گیا ہے۔" ان کی بات سن کر بلال نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"بھائی جان! میں نے تو ابھی اپنے گناہ کا کفارہ بھی ادا نہ کیا تھا کہ روبی چل بسی۔" اتنا کہتے ہی وہ اٹھے اور گھر سے باہر جانے کے بجائے اپنے روم میں گئے۔ دروازہ بند کر لیا۔ ان کے جاتے ہی بیگم خلاق نے سکون کی ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔
"اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہماری بددعائیں سن لیں اور روبی کو اٹھا لیا۔" یہ سن کر کمال نے ماں کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"پلیز امی جان! بلال کے سامنے اپنی اس قسم کی باتوں سے پرہیز کیجئے گا۔ کہیں غصے میں آ کر وہ کچھ غلط نہ کر بیٹھے۔ ابھی اس کو نارمل ہونے میں تھوڑا ٹائم لگے گا۔ پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" کہہ کر وہ ہاسپٹل چلے گئے۔ بغیر ناشتہ کئے کہ ان کو دیر ہو رہی تھی۔ گل ساس کے ساتھ بیٹھ کر روبی کی موت پر اظہار خوشی کرنے لگی۔ ایک بلا تھی جو ان کے سروں پر بیٹھے بیٹھے ٹل گئی تھی۔

* ☆☆☆ *

شمشاد بھی صبح ناشتہ کرنے بیٹھی ہی تھی کہ ان کی بھاوج گڈو کی ماں کا فون آ گیا۔ اس نے شمشاد کی ہیلو سنتے ہی کہا۔
"شمشاد آپا بہت افسوس ہوا؟"
"کس بات کا؟" شمشاد نے چائے میں بھیگی باقر خانی والا پیالا اپنے سامنے کرتے ہوئے پوچھا تو ان کی بھاوج نے کہا۔
"کمال ہے شمشاد آپا! سارے ملک میں شور مچا ہے اور آپ کو واقعی کچھ پتہ نہیں۔"
"کس بات کا شور مچا ہے؟" شمشاد نے پوچھتے ہوئے اپنے سامنے رکھے پیالے میں سے چائے میں بھیگی باقر خانی کا چمچہ بھر کر منہ میں ڈال لیا۔
"ارے شمشاد آپا تمہاری روبی مر گئی اور تمہیں کوئی خبر ہی نہیں۔" گڈو کی ماں نے انکشاف کرنے والے انداز میں کہا اور شمشاد کے ہاتھ سے چمچہ گر پڑا۔ سارے دکھ یا صدمے کے نہیں بلکہ بے پناہ خوشی کی کیفیت کی وجہ سے۔ شمشاد نے چائے باقر خانی والا پیالہ ہاتھ سے پرے کرتے ہوئے بہت بے تابی سے پوچھا؟
"کیا واقعی روبی مر گئی؟ اگر یہ خبر سچی ہے تو پھر مجھے جلدی سے بتاؤ۔ تمہیں اس بات کا کیسے پتا چلا کہ روبی مر گئی ہے؟"
"شمشاد آپا روبی فلموں میں کام چھوڑنے کے بعد پاکستان چھوڑ کر مستقل رہائش کیلئے امریکہ جا رہی تھی۔ وہ جس جہاز میں امریکہ جا رہی تھی وہ پرواز کے تھوڑی دیر بعد ہی کریش ہو گیا۔ جہاز میں سوار سارے ہی مسافر مر گئے۔ جن میں روبی بھی شامل تھی۔ آپ نے آج کا اخبار نہیں دیکھا۔ آج کا تو سارا اخبار ہی جہاز کے کریش اور روبی کی خبروں سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے تو سوچا آپ نے یہ خبر پڑھ لی ہوگی۔"
"ارے اس کمبخت کی وجہ سے ہی تو ہم نے اخبار بند کروایا تھا۔ آئے روز اس کے بارے میں نئی نئی خبریں اور پھر ناچتی ہوئی کی تصویریں چھپتی تھیں۔ سلمان کا تو اس کی خبر پڑھتے ہی اور تصویریں دیکھتے ہی خون کھولنے لگتا تھا۔ اور سنو لوگوں کیلئے وہ آج مری ہے۔ ہمارے لئے تو اس دن ہی مر گئی تھی جس دن ہماری عزت پر پاؤں رکھ کر گھر کی دہلیز پار کر کے بھاگی تھی۔ آج تو اس کے مرنے کی خبر سن کر مجھے سکون مل گیا ہے۔ آج میرے شوہر کو بھی سکون مل جائے گا اور میرے بیٹے کا کھولتا خون بھی ٹھنڈا ہو جائے گا۔ روز اخبار میں روبی کے بارے میں نئی نئی باتیں اور نئی نئی تصویریں اور تم تو اپنی ہو۔ شریکا تو پھر شریکا ہی ہوتا ہے۔ جب بھی اس بے غیرت کے بارے میں کوئی نئی خبر لگتی تھی تو میری دیورانی حرام زادی بطور خاص فون کرکے بتاتی تھی۔
ارے بڑی بھابی کچھ پتا چلا آج کے اخبار میں تمہاری روبی کے بارے میں یہ خبر لگی ہے۔ تب سینہ کیسے پھٹتا تھا؟ دل کیسے تپتا تھا؟ یہ میں ہی جانتی ہوں یا پھر میرے گھر والے۔

اب کوئی مجھے فون کر کے یہ نہ کہہ سکے گا کہ آج تمہاری روبی کے بارے میں یہ خبر اخبار میں لگی ہے۔ ارے کہتے ہیں چودھری نواز نے اس کو تین برس اپنے پاس رکھا۔ اس بڈھے نے بیٹی بنا کر تو نہ رکھا ہوگا۔ وہ تو ایک نمبر کا حرامی مشہور ہے۔ اخبار میں اکثر اس کی عیاشی کی خبریں لگتی رہتی ہیں۔ کہتے ہیں یہ کوٹھی جس میں روبی رہتی تھی۔ یہ بھی چودھری نواز نے ہی اس کو دی تھی۔ پیسے کیلئے کیسے کیسے کام کرتی رہی۔ ارے پیسہ تو کنجروں کے پاس بھی ہوتا ہے۔" کہتے ہوئے حمیدہ نے فون بند کر دیا۔ پھر رونے لگیں۔ گڈو جو سب کچھ سن چکی تھی قریب بیٹھ کر ان کو تسلیاں دینے لگی۔ تاہم خود اس کو روبی کی اس موت کا بے حد صدمہ پہنچا تھا۔

نصیر صاحب اور سلمان بھی رات کی بجائے دن میں ہی جاتے جاتے واپس گھر آ گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں آج کے اخبار تھے۔ نصیر صاحب نے شمشاد کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ پتا چلا تمہیں یا بے خبری بیٹھی ہو ابھی تک۔"

"سب پتا چل گیا ہے۔ ابھی گڈو کی ماں کا فون آیا تھا۔ وہ بتا رہی تھی روبی مر گئی اور میں کہتی ہوں آخر خدا کو ہم پر ترس آ ہی گیا۔ اللہ نے ہماری فریاد سن لی۔ سلمان کے ابا ہماری عزت خراب کر کے خوشی برباد کر کے گئی تھی تو خود کونسا عزت اور امن کی موت مری۔ پتا نہیں جسم کے کتنے ٹکڑے ہوئے ہوں گے اور قبر تو کیا کفن بھی نصیب نہیں ہوا۔" انہوں نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سچ کہتی ہو۔" نصیر صاحب نے صرف اتنا کہا اور سلمان مارے خوشی کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا مگر شمشاد نصیر کے پیچھے مگر سلمان کے سامنے کھڑی گڈو نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اس کو خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا۔

تین ماہ پہلے گڈو کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی تھی۔ جبکہ بیٹی سے پہلے دو بیٹے ہوئے تھے۔ بیٹی کی پیدائش پر حالانکہ ویسے تو وہ بیٹی کی پیدائش سے پہلے بھی کافی حد تک روبی کے حوالے سے سلمان کا دل نرم کر چکی تھی۔ مگر اب بیٹی ہونے پر اس نے سلمان سے پوچھا تھا۔ "میرے تین بچے ہیں اگر میں ان میں سے دو کے ساتھ اچھا اور آپ کی بیٹی کے ساتھ سخت سلوک کروں تو۔" سلمان نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کہا تھا۔

"میں تمہارے بیٹوں کی ایسی کی تیسی کر دوں گا۔" تب گڈو نے پہلی بار کہا تھا۔ اس گھر میں کون تھا جو روبی سے محبت کرتا تھا؟ روحی گھر کا کام بھی زیادہ روبی سے لیتی تھی اور اس کو مارتی بھی بے تحاشہ تھی۔ پھوپھو کی مار کا تو بھی جانتے ہیں۔ آپ بھی تو ان دونوں کے ساتھ شامل تھے۔ اور تو اور روبی کو اس کے ساتھ کھیلنے کی اجازت تک نہ تھی۔ اب روبی کو برا کہنا چھوڑ دیں۔ پتا نہیں وہ بد نصیب اپنوں سے دور ہو کر کیسی زندگی بسر کر رہی ہے۔ یہ نہ ہو آپ کے اس رویے کا اثر میری بیٹی پر پڑے۔ اللہ کے قہر سے ڈرنا چاہئے۔" تب سے سلمان نے روبی کو برا بھلا کہنا مکمل طور پر چھوڑ دیا تھا۔ اور اب شمشاد ان دونوں باپ بیٹوں کو بتا رہی تھی۔

"روحی کا فون آیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ میری ساس روبی کے افسوس کیلئے آنا چاہتی ہیں۔ میں نے اس کو منع کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا۔ ان کو روک دو کہ ہمارے لئے تو وہ تب ہی مر گئی تھی۔ جب اس نے ہمارے گھر کی دہلیز پار کی تھی۔ جب ہمارے گھر کی پہلی خوشی برباد کی تھی۔ جاتے جاتے شادی کیلئے رکھی گئی رقم میں سے دس ہزار بھی ساتھ لے گئی۔ پیسا سوچا گن من کر شادی کی ضرورت کے مطابق رقم ہوگی۔" حمیدہ بولتی رہیں اور وہ دونوں باپ بیٹا خاموشی سے سنتے رہے۔ بولتے نصیر صاحب بھی کم کم ہی تھے۔ مگر سب خوش تھے کہ شکر ہے روبی مر گئی۔

گھر میں کسی کو بھی روبی کی اس ناگہانی موت کا دکھ نہیں تھا۔ سوائے زوبی کے وہ بھی کالج سے جلدی گھر واپس آ گئی تھی۔ گڈو کے گلے مل کر پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔ مگر کہا فقط اتنا ہی تھا۔

ہماری بہن فوت ہو گئی۔ ہماری نفرت کو اپنے دل سے لگائے۔" گڈو اس کو تسلی دیتے ہوئے پیار کرتے ہوئے اپنے روم میں لے گئی تھی۔ باقی سب لوگ خاموش ہی رہے تھے کہ مرنے والی مر چکی تھی۔ اب زوبی کو کیوں ڈانٹ کر اس کا موڈ مزید خراب کیا جائے کہ مرنے والی بہرحال اس کی بہن تھی۔ وہ اگر رونا چاہتی ہے تو رونے دیں۔

اور پھر اسی رات شمشاد نے روبی کے حوالے سے اپنی زندگی کی آخری ذلت اٹھائی تھی۔ رات سارا ہی سسرالی خاندان روبی کی موت پر تعزیت کرنے ان کے گھر آیا تھا۔ بلکہ تعزیت اور افسوس کم اور طنز زیادہ۔ ابھی حمیدہ کی دیورانی نے بات شروع کی ہی تھی کہ شمشاد نے ایک ہی بات کہہ کر باقی سب کے منہ بھی بند کر دیئے۔ کسی کو مزید کچھ کہنے کے لائق نا

رہنے دیا۔
"میں کہتی ہوں آپ لوگوں نے خوامخواہ آنے کی زحمت کی۔ ہمارے لئے تو وہ تب ہی مر گئی تھی جب ہمارے گھر سے بھاگ گئی تھی" شمشاد کی اس بات کے بعد سب ہی چپ ہو گئے تھے۔ پھر کسی نے روبی کا نام تک نہ لیا تھا۔ ادھر ادھر کی کچھ باتیں کرنے اور چائے پینے کے بعد وہ لوگ چلے گئے تھے۔

* ☆☆☆ *

دوپہر کے کھانے پر جب کمال کھانے کیلئے گھر آئے تو بیٹے سے کہا۔ "جاؤ چاچو کو کھانے کیلئے بلا کر لاؤ" بیٹا گیا تو انہوں نے ماں سے پوچھا۔
"آپ میں سے کوئی تسلی دینے اس کے پاس نہیں گیا؟"
"گل کو تمہارے جانے کے بعد بھیجا تھا۔ مگر اس نے دروازے کو اندر سے لاک لگا رکھا تھا۔ گل کے کئی بار دستک دینے پر بھی اس نے دروازہ نہیں کھولا تو گل واپس آ گئی تھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد میں خود بھی گئی۔ دروازہ بھی ناک کیا اور آواز بھی دی کہ ناشتہ کر لو۔ مگر اس نے پھر بھی دروازہ نہیں کھولا۔ میرا خیال ہے اب بھی نہیں کھولے گا۔ چند روز بھوکا رہ کر روبی کی محبت کا سوگ منانے کا پروگرام ہوگا" وہ خاموش ہوئیں تھیں کہ پوتے نے آ کر بتایا۔
"بابا جان چاچو اپنے روم میں نہیں ہیں" یہ سنتے ہی بیگم اخلاق کو غصہ آ گیا۔
"ارے اب کیا روبی کے جنازے میں شرکت کرنے گیا ہے۔ مگر اس کی لاش کہاں بچی ہوگی۔ ہمارا خون جلاتی تھی تو خود بھی تو جل کر ہی مری ہے۔ دیکھو میں صبح کی یہاں بیٹھی ہوں اور وہ نجانے کیسے چھپ کر چلا گیا ہے۔ پر گیا کہاں ہے یہ تو پتہ کرو" انہوں نے کمال سے کہا۔
"امی جان آپ کا اب پریشان ہونا فضول ہے۔ اور بگڑنا بھی بیکار ہے۔ اللہ نے جب خود ہی آپ کا مسئلہ حل کر دیا ہے تو پھر آپ پرسکون ہو جائیں۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے اس کا دل بہلانے کی کوشش کیجئے" کمال نے کہا تو بیگم اخلاق چپ ہو گئیں کہ گل نے بھی شوہر کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔ وہ لوگ رات کا کھانا کھانے بیٹھے تھے۔ جب سارا دن گھر سے باہر گزار کر بلال گھر میں داخل ہوئے۔ بیگم اخلاق نے کمال کی باتوں کی روشنی میں چہرے پر سوگواری طاری کرتے ہوئے کہا۔
"ارے میرے بیٹے تو کہاں چلا گیا تھا مجھے بتائے بغیر؟ میں تمہارے لئے سارا دن پریشان رہی۔ اب آئے ہو تو آؤ کھانا پہلے کھالو پھر کچھ اور کرنا۔ تمہارے انتظار میں ہم نے دوپہر کو بھی کھانا نہیں کھایا تھا"
"آپ کھانا شروع کریں میں ابھی آتا ہوں" بلال نے ان کو دیکھے بغیر سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور اپنے روم میں چلے گئے۔ مگر جلد ہی ان کی واپسی ہوئی۔ اب ان کے ہاتھ میں سفری بیگ تھا۔ جسے یقیناً وہ صبح گھر سے باہر جانے سے پہلے تیار کر کے رکھ گئے تھے۔ جبھی تو اب جلدی سے اٹھائے باہر چلے آئے تھے۔ وہ سیدھے ماں کے قریب آ کر رک گئے پھر کہا۔
"امی جان آپ سب گھر والوں کو روبی سے نفرت تھی۔ اور اب جب روبی زندہ نہیں رہی تو مجھے شادی سے نفرت ہو گئی ہے۔ میں صبح کا سعودیہ جانے کیلئے ٹکٹ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جو مجھے مل گیا ہے۔ روبی نے آپ سب لوگوں کی بے رخی اور بے حسی کی وجہ سے دنیا چھوڑ دی ہے تو میں اس ملک اور آپ لوگوں کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ آج کے بعد اگر میں روبی کو نہ دیکھ سکوں گا تو اللہ کی قسم آپ بھی زندگی بھر مجھے نہ دیکھ پائیں گے"
"بلال یہ کیا کہہ رہے ہو؟" بیگم اخلاق جلدی سے اٹھیں۔ ساتھ کمال بھی مگر وہ ان لوگوں کو مڑ کر دیکھے بغیر سیدھے باہر آئے اور ٹیکسی میں بیٹھ کر ایئر پورٹ کی جانب روانہ ہو گئے۔ جو ان پر گزر رہی تھی اس کو صرف وہی محسوس کر رہے تھے۔ اب چونکہ نسیم سے ملنا بھی بیکار تھا۔ اس لئے وہ نسیم سے ملے بغیر ہی واپس جا رہے تھے۔ یکدم ہی ان کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔

* ☆☆☆ *

بلال کو سعودیہ آئے تین برس ہو چکے تھے اور ان کی محبت ان کی روبی کو بھی آغوش فنا میں سمائے تین برس ہو چکے تھے۔ ان کی مستقل رہائش سعودیہ کے شہر الخوبر میں تھی۔ جس کو چھوٹا پاکستان بھی کہا جاتا ہے۔ وہ روبی کی ہر برسی پر خانہ کعبہ آتے۔ روبی کے نام پر عمرہ کرتے۔ حسب توفیق خیرات کرتے اور پھر دوسرے روز واپس روانہ ہو جاتے۔ اس بار بھی وہ روبی کی

تیسری برسی پر خانہ کعبہ آ رہے تھے کہ کمال بھائی کا خط ملا۔انہوں نے لکھا تھا۔ماں سخت بیمار ہیں اور تمہیں بہت یاد کرتی ہیں۔جتنی جلدی آ سکتے ہو آ جاؤ۔بلال کا پاکستان جانے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔تاہم انہوں نے سوچا اب کی برسی پر خانہ کعبہ تو جا ہی رہا ہوں۔وہاں امی جان کی صحت یابی کیلئے بھی دعا کروں گا۔اور پھر وہ خانہ کعبہ چلے آئے تھے۔روبی کے نام کا عمرہ کرنے کے بعد وہ دعا مانگنے کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرنے کے بعد واپس مڑے اور ابھی چند ہی قدم اٹھائے تھے کہ نظر برآمدے میں بیٹھے ایک چہرے پر جا پڑی۔وہ جہاں تھے وہیں تھم کر رہ گئے تھے۔ناقابل یقین بات لگتی تھی۔مگر تھی حقیقت۔وہ آہستہ آہستہ اس چہرے کی جانب بڑھنے لگے اور پھر قریب پہنچ کر رک گئے۔

"او میرے اللہ کیا یہ سچ ہے۔" انہوں نے سوچا پھر بڑی محبت اور نرمی سے پکارا تھا۔

"روبی!"

ان کی آواز سنتے ہی اس نے اپنا چہرہ اٹھایا۔جس پر تھکاوٹ نمایاں تھی۔چند سیکنڈ بلال کو اجنبی نظروں سے دیکھتی رہی پھر چہرہ جھکا لیا تو بلال نے تڑپ کر جھکتے ہوئے پھر پوچھا۔

"روبی! یہ تم ہونا۔"

"آپ مجھ سے کچھ کہہ رہے ہیں۔" اس نے اب کے چہرہ اٹھا کر بلال کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو بلال نے جلدی سے کہا۔

"روبی! یہ تم ہونا۔"

"معاف کیجئے گا میرا نام شب نور ہے۔" اس نے وضاحت کرتے ہوئے اپنا چہرہ پھر جھکا لیا تھا۔بلال نے حیرت سے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہی آواز وہی چہرہ اور وہی جسم۔" کہتے کہتے وہ رک گئے مگر شب نور نے جواب دینا تو دور کی بات چہرہ اٹھا کر ان کو دیکھنے کی بھی زحمت نہ کی تھی۔بلال نے پھر کہا۔

"روبی یہ تم ہی ہو۔نام بدل لینے سے کیا ہوتا ہے۔دیکھو میں بلال ہوں تمہارا بلال۔"

"آپ کی سمجھ میں میری بات کیوں نہیں آتی۔میرا نام شب نور ہے اور میں اپنی والدہ کے ساتھ یہاں آئی ہوں۔پتا نہیں آپ کس روبی کی بات کر رہے ہیں؟" اب کی بار اس نے تلخی سے کہا تو بلال اس کو دیکھتے رہ گئے۔اتنے میں کسی عورت نے پیچھے سے آواز دی۔"آؤ شب نور بیٹی! اب چلتے ہیں۔"

"جی امی جان!" وہ آہستگی سے اٹھی۔تب عورت بھی پیچھے سے نکل کر سامنے آ گئی تھی۔بلال کو یقین آ گیا کہ وہ روبی نہیں کہ اس کی والدہ نے بھی اس کو شب نور کہہ کر پکارا تھا۔مگر دل بیقرار ہونے لگا تھا۔وہ جانے لگی تو بلال نے بہت دکھی ہو کر اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو تم میری روبی نہیں ہو۔میرا مطلب ہے آپ واقعی روبی نہیں ہیں۔"

"کون روبی!؟ آپ کس روبی کی بات کر رہے ہیں؟" لڑکی کی والدہ نے پوچھا تو لڑکی نے جلدی سے کہا۔

"امی جان! یہ کب سے مجھے روبی روبی کہہ کر تنگ کر رہے ہیں۔میں نے ان سے کہا بھی ہے کہ میرا نام شب نور ہے۔مگر ان کو شاید یقین نہیں آیا۔" شب نور نے اپنی والدہ سے کہا تو بلال بھی جلدی سے بول پڑے۔

"میرا یقین کیجئے میں غلط نہیں کہہ رہا۔روبی میری محبت تھی۔خوشی تھی اور میرے لئے زندگی بھی وہی تھی۔پھر وہ ایک حادثہ میں ہلاک ہو گئی ہے۔اس حالت میں کہ مجھ سے خفا تھی۔اس کے بعد میں نے بھی ہر خوشی سے منہ موڑ لیا۔اس نے دنیا چھوڑی تو میں سب اپنوں کو چھوڑ اور اپنے ملک کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر اسی دن یہاں آ گیا اور پھر کبھی لوٹ کر واپس نہیں گیا۔نا ہی جانے کا کبھی ارادہ ہے۔اپنی زندگی میں تو کیا موت کے بعد بھی ادھر ہی رہنے کا ارادہ ہے۔تین برس ہو گئے میری روبی میری محبت کو مجھ سے جدا ہوئے مگر میں نے شادی نہیں کی اور نا ہی ساری زندگی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔میں ہر برس اپنی روبی کی برسی پر یہاں اللہ کے گھر آتا ہوں۔آج بھی میری روبی کی برسی ہے۔اس لئے میں یہاں آیا ہوں۔اس کے نام کے عمرے کرنے اور اس کے نام کی خیرات کرنے۔میرا یقین کریں میں اللہ کے گھر کھڑا ہوں۔میں جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوں ان کی شکل و صورت تو کیا آواز بھی میری روبی سے ملتی ہے۔حتیٰ کہ قد اور عمر بھی۔میری روبی کی عمر بھی یہی تھی جب وہ فوت ہوئی۔" بلال خاموش ہوئے تو شب نور کی والدہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔انہوں نے بلال کو ہمدردی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بیٹا تمہاری کہانی بہت دردناک ہے۔مگر میں پھر بھی یہ کہوں گی مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا۔بیٹا تمہاری محبت اپنی جگہ مگر یوں تنہا زندگی گزارنے سے بہتر ہے کہ شادی

کرلو۔اس طرح دل بہل جائے گا۔"

"شادی کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" کہہ کر بلال باہر کی جانب چل دیئے۔شب نور اور ان کی والدہ بھی ان کے ساتھ ہی چل رہی تھیں۔باہر آ کر ان کے راستے الگ ہو گئے تھے۔بلال اپنی گاڑی کی جانب آئے اور وہ دونوں ماں بیٹی پیدل ہی اپنی منزل کی جانب چل دیں۔ان کی رہائش یہاں قریب ہی تھی۔تھوڑی دیر چلنے کے بعد شب نور کی والدہ کو نجانے کیا یاد آیا کہ انہوں نے بیٹی سے کہا۔

"نور بیٹی!تم ذرا یہاں رکو میں ابھی آئی۔پھر وہ بڑی تیزی سے بلال کی جانب آئیں جو اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ رہے تھے۔جب اماں نے بڑی بے تابی سے پیچھے سے ان کو پکارا۔

"بیٹا میری بات سن لو" آواز سن کر بلال نے چہرہ گھما کر اپنے پیچھے دیکھا تو شب نور کی والدہ ان کو پکارتی ان کی جانب آ رہی تھی۔بلال وہیں رک گئے۔تب تک وہ بلال کے قریب پہنچ چکی تھیں۔پھر انہوں نے بے حد محبت سے بلال کو دیکھتے ہوئے ہانپتے ہوئے پکارا۔

"بیٹا میری بات سنو"

"جی فرمایئے۔"بلال نے وہیں کھڑے کھڑے پوچھا۔

"بیٹا واپس نہیں جانا"اماں نے جلدی سے صرف اتنا کہا۔

"کیا مطلب......؟واپس نہ جاؤں مگر کیوں؟"بلال واقعی کچھ نہ سمجھے تھے۔

"بیٹا مطلب سمجھانے کیلئے میرے پاس زیادہ ٹائم نہیں۔میرا فون نمبر جلدی سے لکھ لو۔"

بلال نے کچھ بھی کہے پوچھے بغیر پاکٹ سے چھوٹی نوٹ بک نکالی تو اماں نے جلدی جلدی نمبر لکھوایا۔پھر کہا آج بعد دوپہر مجھے لازمی یاد سے فون کر لینا۔ابھی واپس انگلینڈ نہیں جانا۔"پھر جلدی سے واپس مڑ گئیں۔مگر جاتے جاتے پھر بلال سے کہا۔

"ٹھیک دو بجے فون کرنا۔"اور واپس چلی گئیں۔بلال گاڑی میں بیٹھنے کے بجائے وہیں کھڑے سوچتے رہے۔مگر کچھ سمجھ نا آئی تھی کہ اماں نے ایسا کیوں کہا ہے۔پھر وہ سر جھٹک کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔

اماں واپس آئی پھر کہا۔

"آؤ نور بیٹی اب چلتے ہیں۔"

"آپ کہاں گئی تھیں؟"نور نے مشکوک انداز میں ان کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔مگر اماں نے سنی ان سنی کر دی اور جواب دیئے بغیر چلنے لگی۔نور جیسے تیسے ان کے ساتھ گھر آئی اور گھر آتے ہی اسکارف اتار کر رونے لگی۔اماں چند لمحے اس کو دیکھتی رہی پھر کہا۔

"میری بات کا برا نہیں ماننا بیٹی!تمہارا رونا اس کیلئے بے کار ہے۔اب بھی وقت تمہارے ہاتھ میں ہے۔تم ایک اچھا فیصلہ کر کے اپنی اور اس کی زندگی مزید تباہ ہونے سے بچا سکتی ہو۔خوشگوار بنا سکتی ہو۔دیکھو وہ تم سے سچی محبت کرتا ہے۔اس لئے تمہارے بعد سب اپنوں حتیٰ کہ اپنے وطن کو بھی چھوڑ کر صرف تمہارے نام پر زندگی بسر کر رہا ہے۔"نور نے کوئی جواب نہیں دیا۔اماں نے پھر کہا۔

"تم نے اس کو صرف اس لئے چھوڑا تھا کہ وہ اپنوں میں لوٹ جائے اور ایک پرسکون زندگی بسر کرے۔مگر تمہارے بعد اس نے سب کو چھوڑ دیا۔مگر تمہیں پھر بھی نہیں چھوڑا۔وہ تمہارے نام پر زندگی بسر کر رہا ہے۔"نور نے اماں کی بات کا جواب دینے کے بجائے صرف اتنا کہا۔

"میرا ڈیوٹی پر جانے کا ٹائم ہو گیا۔وہ چلی گئی تو اماں بستر پر لیٹ گئی۔اب ان کو بلال کے فون کا انتظار تھا اور ٹھیک دو بجے بلال کا فون آ گیا تھا۔اماں نے ہیلو سنتے ہی کہا۔

"بیٹا اگر یہاں میرے پاس آ سکتے ہو تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔میرے پاس تمہارے لئے خوشخبری ہے۔"بلال کے ہاں کہنے پر اماں نے اس گھر کا ایڈریس سمجھا دیا۔آدھ گھنٹہ بعد ہی بلال اماں کے سامنے بیٹھے تھے۔اماں آہستہ آہستہ بڑی رازداری سے ان کو بتا رہی تھی۔

"وہی روبی ہے۔یعنی شب نور ہی روبی ہے۔"

"میری روبی!" بلال نے بے ساختگی سے پوچھا۔

"ہاں بیٹا وہ تمہاری روبی تھی اور ہمیشہ اب تمہاری ہی رہے گی۔وہ امریکہ نہیں گئی تھی بلکہ سعودیہ آئی تھی۔وہ بھی نسیم کے تعاون سے نسیم کے کوٹھے پر سعودیہ کا ایک شیخ بھی آتا تھا۔"

"تو نسیم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا۔مجھے کچھ کرنے کو کہا اور اندر سے روبی کے ساتھ مل گئی۔" بلال نے اماں کی بات کاٹتے ہوئے افسوس کرنے والے انداز میں کہا تو اماں بولی۔

"بیٹا پہلے صبر سے میری پوری بات تو سن لو۔اس کے بعد افسوس کرنا۔" پھر بلال نہیں بولے اور اماں نے کہا۔

"نسیم نے تمہارے ساتھ دھوکہ نہیں کیا تھا۔وہ ہیرامنڈی کی مکار عورت چشمہ کی بیٹی ہونے کے باوجود بہت سی شریف عورتوں سے زیادہ اچھی تھی۔وہ دل سے چاہتی تھی کہ روبی تم سے شادی کر کے عزت کی زندگی گزارے۔شریف لوگوں میں واپس چلی جائے۔اس لئے نسیم نے تمہیں اداکاری کرنے کو کہا مگر پھر ہوا یہ کہ ایک دن جب بارش ہو رہی تھی تم پر فارم کرتے ہوئے دیوانہ وار روبی کے پیچھے بھاگے اور پھر پھسل گئے کو کہ تم گرے نہیں سنبھل گئے۔مگر گرتے گرتے بمشکل سنبھلے تھے۔یہ سین دیکھنے کے بعد روبی سیدھی نسیم کے پاس گئی اور بتایا۔

پہلے تو اس کا پروگرام امریکہ جانے کا تھا۔مگر اب بلال کی یہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔اب میں خودکشی کر رہی ہوں اور جب اس نے تمہاری قسم کھا کر کہا تو نسیم نے کہا امریکہ جا کر کیا کرو گی۔اس پر روبی نے کہا جانا تو میں سعودیہ چاہتی تھی کہ باقی کی عمر اللہ کی عبادت میں گزار کر اپنی بخشش کا سامان کرتی۔مگر وہ پاک جگہ شاید میرے جیسی ناپاک عورت کے لائق اور مقدر میں نہیں۔اس لئے امریکہ جا رہی تھی۔مگر اب میں یہ دنیا ہی بلال کے سکون کیلئے چھوڑ دوں گی۔تب نسیم نے کہا سعودیہ کا ایک شیخ میرے پاس کافی آتا ہے۔میں اس کو کہتی ہوں وہ تمہارے لئے وہاں کسی گھر کے اندر کھانا وغیرہ پکانے کی ملازمت کا بندوبست کر دے۔کھانا پکانا تو آتا ہے تمہیں۔

ہاں کافی حد تک روبی نے بتایا۔

تو نسیم بولی اگر نہیں بھی آتا تو آج کل ہر کام کی بک مل جاتی ہے۔بک کی مدد سے بنا لیا کرنا اور روز بے شک خانہ خدا کا دیدار کرنا کہ اس کی رہائش مکے میں ہی ہے۔مگر نام بدل لینا۔"

اور پھر روبی نے نسیم کے کہنے پر اپنا نام بدل کر شب نور رکھ لیا۔سعودیہ سے نسیم کے کہنے پر اس کا ویزہ آ گیا تھا۔مگر روبی نے سعودیہ کے ساتھ ساتھ امریکہ جانے کیلئے بھی ٹکٹ اوکے کروائی تھی۔شب نور کے نام سے کاغذات بدلوانے کے بعد سعودیہ کیلئے اور روبی کے نام پر امریکہ جانے کیلئے۔مجھے ایک رات قبل روبی نے بتایا کہ وہ جا رہی ہے تو میں نے کہا۔

میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔مگر میرا فوراً روبی کیساتھ جانا ناممکن تھا تاہم مجھے روتے دیکھ کر روبی نے نسیم سے صبح بات کی تو اس نے کہا۔

یہ تو کوئی مسئلہ نہیں اماں کی وجہ سے تمہیں بھی کھانا وغیرہ پکانے میں اچھی خاصی سہولت ہو جائے گی۔ابھی تم جاؤ تمہارے بعد تمہاری والدہ کی حیثیت سے اماں بھی تمہارے پیچھے پہنچ جائے گی۔یوں پہلے روبی یہاں آئی اور بعد میں میں اور میں ابھی وہیں تھی جب ربی کی اللہ کرے موت کی خبر امریکہ جانے والا طیارہ تباہ ہونے کی وجہ سے پھیلی تھی۔

روبی تم سے دور یہاں اس لئے آئی کہ تم اپنے خاندان میں واپس جا کر عزت اور سکون کے ساتھ زندگی گزار سکو۔مگر تم واپس خاندان میں جانے کے بجائے ملک ہی چھوڑ آئے اور اس کی یاد کے سہارے زندگی گزارتے رہے۔روبی کی وجہ سے نسیم نے تم سے کہا تھا کہ وہ لاہور سے باہر جا رہی ہے۔وہ تم سے شرمندہ تھی۔ورنہ وہ لاہور ہی میں تھی۔" اماں نے بات ختم کی تو بلال نے پوچھا۔

"روبی اس وقت کہاں ہے؟"

"وہ کھانا پکانے گئی ہے۔میں تمہاری وجہ سے یہاں رک گئی ورنہ مجھے بھی ساتھ ہی جانا تھا۔زیادہ کام میں خود ہی کرتی ہوں کھانا پکانے کا۔روبی میری مدد کرتی ہے۔"

"اب میں کیا کروں اماں جی!" بلال نے ان کی ساری باتیں سننے کے بعد بڑے ادب سے پوچھا۔

"وہی جو مرد کرتے ہیں۔اب روبی کی کوئی بات سننے کی ضرورت نہیں۔اپنی مرضی کرنا۔حکم دینا التجا نہیں کرنا۔" اماں نے کہا تو بلال مسکرا دیئے۔اللہ نے اپنے ہی گھر میں ان کی بچھڑی ہوئی محبت کو ان سے ملا دیا تھا۔وہ بھی یقیناً اب ہمیشہ کیلئے۔پھر اماں بلال سے اجازت لے کر خود بھی روبی کے پیچھے چلی گئیں تو بلال کرسی سے اٹھ کر کھڑکی میں نجانے کتنی ہی دیر باہر دیکھتے رہے۔اور سوچتے رہے وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔دل کی گہرائیوں سے ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔مگر ایک دوسرے سے جدا الگ الگ تنہا

زندگی گزار رہے تھے۔ کیوں؟ صرف دوسرے لوگوں کو خوش کرنے کیلئے۔ ان کی اپنی خوشی کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ وہ نجانے مزید کتنی دیر تک اور کھڑے سوچتے رہے۔ مگر جب شام رات سے گلے مل رہی تھی تب روبی روم میں داخل ہوئی۔ اماں نے اس کو بلال کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ اس نے پہلے سوئچ آن کر کے ٹیوب لائٹ جلائی پھر آگے بڑھی۔ مگر پھر فوراً ہی کھڑکی میں کھڑے بلال کو دیکھ کر جہاں تھی وہیں رک گئی۔

بلال کو اپنی خوش کن سوچوں میں رات ہونے کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔ اب کمرہ روشن ہوا تو مڑ کر دیکھنے آئے پھر روبی پر نظر پڑی تو جیسے وہیں جم کر رہ گئی تھی۔

ان کو اپنی جانب دیکھتے پا کر روبی کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ روبی نے سوچا یہ شخص جس کی وجہ سے وہ کبھی بھی وہ تباہ ہوئی ہے۔ بے گھر ہوئی اپنوں سے دور ہوئی' بے عزت ہوئی ہے۔ وہ ہر بار ذلت اٹھانے کے بعد جس کو جھولی بھر بھر کر بد دعاؤں سے نوازتی رہی۔ جب یہ بھید کھلا کہ جو کچھ ہوا وہ غلط فہمی کا نتیجہ تھا۔ انجانے میں ہونے والی بھول کیلئے وہ اس سے ایکسکیوز کرنے کیلئے اس کو تلاش کرتا رہا ہے۔ تو اس نے سچے دل سے اس کو معاف کر دیا۔ مگر وہ اس کی بد دعاؤں کے زیر اثر آ چکا تھا۔ اور وہ نا رہی تو اس کی یاد کو سینے سے لگائے تنہا زندگی گزار رہا تھا۔ وہ زندہ تھی مگر وہ ہر برس اس کو مردہ سمجھ کر اس کی برسی کا اہتمام کرتا تھا۔ اس کی برسی کا اہتمام تو کسی اپنے نے بھی اس کیلئے نہ کیا ہوگا۔ کیا آج کے دور میں ایسا محبت کرنے والا اور کوئی ہو سکتا ہے۔ وہ نم آنکھوں سے ان کو دیکھتی سوچتی جا رہی تھی۔ یہ دیکھ کر بلال اس کے قریب آن کھڑے ہوئے تو روبی نے نگاہیں جھکا لیں اور بلال نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔

”اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی تم خفا ہو۔ اللہ کے گھر میں ملیں مگر پھر بھی غلط بات کر کے خود کو چھپا کر چلی آئیں۔ اگر اماں نہ مجھے روکتی تو ہم ایک بار پھر جدا ہو جاتے۔“ روبی یہ سن کر خاموش رہی تو بلال نے پھر کہا بلکہ پوچھا۔

”تم نے مجھے دل سے معاف کرنے کے باوجود اس لئے چھوڑ دیا تا کہ میں اپنوں میں چلا جاؤں۔ مگر تم نے دیکھ لیا جب تم نہ رہیں تب بھی میں اپنوں میں جانے کے بجائے تمہاری یاد کو سینے سے لگائے یہاں چلا آیا۔ چھوڑ دیا سب اپنوں کو کہ جب تم نہیں تو پھر کوئی بھی نہیں۔ اب کیا خیال ہے مجھ سے شادی کرنے کے بارے میں۔ یاد رکھنا روبی آج میں تمہارا انکار نہیں سنوں گا۔“

روبی نے جھکی ہوئی نگاہیں اٹھا کر بلال کو دیکھا۔ پھر آگے ہو کر چپکے سے اس کے سینے سے لگ گئی تو بلال نے دونوں بازو اس کے گرد لپیٹتے ہوئے پرسکون ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ وقت گویا تھم سا گیا تھا۔ دونوں خاموش تھے۔ یوں جیسے سارے الفاظ ختم ہو گئے ہوں۔ البتہ روبی ان کے سینے میں منہ چھپائے روتی جا رہی تھی۔ مگر بلال اس کو چپ کروانے کے بجائے یونہی سینے سے لگائے صرف اس لئے خاموش کھڑے تھے کہ یہ آخری آنسو ہیں اچھا ہے دل کا غبار نکل جائے۔ پھر باقی عمر میں کبھی رونے نہیں دوں گا۔ مگر جب یہ رونے کا سلسلہ کچھ زیادہ طویل ہو گیا تو بلال نے جھکتے ہوئے ایک ہاتھ اس کی تھوڑی کے نیچے رکھ کر روبی کا چہرہ اوپر کرتے ہوئے پوچھا۔

”اب تو خوشی ملی ہے پھر یہ آنسو کیوں؟“

”بلال! میں نے آپ کو بہت دکھ دیئے۔ بہت پریشان کیا ہے۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔“ روبی نے روتے ہوئے کہا۔

”ایک شرط پر۔“ بلال نے مسکرا کر کہا۔

”کون سی......؟“ روبی نے جلدی سے پوچھا۔

”صبح تم اور اماں میرے ساتھ میرے گھر لاہور چلو گی۔ اگر منظور تو پھر میری طرف سے معافی ہی معافی ہے۔ ورنہ اب میں خفا ہو جاؤں گا۔“ بلال نے رعب سے کہا۔

”مجھے اعتراض نہیں بلال مگر میں یہاں ملازمہ ہوں۔“ روبی نے اپنی مجبوری بتائی۔

”صاحب حیثیت ہونے کے باوجود یہ ملازمہ کی زندگی کس لئے۔ صرف میرے لئے۔ مجھے پرسکون زندگی دینے کیلئے۔ بلال تو تمہارے علاوہ کسی اور لڑکی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بلال کو زندگی میں اول آخر جو لڑکی اچھی لگی وہ تم ہو۔ صرف تم اور تمہاری زندگی میں تو کیا تمہارے بعد بھی بلال خان کی زندگی میں نا کوئی لڑکی آئی اور نا ہی کبھی آ سکے گی۔ بلال صرف تمہارا ہے سمجھیں۔“

روبی نے جواب دینے کے بجائے ایک بار پھر اپنا چہرہ ان کے سینے میں چھپا لیا تھا۔ بلال کی باتیں سن کر ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ وہ زندگی بھر جس سے نفرت کرتی رہی۔ وہ دنیا میں اس کے علاوہ کسی اور لڑکی کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ ایسی دیوانہ وار محبت کرتا تھا اس سے۔ مگر آنکھوں میں نمی کے ساتھ ساتھ آنے والے خوشگوار دنوں اور

پرسکون لمحوں کا سوچ کر اس کے گلابی ہونٹوں پر ایک پیاری سی مسکان بھی تھی۔

اماں رات کا کھانا لے کر آئیں تو وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب بیٹھے باتوں میں محو تھے۔ اماں کو دیکھتے ہی روبی اٹھی اور کھانا ان کے ہاتھ سے پکڑ لیا۔ تب اماں نے کہا چند چیزیں باہر بھی رکھ کر آئی ہوں وہ بھی لے آؤ۔ اور اب جلدی سے کھانا لگا دو۔ پھر بات ختم کر کے وہ خود بلال کے قریب آ بیٹھی تھی اور ان کے بیٹھتے ہی بلال نے پوچھا۔

"آپ فارغ ہو گئیں یا ابھی پھر جانا ہے۔"

"ہاں بیٹا بالکل فارغ ہو گئی۔ اب نہیں جانا۔ تم یہ بتاؤ تمہارا کیا بنا کچھ کامیابی حاصل ہوئی یا؟" اماں نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی جبکہ روبی باہر چلی گئی تھی۔

"کچھ کامیابی نہیں اماں جان مکمل کامیابی حاصل کر چکا ہوں۔" بلال نے روبی کو اندر آتا دیکھ کر مسکرا کر بتایا۔ مگر روبی اب ان کی جانب متوجہ نہیں تھی۔ وہ کھانے کیلئے دسترخوان لگا رہی تھی۔

"یعنی شادی کیلئے رضامند ہو گئی۔" اماں نے خوشی سے کانپتے لہجے میں پوچھا تو بلال نے کہا۔

"بالکل رضامند ہو چکی ہے۔ مگر اب ایک اور مسئلہ ہے۔ وہ کہتی ہے میں یہاں ملازمہ ہوں مالک کی اجازت کے بغیر کہیں بھی نہیں جا سکتی۔"

"یہ بات تو اس کی درست ہے۔" اماں نے کہا۔

"نسیم کا فون نمبر تو آپ لوگوں کے پاس لازمی ہوگا۔" بلال نے پوچھا تو اماں یکدم ہی بہت زیادہ اداس ہو گئیں۔ جبکہ بلال اپنی ہی کہہ رہے تھے۔ "میں نسیم سے خود بات کر کے کہتا ہوں وہ ذرا روبی کے مالک سے بات کر کے ہمارا یہ مسئلہ حل کروا دے۔ اب روبی ملی ہے تو یہاں چھوڑ کر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"نسیم ہوتی تو تب نا۔" اماں نے آہ بھر کر کہا۔

"کیوں وہ بھی کہیں چلی گئی ہے؟" بلال نے پوچھا تو اماں کہنے لگی جب روبی سعودیہ آ گئی تو دونوں ایک دوسری کو فون کرتی ہی رہتی تھیں۔ ایک دن یونہی باتیں کرتے کرتے روبی نے نسیم سے کہا۔

"جس طرح میں نے گندگی کو چھوڑ دیا ہے۔ ویسے تم بھی یہ سب چھوڑ دو اور یہاں میرے پاس سعودیہ چلی آؤ۔" روبی کی بات سن کر نسیم نے کہا۔ اول تو میرے لئے یہ ممکن ہی نہیں اور فرض کرو تمہارے پاس آ بھی جاتی ہوں تو وہ عرب مجھے ہرگز نہ چھوڑے گا۔ جو میرے لئے سال میں پاکستان کے تین چار چکر لگاتا ہے۔ تم تو اس کے سامنے نہیں آئی اور میں نے تمہارے بارے میں کہا بھی یہی تھا کہ بہت شریف لڑکی ہے۔ والد فوت ہو چکے ہیں۔ ماں بیٹی کا کوئی خرچہ اٹھانے والا نہیں۔ مگر اب پتا کیا کہوں گی مجھے تو وہ پہلے ہی کہتا ہے سعودیہ آ جاؤ تو تم کو الگ گھر میں رکھوں گا۔" یہ سن کر روبی نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر نوی کے پاس لندن ہی چلی جاؤ۔ وہاں تمہارا ماموں بھائی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔" یہ سن کر نسیم نے کہا۔

"مشورہ تو تمہارا برا نہیں۔ وہاں وہ مجھے مارنا تو دور کی بات چھو بھی نہیں سکتے۔ لیکن اگر میرے جانے سے پہلے ہی بات کھل گئی تو پھر وہ مجھے قتل کر کے ہی چھوڑیں گے۔ یہ کہہ کر نسیم نے فون بند کر دیا۔ مگر پھر اس نے روبی کے پروگرام پر عمل کرتے ہوئے لندن بھاگنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ فیصلہ کرتے ہی اس نے فون کر کے روبی کو اپنا سارا پروگرام سمجھانے کے بعد کہا۔

"اگر میں بھاگتی ہوئی پکڑی گئی تو پھر یاد رکھنا نوی تمہاری ذمہ داری ہوگا۔ کیونکہ پکڑی جانے کی صورت میں وہ لوگ مجھے ہرگز زندہ نہ چھوڑیں گے۔ پھر اس نے بتا دیا کہ وہ کس دن لندن کیلئے روانہ ہو رہی ہے۔ فون بند کرنے سے پہلے اس نے روبی کو اپنی ایک کزن کا جو اس کی سہیلی بھی تھی نمبر لکھوایا اور کہا ویسے تو خیریت سے لندن پہنچتے ہی میں تمہیں خود فون کر لوں گی اور اگر میں نے فون نہ کیا تو سمجھ لینا میں زندہ نہیں ہوں۔ تب میری کزن کو فون کر کے میری خیریت پوچھ لینا۔ پھر یہ ہوا کہ نسیم کا فون نہ آنے پر روبی نے اس کی کزن کو فون کیا تو اس نے بتایا سارا کام ٹھیک ٹھاک ہو گیا تھا۔ وہ گھر سے بخیریت ایئرپورٹ پہنچ گئی مگر جہاز میں اچانک پیدا ہو جانے والی خرابی کی وجہ سے لندن جانے والی یہ فلائٹ کئی گھنٹے لیٹ ہو گئی تھی۔ جس کزن کو نسیم نے بتایا تھا۔ اس نے جب دیکھا جہاز لندن کی طرف روانہ ہو چکا ہوگا تو خود ہی کسی بہانے سے نائیکہ چشمہ کو بتا دیا کہ چڑیا اڑ گئی۔ یہ سنتے ہی چشمہ بائی غصے سے پاگل ہو گئی۔ اس نے بیٹوں اور بھائی کو ساتھ لیا اور یہ کہتی ہوئی ایئرپورٹ کی جانب روانہ ہو گئی کہ ساری ہیرامنڈی چشمہ بائی سے مشورہ لے کر چلے اور یہ میری بیٹی مجھے ہی دھوکہ دے کر جا رہی ہے۔ یاد رکھنا طوائف کی کمائی پر پہلا حق اس کے ماں باپ اور دوسرا بھائیوں اور تیسرا ماموں نانی نانا اور باقی خاندان کا ہوتا ہے۔ بیٹے کا نہیں۔ اتنا خیال تھا بیٹے کا تو پھر پیدا

کر لیتی دو بیٹیاں بھی۔ اب ہمارا مستقبل تباہ کر کے بیٹے کا مستقبل بنانے جا رہی ہے۔ یاد رکھنا اگر وہ مل گئی تو زندہ نہیں چھوڑنا۔ بچ گئی تو پھر بھاگنے کی کوشش کرے گی۔ پکڑے جانے کی فکر مت کرنا چھڑا لوں گی میں تمہیں۔ بہت زیادہ دن جیل میں نہیں رہنے دوں گی آخر ہیرا منڈی کی بے حد مقبول عورت نائیکہ چشمہ ہوں میں۔ ورنہ اگر یہ بھاگ گئی تو پھر تمہاری دوسری بہنوں کو بھی حوصلہ ملے گا اور وہ بھی اس کی راہ پر چلنے کی کوشش کریں گی۔

نسیم ویٹنگ روم میں بیٹھی تھی جب اس پر اچانک قیامت ٹوٹی۔ وہ ماں بھائی اور ماموں کو دیکھ کر چونکی۔ اٹھ کر بھاگی مگر دیر ہو چکی تھی۔ ماں نے نسیم کو دیکھتے ہی صرف اتنا کہا۔

"ارے تو چشمہ چودھڑی سے زیادہ مکار تھی اس کو دھوکہ دے کر اس کی ساری عزت خاک میں ملا کر جا رہی تھی۔ ساری زندگی لوگ مجھے طعنے دیتے۔ دوسروں کو مشورہ دیتی تھی خود اپنی ہی بیٹی کے بھاگنے کا پتا نہ چل سکا۔ لے اب ذرا بھاگ کر دکھا کہتے ہوئے اس نے بیٹے کو اشارہ کیا اور اس نے پستول نکال کر وہیں سے فائر مار کر نسیم کو ہلاک کر دیا۔ اماں پرانی عورت تھی اس لئے ساری کہانی حرف بہ حرف ویسے ہی بلال کو سنا دی جیسے نسیم کی کزن نے روبی کو سنائی تھی۔

"بہت افسوس ہوا مجھے نسیم کی موت کا سن کر۔ میں نے بہر حال اسے ایک اچھی عورت کے روپ میں ہی دیکھا۔ دوسروں کے دکھ درد کا احساس کرنے والی۔" بلال نے احترام سے کہا۔ تب روبی نے کھانے کیلئے بلایا تو وہ دونوں اٹھ گئے۔ تینوں نے مل کر کھانا کھایا پھر کھانے سے فارغ ہوتے ہی بلال نے کہا۔

"اماں! آپ اگر ابھی مجھے اپنے مالک کے پاس لے جائیں تو ان سے بات کر کے صبح آپ کو ساتھ لے کر الخوبر روانہ ہو جاؤں گا۔ اماں اسی وقت بلال کو لے کر مالک کے پاس چلی آئی۔ بلال نے اماں کو بتا دیا تھا کہ وہ ان سے کہہ دے گا آپ میری خالہ ہیں اور روبی میری کزن اور میں اب آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ خود ہی آپ کا خرچہ بھی اٹھاؤں گا کہ میں اپنی کزن سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔

بہر حال جو بھی اور جیسے بھی ہوا مالک اجازت دینے پر رضامند ہو گیا۔ اماں بلال کے ساتھ اپنے روم میں آئی تو بلال نے روبی سے کہا۔

"روبی! صبح تک اپنی تیاری مکمل رکھنا۔ اللہ کے گھر بطور شکرانہ عمرہ ادا کرنے کے بعد ہم لوگ الخوبر روانہ ہو جائیں گے۔" بلال خاموش ہوا تو روبی نے کہا۔

"میرا نام روبی نہیں شب نور ہے۔ پھر بھی مجھے روبی کے نام سے مخاطب نہ کیجئے گا۔ میں نے جب فلمی دنیا کو چھوڑا تو پھر یہ نام بھی چھوڑ دیا کہ اس نام نے مجھے سوائے رسوائیوں کے دیا ہی کیا تھا۔ یاد رکھئے گا اب میں صرف شب نور ہوں۔" روبی کی بات سنتے ہی بلال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"او کے نور اب کل تم سے میری ملاقات ہو گی اور پرسوں شام ہماری رسم نکاح ادا ہو گی۔" پھر وہ اماں اور روبی دونوں کو اللہ حافظ کہہ کر اپنے ہوٹل چلے آئے۔ اماں نے تو بہت کہا تھا ایک رات کی بات ہے بلکہ چند گھنٹوں کی تم یہاں پر ہی ہمارے ساتھ گزار لو مگر بلال نے رکنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ ایک ہی روم تھا۔ لیکن وہ اس وقت بے حد خوش تھے۔ آئے تھے روبی کی تیسری برسی منانے اور یہاں اللہ نے زندہ سلامت روبی سے ہی ملا دیا تھا۔ اس بار آتے ہی انہوں نے سب سے پہلے ماں کی صحت یابی کیلئے دعا کی تھی۔ پھر روبی کے نام کا عمرہ اور اب وہ سوچ رہے تھے گھر والوں کو اپنی شادی کے بارے میں اطلاع دیں یا نہیں۔ شادی کیسی صرف سادگی سے رسم نکاح کرنے کا پروگرام تھا ان کا پھر۔ انہوں نے گھر والوں کو نا بتانے کا ہی فیصلہ کیا تھا کہ خواہ مخواہ وہ کوئی نئی بات کر کے ان کا موڈ نہ خراب کر دیں۔ ویسے بھی روبی یقیناً پاکستان جانا پسند نہیں کرے گی۔

اگلی صبح وہ اماں اور روبی کو لینے آئے تو وہ اپنا سامان پیک کئے بالکل تیار تھیں۔ بلال نے سامان ڈگی کھول کر کچھ اس میں رکھا کچھ پچھلی سیٹ پر۔ پھر اماں کو آگے اور روبی کو پیچھے بیٹھنے کا کہا۔ مگر اماں نے فرنٹ سیٹ پر روبی کو بٹھا دیا اور خود پیچھے سامان کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ وہ تینوں اللہ کے گھر آ کر اپنی اپنی عبادت میں مصروف ہو گئے۔ عبادت سے فارغ ہو کر باہر آئے تو پہلے بلال نے ان کو ناشتہ کرایا اور خود بھی کیا۔ پھر بے حد پر سکون ہو کر اپنے گھر الخوبر کی جانب روانہ ہو گئے۔ راستے میں روبی نے تو ان کے برابر بیٹھنے کے باوجود بہت کم باتیں کی تھیں۔ مگر اماں خوب باتیں کر کے اپنے سعودیہ میں قیام کے دوران کے قصے سنا کر ان کا دل بہلاتی رہی تھی۔ یوں ہنسی خوشی وہ باتیں کرتے سنتے اپنا سفر مکمل کر کے اپنے الخوبر پہنچ گئے تھے۔ سب سے پہلے تو وہ دوسری منزل پر ملے ہوئے اپنے دو بیڈ روم کے اس فلیٹ میں اماں اور روبی کو ساتھ لے کر اوپر آئے۔ پھر لاک کھولنے کے بعد لاک کی چابی روبی کے سپرد کرتے ہوئے کہا۔

"لیجئے بیگم صاحبہ اب آپ اپنا گھر خود ہی سنبھال لیجئے۔" اور خود سامان لینے نیچے چلے گئے تھے۔ روبی ان کی بات سن کر مسکرائی۔ پھر چابی ہاتھ میں پکڑے مسکراتے ہوئے ہی فلیٹ میں داخل ہو گئی۔ دو بیڈ روم کا بے حد خوبصورت فلیٹ تھا۔ ساتھ کچن باتھ اور لاؤنج جب تک بلال سامان کی پہلی قسط لے کر اوپر آئے روبی جلدی جلدی سارا فلیٹ اچھی طرح گھوم پھر

دیکھ چکی تھی۔ بلال سامان رکھنے کے بعد نیچے مزید سامان لینے گئے تو ان کے بیڈروم میں رکھے فون کی بیل ہونے لگی۔ وہ چونکہ بلال کے بیڈروم میں ہی بیٹھی تھی کیونکہ دوسرا روم تو بالکل خالی تھا۔ لیٹنے کیلئے تو کیا وہاں تو بیٹھنے کیلئے بھی کوئی چیز فلور کشن تک نہیں تھا۔ اب فون کی بیل ہوئی تو اماں نے روبی سے کہا۔

"اٹھا کر دیکھو کس کا ہے؟"

"کیا کہتی ہیں امی جان! ہوسکتا ہے پاکستان سے کسی کا ہو اور بلال مشکل میں پڑ جائیں۔" روبی اب اماں کو امی جان ہی کہتی تھی کیونکہ وہ انہیں دل سے ماں مان چکی تھی۔ جب تک بلال سامان کی دوسری قسط لے کر اوپر آئے فون کی بیل بند ہو چکی تھی۔ روبی نے ان کو بتانا مناسب بھی نہیں سمجھا تھا۔ بہر حال سارا سامان اوپر آ ہی گیا۔ تب بلال بھی ان کے قریب آ بیٹھے تھے پھر انہوں نے روبی سے کہا۔

"آج رات کا کھانا تو بازار سے آئے گا اور کل سے تمہارے ہاتھوں کا بنا ناشتہ کھانا کھایا کروں گا۔" یہ سن کر اماں نے کہا۔

"اے لو کل میری بیٹی کی شادی ہے اور تم اس کے ہاتھ کا ناشتہ اور کھانا کھانے کی بات کرتے ہو۔ ساری عمر پڑی ہے نور کے بنے ناشتے اور کھانے کیلئے جب تک میں زندہ تب تک میں خود ہی کچن کا کام دیکھوں گی۔ ویسے بھی نئی نویلی دلہن کام کاج کرتی اچھی نہیں لگتی۔" اماں نے کہا تو روبی شرما گئی۔ بلال بھی مسکرا کر اس کو دیکھنے آئے تھے۔ تبھی فون کی بیل پھر ہوئی۔ بلال اٹھ کر گئے پھر ریسور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں ہیلو کہا تو دوسری جانب کمال تھے۔ بلال کی آواز سنتے ہی بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں نے کہا بھی تھا اماں سخت بیمار ہے اور وہ تمہیں آخری بار اک نظر دیکھنا چاہتی ہیں۔"

"کیا ہوا اماں کو؟" بلال نے تڑپ کر پوچھا اور کمال کے جواب دینے سے پہلے ہی فون کٹ گیا تھا۔

● ☆☆☆ ●

فون کٹتے ہی بلال نے خود نمبر ملائے تھے۔ یہ سوچ کر کہ کہیں خدانخواستہ امی جان کو کچھ ہو نہ گیا ہو۔ یہاں تو جوان لوگوں کا پتہ نہیں چلتا منٹوں میں مٹی کے نیچے جا سوتے ہیں۔ جو ابھی چند منٹ پہلے ہی اکڑ اکڑ کر چلتے ہوئے زمین کو اپنی موجودگی کا احساس دلا رہے ہوتے ہیں۔ ماں تو پھر بزرگ عورت تھی۔ وہ مارے پریشانی کے مسلسل نمبر ملا رہے تھے مگر فون مل نہیں رہا تھا۔ تب انہوں نے سوچا دوسری جانب سے یقیناً کمال بھائی پھر ٹرائی کر رہے ہیں۔ اس لیے میرا نمبر نہیں مل رہا۔ یہ سوچتے ہی انہوں نے ریسور واپس رکھا تو اس وقت پھر سے بیل ہونے لگی۔ یہ دیکھ کر بلال نے جلدی سے ریسور اٹھا کر اپنے کان سے لگایا تو کمال بھائی نے بلال سے کہا۔

"میں پچھلے دو دن سے مسلسل ٹرائی کر رہا ہوں۔ تمہارا فون خراب تھا یا تم کہیں گئے ہوئے تھے جو فون اٹینڈ نہ کر سکے۔"

"بھائی جان میں دو دن کے لیے خانہ کعبہ گیا ہوا تھا۔ امی جان کی صحت یابی کے لیے دعا کرنے کیلئے۔ بس ابھی ابھی گھر واپس پہنچا کہ آپ کا فون آ گیا۔ یہ بتائیں امی جان اب کیسی ہیں؟" بلال نے پوچھا تو کمال بھائی بولے۔

"ان کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے۔ بچنے کی کوئی امید نہیں۔ بلال اس حالت میں امی جان کی صرف یہی آخری خواہش ہے وہ تمہیں اور تمہاری خوشی کو اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ بلال ہم نے تو تمہاری خوشی کے لیے نہ چاہتے ہوئے بھی پورے خلوص دل سے روبی کے ساتھ شادی کی اجازت دے دی تھی۔ مگر وہ خود تمہارے ساتھ شادی کے لیے راضی نہیں ہوئی اور پھر اسی حالت میں فوت ہوگئی۔ اس میں ہمارا اور ماں کا کیا دوش۔ جو تم نے تین برس سے پلٹ کر ہماری تو کیا ماں کی بھی خبر نہیں لی۔ بچے تم کو یاد کرتے ہیں اور ماں تمہارے غم میں رو رو کر سوکھ کر کانٹا ہو رہی ہیں۔ میرے بھائی! اب بھی وقت ہے تم ماں کی آخری خواہش اور خوشی پوری کر سکتے ہو۔ ایسا نہ ہو ماں چل بسے اور تم مارے پچھتاوے کے ہاتھ ملتے رہ جاؤ۔ میرا خیال ہے تم ایسے مذہبی انسان کو تو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ جنت ماں کے پاؤں کے نیچے ہے۔ تم بیمار ماں کی خواہش اور خوشی پوری کر کے یہ جنت حاصل کر سکتے ہو۔ میری مانو تو فوراً سے بھی پہلے پاکستان چلے آؤ۔ دیکھو تم جہاں کہو گے ہم وہیں تمہاری شادی کر دیں گے۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو۔ دیکھو انکار نہیں کرنا۔ وہاں ہاسپٹل میں بیڈ پر ماں کی آنکھیں تمہاری راہ دیکھ رہی ہیں۔" کمال بھائی کی ساری بات سننے کے بعد بلال نے کہا۔

"میں ابھی خود تھوڑی دیر بعد آپ کو فون کر کے اپنا پروگرام بتاتا ہوں۔" اور فون بند کر دیا۔ فون بند کر کے اماں اور روبی کو دیکھا تو اماں نے جلدی سے پوچھا۔

"بیٹا کیا ہوا تمہاری والدہ کو؟" جبکہ روبی خاموش ہی رہی تھی۔ اماں کے پوچھنے پر بلال نے من و عن ساری بات ان کو بتا دی۔ پھر پوچھا۔

"اب آپ بتائیں میں کیا کروں؟"
"اگر ان کو روبی کے ساتھ تمہاری شادی پر اعتراض نہیں تو پھر میرا خیال ہے یہاں سادگی سے نکاح کرنے کی بجائے بہتر ہے کہ تم پاکستان جا کر اپنی امی جان کی خواہش پوری کر دو۔ ماں بہر حال ماں ہوتی ہے۔ باقی جیسا تم مناسب سمجھو۔" ماں اتنا کہہ کر چپ ہو گئیں تو بلال نے روبی کو پوچھا۔
"روبی تم کیا کہتی ہو؟"
روبی کو پاکستان جانے سے اب نفرت تھی۔ مگر بلال کی والدہ بیمار تھی یہی وجہ ہے اس نے کہا۔
"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"
"تمہیں پاکستان جانا پسند نہیں؟" بلال نے اس کا کمزور لہجہ دیکھ کر پوچھا۔ روبی ان کی بات سن کر چپ رہی تو بلال نے کہا۔
"نورا ہم کونسا ہمیشہ کے لیے جا رہے ہیں۔ میری جاب یہاں پر ہے۔ شادی کرنے کے بعد امی جان کو خوش کر کے ہم لوگ واپس آ جائیں گے۔ ٹھیک ہے نا۔"
"میں نے انکار تو نہیں کیا۔" روبی نے آہستہ سے کہا۔
"انکار زبانی ضروری نہیں ہوتا۔ جب آنکھیں اور لہجہ انکار کر رہے ہوں۔" بلال نے سنجیدگی سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ روبی پھر بھی چپ ہی رہی تھی اور بلال نے اسی وقت کمال بھائی کو فون کر کے ساری بات صاف صاف بتا دی تھی۔ بلال کو اچھی طرح معلوم تھا۔ شادی کی اجازت کمال بھائی نے دی تھی امی جان نے نہیں۔ لیکن اب وہ بیمار تھیں۔ اگر بلال ان کی وجہ سے پاکستان جا رہا تھا تو وہ بھی بلال کی خوشی کا خیال کریں گی۔ ویسے بھی انہوں نے یہ کسی کو بتانا ہی نہیں تھا کہ نور..... روبی ہے۔ یہی وجہ ہے انہوں نے کمال بھائی کو بتا دیا کہ کل ان کی یہاں رسم نکاح ہے۔ وہ اپنی پسند پر شادی یہاں کر رہے تھے لڑکی بالکل اکیلی ہے یا پھر اس کی والدہ ہے۔" یہ سنتے ہی کمال بھائی نے کہا۔
"تم لڑکی اور اس کی والدہ کو لے کر یہاں پاکستان آ جاؤ۔ تمہاری شادی کی رسم یہاں لاہور ہی میں ادا ہو گی۔ اور وہ بھی بہت دھوم دھام سے کہ آخر تم خان اخلاق خان کے چھوٹے بیٹے ہو۔"
"بھائی جان! دھوم دھام مجھے پسند نہیں، صرف سادگی سے رسم نکاح ہو گی۔ وہ بھی اسی شام جب ہم پاکستان آئیں گے اور جمعہ کی شام کو ہم انشاء اللہ پاکستان ہوں گے۔" بلال نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا تو دوسری جانب کمال نے بھی ریسیور واپس رکھ کر ماں اور گل کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"امی جان کی چال کامیاب رہی۔ وہ بیماری کا سن کر زم ہو گیا اور اب جمعہ کو پاکستان آ رہا ہے۔ کل وہاں اس کی رسم نکاح تھی۔ جو اب جس دن وہ آئے گا اسی شام یہاں لاہور میں ادا ہو گی۔" کمال کی بات سن کر گل ہی نہیں بیگم اخلاق بھی مسکرائی تھیں۔ پھر پر سکون لہجے میں کہا تھا۔
"رسم نکاح اس کی خواہش کے مطابق سادگی سے ادا ہو گی۔ مگر اگلے ہی روز رسم ولیمہ خوب دھوم دھام سے ادا ہو گی۔ فوراً سارے انتظام کرو۔" وہ سب بے حد خوش تھے۔ ایک تو روٹھا ہوا بلال مان گیا تھا۔ دوسرا وہ شادی بھی کر رہا تھا۔ اپنی پسند سے ہی کر تو رہا تھا۔ وہ اس کی تنہائی کا سوچ کر پریشان رہتی تھیں۔ اب اس کا گھر آباد ہو رہا تھا۔ ماں کے لیے اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ بیٹے کا گھر آباد ہو اور پھر آباد ہی رہے۔
"کل لڑکی کے ساتھ اس کی والدہ بھی پاکستان آ رہی ہیں۔ اوپر جو دو بیڈ روم ہیں ان دونوں کی صفائی کروا کر سیٹ کروا دو۔ ایک لڑکی کی والدہ کے لیے اور دوسرا بلال اور اس کی دلہن کے لیے۔" کمال نے بیوی سے کہا۔
"آپ سمجھیں یہ دونوں کام ہو گئے۔" گل نے مسکرا کر کہا۔ پھر وہ شادی کے فنکشن کا باقی پروگرام طے کرنے لگے۔ وہ سب بے حد خاموش تھے۔ کمال کی شادی کے بعد یہاں کے گھر کی دوسری بڑی خوشی تھی کہ بیٹے ہی دو تھے۔
نسیم نے روبی کو بتایا تھا۔ روبی! تم خوامخواہ ڈر رہی ہو۔ بلال نے مجھے بتا دیا ہے اس کی والدہ اب بگڑی نہیں۔ مگر بڑے بھائی نے تمہارے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دے دی ہے اور اب بلال اپنے گھر والوں کو اس کے بارے میں کھل کر بتائے بغیر اس کو اپنے ساتھ شادی کے لیے پاکستان لے جا رہے تھے۔ روبی کا دل ڈر رہا تھا۔ اگر اس کی والدہ کو پتا چل گیا کہ وہی روبی ہے تو وہ پھر شادی سے کہیں انکار نہ کر دیں۔ جب اس نے اپنے ان خدشات سے ماں کو آگاہ کیا تو اتفاق سے بلال نے بھی سن لیا۔ ماں نے روبی کو تسلی دے دی کہ ایسا کچھ

نہیں ہوگا۔ تمہیں ایک بیمار ماں سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ مگر اماں کا بہت سارا ٹائم ہیرا منڈی کی عورت چشمہ بائی کے گھر گزرا تھا۔ اس لیے انہوں نے تنہائی میں یہ صرف بات کی بلکہ یہ مشورہ بھی دے دیا۔ بیٹا قبل اس کے پاکستان جا کر مسئلہ پیدا ہو تم نکاح کی رسم سعودیہ میں ہی ادا کر لو۔ میری بیٹی تمہاری نور بہت ڈر رہی ہے۔ بلال نے اماں کی بات سے انکار کرنے کی بجائے سوچ لیا کہ رسم نکاح پاکستان جانے سے پہلے مسجد نبوی میں ادا ہوگی۔ ویسے تو پاکستان میں بھی اب کوئی مسئلہ نہ تھا۔ کمال بھائی نے اب بھی اپنی بات ریپیٹ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ہم نے تمہاری خوشی کے لیے تمہیں روبی کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دے دی تھی۔" پھر بھی بہتر یہی ہوگا کہ نکاح پاکستان جانے سے پہلے ہی پڑھا دیا جائے۔ وہ مطمئن ہو گئے تھے۔ یہ سوچتے ہی اور یہ بھی سوچ لیا تھا کہ وہ تب تک یہ بات ان کو نہیں بتائیں گے کہ روبی ہی نور ہے۔ جب تک وہ خود نہ روبی کو پہچان لیں۔ ایسا بھی ان کو فضا وہاں زیادہ رکنا تھا مگر پھر بھی تین ماہ کی رخصت لی تھی۔ انہوں نے ماں کی بیماری کی وجہ سے اور یہ بھی سوچ لیا تھا کہ آتے ہوئے ماں کو بھی اپنے ساتھ سعودیہ لے آؤں گا۔ جانے سے پہلے انہوں نے نور، اماں اور سب گھر والوں کے لیے بے تحاشا شاپنگ بھی کی تھی۔ کافی برسوں بعد وہ بے حد خوش اور مطمئن تھے۔

بلال کو ایئرپورٹ ریسیو کرنے کمال اور ان کے دونوں بیٹے یا پھر بیگم اخلاق خود آئی تھیں۔ مگر بلال کی فلائٹ لیٹ تھی۔ انہوں نے شام پانچ بجے آنا تھا۔ مگر رات نو بجے ان کی فلائٹ آئی تھی۔ فارغ ہوتے ہوتے اور پھر باہر آتے آتے ان کو دس بج گئے تھے۔ پھر وہ سامان والی ٹرالی گھسیٹتے ہوئے اماں اور نور کے ساتھ باہر آئے تو کمال بھائی کے ساتھ ماں کو بھی دیکھ کر قدرے حیران ہوئے کہ کمال بھائی نے کہا تھا وہ سخت بیمار ہیں۔ تاہم وہ ان کو صحت مند دیکھ کر بے حد خوش ہوئے تھے۔ باہر آتے ہی ماں کو ہی سب سے پہلے سلام کرتے ہوئے گلے ملے تھے اور ان کو گلے لگاتے ہی بیگم اخلاق کوئی شکوہ کیے بغیر رو پڑی تھیں۔

"مجھے معاف کر دیں امی جان!" بلال نے ان کو روتے دیکھ کر کہا۔

"معافی والی اب کوئی بات نہیں۔" بیگم اخلاق نے ساتھ آنے والی بہو کا سوچتے ہوئے کہا۔ پھر الگ ہو گئیں۔ ماں کے بعد وہ کمال بھائی اور بھتیجوں سے گلے ملے۔ پھر روبی کا تعارف کرواتے ہوئے کہا۔

"امی جان! یہ نور ہے آپ کی بہو۔ آپ کو بہت خواہش تھی نہ میری خوشی دیکھنے کی۔" اور بیگم اخلاق تو کب سے اس کو دیکھ رہی تھیں۔ وائٹ شلوار سوٹ کے ساتھ وائٹ دوپٹہ اور وائٹ ہی اسکارف اس نے باندھ رکھا تھا۔ جس نے پیشانی پوری چھپا رکھی تھی۔ وہ بہت پیاری اور بہت خوبصورت تھی۔ انہوں نے اس کو گلے لگاتے ہوئے اس کی گال چوم کر سوچا نام نور ہے تو خود بھی میری بہو نور ہی نور ہے۔ ان کو نور بے حد پسند آئی تھی۔ نور سے مل کر اور دیکھ کر یہ کہنا مناسب ہوگا کہ نور ان کو بے حد پسند آئی تھی۔

"امی جان! یہ نور کی والدہ ہیں۔" بلال نے بتایا تو انہوں نے نور کو الگ کرتے ہوئے اس کی والدہ سے گلے ملیں۔ پھر وہ سب گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔ گھر آتے ہی بیگم اخلاق نے گل سے کہا۔

"تو بھی سنبھالو اپنی دیورانی کو اور اپنے ساتھ لے جاؤ اور عروسی جوڑا جو بنایا ہے وہ پہنا کر خوب اچھا سا میک اپ کر کے لے آؤ۔" گل روبی سے گلے ملنے کے بعد اس کو اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ کافی مہمان آ چکے تھے۔ جن میں روبی کے گھر والے بھی شامل تھے۔ گل جب روبی کو عروسی جوڑا پہنانے الگ روم میں لے کر آئی تو روبی نے پہچان لیے جانے کے ڈر سے کہا۔

"بھابی! آپ تھوڑی دیر بعد آ جائیں میں خود ہی تیار ہوتی ہوں۔" گل نے اس کی بات پر اس کو حیران ہو کر دیکھا۔ پھر سوٹ، جیولری اور میک اپ کا سامان اس کے حوالے کرنے کے بعد حیران ہوتی ہوئی باہر چلی گئی۔ روبی نے جلدی سے دروازہ بند کیا اور صوفے پر آ بیٹھی۔ پتا نہیں کیوں اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ بہرحال وہ اٹھی، عروسی جوڑا پہنا جو جدید فیشن کے مطابق ہی تھا۔ پھر میک اپ کرنے کے بعد جیولری پہنی اور دوپٹہ کچھ اس سٹائل سے لیا کہ زیادہ چہرہ چھپ جائے یا چھپا رہے۔ پوری طرح تیار ہو کر اس نے دروازہ کھول دیا۔ گل باہر ہی کھڑی تھی یا ابھی آئی تھی۔ یہ روبی کا مسئلہ نہ تھا۔ گل نے اس کو دیکھتے ہی ہاتھ تھام لیا اور پھر یونہی اپنے ساتھ لیے ہال کمرے میں لے گئی۔ جہاں سبھی مہمان خواتین بیٹھی تھیں اور لا کر صوفے پر بٹھا دیا۔ سبھی دلہن کو دیکھتے ہوئے تعریف کر رہے تھے۔ روبی کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ اس نے اپنے گھر سے بھاگنے کے بعد پہلی بار اپنی ماں کی آواز سنی۔ وہ روبی کے قریب کھڑی کہہ رہی تھی۔

"بہن مبارک ہو آپ کو اپنے بیٹے کی یہ خوشی۔ شکر کریں اس منحوس کی موت کے بعد بلال اور آپ کی جان اس سے چھوٹ گئی۔" اشارہ روبی کی جانب تھا۔ ان کے لہجے میں اس وقت جو نفرت تھی اس کو محسوس کرتے ہوئے روبی کا جی چاہا چہرہ اٹھا کر ان کی شکل بھی دیکھ لے۔ اس وقت کیسی ہے؟ مگر وہ دلہن تھی اس لیے ایسا نہ کر سکی۔ تب روحی کی آواز آئی۔ وہ ماں سے کہہ رہی تھی۔

"امی جان! آپ نے ایک بات محسوس کی دلہن کی شکل روبی سے ملتی جلتی ہے۔" یہ سن کر روبی نے اپنا چہرہ مزید چھپا لیا۔ مگر روحی بہت ہوشیار تھی۔ روبی اس کی بہن تھی۔ وہ کیسے نہ پہچانتی۔ وہاں سے بات کرنے کے بعد سیدھی روبی کے پاس آئی اور جھک کر ایک ہاتھ سے اس کا چہرہ اوپر کیا اور اب آنکھیں بند کرنا فضول ہی تھا۔ روبی نے روحی کو دیکھا اور روحی نے روبی کو اور اب نہ پہچاننے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ روبی کو پہچانتے ہی روحی اس کا چہرہ چھوڑ کر یوں جلدی سے پیچھے ہٹی جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ پھر وہ نہ صرف ماں بلکہ گل اور بیگم اخلاق کو بھی ایک جانب لے گئی اور آہستہ سے پوچھا۔

"آپ نے کچھ محسوس کیا دلہن کی شکل دیکھ کر۔" بیگم اخلاق تو خاموش رہیں، البتہ گل نے کہا۔

"دلہن کی شکل تھوڑی تھوڑی روبی سے ملتی ہے۔ شاید اس لیے بلال نے اس کے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کیا۔"

"دلہن کی شکل روبی سے ملتی نہیں وہ ہے ہی روبی۔" روحی نے مسکراتے ہوئے انکشاف کیا تو بیگم اخلاق نے جلدی سے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" روبی تو پلین کے حادثے میں مر گئی تھی۔

"یہ ہو نہیں سکتا۔ یہ ہو چکا ہے۔"

"خالہ جان! میں اس کا چہرہ اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھنے کے بعد آپ سے کہہ رہی ہوں وہ میری بہن ہے۔ میں نہیں پہچانوں گی تو اور کون پہچانے گا۔ وہ زندہ کیسے بچ گئی۔ یہ بات وہ جانے یا پھر بلال مگر میرا یقین کریں وہ روبی ہی ہے۔" روحی نے پورے یقین سے کہا تو گل نے بیگم اخلاق کو دیکھتے ہوئے رازداری سے بتایا۔

"روحی کی بات غلط نہیں امی جان!" جب میں دلہن کو تیار کرنے اپنے ساتھ لے کر گئی تو اس نے مجھ سے کہا آپ جائیں میں خود ہی تیار ہو جاؤں گی۔ یہ بات یقیناً اپنے پہچانے جانے کے ڈر سے کہی ہو گی۔ وہ خود ہی تیار ہو کر باہر آئی تھی۔ اپنا میک اپ بھی اس نے خود ہی کیا تھا۔"

گل کی بات سنتے ہی بیگم اخلاق تیزی سے روبی کے قریب آئیں اور ایک ہاتھ سے اس کا چہرہ اوپر کرتے ہوئے مہمانوں کی موجودگی کی پروا کیے بغیر خاصے سخت لہجے میں پوچھا۔

"کیا تم روبی ہو؟"

روبی نے جواب دینے کی بجائے چہرہ جھکا لیا تو بیگم اخلاق نے کہا۔

"اُف! اتنا بڑا دھوکہ۔ وہ بھی ماں کے ساتھ۔ جاؤ گل کمال اور بلال دونوں کو فوراً بلا کر لاؤ۔ یہ شادی اب نہیں ہو گی۔ مولوی کو یہاں لانے کی ضرورت نہیں۔ میری زندگی میں یہ نکاح نہیں ہو گا اور نہ ہی روبی ہمارے خاندان کی بہو بنے گی۔" گل نے خود جانے کی بجائے ملازمہ کو بھیج دیا اور جلدی ہی وہ دونوں بھائی اٹھ کر چلے آئے۔ بیگم اخلاق نے بلال کو دیکھتے کمال سے کہا۔

"اپنے بھائی کی چالاکی کا کچھ پتا چلا تمہیں؟"

"کیسی چالاکی؟" کمال نے پوچھا تو بیگم اخلاق نے طنزیہ کہا۔

"دلہن کا پتا چلا کون ہے۔ پوچھو اس سے دلہن کون ہے؟"

"دلہن ہے اور کون ہے؟" کمال نے بھائی سے کچھ پوچھنے کی بجائے ماں کو جواب دیا۔

"کمال دلہن کوئی اور نہیں روبی ہے۔" یہ کہتے ہوئے بیگم اخلاق کے لہجے میں نفرت عود کر آئی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں امی جان آپ۔ روبی تو پلین کریش میں ہلاک ہو گئی تھی۔ پھر وہ زندہ کیسے ہو سکتی ہے۔" کمال نے جلدی سے کہا۔

"یہ بات اپنے بھائی سے پوچھو وہ زندہ کیسے ہے اور اس نے اس کو ہمارے گھر میں لانے کی جرأت کیسے کی۔ کیا وہ اس گھر میں لانے کے قابل تھی۔" نفرت آمیزی سے کہا۔

"بلال! امی جان جو کچھ کہہ رہی ہیں کیا وہ سچ ہے۔" بھائی کی بات سن کر بلال نے ایک نظر سامنے بیٹھی روبی کو دیکھا۔ وہ کتنی خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ جواب دینا ہی چاہتے تھے کہ بیگم اخلاق نے گل سے کہا۔

"اب یہ نکاح اور شادی ہرگز نہ ہوگی۔ اٹھاؤ اس آوارہ کو یہاں سے اور ملازمہ کے ساتھ اوپر بھیج دو۔ مہمانوں سے کہہ دیں کہ دلہن کی طبیعت ناساز ہے۔ جلدی کرو اس سے قبل کہ سب اس کو پہچان کر ہم پر تھوک دیں اوپر بھیج دو۔" بیگم اخلاق نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ روبی کے پاس گل فوراً ہی گئی اور آہستہ آہستہ طنزیہ انداز میں کہنے لگی۔

"آدھا چہرہ چھپانے سے کردار نہیں چھپ جاتا اور نام بدلنے سے گھر سے بھاگنے والی بدنام لڑکی شریف نہیں بن جاتی۔ قبل اس کے کہ سب مہمان تم کو پہچان لیں اور ہماری رسوائی ہو اٹھو یہاں سے اور اوپر جاؤ۔ تب تک ہم تمہارے بارے میں کوئی مناسب فیصلہ نہیں کر لیتے۔"

روبی نے چہرہ اٹھا کر سامنے کھڑے بلال کو دیکھا۔ وہ بھی اسی کو دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ اماں اور ملازمہ کے ساتھ ہال سے باہر چلی آئی۔ آنکھوں میں نمی اتر رہی تھی۔ مگر وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ ملازمہ اس کو اوپر چھوڑ گئی اور جاتے جاتے یہ بھی بتا گئی کہ ساتھ والا روم آپ کی والدہ کا ہے اور چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد روبی نے اماں کو دیکھا اور کہا۔

"وہی ہوا نا جو میں نے کہا تھا۔ ایک بار پھر بلال نے میرا سکون تباہ کر کے رکھ دیا اور مجھے بے ٹھکانہ بھی کر کے رکھ دیا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں میں کیا کروں۔"

"نور! اس میں اس بیچارے کا کیا قصور؟ وہ تو بیمار ماں کی خوشی کی خاطر تمہیں یہاں لے کر آیا تھا۔" اماں جلدی سے بلال کی فیور میں بولیں پھر کہا۔

"میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی یہ لوگ ایسا بھی کر سکتے ہیں۔ ارے بھری محفل سے دلہن کو اٹھا دیا۔" روبی نے اب کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

روبی کے اوپر جاتے ہی بیگم اخلاق کمال، بلال اور گل کو ساتھ لیے اپنے روم میں آئیں۔ ان کے ساتھ روحی بھی آئی تھی کہ وہ خود کو بلال کی فرینڈ سمجھتی تھی۔ اپنے روم میں آتے ہی بیگم اخلاق نے بلال کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اتنا بڑا دھوکا۔ پہلے تو یہ بتاؤ یہ بدنام لڑکی زندہ کیسے بچ گئی اور تم نے آنے سے پہلے بتایا کیوں نہیں کہ تم روبی کے ساتھ شادی کر رہے ہو۔ اتنا لمبا چوڑا ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یاد رکھو یہ شادی اب ہرگز نہ ہوگی۔ اتنا بڑا دھوکا اور وہ بھی ماں کے ساتھ۔"

"دھوکا میں نے کیا ہے یا آپ نے کیا۔ ڈرامہ میں کر رہا ہوں یا آپ نے کیا۔ مجھے فون کر کے بتایا گیا کہ آپ سخت بیمار ہیں اور آپ یہاں بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ بھری محفل سے میری دلہن کو اٹھاتے ہوئے آپ کو ذرا سا بھی خیال نہیں آیا کہ اس کے دل پر کیا گزرے گی۔ اس خوش فہمی میں نہ رہئے گا کہ آپ اس شادی کو روک سکتی ہیں۔ میں نکاح کرنے کے بعد ہی پاکستان آیا ہوں۔ آپ اس کو بطور بہو قبول کریں یا نہ کریں وہ میری بیوی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔" بلال نے بھی شدید غصے سے ذرا سا بھی لحاظ کیے بغیر کہہ دیا۔ روبی کی جو توہین ہوئی تھی وہ ان کو مارے غصے کے پاگل کر رہی تھی۔

یہ سنتے ہی کہ بلال اس کو نکاح کرنے کے بعد یہاں لایا ہے۔ بیگم اخلاق بھی مارے غصے کے پاگل ہو گئیں۔ انہوں نے بلال کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"تمہاری جرأت کیسے ہوئی اس کو یہاں ہمارے گھر نکاح کے بعد لانے کی۔ جس کی بدنامی اور آوارگی کے قصے اس شہر کی ہر در و دیوار پر لکھے گئے، جس کے پوسٹر چھاپے گئے۔ وہ آوارہ تمہاری بیوی ہو سکتی ہے۔ میری بہو ہرگز نہیں، سنا تم نے۔"

"امی!" بلال نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "وہاں ہال میں جب آپ نے یہ لفظ کہا تو مہمانوں کی موجودگی کا خیال کر کے میں چپ رہا۔ مگر اب پھر آپ نے کہہ دیا۔ بس یہ آخری بار ہونا چاہیے۔ یاد رکھیے گا اب وہ میری بیوی ہے۔ اگر آپ نے پھر یہ لفظ نور کے لیے استعمال کیا تو ہو سکتا ہے مجھ سے بھی آپ کی شان میں کوئی بے ادبی ہو جائے۔" بلال اتنا کہہ کر دروازے کی جانب بڑھے تو روحی نے ان کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔

"بلال! میں نے تمہیں روبی کے بارے میں سب کچھ کھل کر بتا دیا تھا۔ اس کے باوجود تم نے روبی سے نکاح کر لیا۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔" روحی کی یہ بات بلال خان کو تپا گئی اور انہوں نے روحی کی طبیعت صاف کرنے کا سوچتے ہوئے کہا۔

"روحی! روبی اب تمہاری بہن نہیں میری بیوی ہے۔ اس کے بارے میں مزید کچھ بھی کہنے سے پہلے سوچ لینا۔ اپنی بیوی کے بارے میں ایک لفظ بھی سننا مجھے گوارا نہیں ہوگا۔ یاد رکھنا میرا خاموش رہنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے ورنہ یہ بات غزالہ کی موت سے بھی بہت پہلے میں جان چکا تھا کہ مجرم روبی نہیں کوئی اور تھا۔ مجھے تو حیرت ہے تمہارے اس رویے

پر۔ایک تو چوری اس پر سینہ زوری۔"

پھر وہ اوپر چلے آئے۔انہیں حیرت تھی اس خاندان پر جہاں مجرم لوگ اب بھی معتبر تھے اور جو بے گناہ تھی تب معصوم بھی تھی اور چھوٹی بھی۔وہ آج بھی سب کی نگاہوں میں مجرم تھی۔وہ اوپر آئے تو بیگم اخلاق بھی ان کے پیچھے آئیں اور قبل اس کے کہ وہ اپنے روم میں داخل ہوتے انہوں نے بلال کا ہاتھ پکڑ کر ان کو روکتے ہوئے کہا۔

"تم روبی کے پاس نہیں جاؤ گے۔تم نکاح کر بھی چکے ہو تو وہ صرف نام کی حد تک تمہاری بیوی رہے گی۔میں روبی کے بطن سے نا اپنے لیے پوتا چاہتی ہوں نہ ہی پوتی۔تمہیں تو کچھ خیال نہیں اپنی محبت میں اندھے ہو رہے ہو مگر مجھے خیال ہے۔میں نہیں چاہتی کل کو لوگ میرے پوتے پوتی سے یہ کہیں کہ ان کی ماں اپنے گھر سے بھاگ گئی تھی۔" مگر آگے بلال نے ان کو بولنے سے روک دیا تھا۔یہ کہہ کر امی "پلیز! آپ جائیں یہاں سے۔آپ سے اب مہمانوں کے جانے کے بعد بات ہوگی اور یہ فضول باتیں اب چھوڑ دیں تو آپ کے حق میں زیادہ بہتر ہوگا۔آپ کے ہو تسلیم نہ کرنے سے مجھے کوئی فرق نہ پڑے گا۔وہ میری بیوی اب ہمیشہ رہے گی۔"

"ٹھیک ہے چھوڑ دیتی ہوں۔مگر تم بھی نیچے چلو کھانا تم مہمانوں کے ساتھ کھاؤ گے۔" بیگم اخلاق بلال کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اپنے ساتھ نیچے لے گئی تھیں۔دلہن کی تو طبیعت خرابی کا کہنا تھا۔اب کیا دولہا بھی ساتھ بیمار ہو گیا تھا۔

روحی بلال کی بات سننے کے بعد ان کے اوپر جاتے ہی خود جلدی سے خواتین والے حصے میں آ گئی تھی۔کھانا کھاتے ہی وہ عامر کے ساتھ بچے لے کر شمشاد لوگوں کو وہیں چھوڑ کر اپنے گھر چلی آئی تھی۔دل میں پکا فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ولیمہ پر بالکل بھی نہیں جائے گی۔پھر اس نے گھبرا کر سوچا۔

"کیا بلال کو سب باتوں کا پتا چل گیا۔مگر کیسے؟" بہت سوچنے کے بعد اس کو غزالہ کی اپنی بارات والے دن کہی ہوئی بات یاد آئی۔

"روحی! میں نے ابھی ابھی تمہارے جمشید کو باہر بلال کے پاس کھڑا دیکھا ہے۔" تب تو نہیں مگر اب اس نے سوچا یقیناً جمشید بلال کا دوست ہوگا اور اسی نے میرے بارے میں بلال کو سب کچھ بتایا ہوگا۔خیر جو بھی ہے اب زندگی میں بھی بلال کے گھر نہیں جانا۔اس نے سوچ لیا تھا۔ماں سے بھی کہہ دیا تھا۔اب ابو سلمان، زوبی وغیرہ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ روبی زندہ ہے۔اور نہ گڈو بھی کہ اپنی ناساز طبیعت کی وجہ سے وہ بھی شادی میں نہیں آئی تھی۔

* ☆☆☆ *

روبی نے بیگم اخلاق کی وہ سب باتیں سن لی تھیں۔جو انہوں نے روم کے دروازے کے باہر کھڑی ہو کر بلال سے کہی تھیں۔اور پھر بلال کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔انہوں نے جان بوجھ کر اونچی آواز میں وہ باتیں کی تھیں۔روبی کو سنانے کے لیے۔ ان کے جانے کے بعد روبی کتنی ہی دیر بیٹھی سوچتی رہی۔پھر فیصلہ کرتے ہی وہ اٹھی اور نہ صرف جیولری اتار کر عروسی جوڑا بدل لیا بلکہ سارا میک اپ بھی صاف کر دیا۔منہ دھو کر وہ بستر میں آئی اور لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔وہ ابھی زیادہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔کیا سوچ کر آئی تھی اور کیا ہوا تھا؟ جو بھی ہوا تھا بہت زیادہ توہین آمیز ہوا تھا۔پل بھر میں ایک بار پھر زندگی اس کو ایک نئے دوراہے پر لے آئی تھی۔ساری خوشی خاک میں مل گئی تھی۔اب کیا ہوگا۔یہ سوچ کر وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔اس لیے سونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

تقریباً دو گھنٹے اسی طرح گزر گئے مگر وہ کوشش کے باوجود سو نہیں سکی تھی۔تاہم اس نے اپنی یہ کوشش جاری رکھی اور پھر بالآخر سونے میں کامیاب ہو ہی گئی تھی۔نجانے ابھی کتنی دیر سوئی تھی مگر چونکہ کچی نیند تھی اس لیے اچانک دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو روبی کی آنکھ کھل گئی۔پھر بہت آہستگی سے دروازہ بند کیا گیا۔

یوں تو روم پہلے ہی خوشبوؤں سے مہک رہا تھا مگر ایک الگ سی خوشبو روبی نے محسوس کی۔کارپٹ بچھا ہونے کی وجہ سے قدموں کی آہٹ تو سنائی نہ دی مگر روبی نے محسوس کیا تھا کہ کوئی اس کے سرہانے آ کھڑا ہوا ہے۔کیونکہ ایک عجیب سی خوشبو اور مہک اسے اپنی جانب کھینچ رہی تھی۔روبی جو پہلے ہی سونے کی ناکام کوشش کرنے کے بعد شاید چند منٹ ہی سو پائی تھی کہ بلال کی آمد سے آنکھ کھل گئی تھی۔اب بلال کی موجودگی کا خیال کر کے سوتا ہوا ذہن ایک دم پوری طرح بیدار ہو گیا تھا۔روبی کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔اس لمحے وہ کیا کرے۔اسے کب معلوم تھا کہ اگر اس کی لائف میں سہاگ رات آئے گی تو وہ......اف مجھے کیا کرنا چاہیے؟ وہ سوچ رہی تھی جبکہ بلال سرہانے کھڑے خود بھی کسی سوچ میں گم تھے۔کچھ وقت یونہی گزر گیا۔وہ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم رہے اور پھر بلال نے جھکتے ہوئے اس کی پیشانی پہ ہاتھ رکھا۔ہاتھ کا یہ لمس محسوس کرتے ہی روبی نے تڑپ کر آنکھیں کھول دیں۔بلال اس کے سرہانے کھڑے مسکرا رہے تھے۔روبی نے بغور ان کو دیکھا تو دل ڈانواں ڈول ہو گیا۔کیا میں وہ سب پٹھان سے کہہ سکوں گی؟ روبی نے ایک ٹک اس کے چہرے کو دیکھتے

ہوئے سوچا۔

"نور کیا بات ہے؟" بلال نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اپنائیت سے پوچھا۔

روبی نے بمشکل اپنے آنسو ضبط کیے اور ہونٹ سختی سے بھینچ کر سسکیوں کو روکا۔ ورنہ اس کا تو چیخ چیخ کر رونے کو دل چاہ رہا تھا۔ وہ بھی بلال کے سینے سے لگ کر۔ مگر جو کچھ وہ کرنے جا رہی تھی اس کے لیے ضبط کرنا بے حد ضروری تھا۔

بلال یونہی کھڑے بغور اس کو دیکھ رہے تھے یا شاید حالات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انہوں نے منہ سے تو کچھ نہ کہا تھا۔ مگر ان کی نگاہوں میں شکایت تھی۔ شکوہ تھا۔ روبی کے اس رویے اور حلیے پر۔ مگر وہ چپ تھے۔ ایک لمبا امتحان سے گزر کر وہ یہاں تک آئے تھے اور دوسرا امتحان یہاں ان کا منتظر تھا۔

روبی کا بدلا ہوا یہ روپ یہ بتانے کو کافی تھا کہ وہ شاید بلکہ یقیناً امی کی سب باتیں سن چکی ہے۔ گھر والوں کا رویہ اگر نامناسب تھا تو اس میں ان کا کیا قصور۔ وہ تو خود بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ گھر والے ان کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کر سکتے ہیں۔ وہ روبی کو دیکھتے ہوئے سوچ رہے تھے۔ روبی ان کو مزید نہ دیکھ سکی اور نظریں چرا لیں۔ ایسا نہ کرتی تو دل بے اختیار ہو جاتا۔ وہ دل جو شروع ہی سے ان کو دیکھ کر بے ایمان ہو جاتا تھا۔ اس نے بے دردی سے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے سوچا۔

"بلال! ایک وقت وہ تھا جب آپ نے مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ پھر وقت میرے ہاتھ میں آیا تو میں نے آپ کو ٹھکرا کر اپنے ٹھکرائے جانے کا آپ سے بدلہ لے لیا۔ اب عجیب موڑ ہے زندگی کا۔ آپ مجھے چاہتے ہیں۔ اپنے دل کی گہرائیوں سے میں آپ کو چاہتی ہوں۔ اپنے دل کی تمام تر شدتوں کے ساتھ۔ اس کے باوجود نہ چاہتے ہوئے بھی آج محض دوسرے لوگوں کی خوشی کے لیے آپ کو ایک بار پھر ٹھکرانا ہو گا مجھے۔ یہ لمحہ مجھے بہت اذیت دے گا۔ مگر پھر بھی یہ سب کرنا ہی ہو گا مجھے۔ اگر آپ کی والدہ میرے بطن سے بچے نہیں چاہتی تو پھر میں بھی آپ کی اب قربت نہیں چاہتی۔ اے کاش! میں آپ کے ساتھ یہاں نہ آتی۔ میں نے تو اللہ کے گھر کے اندر آپ سے سامنا ہونے کے باوجود بچنے کی کوشش کی تھی۔ خود کو چھپا کر اپنے گھر چلی آئی تھی۔ آپ سے دور رہنے کے لیے۔ مگر امی جان سے آپ کا دکھ اور میری تنہائی دیکھی نہ گئی اور انہوں نے آپ کو سب کچھ بتا دیا۔ تبھی تو پتا چلا انسان کے اپنے اختیار میں کب کچھ ہوتا ہے۔ ہر انسان تقدیر کے سامنے بے بس ہوتا ہے۔ سو میں بھی ہو گئی۔ شاید اس لیے کہ یہاں میری ایک نئی آزمائش منتظر تھی۔ آپ کے ساتھ یہاں نہ آتی تو یہ اذیت نہ مجھے سہنی پڑتی جو میں سہہ رہی ہوں۔ نہ آپ کو یہ دکھ اٹھانا پڑتا جو ابھی آپ اٹھانے والے ہیں۔"

بلال روبی کو عام سادہ لباس میں دیکھ کر ہی سمجھ گئے تھے کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے۔ اس وقت روبی کو مسلسل سوچتے دیکھ کر مارے دکھ کے سوچا۔ "کتنی عجیب بات ہے نور! یہاں بعض اوقات بلکہ اکثر جرم دوسرے لوگ کرتے ہیں اور سزا کسی تیسرے کو بھگتنی پڑتی ہے۔ جیسے اس وقت تم نے دوسروں کے جرم کی سزا مجھے دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ انہوں نے ایک بار پھر روبی کو دیکھا۔ وہ ابھی تک یونہی لیٹی لیٹی ان کی جانب دیکھ رہی تھی۔ ان کو دیکھ کر بھی اس نے اٹھنے کی زحمت گوارا نہ کی تھی۔ نیند کی آمد سے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ انہوں نے روبی کے ارادے سمجھتے ہوئے سوچا۔ پھر فیصلہ کرتے ہی رونمائی والی ڈبیا سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولے۔

"نور! تمہیں یقیناً سخت نیند آ رہی ہے۔ تم سو جاؤ۔" پھر وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگے۔

اگرچہ روبی کا دل کمزور ہو رہا تھا۔ مگر یہی وہ لمحے تھے جن میں اس نے بلال کو فیصلہ سنانا تھا۔ اپنی پوری قوت یکجا کرتے ہوئے۔ وہ اٹھ بیٹھی اور آہستہ سے کہا۔ "میں سو تو نہیں رہی تھی۔"

"پھر؟" بلال گھوم کر اس کے سامنے آ گئے۔ دل کو تھوڑا سا حوصلہ ملا تھا۔

ادھر روبی نے اتھل پتھل ہوتے دل کو سنبھالا اور کہا۔ "اصل میں، میں اس روایتی پن کو ختم کرنا چاہتی تھی۔"

"کیسا روایتی پن؟" بلال نے بے ساختہ پوچھا۔

"یہی۔" وہ آنکھوں میں آئے آنسو ضبط کرتے ہوئے تلخی سے ہنسی۔ "دلہن کو دلہن نہ کہنا سرخ کپڑوں کی گٹھڑی کہنا، کتنی عجیب بات ہے۔ ہمارے یہاں صدیوں سے یہ حماقت کی جا رہی ہے۔ دلہن کو سجا بنا کر ایک مرد کے حوالے کیا جاتا ہے۔ لو بھئی جو چاہے سلوک کرو اس کے ساتھ، تمہیں سب اختیار حاصل ہے۔"

"نور!" بلال نے حیرت زدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے صرف اتنا کہا مگر وہ اپنی ترنگ میں بولتی گئی۔

"میں اس رسم کو مٹانا چاہتی تھی۔ کیا یہ ضروری ہے کہ دلہن سرخ لباس پہنے اور اس پر غضب یہ کہ گھونگھٹ بھی نکالے۔ اونہہ دلہن۔" وہ نفرت سے بولی۔ اس کی خود اپنی سمجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہ بے معنی باتیں کیوں کر رہی ہے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔

"نورا" بلال نے اس کی کیفیت سمجھ کر اس کا ہاتھ تھامنا چاہا تو وہ تڑپ کر دور ہو گئی۔

"نورا" بلال کے لہجے میں احتجاج تھا۔ روبی نے پلٹ کر انہیں دیکھا اور پھر تیج سے نیچے اتر گئی۔ اندر لگی آگ کو بجھانے کے لیے روبی سائیڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے پانی کے جگ میں سے گلاس بھر کر ایک ہی سانس میں پی گئی۔ پھر بلال کے مقابل کھڑی ہوتی ہوئی اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"آپ کو یاد ہے میں نے آپ سے کہا تھا؟"

"کیا سردار کیا خان کیا وڈیرے اور کیا چوہدری سب مجھے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ سب مجھ سے شادی کرنا چاہتے تھے۔"

"نورا" بلال نے احتجاج کیا۔ "ان باتوں کا اس وقت کیا ذکر۔" مگر روبی پر کچھ اثر نہ ہوا۔ سنی ان سنی کر کے بولی۔

"آپ کو وہ رات تو اچھی طرح یاد ہو گی جب میں آپ کے پاس آئی تھی اور آپ نے مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ آپ کو کیا پتا اس رات جو آگ میرے دل میں لگی تھی اسے کبھی کوئی نہ بجھا سکا۔ آپ کا وہ ٹھکرانا آپ کی وہ باتیں میرے دل میں کھب گئیں۔ آپ نے کہا تھا عورت کے پاس فقط ایک عزت ہوتی ہے۔ وہ بھی چلی جائے تو......" وہ رکی اور بلال سمجھ گئے۔ آج انہیں ایک بار پھر وہی سب کچھ سننا ہو گا۔

"وہ بھی چلی جائے تو اس میں اور بازار میں بیٹھی عورت میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ آپ کی مہربانی سے میں بھی اس گوہر نایاب سے زبردستی محروم کر دی گئی۔ میں زیادہ نہیں کہنا چاہتی۔ قصہ مختصر کرتی ہوں سنیں۔ اس رات آپ نے مجھے ٹھکرا دیا تھا اور آج کی رات میں آپ کو ٹھکراتی ہوں۔" وہ خاموش ہو گئی۔ کچھ دیر کے لیے روم میں سکوت چھا گیا جسے بلال کی گمبھیر آواز نے ہی توڑا۔

"نورا" بلال نے سکون سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بار بار اس رات کا ذکر مت کرو۔ اس رات میں اور آج کی اس رات میں بہت فرق ہے۔ اس رات میں تمہارے لیے نامحرم تھا۔ وہ رات گناہ کی رات بن جاتی مگر آج تو ہم ایک مقدس بندھن میں بندھے ہوئے ہیں۔ آج تو ہم ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ آج ہم دو نہیں ایک ہیں۔ نورا آج کی رات تو ملن کی رات ہے۔" انہوں نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی تو وہ گویا آپے سے باہر ہو گئی۔

"گویا آپ آج بھی یہ سمجھتے ہیں اس رات میں آپ سے آپ کی رفاقت کی بھیک مانگنے گئی تھی۔" روبی کی آنکھوں میں نفرت چھا گئی۔ وہ بلال کو خود سے متنفر کرنے کے لیے زبردست اداکاری کر رہی تھی۔

بلال نے غور سے اسے دیکھا۔ وہ جانتے تھے انہوں نے ایک بار پھر نیکی کے روپ میں اس کے ساتھ برائی کی ہے۔ یقیناً وہ امی کی سب باتیں سن چکی تھی۔ اس میں اب شک کی گنجائش نہ رہی تھی اور پھر جو توہین اس کی ہوئی تھی۔ جو سلوک اختیار کیا گیا تھا وہ بھولنے یا نظر انداز کرنے والا کب تھا۔ اس کو بھری محفل سے اٹھا دیا گیا تھا۔ وہ محفل جو منعقد ہی اس کے لیے ہوئی تھی۔ وہ جس نام کو بھول گئی تھی۔ اس کو پھر اسی نام سے پکارا گیا تھا۔ اس کی کیفیت کو بلال اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔ یہی وجہ تھی انہوں نے محض اس کو خوش کرنے کے لیے نرم لہجے میں کہا۔

"نورا تم ٹھیک کہتی ہو۔ اصل میں اس رات شاید میں اپنے آپ سے ڈر گیا تھا۔ شاید میں خود سے خوفزدہ ہو گیا تھا اور الزام تم کو دیا۔ مگر نورا! آج۔" انہوں نے اسے کاندھوں سے تھامنا چاہا مگر وہ تڑپ کر الگ ہو گئی اور چیخ کر بدتمیزی سے کہا۔

"پلیز! مجھے بلال چھونا نہیں۔ اگر تم نے مجھے چھوا تو......"

"نورا یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔" بلال نے اس کا کانپتا ہوا سر دبا تھا اپنے ہاتھ میں لینا چاہا تو وہ پھر چیخ پڑی۔

"مجھے تمہاری قسم بلال! اگر تم نے مجھے چھوا تو میں جان دے دوں گی۔" اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

بلال نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔ وہ جان گئے تھے وہ جو کہہ رہی ہے کر بھی گزرے گی۔ بوجھل قدموں سے چلتے ہوئے وہ صوفے پر جا کر بیٹھ گئے۔ پھر پوچھا۔

"تم کیا چاہتی ہو نور! صاف صاف کہو۔"

"آپ ابھی تک نہیں سمجھے کہ میں کیا چاہتی ہوں۔ میں آپ سے الگ، آپ سے دور رہنا چاہتی ہوں۔" وہ اندر کے انتشار کو دبا کر بظاہر سکون سے بولی۔

"دیکھو نور! گھر والوں نے اگر برا کیا، کوئی سلوک تم سے کیا ہے تو اس میں میرا کیا قصور؟ میں نے تو خلوص دل سے تم کو اپنایا ہے۔ تم میری بیوی ہو۔"

"میں فضول باتیں نہیں سن سکتی اور نا ہی میرے ساتھ مزید فضول باتیں کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ کی ماں کو میرے بطن سے پوتا پوتی نہیں چاہیے تو مجھے بھی آپ ایسا فضول شوہر نہیں چاہیے۔ بہتر ہے آپ فوراً میرے روم سے چلے جائیں ورنہ۔" روبی نے سخت لہجے میں کہا۔ اور دل میں سوچا اب تک جو کچھ کہا ہے کہیں ایسا نہ ہو دل کے بے قابو ہونے پر وہ سب رائیگاں چلا جائے۔ یہی وجہ تھی اس نے انہیں فوراً روم سے نکل جانے کا کہہ دیا تھا۔

"نور یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" بلال نے قدرے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"کسی پیچیدہ زبان میں تو بات نہیں کی جسے آپ سمجھ نہ سکیں۔" روبی نے زہر خند سے کہا۔

بلال کو ایک دم ڈھیروں غصہ آ گیا۔ مگر وہ ضبط کرتے ہوئے بولے۔ "تم اگر مجھ سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتی تو نہ سہی مگر ہماری یہ باتیں اس روم تک محدود رہنی چاہئیں۔ باہر لوگوں کو تماشا دکھانے کی......" مگر روبی نے ان کی بات کاٹ دی۔

"میں منافقت پسند نہیں کرتی۔" اور وہ بلال کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں بولی۔ "کیا بھول گئے جھوٹ تو آپ بھی نہیں بولتے اور پھر یہ کسی ناول یا افسانے کا سین نہیں کہ میں اداکاری کرتی رہوں۔ اندر کچھ اور باہر کچھ...... نہیں جو کچھ اندر ہے وہی باہر بھی ہوگا۔ آپ اس روم میں نہیں سو سکتے۔ اور اگر آپ یہاں سونا چاہتے ہیں تو میرے لیے الگ روم کا بندوبست کر دیجئے۔ پھر جب آپ کی امی مجھے بانجھ پن اور اس خاندان کی چھوٹی بہو تسلیم کر لیں گی تو میں بھی آپ کو بطور شوہر قبول کرنے پر غور کروں گی۔ اچھی بھلی پرسکون زندگی گزار رہی تھی میں جو آپ نے ایک بار پھر تباہ کر دی یہاں لا کر۔"

بلال کچھ دیر سوچتے رہے۔ پھر بولے۔ "او کے نور! تم جو چاہتی ہو وہی ہوگا۔ مگر آج کی رات مجھے اس روم میں بسر کرنے دو۔ نیچے سب مہمان اور گھر والے سو چکے ہیں۔ کل سے میں اپنے لیے الگ روم کا انتظام کر لوں گا۔" جواباً روبی کچھ دیر سوچتی رہی، پھر گھوم کر مسہری کے دوسری جانب بیٹھ گئی۔ گویا اب بات کرنے کا موڈ نہ تھا۔ بلال اٹھے اور سلیپنگ سوٹ لے کر واش روم میں چلے گئے۔ کچھ دیر بعد وہ باہر آئے تو روبی لیٹ چکی تھی۔ تاہم لائٹ آن ہی تھی۔ بلال نے ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالی اور لائٹ آف کر کے خود بھی بیڈ کی دوسری سائیڈ پر لیٹ گئے اور تاریکی ہوتے ہی گویا وہ خود بھی دکھی ہو گئے۔ آنکھیں بھیگ سی گئیں۔

یہ سجا سجایا روم، یہ عروسی سیج، یہ پھولوں کی نرم اور بھینی سی مہک، اور نور کے وجود کی خوشبو ان کے درمیان اگرچہ اس وقت بہت کم فاصلہ تھا مگر یہ فاصلہ صدیوں پر محیط لگ رہا تھا۔ روم میں بچھے ہوئے پھول انہیں اپنی حسرتوں کے مزار پر پڑے لگ رہے تھے۔ سعودیہ سے چلتے ہوئے انہوں نے یہ کب سوچا تھا کہ ان کی سہاگ رات ایسی لہورنگ ہوگی۔ انہیں یہ تو معلوم تھا کہ گھر والے نور کو دیکھ کر خفا ضرور ہوں گے۔ مگر خود نور بھی بدل جائے گی یہ کب معلوم تھا انہیں۔ کوشش کے باوجود وہ سو نہ سکے۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ یہ بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ جاگ نور بھی رہی ہوگی۔ بھلا ایسی حالت اور حالات میں کون سو سکتا تھا اور ان کا یہ رویہ اور انداز درست بھی تھا۔ یہی وجہ تھی انہوں نے خاموشی سے نور کی بات مان لی تھی۔

روبی چپ چاپ بے حس و حرکت لیٹی تھی۔ بلال جب بیڈ پر آ کر لیٹنے لگے تھے تو اس کا بے ساختہ جی چاہا کہہ دے یہاں نہیں وہاں صوفے پر جا کر سوئیے۔ مگر کوشش کے باوجود وہ کہہ نہ سکی۔ وہی بہت تھا جو پہلے کہا تھا اور دل پر کتنا جبر کر کے کہا تھا۔ یہ تو وہی جانتی تھی۔ تاہم اس کے باوجود اسے یہ بھی معلوم تھا کہ ابھی تو ابتدا ہے انتہا میں پتہ نہیں کیا کچھ کرنا ہوگا۔ چونکہ بلال ہی اس کو یہاں لانے کے ذمہ دار تھے اس لیے بدلا بھی وہ بلال سے ہی لینا چاہتی تھی۔ آئندہ اس نے کیا کرنا تھا۔ وہ ابھی سے سوچ رہی تھی اور رات دھیرے دھیرے گزر رہی تھی۔

رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب بلال کی آنکھ کچھ دیر کے لیے لگی تھی۔ مگر اچانک وہ کوئی مانوس سی آواز سن کر جاگ اٹھے۔ یوں بھی اتنی گہری نیند وہ کب سوئے تھے۔ انہوں نے پلٹ کر نور کو دیکھا مگر بیڈ خالی دیکھ کر دل ایک دم اچھل کر حلق میں آ گیا۔ نور! انہوں نے سوچا کہاں جا سکتی ہے۔ اسی وقت جلدی سے اٹھے اور اچانک نظر کھڑکی سے ٹیک لگائے کھڑی نور پر پڑ گئی۔ باہر شاید پھر بارش ہو رہی تھی۔ وہ بیڈ پر بیٹھے بیٹھے اسے دیکھنے لگے۔ روم کی لائٹ اگرچہ آف تھی مگر کبھی کبھار جب بجلی چمکتی تو نور کا چہرہ نظر آ جاتا۔ وہ آنکھیں بند کیے

کھڑی تھی۔شاید یہ ڈر رہی ہے۔پہلا خیال بلال کے دل میں یہی آیا اور سارا غصہ جاتا رہا۔وہ جلدی سے اٹھے۔سلیپر پہن کر اس کے قریب آئے۔مگر وہ یونہی آنکھیں بند کیے بے خبر کھڑی رہی اور ان بند آنکھوں سے بہتے آنسو دیکھ کر بلال تڑپ گئے۔آج جب وہ ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہو گئے تھے۔تب بھی وہ تنہا تنہا اپنے اپنے دکھ جھیل رہے تھے اور یہ کتنے دکھ کی بات تھی۔مگر وہ بھی کیا کرتے مجبور تھے۔اگر انہیں معلوم ہوتا گھر والے ان کے ساتھ دھوکا کر رہے ہیں تو وہ کبھی نور کو لے کر یہاں نہ آتے۔نہ خود بے سکون ہوتے نا خود کو بے سکون کرتے۔لیکن اب تو وہ آنے کی بھول کر چکے تھے۔

"نورا" بلال نے محبت سے پکارا تو وہ چونک پڑی۔پوری آنکھیں کھول کر بلال کو دیکھا۔کچھ دیر کھوئی کھوئی نظروں سے دیکھتی رہی اور پھر آنکھیں موند لیں۔گویا بات کرنے کا موڈ نہ تھا۔نہ ہی ان کو دیکھنے کا۔حالانکہ دل اندر سے ان کی اس حالت پر تڑپ رہا تھا۔جن کی سہاگ رات اس نے محض اپنی انا اور ضد میں تباہ کر کے رکھ دی تھی۔وہ پھر بھی محبت سے اس کو مخاطب کر رہے تھے۔

"کیا بات ہے نورا تم یہاں کیوں کھڑی ہو۔اگر تمہیں ڈر لگ......" مگر ان کی بات ادھوری رہی۔

"ڈر" وہ سیدھی ہوتی ہوئی مصنوعی نفرت سے بولی۔"اچھا تو آپ یہ سوچ کر آئے ہیں کہ شاید میں ڈر رہی ہوں۔اس لیے یہاں کھڑی ہوں نہیں۔"

وہ تلخی سے بولی۔"وہ رات جب ختم ہوئی تھی تو ڈر بھی ہمیشہ کے لیے میرے اندر سے ختم ہو گیا تھا۔مگر ہاں اس رات جو ایک آگ میرے اندر لگی تھی۔وہ کبھی نہیں بجھی۔نجانے یہ آگ کب بجھے گی۔" وہ بلال کو وہیں چھوڑ کر آ کر بیڈ پر لیٹ گئی۔

* ☆☆☆ *

دور فضا میں اسی وقت موذن کی آواز ابھری۔بلال غسل کر کے مسجد چلے گئے۔ان کے جاتے ہی نور نے بھی وضو کر کے نماز پڑھی۔رو رو کر اللہ سے اپنے بہتر مستقبل کی دعا مانگی تو دل کو کچھ سکون سا ملا۔وہ سونے کے لیے لیٹ گئی۔بلال جب نماز پڑھ کر آئے تو وہ سچ مچ سو رہی تھی۔وہ خود بھی لیٹ گئے۔ذہن بری طرح تھک گیا تھا۔وہ اس وقت صرف سونا اور سونا چاہتے تھے۔مگر ان حالات میں نیند کیسے آتی۔روبی نجانے کیسے سو گئی تھی۔شاید اس نے جو فیصلہ کیا تھا اس پر مطمئن تھی مگر بلال کو نیند نہ آئی۔اگرچہ آنکھیں بند کر کے وہ لیٹ گئے تھے مگر نیند نہ آ رہی تھی۔آخر نیند کو ان پر ترس آ ہی گیا۔مگر ابھی وہ پوری طرح سو بھی نہ پائے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔کچی نیند میں ہی تھے۔اس لیے آنکھ فوراً ہی کھل گئی۔نظر سیدھی کلاک پر گئی۔دو بج رہے تھے۔گویا کچھ دیر ہی سوئے تھے۔انہوں نے سوچا اور پھر نور کو دیکھا لیکن وہ ابھی تک سو رہی تھی۔دستک ایک بار پھر زور سے ہوئی۔بلال جلدی سے اٹھے اور دروازہ کھولا تو باہر گل بہت ساری رشتے دار لڑکیوں کے ساتھ کھڑی تھی۔انہوں نے ایک نظر بلال کو دیکھا اور پھر روم میں داخل ہوئی۔ایک نظر سوئی ہوئی روبی پر ڈالی اور تلخی سے بولی۔

"رات کیا سونے کے لیے نا کافی تھی جو ابھی تک پڑی سو رہی ہو۔چلو اٹھو اور ناشتہ......ناشتہ تو خیر گول ہوا۔اب دو بج رہے ہیں۔کھانا کھا لو۔" انہوں نے یوں کہا جیسے کہہ رہی ہوں زہر کھا لو۔روبی تو دروازہ کھلنے کی آواز سن کر ہی جاگ گئی تھی۔مگر وہ ان سب لوگوں کے سامنے اٹھنا نہیں چاہتی تھی۔لیکن اٹھنا تو تھا وہ سر پر دوپٹہ لیتے اٹھ بیٹھی۔گل نے غور سے اس کو دیکھا اور روبی نے نظریں جھکا لیں۔پھر گل جس طرح آئی اسی طرح یہ کہتے ہوئے چلی گئی میں کھانا بھیج رہی ہوں۔جلدی سے تیار ہو جاؤ۔

ان کے جاتے ہی روبی چپل پہن کر واش روم میں چلی گئی۔کچھ دیر بعد منہ دھو کر آئی تو بلال پھر بیڈ پر لیٹ چکے تھے۔پتا نہیں کیا بات تھی۔ایک عجیب سی تھکن، ایک عجیب سا درد وہ جسم میں محسوس کر رہے تھے۔وہ گل کے جاتے ہی پھر لیٹ گئے تھے۔

روبی کی سمجھ میں نہ آیا اب وہ کیا کرے۔بیڈ پر بیٹھ جائے یا صوفے پر مگر صوفہ تو اسی سائیڈ پر تھا جس سائیڈ پر بلال لیٹے تھے۔وہ اسی کشمکش میں کھڑی تھی کہ بلال نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر اسے دیکھا۔رات والے سرمئی سادہ سوٹ میں سر پر اچھی طرح دوپٹہ لیے وہ چپ اور اداس کھڑی تھی۔وہ ان کے نکاح میں تھی۔مگر وہ اس کو چھونے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔گھر والوں نے محض اپنی ذاتی انا اور خوشی کے لیے ان دونوں کی خوشیاں تباہ کر دی تھیں۔وہ ان سے خفا تھی تو ٹھیک ہی تھی۔

"نورا ادھر آ کر صوفے پر بیٹھ جاؤ۔" بلال نے آہستہ سے کہا۔مگر وہ وہیں کھڑی رہی۔

"کیا میں اٹھ جاؤں؟" انہوں نے دوبارہ پوچھا۔مگر جواب دینے کی بجائے وہ کھڑکی کے قریب آئی اور پوری کھڑکی کھول دی۔باہر نکھرا نکھرا سا دن تھا۔بادل بالکل والے خراب موسم کا کہیں پتا نہیں تھا۔یوں جیسے صدیوں سے موسم ایسا خشک اور خوشگوار چلا آ رہا ہو۔کتنی دیر وہ کھڑی باہر دیکھتی رہی اور بلال اس کو نہ صرف دیکھتے رہے بلکہ سوچتے بھی رہے۔

اچانک روم شور سے گونج اٹھا۔ روبی نے پلٹ کر دیکھا تو لڑکیاں کھانا لے کر آئی تھیں۔ مگر اب ان میں گل نہیں تھی۔ یعنی دوبارہ آنے کی زحمت اس نے گوارا نہ کی تھی۔ وہ وہیں کھڑکی میں کھڑی لڑکیوں کو دیکھتی رہی اور سوچتی رہی لڑکیوں نے کھانا صوفے کے سامنے رکھی ٹیبل پر رکھا اور اس کے قریب چلی آئیں۔

"آیئے دلہن صاحبہ! کھانا حاضر ہے۔" ان سب نے مسکرا کر کہا۔ اور وہ کوشش کے باوجود انکار نہ کر سکی۔ حالانکہ کھانے کا موڈ اس وقت بھی نہ تھا۔ مگر اب کھانا تو تھا ہی لڑکیوں نے روبی کو لا کر صوفے پر بٹھا کر بلال کو دیکھا، پھر شوخی سے پوچھا۔

"کیوں جناب! اب آپ کیا چاہتے ہیں؟ جو ابھی تک بستر نہیں چھوڑا۔"

"کیا مطلب۔" بلال نے ان کی بات نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"لیجئے، یہ تو مطلب بھی ہمی سے پوچھ رہے ہیں۔" انہوں نے پلٹ کر روبی سے کہا۔ مگر روبی چپ رہی تو وہ پلٹ کر بولیں۔ "اٹھئے جناب! کھانا تناول فرمایئے۔ ارے جلدی کیجئے ورنہ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

"ان کے ساتھ؟" بلال نے احمقوں کی طرح پوچھا؟ کیونکہ وہ جانتے تھے اگر وہ ساتھ کھانے بیٹھے تو نور اٹھ جائے گی۔ وہ پہلے ہی کہہ چکی تھی جو اندر ہو گا وہی باہر بھی۔ اور بلال ان سب کے سامنے اپنی سبکی نہیں چاہتے تھے۔

"ارے!" لڑکیوں نے حیران ہو کر ان کو دیکھا۔ "ان کے ساتھ نہیں کھائیں گے تو پھر کن کے ساتھ کھانے کا پروگرام ہے۔" سب نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

بلال نور کو دیکھتے ہوئے چپ چاپ اٹھ گئے۔ حالانکہ دل تو یوں بھی رات روبی کی باتیں سن کر بھر چکا تھا۔ مگر مجبوری تھی وہ کسی اور کو تو اپنی حالت نہیں بتا سکتے تھے۔

کھانا سب کی موجودگی میں انہوں نے نور کے ساتھ کھایا اور قدرے حیران ہو کر کھایا۔ کیونکہ نور چپ رہی تھی اور کھانا بھی اس نے برائے نام کھایا تھا۔ کھانے کے بعد بلال نے کافی کا کہا تھا کیونکہ انہوں نے سعودیہ میں کھانے کے بعد ہمیشہ نور کو کافی پیتے دیکھا تھا۔

دو لڑکیاں برتن لے کر چلی گئیں۔ دو روبی کے قریب بیٹھ گئی تھیں۔ یہ دیکھ کر بلال اٹھنے کا سوچ ہی رہے تھے کہ اماں روم میں داخل ہوئیں۔ بلال نے ان کو سلام کیا اور اماں نے پیار دیتے ہوئے ڈھیروں دعائیں ان کو دے ڈالیں اور پھر بلال روبی کو دیکھتے ہوئے باہر چلے گئے۔

اماں روبی کے قریب آئیں۔ روبی نے ان کو دیکھا اور بے ساختہ ان سے لپٹ گئی۔ اماں نے منہ چوم کر پیار کیا اور اس کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"امی جان! آپ نے کھانا کھا لیا؟" روبی نے فوراً پوچھا۔

"ہاں بیٹی! کھا لیا ہے۔" اماں نے جواب دیا۔ اس دوران لڑکیاں اٹھ کر باہر چلی گئیں اور اماں نے سرگوشی میں پوچھا۔ "کیوں نور بلال تو ٹھیک ٹھاک رہا نا۔"

"نہ بھی رہتے تو مجھے کیا فرق پڑتا۔" اس نے سنگدلی سے کہا۔

"نہ نہ بیٹی! ایسی بات نہیں کرتے۔" انہوں نے سمجھاتے ہوئے کہا۔ وہ چپ ہی رہی۔ کیونکہ لڑکیاں کافی لے کر آ گئی تھیں لڑکیوں نے آتے ہی ادھر ادھر دیکھا اور پھر کہا۔

"ارے! آپ کے صاحب بہادر تو چلے گئے۔" روبی چپ ہی رہی۔ انہوں نے کافی بنا کر اماں اور روبی کو دی اور خود خاموشی سے قریب بیٹھ گئیں۔ جب ان دونوں نے کافی پی لی تھی تو وہ خالی برتن لے کر واپس چلی گئیں۔ نور وہیں صوفے پر بیٹھی اماں سے باتیں کرتی رہی۔ کچھ خاص نہیں یونہی فضول سی باتیں۔ پھر اماں نماز عصر کے لیے اٹھ کر گئیں تو وہ بستر پر لیٹ کر نئے سرے سے حالات کا جائزہ لینے لگی۔

بلال کے ساتھ وہ اپنے اس سلوک کو جائز سمجھتی تھی۔ اتنے طویل عرصہ بعد وہ ایک بار پھر اس خطاب کو پا کر تڑپ اٹھی تھی۔ ظاہر ہے ایسے حالات میں وہ بلال کے علاوہ کس پر اپنا یہ غصہ اتارتی۔ جبکہ اس کو یہاں پر واپس لانے کا ذمہ دار بھی بلال ہی تھا۔ ویسے بھی کیا معلوم ابھی اس کے گھر والوں نے اس کے بارے میں کیا فیصلہ کرنا تھا۔ جن لوگوں نے پہلی رات کی دلہن کا خیال نہیں کیا وہ بعد میں اس کے ساتھ کوئی سا بھی سلوک بلکہ برا سے برا سلوک کر سکتے تھے۔ بلال نے اب کیا بگاڑ لیا ہے ان کا جو آنے والے حالات سے بلال سے کوئی امید رکھی جاتی۔ اس کو بلال پر ترس آتا تھا۔ مگر وہ اپنا یہ رویہ پھر بھی بلال کے ساتھ مناسب ہی سمجھتی تھی۔ وہ ان کا خاندان تھا۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے تھا کہ وہ لوگ ان کے ساتھ کہیں دھوکا نہ کر رہے ہوں۔

شام ہو رہی تھی۔ جب بلال دوبارہ اوپر اپنے روم میں آئے۔ ایک نظر بستر پر لیٹی روبی پر ڈالی۔ ان کی سہاگ رات برباد کر کے ان کے سکون کو بھی اپنی باتوں اور سخت رویے سے تباہ کر کے وہ خود اس وقت پر سکون لیٹی ہوئی تھی۔ ان کو معلوم تھا وہ خفا ہے۔ ان سے بات نہیں کرے گی۔ مگر وہ خود خفا نہیں تھے اس لیے سیدھے اس کی جانب آئے پھر محبت سے پوچھا۔
"نور کیسی ہو؟"

نور نے جواب دینے کی بجائے آنکھیں بند کر لیں۔ تو وہ ڈرانگ روم میں آئے۔ پہلے اپنے لیے وارڈ روب سے اپنا سوٹ نکالا پھر غسل کے لیے واش روم چلے گئے۔ کچھ دیر بعد وہ ریڈی ہو کر ڈریسنگ روم سے باہر آئے تو نور بدستور ابھی تک اسی انداز میں لیٹی تھی۔ جبکہ ایک گھنٹے بعد ہی دعوت ولیمہ میں شرکت کے لیے مہمانوں کی آمد شروع ہو جانا تھی۔ وہ خود بھی تو امی کے کہنے پر تیار ہونے آئے تھے۔

اب وہ کھڑے سوچ رہے تھے۔ روبی کو خود ہی تیار ہونے کا کہہ دیں۔ نیچے سے تو شاید کوئی بھی اس کو دلہن بنا کر تیار کرنے نہ آئے کہ رات جو کچھ گھر والوں نے نور کے ساتھ کیا تھا اس کے بعد ان سب سے کسی اچھے رویے کی توقع رکھنا عبث تھا۔ لیکن کیا روبی ان کی بات مان لے گی یا انکار کر دے گی۔ اس بات کا بھی خوف تھا۔ بہر حال وہ ابھی اسی سوچ میں گم کھڑے نور کو دیکھ رہے تھے کہ امی روم میں داخل ہوئیں۔ ایک نظر تیار کھڑے بیٹے کو دیکھا۔ اور دوسری نظر سے روبی کو جو سب سے بے پروا آرام سے لیٹی تھی۔ ان کو دیکھ کر بھی اٹھنے کی یا سلام کرنے کی زحمت گوارا نہ کی تھی۔ یہ دیکھ کر ان کو غصہ آ گیا مگر اس کو کچھ بھی کہنے سے پہلے بلال کو روم سے نکالنا ضروری تھا۔
"بلال! چلو تم فوراً نیچے جاؤ۔" انہوں نے تحکمانہ انداز سے کہا تو بلال سمجھ گئے وہ ضرور نور سے کچھ کہنا چاہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے وہ بولے۔ "امی! نور ذرا تیار ہو جائے تو ہم دونوں اکٹھے ہی۔"

"نور!" انہوں نے نفرت سے بات کاٹتے ہوئے بیٹے کو دیکھا۔ "وہ بھی تیار ہو جائے گی۔ آ رہی ہیں لڑکیاں اس کو تیار کرنے۔ تم تو نیچے جاؤ۔" ان کی بات ختم ہوتے ہی پروگرام کے مطابق نگی چند دوسری رشتے دار لڑکیوں کے ساتھ روم میں داخل ہوئی۔ بیگم اخلاق نے خلاف توقع نگی کے اتنی جلدی آنے پر گھور کر اس کو دیکھا۔ اصل میں بلال سے تو انہیں کسی طرح کا کوئی ڈر خوف نہ تھا۔ تاہم دنیا میں رہ کر دنیاداری کا خیال تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ سو رشتے داروں کو دعوت ولیمہ میں دلہن کی عدم شرکت کا جواز پیش کرنے کے لیے۔" انہوں نے نگی سے کہا تھا۔
"میں بلال کے روم میں اوپر جا رہی ہوں۔ کچھ دیر بعد تم بھی رشتے دار لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے کر اوپر آ جانا اور میں رشتے داروں کو بتانے کے لیے ان سب لڑکیوں کے سامنے تم سے کہہ دوں گی دلہن کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ ڈاکٹر نے اس کو مکمل ریسٹ کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ یوں بات بن جائے گی۔ ہماری عزت بھی رہ جائے گی اور لوگ روبی کو بھی نہ دیکھ سکیں گے۔"

اپنے پروگرام کے مطابق وہ اس وقت بلال کے روم میں موجود تھیں۔ ان کو یہ امید نہیں تھی کہ نگی اتنی جلد بازی کا مظاہرہ کرے گی اور قبل از وقت ہی اوپر آ جائے گی جبکہ ابھی بلال بھی روم میں موجود تھا۔ دل ہی دل میں انہوں نے نگی پر دانت پیستے ہوئے نگی کے ساتھ آنے والی لڑکیوں سے کہا۔
"سنو لڑکیو! دلہن کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر نے اس کو مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس لیے اب وہ دعوت ولیمہ میں شرکت نہ کر سکے گی۔ اب تم سب واپس جاؤ۔" ان کی بات سنتے ہی سب لڑکیاں واپس چلی گئیں تو بلال نے بے ساختہ نظریں اٹھا کر سامنے لیٹی نور کو دیکھا کہ امی کی باتوں پر اس کا ری ایکشن کیا ہے۔ وہ خاموش تھی۔ مگر دیکھ انہی کو رہی تھی۔ گویا بے لفظی زبان میں وہ ان سے مخاطب ہو کر کہہ رہی تھی۔ ایسی ہی عزت افزائی کے لیے مجھے اتنی دور سے لے کر یہاں آئے تھے۔ دیکھ رہے ہیں نا آپ جو کچھ آپ کی وجہ سے رات کا ہو رہا ہے۔ اب میں آپ کو بھی معاف نہیں کروں گی۔ بلال خان میں اپنی ہر توہین ہر تکلیف کا بدلہ آپ سے لوں گی۔ آپ نے مجھ سے میری پر سکون زندگی چھینی ہے تو سکون سے اب میں آپ کو بھی نہ رہنے دوں گی۔ یہ دیکھتے ہی بلال تڑپ کر ماں کی جانب مڑے۔
"امی! نور کی طبیعت خراب نہیں۔ وہ بالکل ٹھیک ہے۔" بلال نے ضبط کی کوشش کرتے ہوئے لہجے کو نرم رکھنے کی کوشش کی۔
"میں جانتی ہوں۔" بیگم اخلاق نے یہ کہتے ہوئے گھور کر بلال کو دیکھا۔
"یہ تو زیادتی ہے امی۔ آپ بہت غلط کر رہی ہیں۔ کبھی دعوت ولیمہ بھی دلہن کے بغیر ہوئی ہے۔" بلال نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔
"نہیں ہوئی کبھی۔ تو اب ہوگی اور اس کے ذمہ دار بھی تم خود ہو۔ جس نے اس کو یہاں لانے سے پہلے اس کی اصلیت بتانے کی بجائے چھپانے کی کوشش کی۔ سنو کیا غلط ہے؟ کیا

صحیح؟ مجھے یہ بتانے یا سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ اس کو اس وقت قبول کرنا میری مجبوری ہے۔ مگر کل تو ذرا آنے دو پھر دیکھنا اس کا انجام۔" بیگم اخلاق نے زہر خند سے کہا۔
"کل تو لازمی آئے گا امی مگر افسوس آپ کچھ نہ کر سکیں گی کیونکہ آنے والے کل میں نور کا تعلق آپ سے نہیں صرف مجھ سے ہو گا۔ صرف آج آپ کا ہے امی! اور اس آج کو یوں ریسیو نہ کیجیے پلیز۔ نور کو دعوت میں شامل ہونے کی اجازت دے دیں ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔"
"اگر آج ہمارا ہے تو کل بھی ہمارا ہی ہو گا۔ مجھے اچھا برا کہہ کر ڈرانے کی ضرورت نہیں۔ مگر روبی دعوت ولیمہ میں شامل نہیں ہو گی۔" انہوں نے نفرت سے روبی کو گھورتے ہوئے کہا۔
"اگر میں یہاں رکا تو بھی کل آپ کا ہو گا۔" بلال نے بھی ماں کو سخت لہجے میں کہا۔
"تمہیں اب یہاں سے جانے ہی کون دے گا۔ بلال خان! جو بلال کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ وہ غضبناک ہو کر بولیں۔
"یہاں کھڑے کھڑے کب تک بکواس کیے جاؤ گے اس کے لیے۔ چلو نیچے تمہیں اکیلے ہی چلنا ہو گا کہا ہے نا یہ دعوت میں شامل نہیں ہو گی۔ میں اس کو اپنی بہو کے روپ میں خاندان میں متعارف کرانا نہیں چاہتی۔ تمہیں اگر خاندان کی عزت کا خیال نہیں رہا۔ اس کی محبت میں اندھے ہو رہے ہو مگر مجھے تو کرنا ہے۔ خان اخلاق خان کی بہو وہ بھی گھر سے بھاگی ہوئی۔ ایک بدنام آوارہ لڑکی! یہ کبھی نہیں ہو گا۔" وہ نفرت بھری نگاہ روبی پر ڈالتے ہوئے یونہی بڑبڑاتی روم سے باہر چلی گئیں تو بلال نے پلٹ کر نور کو دیکھا۔ مگر وہ ان کو دیکھنے سے پہلے ہی اپنی آنکھیں بند کر چکی تھی۔ گویا اب ان کا سامنا کرنے کا ارادہ نہ رکھتی ہو۔ مگر بند آنکھوں کے کناروں سے پانی بہہ کر باہر آ رہا تھا۔ جو بلال کو یہ بتانے کو کافی تھا کہ وہ کس اذیت سے گزر رہی ہے۔ دل کا درد آنسوؤں کی شکل میں بہہ کر باہر آ رہا تھا۔ بلال عجیب سے شش و پنج میں گرفتار کھڑے کچھ سوچتے رہے۔ پھر باہر نکلے تو اماں اپنے روم کے دروازے پر کھڑی تھی۔ بلال نے ان کو سلام کرنے کے بعد آہستہ سے کہا۔
"امی جان! نور کی طبیعت ٹھیک نہیں پلیز۔ آپ فوراً اس کے پاس چلی جائیں۔"
"اللہ خیر کرے کیا ہوا نور کو۔" انہوں نے فکرمندی سے پوچھا۔
"کوئی ایک بات ہو تو آپ کو بتا بھی دوں۔ پتا نہیں کیا کیا ہوا ہے۔ آپ خود ہی جا کر دیکھ لیجیے اور پوچھ بھی لیجیے گا۔" کہتے ہوئے بلال سیڑھی کی جانب آئے اور پھر اپنی ہی سوچوں میں غرق جب وہ نیچے اترے تو سب مہمانوں کے ساتھ روبی کے گھر والے بھی آ چکے ہیں۔ وہ سب ایک ہی جگہ اکٹھے بیٹھے تھے مگر روحی آج ان میں شامل نہیں تھی۔ عقلمند تھی جوان کا اشارہ سمجھ گئی تھی۔ بیگم اخلاق باقی سب مہمانوں کو بھول کر اس وقت بھی شمشاد سے یقیناً روبی کے حوالے سے ہی بات کر رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ پیشانی پر بل ڈالے یہ دیکھ کر بلال کے اندر ایک آگ سی جل اٹھی۔ وہ سلام دعا کیے بغیر ہی قریب سے گزر کر باہر لان میں آ گئے تھے۔
"تم نے دیکھا شمشاد وہ تمہیں سلام کیے بغیر ہی باہر لان میں چلا گیا ہے۔" بیگم اخلاق بلال کے اس خشک رویے پر دانت پیستے ہوئے بولی۔
"ہاں اللہ کی شان دیکھ رہی ہوں۔" شمشاد اتنا کہہ کر چپ ہو گئیں۔ وہ آج اکیلی ہی آئی تھی یا پھر ساتھ ہی دونوں پوتے تھے۔ وہ زوبی کو بھی گھر چھوڑ کر آئی تھی۔ کل تو گڈو کی خراب طبیعت کی وجہ سے وہ گھر رہی تھی۔ اور آج وہ خود نہیں ساتھ لائی تھیں۔ اچھی طرح جانتی تھی وہ روبی کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھتی تھی۔ یا پھر نصیر صاحب اور سلمان آئے تھے۔ روحی نے بھی ان کو فون پر ساتھ آنے سے معذرت کر لی تھی۔ دعوت ولیمہ میں شامل ہر فرد نے دلہن کے بارے میں استفسار کیا تھا۔ بلال جواب میں خاموش ہی رہے تھے۔ بتاتے بھی تو کیا چپ چاپ ماں کی جانب دیکھتے۔
"یار تمہارے چہرے پر بارہ کا عکس کیوں ہے؟" بلال کے بہت سارے کزنز اور بے تکلف دوستوں نے پوچھا تو بلال صرف مسکرا کر رہ گئے۔ سعودیہ سے چلتے وقت ان کو یہ کب معلوم تھا کہ وہ ان سے دھوکا کر رہے ہیں یا وہ نور کی اس قدر توہین کریں گے۔ وہ ماں کی محبت میں چلے آئے تھے اور ماں ان کی خوشی کی خاطر نور کو بطور بہو بھی تسلیم نہ کر سکی۔ ان کو بیٹے کی خوشی سے زیادہ اپنی انا اور خاندان کی عزت کا خیال آج بھی سب سے اہم تھا۔ وہ کتنے بے بس ہو گئے تھے۔ یہاں تقریب میں اکیلے آنے کے لیے یہ اور بات ہے کہ اس وقت بہت سارے مہمانوں میں گھرے ہونے کے باوجود گو کہ ان کا جسم یہاں موجود تھا مگر ذہنی طور پر وہ اوپر نور کے پاس تھے۔ وہ مسلسل اس کے بارے میں سوچ جا رہے تھے۔ امی کی باتوں کے بعد وہ کیا سوچ رہی ہو گی۔ کیا محسوس کر رہی ہو گی۔ سچی بات تو یہ تھی کہ ان کا ایک پل بھی اس محفل میں بیٹھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا جس میں ان کی محبت، ان کی زندگی کی ساتھی نور ان کے ساتھ نہ تھی۔

☆☆☆

مگر مجبوری تھی۔ یہ محفل سجائی ہی ان کے لیے گئی تھی۔ دلہن کی تو طبیعت ناساز تھی۔ ان کے بارے میں کیا کہتے۔ وہ تو اب یہاں کے حالات دیکھ کر دل ہی دل میں اماں کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔ جن کے مشورہ دینے پر پاکستان آنے سے پہلے ہی نکاح پڑھ لیا۔ ورنہ یہاں جو حالات تھے ان میں یہ بات ناممکن تھی۔ مگر اب یہ بات تو ان کو بہر حال سکون دے رہی تھی کہ نور ان کی ہو چکی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔ بس آج کی یہ رات ذرا مشکل تھی۔ یہ گزر جاتی تو وہ پرسکون ہو جاتے۔ حالات کو اچھے طریقے سے خود کنٹرول کر لیتے مگر مسئلہ تو اس وقت تھا۔ وہ خاندان اور دوست احباب کی رنگ برنگی باتیں سن رہے تھے اور ڈسٹرب ہو رہے تھے۔ ان کو تنہا دیکھ کر سب یہی کہہ رہے تھے۔

"ساری زندگی میں یہ پہلی دعوت ولیمہ دیکھی ہے۔ جہاں دولہا بغیر دلہن کے تنہا بیٹھا ہے۔ بھئی کوئی اگر ایسی ویسی بات تھی تو آپ لوگ تھوڑا لیٹ ولیمہ کر لیتے۔" اب بھلا بلال اس بات کی کیا وضاحت کرتے کہ دلہن خود نہیں آئی یا اس کو لایا ہی نہیں گیا۔ وہ خود جواب دینے کی بجائے ماں کی جانب دیکھتے۔ بلال کو تو کمال بھائی کے رویے پر بھی حیرت تھی۔ وہ جو سعودیہ میں فون پر بلال کو واں کی ناساز طبیعت کی اطلاع دیتے ہوئے بڑی محبت سے کہہ رہے تھے۔ بلال محض تمہاری خوشی کے لیے ہم نے نہ چاہتے بھی تمہیں روبی کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اگر روبی شادی کرنے کے لیے راضی نہیں ہوئی اور پھر اسی حالت میں مرگئی تو اس میں ہمارا یا ماں کا کیا دوش ہے اور اب یہ پتا چلنے کے بعد کہ وہ روبی کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد ہی پاکستان آئے ہیں۔ انہوں نے منہ سے کچھ کہنے کی بجائے بلال سے بات کرنی ہی چھوڑ دی تھی۔ اس کے بعد جو رخ حالات نے اختیار کیا تھا۔ بلال نے خود بھی ان کو مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جیسے ہی کھانا شروع ہوا وہ جلدی سے اوپر نور کے پاس جانے کے خیال سے اٹھے اور بیگم اخلاق جو شروع سے آخر تک ان کے قریب ہی رہی تھیں ان کو گھورتے ہوئے کہا۔

"کہاں چلے۔ ادھر آؤ اور کھانا کھاؤ یا اب کھانا بھی نہیں کھاؤ گے۔"

"کیوں نہیں کھاؤں گا۔ مگر یہاں نہیں اوپر نور کے ساتھ کھاؤں گا۔ آپ ہمارا کھانا اوپر بھیج دیجئے۔" انہوں نے کہا۔ پھر ماں کے گھورنے کی پروا کیے بغیر اوپر چلے آئے۔ ڈور کھول کر روم میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے نور کو دیکھا۔ وہ ابھی تک بستر میں ہی لیٹی ہوئی تھی اور اماں اس کے قریب بیٹھی اس کے کھلے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔ سارے صدمے کے ان کا دل کٹ کر رہ گیا۔ ایک ہی دن میں نور کی رنگت زرد پڑ گئی تھی۔ وہ یکدم ہی برسوں کی بیمار نظر آنے لگی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر بلال کے اندر نجانے کیا کیا ہونے لگا۔ ان کا دل چاہا وہ نور کے قریب بیٹھ کر اس کو اپنی بانہوں میں لے کر سینے سے لگا کر بہلا لیں مگر وہ ایسا نہ کر سکے کہ وہ رات کا کہہ چکی تھیں۔ "میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔" تاہم وہ بیڈ کے قریب آئے اور تشویش بھری نظروں سے روبی کو دیکھتے ہوئے اماں سے پوچھا۔

"امی جان نور کو کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے نہ نور کی۔"

"پتا نہیں بیٹا!" یہ کہتے ہوئے اماں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ انہوں نے بلال کو دیکھتے ہوئے مزید کہا۔

"یہ ایسی تو نہیں تھی بلال! جب تم کو اللہ کے گھر ملی تھی۔ تب بھی ایسی نہ تھی جب تمہارے ساتھ پاکستان آئی تھی۔ یہ ایک ہی دن رات میں کیا کر دیا ہے تم لوگوں نے میری نور کو؟ میں کہتی ہوں ولیمہ تو ہوتا ہی دلہن کے لیے ہے۔ پھر تمہاری والدہ نے یہ۔"

"امی جان! یہ سب باتیں آپ ان سے کیوں کہہ رہی ہیں۔ سب کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے تو ہوا ہے۔ بس آپ ان سے کہیے یہ فوراً میرے روم سے چلے جائیں۔" روبی نے ہزیانی میں چیخ کر کہا۔

"نور! یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔" اماں نے قدرے حیران ہو کر روبی کو دیکھا۔

"میں درست کہہ رہی ہوں امی جان! ان سے کہیے یہ یہاں سے چلے جائیں میں ایک منٹ کے لیے بھی ان کی شکل دیکھنا نہیں چاہتی۔"

"بری بات نور بیٹی! اب یہ تمہارے مجازی خدا ہیں۔" اماں نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"اچھا مجھے نہیں معلوم تھا۔" روبی نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ پھر یکدم چیخی۔ "امی! یہ کچھ بھی بن جائیں مگر میرے روم میں نہیں رہ سکتے۔ ان سے کہیے یہ فوراً میری نظروں سے دور

ہو جائیں ورنہ پتا نہیں میں کیا غلط سلط کر بیٹھوں۔" یہ سن کر اماں کو غصہ آ گیا۔ وہ روبی کو ڈانٹنا چاہتی تھیں مگر بلال کے اشارے نے انہیں روک دیا۔ پھر روبی سے مخاطب ہوئے۔
"نورا! مجھے افسوس ہے یہ سب ہوا مگر میرا یقین کرو اب کوئی تمہیں......"
"میں کوئی وضاحت نہیں چاہتی۔ میں کچھ بھی سننا نہیں چاہتی۔" وہ بلال کی بات کاٹ کر چلائی اور بلال سمجھدار تھے۔ اس کی کیفیت کو سمجھتے ہوئے اس کو مزید پریشانی سے بچانے کے لیے جلدی سے روم سے باہر چلے آئے۔ ان کے جانے کے بعد نور نے اماں کو دیکھا، پھر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
"امی جان! آج سے آپ یہاں میرے ساتھ سویا کریں گی۔"
"کیسی غلط بات کر رہی ہے۔" اماں نے خفا ہو کر اس کو دیکھا پھر عشاء کی نماز کا بہانہ بنا کر فوراً ہی اٹھ کر اپنے روم میں چلی گئیں۔
ان کے جانے کے بعد کچھ دیر روبی سوچتی رہی پھر دروازہ بند کرنے اٹھی۔ مگر بلال کو روم میں داخل ہوتے دیکھ کر پھر بستر پر بیٹھ گئی۔ بلال رکے بغیر سیدھے ڈریسنگ روم میں گئے۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد باہر آئے۔ پھر روبی کے قریب صرف چند سیکنڈ رک کر شب بخیر کہا اور روم سے باہر چلے آئے۔ ان کے باہر جاتے ہی روبی نے جلدی سے اٹھ کر دروازہ بند کیا۔ پھر واپس بستر میں آئی اور تکیے پر سر رکھ کر رونے لگی کہ عورت رونے کے سوا کر ہی کیا سکتی ہے۔
کل رات سے وہ اپنی قوتِ برداشت سے زیادہ ضبط کر رہی تھی۔ کیونکہ وہ بلال کے سامنے رو کر نہ تو اس کو پریشان کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی خود کو کمزور ثابت کرنا چاہتی تھی۔ مگر اس وقت کوئی بھی اس کے پاس نہ تھا۔ یعنی کوئی موجود نہیں تھا۔ اس لیے وہ اس کرب ناک تنہائی میں خوب جی بھر کر رونا چاہتی تھی۔ آج اس کو اپنے خدا سے بھی شکوہ تھا اور اپنی تقدیر سے بھی اور اپنے پیدا کرنے والے والدین سے بھی اور بھائی بہنوں سے بھی۔ کیا وہ اتنی ہی بری تھی۔ بجائے اس کے کہ وہ اس کی کمی محسوس کرتے۔ اپنی غلطی محسوس کرتے۔ وہ آج بھی سب اس سے شدید نفرت کرتے تھے۔ حالانکہ وہ بے گناہ تھی اور جو گناہگار تھی وہ آج بھی عزت دار بنی پھر رہی تھی۔
اب وہ اپنی اس توہین پر روتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ اے کاش! وہ سعودیہ جانے کی بجائے امریکہ جانے کی تیاری کرتی اور پھر طیارے کے حادثے میں مر کر اس کی جان ہر عذاب سے چھوٹ جاتی۔ مگر نہیں اس کی قسمت میں اگر عزت کی زندگی نہیں تو عزت کی موت کیسے ہو سکتی ہے۔ وہ دنیا میں یونہی ذلیل اور رسوا ہونے کے لیے آئی تھی۔ اور بلال وہ غصے سے اس کے بارے میں سوچنے لگی۔ وہ جب بھی اس کے ساتھ نیکی کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ مزید ذلیل ورسوا ہوتی ہے۔ قصور جانے بلال کا تھا یا اس کی اپنی قسمت کا مگر کچھ سمجھ نہ آتی۔ سوائے اس کے کہ وہ پہلی بار ملا تو گھر چھوٹ گیا۔
دوسری بار ملا تو ملک چھوڑنا پڑا اور اب اس کو لگ رہا تھا۔ دنیا چھوڑنے کا ٹائم آ گیا تھا۔ وہ یہی سب سوچتی رہی اور روتی رہی۔ رات دھیرے دھیرے گزرتی رہی۔ بلال کہاں تھے یا کہاں سوئے تھے؟ اس بات کی اب اس کو پروا نہ تھی۔ حالانکہ اچھی طرح جانتی تھی بلال نہ صرف بے قصور ہے بلکہ اس کو چاہتا بھی اپنے آپ سے بڑھ کر ہے۔ مگر وہ کیا کرتی سب لوگوں کا خراب رویہ دیکھ دیکھ کر ایک بار پھر اس کے اندر وہی آگ روشن ہو گئی تھی جس کے روشن ہونے پر وہ گھر سے بھاگی تھی۔ ایک بار پھر وہ انہی سے انتقام بھی لینا چاہتی تھی۔ خود کو بھی اذیت دینا چاہتی تھی۔ چار دن عزت کی زندگی جو وہ اللہ کے گھر گزار آئی تھی۔ وہ ایک خواب ہی لگ رہی تھی۔ اور روبی اس خواب کو بھول جانا چاہتی تھی۔
اوپر کی منزل پر بس دو ہی بیڈ روم تھے یا پھر ان کے ساتھ ایک خاصا بڑا اسٹور بھی تھا۔ بلال کے فون پر یہ کہنے کے بعد کہ لڑکی کی والدہ بھی اس کے ساتھ آ رہی ہے ایک بیڈ روم اماں، دوسرا بلال اور اس کی دلہن کے لیے صاف کرنے کے بعد سیٹ کیا گیا تھا مگر یہاں تو ساری بات ہی بگڑ کر رہ گئی تھی۔ اماں تو یہ سوچ کر کمرے میں چلی آئی تھی کہ ہو سکتا ہے ان کی ڈانٹ ڈپٹ کے بعد روبی بلال کو اپنے ساتھ روم میں سونے کی اجازت دے دے۔ جب دو ہی انسان ایک روم، ایک ہی بستر پر ہوں گے تو ناراضگی خود بخود ہی ختم ہو جاتی ہے۔ مرد عورت کو منانے، بہلانے کا ہنر جانتا ہے اور بلال تو ویسے بھی روبی سے بے حد محبت کرتا تھا۔ وہ کسی نہ کسی طرح روبی کو بہلا پھسلا کر منا لیتا۔ مگر اس کو روم میں رہنے یا بستر میں روبی کے قریب بیٹھنے یا لیٹنے کی اجازت ملتی تو تب نا۔
مگر یہ اماں نہیں جانتی تھی کہ روبی نے ایک پھر خود کو پتھر کا بنا لیا تھا۔ بالکل ویسے ہی جیسے گھر سے بھاگتے وقت خود کو بنایا تھا۔ ایک بار پھر وہ ہر احساس، ہر رشتے، ہر جذبے سے عاری ہو گئی تھی۔ یہی وجہ ہے بلال کو یہ رات اپنے روم سے باہر کہیں بھی گزارنی تھی کہ نیچے آج بھی ایبٹ آباد سے آئے ہوئے کافی زیادہ مہمان موجود تھے۔ بہت سوچنے کے بعد بلال نے یہی بہتر جانا کہ نیچے جا کر سونے سے اچھا ہے۔ وہ اوپر اسٹور میں ہی سو جائیں۔ حالانکہ نیند تو ان کو اپنے روم میں بھی نہیں آتی تھی مگر بہر حال رات تو کہیں نہ کہیں بسر کرنی ہی تھی۔ سو

وہ سٹور میں چلے آئے۔سٹور میں لیٹنے کو جگہ تو کافی تھی مگر نا بستر تھا نہ ہی کمبل۔انہوں نے ادھر ادھر دیکھا تو پیٹی پر ایک گدا بچھا پرانا پڑا تھا۔انہوں نے اس کو پکڑ کر زمین پر بچھایا پھر لیٹ گئے۔تکیہ بھی نہیں تھا مگر مجبوری تھی۔سو وہ یونہی لیٹ گئے کہ بہر حال آج کی رات تو جیسے تیسے گزارنی ہی تھی۔

عجیب سی تھکن محسوس ہو رہی تھی۔دو دن سے وہ ایک منٹ بھی نیند نہ لے سکے تھے۔ایک تو گھر والوں کی باتیں اور روبی کے ساتھ اختیار کیا گیا توہین آمیز رویہ اور اس پر نور کا یکدم بدل جانا۔وہ گھر والوں کے غلط رویے کا بدلہ ان سے لے رہی تھی۔وہ ان سے کھل کر اپنی نفرت کا اظہار کر رہی تھی اور وہ محض نور کے سکون کے لیے خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے اور اب وہ روبی اور گھر والوں کے مسئلے کا حل سوچتے ہوئے نجانے کب سو ہی گئے تھے۔اماں صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہو کر کمرے سے باہر آئیں تو نور کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔انہوں نے سوچا کیا آج بلال نماز کے لیے نہیں اٹھا۔پہلے سوچا دروازے پر دستک دے کر خود اٹھا دے۔پھر سوچا یہ مناسب نہیں۔ہو سکتا ہے لیٹ سویا ہو اور اب آنکھ نہ کھلی ہو۔یہی سوچ کر اپنے روم میں واپس چلی گئی تھیں۔

ادھر بیگم اخلاق بھی نماز پڑھنے کے بعد یہی سوچ کر اوپر آئی تھیں کہ خدا خیر کرے آج بلال نماز پڑھنے کیوں نہیں گئے۔جبکہ وہ تو کل شادی والے روز بھی نماز پڑھنے مسجد گئے تھے۔پرسوں سے جب سے آئے ہیں پریشان بھی تو بہت ہیں۔انہوں نے بلال کے دروازے پر دستک دی۔ایک بار، دو بار، تین بار کہیں پھر پانچویں دستک پر روبی نے اٹھ کر دروازہ کھولا تھا۔حالانکہ وہ نماز پڑھنے کے بعد جاگ رہی تھی۔اب دروازہ کھول کر ایک جانب ہٹنے کی بجائے دروازے کے دونوں پٹ پکڑ کر صلیب کا نشان بن کر ان کے سامنے کھڑی ہو گئی گویا بے لفظی زبان میں پوچھ رہی ہو۔

"کیا کام ہے کیوں آئی ہو یہاں۔" یہ دیکھ کر بیگم اخلاق نے اس کو گھور کر دیکھا اور سخت لہجے میں کہا۔

"بدتمیز لڑکی! تم نے سنا نہیں؟ پیچھے ہٹو۔مجھے بلال سے بات کرنی ہے۔" یہ دیکھ کر روبی کچھ دیر ان کو بھی گھور کر دیکھتی رہی۔پھر دروازہ چھوڑ کر الگ ہٹ گئی تو بیگم اخلاق جلدی سے اندر آئیں مگر بلال وہاں موجود نہیں تھے۔

"بلال کہاں ہے؟" انہوں نے رعب سے پوچھا۔

روبی نے منہ سے کچھ کہنے کی بجائے شانوں کو جنبش دی تھی۔گویا کہہ رہی ہو مجھے نہیں معلوم اور یہ تھی بھی حقیقت۔وہ نہیں جانتی تھی۔بلال رات کہاں سوئے ہیں۔روبی کا یہ انداز دیکھ کر بیگم اخلاق آگ بگولا ہو کر بولیں۔

"یہ گھر ہے سٹوڈیو نہیں۔پرفارم کرنے کی بجائے مجھے سیدھی طرح یہ بتاؤ وہ کہاں ہے۔رات سونے کے لیے تو وہ اوپر ہی آیا تھا۔اب کہاں چلا گیا ہے۔بولو، جواب دو۔"

روبی نے ٹھنڈی آہ بھر کر ان کو دیکھا، پھر مسکرا کر کہا۔

"سٹوڈیو میں بہت پرفارم کیا اب گھر کے اندر کرنے کو دل چاہتا ہے۔کیونکہ بلال کہتے ہیں وہ اب مجھے فلموں میں کام کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔دوسری بات کا جواب یہ ہے محترمہ ساس صاحبہ! اوپر فقط دو ہی روم تو بنائے ہیں آپ نے۔ایک میری والدہ محترمہ کے پاس ہے اور دوسرا میرے پاس۔اگر کوئی تیسرا روم موجود ہے تو اس میں ان کو دیکھ لیجئے۔"

یہ دیکھ سن کر بیگم اخلاق کا خون کھول کر رہ گیا۔

"تمہاری یہ جرأت۔" وہ دانت پیس کر بولیں۔"تمہاری ماں شمشاد ہے۔یہ بنی بنائی ماں کہاں سے مل گئی تمہیں۔"

"وہاں سے جہاں سے شوہر ملا تھا۔بس دیکھ لیجئے۔" یہ کہتے ہوئے روبی کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔اس نے دل میں سوچا یہ ہمت آپ نے دی ہے اور یہ تو کچھ بھی نہیں اب آگے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔بیگم اخلاق اس کو بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر پہلی فکر بیٹے کی تھی۔وہ روم سے نکل کر سیدھی سٹور کی جانب آئیں، دروازہ بند تھا۔مگر ذرا سا دباؤ ڈالا تو وہ کھل گیا۔بیگم اخلاق جلدی سے اندر داخل ہوئیں تو ایک جانب دیوار کے ساتھ فرش پر پرانا گدا بچھائے بلال سو رہے تھے۔نا کمبل نہ تکیہ۔اس کے باوجود وہ سو رہے تھے۔اس بات پر بیگم اخلاق کو حیرت تھی۔انہوں نے آہستہ سے پکارا، زور سے پکارا مگر بلال یونہی بے خبر، بے سدھ پڑے رہے۔آخر ماں تھی، تڑپ کر آگے بڑھی۔جھک کر چھو کر دیکھا تو وہ شدید بخار میں تپ رہے تھے۔

ان کے دل کو کچھ ہو گیا۔اتنی سخت سردی اور نا کافی کپڑے۔وہ جلدی سے باہر آئیں۔پھر کمال اور گل کو آواز دے کر اوپر آنے کا کہتے ہوئے خود واپس بلال کے پاس آئیں اور قریب

بیٹھ کر ان کو جھنجوڑنے لگیں۔ ان کے اس طرح جھنجوڑنے پر بلال نے بمشکل آنکھیں کھولتے ہوئے ان کو دیکھا پھر فوراً ہی اذیت محسوس کرتے ہوئے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اتنے میں کمال اور گل بھی آ گئے۔ پہلے حیران ہو کر بلال کو دیکھا پھر ماں کو اور بیگم اخلاق نے آنکھوں میں آئے ہوئے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"اب کھڑے دیکھتے کیا ہو۔ اٹھا کر اس کے روم میں لے چلو میرے بیٹے کو۔"

"لیکن امی جان! یہ یہاں کیوں سویا ہے؟" کمال کو اسے سٹور میں دیکھ کر حیرانی ہو رہی تھی۔

"مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ مجھے کیا معلوم؟ جلدی سے اٹھاؤ اور گل! تم جلدی سے نیچے جا کر اپنے ڈاکٹر کو فون کر کے بلاؤ۔ کمال جلدی سے اٹھاؤ تم بھی؟" پھر وہ دونوں ماں بیٹا بلال کو اٹھا کر اس کے روم میں لائے اور سجی سجائی عروسی سیج پر لٹا دیا۔

ادھر ڈریسنگ روم سے باہر آتی روبی نے حیرت سے یہ منظر دیکھا۔ دل دھک سے رہ گیا اور اس نے سوچا یا ان کو کیا ہوا ہے۔

کمال نے ماں کی مدد سے بلال کو بستر پر لٹانے کے بعد روبی کو دیکھا۔ دل چاہا پوچھیں یہ سٹور میں کیوں سویا اپنا بیڈ روم ہونے کے باوجود۔ مگر روبی ان کو اپنی جانب دیکھتے پا کر فوراً ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو کر جان بوجھ کر برش پکڑ کر بال سنوارنے لگی۔ بیگم اخلاق یہ سب دیکھنے کے باوجود چپ تھیں۔ بلال کی ناساز طبیعت کی وجہ سے مگر گل جب ڈاکٹر کو فون کر کے اوپر آئی اور یوں روبی کو بال بناتے دیکھا تو نفرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"شوہر بیمار پڑا ہے اور تمہیں ہار سنگھار کی پڑی ہے۔ کس کو دکھانا ہے بن سنور کر۔"

"خود اپنے آپ کو۔" روبی نے اس کو چڑانے کو کہا۔

"بلال رات سٹور میں کیوں سوئے؟" گل نے غصے سے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ مجھے ان کا اپنے روم میں سونا پسند نہیں تھا۔" روبی نے ناگواری سے کہا۔

"تم...... تم کون ہوتی ہو پسند نہ پسند کرنے والی۔ یہ گھر تم اپنے جہیز میں لے کر نہیں آئی ہو۔ یہ بلال کا گھر ہے۔ اپنی اوقات میں رہو ورنہ......" مارے غصے کے گل دانت پیسنے لگی۔ بس نہیں چل رہا تھا ورنہ روبی کو مار دیتی۔ روبی اب کہاں ڈرنے والی تھی۔ اس نے فوراً ہی ہاتھ اٹھا کر گل کو ڈانٹنے والے انداز میں کہا۔

"تم بھی اپنی اوقات میں رہو۔ تم اگر اس خاندان کی بڑی بہو ہو تو میں چھوٹی بہو ہوں۔ آئندہ مجھ سے بات کرو تو ذرا سوچ سمجھ کر کرنا۔ یہ گھر میں جہیز میں نہیں لائی تو کیا تم لائی ہو۔" روبی نے غرا کر کہا۔ بات بڑھتی دیکھ کر بیگم اخلاق نے انٹرفیئر کرتے ہوئے کہا۔

"دفع کرو گل! اس کو تم۔ کیوں خواہ مخواہ اس آوارہ کے منہ لگ رہی ہو۔ بلال کی طبیعت ذرا سنبھل لینے دو پھر دیکھنا کیا حال کر کے میں اس کو اپنے گھر سے نکالتی ہوں۔" اتنے میں ملازمہ کے ساتھ ڈاکٹر روم میں داخل ہوا اور سب لوگ ہی چپ ہو گئے۔ مگر اندر ہی اندر سب ہی کھول رہے تھے۔ خاص کر روبی نے جس طرح گل کے ساتھ زبان چلائی تھی کمال کا خون کھول کر رہ گیا تھا۔ مگر بلال کی وجہ سے ضبط کر گئے تھے۔

ڈاکٹر نے خوب اچھی طرح بلال کا معائنہ کرنے کے بعد اس کو انجکشن دیا پھر بتایا۔

"ویسے تو یہ سخت ڈپریشن کا شکار تھے۔ اس پر غضب یہ کہ سردی بھی اپنا کام دکھا گئی ہے۔" بات ختم کر کے انہوں نے اچھی طرح سجا سجایا یہ دولہا دلہن کا روم دیکھا۔ پھر بیگم اخلاق سے سرگوشی نما آواز میں پوچھا؟

"کیا یہ شادی بلال کی مرضی کے خلاف ہوئی ہے؟"

"بالکل بھی نہیں لڑکی بلال اپنے ساتھ ہی سعودیہ سے لے کر آیا تھا۔ مطلب یہ کہ یہ بلال کی لو میرج ہے۔" انہوں نے نفرت بھری نگاہوں سے لاپرواہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی روبی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ جو ابھی تک بالوں میں برش کر رہی تھی محض ان کو تارچر کرنے کو۔

"اگر یہ لو میرج ہے تو پھر یہ ڈپریشن اور ایسی حالت کیوں؟ اس کی وائف کو بلائیں۔" ڈاکٹر کی بات سن کر بیگم اخلاق تو چپ رہی مگر کمال نے اس کو اشارے سے ڈاکٹر کے پاس آنے کا کہا۔ روبی بالوں میں برش تو یونہی کر رہی تھی۔ کان ان کی باتوں کی جانب لگا رکھے تھے۔ اس لیے کمال کے کہنے پر چپ چاپ ڈاکٹر کے قریب آئی تو انہوں نے روبی کو بلال

کو قریب بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔
"مسز بلال! رات آپ کے ہسبنڈ کب سوئے تھے؟"
"جی۔" روبی ڈاکٹر کی بات سن کر گھبرا گئی کہ ڈاکٹر سے کہے تو کیا پلٹ کر جلدی سے بلال کو دیکھا مگر وہ تو اب بھی بے ہوش پڑے تھے۔ ان کو اپنے آس پاس کی کچھ خبر نہ تھی اور روبی سوچ رہی تھی۔ ڈاکٹر کی بات کا کیا جواب دے۔
"آپ نے جواب نہیں دیا مسز بلال!" ڈاکٹر نے پھر پوچھا تو روبی نے سوچا رات 12 بجے تو وہ اس کے روم میں ڈریس چینج کرنے آئے تھے اور ظاہر ہے سوتے سوتے ایک دو بج گئے ہوں گے اور یہی بات اس نے ڈاکٹر سے بھی کہہ دی۔
"اچھا اب آپ یہ بتائیں وہ پریشان کیوں تھے؟" ڈاکٹر نے دوسرا سوال کر دیا۔
روبی نے بیگم اخلاق کی جانب دیکھ کر سوچا ڈاکٹر کو ساری بات صاف صاف بتا دے مگر نجانے کیوں وہ ایسا نہ کر سکی مگر پھر بھی اتنا ضرور کہا۔
"مجھے نہیں معلوم کہ وہ پریشان بھی تھے۔ بہتر ہوگا یہ بات آپ ان کی والدہ سے پوچھیں یقیناً وہ مجھ سے زیادہ ان کی پریشانی کی وجہ جانتی ہوں گی۔"
"ہوں۔" کہہ کر ڈاکٹر نے بیگم اخلاق کو دیکھا، پھر ان سے کچھ پوچھنا ہی چاہتے تھے کہ بلال پر نظر پڑ گئی۔ وہ ہوش میں آ گئے تھے اور قدرے حیران ہو کر کبھی خود کو اور کبھی روم میں موجود لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔ نور جوان کے بالکل ساتھ لگ کر بیٹھی تھی اس کا یوں اپنے قریب بیٹھنا ان کو گہرا سکون دے رہا تھا۔ وہ یہ بھی سوچ رہے تھے وہ سٹور سے یہاں کیسے آ گئے۔ پھر ڈاکٹر کو دیکھ کر وہ ساری بات سمجھ گئے۔ تین دن سے وہ جس ذہنی دباؤ کا شکار تھے اس نے اپنا اثر تو دکھانا ہی تھا۔ گھر والوں کی وہ اتنی پروا نہ کرتے مگر یہاں تو وہ ہستی بھی ان سے منہ موڑ گئی تھی جس کے لیے انہوں نے بھی پوری دنیا سے ٹکر لی تھی۔ اگر نور ان کا ساتھ دیتی تو وہ خوشی خوشی سب کچھ برداشت کر لیتے۔ مگر یہاں تو گھر والوں سے بڑھ کر نور نے ان سے اظہار نفرت کیا تھا۔ وہ تو پھر بھی چپ چاپ یہ سب زیادتیاں سہنا چاہتے تھے۔ مگر آخر انسان تھے۔ حالات نے بیمار کر ڈالا۔
"اف آہ!" ان کے منہ سے کراہ نکل گئی۔ "ڈاکٹر جو بغور ان کو دیکھ رہے تھے۔ پوچھنے لگے۔" کیوں بھئی صاحبزادے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے۔"
"کیوں کیا ہوا میری حالت کو؟" انہوں نے ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں پوچھا۔
ڈاکٹر نے اس کے پریشان چہرے کو دیکھا اور سوچا کیا نئے شادی شدہ مرد کی حالت ایسی ہوتی ہے۔ چہرہ ایسا بجھا بجھا سا ہوتا ہے۔ انہوں نے سب کو روم سے باہر جانے کا اشارہ کیا اور جب نور بھی ان کے ساتھ اٹھ کر باہر جانے لگی تو ڈاکٹر نے اس کو روک لیا۔ وہ سب چلے گئے تو ڈاکٹر نے مدھم لہجے میں بلال سے دریافت کیا۔
"تم شدید ڈپریشن کا شکار ہو کیوں جبکہ یہ تمہاری لو میرج ہے۔ وجہ بتانا پسند کرو گے صاحبزادے مجھے۔"
"ایسی کوئی بات نہیں۔ مجھے کوئی ڈپریشن نہیں۔ میری یہ حالت صرف تھکن کا نتیجہ ہے اور بس۔" اتنا کہہ کر انہوں نے آنکھیں بند کر لیں جیسے اب بات کرنی نہ چاہتے ہوں۔ یہ محسوس کر کے ڈاکٹر نور کو ضروری ہدایات دے کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد روبی بلال کو دیکھنے لگی۔ وہ جب سعودیہ سے چلے تھے تو کس قدر خوش تھے۔ ان کے چہرے پر تب قوس قزح کے ساتوں رنگ تھے۔ مگر اس وقت اس کے سامنے لیٹے یہ بلال کتنے پژمردہ لگ رہے تھے۔ وہ ان کو دیکھ رہی تھی کہ تبھی لوگ ایک بار پھر روم میں داخل ہوئے تو روبی ان کو وہیں چھوڑ کر خود اماں کے روم میں چلی آئی۔ اس کو دیکھتے ہی اماں نے بلال کا پوچھا کہ ڈاکٹر اور ان کے خاندان والوں کو آتے انہوں نے بھی دیکھا تھا۔ خراب حالات کی وجہ سے اور ان سب کی وجہ سے بلال کو دیکھنے نہیں گئی تھیں۔ پتا نہیں وہ ان کا آنا پسند کریں یا نہ کریں کہ اب یہ بات بھی تو کھل چکی تھی کہ وہ روبی کی والدہ نہیں تھیں۔ جو لوگ اپنی ہی بہو کو قبول نہ کر پا رہے تھے ان سے نجانے کیسی بات کرتے۔
"وہ ابھی زندہ ہیں۔" روبی نے سفاکی سے کہا اور ان کے بستر پر لیٹ گئی تھی۔
"نور تم اچھی طرح جانتی ہو بلال ایسا ویسا نہیں۔ پھر تم کیوں اس کے ساتھ ایسا برا سلوک کر رہی ہو۔ جاؤ بیٹا اس حالت میں اس کو تنہا مت چھوڑو۔ اپنے روم میں جاؤ۔" انہوں نے پیار بھری خفگی سے کہا۔
"امی جان! اس وقت وہاں ان کے بھی گھر والے موجود ہیں۔ اس لیے میں نہیں جاؤں گی۔" روبی نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا۔

"پھر کیا ہوا جو اس کے گھر والے موجود ہیں۔بلال کو سب سے زیادہ اس وقت تمہاری ضرورت ہے۔" یہ سن کر روبی منہ بناتی ہوئی اپنے روم میں واپس آئی تو بلال ابھی بھی آنکھیں بند کیے پڑے تھے۔شاید ان کو نیند کی دوا دی گئی تھی۔روبی کو دیکھتے ہی بیگم اخلاق نے کمال اور گل سے کہا۔

"تم دونوں اب نیچے جاؤ اور یاد رکھنا نیچے جو مہمان موجود ہیں ان کو بلال کی ناساز طبیعت کا پتا نہ چلے۔ورنہ وہ کہیں گے پہلے دلہن بیمار تھی اب دولہا بھی ہو گیا۔وجہ کیا ہے۔"

"جی بہتر امی جان!" ان دونوں نے سعادت مندی سے کہا اور نیچے چلے گئے۔ان دونوں کے جاتے ہی انہوں نے روبی کو دیکھا اور کہا۔"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا۔اب بہتر یہ ہوگا کہ بلال کے ہوش میں آنے سے پہلے ہی تم یہاں سے چلی جاؤ ورنہ تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔"

"بلال کی اس حالت کی میں نہیں آپ خود ذمہ دار ہیں اور بہتر اب یہ ہوگا کہ آپ خود بھی اس روم سے تشریف لے جائیں ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔کیونکہ میں اب آرام کرنا چاہتی ہوں۔" روبی نے ذرا سا بھی لحاظ کیے بغیر کہہ دیا۔

"بدتمیز لڑکی! مجھے کیا گل سمجھ کر یہ بکواس کرتی ہو۔" بیگم اخلاق نے ایک زوردار چانٹا اس کے منہ پر مارتے ہوئے کہا۔

روبی نے گھور کر ان کو دیکھا جوابا کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ بلال یکدم اٹھ بیٹھے، نجانے کیسے۔

"امی! اگر آپ کو مجھ سے محبت ہے۔اگر آپ مجھے زندہ دیکھنا چاہتی ہیں تو پلیز پھر نور کو مزید کچھ نہ کہیے گا۔" وہ نقاہت بھرے لہجے میں بولے۔

"کیوں نہ کہوں، یہ چڑیل اپنے خاندان کی عزت برباد کرنے کے بعد ہمارے گھر کی خوشیوں کو بھی کھا گئی اور تم کہتے ہو اس کو کچھ......"

ان کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی بلال تکیے پر گر گئے تھے نجانے اٹھے بھی کیسے تھے۔روبی تو اپنی جگہ ہی کھڑی رہی تھی مگر بیگم اخلاق ماں تھی۔تڑپ کر آگے بڑھی، چھو کر دیکھا، پکارا بھی مگر وہ پھر بے ہوش ہو چکے تھے۔لیکن اب کہ یہ بے ہوشی ٹیبلٹ کی وجہ سے تھی۔بیگم اخلاق غصے سے کچھ دیر روبی کو کھڑی گھورتی رہیں، پھر مہمانوں کا خیال کر کے نیچے چلی گئیں۔ان کے جاتے ہی روبی بلال کے قریب آئی۔کتنی دیر کھڑی ان کو دیکھتی رہی۔پھر وہیں ان کے قریب کرسی ڈال کر بیٹھ گئی تھی۔چند منٹ بعد اماں بھی چلی آئیں۔پہلے بلال کو دیکھا پھر روبی کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نور بیٹی! حالت دیکھی ہے تم نے اس دو تین دن کے دولہا کی یہ سب تمہاری بے رخی کا نتیجہ ہے۔تمہیں سب کچھ بھول کر صرف یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔"

"جی نہیں، میں بالکل بھی ذمہ دار نہیں۔یہ اپنی حالت کے خود ذمہ دار ہیں۔ان کا خاندان تھا۔ان کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ بات کھلنے پر وہ لوگ کیا کیا کر سکتے ہیں یا پھر ان کو بتا دیتے کہ میں روبی سے ہی شادی کر رہا ہوں۔اب جو کچھ یہاں آ کر میرے ساتھ ہوا ہے وہ بھولنے والا تو نہیں۔بھگتیں اب خود بھی۔" روبی نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا تو اماں ایک بار پھر اس کو سمجھانے لگیں۔شوہر کے حقوق بتانے لگیں۔اب روبی کچھ کہنے کی بجائے خاموشی سے سنتی رہی تھی۔جواب میں نا ہوں کیا تھا ناہاں اور پھر اماں اپنے روم میں چلی گئی تھی کہ کمال اوپر بلال کو دیکھنے آئے تھے۔

بلال کا بخار کم ہونے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا تھا۔نرس کے فرائض اب کمال نے خود سنبھال لیے تھے۔وہ بار بار بلال کا ٹمپریچر چیک کرتے۔میڈیسن کھلاتے، برف کے پانی میں پٹیاں بھگو بھگو کر ان کی پیشانی پر رکھتے۔باقی لوگ بھی کبھی آتے۔کبھی جاتے کہ نیچے ابھی مہمان رخصت ہو رہے تھے۔دن یونہی گزر گیا اور بلال کی حالت بھی کچھ بہتر ہو گئی تھی۔وہ ہوش میں آئے تو کمال نے ان کو جوس پلانے کے بعد پھر نیند کی دوا دے دی تھی۔سارا دن بلال کی حالت کے پیش نظر کسی کو بھی کھانے پینے کا ہوش نا رہا تھا۔وہ سب بلال کے پاس ہی آتے جاتے رہے تھے اور روبی خواہ مخواہ گھور گھور کر ان سب کو دیکھتی رہی تھی۔

تاہم رات کے کھانے کے لیے وہ لوگ جیسے ہی نیچے گئے روبی نے جلدی سے اٹھ کر ناصرف دروازہ بند کر دیا بلکہ لاک بھی لگا دیا۔سارا دن ان سب کی وجہ سے وہ بے آرام رہی تھی۔ایک منٹ بھی آرام نا کر سکی تھی۔اگر اماں کے روم میں آرام کی نیت سے جاتی تو وہ بھی کمرے سے نکال دیتی کہ شوہر بستر پر بیمار پڑا ہے اور تمہیں آرام کرنے کی سوجھ رہی ہے۔جاؤ اور اس کے پاس جا کر بیٹھو۔اس وقت وہ تھکن سے چور تھی۔اب وہ صرف اور صرف سونا چاہتی تھی۔اس لیے بلال کے قریب آئی۔وہ نیند کی دوا زیر اثر سو رہے تھے۔مگر چہرے سے اندر کی حالت عیاں ہو رہی تھی۔ڈاکٹر نے کہا تھا۔

"اگر آپ اپنے دولہا کی زندگی چاہتی ہیں تو ان کی پریشانی شیئر کرنے کی کوشش کریں ورنہ ہارٹ اٹیک کا خدشہ ہے۔" روبی بے ساختہ جھک کر ان کے دل کی دھڑکن سننے لگی۔پھر

یکدم نجانے کیا ہوا وہ بلال کے ساتھ لپٹ کر رونے لگی۔ وہ اس شخص کو تکلیف دے رہی تھی جو اس کے مرنے کے بعد ہر برس اس کی برسی کا اہتمام کرتا تھا۔ اور وہ اس کی وجہ سے موت کے منہ میں جا رہا تھا۔ وہ روتے روتے کہنے لگی۔

"بلال مجھے تنہا چھوڑ کر نہیں جانا۔ میرا آپ کے سوا کوئی بھی نہیں اور میں اب آپ کے بغیر رہ نہیں سکتی۔" باہر دروازے پر دستک ہونے لگی۔ مگر اس نے سنی ان سنی کر دی۔ پہلے ملازمہ اس کے لیے کھانا لے کر آئی تھی مگر وہ نا اٹھی۔ پھر گھر والے بلال کو دیکھنے آئے۔ بیگم اخلاق نے آواز بھی دی مگر اس نے دروازہ نہ کھولا۔ یونہی بلال کے ساتھ لپٹ کر روتے روتے وہ جانے کب آخر سو گئی تھی۔

رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب بلال ہوش میں آئے۔ کمرے میں نائٹ بلب جل رہا تھا اور کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اس کے ساتھ ایک حیرت ناک بات بھی تھی۔ روبی ایک بازو ان پر رکھے ان سے لپٹ کر بے خبر سو رہی تھی۔ یہ دیکھ کر بلال کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔ نا قابل یقین بات ہی تو تھی۔ وہ بغور اس کو دیکھنے لگے۔ روتے روتے سوئی تھی۔ آنسو کے نشان اب بھی چہرے پر موجود تھے کو کہ وہ ان سے لپٹ کر سو رہی تھی۔ فاصلہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ اتنا قریب دیکھ کر ان کے اندر گہرا سکون اتر رہا تھا۔ یقیناً وہ ان کے لیے پریشان تھی۔ اس لیے ان سے لپٹ کر روتے روتے سو گئی تھی۔ یہ سوچتے ہی وہ مسکرائے، پھر ایک ہاتھ سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگے کہ چلو ان کی بیماری نے یہ ایک بڑا کام تو کیا۔

معاً روبی کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے چہرہ اٹھا کر بلال کو دیکھا۔ پھر ان کا ہاتھ پیچھے کرتی ہوئی ذرا پرے ہوتے ہوئے کروٹ بدل کر اپنا چہرہ دوسری جانب کر لیا۔ یہ دیکھ کر بلال کا سارا جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور سکون بھی جاتا رہا۔ وہ کروٹ بدل کر پھر سو گئی تھی۔ مگر وہ باقی کی رات پھر نا سو سکے تھے۔ باقی کی رات وہ اپنی موجودہ زندگی کے بارے میں ہی سوچتے رہے تھے اور روبی بڑے آرام سے سوتی رہی تھی۔

ایک ہفتہ بعد ان کی طبیعت بہت بہتر ہو گئی تھی۔ صرف جسمانی طور پر ورنہ ذہنی طور پر تو وہ اب بھی بیمار ہی تھے۔ دماغ تفکرات سے بھرا پڑا تھا۔ تاہم جسمانی طور پر صحت مند ہوتے ہی انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ ملازمہ سے کہہ کر سٹور کا ایک حصہ اپنے رہنے کے لیے صاف کروا لیا تھا کہ روبی نے اس ایک ہفتے میں جو انہوں نے بیماری کی حالت میں اس کے روم میں بسر کیا تھا ایک بار بھی ان کو مخاطب کرنے کی زحمت نہ کی تھی۔ طبیعت کا پوچھنا تو دور کی بات تھی گو کہ وہ ان کے ساتھ ہی بستر میں سوتی تھی مگر بالکل بیڈ کی پٹی سے لگ کر۔

ادھر اماں نے جب یہ دیکھا، یعنی بلال کی بیچارگی اور نور کی ضد تو انہوں نے اپنا کمرہ بلال کو دے دیا۔ بلال مان تو نہیں رہے تھے مگر اماں نے دھمکی دی۔ اگر ان کی بات نہ مانی گئی تو وہ یہ گھر چھوڑ کر چلی جائیں گی۔ یوں مجبوراً بلال کو اماں کی بات ماننی پڑی تھی۔ اس کے بعد وہ اماں کے روم میں شفٹ ہو گئے تھے اور اماں خوشی خوشی سٹور میں رہنے لگی تھی۔

اس نئی زندگی کے پہلے روز وہ ابھی صبح کو تیار ہو رہے تھے کہ ملازم ان کو ناشتے کے لیے بلانے آیا کہ بڑی بیگم صاحبہ آپ کو یاد کر رہی ہیں۔

"تم چلو ہم ابھی تھوڑی دیر میں آتے ہیں۔" بلال نے کہا لڑکا چلا گیا تو انہوں نے بال بنائے پھر بال بنانے کے بعد وہ باہر آئے تو اماں نور کے کمرے میں جا رہی تھی۔ بلال نے پہلے ان کو سلام کیا پھر کہا۔

"اماں جی! آپ نور کو لے کر اپنے ساتھ نیچے ناشتے کے لیے آئیں۔ امی جان نے بلایا ہے۔"

"تم چلو بیٹا ہم بھی آتے ہیں۔" اماں نے اس کے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا تو بلال چلے گئے۔ اماں نور کے روم میں آئی۔ وہ روم میں ٹہل رہی تھی۔ اماں کو دیکھتے ہی سلام کیا اور اماں نے محبت سے جواب دیتے ہوئے اس کو پرسکون زندگی کے لیے ڈھیروں دعائیں دینے کے بعد بتایا۔

"نور! جلدی سے تیار ہو جاؤ تمہاری ساس نے ناشتے پر بلایا ہے۔" یہ سن کر نور نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین نہیں آتا کہ بیگم صاحبہ نے ہمیں ناشتے پر بلایا ہوگا۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔"

"تجھے ہر بات پر شک کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ دیکھو بیٹی ساس ماں کی بات کا برا نہیں مناتے۔ ساس کا حق ہوتا ہے بات کرنے کا۔" اماں نے پیار سے سمجھایا تو روبی نہ چاہتے ہوئے بھی اچھا سا سوٹ پہن کر نا صرف تیار ہو گئی۔ بلکہ ہلکا ہلکا میک اپ بھی کر لیا تھا کہ آخر وہ نئی نئی دلہن تھی۔ پھر سر پر اچھی طرح دوپٹہ اوڑھ کر وہ اماں کی سنگت میں نیچے چلی آئی تو ملازم ٹھٹک کر رک گیا۔ نجانے ان دونوں کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں حیرت کیوں ابھر آئی تھی۔ اماں نے اس سے ڈرائنگ روم کا پوچھا تو وہ اشارے سے بتا کر چلا گیا تھا۔ اور روبی دھڑکتے

دل کے ساتھ اماں کو ساتھ لئے ڈرائنگ روم کے دروازے پر آن کھڑی ہوئی تھی۔خود سے اندر جانے کی ہمت نہ ہو رہی تھی۔اس کا جی چاہ رہا تھا کوئی اس کو دیکھ کر اندر آنے کا کہے مگر وہ تو سب ناشتے کی میز پر یوں چپ چاپ سوگوار بیٹھے تھے گویا تازہ تازہ کسی کو دفن کر کے آئے ہوں۔

بلال اخبار پڑھ رہے تھے اور کمال بھائی اخبار کے ساتھ آیا میگزین دیکھ رہے تھے۔گل اپنے دائیں بائیں دونوں بیٹیوں کو بٹھائے ان کی باتیں سن رہی تھی۔

بیگم اخلاق کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔پاس ہی پوتی بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ملازمہ میز پر ناشتہ چن رہی تھی۔بلال چونکہ اوپر ناشتے پر آنے کا کہہ کر آئے تھے اس لیے اخبار پڑھتے پڑھتے ایک نظر دروازے پر بھی ڈال لیتے تھے۔نور کے آنے کا یقین تو نہیں تھا مگر پھر بھی ہلکی سی امید تھی۔ہو سکتا ہے اماں منا کر نیچے لے ہی آئے اور اب جو دروازے کی جانب دیکھا تو وہ اماں کے ساتھ کھڑی تھی۔نور کو دیکھ کر انہوں نے اطمینان کی گہری سانس لی، پھر اخبار ٹیبل پر رکھ کر باقاعدہ اٹھتے ہوئے بولے۔

"آؤ نور! وہاں کیوں رک گئی ہو اور اماں جان! آپ بھی آئیں۔" بلال کی بات سن کر سب نے بیک وقت چہرے اٹھا کر دروازے کی جانب دیکھا تو نور اماں کا ہاتھ پکڑے ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہی تھی۔اس کو یوں بغیر اجازت آتا دیکھ کر پہلے تو بیگم اخلاق حیران ہوئی پھر ایک دم غصے سے کھول اٹھی۔تب تک نور اور اماں ٹیبل کے قریب پہنچ چکی تھیں۔

"آؤ نور! یہاں بیٹھو۔" بلال نے ابھی گھر کے کسی فرد کی جانب نہ دیکھا تھا۔جانتے تھے سب کے منہ بن گئے ہوں گے۔اس لیے انہوں نے نور اور اماں کو اپنے ساتھ والی کرسیوں پر بیٹھنے کا کہا تھا۔ابھی وہ بیٹھی ہی تھیں کہ بیگم اخلاق نے بلال کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ان دونوں کو ناشتے پر آنے کا کس نے کہا تھا؟ کس کی اجازت سے انہوں نے آنے کی جرأت کی؟" بلال کو ماں سے اس بات کی توقع نہیں تھی۔

"امی جان! یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔" بلال نے یہ کہتے ہوئے گھبرا کر نور کو دیکھا وہ تو پہلے ہی بگڑی بگڑی رہتی تھی۔اس بات کے بعد نجانے کیا ایکشن لیتی اور مزید کیا کیا ستم ان پر ڈھاتی۔

ماں تو بلال کی بات کے جواب میں چپ ہی رہی تھی کہ وہ ابھی نیا نیا بیماری سے اٹھ کر آیا تھا۔اور وہ اس حالت میں بیٹے کو زیادہ ٹینشن نہیں دینا چاہتی تھی۔مگر کمال نے حد سے زیادہ ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"امی جان ٹھیک کہہ رہی ہیں بلال! کسی نے کہا نہیں تو روبی کو خود ہی سوچنا چاہیے تھا اس کو یہاں ڈرائنگ روم میں نہیں آنا چاہیے تھا۔" بات ختم کر کے کمال نے ناگواری سے روبی کو دیکھا۔

ابھی انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ روبی کی امی جان نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ ہیرا منڈی میں بسر کیا تھا۔بے شک کھانا پکاتی تھیں مگر رہتی تو طوائفوں کے ساتھ کوٹھے پر ہی تھی نا۔مگر ان کا نشانہ تو روبی تھی۔گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی۔

"پلیز بھائی! آگے اور کچھ مت کہیے گا ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" بلال نے سخت لہجے میں کہا۔

تو گل تنک کر بولی۔

"کیوں نہ کہیں، یہ عورت کیا اس قابل ہے کہ ہمارے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرے۔"

"بھابی جان پلیز! آپ تو اپنی زبان بند ہی رکھیں۔ورنہ میرے منہ سے بھی کچھ غلط سلط نکل جائے گا کہ نور میری بیوی ہے۔" بلال نے پہلے سے بھی زیادہ سخت لہجے میں کہا۔قبل اس کے کہ وہ آپس میں الجھ جاتے بیگم اخلاق نے بلال سے کچھ کہنے کی بجائے براہ راست روبی کو مخاطب کرتے ہوئے تحکمانہ انداز میں کہا۔

"تم اوپر جاؤ۔تم دونوں کا ناشتہ ملازمہ اوپر لے کر آتی ہے۔"

اُف! اس قدر توہین۔روبی نے آنکھوں میں آنے والے آنسوؤں کو بمشکل روکا اور سنی ان سنی کر کے بیٹھی رہی۔

"تم نے سنا نہیں روبی!" بیگم اخلاق نے دوبارہ کہا تو بلال جو ضبط کی آخری حد سے گزر رہے تھے ان کو غصہ آ گیا۔

"امی! آپ سب سن لیں نور میری بیوی ہے، اب وہ بھی اس گھر کا ایک فرد ہے۔وہ اوپر نہیں جائے گی۔یہاں میرے ساتھ ناشتہ کرے گی۔"

"بلال تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔جو میرے سامنے بکواس کرنے کی جرأت کر رہے ہو۔وہ تمہاری بیوی ہو سکتی ہے۔اس خاندان کی بہو نہیں اور تمہاری بیوی ہوتی تو تمہارا روم

الگ نہ ہوتا۔ اس کو تمہاری پروا نہیں تو تم اس کے لیے کیوں پاگل ہو رہے۔"
"یہ ہم میاں بیوی کا پرسنل معاملہ ہے۔ کسی اور کو اس پر ڈسکس کرنے کی ضرورت نہیں۔" بلال نے بھی لحاظ کیے بغیر کہہ دیا۔
بیگم اخلاق اس کو سخت سرزنش کرنا چاہتی تھیں مگر پھر یہ سوچ کر رک گئیں کہ وہ ابھی ابھی بیماری سے اٹھا ہے۔ ابھی ذہنی طور پر پوری طرح تندرست نہ ہوا تھا۔ جبکہ روبی ان کی بات سن ان سنی کر کے ابھی تک وہیں بیٹھی تھی۔ پھر بلال کے کہنے پر چلو ناشتہ شروع کرو۔ روبی نے ابھی سلائس کی جانب ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ گل بچوں کو لے کر کھڑی ہو گئی اور روبی کو گھورتے ہوئے تحقیرانہ لہجے میں کہا۔
"اچھی بات ہے۔ اگر اس عورت نے یہیں ناشتہ کرنا ہے تو پھر میں اپنے بچوں کو لے کر یہاں سے جاتی ہوں۔ اب میں ناشتہ اپنے روم میں کیا کروں گی۔" وہ بچوں کو لے کر جانے لگی تو کمال جو خاموشی سے بلال کو گھور رہے تھے بولے۔
"یہ تم نے اچھا نہیں کیا بلال۔"
"کیوں کیا برا کیا ہے میں نے آخر۔ آپ سب خود کو اتنا بلند اور پارسا کیوں سمجھتے ہیں۔ میرے ساتھ مزید اس طرح کی فضول باتیں کر کے میرا دماغ نہ الٹائیں۔" بلال مارے غصے کے کھڑے ہو گئے کہ وہ سب حد سے بڑھتے جا رہے تھے۔ ان کو کھڑے ہوتے دیکھ کر کمال بھی کھڑے ہو گئے تو روبی نے محسوس کیا اگر وہ مزید کچھ دیر یہاں بیٹھی تو شاید دونوں بھائی آپس میں الجھ پڑیں۔ وہ اٹھنے لگی تو بلال اس کی طرف پلٹ پڑے۔
"تو تم کہیں نہیں جاؤ گی۔ بیٹھو اور ناشتہ کرو۔ باقی جس کا جی چاہتا ہے وہ بیٹھ جائے یا کہیں اور جا کر ناشتہ کرے مجھے پروا نہیں۔" انہوں نے غصے سے کہا تاہم یہ سب کہنے کے باوجود وہ خود بھی محسوس کر رہے تھے کہ ان کا لہجہ کمزور سا ہے اور روبی ان کے روکنے سے رکنے والی کب تھی۔ جلدی سے اٹھی۔ پھر بدتمیزی سے کرسی کو ٹھوکر مار کر پرے کیا اور پھر سب پر ایک نفرت بھری نگاہ ڈال کر بلال کی جانب دیکھے بغیر اماں کا ہاتھ پکڑ کر ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔
روبی اماں کے باہر جاتے ہی گل اپنی فتح پر مسکراتی ہوئی پھر کرسی پر بیٹھ گئی۔ یہ دیکھ کر بلال کچھ دیر کھڑے غصے سے کھولتے رہے۔ پھر خود بھی ناشتہ کیے بغیر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئے۔ کسی نے بھی ان کو جاتے دیکھ کر روکنے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔ مگر بلال اوپر واپس جانے کی بجائے گھر سے باہر ہی چلے گئے تھے۔ جانتے تھے اب وہ اوپر رو رہی ہو گی یا پھر ان کو دیکھ کر اپنا غصہ ان پر نکالنے لگی۔ ظاہر ہے اس کی اس توہین اور بے سکونی کے ذمہ دار وہی تو تھے جو سعودیہ کی اچھی بھلی پرسکون زندگی چھوڑ کر محض ماں کی خوشی کے لیے یہاں آئے تھے۔ یہاں ماں ہی ان کی خوشیوں کی سب سے بڑی دشمن بن بیٹھی تھی۔ ان کو بیٹے کی خوشی اور سکون سے زیادہ خاندانی عزت و وقار کا خیال تھا۔
"دیکھ لیا مجھے ناشتے کے لیے ڈرائنگ روم میں لے جانے کا انجام۔ میں نے بھی کہا جو بیگم صاحبہ مجھے دیکھنا پسند نہیں کرتی وہ مجھے ناشتے کے لیے کیسے بلا سکتی ہے۔ یہ سب آپ کی وجہ سے میرے ساتھ ہوا۔ آپ کے کہنے پر میں گئی تھی۔ کسی اور کی تو اب میرے نزدیک اہمیت ہی نہیں (اشارہ بلال کی جانب تھا)۔" روبی نے ڈرائنگ روم سے نکلتے ہی اماں سے کہا؟ پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتی اماں سے پہلے اوپر چلی آئی۔
اماں اپنے روم میں جانے کی بجائے اس کے روم میں آئیں اور صوفے پر بیٹھ کر بغور اس کو دیکھنے لگیں۔ جس کا چہرہ اپنی توہین پر مارے غصے کے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ پورے روم میں تیز تیز ٹہل رہی تھی اور ٹہلتے ہوئے وہ کبھی اپنی مٹھیاں کھول رہی تھی، کبھی بند کر رہی تھی۔ اماں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اس کا دل کیسے بہلائے۔ اس کا غصہ ٹھنڈا کیسے کرے۔ اماں نے اپنی زندگی میں اچھے برے سبھی طرح کے لوگ دیکھے تھے مگر ایسے بدلحاظ لوگ پہلی بار دیکھے تھے جن کو بیٹے کی خوشی کا بھی خیال نہیں۔ بہت سوچنے کے بعد انہوں نے کہا۔
"تو دفعہ کرو ان لوگوں کو۔ آؤ یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو! میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔" روبی نے ان کی بات سن کر ان کو دیکھا مگر اپنی رفتار میں کمی نہ آنے دی۔ یہ دیکھ کر اماں نے پھر کہا۔
"یہاں میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ نور بیٹی! یہ بے وقوف اور کم عقل لوگ ہیں۔ صرف ظاہر کو دیکھنے والے کسی کے باطن کو یہ کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ ایسے عقل کے کورے لوگوں کے سامنے آخر ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔ سوائے اس دعا کے کہ اللہ ان کو بھی عقل سے، سمجھ سے نواز دے۔"
"میں پوچھتی ہوں ہم کیا نہیں کر سکتے۔" روبی غرائی۔ "یہ لوگ آخر خود کو سمجھتے ہی کیا ہیں۔ اب ان کو میں بتاؤں گی میں کیا چیز ہوں اور بلال اس کو تو معاف کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں

ہوتا۔ اس کا تو میں وہ حشر کروں گی کہ ساری زندگی یاد رکھے گا۔
"نور! بلال تو بہت اچھا بچہ ہے۔ اس کو برا مت کہو۔ کتنی محبت کرتا ہے تم سے۔ ذرا خود ہی سوچو کیا نہیں کیا اس نے ہمارے لیے۔" اماں نے جلدی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے سمجھایا۔
"کیا کیا ہے اس نے ہمارے لیے۔ ذرا کھل کر مجھے بھی تو بتا دیں اور محبت کرتا ہے تو میں کیا کروں۔ یہ اس کی محبت ہی تو ہے۔ جو میں یہ ذلتیں چپ چاپ اٹھا رہی ہوں۔ ورنہ بیگم اخلاق نے جب مجھے تھپڑ مارا تھا تب میں ان کا ہاتھ توڑ دیتی اور دھکے مار کر اپنے روم سے نکال دیتی۔ اس بد دماغ عورت کو تو ہوش ٹھکانے پر آ جاتے۔ ساں ہونے کا فائدہ اٹھا رہی ہے۔" ملازمہ کو روم میں داخل ہوتا دیکھ کر وہ خاموش ہو گئی تو اماں نے سکون کی گہری سانس لی۔ ملازمہ صوفے کے سامنے رکھی ٹیبل پر ناشتے کی ٹرے رکھ کر واپس چلی گئی۔ نیچے سب لوگوں کا خیال تھا کہ روبی ناشتہ واپس کر دے گی مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔ ملازمہ نے واپس آ کر ان کو بتا دیا تھا کہ انہوں نے ناشتہ رکھ لیا ہے۔
ڈر تو اماں کو بھی تھا کہ کہیں وہ ناشتہ کرنے سے ہی انکار نہ کر دے۔ پھر اس کو آرام سے ناشتہ کرتے دیکھ کر حیران ہوئیں تو روبی نے ان کی کیفیت کو سمجھتے ہوئے کہا۔
"امی جان بندہ غصہ ان چیزوں پر کرے یا چھوڑے جن کو تمام عمر کے لیے چھوڑا جا سکے۔ یہ خوراک تو انسانی جسم کے لیے بہت ضروری ہے بلکہ بے حد ضروری ہے۔" بات ختم کر کے وہ زور سے ہنس پڑی نجانے کیا سوچ کر اور اماں کو محسوس ہوا جیسے ہنسی نہیں روئی تھی کہ آواز میں نمی تھی۔ شاید یہ تھی بھی حقیقت ورنہ اتنی توہین کے بعد کون کھانا کھاتا ہے۔
یونہی دو ماہ گزر گئے۔ پتا نہیں دو پل بن کر یا دو صدیوں کی طرح۔ بلال صبح ناشتہ کر کے جو گھر سے نکلتے تو تب گھر واپس آتے جب رات گہری ہو رہی ہوتی۔ روبی سارا دن دروازہ بند کر کے اپنے روم میں چپ چاپ پڑی رہتی۔ ان دو ماہ میں بلال کی بیماری کے بعد ایک بار بھی تو بلال کے سامنے نہیں آئی تھی۔
حالانکہ بلال ان کے ساتھ نا بولنے کے باوجود صرف اس کے لیے اچھی بکس لاتے رہتے تھے۔ بلکہ ڈیک بھی لا کر دیا تھا اور ساتھ بہت ساری اچھی اچھی غزلوں کی کیسٹ بھی نور کے لیے لائے تھے کہ وہ تنہا روم میں بوریت محسوس نہ کرے۔ وہ یہ سب چیزیں لا کر براہ راست نور کو دینے کی بجائے اماں کے حوالے کرتے ہوئے کہتے۔
"یہ نور کو دے دیجئے گا تا کہ وہ بور نہ ہو۔" اور اماں اس کی محبت دیکھتے ہوئے سوچتی بہت ظلم کر رہی ہے نور بلال پر۔ انہیں بلال پر بے حد ترس آتا تھا اور اس سلسلے میں جب وہ نور کو سمجھانے کی کوشش کرتی تو وہ الٹا ان سے بگڑ جاتی اور کہتی۔
"یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ نہ آپ بلال کی ہمدرد بنتیں اور نہ میں اس جہنم میں آتی۔ اتنی اچھی بھلی پرسکون زندگی تباہ کر کے رکھ دی ہے میری۔" اماں اس کی بات سن کر چپ ہو جاتی اور وہ بلال کی بھجوائی ہوئی بکس اور کیسٹ اٹھا اٹھا کر ادھر ادھر پھینکتے ہوئے نفرت سے کہتی۔
"میں ہمیشہ ایک وقت میں ایک ہی کام کرتی ہوں۔ برائی کے وقت برائی اور بھلائی کے وقت بھلائی۔ میں ان عورتوں میں سے نہیں جو ہزاروں ضلالتیں بھی کرتی ہیں پھر نماز بھی پڑھتی ہیں نجانے کیوں۔ کیونکہ عمل کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ اللہ تو جانتے ہیں یہ ذلیل عورت عبادت کرنے سے پہلے کیا کر رہی تھی۔ افسوس میرا بھلائی کا اچھائی کا دور ختم ہو گیا۔ اب برائی ہی برائی ہوگی۔" اماں اس کی یہ جلی کٹی چپ چاپ سنتی مگر بلال کو بھی کچھ نہ بتاتی۔ وہ بے چارہ پہلے ہی کونسا خوش تھا پرسکون جو وہ روبی کی باتیں بتا کر مزید ان کو تپاتی۔ وہ جب بھی بڑی حسرت سے اپنی لائی ہوئی چیزوں کے بارے میں روبی کی رائے پوچھتے۔
"اماں! نور کو بکس، کیسٹس پسند آئی تھیں۔" تو جواباً اماں اس کا دل رکھنے کو بلکہ خوش کرنے کو فوراً کہتی۔
"ہاں بیٹا وہ بہت زیادہ تعریف کرتی تھی اور مجھ سے کہتی تھی ان دونوں چیزوں کی وجہ سے میرا وقت اچھا گزرتا ہے۔" یہ کہنے کے بعد وہ بلال کو سمجھانے بیٹھ جاتی۔
"دیکھو بلال وہ دل کی بری نہیں۔ تم ایک بار اس کو منانے کی کوشش تو کرو۔ یوں دور رہنے سے تو یہ مسئلہ حل ہونے سے رہا اور اماں کی بات سن کر وہ ان سے شکوہ کرتے ہوئے کہتے۔
"آپ بھی مجھے ہی الزام دیتی ہیں اماں جان!"
"آپ ذرا غور کریں، دو ماہ ہو گئے مجھے اس روم میں آئے ہوئے اور میرے ساتھ والا روم اس کا ہے مگر میں ان دو ماہ میں ایک بار بھی اس کی شکل نہیں دیکھ سکا۔" تب اس کی بات سن کر اماں کو افسوس ہوتا کہ انہوں نے یہ بات بلال سے کہی ہی کیوں تھی۔ کیونکہ ان کو اچھی طرح معلوم تھا بلال صبح کے گھر سے نکلے رات کو گھر واپس آتے تھے۔ صرف جمعہ والے روز وہ گھر ہوتے تھے اور جمعہ کو روبی اپنے روم کا ڈور ہی لاک رکھتی تھی۔ جب بلال نیچے چلے جاتے تب دروازہ کھولتی گویا اس نے کبھی نہ بلال کے سامنے آنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ مگر ان سب

احتیاطوں کے باوجود اس کا سامنا بلال سے ہو ہی گیا۔
وہ جمعہ کا روز تھا اور روبی حسب معمول اس ڈر سے دروازے کو لاک لگائے بیٹھی تھی کہ بلال کبھی اچانک اس کے روم میں نا آ جائیں۔ جب بلال کا دوپہر کے کھانے کے لیے نیچے جانے کا ٹائم ہوا تو تھوڑی دیر بعد ہی وہ دروازہ کھول کر باہر آئی کیونکہ اماں کی طبیعت کل سے کچھ ٹھیک نہ تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی سٹور کی جانب آئی اور بوکھلا کر دروازے کے بیچ ہی رک گئی۔ سامنے بلال اماں کے قریب بیٹھے اماں کی طبیعت پوچھ رہے تھے۔ لائٹ گرے کلر کے شلوار سوٹ میں وہ بہت ہی جاذب نظر آ رہے تھے۔ روبی فوراً ہی واپس مڑنا چاہتی تھی کہ اچانک بلال کی نظر دروازے کی طرف اٹھ گئی اور وہ ششدر سے دیکھتے رہ گئے۔ ہلکے کام والے فیروزی سوٹ میں بالوں کی پونی بنائے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ بلال کو اچانک سامنے دیکھ کر آنکھوں میں ابھرنے والی حیرت ابھی تک آنکھوں میں موجود تھی۔ مسلسل روم میں بند رہنے سے رنگت پہلے ہی جو بہت گوری تھی مزید صاف، اجلی ہو گئی تھی۔ بلال نے آج دو ماہ بعد اس کو دیکھا تھا اور کتنی دیر بے خودی کے عالم میں دیکھتے ہی رہے۔ وہ دونوں لائف پارٹنر تھے۔ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے کتنے فاصلوں پر رہتے تھے۔ وہ دروازے میں کھڑی اپنے ہی ہونٹ چبا رہی تھی۔ گویا فیصلہ نہ کر پا رہی ہو اندر آنے کا۔ اس کو یوں ہچکچاتا دیکھ کر بلال اٹھتے ہوئے بولے۔
"اچھا اماں جی! اب میں جاتا ہوں۔ آپ اپنی صحت کا خیال رکھیئے گا۔"
ادھر اماں بھی نور کو دروازے میں کھڑا دیکھ چکی تھی اور بلال کا ان کو محض نور کی وجہ سے اٹھ کر جانا پسند نہ آیا۔ انہوں نے بلال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
"تم بیٹھو بیٹا! تم اس کے لیے غیر یا اجنبی نہیں ہو۔ نور نے اندر آنا ہے تو آ جائے مگر تم اس کی وجہ سے اٹھ کر مت جاؤ۔ مجھے اچھا نہیں لگےگا۔"
مگر بلال جانتے تھے وہ ان کی موجودگی میں کبھی بھی اندر نہیں آئے گی۔ اس لیے رکے بغیر بولے۔
"اماں جی! کھانے پر وہ سب میرا ویٹ کر رہے ہوں گے۔" پھر دروازے کے قریب آئی روبی جلدی سے ایک جانب ہٹ گئی۔ انہوں نے رک کر ایک گہری نظر روبی پر ڈالتے ہوئے محبت سے پوچھا۔
"کیسی ہو نور! اور طبیعت کیسی ہے تمہاری۔"
روبی کو یہ امید ہرگز نہ تھی کہ وہ جاتے جاتے اس کا حال بھی پوچھیں گے۔ جواب میں صرف نگاہیں اٹھا کر ان کو دیکھا پر نگاہیں جھکا لیں تو بلال نے کہا۔
"جواب دینا گوارا نہیں؟ او کے تم اماں کے پاس بیٹھو میں جاتا ہوں۔" اور وہ باہر نکل گئے تو روبی گم سم سی اماں کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ بلال کو دیکھ کر باہر دل اتھل پتھل ہونے لگا تھا۔ وہ اس کا تھا مگر...... ان کی ماں نے کہا تھا میں روبی کے بطن سے اپنے لیے پوتا پوتی نہیں چاہتی۔ پھر وہ کیسے ان کا پنے قریب آنے کی اجازت دے سکتی تھی۔
"نور! بلال بہت اچھا ہے۔" اماں نے اس کو سوچتے دیکھ کر بلال کی تعریف کی تو وہ چونک پڑی۔ پھر سنبھل کر برا سا منہ بناتے ہوئے بولی۔
"امی جان! آپ بلال کی تعریف کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کر سکتیں۔ وہ اچھا ہے تو میں کیا کروں اور کیا بات کروں؟"
"بیٹی تم پہلے ہی بہت زیادہ ٹائم ویسٹ کر چکی ہو۔ اب اپنی فضول ضد میں مزید ضائع نہ کرو۔ تم جانتی ہو میری زندگی کا ایک بڑا حصہ چشمہ بائی کے کوٹھے پر بھی گزرا ہے جہاں ہر رنگ کا مرد آتا تھا۔ مجھے معلوم ہے کونسا مرد کیسا ہوتا ہے۔ بلال جیسا مرد تمہیں کبھی بھی نہ ملے گا۔ ایسے محبت کرنے والے مرد دنیا میں کم کم ہی ہوتے ہیں۔" روبی کو معلوم تھا اماں بلال کے علاوہ کوئی بات نہ کریں گی۔ اس لیے وہ اٹھی اور منہ بگاڑتی باہر چلی آئی۔ جانتی تھی اماں کی ایک ایک بات سچ ہے مگر پھر وہی فیصلہ تو اس کے بارے میں بیگم اخلاق نے کرنا تھا جو ابھی تک ہونہ سکا تھا۔ بلال گو بے سکون تھے تو سکون سے وہ بھی کب تھی۔ دفعتاً اپنے روم کی جانب جاتے ہوئے وہ نیچے سے آتی بیگم اخلاق کی تیز آواز سن کر رک گئی۔
"بلال دو ماہ سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر بات وہیں کی وہیں ہے۔ تم آخر کوئی فیصلہ کیوں نہیں کر لیتے۔" انہوں نے بلال کو ایک نظر دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیسا فیصلہ۔" بلال نے ان کا مطلب سمجھتے ہوئے بھی انجان بن کر پوچھا۔
"تم اچھی طرح جانتے ہو میں روبی کی بات کر رہی ہوں۔ تمہیں اب سنجیدگی سے اس کے بارے میں فیصلہ کر لینا چاہیے۔"
"میں سمجھا نہیں امی۔" بلال نے خشک لہجے میں کہا۔
"بلال! تم سب سمجھتے ہو میں اب مزید اس کا وجود اس گھر میں برداشت نہیں کر سکتی تمہیں اب اس کو چھوڑنا ہوگا۔ سب سے بگاڑ کر تم نے اس کا ساتھ دیا مگر اس کا صلہ کیا دیا اس نے

تمہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ تمہارا احسان مانتی وہ اور بھی بگڑ گئی ہے۔ اب بہتر ہے کہ تم اس کو یہاں سے چلتا کرو۔“
”پلیز امی! مزید کچھ مت کہیئے گا۔“ بلال نے غصے سے کہا۔
”کیوں نہ کہوں۔“ میں پوچھتی ہوں اس کی نفرت کے باوجود تمہیں اس سے محبت کیوں ہے۔ بیوی بیوی کہتے تمہارا منہ تھکتا ہے اور بیوی کہنے کے باوجود اس نے تمہارا کونسا حق ادا کیا ہے۔ تمہارے حقوق ادا کرنا تو دور کی بات وہ تو تمہیں شوہر بھی نہیں سمجھتی اور ایک تم ہو کہ اس کی محبت میں مرے جاتے ہو۔ ختم کرو اب اس قصے کو۔“
”امی جان! میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں یہ ہم میاں بیوی کا معاملہ ہے کسی اور کو اس پر فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں کہ وہ میرے حقوق ادا کرتی ہے یا نہیں۔ مجھے شوہر تسلیم کرتی ہے یا نہیں۔“
”کیسا تمہارا معاملہ۔ تم میرے بیٹے اور بیوی۔۔۔۔۔۔ بیوی ہونے کا طے ہو بھی ہوتی ہے اور میں تم سے پوچھتی ہوں یہ روبی جس کو فلم انڈسٹری کا ہر مرد چھوتا رہا ہے اس کو اس کا اپنا ہی شوہر نہیں چھو سکتا۔ اس کے باوجود تم کہتے ہو میری بیوی ہے۔“
”امی جان! ایسی باتیں کر کے نہ تو میرا دماغ خراب کریں اور نہ ہی مجھے گستاخ بن جانے پر اور مجبور کیجئے گا۔ اگر آپ ذرا سا غور کرنے کی زحمت کرلیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ میرے ان حالات کی ذمہ دار آپ ہیں کوئی اور نہیں۔ بہتر ہوگا آپ اس موضوع پر مجھ سے نہ ہی بات کریں۔“ بلال نے بے بسی سے کہا جبکہ گھر کے دوسرے لوگ خاموشی سے ماں بیٹے کی اس بات چیت کو سن رہے تھے۔
”جو بھی ہے بلال! نہ وہ تمہاری بیوی بنی ہے اور نہ ہی میں اس کو اپنی بہو تسلیم کرتی ہوں۔ تم روبی سے کہو وہ یہاں سے چلی جائے۔“ بیگم اخلاق کے لہجے میں ذرا بھی نرمی نا تھی۔
”امی جان! میرے ساتھ ہی وہ اس گھر سے جا سکتی ہے۔ اکیلی نہیں۔ اور اس کا نام روبی نہیں اب شب نور ہے۔ کئی بار آپ کو بتا چکا ہوں۔“ بلال نے گویا احتجاج کیا تو بیگم اخلاق نفرت سے بولیں۔
”بلال میرے سامنے اس کی حمایت میں بولنا چھوڑ دے۔ وہ جس کے وجود سے دن بھی تاریک ہو جاتے ہیں تم اس کو رات کا نور کہتے ہو۔ میں تو اس کو روبی ہی کہوں گی۔ تمہیں اچھا لگے یا برا۔“
”خدا کا خوف کریں امی جان! میں آپ کو نور کو روبی کہنے کا حق نہیں دے سکتا اور باقی رہی اس کو چھوڑنے کی بات تو خدا کے گھر میں وہ مجھے ملی تھی اور مسجد نبوی میں ہمارا نکاح ہوا تھا۔ وہ میری زندگی بھر کی ساتھی ہے۔ میں اس کو چھوڑنا تو دور کی بات اس کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہی فیصلہ میرا آج ہے اور یہی ہمیشہ رہے گا۔“ اتنا کہہ کہ وہ خاموش ہو کر کھانے کی جانب متوجہ ہو گئے کہ یہ تو ہر جمعہ کا معمول تھا۔ روبی نے ہی یہ آج پہلی بار سنا تھا جبکہ بلال کو تو اب عادت ہو چکی تھی۔ ہر جمعہ ماں کی ان بے معنی باتیں سننے کی اور برداشت کرنے کی۔ اگر ان کا نور ساتھ دیتی تو پھر شاید حالات ایسے نہ ہوتے مگر یہاں تو نور ہی بدل گئی تھی۔ پھر کسی اور سے کیا شکوہ کرتے۔
ادھر روبی ان دونوں کی بات چیت سن کر غصے میں بھری اپنے کمرے میں آ بیٹھی۔ اور سوچنے لگی میں نے بھلا ان لوگوں کو کیا تکلیف دی ہے جو میرے خلاف بول رہی تھیں۔ سارا دن چپ چاپ اپنے کمرے میں پڑی رہتی ہوں۔ اس کے باوجود یہ لوگ مجھے برا کہتے ہیں تو اچھی بات ہے۔ اب میں ان کو بری بن کر دکھاؤں گی۔ ہونہہ پتہ نہیں کیا سمجھتے ہیں یہ لوگ اپنے آپ کو۔ وہ ابھی سوچوں میں بیٹھی کھول رہی تھی کہ ملازمہ کھانا لے کر آ گئی مگر مارے غصے کے روبی نے وہ کھانا واپس کر دیا اور دروازہ بند کر کے لیٹ گئی اور سوچا سا سا۔۔۔۔۔۔
ساس ہی ہوتی ہے جو اچھائی کے جواب میں بھی برائی ہی کرتی ہے۔ جب انہوں نے مجھے کھانے والے کمرے سے نکال دیا تو اس کے بعد بلال نے بھی ڈرائنگ روم میں ناشتہ کرنا اور کھانا کھانا چھوڑ دیا تھا۔ وہ بھی اوپر اپنے روم میں ناشتہ کھانا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر مجھے دکھ ہوا اور میں نے اماں سے کہا آپ بلال کو سمجھائیں وہ ناشتہ کھانا نیچے اپنے گھر والوں کے ساتھ کیا کریں اور بلال مان تو نہیں رہے تھے۔ تب اماں نے کہا تھا میری نہیں نور کی خواہش ہے اس کے بعد وہ ناشتہ کھانا کھانا کے لیے نیچے ڈرائنگ روم میں جانے لگے تھے۔ اس نے سوچا ماں کا دل دکھتا ہوگا گھر میں موجود ہونے کے باوجود جب بلال ان کے پاس بیٹھ کر کھانے پینے کی بجائے اپنے روم میں کھاتے ہوں گے مگر اب وہ سوچ رہی تھی یہ عورت نرمی کے لائق ہے ہی نہیں۔ ملازمہ سہ پہر کی چائے لے کر آئی تو روبی نے وہ بھی واپس بھجوا دی۔ پھر وہ رات کا کھانا لے کر آئی تو روبی نے وہ بھی واپس کر دیا کہ ابھی تک اس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔ ملازمہ کھانا لے کر واپس گئی تو بیگم اخلاق کو اطلاع دی۔

"بی بی نے کھانا واپس کر دیا ہے۔"

"کیا مطلب۔" کھانا کھاتے بلال کے ہاتھ رک گئے۔ "اور انہوں نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا اور سہ پہر کی چائے بھی واپس کر دی تھی۔" ملازمہ نے وضاحت سے بتایا تو بیگم اخلاق کو اس پر غصہ آ گیا اور انہوں نے ملازمہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے اب تم جاؤ۔" پھر بیٹے کو دیکھنے لگیں تو بلال نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے ان کی طبیعت ناساز ہو۔ جاؤ چائے کا پوچھ کر آؤ۔" بلال نے ملازمہ کو روکتے ہوئے کہا۔ ملازمہ ان کی بات سن کر اوپر گئی۔ پھر واپس آ کر بتایا۔

"وہ کہتی ہیں مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے اب تم جاؤ۔" بلال نے ملازمہ سے کہا۔ پھر بمشکل اپنا کھانا زہر مار کیا اور چائے پیئے بغیر ہی جلدی سے اٹھ کر اوپر اماں کے پاس آئے اور بڑی بے چینی سے پوچھا۔

"اماں جان! نور کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ اس نے ابھی کھانا واپس کر دیا تھا۔"

"وہ بالکل ٹھیک ہے۔ یونہی کھانا نہیں کھایا ہوگا۔" اماں نے کہا۔

"اماں جان! نور نے دوپہر میں بھی کھانا نہیں کھایا تھا اور نا ہی سہ پہر کی چائے پی تھی۔" بلال نے مزید وضاحت کی۔

"موڈ نہیں ہوگا بیٹا! اس میں پریشانی والی کوئی بات نہیں۔ وہ بالکل ٹھیک ہے۔" اماں نے بلال کو پریشانی سے بچانے کے لیے کہا اور دل میں سوچا اب شوہر کو مزید پریشان کرنے کے لیے کوئی نیا ڈرامہ کر رہی ہوگی۔

بلال یہ سن کر چپ ہو گئے مگر دل میں وہ اب بھی نور کے نہ کھانے پر پریشان تھے۔ پھر کچھ دیر اماں کے پاس بیٹھ کر وہ اپنے روم میں آئے تو دیکھا روبی کے روم کی لائٹ جل رہی تھی حالانکہ اکثر جمعہ کو رات کا کھانا کھا کر لائٹ آف کر کے جلدی سو جاتی تھی۔ مگر آج ابھی تک ان کے روم کی لائٹ جل رہی تھی۔ بلال بے چینی سے اپنے روم میں جانے کی بجائے باہر ہی ٹہلنے لگے۔ اور آخر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر نور کے روم کا دروازہ ناک کر ڈالا۔ اندر روبی بھی اماں نے دروازہ ناک کیا ہے۔ دستک دوبارہ ہوئی تو روبی نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور پھر باہر کھڑے بلال کو دیکھ کر حیران ہوتے ہوئے اس کو دیکھنے لگی گویا دروازہ ناک کرنے کا مطلب پوچھنا چاہتی ہو۔ اور بلال نے اس کی نگاہوں کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا بلکہ پوچھا۔

"کھانا کیوں دوپہر اور رات کا واپس کر دیا اور سہ پہر کی چائے بھی نہیں پی۔ طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری۔" ان کی نظروں اور لہجے میں اس کے لیے تشویش کے ساتھ ساتھ بے حد محبت بھی تھی۔

"آپ سے مطلب؟ اگر طبیعت بھی خراب ہے۔" روبی کا موڈ یکدم ہی آف ہو گیا تھا۔ "فضول باتیں نہیں کرو۔ نور! طبیعت خراب ہے تو ڈاکٹر کو بلاؤں۔" وہ نرمی سے پوچھ رہے تھے۔

"مجھے مزید ہمدردی کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی پریشان ہونے کی ضرورت ہے۔ وہی بہت ہے جو اب تک میرے ساتھ کر چکے ہیں۔" اتنا کہتے ہی روبی نے زور سے دروازہ بند کر کے لاک لگایا پھر لائٹ آف کر کے بستر پر لیٹ کر کل کے لیے پروگرام بنانے لگی جبکہ بلال کچھ دیر باہر کھڑے سوچتے رہے۔ پھر لائٹ آف ہوئی تو وہ بھی اپنے روم میں چلے آئے مگر نور کو دیکھ کر ایک بات انہوں نے ضرور محسوس کی تھی کہ دوپہر میں ان کی بات کا جواب نہ دینے کے باوجود اس کے چہرے پر نرمی تھی۔ مگر اس وقت اس کا موڈ تباہ کن حد تک خراب تھا۔ وجہ کیا تھی موڈ کی اس خرابی کی۔ وہ سوچ رہے تھے مگر کچھ سمجھ نا آ رہی تھی مگر ظاہر ہے کچھ نہ کچھ ہوا تھا جو اس کا اچھا بھلا موڈ آف ہو گیا تھا۔

اگلے روز سے روبی نے اپنا یہ معمول بنا لیا تھا وہ بھی پکا پکا۔ سہ پہر ڈھلتے ہی وہ شاور لے کر لباس تبدیل کرتی۔ خوب اچھا سا میک اپ کرنے کے بعد ملازمہ سے گجرے منگوا کر بالوں میں لگاتی اور اپنے کمرے سے نکل کر خوامخواہ ادھر ادھر گھومنے لگتی۔ کبھی چھت کی ریلنگ پر کھڑی ہوتی تو کبھی بالکونی میں کھڑی ہو کر نیچے لان میں جھانکتی اور کبھی کبھار اوپر والی چھت پر بھی چلی جاتی۔ صرف یہی نہیں ڈیک جو بلال لائے تھے اب روبی نے اس کو بھی استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا بلکہ استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ سارا دن خوب اس کو فل آواز پر چلاتی۔

اماں نے یہ دیکھ کر کہا "بیٹا ذرا آواز ہی کم کر لیا کرو۔" تو روبی نے ہنس کر کہا۔

"آواز اگر ہلکی رکھنی ہے تو پھر کیسٹ چلانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مجھے سونگ غزل اونچی آواز میں یعنی فل والیم میں سننا اچھا لگتا ہے بلکہ مزہ آتا ہے۔ آپ اپنے روم کا دروازہ

بند کرلیا کریں۔" اماں نے اس کے بعد کچھ نہ کہا تھا تاہم ان کو خوشی تھی کہ وہ جلنے کڑھنے کی بجائے زندگی میں دلچسپی لینے لگی تھی۔

نیچے پورشن میں بیٹھی بیگم اخلاق کا بس نہ چلتا تھا کہ پاؤں سے چپل اتار کر اوپر جاتیں۔ روبی کے سر پر مارتے ہوئے نیچے لائیں اور بالوں سے پکڑ کر گھر سے نکال دیں مگر بے بسی سے ہاتھ مل کر رہ جاتی کہ بیٹا اس کی محبت میں پور پور ڈوبا ہوا تھا اور وہ بیٹے کی وجہ سے ضبط کرنے پر مجبور تھیں۔ تاہم اس شدید شور سے تنگ آ کر انہوں نے ملازمہ کو بلایا اور کہا۔

"اوپر جاؤ اور اس کم بخت سے کہو یہ ہمارا گھر ہے فلم سٹوڈیو نہیں۔ آواز کم رکھے اپنے سننے والی۔ ہمیں کچھ سننے کا شوق نہیں۔ ملازمہ نے جب اوپر جا کر یہ میسج روبی کو دیا تو وہ زہر خند سے ہنس کر بولی۔

"ان سے کہو میرے لیے گھر اور سٹوڈیو میں کوئی خاص فرق نہیں اور یہاں سنو وہاں سے یہ بھی کہنا میرے معاملات میں دخل نہ دیں کیونکہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتی۔ ملازمہ نے واپس جا کر جب یہ میسج بیگم اخلاق کو دیا تو وہ مارے غصے کے دانت پیستے ہوئے بولیں۔" آنے دو آج ذرا بلال کو۔ ارے پتا نہیں کیا جادو کر دیا ہے ڈائن نے میرے بیٹے پر جو اس کی نفرت کے باوجود اس پر مرا جاتا ہے اور بلال کے ساتھ جمعہ سے پہلے بات نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ وہ صبح جو ناشتہ کر کے گھر سے نکلتے تو رات گئے واپس آتے تھے۔ کھانا بھی گھر آ کر کھاتے۔ کبھی باہر ہی سے کھا کر آتے حالانکہ جاب وغیرہ تو وہ کوئی کرتے نہ تھے۔ پتا نہیں سارا دن کہاں رہتے تھے۔ بیگم اخلاق کو غصے کے ساتھ ساتھ بیٹے پر ترس بھی آتا تھا کہ جب وہ اس کی پروا نہیں کرتی تو وہ کیوں اس کی محبت میں دیوانہ ہو رہا ہے مگر غصہ کرنے کے علاوہ وہ اور کچھ نہ کر سکتی تھی کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھیں یہ ان کی اپنی بلال کو دی گئی۔ اس نیک تربیت کا اثر ہے وہ شروع سے ہی نیک فطرت انسان تھا۔ خود دکھ سہہ کر دوسروں کو سکھ دینے والا خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلانے والا۔ پھر اب وہ ان کی بات کیسے مان سکتا تھا۔ دوسرے دن انہوں نے ملازمہ کی بجائے گل کو اوپر بھیجا اور کہا ذرا رعب سے بات کرنا یہ سن کر گل اوپر آئی تو روبی خود سب سے اوپر والی چھت سے نیچے آ رہی تھی۔ گل نے بہت غور سے اس کا جائزہ لیا پھر بڑے رعب سے اس کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ڈیک بند کر دیا آواز کم کرو یہ گھر ہے بازار نہیں۔"

"روبی نے بے حد سکون سے اس کی بات سنی پھر مسکرا کر کہا۔

"تمہاری زبان شریف زادیوں جیسی نہیں ہے اور تم یہاں رہتی ہو پھر یہ گھر کیسے ہو سکتا ہے۔ چپکے سے نیچے چلی جاؤ ذلیل اور بے عورت! ورنہ ابھی چوٹی سے پکڑ کر دھکا دے کر نیچے گرا دوں گی۔"

"ہاتھ لگا کر دیکھو کیا حشر کرتی ہوں میں تمہارا۔ یہ میرے شوہر کا گھر ہے سمجھی۔" گل نے اکڑ کر جواب دیا تو روبی نے چونک کر اس کو دیکھا کچھ سوچا پھر کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر اپنی ساس کو جا کر میرا میسج دو۔ کہہ دو خان اخلاق خان کی وراثت میں میرے شوہر کا جو حصہ ہے وہ فوراً میرے حوالے کر دیں تا کہ ہم اپنا الگ گھر لے سکیں اور یہ کام جلدی ہونا چاہیے۔ آخر کل کو ہمارے بچے بھی ہوں گے جہاں بچوں کی ماں کی عزت نہیں وہاں میرے بچوں کی عزت کیسے ہو سکتی ہے اور کان کھول کر سن لو تو میں نے ڈیک ہی بند کرنا ہے اور نہ ہی آواز کم کرنی ہے۔ پتا ہو تمہارے بعد کوئی اور منہ اٹھا کر خوش فہمی میں چلا آئے اور بے عزت ہو کر واپس جائے۔ بہت ضبط کیا ہے میں نے مگر اب نہیں۔ آؤٹ۔" وہ بات ختم کر کے زور سے چلائی اور گل دانت پیستے ہوئے نیچے لوٹ آئی اور پھر خوب نمک مرچ لگا کر ساری بات ساس کو بتانے کے بعد بولی۔

"اب وہ خاندانی جائیداد میں اپنے شوہر کا حصہ مانگتی ہے۔ مجھے تو لگتا ہے اس نے یہ شادی بلال سے کی ہی ہماری دولت حاصل کرنے کے لیے تھی۔"

ظاہر ہے ایسی عورتوں کی محبت رشتوں سے نہیں دولت سے ہوتی ہے۔ اب جمعہ کو بلال سے کھل کر بات ہو گی۔ آخر دل کی بات زبان پر آ ہی گئی۔" بیگم اخلاق نے غصے سے کھولتے ہوئے کہا۔

●☆☆☆●

اور پھر جمعہ کا مبارک دن بھی آ پہنچا اور جیسے ہی بلال کھانے کے لیے نیچے گئے روبی جو اس انتظار میں تھی کہ کب وہ نیچے جاتے ہیں۔ بھاگ کر ریلنگ پر آن کھڑی ہوئی کیونکہ وہ سننا چاہتی تھی۔ بھلا آج بیگم اخلاق کیا کیا بکتی ہیں کہ یہ ہفتہ تو قیامت بن کر ان پر گزرا تھا اور پھر روبی نے خاندانی پراپرٹی میں سے اپنا حصہ بھی مانگا تھا۔ مگر کھانا خاموشی سے شروع ہوا اور پھر خاموشی سے ہی ختم ہو گیا۔ پھر شاید بلال اٹھے تھے کیونکہ بیگم اخلاق کی آواز آئی......

"بلال مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں اس لیے میرے روم میں چلو۔" وہ جاتے رک گئے پھر مسکرا کر ماں کو دیکھا اور کہا......
"میں بھی حیران تھا آپ کی خاموشی پر۔ آج کوئی خاص بات ہوگئی ہے جو آپ سب کے سامنے نہیں کہنا چاہتیں۔"
"بلال میں مذاق کے موڈ میں بالکل بھی نہیں ہوں۔" انہوں نے خشک لہجے میں کہا۔
"آئی ایم سوری امی!" بلال نے جلدی سے معذرت کی پھر کہا......
"آپ نے جو بھی کہنا ہے یہیں پر کہہ دیجئے میں ذرا جلدی میں ہوں۔"
"سارا ہفتہ غائب رہے ہو۔ آج چھٹی والے دن کیا کام ہے تجھے۔" انہوں نے گھورتے ہوئے پوچھا؟
"امی! میرے کام کو بھول کر آپ اپنی بات کیجئے۔" بلال نے بیزاری سے کہا کہ ان کو معلوم تھا ان کی بات نور سے شروع ہو کر نور پر ہی ختم ہو جائے گی۔
"تم نے روبی کی حرکتوں کو دیکھا ہے؟" بیگم اخلاق نے بات سٹارٹ کی۔
"امی! روبی نہیں نور کہہ کر بات کریں۔ میں نے کتنی بار بتایا ہے وہ نام بدل چکی ہے اب وہ شب نور ہے۔" بلال نے ایک بار پھر کہنا یا پھر بتانا ضروری سمجھا۔
"بلال اگر تم اپنی اس ضد پر قائم رہے تو میں روبی کی بجائے اس کو آوارہ کہوں گی۔" بیگم اخلاق نے نفرت سے کہا۔
"مجھے نیکی بدی کی سمجھ ہے۔ سمجھانا ہے تو اس آوارہ کو سمجھاؤ یا پھر یہاں سے چلتا کرو۔ سکون تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس ذلیل لڑکی نے ہمارا۔"
"چلتا نہیں کر سکتا۔ بہت بار بتا چکا ہوں وہ میری بیوی ہے۔ میری زندگی کی ساتھی۔ آپ یہ بتائیں اب کوئی نئی شکایت پیدا ہوگئی ہے۔؟" بلال نے نرمی سے پوچھا۔
"نئی سے کیا مطلب تمہارا؟ ارے اس کی ذات نے مجھے سکھ دیا ہی کب۔ وہ تو ہے ہی شکایت کی پوٹلی۔" وہ نفرت سے بولیں۔
"امی! وہ آپ کو سکھ دینے ہی آئی تھی۔ میں اس کو آپ کی خدمت کے لیے ہی لایا تھا۔ بات تو آپ نے ہی بگاڑی ہے۔ اب بھی اگر آپ اس کو قبول کر لیں بطور بہو تو یقین کیجئے وہ بہت اچھی ہے۔ آپ کی بے حد خدمت کرے گی۔" بلال روبی کی فیور میں بول رہے تھے اور بیگم اخلاق کا بس نہ چل رہا تھا کہ اوپر جا کر روبی کا گلا دبا کر ہلاک کر دیں۔
"میں قبول کر لوں' کیوں؟" وہ نفرت سے بولیں۔
"امی جان! مجھے ابھی تک یاد ہے آپ کیا کرتی تھیں۔ جو انسان دوسرے کے عیب دیکھ کر بھی اس سے محبت کرے تو ایسے بندے سے اللہ بہت خوش ہوتا ہے۔" بلال نے جتایا تو وہ بھڑک اٹھیں۔
"مجھے یہ سب جتانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی شکل دیکھ کر میں سب بھول جاتی ہوں۔ اب سنو! اس نے جو نیا کام شروع کیا ہے سر شام سوٹ بدل کر میک اپ کرنے کے بعد گجرے بالوں میں لگا کر ریلنگ پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ جیسے بازاری عورتیں اپنے......"
"بس امی! اتنا ہی کافی ہے اور کچھ مت کہیے گا۔ میں برداشت نہ کر سکوں گا۔ اس کا جو جی چاہتا ہے وہ کرے۔ آپ سے تو اب اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ اوپر ہوتی ہے اور آپ لوگ نیچے۔ وہ اپنے دل کو خوش کرنے کے لیے کچھ بھی کرے۔" بلال نے غصے سے کہا۔
"تعلق اس کا ہم سے ہے۔ کیوں نہیں؟" گل جو زیادہ تر خاموش ہی رہتی تھی بول پڑی۔ بلال نے حیرت سے ان کو دیکھا پھر پوچھا۔
"کیا تعلق ہے آپ کا نور سے۔ ذرا مجھے بھی بتائیں۔ میں بھی تو سنوں۔"
"پہلی بات تو یہ کہ وہ ہمارے ہی گھر میں رہتی ہے۔ دوسرا یہ کہ سب لوگ جانتے ہیں کہ اوپر ہماری نئی والی بہو رہتی ہے اور ہم عزت دار لوگ ہیں۔ ویسے بھی سر شام سج بن کر پھرنے سے مطلب؟ جب شوہر کوئی منہ نہیں لگاتا۔" گل کے اندر روبی کی باتوں کی وجہ سے زہر بھرا ہوا تھا۔ "ویسے بھی یہ ہمارا گھر ہے بازار......" مگر گل بات پوری نہ کر سکی۔
"شٹ اپ بھابی! آپ سب جان بوجھ کر کوئی نہ کوئی مسئلہ نکال لیتے ہیں۔" بلال ضبط نہ کر سکا۔
"بلال!" بیگم اخلاق دھاڑیں۔ "یہ شٹ اپ تم نے اپنی بڑی بھابی کو کہا ہے۔ چلو فوراً گل سے معافی مانگو۔"
"امی! وہ نور کو کیا کیا کہہ رہی تھیں۔ آپ نے ان کو تو منع نہیں کیا۔" بلال نے ماں کو دیکھتے ہوئے شکوہ کیا۔

"نور نہیں روبی نام بدلنے سے کردار نہیں بدل جاتے۔ گھر سے بھاگنے والی کو لوگ ہمیشہ آوارہ ہی کہتے ہیں۔" انہوں نے ایک بار پھر بلال کا دل جلایا۔

"امی! بہت زیادتی کرتی ہیں آپ میرے ساتھ۔ اپنی ان زیادتیوں کا آپ کو اس وقت پتا چلے گا جب میں نا رہا۔" بلال دکھی ہو کر بولے۔

"اللہ نہ کرے تمہیں کچھ ہو۔ وہ ڈائن ہی نہ رہے۔" وہ منہ بھر کر روبی کو بددعائیں دیتے ہوئے بولیں۔

"امی! آپ کیوں بھول جاتی ہیں وہ ڈائن ہے یا جو بھی۔ میری زندگی وہی ہے۔ میرا سکون وہی ہے۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔" بلال نے اپنی مجبوری بتائی۔

"بلال تم پہلے بھابی سے معافی مانگو۔ پھر آج میں تمہیں روبی کی اصلیت بتاتی ہوں جواب کھل چکی ہے۔" انہوں نے انکشاف کرنے والے انداز میں کہا۔ "اگر آپ کا یہی انصاف ہے۔ یہی حکم ہے تو میں کیسے ٹال سکتا ہوں۔ سوری بھابی۔" انہوں نے کہا تو بیگم اخلاق بولیں۔

"تمہیں اگر روبی سے سچی محبت ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بھی تم سے محبت کرتی ہو۔ وہ محبت کرنے والی لڑکی ہرگز نہیں۔ روبی نے صرف تمہاری دولت حاصل کرنے کے لیے تم سے شادی کی۔ پرسوں اس نے گل سے کہا تھا۔ خاندانی وراثت میں میرے شوہر کا جو حصہ ہے وہ میرے حوالے کیا جائے۔" انہوں نے یہ بتا کر بلال کو روبی کے خلاف کرنا چاہا مگر افسوس ایسا نہ ہو سکا۔ بلال نے سکون سے ان کی بات سنی۔ پھر اسی سکون سے بولے......

"امی! نور نے غلط تو نہیں کہا۔ شرعی طور پر میں اپنے والد کے چھوڑے ہوئے ترکے میں نصف کا وارث ہوں۔ اور نور میری بیوی ہے۔ میرا جو کچھ بھی ہے سب اس کا ہی تو ہے۔ اگر اس نے یہ کہا ہے تو پھر یہ کام اب کر ہی ڈالیں۔" بلال نے کہا اور باہر جانے کی بجائے اوپر چلے گئے اور روبی ان کے اوپر آنے سے پہلے ہی بھاگ کر اپنے روم میں چلی گئی تھی۔ اس وقت اس کو بلال کی حالت دیکھ کر خوشی ہو رہی تھی۔ یہی لائے تھے اس کو بے سکون کرنے یہاں اور اب خود بھی بھگتیں۔ کیسا ذلیل کر رہے ہیں سب مل کر۔ پھر وہ اس کی محبت کے بارے میں سوچنے لگی۔ وہ ہمیشہ اس کی فیور میں بولتے تھے۔

بیگم اخلاق نے سوچا تھا جائیداد والی بات سن کر وہ روبی سے متنفر ہو جائے گا۔ مگر وہ یہ کہ کر ان کو حیران ہی نہیں پریشان بھی کر گیا تھا کہ وہ ٹھیک کہتی ہے۔ ایسی اندھی محبت کس کام کی کہ اپنی جان کی پروا بھی نہ کرے بندہ۔ کمال نے ان تینوں کی بات چیت میں حصہ نہیں لیا تھا۔ مگر جائیداد کی تقسیم کا سن کر وہ بھی پریشان ہوا تھا......اور بلال کے جانے کے بعد انہوں نے صاف صاف کہہ دیا تھا۔ "وہ بھی بلال کو حصہ دے کر اس کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتے۔"

"یہ محض اتفاق تھا۔ اگلے روز بلال کو ایک بہت پرانے دوست مل گئے۔ خوب گرم جوشی سے گلے ملنے کے بعد پرانے قصے تازہ کرنے لگے۔ پھر دوست نے پوچھا......

"شادی کر لی یا اب بھی اکیلے ہو۔" یہ سن کر بلال نے دل میں سوچا شادی کر کے بھی میں اکیلا ہوں۔ مگر بظاہر مسکرا کر کہا۔

"بس یار! میں نے بھی یہ جرم کر ہی ڈالا۔"

"سچ۔" دوست خوشی سے بولے جانتے تھے امریکہ جانے سے پہلے اس کی شادی کے لیے بہت دباؤ ڈالا گیا تھا۔ مگر اس نے ایک ہی ضد پکڑی تھی کہ شادی امریکہ سے واپسی پر ہو گی۔

"ہاں یار! اس میں جھوٹ بولنے والی تو کوئی بات ہے ہی نہیں۔" بلال نے کہا تو دوست یکدم ہی اٹھتے ہوئے بولے۔

"اگر یہ بات ہے تو چلو اٹھو جلدی کرو......"

"کہاں چلیں۔" بلال نے مسکرا کر پوچھا۔

"احمق ہو۔ بھابی کو دیکھنے چلوں گا اور کہاں۔" نواز نے کہا تو بلال سوچ میں پڑ گئے۔ پھر دھیمی آواز میں پوچھا......

"ابھی اسی وقت ملنا کیا بہت ضروری ہے۔"

"ہاں ہاں! ابھی اسی وقت۔"

"تو پھر تم ابھی نہیں مل سکو گے۔ تمہاری بھابی کی امی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ وہ اپنے میکے گئی ہوئی ہیں کل کی۔ تم پھر کبھی بھابی سے مل لینا۔ ابھی ہوں میں یہاں۔" اور پھر تھوڑی دیر ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔ پھر وہ دوست چلے گئے تو بلال بھی گھر چلے آئے اور سوچا اگر میں نواز کو روبی سے ملانے گھر لے آتا تو روبی نے میرے دوست کو کب ملنا تھا اور مجھے کتنی شرمندگی اٹھانی پڑتی۔

اگلے روز سر میں درد ہونے کی وجہ سے بلال دوپہر ہی میں واپس آ گئے تھے۔ملازمہ سے چائے کا کہہ کر اوپر آئے تو نور کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور نور اوندھے منہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی اور ڈیک فل آواز میں چل رہا تھا اور غلام علی اپنی دلکش آواز میں محسن نقوی کا کلام گا رہا تھا۔

یہ دل یہ پاگل دل میرا کیوں بجھ گیا آوارگی
اس دشت میں ایک شہر تھا وہ کیا ہوا آوارگی

بلال سیدھا اپنے روم میں چلے گئے۔گھر آئے تھے سکون اور آرام کرنے مگر یہاں تو ایک شور برپا تھا۔مگر کیا کر سکتے تھے؟ کیا کہہ سکتے تھے۔خاموشی سے بستر پر لیٹ کر وہ خود بھی محویت سے غزل سننے لگے۔کیا خوبصورت الفاظ تھے۔

یہ درد کی تنہائیاں یہ دشت کا ویران سفر
ہم لوگ تو اکتا گئے اپنی سنا------ آوارگی
اک اجنبی جھونکے نے جب پوچھا میرے غم کا سبب------
ساحل کی بھیگی ریت پہ میں نے لکھا آوارگی

بلال اپنی غزل پر غور کر ہی رہے تھے کہ وہ لاسٹ شعر کو بار بار ریپیٹ کر کے سننے لگی اور وہ لاسٹ شعر یہ تھا۔

کل رات تنہا چاند کو دیکھا تھا میں نے خواب------
محسن مجھے راس آئے گی شاید صدا آوارگی

بلال نے جب خوب اچھی طرح غور کیا تو چونک پڑے۔ان کو یوں محسوس ہوا جیسا ایک بار پھر نور کوئی خطرناک فیصلہ کر چکی ہو۔یا پھر کرنے والی ہو۔وہ اٹھ کر جلدی سے نور کے روم میں آئے اور ڈیک بند کر دیا۔نور نے چہرہ گھما کر دیکھا۔یہ سوچ کر کہ شاید ماں آئی ہیں۔مگر ڈیک کے قریب بلال کو کھڑے دیکھ کر چونک پڑی۔مگر بلال اس کو کچھ کہے بنا اپنے روم میں واپس آئے لیکن ابھی ٹھیک سے لیٹنے بھی نہ پائے تھے کہ ڈیک بھر بج اٹھا۔پہلی بار ان کے دل میں آیا ابھی اس کے روم میں جا کر آج اچھی طرح اس کی پٹائی کریں کہ اپنی اگلی پچھلی ساری بدتمیزیاں بھول جائے۔مگر وہ اپنے اس فیصلے یا سوچ پر عمل نہ کر سکے اور ایک بار پھر سانگ کے بول سن کر وہ چونک پڑے۔اب کی بار اس نے غزل کی بجائے ایک فلمی سانگ چلایا تھا۔جس کے بول غزل سے زیادہ خطرناک تھے۔وہ غور سے سننے لگے۔گلوکارہ گا رہی تھی۔

تصویر محبت تھی جس میں ہم نے وہ شیشہ توڑ دیا' توڑ دیا
ہنس ہنس کے جینا سیکھ لیا' گھٹ گھٹ کے مرنا چھوڑ دیا' چھوڑ دیا

پھر ہے جھنکار وہی پھر ہے بازار وہی
پھر حسن شام وہی پھر میرا کام وہی
یا دل کے ٹکڑے کر ڈالے یا دل کو دل جوڑ دیا

پیار کا نام و نشان آج دنیا میں کہاں
دل پہ جب چوٹ پڑی آئی ہونٹوں پہ ہنسی------
یا خود ہی محبت چھوٹ گئی یا ہم نے پیار کو چھوڑ دیا' چھوڑ دیا------

گیت کے بول بلال کو خوفزدہ کر گئے۔وہ سنجیدگی سے سوچنے لگے اگر واقعی نور نے کوئی جذباتی فیصلہ کیا ہے تو انہیں نور کو اس فیصلے سے باز رکھنے کے لیے کیا کرنا ہوگا اور تب انہوں نے فوری طور پر فیصلہ کر لیا کہ اگر نور کوئی جذباتی فیصلہ کرتی ہے تو پھر وہ نرمی کی بجائے پوری سختی سے اس کو روکیں گے۔وہ خوب اچھی طرح سمجھ گئے تھے نور کا وہ فیصلہ کس حوالے سے ہو سکتا ہے۔ایک تو یہ نئی پریشانی اس پر سر کا درد اور پھر ڈیک کا شور۔ان کی طبیعت خراب ہونے لگی۔تنگ آ کر انہوں نے سر پر تکیہ رکھ لیا اور سونے کی ناکام کوشش کرنے لگے اور ایسے

میں اماں ان کے روم میں داخل ہوئی۔ بلال کو یوں لیٹے دیکھا تو پریشان ہو کر پوچھا؟

"بیٹا! طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری۔" بلال نے تکیہ چہرے سے ہٹا کر ان کو دیکھا اور مدہم لہجے میں بتایا......

"اماں جان! سر میں بہت شدید درد ہے اور اس پر یہ شور۔" انہوں نے نور کے روم کی جانب ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"لاؤ بیٹا میں تمہارا سر دباتی ہوں۔ اس طرح درد میں ضرور افاقہ ہوگا۔" بلال نہیں نہیں کرتے رہ گئے مگر اماں ان کے سرہانے بیٹھ کر نہ صرف ان کا سر دبانے لگی بلکہ ساتھ ساتھ سمجھانے لگی۔

"بلال بیٹا! وہ صرف تمہاری نرمی سے بگڑ رہی ہے۔ تمہاری نرمی سے فائدہ اٹھا کر ہی وہ سخت ہو رہی ہے۔ پہلی رات ہی دو زوردار تھپڑ مار کر اپنا حق وصول کر لیتے تو آج معاملہ یہاں تک نا آتا۔ تم نے کبھی سنجیدگی سے سوچا ہے۔"

"میں کیا کروں اماں جان! جب میں نے سختی کی تب بھی وہ بگڑ گئی۔ اب نرمی برت رہا ہوں تو بھی وہ بگڑ رہی ہے۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اب میں کیا کروں، کیا کہوں اور کہا جاؤں؟" انہوں نے اذیت بھرے لہجے میں کہا تو اماں کو ان پر بے حد ترس آیا۔ انہوں نے سوچا اگر نور بیگم اخلاق کو تپانے کے لیے بلال کے ساتھ یہ سفاک رویہ اختیار کرتی تو ہو سکتا ہے وہ بھی نور کو معاف کر دیتی کہ بلال بہر حال ان کا بیٹا تھا۔ وہ اس کی خوشی کا ہی سوچتی۔ اتنے میں ملازمہ بلال کے لیے چائے لے کر آ گئی اور اس کے ساتھ ہی بیگم اخلاق کی تیز اور کرخت آواز سنائی دی وہ بے حد جارحانہ انداز میں روبی سے مخاطب تھی۔

"تمہیں کسی آئے گئے کا تو خیال نہیں۔ مگر کم از کم بیمار کا تو خیال کر لیا ہوتا، ذلیل لڑکی! اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ یا پھر یہاں سے دفعان ہو جاؤ۔"

میرے ساتھ فضول باتیں کرنے کی بجائے خاندانی وراثت میں سے بلال کا حصہ مجھے دے دیں۔ میں فوراً یہاں سے چلی جاؤں گی۔" روبی نے ان کو بدلحاظی سے گھورتے ہوئے کہا تو بیگم اخلاق تپ اٹھیں اور غصے سے کانپتی ہوئی بولیں۔

"تم کون ہوتی ہو بلال کا حصہ مانگنے والی۔"

"میں بلال کی بیوی ہوں۔" روبی نے ترکی بہ ترکی زبان چلاتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو تم بلال کی بیوی ہو۔ جبھی تو وہ ساتھ والے روم میں پڑا درد سے کراہ رہا ہے اور تم یہاں میوزک انجوائے کر رہی ہو۔"

"ہاں! انجوائے کر رہی ہوں مگر آپ کون ہوتی ہیں میرے معاملات میں دخل دینے والی۔ میں نے آپ کو بہت برداشت کیا ہے۔ مگر اب نہیں کر سکتی۔ مزید کوئی بات یا سرزنش کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچ لیجیے گا میں بہت بدتمیز ہوں۔ بہتر ہوگا آپ اب یہاں سے چلی جائیں۔" روبی نے تلخی سے کہا۔

"تم کون ہوتی ہو مجھے میرے ہی گھر سے نکالنے والی۔" بیگم اخلاق گویا غصے سے پاگل ہو گئیں۔

"کیا مجھے ایک بار پھر کہنا ہوگا بلال کی بیوی اور میں یہ بھی بتا چکی ہوں۔ میں بہت بدتمیز ہوں۔"

"یہ بتانے کی مجھے ضرورت نہیں۔ میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ کاش! کہ بلال بھی واقف ہو سکتا جو تم ایسی بدنام اور آوارہ کے لیے مرے جاتا ہے۔ مجھے بیٹے کا خیال نہ ہو تو تمہیں ابھی چوٹی سے پکڑ کر گھر سے نکال باہر کروں۔" انہوں نے حسرت سے کہا۔

"مجھے نکالنے کا اتنا ہی شوق ہے یا مجھ سے اتنی ہی شدید نفرت ہے تو پھر دعا کریں بلال فوت ہو جائے۔ جب وہ مر جائے گا تو میں خود ہی تم ایسے منحوس لوگوں کا یہ گھر چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔"

"او بدکردار لڑکی! میرے ہی منہ پر میرے بیٹے کو بددعا دیتی ہو۔ بیگم اخلاق نے اس دن ایک تھپڑ مارا تھا تو آج یکدم دو زوردار چانٹے روبی کے منہ پر رسید کیے جن کی آواز بلال کے روم تک گئی۔ تو وہ تڑپ کر اٹھ بیٹھے۔ سر درد سے پھٹا جا رہا تھا مگر یہ صدمہ بہت شدید تھا اور پوری قوت سے ان پر حملہ آور ہوا تھا کہ وہ زندہ ہیں مگر اس کے باوجود جس کا جی چاہتا ہے نور کو بے عزت کرنے چلا آتا ہے۔" انہوں نے پوری قوت سے چیخ کر کہا۔

"اب بس کیجیے امی! بہت ہو چکی۔ ابھی میں زندہ ہوں۔ اگر نور پر ظلم کرنا ہے تو پھر میرے مرنے کا انتظار کیجیے گا۔"

تب بیگم اخلاق غصے سے بھری ان کے قریب آئیں اور غصے سے کہا۔

"میں نے ہی تمہیں روکا تھا کہ روبی کو طلاق دیئے بغیر تم کہیں نہیں جا سکتے۔ مگر اب میں ہی تم سے کہتی ہوں اگر تم نے اس آوارہ کو طلاق نہیں دینی تو پھر اس کو یہاں سے لے کر چلے جاؤ کہیں بھی چلے جاؤ۔ میں تمہیں صبر کرلوں گی۔ مگر اس آوارہ کا وجود اب مزید اس گھر میں برداشت نہیں کروں گی۔" اتنا کہہ کر وہ باہر نکلی تو روبی باہر کھڑی تھی۔ بیگم خلاق کو دیکھ کر زہر خند سے بولی۔

"جب تک ہمارا حصہ ہمیں نہیں ملے گا تب تک ہم نہیں جائیں گے۔ اپنے بڑے بیٹے سے بولو حساب کتاب کر کے ہمارا حصہ ہمارے حوالے کر دے۔ ورنہ خالی ہاتھ ہم جانے والے نہیں۔ اگر وہ خان اخلاق خان کا بیٹا ہے تو بلال بھی بیٹے ہیں دشمن نہیں۔"

"ہاں خالی ہاتھ تم کیوں جاؤ گی۔ جبکہ تم نے بلال سے شادی کی ہی ہماری دولت کے لیے ہے۔ مگر میری زندگی میں حصہ تمہیں کبھی نہیں ملے گا۔" انہوں نے کورا جواب دیتے ہوئے کہا۔ بیگم اخلاق کا جی چاہا اب پاؤں سے چپل اتار لیں مگر اندر لیٹے بلال کا خیال کر کے غصے سے بڑبڑاتے نیچے چلی گئیں تو اندر لیٹے بلال گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ پہلے دل چاہا نور کے روم میں جا کر ماں کے اس نامناسب رویے پر ایکسکیوز کریں مگر پھر یہ سوچ کر کہ وہ ان کو دیکھ کر بگڑ جائے گی کہ یہ سب ان کی وجہ سے ہی تو اس کے ساتھ ہو رہا ہے۔ وہ ضبط کر کے لیٹے ہی رہے مگر ان کو نور کے چہرے پر لگنے والے تھپڑوں کا بے حد افسوس تھا کیا وہ بچی تھی یا لاوارث تھی جو امی بار بار اس پر ہاتھ اٹھا رہی تھی۔"

"ادھر روبی اپنے روم میں بیٹھی سوچتی رہی۔ اب اس کو کیا کرنا ہے۔ بلال نہ اس کو چھوڑ سکتے ہیں نہ ہی گھر والوں کو اور ایک بار پھر بلال کو سکون دینے کے لیے اس کو ہی فیصلہ کرنا تھا اور اس نے کرلیا اور مطمئن ہو گئی۔ اس کی قسمت میں شاید زندگی کی آخری سانس تک تڑپنا اور بے عزت ہونا لکھا تھا مگر بلال کو تو رہائی ملنا چاہیے تھے۔ وہ تو اپنی باقی ماندہ زندگی سکون سے گزاریں۔"

اگلے روز دوپہر کے ٹائم بلال کی طبیعت کچھ بہتر ہوئی تو وہ تیار ہو کر اپنے روم سے باہر آئے اور نیچے جانے سے پہلے نور کے روم میں جھانکا تو چونک پڑے۔ نور ریڈ کلر کی میکسی میں ملبوس گہرا میک اپ کرنے کے بعد اب کھڑی بالوں کا سادہ جوڑا بنا رہی تھی۔ پہلا خوشگوار خیال ان کے ذہن میں یہی آیا کہ وہ شاید ان کے پاس آنے کے لیے تیار ہو رہی ہے مگر جیسا تنگ مزاج وہ رکھتی تھی اس میں یہ بات سوچنا بھی فضول تھا تو پھر یہ تیاری اور اس کے ساتھ ہی جو دوسرا خیال ان کے ذہن میں آیا وہ انہیں نڈھال کر گیا۔ یعنی اگر وہ ان کے پاس نہیں آ رہی تو پھر لازمی وہ سٹوڈیو جانے کی تیاری کر رہی ہے۔ یہ سوچتے ہی وہ واپس اپنے روم میں آئے اور دریچے میں کھڑے ہو کر باہر دیکھتے ہوئے سوچنے لگے۔ گویا کل وہ غزل اور سانگ میں ان کو اپنے بارے میں ہی میسج دے رہی تھی۔ اب ان حالات میں ان کو کیا کرنا ہوگا۔ ہو سکتا ہے وہ ان کے ساتھ صلح کے لیے ہی یہ تیاری کر رہی ہو کہ اماں نے کل کہا تھا......
وہ آج روبی کو اچھی طرح سمجھائیں گی۔ وہ ابھی یہی سوچ پائے تھے کہ نور اپنے روم سے باہر آئی اور اس کا رخ دیکھ کر وہ چونک پڑے وہ بڑی تیزی سے سیڑھیوں کی جانب جا رہی تھی۔ وہ خود بھی تیزی سے اپنے روم سے باہر نکلے اور آواز دی۔

"نور! میری بات سنو۔"

اس کے آگے بڑھتے قدم رک گئے۔ مگر وہ خود نہیں مڑی وہیں کھڑے کھڑے چہرہ گھما کر ناگواری سے بلال کو دیکھا اور تنک کر کہا۔

"جی فرمائیے!" واپس مڑنا اس نے اس لیے گوارا نہیں کیا تھا کہ کل جو فیصلہ اس نے کیا تھا اب ہر حال میں اس پر عمل کرنا چاہتی تھی کہ اسی میں اس کے خیال میں بلال کی بہتری تھی۔ ویسے بھی وہ جب کوئی فیصلہ کر لیتی تھی تو پوری قوت سے اس پر ڈٹ جاتی تھی۔ پھر کوئی اس کو روک نہیں سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے بلال کا اس کو آواز دے کر روکنا سخت ناگوار گزرا تھا اور اس کی آواز کے تیکھے پن سے بلال اس کے ارادے اچھی طرح سمجھ گئے۔ مگر یہاں باہر بات کر کے دوسروں کو تماشا دکھانا نہیں چاہتے تھے۔ اس لیے نرمی سے بولے۔

"ادھر آؤ نور اور میری بات سنو۔"

روبی کو پتا چل گیا کہ وہ اس کے ارادے سمجھ گئے ہیں۔ اس لیے ان کے پاس جانے کی بجائے وہیں کھڑے کھڑے لاپروائی سے ان کو دیکھا اور کہا۔

"میں ذرا جلدی میں ہوں۔ آپ کی بات واپس آ کر سن لوں گی۔" اور یہ سنتے ہی بلال کو غصہ آ گیا اور انہوں نے شادی کے بعد پہلی بار سخت لہجے کا استعمال کرتے ہوئے آہستہ سے کہا تا کہ نیچے سے نہ کوئی سن لے اور ان کا مذاق اڑایا جائے۔

"بکواس بند کرو نور! اور ادھر آ کر پہلے میری بات سنو۔" ان کا یہ لہجہ دیکھ کر روبی ایک لمحے کے لیے خوفزدہ ہو گئی مگر دوسرے ہی لمحے نفرت سے ناک سکیڑ کر سر جھٹک کر پیچھے مڑنے کی بجائے آگے بڑھی تو بلال تیزی سے اس کے قریب آئے۔ پھر مضبوطی سے کلائی تھام کر گھسیٹنے والے انداز میں نور کو اس کے روم میں لائے۔ پھر اس کی کلائی چھوڑ کر پہلے دروازہ بند کر کے لاک لگایا پھر ضبط کی آخری کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"کہاں کی تیاری ہے۔ کہاں جا رہی ہو تم اکیلی۔ وہ بھی اس حلیے میں؟" روبی کو جس انداز میں وہ اس کے روم میں لائے تھے وہ اس کو تپا گیا۔ ویسے بھی وہ کل کا پکا پکا فیصلہ کر چکی تھی فلم انڈسٹری کو دوبارہ جوائن کرنے کا۔ اس لیے بڑے تیکھے پن سے بلال کو دیکھا اور نڈری سے کہا۔

"آپ سے مطلب میں کہیں بھی جاؤں اور کسی بھی حلیے میں جاؤں۔ آخر میں اداکارہ روبی ہوں۔"

"مطلب ہے۔ جبھی تو پوچھ رہا ہوں۔ کہاں جا رہی ہو تم؟ یہ بتائے بغیر تم نہ جا سکو گی۔" بلال کا لہجہ اب بھی نرم تھا۔

"جہنم میں جا رہی ہوں۔ آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے۔" روبی نے بدتمیزی سے کہا۔

"نور! تم اچھی طرح جانتی ہو میں کون ہوں۔ تمہارا شوہر ہوں۔" بلال نے ضبط کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس پر کوئی سختی کرنا نہیں چاہتے تھے۔

"اچھا!" روبی نے تمسخر اڑانے والی نظروں سے انہیں دیکھا، پھر نفرت سے بولی۔

"میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ آپ میرے شوہر ہیں۔"

"تمہارے تسلیم نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں جو ہوں سو ہوں۔ تمہیں بہر حال باہر جانے سے پہلے لازمی بتانا ہو گا کہاں جا رہی ہو۔ ورنہ تم باہر نہ جا سکو گی۔" بلال نے حتمی لہجے میں کہا۔

"بتا بھی دوں تو آپ کیا کریں گے۔ میرا کیا بگاڑ لیں گے۔" روبی نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"یہ تو تمہارے بتانے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔ میں کچھ کر سکتا ہوں یا نہیں بگاڑ سکتا ہوں یا نہیں ذرا بتا کر دیکھو۔" بلال سے اب ضبط مشکل ہو رہا تھا کہ وہ حد سے بڑھتی جا رہی تھی۔

"اگر میں یہ کہوں کہ میں اسٹوڈیو جا رہی ہوں تو۔" اب کی بار روبی نے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی اس نڈری پر ایک لمحہ کے لیے بلال چکرا کر رہ گئے۔ مگر کیا کر سکتے تھے۔ وہ شروع سے ہی ایسی تھی۔ تاہم انہوں نے خود کو سنبھال کر پوچھا۔

"نور تم سٹوڈیو کیا کرنے جا رہی ہو؟"

"آپ خود بھی سوچ سمجھ سکتے ہیں۔ میں اسٹوڈیو کیوں جا رہی ہوں۔ اور اگر میرے ہی منہ سے سب سننا چاہتے ہیں تو پھر سنیئے میں سٹوڈیو اس لیے جا رہی ہوں کہ میں اداکارہ روبی ہوں اور میں نے ایک بار پھر فلم انڈسٹری کو جوائن کرنے اور پرفارم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس لیے جا رہی ہوں۔ اور کچھ؟" روبی نے اپنی بات ختم کر کے ناگواری سے ان کو دیکھا۔

مارے غصے کے بلال یہ سب سننے کے بعد کھول اٹھے۔ مگر پھر ضبط کا دامن تھام کر روبی کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"نور پہلے کی بات اور تھی مگر اب......" وہ رکے، پھر کہا۔ "اب تم میری بیوی ہو۔ تم اس گھر کے اندر اپنی من مانی کر سکتی ہو۔ گھر کے اندر تمہارا جو جی چاہتا ہے کرو تم۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ مگر گھر کے باہر تم نہیں جاؤ گی۔ یہ میرا حکم ہے۔ سمجھیں۔" نا چاہتے ہوئے بھی ان کا لہجہ سخت ہو گیا۔

مگر روبی نہیں ڈری۔ بے خوفی سے ان کو دیکھا اور غرا کر کہا۔

"میں کسی کے حکم کی پابند نہیں ہوں۔ میں سٹوڈیو ضرور جاؤں گی اور آپ مجھے نہیں روک سکتے۔" اس کے ساتھ ہی اس نے دروازے کی جانب قدم بڑھائے۔

"نور! بہتر ہے تم خود ہی رک جاؤ۔ مجھے سختی پر مجبور نہ کرو۔" بلال نے آخری بار اس کو سمجھانے اور خود پر ضبط کرنے کی کوشش کی مگر روبی کہاں سمجھنے والی تھی۔ اس نے یہ فیصلہ کیا ہی ان سے دور جانے کیلئے تھا۔ بلال سختی کرتے تو وہ زیادہ جرأت کے ساتھ گھر چھوڑ کے جا سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے بلال کو دیکھتے ہوئے تلخی سے بولی۔

"میں نے ہمیشہ وہی کیا ہے جو میرے دل نے کہا ہے۔ کسی کے کہنے سے میں رک نہیں سکتی اور کوئی مجھے روک نہیں سکتا۔ کسی کو کیا حق ہے مجھے روکنے کا اور نہ ہی میں رکنے والی ہوں۔"

"نور! آج تمہیں رکنا ہو گا ورنہ ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا تمہیں روکنے کا کسی کو حق ہے یا نہیں۔ میں نے بہت ضبط کیا مگر اس کا مطلب یہ نہیں تم میرے ضبط کا غلط فائدہ اٹھاؤ۔

سیدھی طرح رک جاؤ ورنہ انجام اچھا نہیں ہوگا۔" وہ غرائے اور اچانک روبی کے اندر وہی آگ جل اٹھی جو بڑی مشکل سے بجھی تھی۔ وہ آگ جس نے اس کو گھر سے بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ ساری زندگی سکون نہیں پا سکی تھی۔ وہ آگ جس کی وجہ سے بلال سے انتقام لینے کے لیے زندہ رہی۔ لیکن جب بلال ملے تو پتا چلا وہ دشمن نہیں محبوب تھے۔ اور اس کے ساتھ دیوانہ وار محبت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے وہ بلال کو معاف کر کے اس کے سکون کے لیے خود صحرا کی خاک چھاننے نکل گئی۔

پھر اللہ کے گھر بلال سے ملاقات ہوگئی۔ وہ پہلے بھی بلال سے بہت محبت کرتی تھی مگر اب یہ جاننے کے بعد کہ وہ اس کے لیے ساری دنیا چھوڑ کر یہاں صحرا میں اکیلے زندگی بسر کر رہے ہیں وہ پہلے سے بھی زیادہ ٹوٹ کر اس کو چاہنے لگی تھی۔ پھر وہ شادی کا پروگرام لے کر پاکستان آئے۔ تو ایک بار پھر ساری خوشیاں خاک میں مل گئی تھیں۔ اب وہ خود بھی تکلیف میں تھی اور ساتھ بلال بھی۔ یہی وجہ ہے ایک بار پھر اس نے بلال کو سکون دینے کے لیے بلال سے الگ ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ بلال اس کو سوچتے دیکھ کر سمجھے شاید وہ ان کی بات مان گئی ہے اس لیے اب کی بار ذرا نرمی سے کہا۔

"چلو نور! بیٹھو مجھے تم کو کچھ بتانا ہے۔"

"چپ کریں، مجھے ابھی جانا ہے۔" اس نے بلال کی بات سنتے ہی چیخ کر کہا۔ "مجھے ہر حال میں جانا ہے۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بلال کا ہاتھ گھوم گیا۔ پھر ان کو خود بھی یاد نہ رہا کہ نور کا منہ بند رکھنے کے لیے انہوں نے اس کو کتنے تھپڑ مارے تھے اور بال آخر روبی ان تھپڑوں کی بارش کو برداشت نہ کرتے ہوئے لڑکھڑا کر بیڈ پر گر گئی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں نا تو غصہ تھا اور نہ ہی نفرت تھی، صرف حیرت تھی۔ شاید اس کو بلال سے ایسے سخت رویے کی توقع نہیں تھی۔ جبکہ بلال اب شدید غصے سے کھڑے اس کو گھور رہے تھے۔ پھر بیڈ کے قریب آئے اور دونوں گالوں پر ہاتھ رکھے بیٹھی نور کو دیکھتے تنبیہی اور سخت لہجے میں کہا۔

"برداشت کی ایک حد ہوتی ہے اور وہ حد میری آج ختم ہوگئی ہے۔ برسات اور طوفان کی اس رات میں تمہارے لیے نامحرم تھا۔ مگر آج محرم ہوں۔ آج تمہارے تمام حقوق میرے نام ہیں۔ کان کھول کر سن لو تم اسٹوڈیو نہیں جاؤ گی۔ اسٹوڈیو جانا تو دور کی بات اب تم میرے سامنے اسٹوڈیو کا نام لے کر ہی ذرا دکھاؤ۔ نور! اسٹوڈیو جانا تو دور کی بات ہے تم ذرا مجھے گھر سے قدم نکال کر دکھاؤ۔ ٹانگیں توڑ دوں گا میں تمہاری۔ مار مار کر حلیہ بگاڑ دوں گا تمہارا۔ پر فرار کرنے سے پہلے ہی میں تمہیں اپنے ہی ہاتھوں سے ختم کر دوں گا بعد میں مجھے چاہے پھانسی ہو جائے مگر یہ روز روز کی بے سکونی اور بک بک ہمیشہ کے لیے ختم کر کے رکھ دوں گا۔ شوہر ہوں اب میں تمہارا۔ میری نرمی کا یہ مطلب نہیں کہ تم جو چاہو غلط سلط کر سکتی ہو۔" بات ختم کرتے ہی وہ روم سے باہر چلے گئے اور روبی دونوں گالوں پر ہاتھ رکھے روتی چلی گئی اور پھر نجانے کیا سوچ کر روتے روتے بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔

ادھر بلال کو اپنے سخت اور اس پر تشدد رویے پر بے حد افسوس تھا۔ مگر انہوں نے سوچا اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہ تھا۔ وہ ان کی نرمی کا غلط استعمال کر رہی تھی۔ اس لیے اب اس کی اصلاح کے لیے یہ سختی بے حد ضروری تھی اور اب یہی سخت رویہ اس کے ساتھ قائم رہے گا۔ ورنہ وہ مزید بگڑ سکتی ہے۔

اگلے روز وہ گھر سے باہر نہیں گئے تھے۔ محض یہ سوچ کر کہ غصے میں پھر کہیں گھر چھوڑ کر چلی نہ جائے۔ اگر چہ اماں کو بھی انہوں نے ساری بات سچ سچ بتا دی تھی اور کہا تھا وہ خود بھی اس کا دھیان رکھیں اور اماں نے بلال کی بات سن کر کہا تھا۔

"بیٹا! تم نے جو بھی کیا صحیح کیا۔ ان حالات میں تمہارا یہ رویہ درست تھا۔ اگر تم اس کی اصلاح کے لیے یہ رویہ اختیار نہ کرتے تو وہ پھر اسی دلدل میں اتر جاتی اور یہ صرف اس کے بلکہ ہم سب کے حق میں بہت برا ہوتا اور یہ حقیقت تھی اماں کو بلال کے اس سخت رویے پر بے حد خوشی ہوئی تھی اور انہیں یہ بھی یقین تھا اب نور سدھر جائے گی۔ جب عورت نرمی کا مطلب نہ سمجھے تو پھر اس کے حق میں سختی ہی بہتر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو خود قرآن پاک میں فرماتے ہیں نافرمان عورت کو پہلے نرمی سے سمجھاؤ، پھر بھی نہ سمجھے تو اس کے ساتھ لیٹنا چھوڑ دو اور اگر پھر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو پھر اس کو زدوکوب کرو اور ان کے خیال میں نور بھی اب اس مقام پر آ چکی تھی جہاں اس کی ٹھکائی بے حد ضروری تھی۔

نور کی پٹائی کرنے کے بعد بلال دو دن گھر کے اندر ہی موجود رہے تھے۔ تیسرے دن دو بارہ بجے کے قریب تیار ہو کر اپنے روم سے باہر آئے تو روبی کے روم کا دروازہ بند تھا۔ گھر میں موجود ہونے کے باوجود ان تین دن میں ایک بار بھی ان کا سامنا نور سے نہیں ہوا تھا۔ وہ اس کے دروازے کے قریب آئے۔ چیک کیا تو لاک نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر وہ دروازہ کھول کر اس کے روم میں آئے تو وہ گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیڈ پر بیٹھی کوئی بک پڑھ رہی تھی۔ گویا ڈیک کا شوق مار کھانے کے بعد ختم ہو گیا تھا۔ تین دن سے اس نے ڈیک نہیں لگایا تھا۔ بلال چپ چاپ کھڑے اس کو دیکھتے رہے اور سوچتے رہے خود میں نے تمہیں زندگی کی ہر خوشی دینے کا عہد کر کے پایا تھا مگر تم نے سہاگ رات میں مجھے ٹھکرا کر خود ہی سب خوشیوں

سے منہ موڑلیا۔ تم نے میرے ساتھ جو بھی رویہ رکھا میں نے اف تک نہیں کی۔ کوئی شکوہ تم سے نہیں کیا مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم خود کو پھر سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو اور میں تماشائی کی حیثیت سے دیکھتا رہوں گا۔ کبھی نہیں۔ تم میری بیوی، میری ذمہ داری ہو۔ میں تمہیں کوئی غلط فیصلہ اب کبھی نہ کرنے دوں گا۔

پڑھتے پڑھتے اچانک روبی نے کسی دوسرے وجود کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے چہرہ اٹھایا اور بلال کو دیکھ کر پھر جھکالیا۔ یہ دیکھ کر بلال مسکراتے ہوئے اس کے قریب چلے آئے۔ پھر جھک کر انگلی سے روبی کے ایک رخسار کو چھو کر شرارت سے ہلکا سا مسکرا کر پوچھا۔

"تھپڑ زیادہ زور سے تو نہیں لگے تھے۔"

"روبی نے ان کا ہاتھ پرے جھٹکتے ہوئے خفگی سے چہرہ دوسری جانب پھیر لیا اور بلال دھیرے سے ہنس پڑے۔ اور پھر اسی خوشگوار موڈ کے ساتھ روم سے باہر نکلے ہی تھے کہ سامنے سے آتے نواز کو دیکھ کر حیران ہوئے اور نواز نے ان کی حیرت دیکھتے ہوئے بتایا۔

"یار! میں نے گھر فون کیا تو تمہاری امی نے بتایا تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں حالانکہ تم تو اس وقت ضرورت سے زیادہ صحت مند اور خوش نظر آرہے ہو۔ کیا بات ہے پیارے۔ جو یوں اکیلے مسکرا رہے ہو۔ نواز نے آنکھ مار کر شرارت سے پوچھا۔ "خوش ہوں اس لیے مسکرا رہا ہوں۔" بلال نے یہ کہتے ہوئے روبی کے روم کی جانب دیکھا تو نواز نے جلدی سے پوچھا۔

"بھابی اندر موجود ہیں؟"

"ہاں! بلال نے کہا اور یہ سنتے ہی نواز بلال کو وہیں چھوڑ کر ایک دم روبی کے دروازے پر دستک دیتا ہوا اندر چلا گیا۔"

"ارے ارے! یہ کیا کر رہے ہو...... بلال کہتا رہ گیا مگر نواز یہ جا وہ جا ہو چکا تھا۔ سمجھ میں نہ آیا اب کیا کرے۔ کچھ اور نہ سوجھا تو جلدی سے اماں کے پاس آئے۔ جلدی جلدی ان کو ساری صورتحال سمجھائی اور پھر جب اماں کو ساتھ لیے نور کے روم میں داخل ہوئے تو نواز صوفے کی بجائے نور کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھا باتیں کر رہا تھا اور روبی کتاب گود میں رکھے بڑی دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اصل میں نواز نے اندر آتے ہی روبی کو سلام کرتے ہوئے چہک کر بتایا تھا۔

"بھابی جان! مجھے نواز کہتے ہیں اور میں بلال کا بہت پرانا یعنی قدیم ترین دوست ہوں۔ چند دن پہلے بھی میں آنا چاہتا تھا مگر نہ آسکا۔ آج بلال کی طبیعت کا سنا تو چلا آیا۔" روبی اس کی باتوں کے جواب میں خاموش ہی رہی تو نواز نے بغور اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" روبی نے پھر جواب دینے کی زحمت نہ کی تھی اور اتنے میں بلال بھی اماں کو ساتھ لیے آپہنچے تھے اور بلال کو دیکھتے ہی نواز نے پہلی بات یہ پوچھی تھی۔

"یار! بھابی سے تمہاری لڑائی تو نہیں چل رہی۔"

"تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟ بلال نے کن آنکھوں سے نور کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔"

"یار! ایک تو بھابی نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ دوسرا بھابی کی آنکھیں ہلکی سرخ ہو رہی ہیں لگتا ہے روتی رہی ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ بس ان کی طبیعت ذرا خراب ہے اور شاید رات کو ٹھیک سے سو بھی نہیں پائیں۔" بلال اتنا کہہ کر چپ ہو گئے۔

"شاید" نواز نے بلال کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم رات یہاں ان کے پاس نہیں تھے؟"

"او یار! میرا یہ مطلب نہیں۔ بلال ایک دم گھبرا گئے۔ پھر سنبھل کر کہا۔ اصل میں میں بہت تھکا ہوا تھا اس لیے جلدی ہی سو گیا تھا۔" پھر اماں کا تعارف کرواتے ہوئے کہا ان سے ملو یہ نور کی والدہ ہیں۔ نواز نے اماں کو بڑے ادب سے سلام کیا۔ پھر نور سے مخاطب ہوا۔

"بھابی! میں آپ دونوں کو آج انوائٹ کرنے آیا ہوں۔" روبی نے پھر منہ سے کچھ کہنے کی بجائے سوالیہ انداز میں نواز کو دیکھا تو اس نے شرارت بھرے لہجے میں بلال سے پوچھا۔

"یار بلال! بھابی گونگی تو نہیں۔"

بلال اس کی بات سن کر صرف خفیف سا مسکرائے اور دل میں سوچا یہی کیا کم ہے کہ وہ پرسوں کے تھپڑ کھانے کے باوجود تمہیں برداشت کر رہی ہے۔

"یار تم نے جواب نہیں دیا میری بات کا۔" نواز نے دوبارہ پوچھا تو بلال نے سنجیدگی سے بتایا۔

"بہتر ہو گا تم یہ بات اپنی بھابی سے ہی پوچھو۔ ویسے نور بے حد کم گو ہے۔"

"واقعی بھابی! بلال سچ کہہ رہا ہے؟" نواز نے بہت سنجیدہ ہو کر پوچھا تو روبی بے ساختگی سے مسکرا دی اور بلال نے اطمینان کی ایک گہری سانس لے کر اماں کو دیکھا تو اماں بھی مسکرا دیں اور اس کے بعد بلال بھی کھل کر مسکرا رہے تھے گویا بارش کے بعد اب مطلع بالکل شفاف ہو گیا تھا اور نواز اب روم میں صوفے پر بیٹھے اماں اور بلال کی موجودگی کو فراموش کر کے صرف روبی سے باتیں کیے جا رہا تھا اور روبی بہت آرام اور خاموشی سے سن رہی تھی اور بلال کو اس کے اس رویئے پر شدید حیرت تھی اور دل میں وہ سوچ رہے تھے اگر اس کو برے سخت رویئے سے سدھرنا تھا تو کاش میں بہت پہلے سخت رویہ اپنا لیتا۔ اچانک وہ نواز کی بات سن کر چونکے وہ کہہ رہا تھا۔

"یار! کل ہماری شادی کی سالگرہ ہے۔ تم اور بھابی ضرور بالضرور آنا۔"

"بہتر یہی ہوگا کہ تم یہ بات اپنی بھابی سے ہی کہو۔" کیونکہ بلال جانتے تھے وہ ہرگز نہ ان کے ساتھ جائے گی۔

"کیوں بھابی جان! آپ آئیں گی نا۔" نواز نے بلال کی بات سنتے ہی پوچھا۔

"کوشش کروں گی۔" روبی نے دھیمی آواز میں کہا...... تو نواز نے شور مچا دیا کوشش نہیں بھابی جان! وعدہ کیجئے۔" اور روبی کو یہ وعدہ کرنا پڑا کہ وہ ضرور آئے گی جبکہ بلال اچھی طرح جانتے تھے وہ کبھی نہیں جائے گی۔ اچھا تو پھر میں چلتا ہوں۔" نواز اٹھتے ہوئے بولا۔

"بیٹھو بیٹا! اب تو کھانے کا ٹائم ہونے والا ہے۔ کھانا کھا کر جانا۔" اماں نے شفقت بھرے لہجے میں کہا۔ بلال نے بھی روکنا چاہا مگر وہ انکار کر کے چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی بلال بھی اٹھ گئے تھے اور اماں روبی کے تاثرات دیکھنے لگی۔ پھر خود بھی اٹھتے ہوئے بولی۔

"کوئی حرج نہیں اگر تم سالگرہ پارٹی میں چلی جاؤ۔ دل بھی ذرا بہل جائے گا۔"

"مگر کیوں؟" روبی کی آنکھوں میں وہی نفرت عود کر آئی تھی اور اماں یہ سوچتی ہوئی اپنے روم میں چلی آئیں کہ تم کو مکمل طور پر درست ہونے کیلئے ابھی دو تین بار مزید ٹھکائی پٹائی کی ضرورت ہے۔

دوسری طرف بلال نواز کے ساتھ نیچے آئے پھر اس کو باہر دروازے پر چھوڑ کر واپس آئے تو بیگم اخلاق نے کہا۔

"یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"کیا کہنا چاہ رہی ہیں آپ؟ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" بلال نے ان کے قریب رکتے ہوئے پوچھا۔

"تم نواز کو اوپر کیوں لے کر گئے تھے۔" روبی سے کیوں ملوایا ہے۔

"میں لے کر گیا تھا یا آپ نے اوپر بھیجا۔ باقی نواز میرا دوست ہے اور بہت اچھا انسان ہے۔ امریکہ میں چھٹی والے روز اس کی بیوی مجھے لازمی کھانے پر بلاتی تھی۔ جب اس کی بیوی مجھ سے ملتی ہے تو پھر میں نور کو کیوں نہ نواز سے ملواتا۔ ویسے بھی نواز بہت لائق انسان ہے۔"

"وہ لائق انسان ہے تمہاری بیوی تو نہیں۔" انہوں نے زہر خند سے کہا۔ "اور اگر وہ پہچان لیتا یہی اداکارہ روبی......"

"امی! وہ صرف نور ہے اور خدا کے لیے پیچھا چھوڑ دیں اس کا اور نور کے لیے مزید رائے زنی کرنی چھوڑ دیں۔" بلال کو غصہ آ گیا۔ شاید روبی کے نرم رویئے نے ایک نئی قوت ان کے اندر بھر دی تھی۔

"بلال! ابھی وہ تمہیں گھاس نہیں ڈالتی۔ منہ نہیں لگاتی تو تمہارا یہ حال ہے۔ اگر وہ تمہیں لفٹ کراتی تو پتا نہیں تم مزید کتنے بدتمیز ہو جاتے۔ تمہیں معلوم ہے نہ شمشاد میری بہن بنی ہوئی ہے۔ مگر تمہاری شادی کے بعد وہ ایک بار بھی ہمارے گھر نہیں آئی۔ جانتے ہوں کیوں؟"

"مجھے کوئی ضرورت نہیں فضول لوگوں کے بارے میں سوچ کر اپنا وقت برباد کرنے کی۔" بلال نے خشک لہجے میں کہا۔

"مگر میں پھر بھی بتاؤں گی وہ صرف روبی کی وجہ سے ہمارے گھر نہیں آتی۔ کیونکہ وہ روبی کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی اور ماں سے بڑھ کر تو اپنی بیٹی کو کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔"

"آپ کی ان باتوں کا مطلب۔" بلال نے ناگواری سے پوچھا۔

"بلال! بلال! تم بہت گستاخ ہو گئے ہو۔ میں تمہیں تمہارے بھائی سے...... وہ پتا نہیں کیا کہنا چاہتی تھیں اچانک خاموش ہو گئیں۔ پھر بولیں۔ "خیر اب تم سے کہنا سننا بے کار

ہے۔تم کنارہ کرلو۔میں نے تو سوچا تھا ان تین ماہ میں تمہیں عقل آجائے گی مگر خیر میں اب تم سے کچھ نہیں کہنا چاہتی۔بس تم کنارہ کرلو۔ہم لوگ تمہیں اور برداشت نہیں کر سکتے۔تم یہاں سے چلے جاؤ۔اب یہی آخری فیصلہ ہے میرا۔"

"جی بہتر امی! میں کوشش کروں گا۔" بلال نے لاپروائی سے کہا گویا ان کی بات کی کوئی خاص اہمیت نہ ہو اور وہ ایک دم آگ بگولا ہو گئیں۔ "کب کرو گے کوشش۔کب کرو گے اپنی یہ کوشش۔اس کو یہاں سے لے کر دفع ہو جاؤ بلال! ورنہ میں اسے چوٹی سے پکڑ کر گھر سے نکال دوں گی باہر سڑک پر کھڑا کر دوں گی۔" بلال کچھ دیر ان کو دیکھتے رہے اور سوچتے رہے۔ آخر لوگ دوغلی زندگی بسر کیوں کرتے ہیں۔ان کا باطن اور ظاہر ایک سا کیوں نہیں ہے۔ان لوگوں کے ایسے رویے اور باتوں کی وجہ سے پہلے ہی خرابی ہو چکی ہے۔مگر یہ لوگ پھر بھی باز نہیں آتے۔وہ چپ چاپ اوپر آئے اور روم میں بند ہو گئے۔ان کا خیال تھا ہو سکتا ہے امی کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے مگر ایسا نہ ہوا۔رات کا کھانا بھی انہوں نے نہ کھایا۔صبح وہ نیچے آئے تو کمال گویا پہلے سے ہی ان کے منتظر تھے۔دیکھتے ہی بولے۔"یہ کیا سنا ہے میں نے۔تم اس کو اپنے دوستوں سے بھی متعارف کروانے لگے ہو۔"

"اس میں برائی کیا ہے۔وہ میری بیوی ہے۔چھپانے والی چیز نہیں اور پھر نواز میرا بہت قریبی دوست ہے اور اس کی بیوی بھی مجھ سے پردہ نہیں کرتی۔" بلال نے لاپروائی سے کہا۔

"پھر وہی بات۔" بیگم اخلاق نے انہیں گھور کر دیکھا۔میں پوچھتی ہوں ساری دنیا نیک اور پارسا ہے۔مگر وہ آوارہ تو اس قابل نہیں۔" انہوں نے تلخی سے کہا۔

"امی جان پلیز! میں آپ کو کتنی بار کہوں آپ چپ رہا کیجئے۔" بلال نے غصے سے کہا ورنہ میرے منہ سے کچھ الٹ سلٹ نکل جائے گا کہ ضبط کی آخری حد کو چھو رہا ہوں میں۔"

"کیا کہا۔" گل نے آنکھیں نکال کر اسے دیکھا اور کہا۔"اس آوارہ کے لیے تم امی جان سے اس لہجے میں بات......"

"بھابی جان! آپ کو ہمارے درمیان بک بک کرنے کی ضرورت نہیں۔" بلال بھی گویا آج غصے میں بھرے بیٹھے تھے کہ رات دن کی ان باتوں سے وہ تنگ آ چکے تھے۔

"بلال! ذلیل انسان۔ماں جیسی بھابی کو بک بک بتاتا ہے۔" بیگم اخلاق نے اٹھ کر ان کے چانٹا مار دیا۔بلال نے دکھ سے ان کو دیکھا۔ایک بہو کے لیے ایسی محبت اور دوسری کے لیے ایسی نفرت۔اچانک کمال اٹھ کر ان کے قریب آئے اور کاندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

"بلال! تم کو جس چیز کی ضرورت ہو جو چاہو یہاں سے لے جاؤ۔مگر وہ عورت جس کے لیے تم سب کا احترام بھول گئے ہو اس کو لے کر تم کہیں بھی چلے جاؤ۔ہم اپنے گھر کے مقدس ماحول میں اس کا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔"

"کیوں نہیں کر سکتے؟ کیوں نہیں کر سکتے؟ میرا خیال ہے اب اس کی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں۔" بلال نے غصہ ضبط کرتے ہوئے بمشکل کہا۔

"بھائی جان! آپ کیوں بھول جاتے ہیں وہ اس خاندان کی چھوٹی بہو ہے اور پھر میری بیوی بھی ہے۔جس کو آپ سب لوگ برا بھلا کہہ سکتے ہیں اور اگر میں نے ذرا سا کچھ کہہ دیا ہے تو کوئی قیامت آ گئی۔"

"وہ آوارہ میرے برابر ہو سکتی ہے۔" گل نے نفرت سے بات کاٹ کر کہا تو بلال آپے سے باہر ہو گئے۔

"بکواس مت کیجئے۔" بلال کا اتنا کہنا تھا کہ کمال نے غصے سے لاتعداد تمانچے بلال کے منہ پر جڑ دیئے اور بلال یونہی بے حس و حرکت کھڑے رہے۔گویا جسم میں جان ہی نہ ہو۔یا پھر ہاتھ پیر سلامت نہ ہوں۔وہ چپ چاپ پٹتے رہے۔

"دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔" کمال دھاڑے۔بلال نے پلٹ کر ماں کو دیکھا تو انہوں نے جلدی سے منہ پھیر لیا۔بلال اپنے روم میں چلے آئے۔ان کو ان لوگوں کی ذہنیت پر دکھ ہو رہا تھا۔وہ سوچ رہے تھے کیسے بے حس، بے خبر لوگ ہیں۔ان کو موت کا بھی ڈر نہیں اور اللہ کا بھی نہیں۔وہ جس کو اللہ نے بغیر کسی آسرے اور سہارے کے اپنے گھر میں جگہ دی۔ یہ لوگ اس کو برا کہتے ہیں۔خود پتا نہیں کیا اور کیسے متضاد باطن کے لوگ ہیں اور نور...... ان کو ایک بار پھر اس کے رویے کا دکھ ہو رہا تھا۔بجائے وہ ان کے دکھ کا مداوا کرتی وہ مزید دکھ دینے کا باعث بن رہی تھی۔اسے ذرا بھی تو ان کا ڈر یا خیال نہیں تھا۔یہ تو وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ گھر والے کبھی نہ کبھی ان سے ایسا سلوک ضرور کریں گے۔اور وہ گھر والوں کے اس سلوک سے پہلے ہی یہ گھر چھوڑ دینا چاہتے تھے مگر اس کو کیا کہیں کہ گھر چھوڑنے سے پہلے ہی یہ وقت آ گیا تھا۔وہ سوچتے رہے اس مسئلے کا حل اور دن گزرتا رہا۔

سر شام ان کے دروازے پر دستک ہوئی۔انہوں نے سوچا شاید امی یا بھابی میں سے کوئی منانے آیا ہو مگر جب دروازہ کھولا تو اماں کھڑی تھیں۔بلال دروازے سے ہٹ گئے۔ اماں اندر آئیں اور پوچھا۔

"کیا طبیعت بہت زیادہ خراب ہے؟"
"نہیں اماں جان! طبیعت تو ٹھیک ہے، آپ بیٹھیں۔" بلال نے خود کو نارمل ظاہر کیا۔
"تمہیں یاد نہیں تمہارے دوست نے تمہیں دعوت دی تھی آج ان کی شادی کی سالگرہ ہے۔"
"اوہو! مجھے تو یاد ہی نہیں تھا۔ مگر اماں جان!" اچانک وہ افسردہ ہوئے۔ "اکیلا کیسے جاؤں گا؟ آپ کو تو معلوم ہے اس نے نور کے لیے کتنا زور دیا تھا۔"
"ہاں مجھے معلوم ہے۔ تم فکر نہ کرو میں نور سے کہتی ہوں۔ بس تم تیار ہو جاؤ۔" اماں چلی گئی۔ بلال جانتے تھے یہ سب تسلی ہے۔ نور کبھی جانے پر تیار نہیں ہوگی۔ مگر خود ان کو تو ہر حال میں جانا تھا۔ جیسے تیسے تیار ہو کر روم سے باہر آئے تو نا صرف نور کا بلکہ اسٹور کا دروازہ بھی بند تھا۔ انہوں نے سوچا نور رضامند نہ ہوئی ہوگی اور بے چاری اماں۔ خیر کوئی بات نہیں۔ وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ ہی رہے تھے کہ اماں کی آواز سن کر چونک پڑے۔
"اکیلے ہی جا رہے ہو؟" وہ پوچھ رہی تھیں؟ بلال نے سوچا اماں آپ سب کچھ جان کر بھی انجان کیوں بنتی ہیں مگر انہوں نے چپ رہنے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے اماں بھی ان کی طرح مجبور ہیں۔
"کیا بات ہے بیٹا! میری آواز نہیں سنی۔" بلال نے پلٹ کر ان کو دیکھا اور کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ دروازے کے بیچ کھڑی نور پر نظر پڑ گئی۔ وہ حیرت زدہ سے کتنی ہی دیر دیکھتے رہے اور اماں مسکراتی رہی۔ وائٹ میکسی پر سرخ اسکارف باندھے بغیر میک اپ وہی مقدس چہرہ جو سعودیہ میں بلال نے دیکھا تھا۔ اچانک وہ اماں کی آواز سن کر چونک پڑے۔ وہ ان سے جانے کا کہہ رہی تھیں۔ انہوں نے پلٹ کر پھر نور کو دیکھا مگر نور نے ایک بار بھی ان کی جانب نہیں دیکھا تھا تاہم اماں کے کہنے پر وہ آہستہ آہستہ بلال کے قریب آئی اور وہ کسی سحر زدہ انسان کی طرح چل پڑے تھے۔ گاڑی تو ان کے پاس تھی نہیں۔ گھر والوں سے اگر مانگتے تو وہ منا کر دیتے۔ انہوں نے ٹیکسی لی اور اس تبدیلی کے بارے میں سوچنے لگے۔ صبح کی ساری کوفت چلی گئی ایک دم۔ ان کا موڈ خوشگوار ہو گیا۔ اگرچہ نور نے ان سے بات نہ کی تھی مگر وہ جانتے تھے ان کا کچھ خیال تھا تو وہ ساتھ آئی تھی۔ راستہ خاموشی سے طے ہوا اور وہ اپنے دوست کے گھر پہنچ گئے۔ وہ سب ان لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوئے جبکہ بلال تو پہلے ہی خوش خوش آئے تھے۔ نور نے سوائے ہوں ہاں کے جواباً کوئی خاص بات نہ کی جبکہ وہ خوب باتیں کرتے رہے اور ان کو دیکھتے رہے جو ان سب سے الگ اور منفرد لگ رہی تھی۔ رات ساڑھے بارہ بجے یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔ سب گیسٹ چلے گئے مگر بلال اور نور کو روک لیا۔ ایک بجے تک گپ شپ ہوتی رہی اور پھر بلال اٹھ کھڑے ہوئے۔ باہر سرد اور منہ زور ہوا چل رہی تھی۔ شاید بارش کا موڈ بن رہا تھا۔ انہوں نے نواز سے اجازت لی اور کہا یار دیر ہو گئی تو بارش میں بھیگ جائیں گے اب چلتے ہیں۔
"کیوں گاڑی میں نہیں آئے ہیں؟" نواز نے پوچھا۔
"نہیں بھئی! ٹیکسی میں آئے ہیں۔" بلال نے بتایا۔
"بڑے افسوس کی بات ہے اخلاق خان کے بیٹے کے پاس گاڑی بھی نہیں۔ خیر تم بھی کیا یاد کرو گے چلو میری گاڑی کی چابی پکڑو اور عیش کرو۔" بلال نے تھینکس کہتے ہوئے چابی پکڑلی۔ کیونکہ ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی تھی۔ فرنٹ ڈور کھول کر پہلے نور کو بیٹھنے کا کہا اور خود بھی اس کے برابر بیٹھ گئے۔ گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور نور باہر سڑک پر دیکھنے لگی۔ بارش ہلکی تھی مگر ہوا بہت منہ زور تھی۔ سفر خاموشی سے طے ہو رہا تھا۔ ہلکی بارش زور پکڑ گئی تھی۔ طوفانی ہوا ہونے کی وجہ سے بلال نے نور سے کہا گاڑی کے شیشے چڑھا دو۔ نور نے خاموشی سے ان کی بات پر عمل کیا لیکن ابھی اس نے شیشے چڑھا کر ہاتھ ہٹایا ہی تھا کہ زمین لرز کر رہ گئی۔ ایک عجیب سا خوف اس کے پورے بدن میں سرایت کر گیا۔ بے ساختگی میں وہ بلال سے لپٹ گئی۔ مگر اس وقت اس کو اس بات کا ہوش کب تھا بس یوں محسوس ہوا تھا گویا سینے سے دل نکال کر کسی نے مسل دیا ہو۔ وہ تو ہر ڈر ہر خوف سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ پھر یہ اچانک کیا ہوا تھا۔ وہ سمجھ نہ سکی اور بلال نے تو خود حیران و پریشان بمشکل ہوش قابو میں رکھتے ہوئے گاڑی کو بریک لگائے تھے۔ ورنہ شاید وہ موت کی وادی میں اتر جاتے۔ دھماکہ اس قدر شدید تھا...... بجلی ان کی گاڑی سے پرے صرف ایک فٹ کے فاصلے پر گری تھی۔ بہت ساری چیخیں ایک ساتھ ابھری تھیں ان کے لیے اور ہر طرف دھواں سا پھیل گیا تھا۔ ان کا بچ جانا ایک معجزہ ہی تھا۔ بلال نے ایک نظر باہر سڑک پر ڈالی اور دوسری خود سے لپٹی ہوئی نور پر۔ بجلیاں آج بھی دو ہی گری تھیں۔ ایک نور کی شکل میں ان پر۔ دوسری باہر سڑک پر۔ دھواں ذرا ہلکا ہوا تو لوگ ان کی خیریت دریافت کرنے گاڑی کے قریب آ گئے۔ انہوں نے شیشہ نیچے کر کے ان سب کا شکریہ ادا کیا۔ پھر نرمی سے نور کو خود سے الگ کرتے ہوئے بولے۔

"زندگی کا بچ جانا ایک معجزہ تھا۔ ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔" مگر یہ کیا نور تو بے ہوش ہو چکی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ بارش بھی زوروں کی ہو رہی تھی۔ گاڑی بھی تیز نہ چلا سکتے تھے۔ اسی حالت میں گاڑی چلاتے ہوئے وہ بمشکل گھر پہنچے۔ گاڑی پورچ میں روک کر وہ بے ہوش نور کو بانہوں میں اٹھائے اندر آئے تو سب لوگ ابھی تک جاگ رہے تھے۔ شاید ان کے لیے۔ مگر وہ کسی سے بات کیے بغیر اوپر آئے تو سٹور کا دروازہ بند تھا۔ یقیناً اماں سو چکی تھی۔ بلال نے انہیں جگانا مناسب نہ سمجھا اور نور کے روم میں داخل ہو گئے۔ نور کو آرام سے بیڈ پر لٹا کر انہوں نے دروازہ پہلے بند کیا۔ پھر دریچے کے پردے برابر کر کے جب وہ نور کے قریب آئے تو نور اب بھی بے ہوش تھی۔ وہ پریشانی سے اس کے قریب ہی بیٹھ گئے۔ سمجھ میں نہ آیا اب کیا کریں۔ ویسے خطرے کی تو کوئی بات نہ تھی۔ وہ جانتے تھے اس کی یہ حالت صرف ڈر کی وجہ سے ہوئی۔ وہ گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگے۔ انہیں آج وہ بارہ سال پہلے کی معصوم لڑکی لگ رہی تھی جو ہر چیز سے خوف کھاتی تھی۔ بال آخر انہی کی وجہ سے ایک دن وہ ہر خوف سے بے نیاز ہو گئی تھی۔ اس جرم کا کفارہ انہوں نے کیسے کیسے ادا نہیں کیا تھا۔ وہ سوچتے رہے اور وقت گزرتا رہا۔ تین بجے کے قریب نور کو ہوش آیا۔ کچھ دیر چت لیٹی اپنی حالت پر غور کرتی رہی مگر جیسے ہی بلال پر نظر پڑی وہ یکدم اٹھ بیٹھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے؟" بلال نے اس کی جانب جھکتے ہوئے پوچھا۔ نور کی سمجھ میں نہ آیا اب کیا کرے اور کیا جواب دے۔ یا شاید ابھی تک وہ اپنی اس کیفیت کو سمجھ ہی نہ پائی تھی اور چپ چاپ حیرانی سے بلال کو دیکھتی جا رہی تھی۔

"نور! تم ٹھیک تو ہو؟" انہوں نے محبت سے پوچھا۔ روبی نے چہرہ اٹھا کر بلال کو دیکھا اور چند لمحے دیکھتی رہی اور جب کچھ نہ سوجھا تو پھر دونوں ہاتھوں میں اپنا ہی چہرہ چھپا کر رونے لگی۔ بلال کچھ دیر اس کو روتا دیکھتے رہے۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ چہرے سے ہٹا کر محبت سے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے یہ کیا۔ رونا نہیں نور مجھے تکلیف ہو گی۔" پھر آہستگی سے کہا۔

"میں جانتا ہوں نور تم مجھ سے بہت خفا ہو۔ میں تمہاری ناراضگی کو سمجھتا ہوں۔ مگر میں کیا کروں میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ اپنی طرف سے تو میں نے تمہیں ہمیشہ خوشیاں دینے کی کوشش کی ہے۔ اب یہ اور بات ہے میری ہر نیکی گناہ بنتی رہی ہے۔ خدا کے لیے نور رونا نہیں۔ تمہارا یہ رونا مجھے اذیت دے رہا ہے۔ مجھے میرے گناہوں کا احساس دلاتا ہے۔ کاش کہ گزرے ہوئے وقت کو واپس لانا انسان کے اپنے اختیار میں ہوتا تو آج میں اتنا پشیمان نہ ہوتا۔ نور میں تم سے اپنے لیے کچھ نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ تم خوش رہو۔ یا پھر مجھے بتاؤ میں تمہاری خوشی کے لیے کیا کروں۔ تم جو کہو گی میں مان لوں گا۔ مگر رونا نہیں پلیز!" بلال نے روبی سے التجا کرنے والے انداز میں کہا۔

"بلال آپ......آپ" روبی نے روتے روتے صرف اتنا کہا اور پھر بے ساختہ بلال سے لپٹ کر اور بھی زور شور سے رونے لگی۔ نجانے کب کا غبار تھا جو پوری شدت سے اب بہہ نکلا تھا۔ بلال نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اس کے گرد اپنے بازو لپیٹ کر پوری شدت سے اس کو بھینچ لیا۔ اسی حالت میں اس کو اپنے بازو میں لیے روتے دیکھتے رہے۔ کیونکہ وہ خود بھی چاہتے تھے آج ایک بار بلکہ آخری بار جی بھر کر رو لے تا کہ پھر ساری عمر رونے کی حاجت نہ ہے۔ اب روبی بلال کے سینے سے لگی نہ صرف روئے جاتی تھی بلکہ ساتھ ایک ہی بات دہرائے جاتی تھی۔

"مجھے معاف کر دیجئے بلال! میں نے آپ کو بہت دکھ دیے ہیں۔ آپ کے ساتھ بہت زیادتیاں کی ہیں۔ مگر بلال میں خود بھی تو دکھ اٹھاتی رہی ہوں کہ شاید یہی قسمت میں لکھا تھا۔ اندر ہی اندر اذیت سہتی رہی ہوں۔ مگر آج آپ کے ساتھ جو بھی ہوا محض میری وجہ سے ہوا ہے۔ آپ کی آج جو توہین ہوئی اس کی ذمہ دار صرف میں ہوں۔ اس کے لئے میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ میں تو شروع سے ہی بدنصیب تھی۔ میرے ساتھ تو ایسا ہونا ہی تھا۔ یہ سزائیں مجھے تو ملنا ہی تھیں۔ مگر آپ کیوں میری محبت میں بدنام ہوئے۔ میری فیور میں بول کر دوسروں کے ہاتھوں ذلتیں اٹھائیں۔ حالانکہ میں ہر نئے دن، نئی رات ایک نیا دکھ آپ کو دیتی تھی۔ آپ پھر بھی مجھ سے محبت کرتے رہے۔ میری خاطر دوسروں کے ساتھ جھگڑا کرتے رہے۔

نور کی یہ باتیں سن کر بلال پر یہ انکشاف ہوا۔ وہ صبح والی ساری بات چیت سن چکی ہے۔ اس وقت اس کے مزاج کی یہ تبدیلی اسی بات چیت کا نتیجہ تھی۔ یہ سوچ کر وہ بے حد خوش ہوئے کہ وہ ان کا اتنا خیال کرتی ہے۔ ساتھ یہ دکھ بھی ہوا اگر پہلے ہی ان کا خیال کر لیتی تو پھر ان حالات کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ اس وقت خود سے لپٹی ہوئی نور پر ان کو از حد ترس بھی آیا۔ اور ٹوٹ کر پیار بھی۔ ان کی محبت میں اس نے کم ذلتیں تو نہیں اٹھائی تھیں۔ وہ بلال خان کی بیوی تھی۔ جبھی تو ناصرف بیگم اخلاق بات بات پر اس کو رسوا کرتی

تھیں بلکہ دو بار مارا بھی تھا۔ پہلی بار ایک تھپڑ، دوسری بار دو۔ اگر وہ بلال خان کی بیوی نہ ہوتی تو وہ اس کو چھونے کی بھی جرأت نہ کر سکتی تھی۔ یہ سارے ظلم بلال خان کی بیوی ہونے کے ناطے برداشت کیے تھے اس نے۔ جبھی تو ان کو اس وقت نور پر ترس کے ساتھ ساتھ ٹوٹ کر پیار بھی آ رہا تھا۔ انہوں نے محبت پاش نگاہوں سے نور کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو رتم بھی مجھے معاف کر دو۔ میری وجہ سے تمہیں گھر والوں کے سخت رویے کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ خاص کر امی جان نے تمہارے ساتھ جو بھی برا سلوک کیا اس کے لیے مجھے معاف کر دو۔" تب روبی نے کہا۔

"میں اسی کے لائق تھی بلال! نہ میں گھر سے بھاگتی نہ لوگ میرے ساتھ یہ رویہ اختیار کرتے۔ مگر میں آپ کو بتاؤں اگر آپ مجھے آوارہ نہ کہتے تو میں گھر سے کبھی نہ بھاگتی۔ آپ کے منہ سے ادا ہونے والے اس ایک لفظ آوارہ نے میرے اندر ایک ایسی آگ لگائی جو کبھی نہ بجھ سکی۔ لیکن جب آپ مجھ سے ملے اور بتایا کہ آپ مجھ سے محبت کرتے تھے۔ تب وہ آگ اپنے آپ بجھ گئی۔ مگر میں آوارہ نہیں تھی۔" وہ بات ختم کر کے سسکی۔

"میں جانتا ہوں نور! جرم کسی اور نے کیے تھے۔ یہ کہہ کر انہوں نے جمشید کا ملنا اور پھر روحی اور غزالہ کی بات چیت جو انہوں نے سنی تھی وہ پوری وضاحت سے نور کو بتانے کے بعد کہا۔ اس کے بعد ہی تو میں نے تمہاری تلاش شروع کی۔ مگر افسوس وقت میرے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔"

میں تو روحی کے ولیمے میں بھی تمہاری تلاش کی وجہ سے شامل نہ ہوا تھا۔ اگر امی جان جھوٹا وعدہ کر کے تمہاری تلاش کا مجھے امریکہ نہ جانے کا کہتیں تو میں نے تب ہی تمہیں تلاش کر لیا تھا۔ مگر افسوس جب بات کھلی تب وقت میرے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ امی جان میرے ساتھ جھوٹ بھی بول سکتی ہیں۔

"کیونکہ یہی مقدر میں لکھا تھا۔" روبی سسکی تو بلال نے کہا۔

"روبی میں نے جو تم پر ہاتھ اٹھایا اس کے لیے مجھے معاف کر دو۔ مجھے اپنے ہاتھ اٹھانے پر بے حد افسوس ہے۔ بس میں نے محسوس کیا کہ آج تم نرمی سے نہیں مانو گی تو یہ سخت رویہ اختیار کرنا پڑا۔"

"کوئی ضرورت نہیں معافی کی۔ میں ان تھپڑوں کی حقدار تھی۔ اگر آپ وہ تھپڑ مجھے نہ مارتے تو میں نے اپنی مرضی کر لینی تھی۔" روبی نے کہا تو بلال مسکرا دیے اور روبی نے پھر کہا "مگر تب درد بہت ہوا تھا۔" بلال نے کہا۔

"آئی ایم سوری! آؤ میں اس درد کا کفارہ ادا کروں۔" اور دونوں ہاتھوں میں نور کا چہرہ تھام کر اس پر جھکے تو یہ رات وصل کی رات بن گئی تھی۔

صبح وہ اٹھے تو نور ابھی تک بے خبر سو رہی تھی۔ وہ اٹھ کر سیدھے واش روم میں گئے۔ پھر ضروریات سے فارغ ہو کر ملازم سے ناشتہ لانے کا کہا۔ گھر والوں نے کل سے انہیں کھانا وغیرہ دینا بند کر دیا تھا۔ بلال اب ان کی نفرت پر حیران ہوتے اور سوچتے اگر ان کو مجھ سے سچی محبت ہوتی تو میری خاطر نور کو بھی برداشت کر لیتے مگر وہ سب تو قدم قدم پر میری توہین کرتے آئے تھے۔ وہ ملازم کو ناشتے کے لیے بھیج کر واپس روم میں آئے تو نور بیڈ پر موجود نہیں تھی۔ گویا وہ بھی جاگ گئی تھی۔ وہ بیڈ پر بیٹھ کر آئندہ اپنے پروگرام کے بارے میں سوچنے لگے۔ دفعتاً انہوں نے قدموں کی آہٹ پر سر اٹھایا تو نور تولیے سے بال خشک کرتی ڈرائنگ روم سے باہر آ رہی تھی۔ بلال پر نظر پڑی تو ان کو اپنی جانب دیکھتے پا کر شرما کر چہرہ جھکا لیا تھا۔ بلال نے مسکراتی نظروں سے اس کو دیکھا اور کہا۔

"جناب! آج شرمانے کا نہیں کام کرنے کا دن ہے۔" نور چونک کر ان کو دیکھنے لگی۔ بلال نے اس کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ پھر نور کے قریب بیٹھنے پر ہاتھ پکڑ کر اپنا پروگرام بتانے لگے۔ نور یہ سب سن کر سوچتی رہ گئی۔ وہ کتنی محبت کرتے ہیں اس سے۔ وہ اندر ہی اندر اس کو خوشی دینے کی کوششوں میں تھے۔

چار بجے کے قریب بلال نیچے آئے تو موسم ابر آلود ہونے کی وجہ سے سب لوگ باہر لان میں کرسیاں ڈالے بیٹھے تھے۔ بلال کو دیکھتے ہی بیگم اخلاق نے آواز دی مگر وہ سنی ان سنی کر کے باہر چلے گئے۔ بیگم اخلاق مارے غصے کے کھول کر رہ گئیں۔ تاہم چند منٹوں بعد ہی بلال کی واپسی ہوئی تو بیگم اخلاق دھاڑیں۔

"تم نے سنا نہیں میں نے آواز دی تھی۔"

"جی فرمائیے امی جان!" بلال نے ادب سے پوچھا۔

"تمہیں اس دن کہا تھا ہمارا گھر چھوڑ دو مگر تم ابھی تک یہیں ہو۔ کیا چاہتے ہو تم؟" ان کی بات سن کر بلال نے بھائی اور بھابی کو دیکھا وہ اگرچہ خاموش تھے مگر ان کی یہ خاموشی ماں کی

بات کی تائید کر رہی تھی۔

بلال کوئی جواب دیے بغیر آگے بڑھ گئے تو بیگم اخلاق نے سخت لہجے میں کہا۔"بلال میری بات کی تمہاری نظروں میں کوئی اہمیت نہیں۔ مجھے سختی پر مجبور نہ کرو۔ چپ چاپ یہ گھر چھوڑ دو۔"

بلال ایک بار پھر سنی ان سنی کر کے اوپر آئے۔ مگر واپسی میں ان کو دیر نہ لگی تھی۔ تاہم اب وہ اکیلے نہیں تھے۔ ان کے ساتھ ناصرف نور تھی بلکہ اماں بھی۔ بلال نے اٹیچی اٹھا رکھا تھا۔ نور نے بیگ اور اماں خالی ہاتھ تھیں۔ اچانک ہی سب لوگوں کی آنکھوں میں حیرت بھر گئی۔ وہ کبھی سامان کو دیکھتے اور کبھی ان لوگوں کو۔ ماں کے قریب پہنچ کر بلال رکے۔ تب سیاہ بادلوں کے بڑے بڑے ٹکڑے چلے آنے پر فضا میں اچانک تاریکی چھا گئی تھی۔ بلال نے سر اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا پھر نور کو جو خوف سے کانپ رہی تھی کیونکہ اس موسم نے ہمیشہ نور کو دکھ دیے تھے۔ اچانک تاریکی چھا جانے پر وہ خوفزدہ ہو کر سوچنے لگی کہیں بلال اس وقت بدل نہ جائیں۔ اگر ان کی امی نے روک لیا تو وہ رک نہ جائیں۔

بلال نے بغور ماں کو دیکھا تو نجانے کیوں دل بھر آیا۔ انہوں نے آنکھوں میں آنے والے آنسو ضبط کیے اور مدہم آواز میں کہا۔

"امی جان! میں نہیں جانتا تھا کہ زندگی کے کسی موڑ پر آپ لوگ مجھ سے اس طرح کا سلوک بھی کر سکتے ہیں۔ آپ لوگوں نے تو نفرت کی انتہا کر دی۔ مجھے تو خود سے بھی شرم آنے لگی تھی۔ آپ نے گھر چھوڑنے کا کہا تھا۔ میں ہمیشہ کے لیے اس ملک کو چھوڑ کر جا رہا ہوں کیونکہ میں یہاں کب سکون سے تھا۔ مگر تین ماہ تو مارے مجبوری کے کسی نہ کسی طرح کاٹنے تھے کیونکہ واپس جا کر مجھے دوستوں سے مذاق نہیں بنوانا تھا کہ تین سال بعد چھٹی گیا اور تین ماہ بعد ہی واپس آ گیا۔ مگر اب چھٹی ختم ہونے کے قریب آ پہنچی تھی۔ اب تو آپ نہ بھی کہتیں تو میں یہاں سے چلے جانا تھا۔" پھر وہ رکے گویا ضبط کی کوشش کر رہے ہوں پھر بولے۔ "یقین کیجیے امی جان! دکھ تو اس بات کا ہے کہ آپ کی خوشیوں کے لیے یہاں آیا مگر سوائے دکھوں کے کچھ نہ ملا۔ اگر میں یہاں رہتا تو کم از کم دکھوں کا یہ زہر میرے اندر نہ اترتا۔ آپ کو یقیناً خوشی ہو گی کہ میں ہمیشہ کے لیے سعودیہ جا رہا ہوں۔ آپ مجھے معاف کر دیجیے گا کہ آپ کی بات نہ مان کر نفرت کا شکار ہوا۔ مگر اس کے باوجود امی جان! میں اپنے گھر میں آپ کا منتظر رہوں گا۔ آپ کا انتظار کروں گا۔

ہاں امی جان خدا کے مقدس گھر کے سامنے میں بھی ایک چھوٹا سا گھر بناؤں گا جہاں میں اور نور اپنے بچوں کے ساتھ اس یقین کے ساتھ آپ کا انتظار کریں گے کہ ایک نہ ایک دن آپ ہمیں دیکھنے ضرور آئیں گی۔" پھر وہ بنا رکے بنا دیکھے باہر نکلتے چلے گئے۔ بھائی اور بھابی سے انہوں نے کچھ نہیں کہا تھا۔

بیگم اخلاق اس کی باتوں کی گہرائی پر غور کر رہی تھی کہ باہر گاڑی چلنے کی آواز آئی اور وہ پاگلوں کی طرح چیختی ہوئی باہر بھاگیں۔ مگر وہاں اب بلال نہیں تھا۔ دور ہوتی ان کی ٹیکسی کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اچانک بارش زوروں سے شروع ہو گئی مگر وہ ہر احساس سے عاری گل اور کمال سے بے پروا بڑبڑاتی رہیں۔

"بلال! میں شاید تمہارے گھر نہ آ سکوں۔ میرے عظیم اور لاڈلے بیٹے بیشک میں آج اپنی تربیت پر فخر محسوس کرتی ہوں کہ میں نے تم ایسے فرشتے کو جنم دیا۔ میری دعا ہے نیکی کا جو دیا میں نے تیرے دل میں روشن کیا ہے وہ کبھی نہ بجھے۔ آج کے بعد کوئی پریشانی تمہارے قریب سے بھی نا گزرے۔ میں تم سے ملنے کبھی نا آ سکوں گی۔ مگر اپنی ہر دعا میں ہمیشہ تمہیں شامل رکھوں گی۔" پھر قدموں کی آہٹ ہوئی۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا گل کمال ان کے تینوں بچے ان کے بہت قریب آ کھڑے ہوئے۔ مگر آج ان کو دیکھنے کا بھی حوصلہ ان میں نہیں تھا۔ وہ بنا کوئی بات کیے اپنے روم میں چلی گئیں۔

• ☆☆☆ •

جہاز سعودیہ کی طرف محو پرواز تھا اور نور اپنی گزری ہوئی زندگی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس نے بلال کو وہ کونسا دکھ ہے جو نہیں دیا تھا۔ وہ بابر ہی بابر اس کی خوشیوں کے لیے کوشش کرتے رہے۔ جس کے نتیجے میں آج وہ آزاد تھی۔ اس نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے بلال کو دیکھا تو وہ مسکرا کر بولے۔

"ایک بات بہت بار تم سے کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہ سکا کیونکہ تمہارا موڈ اکثر خراب رہتا تھا۔ مگر آج کہہ رہا ہوں اسے غور سے سننا۔"

"جی فرمائیے!" نور نے شوخی سے مسکرا کر پوچھا۔

"دیکھو ڈیئر!" بلال نے سنجیدگی سے کہا۔ "موسم آج پھر خراب ہے مگر اس کے باوجود ہم اپنی دائمی خوشیوں کے لیے اپنی منزل کی جانب جا رہے ہیں۔ کہنے کا مطلب ہے کہ کسی بات میں شرک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ وہم کہ یہ موسم ہمیشہ تمہارے لیے دکھ لے کر آتا ہے۔ اب ختم ہو جانا چاہیے کیونکہ اسی موسم نے اب تمہیں خوشیاں بھی دی ہیں اور مجھے یقین ہے

اب ہم سدا ایک دوسرے کے ساتھ خوش رہیں گے۔"

"آئی ایم سوری بلال آئندہ میں ایسا کوئی خیال اپنے دل میں نہ آنے دوں گی۔" اور بلال کے کاندھے پر سر رکھ کر آنکھیں موندھ لیں۔ ایک عجیب سا سکون اس کے رگ و پے میں سرایت کر رہا تھا مگر پھر اس نے سوچا میں خوش ہوں کیونکہ بہت پہلے اپنے گھر کو چھوڑ دیا تھا۔ مگر محض میری وجہ سے بلال کو اپنے گھر والوں سے دور ہونا پڑا۔ یہ سوچتے ہی اس کے آنسو بہہ نکلے۔ بلال نے چونک کر اسے دیکھا اور پوچھا۔ "نور تم رو رہی ہو مگر کیوں؟"

روبی نے روتے روتے کہا۔

"محض میری وجہ سے آپ کو اپنے گھر والوں کو چھوڑنا پڑا۔ کیا میں اتنی ہی بری ہوں کہ وہ لوگ مجھ سے محبت نہ کر سکے۔ مجھے قبول نہ کر سکے۔ جب میں سب کچھ بھول گئی ہوں تو پھر یہ لوگ کیوں نہیں بھول جاتے میری غلطی کو۔"

اس کی باتیں سن کر بلال نے محبت سے اس کو دیکھا پھر کہا۔ "بری تم نہیں نور برا تو وہ فعل تھا جو تم سے سرزد ہوا۔ گھر سے بھاگنے والی لڑکیوں کو ہمارے معاشرے میں پھر کبھی عزت نہیں ملتی۔ محض ایک لڑکی کے گھر سے بھاگنے کی وجہ سے اس کے خاندان اور گھر والے معاشرے میں ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ ان کو لوگوں کے طعنے سننے پڑتے ہیں۔ سو طرح کی رسوائی ہوتی ہے والدین کی۔ خاندان کی۔

گھر سے بھاگنے کا جرم کرنے والی لڑکیاں بعد میں توبہ کر کے کتنی بھی نیک اور پارسا بن جائیں۔ مگر صرف اس ایک فعل کی وجہ سے خاندان کو چھوڑ کر معاشرے میں موجود دوسرے لوگ بھی نہ تو ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں نہ اعتبار کرتے ہیں اور نہ ہی کوئی شریف انسان ان سے ملنا پسند کرتا ہے۔ مطلب اب یہی دیکھو تمہاری وجہ سے میرے گھر والوں نے مجھے بھی ٹھکرا دیا۔ یعنی تمہارا جرم اتنا بڑا ہے کہ تم کو قبول کرنے کی بجائے مجھے ہی ٹھکرا دیا۔

لڑکیاں بہت نازک ہوتی ہیں۔ خاندان کی عزت ان کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ان کی ایک غلط حرکت سارے خاندان کو رسوا کر ڈالتی ہے۔ گھر سے بھاگنا چھوٹی بات نہیں نور! حالات کیسے بھی خراب کیوں نہ ہوں لڑکیوں کو گھر سے نہیں بھاگنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے بعد ان کی اپنی زندگی بھی تو تباہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ گھر سے بھاگنے والی لڑکیوں کی باقی زندگی پھر بھاگتے بھاگتے ہی بسر ہوتی ہے۔ کوئی پکا ٹھکانا ان کو کبھی نہیں ملتا۔ نا تو پھر خاندان ہی اس لڑکی کو واپس قبول کرتا ہے اور نہ ہی معاشرے کے شریف لوگ۔" بلال اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے اور نور جو بڑی توجہ سے ان کی باتیں سن رہی تھی چونک کر غور ان کو دیکھا۔ پھر پوری سنجیدگی سے پوچھا۔

"بلال اگر یہ بات ہے تو پھر آپ نے کیوں قبول کیا مجھے؟"

بلال اس کی بات سن کر مسکرائے پھر کہا۔

"ایک تو اس لیے کہ تم گھر سے میری وجہ سے بھاگیں۔ اس حال کو میری وجہ سے پہنچیں۔" وہ رک کر پھر ایک طویل سانس کھینچ کر بولے۔ "دوسرے دل کے ہاتھوں بھی مجبور تھا۔ لگتا تھا تمہارے بن میں ادھورا ہوں۔ محبت کی تھی میں نے تم سے اور ہمیشہ تمہیں ہی محبت کروں گا۔ تم میری محبت ہو نا نور اور مجھے تم ہر حال میں قبول ہو۔" نور یہ سن کر رو پڑی پھر کہا۔

"آپ پہلے کیوں نہیں آئے۔ اگر آپ بہت پہلے آ جاتے تو یہ ذلتیں اور نہ یہ دکھ میرا مقدر جو بنے ہیں ان سے بچ جاتی کہ گھر سے بھاگ کر سکون کا ایک لمحہ میں نے بھی بسر نہیں کیا۔ ہمیشہ بے سکون رہی۔"

"بیتی باتوں پر کڑھنا اب فضول ہے۔" یہ کہتے ہوئے بلال نے اپنی انگلیوں سے اس کی آنکھوں میں آئے ہوئے آنسو صاف کیے۔ پھر روبی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سہلاتے ہوئے محبت سے لبریز لہجے میں کہا۔

"نور! آج کے بعد میں ان پیاری آنکھوں میں کبھی آنسو نہ دیکھوں۔ جو جو دکھ تم نے اٹھائے ہیں ان کا مداوا میں اپنی ڈھیروں محبتیں تم پر نثار کر کے کروں گا۔ مگر رونا بالکل بھی نہیں۔ اب مسکرا دو۔" اور نور اس کی بات پر بے ساختہ مسکرائی تو بلال نے کہا۔

"شاباش! اب اچھی اچھی باتیں کرو اور سوچو بھی۔" مگر نور نے باتیں کرنے کی بجائے ایک بار پھر بلال کے کاندھے پر اپنا سر رکھ کر سکون سے آنکھیں موندھ لی تھیں۔

(ختم شد)